

جذبات

ایم اے راحت



آسٹرولین کے بارے میں اس کے دوستوں کا خیال تھا کہ اس کے سینے میں دل کی جگہ خالی ہے یا اگر اس کی جگہ پُر ہوئی بھی ہے تو پتھر کے کسی ٹکڑے سے۔ کوئی انسان اتنا بے جگر ہو ہی نہیں سکتا۔ کوئی ایک واقعہ نہیں تھا اس کے مہم جو دوستوں کو ایسے بے شمار واقعات یاد تھے جن میں آسٹر نے ناقابل یقین دلیری کا مظاہرہ کیا تھا۔ خود آسٹر کہتا تھا۔ ”تم لوگ احمق ہو۔ خوف انسانی فطرت کا حصہ ہے۔ میں بھی ہر واقعہ سے متاثر ہوتا ہوں لیکن اعصابی طور پر خود کو سنبھال لیتا ہوں کہ خوف سے مضطرب ہونے کے بجائے حالات کے خطرناک نتائج سے آخری حد تک بچنے کی کوشش کروں۔ اسے تم کوئی بھی نام دے لو.....!“

پھر پہلی بار دوستوں کو آسٹر کے صاحب دل ہونے کا یقین اس وقت ہوا جب آسٹر کو لیزا مارشل سے عشق ہو گیا۔ وہ لیزا کے لئے دیوانہ ہو گیا اور اس نے بھری محفل میں ڈیوک آف ٹالبوٹ سے کہہ دیا کہ اگر اس نے لیزا مارشل سے شادی کی تو اس کی لاش بیچ سے اٹھائی جائے گی۔ ڈیوک بہت بڑی حیثیت کا مالک تھا۔ وہ باسانی پولیس کی مدد سے اس چیلنج کا مقابلہ کر سکتا تھا اور آسٹر کو ساری زندگی جیل میں سزا سکتا تھا لیکن آسٹر کی خوش قسمتی کہ ڈیوک بہت بزدل تھا۔ اس نے شادی سے انکار کر دیا۔ جب اس کے دوستوں نے اسے غیرت دلائی تو اس نے کہا۔

”میں تاریخ کے ان احمقوں میں شمار نہیں ہونا چاہتا جو عورت کی وجہ سے موت کے گھاٹ اترے ہیں۔ لیزا سے کہیں زیادہ خوبصورت عورتیں مجھ سے شادی کرنے کی خواہش مند ہیں۔ پھر میں ایک ایسی لڑکی سے شادی کیوں کروں جو ایک خطرناک شخص کی منظور نظر ہے۔ اس کے علاوہ آسٹرولین ایک مشہور آدمی ہے۔ اس کے لئے جیل سے فرار کوئی مشکل کام نہیں ہوگا۔ لیزا

مارشل، سترکو مبارک ہو۔“
 اور پھر مختلف مراحل سے گزر کر لیزا مارشل، لیزا آسٹر ہو گئی۔ لیزا ابھی فطرتاً مہم جو تھی اور آسٹر کے بست سے مضامین پڑھ چکی تھی۔ اپنے رجحان کی بناء پر اس نے بھی لیزا ٹالیوٹ بننے کے بجائے لیزا آسٹر بننا پسند کیا۔ یہ بھی حقیقت کہ وہ مرقع حسن و جمال نہیں تھی بس اچھی صحت اور دلکش نفوس کی مالک لڑکی تھی لیکن عشق کے معاملے میں خوش نصیب تھی۔ تیرہ سال کی تھی کہ بڑا اسکوا اس پر مرثا۔ ہولناک خدوخال کا مالک بڑا اسکویگرو تھا اور لیزا کے ڈیڈی مسٹر روڈی مارشل اسے روانڈا سے ساتھ لائے تھے۔ سترہ سالہ بڑا لیزا کو دیکھ کر سکتے میں رہ گیا تھا۔ بس اس کے بعد اس نے لیزا کو دیویوں کی طرح پوجنا شروع کر دیا۔ جسے سب نے بہت جلد محسوس کر لیا۔ مسٹر مارشل نے ایک بار اس سے تخت باز پرس کی تو اس نے کہا۔

”ہاں موسیو۔ میں لیزا کو اس کائنات سے زیادہ چاہتا ہوں۔ میری سب سے بڑی آرزو ہے کہ مجھے ان کے لئے موت آئے۔ میں آخری لمحے تک ان کا غلام رہوں اور ان کا تحفظ کرتا رہوں، لیکن میں اس آخری لمحے تک صرف انہیں آنکھوں سے چھونے کا مجرم رہوں گا۔ یہ میرا عہد ہے۔“

لیزا جب پندرہ سال کی ہوئی تو مسٹر مارشل نے آزمائش کے طور پر ایسے مواقع مہیا کئے کہ بڑا کسی شیطنت کا مظاہرہ کرنا چاہے تو کر سکے، خود لیزا بھی ان کے منصوبے میں شریک تھی لیکن بڑا فرشتہ صفت ثابت ہوا تھا اور اس نے ایسے اعلیٰ کردار کا مظاہرہ کیا کہ اس کے بعد اس پر شک محسوس ہونے لگا۔

شادی کے بعد لیزا نے آسٹر کو بھی بڑے بارے میں تفصیل بتادی اور آسٹر نے فراخ دلی سے بڑا کو اپنے اس چھوٹے سے خاندان میں شریک کر لیا۔ آسٹر بے شک فراخ دل تھا لیکن احمق نہیں تھا۔ اس نے عمیق نگاہوں سے بڑا اور لیزا کا جائزہ لیا۔ پھر بے حد مطمئن ہو گیا اسے اندازہ ہو گیا کہ بڑے کتے سے زیادہ وفادار اور قابل اعتماد ہے۔ لیزا کے لئے اس سے بہتر محافظ پوری زندگی نہیں مل سکتا۔ چنانچہ اس نے لیزا کے ساتھ بڑا کو بھی اپنی مہمات میں شریک کر لیا اور لیزا ان مہمات کے معاملے میں بھی آسٹر کی بہترین ساتھی ثابت ہوئی تھی۔ تینوں نے بڑے بڑے معرکے سر کئے تھے۔

اس کے بعد انہوں نے ایشیاء کے سفر کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس سفر میں دو اور مہم جو ہیکڑ اور کروزان کے ساتھ تھے۔ لیزا نے گریٹ ایشیاء کے نام سے ایک کتاب کا آغاز کیا تھا جسے وہ تصاویر کے ساتھ تیار کر رہی تھی۔ ایشیاء کے بے شمار ممالک میں انہوں نے بہت کچھ دیکھا۔ بہت کچھ پایا۔ عظیم ہمالیہ کے لاتعداد علاقے ان کی نگاہوں میں آئے۔ کچن چنگا، دھولگری، چو، نگا پربت، گا شر برم، ششوپنکھا، مال چلی، کے ٹو..... اور نہ جانے کہاں کہاں۔ عظیم ہمالیہ کی ناقابل عبور چوٹیاں ان کے دامن کی گھانیاں مجھے جنگلات عبور کرتے ہوئے وہ بہت دور نکل آئے۔ ہیکڑ اور کروزا متفقہ فیصلہ تھا کہ موجدائے، سیکورا، پیراگوئے، امیزن اور دوسرے بے شمار صحرائی اور پہاڑی علاقے دیکھے لیکن ہمالیہ کی چرا سرار ترائیوں میں جو ہولناک مناظر بکھرے پڑے ہیں وہ شاید دنیا میں کہیں اور نہ ہوں۔ بہت سی جگہوں پر وہ دونوں بہت بار بیٹھے تھے لیکن انہیں اس کا اظہار کرتے ہوئے شرم آتی تھی کیونکہ لیزا، آسٹر اور بڑے انداز میں کوئی پریشانی نہیں تھی۔ لیزا اطمینان سے

اپنی کتاب مکمل کر رہی تھی۔ وہ اس کتاب میں ان علاقوں کی ثقافت، میاں کے لوگوں کے رہن سہن کو بے حد دلچسپ پیرائے میں تحریر کر رہی تھی اور اس کے لئے مقامی لوگوں سے مدد لیتی تھی۔ کوئی بھی نئی بات نظر آتی وہ اس کی کھوج میں لگ جاتی اور جب تک بال کی کمال نہ نکال لیتی سکون سے نہیں بیٹھتی تھی۔ اسے بڑا اور آسٹر کا پورا تعاون حاصل تھا۔

ان دنوں وہ برہم پتر کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ چند مقامی لوگوں کو انہوں نے ساتھ رکھا تھا۔ ایسا مسلسل ہو رہا تھا وہ جہاں بھی جاتے پہلے مطلب کے لوگ تلاش کرتے اس کے بعد آگے کا سفر اختیار کرتے۔ پھر انہوں نے ”پھولا کھا پنجن“ کی ترائی میں آباد ”ستالی“ بستی میں قیام کیا۔ بلند و بالا ہمالیہ کی یہ چوٹی آج تک سر نہیں ہو سکی اور مہم جو میاں آکر بہت بار بیٹھے تھے۔ یہ بستی گویا قدرت کے نوادرات میں سے تھی۔ یہاں قدرت کی فیاضی عروج پر تھی۔ پہاڑ، سبزے کے پہاڑ معلوم ہوتے تھے۔ جدھر نظر جائے مزد کی کاشت نظر آئے۔ پھلوں کی بہتات، لوگ بے حد سرخ و سفید، گوان کے چروں پر خشونت بکھری ہوئی تھی لیکن با اخلاق تھے۔ انہی با اخلاق لوگوں میں انہیں متر ”باتو“ ملا۔ بوڑھا باتو نیپالی تھا۔ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود توانا تھا۔ اس کے چہرے کی ہر شکن میں ایک کمانی پوشیدہ محسوس ہوتی تھی۔

”یہ کون ہے.....؟“ لیزا نے ایک مقامی مترجم سے کہا تو باتو نہایت شستہ انگریزی میں بولا۔

”آپ مجھ سے میرے بارے میں براہ راست پوچھ سکتی ہیں میڈم۔“

”تم تو بہت اچھی انگریزی بول لیتے ہو۔“

”ہاں۔ میں دنیا کی تینیس زبانیں جانتا ہوں۔“

”تم تو جہاں گرد معلوم ہوتے ہو۔“

”نہیں.....“ وہ ہنسا۔ ”میں نے صرف ستالی اور اس کے آس پاس کے علاقوں میں زندگی گزار دی ہے۔“

”پھر..... یہ زبانیں تم نے کہاں سے سیکھ لیں۔“

”بس آپ جیسے کرم فرماؤں گے۔“

”بہت ذہین آدمی معلوم ہوتے ہو۔ اس علاقے کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو۔“ لیزا یہی بات کر رہی تھی۔

”ہاں کیوں نہیں۔ پھولا کھا پنجن کا چیلچ ابھی تک کسی نے نہیں جیتا۔ یہ چوٹی آج تک کوئی سر نہیں کر سکا۔“

”کوشش تو کی گئی ہوگی۔“

”کئی بار.....!“

”پھر کیا ہوا؟“

”ناکامی۔ جو سمجھدار تھے وہ واپس آگئے اور جو خود پسند تھے وہ.....“ بوڑھا خاموش ہو گیا۔ پھر چونک کر بولا۔ ”کیا آپ لوگ یہ چوٹی سر کرنا چاہتے ہیں۔“

”ارے نہیں مسٹر باتو..... ہم آسمان کے نہیں زمین کے رسیا ہیں۔“ اس بار آسٹر نے کہا۔

”یہ اچھی بات ہے لیکن ایک بات دھیان سے سن لو۔ ستالی سے آگے بڑھو تو شاہ کا ٹنگ کی

تاریوں سے واپس آجانا۔ پھلوں کے وہ جنگل کبھی عبور نہ کرنا جن کے دوسری طرف تاریکیاں ہیں۔

”کبھی تاریکیاں؟“

”جن میں کچھ نظر نہ آئے۔ جن کے بارے میں کسی کو کچھ نہ معلوم ہو۔“

”تمہیں بھی نہیں معلوم مشربا تو۔“

”ارے صاحب، میں بھی انسان ہوں۔ کوئی مافوق الفطرت چیز نہیں ہوں۔ جہاں نگاہ کی پہنچ ہی نہ ہو وہاں کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے۔ ہاں کمائیاں تو ہر چیز کے بارے میں بنتی ہیں بلکہ اپنی پسند کے مطابق گھڑ بھی لی جاتی ہیں۔ سو گھڑنے والوں سے کھٹالیوں کے بارے میں بھی بہت سی کمائیاں گھڑی ہیں اور یہ کمائیاں ہر دور میں کچھ اضافوں کے ساتھ سنائی جاتی ہیں اور سنائی جاتی رہیں گی۔“

”کھٹالی کیا ہے؟“ لیزا نے پوچھا۔

”کچھ بھی نہیں ہے۔“ باتوئیں پڑا۔

”کیا مطلب؟“ لیزا سمجھ نہ سکی۔

”ادھر کے لوگوں نے ان کے لئے ایک نام تراش لیا ہے اور جب ان کا تذکرہ ہوتا ہے تو انہیں اسی نام سے پکارتے ہیں۔ ادھر کے لوگ خود کو کیا کہتے ہیں یہ نہیں معلوم۔“

”بڑی دلچسپ بات ہے۔“ لیزا نے آسٹر کو دیکھ کر کہا۔

”تمہاری کتاب کا ایک دلچسپ پورشن۔“ آسٹر مسکرا دیا۔

”اس میں کیا شک ہے لیکن تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔“

”مشربا تو اس بارے میں کچھ اور بتائیں تو بات بنے۔“

”صاحب کچھ معلوم ہو تو بتائیں۔ کہو تو وہ کمائیاں سنا دیں جو من گھڑت ہیں۔“

”ان میں کچھ توجہ ہو گا۔“

”ہاں بس اتنا سچ ہے کہ شاہ کاٹنگ کے دوسری طرف ناقابل عبور گھائیاں بکھری ہوئی ہیں۔ ان گھائیوں میں جنگل بھی ہیں دلہلیں اور دوسری مشکلات بھی ہیں۔ ان دلدلوں کے اس پار کھٹالے رہتے ہیں۔ کھٹنال کا مطلب ہے سمجھ میں نہ آنا اور چونکہ وہ لوگ سمجھ نہیں آتے اس لئے کھٹنالے کہلاتے ہیں۔ ان کا رہن سہن کیا ہے مذہب کیا ہے کوئی نہیں جانتا۔ البتہ عقبی ست سے وہ بہت سے ایسے علاقوں سے جاملتے ہیں جو مسلم مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے یقیناً ان پر اس کے اثرات ہوں گے۔ سینکڑوں سال پہلے بادشاہ فوٹاس مائی چونے ان گھائیوں کو عبور کر کے ادھر لشکر کشی کی تھی لیکن اس کے وطن والے دو برس اس کی اور اس کے لشکر کی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔ اس کے بعد انہوں نے اس کے پیچھے کو بادشاہت سوچ دی۔ پھر نہ جانے کتنے عرصے کے بعد اس لشکر کے کچھ لوگ واپس آئے۔ انہوں نے بتایا کہ مائی چونے کے لشکر کی کسی سے جنگ نہیں ہوئی بلکہ وہ دلدلوں میں غرق ہو گیا۔ انہوں نے کھٹالیوں کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ اس طرف کے لوگوں سے بہت مختلف ہیں۔ لمبے قامت اور خوبصورت نقوش رکھتے ہیں۔ ان کے رسم و رواج بھی الگ ہیں۔ ان کی اپنی تہذیب ہے وغیرہ وغیرہ۔“

باتو سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ لیکن وہ مربوط نہیں تھیں۔ کروڑنے کہا۔

”ہوڑھا حاشیہ آرائی کر رہا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ اس علاقے کو بہت پُر اسرار بنا کر پیش کرنا چاہتا ہو۔“

”آہ۔۔۔ لیکن کیا دلکش باتیں ہیں۔ اس مذہب دور میں بھی زمین پر رہنے والے کچھ ایسے بھی ہیں جن کے بارے میں دنیا کچھ نہیں جانتی۔“

”خیر ابھی ایسے بہت سے علاقے باقی ہیں۔“ آسٹر نے کہا۔

”عجیب بات نہیں ہے۔ ہم ستاروں کی خبر لارہے ہیں اور اپنی دنیا سے ناواقف ہیں۔“

”بے شک ایسا ہے۔“

”بہر حال آپ کی کتاب میں یہ ایک دلچسپ باب ہو گا مشربا۔۔۔!“ ہیکو نے کہا۔

”صرف اس کا تذکرہ نہیں مشربا ہیکو بلکہ ان کے رہن سہن کا انکشاف، ان کی تصاویر وغیرہ!“ لیزا نے کہا۔

”کیا مطلب؟“ ہیکو چونک کر بولا۔

”اس طرح یہ کتاب نایاب نہ ہو جائے گی۔“ لیزا مسکرا کر بولی۔

ہیکو کے چہرے پر تشویش کے آثار پھیل گئے۔ اس نے پُر خیال انداز میں آسٹر کی طرف دیکھا۔ آسٹر نے کہا۔

”میں غور کر رہا ہوں۔“

”کیا ایک مہم جو کو یہ زیب دیتا ہے کہ وہ کسی پُر خطر علاقے کی کمائی سن کر ہمت ہار بیٹھے۔“

لیزا نے کہا اور آسٹر ہنس پڑا بولا۔ ”یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ لیزا مجھ سے زیادہ خطرات پسند ہے

جبکہ میری بیوی بننے سے پہلے وہ نارمل تھی۔“

”ہم اس طرف جانے کی کوشش کر سکتے ہیں لیکن اس کے لئے ہمیں یہاں کے لوگوں سے

بھی رابطے کرنے ہوں گے اور باتو کی سنائی ہوئی باتوں کی تصدیق کرنا ہوگی۔“

”ہاں۔ یہ مناسب ہے۔“ کروڑنے تائید کی۔

”میں اس کے لئے بہت متحس ہوں۔ آہ یہ سب کتنا دلچسپ ہو گا۔“

○.....○.....○

موسم بہار کا آغاز ہو چکا تھا اور شکاری ٹولیاں تمسورا کے جنگل کی طرف چل پڑی تھیں۔ پہاڑوں میں لاتعداد قبائل بکھرے پڑے تھے۔ ان کے الگ الگ علاقے تھے لیکن غیر آباد علاقوں کے علاوہ کچھ جگہیں ایسی بھی تھیں جنہیں آزاد قرار دیا گیا تھا اور یہاں تمام قبیلے یکجا ہو سکتے تھے۔ ایسی ہی جگہ تمسورا بھی تھی۔ یہ اس عظیم الشان اور لاتعداد سلسلہ کوہ کے سب سے وسیع اور گہنے جنگلوں کا سلسلہ تھا۔ یوں تو یہاں تمام ہی درندے پائے جاتے تھے لیکن موسم بہار میں سب سے زیادہ تیز دوسے کا شکار کھیلا جاتا تھا۔ تیندوؤں کے بعد دوسرا نمبر گہری براؤن کھال والی لومڑیوں کا تھا جن کی نایاب نسل صرف اسی علاقے میں پائی جاتی تھی۔ یہ لومڑیاں عام لومڑیوں سے بڑی اور کسی بڑے غبارے کی طرح چھوٹی ہوئی ہوتی تھیں اور ان کی کھال سے قیمتی لباس بنائے جاتے تھے۔

موسم بہار کے آغاز کے ساتھ شکاریوں کی ٹولیاں تمسورا کی طرف چل پڑتی تھیں۔ ان کی منزل ”بباری“ ہوتی تھی۔ بباری ایک سرسبز وادی تھی جو سفیدے اور بنشے کے درختوں سے

ڈھکی ہوئی تھی۔ لیکن یہی تسورا میں داخلے کا راستہ تھا چنانچہ شکاری ٹولیاں یہیں پہنچتی تھیں۔ دوستوں اور دشمنوں میں ملاقاتیں ہوتی تھیں۔ نئی دوستیاں اور نئی دشمنیاں کا آغاز ہوتا تھا اور موسم بہار کے خاتمے کے بعد تسورا کے جنگلوں میں بہت سے انسانی ڈھانچے پڑے پائے جاتے تھے جن میں سے بیشتر اپنے جیسوں کے شکار ہوتے کچھ ایسے ہوتے جو درندوں کے ہاتھ لگ جاتے تھے۔ ان ڈھانچوں کو وہیں چھوڑ دیا جاتا تھا اور مردہ خوروں کی عید ہو جاتی تھی۔

میان لائی بھی تسورا میں شکار کھیل رہا تھا۔ اس کے احباب جانتے تھے کہ اس کی ہندوئی کی ہر گولی پر کسی درندے کا نام لکھا ہوتا ہے۔ اس کا نشانہ کبھی خالی نہیں جاتا تھا اور تقریباً ہر سال ہی وہ سب سے زیادہ کھالوں کے انبار اپنے ساتھ لے جاتا تھا۔ کچھ لوگ اس پر رشک کرتے تھے اور کچھ حسد۔ لیکن میان آتش مزاج تھا، امیر اور طاقتور تھا اس لئے زیادہ تر لوگ اس کے سامنے اپنے حسد کا اظہار نہیں کرتے تھے اور اپنے خیالات سینوں میں دبایا کرتے تھے۔

پھاڑوں کے اس وسیع سلسلے میں آباد بستیوں کی اپنی داستانیں تھیں۔ بے شمار قبیلے تھے جن کی اپنی رسومات تھیں۔ اپنے مسائل تھے۔ بہت سی دشمنیاں تھیں لیکن تمام قبیلے ایک بات پر متفق تھے وہ یہ کہ اپنے درمیان سرحد پار کے لوگوں کو نہ آنے دیں۔ اس کا خاص خیال رکھا جاتا تھا۔ مم جوئی کے جنوبی کبھی کبھی مختلف راستوں سے یہاں پہنچ جاتے تھے لیکن ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی جاتی تھی اور بلا امتیاز انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا تاکہ تسلیں خراب نہ ہوں۔

اس بار میان کے ساتھ اس کے چھ دوست آئے تھے۔ ساتواں میان کا غلام روزال تھا اور آٹھواں خود میان تھا لیکن غلام روزال جانتا تھا کہ اس کے آقا کی ذہنی کیفیت درست نہیں ہے۔ وہ شدید کشاکش کا شکار ہو کر تسورا آیا ہے ورنہ اصولی طور پر اسے اس بار تسورا نہیں آنا چاہئے تھا کیونکہ پانچ سال کے بعد ایک بار پھر میان کے ہاں ولادت ہونے والی تھی۔

میان زندگی میں کسی چیز سے خوفزدہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، لیکن اب وہ اولاد سے ڈرنے لگا تھا۔ یکے بعد دیگرے چار بیٹیاں ہو چکی تھیں اس کے ہاں اور اس کا سر جھک گیا تھا۔ کوئی کچھ کہے یا نہ کہے لیکن میان کو احساس تھا کہ اس کے بھائی اسے تسخرانہ نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ کل چھ بھائی تھے وہ۔ میان کا نمبر درمیان میں آتا تھا۔ باقی پانچوں بھی شادی شدہ تھے اور ان کے ہاں بیٹوں کی کافی تعداد تھی دو چار بیٹیاں ہی تھیں، لیکن شہ بدان نے ہر بار اسے مایوس کیا تھا اس نے ہر بار بیٹی ہی جنی تھی۔ اس طرح شہ بدان اس سے انتقام لے رہی تھی۔

شہ بدان کے انتقام کی داستان بھی انوکھی تھی۔ وہ ہمدان کو ہی کی بیٹی تھی اور کسینی سے ہی سالازور کو چاہتی تھی جو ایک چرواہا تھا۔ اسے بانسری بجانے کے سوا کچھ نہیں آتا تھا۔ یہ بات سب جانتے تھے کہ سالازور کی بانسری کی دھنوں میں سحر ہے۔ جب وہ دیرانوں میں بانسری کی دھن چھیڑتا ہے تو جنگل کے جانور بھی بے خود ہو کر اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں۔ یہی دھن کبھی شہ بدان نے بھی سنی تھی اور یووانی ہو گئی تھی۔ پھر عالم جوانی میں میان نے اسے دیکھا اور اس پر فریفتہ ہو گیا۔ اس نے ہمدان کو ہی سے اپنے رشتے کی بات کی تو ہمدان نے اسے بتایا کہ وہ شہ بدان کے لئے سالازور سے وعدہ کر چکا ہے اور اب سالازور اس کا مالک ہے۔

”ایک ناوار چرواہے کے مقابلے میں میان لائی بہتر نہیں ہے۔“ میان نے ہمدان کو ہی سے کہا۔

”پھاڑوں کی رسم جانتے ہو۔ لڑکی اگر کسی رشتے کے لئے آمادگی ظاہر کر دے تو باپ کے حقوق ختم ہو جاتے ہیں اور اسے وعدہ کرنا پڑتا ہے۔“

”مجھے اجازت دو کہ میں شہ بدان سے بات کروں؟“

”میں تمہیں معزز سمجھ کر اجازت دیتا ہوں۔“ میان نے دل کی بات شہ بدان کو بتائی تو شہ بدان نے کہا۔

”نہیں..... میں سالازور کو منتخب کر چکی ہوں اور اب اس کی ملکیت ہوں میرے خیالات نہیں بدل سکتے۔“

”لیکن میں تمہیں ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں تمہیں کبھی نہیں مل سکوں گی۔“

”تب مجھے مبارغہ کی رسم ادا کرنی پڑے گی؟“ میان نے کہا اور شہ بدان پریشان ہو گئی۔ مبارغہ کی رسم بھی ان پھاڑوں کا رواج تھی۔ وہی طاقت کی حکمرانی کا معاملہ تھا۔ کوئی کسی چیز کا حصول چاہے تو اسے اس کے مالک سے جنگ کرنی پڑتی تھی۔ بے شک اس میں قبیلوں کی طاقت شامل نہیں ہوتی تھی بلکہ ایک ایک کا مقابلہ ایک سے ہوتا تھا لیکن اس لڑاکار کو قبول کرنا پڑتا تھا، اور نہ قبول کرنے والے کو شکست خوردہ تسلیم کیا جاتا تھا۔ نرم و نازک چرواہا اس دیوپیکر کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

شہ بدان نے سالازور سے روتے ہوئے کہا۔ ”تم مبارغہ سے انکار کر دو۔ وہ تمہیں مار ڈالے گا۔ میں تمہاری زندگی چاہتی ہوں۔“

”مگر میں تمہارے بغیر زندہ نہیں رہنا چاہتا۔“

”تم یہاں سے بھاگ جاؤ۔“

”میرے لئے خودکشی کے سوا کوئی چارہ کار نہیں ہے۔ موت کسی طرح آجائے موت ہوگی۔“

وہی ہوا..... میان نے لمبے کھانڑے سے سالازور کے ٹکڑے کر دیئے سالازور صحیح طرح وزنی کھانڈا اٹھا بھی نہیں سکا تھا۔ جلد عروسی میں شہ بدان نے کہا۔

”تم مجھے کبھی نہ حاصل کر سکو گے۔ آج کے بعد میرے ہونٹ نہیں مسکرائیں گے۔ میری آنکھوں میں کبھی محبت کی چمک نہ پیدا ہوگی۔ میں جب تک زندہ رہوں گی تمہاری ہر طلب کو ٹھکراتی رہوں گی۔ تمہیں کبھی وہ نہ دوں گی جو تمہاری خواہش ہو۔“

”اس کے باوجود تم ایک پھاڑی لڑکی ہو۔“

پھاڑی لڑکیاں اطاعت گزار ہوتی ہیں۔ شہ بدان نے بھی خدمت گزاری میں کبھی کوتاہی نہ کی لیکن اس کے ہونٹ میان کے لئے نہ مسکرائے۔ اس کی آنکھوں نے کبھی محبت نہیں جھانکی اور میان نے بارہا یہ بات محسوس کی۔ پھر وہ ایک بیٹی کا باپ بن گیا۔ یہ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ بیٹیاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔ دوسری بار وہ بیٹے کا آرزو مند تھا لیکن اس بار بھی بیٹی پیدا ہوئی۔ تب

میان کے بھائیوں نے کہا۔

”اس بار تمہارے ہاں بیٹا ہونا چاہئے۔ شیروں کے ہاں زرنہ ہوں تو ان کی نسلیں ختم ہو جاتی ہیں۔“ تیسری بیٹی کی پیدائش پر میان چراغ پا ہو گیا۔ ”تم کبھی بیٹا نہیں پیدا کرو گی۔“

شہ بدان کچھ نہ بولی لیکن اس کی آنکھوں میں ایسی آگ سلگ اٹھی جس نے میان کو خاکستر کر دیا۔ یہی آتشیں مسکراہٹ شہ بدان کے ہونٹوں سے ابھری تھی اور میان مینوں جھلٹ رہا تھا۔ اس نے کہا۔

”اس کے بعد تمہیں شوہر سے محروم ہونا پڑے گا۔ تم کبھی چوتھی اولاد نہ پیدا کر سکو گی۔“ لیکن یہ ممکن نہیں ہوا۔ میان کو بیٹا درکار تھا..... چوتھی بیٹی بھی اس کائنات میں آگئی۔

”اولاد روشنی والے کا عطیہ ہوتی ہے لیکن ہم تمہارے لئے افسردہ ہیں۔“ میان کے سب سے بڑے بھائی نے کہا۔ بھابھیاں مسکرانے لگی تھیں۔ دوسرے بھائی ہونٹ دبائے لگے تھے اور میان وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

”کیا تم مجھ سے انتقام لے رہی ہو۔“ اس نے شہ بدان سے کہا۔

”اس کا فیصلہ تم خود کرو.....!“ شہ بدان نے کہا۔ میان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ اس کے بعد میان نے مجرور کی زندگی اختیار کر لی اس نے ٹیش میں، جنون میں کئی علاقوں پر قبضہ کیا۔ کئی لڑائیاں لڑیں لیکن یہ اس کرب کی دوا نہیں تھی۔ وہ سوچ میں ڈوب گیا۔ اس نے پھر شہ بدان کو معاف کر دیا۔

اور اب وہ پھر مشکل کا شکار تھا۔ اسے علم تھا کہ شہ بدان کے ہاں انہی دنوں ولادت متوقع ہے جب تمسورا میں تیندوے دندنا تے پھر رہے ہوں گے اور شکاری سال سال بھرتیا ریاں کر کے وہاں پہنچ رہے ہوں گے۔ اس نے اپنے دوستوں سے کہا۔ ”تم میں سے کون کون تمسورا چل رہا ہے۔“

”ہم سب، لیکن ہمارا خیال تھا تم نہیں جاؤ گے!“

”نہیں۔ اس بار ہمیں سب سے زیادہ کھالیں جمع کرنی ہیں۔“ میان نے اپنے دلی خلجان کو چھپاتے ہوئے کہا البتہ روزال سب سمجھتا تھا۔ اس نے تنہائی میں کہا۔ ”میں بے شک تمہارا غلام ہوں لیکن تم نے مجھے دوست کہا ہے۔“

”تو پھر.....؟“

”ان حالات میں تمہارا تمسورا جانا بہتر نہیں ہے۔“

”کیوں؟“

”اس لئے کہ تمہاری میاں ضرورت ہے اور اس لئے بھی کہ تمسورا درندوں سے بھرا ہوا ہے اور تم مضطرب ہو۔“

”نہیں روزال.... یہ تیرے اختیار سے زیادہ کی بات ہے۔ احتیاط کرو اور سن تجھے کچھ انتظامات کرنے ہیں۔“

”حکم.....!“ روزال دوست سے فوراً غلام بن گیا۔

”دو ایسے آدمی تیار کر جو مجھے تمسورا میں اس ولادت کی اطلاع دیں۔ ولادت کے فوراً بعد

انہیں تمسورا چل پڑنا ہو گا۔“

”بہتر آقا.....! اور.....؟“

”باقی کام میں خود کروں گا.....!“

جو کام میان نے کئے وہ یہ تھے کہ دایہ مینال کو حکم دیا کہ ولادت پہاڑی غار میں ہو۔ جب تک میان تمسورا سے واپس نہ آجائے کسی تیسرے شخص کو غار میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ متعین کردہ دو افراد کے سوا کسی کو نہ بتایا جائے کہ پیدا ہونے والے بچے کی صنف کیا ہے۔ تمام ضرورتیں خادموں کے ذریعے پوری کی جائیں۔

پھر میان اپنے دوستوں کے ساتھ تمسورا آگیا۔ یہ حقیقت دوسروں پر واضح ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو لیکن روزال جانتا تھا کہ میان دل سے یہاں نہیں آیا ہے۔ وہ صرف ان لمحات سے بچتا چاہتا ہے جب اسے ولادت کی اطلاع ملے۔ باری میں خیموں کا شر آباد تھا۔ بیشہ یہ ہوتا تھا کہ پہلے باری میں قیام کر کے دوستوں سے ملاقات ہوتی تھی اس کے بعد شکار کے لئے راستوں کا تعین کیا جاتا تھا پھر تمسورا میں داخل ہوا جاتا تھا۔ میان نے کہا۔ ”ہم باری کے مغربی گوشے سے اندر چلیں گے۔“

”اور وہ دشوار گزار کھاڑی.....؟“ ایک دوست نے کہا۔

”عبور کر لیں گے۔“

مشکل کام تھا لیکن کر لیا گیا البتہ تمسورا میں خود فراموشی کا نام موت تھا۔ کیونکہ وحشی درندے کسی کی پریشانی سے واقف نہیں ہوتے۔ کچھلی رات بھی روزال نے میان کو کھلے آسمان کے نیچے کھڑے دیکھا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ اٹھے ہوئے تھے اور وہ آنکھیں بند کئے کھڑا تھا۔ روزال نے اسے زندگی میں دو تین بار ہی عبادت کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ ورنہ میان عبادت گزار نہیں تھا۔ اپنے آقا کی اس کیفیت پر روزال رو پڑا تھا لیکن اس طرح کہ میان کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکے۔ آج بھی میان نے کوئی شکار نہیں کیا تھا۔ وہ بہت نڈھال نظر آ رہا تھا جبکہ اس کے دوستوں نے کئی لومڑیاں شکار کی تھیں۔ رات ہو گئی اور آدمی رات کے قریب میان نے خاموشی سے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ غلام روزال بھلا آقا کے گمری فیند سوجانے سے پہلے کیسے سو سکتا تھا۔ چنانچہ جیسے ہی میان آگے بڑھا روزال بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے دور جاتے ہوئے میان پر نگاہ ڈالی اور اس کی دوسری نظر بندوں پر پڑی۔ وہ لرز گیا۔ آقا کی بندوق کو ہاتھ لگانا گناہ تھا لیکن اس کی زندگی کا خطرہ مول لینا اس سے بڑا گناہ۔ چنانچہ اس نے آگے بڑھ کر بندوق اٹھالی اور پھر اسے بھرا ہوا پاکر باہر نکل آیا۔ میان بہت دور نکل گیا تھا۔ وہ بے آواز چلتا ہوا میان کا تعاقب کرنے لگا۔ میان ایک چوڑے درخت کے نیچے رک گیا اور روزال نے اس سے دس گز کے فاصلے پر ایک دوسرے درخت کے نیچے پناہ لے لی۔ یہاں میان نظر آ رہا تھا۔ وہ پھرایا ہوا کھڑا تھا۔ پھر چاند نکل آیا اور میان کے دونوں ہاتھ بلند ہو گئے خاموش فضاء میں اس کی آواز ابھری۔

”دن کو سورج، رات کو چاند چمکانے والے، بادلوں سے پانی برسانے اور جینے کے لئے ہوا دینے والے مجھے تجھ سے کچھ درکار ہے۔ روشنی کے مالک مجھے بیٹا دے۔ اگر اس بار بھی ایسا نہیں ہو تو میرے لئے جینا دشوار ہو جائے گا.....!“

روزال ساکت دم سادھے بیٹھا یہ آواز سن رہا تھا۔ میان دعا میں کھو گیا۔ پھر اچانک ہی روزال کو گھنے درختوں کے پتے ہلنے نظر آئے اور وہ چونک پڑا۔ اس کے حساس کان اندازہ لگا رہے تھے کہ یہ ہوا کی سرسراہٹ ہے یا کوئی درندہ! پھر اس نے دو سگتی آنکھیں دیکھ لیں اور وہ تڑپ اٹھا۔ گلدار تھا جو دبے قدموں میان پر چھلانگ لگانے کے لئے مناسب گھات لگا رہا تھا۔ روزال نے ایک لمحہ ضائع نہیں کیا اور بندوق سیدھی کر کے گلدار کی دونوں آنکھوں کے درمیان کا نشانہ لے کر گولی داغ دی۔

میان بہترین نشانہ باز تھا لیکن روزال آقا کے سامنے یہ کیسے کہہ سکتا تھا کہ وہ بھی بے خطا نشانہ لگا سکتا ہے۔ گلدار ایک بھیاںک چھلانگ لگا کر میان کے سامنے آگرا۔ گولی کی آواز اور پھر گلدار کا گرنا.....! میان بے حواس ہو گیا۔ تبھی روزال لپک کر اس کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے بے جان گلدار کو دیکھا اور بندوق میان کے قدموں میں رکھ دی۔ اس کے بعد وہ ایک لمبی چھلانگ لگا کر درختوں کی آڑ میں چلا گیا کیونکہ اس نے میان کے دوستوں کو دوڑتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ میان ہٹکا ہٹکا کھڑا تھا۔ جب اس کے دوست وہاں پہنچے تو وہ ان کی آواز سے چونکا۔ ”آہ کیا زبردست گلدار ہے لیکن اتنی رات گئے تمہیں شکار کی کیا سوچھی۔“

”آہ تم نے تو اس کا چہرہ خراب کر دیا۔ کیا یہ درست نشانے پر نہیں تھا۔“

”کاش اس کا چہرہ بچ جاتا لیکن کوئی حرج نہیں یہ ایک قیمتی کھال ہے۔“

دوست طرح طرح کی باتیں کر رہے تھے اور میان خود کو سنبھال رہا تھا۔ پھر اس نے بھاری آوازیں کہا۔ ”اے سنبھالو۔“ اس کے بعد وہ واپس اپنی آرام گاہ پر آگیا۔

دوسری صبح اس نے روزال سے کہا۔ ”تمہیں علم ہے کہ بندوق، آبرو کی طرح ہوتی ہے۔ اسے چھوٹا بہت بڑی گالی ہے جب تک وہ یہ وہ نہ ہو جائے۔“

”غلام سزا چاہتا ہے۔“ روزال نے کہا اور میان بے اختیار مسکرا دیا پھر بولا۔ ”جاؤ۔ میرے لئے سارا دن وہی دعا مانگو جو تم میری زبان سے سن چکے ہو۔“ روزال خاموشی سے سر جھکا کر چلا گیا تھا۔

میان کے دوستوں کو بھی احساس تھا کہ اس بار میان شکار میں وہ دلچسپی نہیں لے رہا جو اس کی عادت ہے۔ وہ کئی بار اس کا اظہار بھی کر چکے تھے لیکن میان نے ہنس کر ٹال دیا تھا۔ البتہ ان کے پاس بھوری لومڑیوں کی کافی کھالیں جمع ہو گئی تھیں۔ بھاری میں مختلف قبیلوں کے لوگ کاروبار بھی کرتے تھے طرح طرح کی چیزیں لے کر آتے تھے۔ اشیاء سے اشیاء کا تبادلہ ہوتا تھا۔ کچھ لوگ بڑے بڑے جموں پڑے بنالیا کرتے تھے جن میں وہ شکاریوں کی کھالوں کی حفاظت کرتے تھے اور جب شکاری واپس جاتے تو معاوضے میں انہیں کچھ کھالیں دے دیا کرتے تھے۔ چنانچہ میان اور اس کے ساتھی بھی اپنی جمع کی ہوئی کھالیں محفوظ کرنے کے لئے بھاری چل پڑے۔ یوں بھی میان کا دل جنگل میں نہیں لگ رہا تھا۔ اسے ان دونوں قاصدوں کا انتظار تھا جو اس کے قبیلے سے آنے والے تھے۔ کچھ وقت کے بعد وہ بھاری پہنچ گئے۔ میان کے دوست تو کھالیں محفوظ کرانے میں مصروف ہو گئے میان وہاں موجود لوگوں میں اپنے قاصدوں کو تلاش کرنے لگا۔ روزال اس کے ساتھ تھا۔ تب روزال نے ایک بلند چٹان کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”سفید عقاب!“

میان کی نظریں چٹان کی طرف اٹھیں اور اس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ اسی چٹان کے عقب میں اس کے دونوں قاصد اس کے خنجر تھے۔ ایک اونچے سے بانس میں پروں سے بنایا گیا سفید عقاب پر پھیلائے نظر آ رہا تھا۔ یہ میان کے قبیلے کا نشان تھا۔

”وہ آچکے ہیں آقا.....!“

”ہاں۔ نہ جانے وہ کیا خبر لائے ہیں۔“ میان نے آہستہ سے کہا۔ دونوں کے گھوڑے اس چٹان کی طرف بڑھنے لگے۔ دونوں قاصدوں نے انہیں دور سے دیکھ لیا تھا چنانچہ وہ خود اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر اس طرف دوڑ پڑے اور چند لمحات میں ان کے قریب پہنچ گئے۔ میان کا رنگ فنی تھا اور وہ ان کی صورتیں دیکھ رہا تھا..... وہ دونوں بیک وقت بولے۔

”مبارک ہو سردار..... روشنی والے نے تمہیں بیٹا دیا ہے۔“

○.....○.....○

سرا تو اور واگنا نے کہا۔ ”ہمارے ساتھ چار آدمی اور ہیں۔ وہ بھی تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہیں۔ جانتے ہو وہ کون ہیں.....؟“

”نہیں.....“ کرڈ نے باتو کے حوالے سے کہا۔ باتو ان کے درمیان مترجم کے فرائض سر انجام دے رہا تھا۔

”یہ بھی وہی لوگ ہیں جو تنگ دست ہونے کی وجہ سے خودکشی کرنا چاہتے ہیں۔ اگر انہیں اتنی رقم مل جائے کہ ان کی موت کے بعد ان کے بچے آرام سے رہیں تو وہ تمہارے ساتھ سفر کے لئے تیار ہیں۔“

”ہم انہیں اتنا ہی دیں گے۔“

”بس تو ٹھیک ہے۔ تم انہیں ادا نیگی کر دو۔ وہ تیاریاں شروع کر دیں گے۔“

آسٹرنے بہت کچھ انہیں دیا اور وہ غربت کے مارے خوشی سے دیوانے ہو گئے ایک تو ان میں سے بھاگ ہی گیا لیکن سرا تو جانتا تھا کہ اسے کہاں سے پکڑا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس نے بھگوڑے کو پکڑ لیا جس کا مؤقف تھا کہ اس نے پوری زندگی اتنی دولت نہیں دیکھی۔ بھاڑ میں جائیں بچے۔ وہ اپنی تمام آرزوئیں پوری کرے گا۔

لیزنا نے ہمدردی سے کہا۔ ”اگر ہم بچ کر واپس آگئے تو تمہیں اور بھی بہت کچھ دیں گے تم بعد میں بیش کر لینا.....!“ ایفون کے شوقین اس شخص نے کہا۔

”تو کیا تم واپس آنے کی توقع بھی رکھتے ہو۔ ارے الحق! وہ جگہ صرف جانے کے لئے ہے واپس آنے کے لئے نہیں۔“

”لیکن ہم واپس آئیں گے۔“ لیزنا پامردی سے بولی۔

”ٹھیک۔ تمہاری مرضی ہے۔“ اس نے پرمردگی سے کہا۔ البتہ اس رات کرڈ اور بیکڑ کچھ الجھے ہوئے تھے۔ کرڈ نے ہیکڑ سے کہا۔ ”اتنا کچھ سننے کے بعد کیا وہاں جانا ٹھیک ہو گا۔“

”میں خود الجھا ہوا ہوں۔“

”مگر ہم باند تو نہیں ہیں۔ زندگی بار بار ملنے کی چیز نہیں اور پھر یہ صرف لیزنا کا شوق ہے ایک وہی علاقہ نہیں دیکھیں گے ہم تو کیا ہو جائے گا۔ میرے خیال میں ہمیں آسٹرن کو سمجھانا ہو گا.....!“

”آسٹریلیا کی مٹی میں ہے۔ وہ نہ مانے گا اور ہمیں شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔“

”پھر کیا کریں.....؟“

”پھر خاموشی سے نکل چلو۔ زیادہ سے زیادہ ایک پرچہ لکھ کر رکھ دیں گے جس میں اسے معذرت کر لی جائے گی!“

”یہ زیادہ مناسب ہے!“

پرچہ آسٹریلیا کو مل گیا۔ وہ ایک دم بدل ہو گیا تھا۔ لیزا نے زور زور سے پرچہ پڑھا۔
”ذیئر آسٹرو.....! ہمیں افسوس ہے اس مہم میں ہم تمہارا ساتھ نہیں دے سکیں گے۔ جو کچھ اب تک سنا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جگہ واقعی خوفناک ہے۔ اگر ہمارا مشورہ مانو تو تم بھی ادھر جانے کا ارادہ ترک کر دو۔ ہم بہر حال تمہارے ہی خواہ ہیں۔“

بیکز اور کروڈ.....!

”بزدل.....! لیزا نے کہا۔ پھر چونک کر بولی۔ ”کیا تم بھی بدل تو نہیں ہو گئے۔“

”تم بتاؤ۔“

”ہم چلیں گے۔“

”اوکے..... ہم چلیں گے.....!“ آسٹریلیا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

باتو بھی ان کا خوب ساتھ دے رہا تھا۔ اسے جب بیکز اور کروڈ کے فرار کا علم ہوا تو وہ پیٹ

پکڑ پکڑ کر رہا۔

”وہ سمجھدار تھے..... اس لئے کہ غیر شادی شدہ تھے۔“

”تمہیں بکواس کرنے کی اجازت کس نے دی.....!“ آسٹریلیا پکڑ پکڑ کر بولا۔

”نہیں لارڈ..... ان کے فرار کا غصہ مجھ پر مت نکالو..... سنو اگر تم میری ایک شرط قبول کر لو تو

میں ان میں سے ایک جگہ پڑ کر سکتا ہوں۔“

”وہ کیسے؟“

”تمہارے ساتھ اس مہم میں شریک ہو کر.....!“ باتو نے کہا اور آسٹریلیا سے اسے دیکھنے

لگا۔ پھر حسرت سے بولا۔ ”آہ کاش تم مذاق نہ کر رہے ہو۔“

”میں سنجیدہ ہوں۔ جانتے ہو کیوں؟“

”بتاؤ۔“ لیزا نے پوچھا۔

”تم پر رحم آیا ہے۔ تم نے شاید احساس نہیں کیا آگے چل کر تم کیسی مشکلات کا شکار ہو گے۔ تمہارے ساتھ جانے والے تمہاری زبان نہیں جانتے اور نہ تم ان کی۔ کیا تمہارے

درمیان ہم آہنگی ہو سکے گی۔“

”بہت مشکل ہے۔“

”میری شرکت سے یہ مشکل بھی حل ہو جائے گی۔ اصل میں مجھے اب زندگی سے کوئی دلچسپ نہیں ہے۔ میں سوچتا ہوں بستر پر لیٹ کر موت کا انتظار کیوں کروں تمہارے ساتھ ہنگاموں

میں حصہ لے کر کیوں نہ مروں.....!“

”باتو اس کے عوض میں تمہاری ہر خدمت کے لئے تیار ہوں۔“

”میں نے تم سے شرط کی بات کی تھی۔“

”ہاں بالکل۔ شرط بتاؤ۔“

”اس مہم کا لیڈر میں ہوں گا۔ تم تینوں میرے کسی فیصلے سے انحراف نہیں کرو گے۔ نہ اس پر کتہ چینی کرو گے۔“

آسٹریلیا حیرت سے باتو کی شکل دیکھی۔ پھر لیزا کو دیکھا لیزا جلدی سے بولی۔ ”ہمیں یہ شرط منظور ہے۔“

”اگر کہیں تم اس شرط سے منحرف ہوئے تو یہ سمجھ لینا کہ میں تمہیں بدترین حالات کا شکار کر دوں گا.....!“

”ہمیں منظور ہے۔“ اس بار آسٹریلیا نے کہا۔ اس کے خیال میں اس سے عمدہ بات اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی۔ باتو کی اس مہم میں شرکت کے لئے ان کے حوصلے بہت بڑھ گئے۔ باتو نے اطمینان سے ایک بڑی رقم ان سے مانگ لی اور لے کر چلا گیا۔ لیزا نے تو ہنس کر کہا تھا کہ وہ اپنا حصہ لے کر چلا گیا۔ لیکن آسٹریلیا نے اس سے اختلاف کر کے کہا۔ ”وہ بہت پراسرار شخص ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے وہ ان راستوں کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے اور وہ بھاگنے والوں میں نہیں ہے۔“

باتو دوسرے دن واپس آیا تو اپنے ساتھ سامان کا چھکڑا لئے ہوئے تھا۔ بڑے بڑے تین ہینڈل بندھے ہوئے تھے کیونکہ تھیلوں میں لوہے کے اوزار بچ رہے تھے۔

”یہ سامان اس خوراک اور ضرورت کی دوسری چیزوں کے علاوہ ہے جو تم اس سفر کے لئے خریدو گے۔“

”وہ بھی اگر تم خرید لو تو بہتر ہے۔ اب تم اس مہم کے سربراہ ہو۔“

”رقم نکالو.....“ باتو نے کہا۔ اس نے کیا کیا خریدا، آسٹریلیا نے کچھ نہیں پوچھا ہاں اپنے طور پر اس نے بہت کچھ کر لیا تھا تاکہ اگر باتو سے کہیں چوک ہو جائے تو وہ اپنی زندگی بچا سکیں۔ پھر آسٹریلیا نے اپنی زندگی کے اس مشکل ترین سفر کا آغاز کر دیا۔ ”بڈ“ مست مولا تھا اس کی زندگی کا بس ایک مقصد تھا، لیزا کی حفاظت۔ اس کا خیال رکھنا۔

سفر کا پہلا مرحلہ شاہ کانگ کے دامن میں ختم ہوا۔ پھولا کھا پنچن سے شاہ کانگ سام تک کا سفر بھی مختصر نہیں تھا۔ شاہ کانگ ناخنیر چوٹیوں میں سے تھی اس طرح اس کا دامن بھی ہولناک کھائیوں پر تھا۔ چٹوؤں کے ذریعہ سفر ہو رہا تھا۔ مزدوروں کے لئے بھی خیر حاصل کئے گئے تھے کہ جہاں تک ساتھ دے جائیں۔ اس طرح ان کے پاگل رہنا سے ایک گہری کھائی کے ڈھلوانوں میں اترنا شروع کر دیا جو بہت خطرناک تھے۔ پہلے ہی مرحلے پر انہیں یہ خوفناک سفر کرنا پڑا تھا۔ ڈھلوان بے حد ناہموار تھے اور خچروں کو قدم جمانا مشکل ہو رہا تھا۔ لیزا اور آسٹریلیا قدر بدحواس نظر آنے لگے تھے۔ لیزا نے خچر مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”آسٹریلیا نے اپنی زندگی کی باگ ڈور کسی دیوانے کے ہاتھ میں تو نہیں دے دی۔ یہ ڈھلوان تو لگتا ہے موت کے ڈھلان ہیں۔!“

”اب جو کچھ ہو چکا ہے وہ ہو چکا ہے۔ یہاں سے واپسی اس سے زیادہ خطرناک ہے۔“ آسٹریلیا نے جواب دیا۔

نے جواب دیا۔ ابھی وہ یہ باتیں کر رہے تھے کہ مزدور کے ایک خچر نے ٹھوکر کھائی اور اس کے پیروں سے زمین نکل گئی۔ خچر اور مزدور..... ایک ساتھ قلابازیاں کھاتے نیچے جا رہے تھے اور مزدور کے نوٹے ہوئے اعضا اور مغز کی سفیدی چٹانوں پر بکھری نظر آرہی تھی۔ اسی وقت انہیں قریب سے باتو کا قطعہ سنائی دیا۔ باتو نے ہنس کر آنکھیں پچھماتے ہوئے انگلی اٹھا کر کہا۔ ”ایک.....!“

تمام خچر رک گئے۔ ہر ایک کے اعصاب کشیدہ ہو گئے تھے۔ وہ سب دہشت زدہ انداز میں گھرائیوں میں دیکھ رہے تھے۔ مزدور تو راستے ہی میں پاش پاش ہو گیا تھا۔ خچر نے گھرائیوں میں چند جنبشیں کیں اور پھر سر دھونے لگا۔ دوسرے مزدوروں کے چہرے دھواں دھواں ہو رہے تھے۔ پھر باتو نے ہی سب سے پہلے اپنے خچر کو آگے بڑھایا اور گھرائیوں میں اترنے لگا۔ باقی لوگ سمجھے کہ وہ کسی خاص وجہ سے آگے بڑھا ہے لیکن باتو مسلسل نیچے اتر رہا تھا میاں تک کہ وہ آدھے راستے پر پہنچ گیا اس کے بعد اس نے خچر سے نیچے اتر کر خچر کو ایک مضبوط جھاڑی سے باندھا اور اس پر دلے ہوئے تھیلے میں سے کچھ نکالے لگا پانس کی نگی کا ایک لمبا پائپ، کپڑے کی پھولی ہوئی تھیلی اور ماچس نکال کر اس نے ایک مناسب جگہ تلاش کی اور اطمینان سے ایک پتھر سے پست لگا کر بیٹھ گیا۔ نگی نما پائپ میں تباکو بھر کر اس نے اسے شعلہ دکھایا اور پھر فضاء میں دھواں اٹھنے لگا۔

”اے کیا ہو گیا؟“ لیزا نے حیرت سے کہا۔
”کچھ نہیں، آرام کر رہا ہے، ہم یہاں کیا کر رہے ہیں۔“ آسٹر نے مدھم مکر اہٹ سے کہا۔
”عجیب آدمی ہے۔“ لیزا آہستہ سے بولی۔ آسٹر دوسرے لوگوں کو نیچے چلنے کے اشارے کرنے لگا اور پھر لیزا کو ساتھ لے کر خود بھی نیچے اترنے لگا سب دوبارہ چل پڑے تھے۔ آسٹر نے بالکل وہی راستہ پکڑا جو باتو نے اختیار کیا تھا اس سے قبل سب پھیل کر چل رہے تھے لیکن اب قطار بنائی گئی اور سب ایک ہی راستے سے نیچے اترنے لگے۔ مزدور کی موت نے دوسرے مزدوروں کو اداس اور خوفزدہ کر دیا تھا بالآخر وہ باتو کے پاس پہنچ گئے وہ خوب آرام کر چکا تھا۔
”یہ کیا حرکت تھی باتو۔“ آسٹر نے کہا۔

”کیا کرتا گراڈ ماسٹر۔ سب وہاں کھڑے سوگ منارہے تھے اور میں سوچ رہا تھا کہ انہیں وقت کا احساس نہیں ہے اگر ہمیں انہی ڈھلانون پر رات ہو گئی تو ایک کے بعد ایک کر کے سب کا وہی حال ہو گا جو اس مزدور کا ہوا ہے۔“

”اوہ مائی گاڈ۔ یہ تو ج ہے لیکن تمہیں یہ بات دوسروں کو بتانی چاہئے تھی۔ آخر تم ہمارے لیڈر ہو۔“

”اے۔“ باتو چونک پڑا۔ ”یہ تو میں بھول گیا تھا گراڈ ماسٹر۔“ اس کے بعد باتو کھڑا ہو گیا۔ اس نے چیخ کر سب کو ہدایات دینا شروع کر دیں پھر اپنا پائپ بھادیا اور خچر پر سوار ہو کر نیچے اترنے لگا۔ اس نے آسٹر اور لیزا سے کہا کہ اب وہ قطار میں اس کے پیچھے پیچھے آئیں یوں گھرائیوں کا سفر دوبارہ جاری ہوا اور شام ڈھلے وہ وادی میں پہنچ گئے۔ اندھیرا پھیل گیا۔ مزدوروں نے خچروں کی پشت خالی کر کے انہیں چرنے چھوڑ دیا۔ اور شب بھری کے انتظامات ہونے لگے رات کو باتو نے اپنے پائپ کے کش کھینچے ہوئے کہا۔

”اپنی عیش گاہیں چھوڑ کر ویرانوں میں بھٹکنا کیا حیثیت رکھتا ہے گراڈ ماسٹر کیا بتا سکو گے؟“
”شوق کہہ سکتے ہو باتو۔“

”شوق کے لئے زندگی سے اس طرح مذاق کرنا مناسب ہے؟“
”ہاں۔ انسان کی فطرت میں خواہش سب سے طاقتور چیز ہوتی ہے چاہے کسی بھی ہو۔“ باتو خاموش ہو گیا۔

”تمہارا کیا خیال ہے باتو؟“ لیزا نے کہا۔

”میڈم، میرا خیال آپ کو بالکل پسند نہیں آئے گا۔“

”پھر بھی بتاؤ ہم وعدہ کرتے ہیں برا نہیں مانیں گے۔“

”رہنے دیں میڈم۔ ہمیں ابھی طویل سفر کرنا ہے۔“ باتو کسی طور پر اپنا خیال ظاہر کرنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ شاید کوئی بہت بڑی بات اس کے دل میں تھی۔

دوسرے دن پھر سفر کا آغاز ہو گیا وادی کا ابتدائی حصہ تو خوشگوار سفر کا حامل ثابت ہوا لیکن جوں جوں وہ آگے بڑھے یہ سفر خوفناک ہو گیا دلدلوں کے اوپر خوشنما جھاڑیاں لگی ہوئی تھیں لیکن ان کے نیچے موت تھی بعض دلدلیں تو دودوں کی شکل میں ابھری ہوئی تھیں اور ان پر جھاڑیاں تھیں کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اگر اس چبوترے نما جگہ کوئی بھولے سے چڑھ جائے تو اس کی واپسی پھر بھی ممکن ہو۔ ایک سامان بردار خچر اس کا شکار ہوا سب سے پیچھے سامان سے لدا ہوا آ رہا تھا قطار کے آخری خچر کے ساتھ اس کی رسی بندھی ہوئی تھی غالباً گڑھ ڈھیلی ہو گئی اور کھل گئی خچر کو آزادی ملی تو گھاس پر مت مارنے لگا۔ تھوڑا ہی فاصلہ طے ہوا تھا کہ سراتو کی نظر اس پر پڑ گئی اور اس نے سب کو متوجہ کر کے اسے روک دیا۔ پھر خود اپنے خچر سے اتر کر اس خچر کو پکڑنے کے لئے آگے بڑھا۔ سرکش جانور نے جب کسی کو اپنی جانب آتے ہوئے دیکھا تو بھاگ کر اس چبوترے نما جگہ پر چڑھ گیا جس پر پھول کھلے ہوئے تھے جنگلی پودے اور چھوٹے چھوٹے درخت آگے ہوئے تھے عین ممکن تھا کہ سراتو جوش میں آکر خود بھی اس چبوترے نما جگہ پر چڑھ جاتا لیکن اچانک وہ رک گیا دوڑتا ہوا خچر اس جگہ ساکت ہو گیا تھا جیسے اس کے آگے بڑھنے کی سبکت ختم ہو گئی ہو تھی سراتو نے اس کا قد چھوٹا ہوتا ہوا محسوس کیا اور اس کے بعد خچر نے جدوجہد شروع کر دی۔ سراتو چونکہ قریب تھا اس لئے وہ منظر دیکھ کر اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے خچر کی جدوجہد نے دباؤ ڈالا تو وہ تنہی سے اس ابھری ہوئی دلدل میں غرق ہونے لگا۔ ایک نہایت عجیب منظر تھا، زمین کی سطح کے ساتھ ساتھ ان گھرائیوں میں تو دلدل متوقع ہو سکتی تھی لیکن ابھری ہوئی جگہ ناقابل یقین سی تھی تمام ہی لوگ اب اس منظر کو دیکھ رہے تھے اور سبھی کو اس عجوبے کا احساس ہو گیا تھا، خچر تیزی سے دلدل میں دھنستا چلا جا رہا تھا اور پھر وہ اس طرح گھاس میں رو پوش ہو گیا جیسے اس کا وہاں وجود ہی نہ ہو۔ لیزا کے حلق سے دہشت زدہ آواز نکلی۔

”اوہ مائی گاڈ، یہ تو بہت انوکھی بات ہے ناقابل یقین یہ ابھری ہوئی دلدل.....“

باتو نے گہری سانس لے کر کہا..... ”میں نے کہا تھا مسز آسٹر یہ علاقے ناقابل یقین ہیں اور یہاں جو مناظر بکھرے ہوئے ہیں ان پر ابھی انسانی ریسرچ مکمل ہے۔“

سراتو آہستہ چلتا ہوا واپس آ گیا اور اپنے خچر پر بیٹھ گیا۔ مزدوروں کے چہرے دھواں دھواں

”ایک تو تم سفید چڑی والوں میں یہ بہت بڑی خرابی ہوتی ہے کہ تم اپنے آپ کو دنیا کا سب سے ذہین آدمی سمجھتے ہو، جو کچھ کہتے ہو اسے پورا نہیں کر پاتے، میرا بار بار کا تجربہ ہے۔ تم نے اپنی ضرورت کے لئے مجھے گینگ لیڈر بنایا ہے لیکن اس وعدے کے باوجود کہ تم میرے کسی معاملے میں مداخلت نہیں کرو گے تم مسلسل مداخلت کر رہے ہو میں مانتا ہوں کہ تم سیاح ہو اور بہت سی سمات سر کر چکے ہو، لیکن میں اب بھی دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ ٹھیک ہوا، لیڈر میں ہوں تم نہیں، جس وقت ان کے ایک ساتھی کی موت ہوئی تھی اس وقت میں نے ان کے چہرے دیکھے تھے دولت کے لالچ میں وہ یہاں تک آتے تھے لیکن اب ان کے چروں پر بچھتاوا تھا اور وہ ایک دوسرے کو معنی خیز لگا ہوں سے دیکھ رہے تھے۔ گرانڈ ماسٹر تم پرانے مہم جو ہو لیکن ہر جگہ کا ایک مزاج ہوتا ہے وہ چروں کی طرح بھاگ گئے، موت کا خوف دوسری شکل بھی اختیار کر سکتا تھا، اگر وہ دن کی روشنی میں سینہ تان کرواپسی کا اعلان کرتے تو کیا ہم انہیں یوں جانے دیتے اور اس کا نتیجہ کیا ہوتا، وہ سب کیجا ہو کر مداخلت کرتے اور سارا سامان لے کر فرار ہونے کی کوشش کرتے اس میں کون بچتا کون جیتا اس کا فیصلہ مشکل تھا، ان کا بھاگ جانا بہت بہتر ہوا۔“

لیزا نے آسٹر کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”واقعی یہ ٹھیک کہتا ہے۔“

”مکروہ، ہماری ضروریات کا سامان بھی لے گئے، سامان سے لدا ہوا ایک ٹچر دلدل میں غرق ہو گیا اور اتنا سامان وہ لے کر چلے گئے، ہم آگے کی مہم کیسے جاری رکھ سکیں گے؟“

باتو نے پھر ان کے درمیان مداخلت کرتے ہوئے کہا، ”گینگ لیڈر میں ہوں تم نہیں مسٹر آسٹرولین، تمہیں گرانڈ ماسٹر کہنے کے لئے مجھے اب غور کرنا پڑے گا، تمہارا کیا خیال ہے کہ میں جھک مارتا رہا ہوں، آدھی رات سے زیادہ دیر تک مصروف رہا ہوں میں اور اس کے بعد آرام کرنے لیتا ہوں۔“

”کیا مطلب ہے اس بات سے تمہارا؟“

”وہ لوگ جو سامان کے بنڈل لے کر فرار ہوئے ہیں ان میں کچھ بھی نہیں تھا۔ سارا ضروری سامان میں نے نکال لیا تھا، یہاں قیام کرنے کے فوراً بعد میں نے یہی کام شروع کیا تھا، جو سامان وہ لے گئے ہیں ان میں پانی کے تین کنٹینر، کھانے پینے کی اشیاء کے صرف چھ ڈبے اور باقی وہ تمام بیکار چیزیں جنہیں ہم ساتھ لے تو آئے تھے لیکن بعد میں یہ احساس ہو رہا تھا کہ یہ بلاوجہ کی بار برداری ہے، میں نے بنڈل اس طرح ترتیب دیئے تھے کہ وہ سامان کے بنڈل جن میں کچھ نہیں رہ گیا تھا وہ ان کے نزدیک رہیں اور باقی ہماری ضرورت کی تمام اشیاء تو میرے، سراتو، واگا اور آپ کے پاس رہیں یہی کام کرتا رہا تھا، میں آدھی رات تک اور اس کے لئے بھی مجھے معاف کرنا کہ چند قیمتی چیزیں میں نے ان کے پاس بے شک چھوڑ دی ہیں جنہیں فروخت کر کے کم از کم انہیں اس دوران کا معاوضہ مل سکے۔ کھانے پینے کی اشیاء اگر انہوں نے احتیاط سے استعمال کیں تو واپس پہنچنے تک زندہ رہ سکتے ہیں۔ بے احتیاطی کی تو وہ جا میں ان کا کام ہم کسی کی ضمانت تو نہیں لے سکتے۔“

آسٹرولین کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اس نے تعجب سے باتو کو دیکھا اور پھر شرمندہ ہو گیا۔ آگے بڑھ کر اس نے باتو کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

ہو رہے تھے۔ بہر حال آگے کا سفر جاری ہو گیا جو دشوار گزار علاقوں کی وجہ سے زیادہ طویل نہ ثابت ہو سکا ایک ایک قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑ رہا تھا نہ جانے آگے کا منظر کیا ہو۔ بالآخر ایک ایسی جگہ جہاں سے یہ گزر کر آچکے تھے اور جو قدرے بہتر قرار پائی تھی رات کے قیام کے لئے منتخب کر لی گئی یہاں کی بو بھل فضاء میں جہاں جگہ جگہ دلدلوں کے دھوس اٹھ رہے تھے اور ماحول پر ایک بھیانک تاثر طاری تھا کسی کے دل میں اس جذبے نے سر نہیں ابھارا تھا کہ سفر کی رفتار بہت تیز رکھی جائے بس یہ احساس دل میں جاگزیں تھا کہ آگے کا منظر یقیناً اس سے زیادہ بھیانک ہو گا۔ مزدوروں نے سامان خچروں سے اتار لیا خچروں کی گردنوں کی رسیاں ایک دوسرے سے کس کر باندھ دی گئیں حالانکہ یہاں خاصی گھاس تھی۔ پتہ نہیں کونسی جگہ دلدل موجود ہو۔ خچروں کی زندگی کا خطرہ مول نہیں لیا جاسکتا تھا چنانچہ زمین میں ایک لوہے کا بڑا سا ٹکڑا گاڑ کر خچروں کی رسیوں کے سرے اس سے باندھ دیئے گئے۔ بہر حال ان کے لئے وہاں بھی خوراک موجود تھی۔ تمام لوگ خاموش تھے۔

لیزا نے ایک چرسکون گوشہ اپنا لیا اور کاربائن لپس روشن کر کے اپنی کتاب کے اوراق میں اس بھیانک ماحول کی منظر کشی کرنے لگی۔ آسٹر اس کے قریب ہاتھوں کا ٹکے بنا کر زمین پر لیٹ گیا۔ سراتو اور واگا رات کی خوراک کا بندوبست کرنے لگے۔ باتو کسی ایسے پراسرار کام میں مصروف ہو گیا جو کسی کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ وہ خچروں سے اتارے ہوئے سامان کے بنڈل کھول کھول کر ان میں کچھ تبدیلیاں کر رہا تھا، سب لوگوں میں خوراک تقسیم ہوئی تو باتو کو بھی دی گئی اس نے اپنی خوراک لے کر ایک طرف رکھ دی اور بدستور اپنے کاموں میں مصروف رہا۔ جھکے ہوئے لوگوں کو نیند آ رہی تھی لیکن باتو نے کب تک جاگتا رہا تھا، آسٹر اور لیزا بھی سو گئے اور نیند نے انہیں اس ہولناک ماحول سے بہت دور کر دیا، نیند میں بڑی مہجاش ہوتی ہے۔ اگر کہیں اپنے گھر کے چرسکون ماحول کے خواب نظر آجائیں تو تھکن بھی دور ہو سکتی ہے۔ پتہ نہیں کس نے کون کون سے خواب دیکھے، لیکن جب سورج نے انہیں جگایا تو ان پر ایک خوفناک انکشاف ہوا۔ بہت سے خچر سامان کے ساتھ غائب تھے، ان مزدوروں کا کوئی پتہ نہیں تھا جنہیں ساتھ لایا گیا تھا آسٹر اور لیزا کے حلق سے آوازیں نکل گئیں، تین افراد باقی رہ گئے تھے جن میں باتو، سراتو اور واگا تھے۔ تینوں خاموش کھڑے ہوئے تاہم نظر آنکھیں پھاڑ رہے تھے آسٹر کو غصہ آگیا، وہ تیزی سے چلتا ہوا باتو کے قریب پہنچا اور غصیلے لہجے میں کہا۔ ”یہ سارے مزدور کہاں گئے اور وہ خچر اور سامان بھی لے گئے۔“

باتو پھر اپنے مخصوص انداز میں مسکرایا۔ ”یہ ٹھیک ہوا ماسٹر بالکل ٹھیک ہوا ان کا چلے جانا ہمارے حق میں بہتر ثابت ہوا۔“

”کیا بکواس کر رہے ہو۔“ آسٹرولین غصیلے لہجے میں بولا اور باتو کی مسکراہٹ سکڑ گئی۔

”گرانڈ ماسٹر، انسان کو اخلاق کا دامن ہاتھ سے کبھی نہیں چھوڑنا چاہئے، تم مجھ سے کس لہجے

میں بات کر رہے ہو؟“

”دیکھو باتو اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اس علاقے کے ماہر ہو اور میں ایک بے وقوف غیر ملکی تو اس خیال کو دل سے نکال دو، میں نیا مہم جو نہیں ہوں، سمات کے دوران مجھے بہت خطرناک حالات سے واسطہ پڑا ہے اور تمہارے سامنے زندہ کھڑے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ میں ان حالات سے نمٹنا جانتا ہوں۔“

”سوری بات، مجھے واقعی افسوس ہے، تم نے تو کمال کر دیا، لیکن اگر تم اپنے اس خیال سے مجھے بھی آگاہ کر دیتے تو کیا زیادہ بتر نہیں ہوتا؟“

”نہیں ہوتا گراؤ ماسٹراس لئے کہ تم آسانی سے انہیں نہ جانے دیجئے بات کرتے اور اس کے بعد جب یہ محسوس کرتے کہ وہ بھاگ جانے پر آمادہ ہیں تو انہیں روکئے، نتیجہ وہی ہوتا جس سے میں چپتا چاہتا تھا اور اب آخری بار یہ بات بتا دو کہ گینگ لیڈر کون ہے تم یا میں، لیکن ٹھہرو پہلے میری بات کی تصدیق کر لو تمہارا سارا قیمتی سامان محفوظ ہے یا نہیں۔“

آسٹرو لین نے بات کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ”نہیں باتو“ مجھے تمہاری باتوں پر یقین ہے اور سنو گینگ لیڈر تم ہو تمہارے سوا اور کوئی نہیں۔“

”اور اس کے بعد اگر میرے معاملات میں مداخلت کی گئی تو بھاگ جانے والوں میں سب سے پہلا آدمی میں ہوں گا۔“

”وعدہ۔“ آشرولین نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا اور باتوں نے رخ تبدیل کر لیا۔ لیزا سرگوشی کے لیے میں ہوئی۔

”یہ آدمی بہت پراسرار ہے، لیکن اس نے جو کچھ کیا ہے وہ بھی قابلِ تعریف ہے۔“
 آسٹرو لین نے چاروں طرف نگاہیں دوڑاتے ہوئے متفکرانہ انداز میں گردن ہلا دی تھی۔

میان لائی کے چہرے پر سارے بدن کا خون سمٹ کر جمع ہو گیا اسے اپنی ساعت پر شبہ ہو رہا تھا روزِ زال بھی اتنا ہی نرِ جوش تھا، اس نے آگے بڑھ کر دونوں قاصدوں کے شانے پکڑ لئے اور انہیں جھنجھوڑتا ہوا بولا۔ ”جو کچھ تم نے کہا ہے؛ ذرا واضح الفاظ میں کہو، ایک بار پھر کہو، جلدی کہہ۔“

”روشنی والے نے سفید عقاب قبیلے کو نیا سردار دیا ہے میان لائی کے ہاں بیٹھ کی ولادت ہوئی ہے۔“ دونوں قاصدوں نے واضح اور ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ روزال نے ان دونوں کی پیشانیاں چوم لیں اور پھر مسکراتا ہوا میان لائی کی جانب بڑھا۔ دوزانو بیٹھا اور میان لائی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے چوم لیا۔

”اس خوشی کی پہلی مبارکباد تیرا غلام پیش کرتا ہے.....“

میان لائی اب بھی ساکت کھڑا ہوا تھا، روزِ زال جب اٹھ کر کھڑا ہوا تو میان لائی نے آہستہ سے کہا ”گھوڑے.....“

روزال تیزی سے واپس پلٹا، میان لائی اسی طرح ساکت و جامد کھڑا ہوا تھا اس کے چہرے کے نقوش پھرائے ہوئے تھے غلام روزال دوڑتا ہوا گیا اور باری کی اس قیام گاہ سے جہاں اس نے کھالیں محفوظ کی تھیں اپنا اور میان لائی کا گھوڑا کھول لایا۔ اس وقت وہ سامھی بھی موجود نہیں تھے جو میان لائی کے ساتھ یہاں تک آئے تھے۔ البتہ ان کے گھوڑے بندھے ہوئے تھے اور وہ باری کی رونق گاہ میں آوارہ گردی کر رہے تھے۔ جیسے ہی دونوں گھوڑے پیچھے میان لائی نے اپنے گھوڑے کی پشت پر چھلانگ لگائی اور اس کے بعد گھوڑے کو ہاتھ رسید کر دیا اس کا گھوڑا زقندیں بھرنے لگا تھا۔ روزال نے دونوں قاصدوں سے کہا۔

”تم لوگ اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر واپس چل پڑو“ میں جا رہا ہوں۔“ اور اس کے ساتھ ہی روزال نے اپنے گھوڑے کی پشت سنبھال لی۔ میان لائی کا طاقتور گھوڑا بہت آگے نکل چکا تھا۔ روزال نے بھی اپنے گھوڑے کو پوری قوت سے اس کے پیچھے لگا دیا اور تھوڑی دیر کے بعد وہ میان لائی کے پاس پہنچ گیا۔

میان لائی اس طرح گھوڑا دوڑا رہا تھا جیسے وہ کسی دوڑ میں حصہ لے رہا ہو، بشکل تمام روزاں نے اس سے کہا۔ ”میں ساتھ آنے والوں کو اپنی واپسی کی خبر نہیں دے سکا چونکہ وہ موجود نہیں تھے۔“

”بالآخر انہیں واپس قبیلے میں پہنچنا ہو گا۔“ میان لائی نے جواب دیا۔

”کھالیں بھی غیر محفوظ ہیں.....“

”سفید عقاب کا جانشین ایسی لاتعداد کھالوں کے انبار لگا دے گا۔ میں انتظار نہیں کر سکتا

تھا۔“

غلام روزال خاموش ہو گیا، کچھ لمحوں کے بعد میان لائی نے کہا۔ ”قاصدوں کو واپسی کے لئے کہہ دیا ہے؟“

”ہاں معزز آقا۔“ روزال بمشکل اپنے گھوڑے کو میان لائی کے گھوڑے کے برابر رکھ رہا تھا دونوں قاصدوں کا دور دور تک پہنچ نہیں تھا لیکن روزال کو بھی اب کوئی فکر نہیں تھی بالآخر وہ دونوں قبیلے ہی پہنچیں گے۔ میان کی دلی کیفیت سے روزال سے زیادہ کوئی واقف نہیں تھا وہ ہواؤں میں اڑ کر قبیلے پہنچ جانا چاہتا تھا حالانکہ سمورا کے جنگلات سے عقابوں کے قبیلے تک کا فاصلہ بہت طویل تھا اور یہاں رہنے کے لئے ایک دو جگہ قیام کرنا پڑتا تھا لیکن روزال جان چکا تھا کہ اب میان قبیلے پہنچ کر ہی دم لے گا۔

گھوڑے دوڑتے رہے، میان کے دانت بھینچے ہوئے تھے اس کے چوڑے جبڑوں کی رگیں ابھر گئی تھیں، آنکھیں خوشی سے سرشار تھیں اور چرے پر جھلکتے ہوئے سرخ رنگ سے یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ اپنی زندگی میں اس سے زیادہ خوش وہ کبھی نہیں ہوا۔ گھوڑے کا پیٹ زمین سے لگا جا رہا تھا اور آہستہ آہستہ اس کے بدن سے پینے پھوٹ رہا تھا۔ روزِ زال کا گھوڑا تھوڑی سی دیر کے بعد خاصا پیچھے رہ گیا۔ روزِ زال نے اس سے کہا۔

”نہیں اس وقت تجھے زندگی کی بازی لگا کر اپنے فرض کو پورا کرنا ہے۔ میرے آقا کے سامنے مجھے شرمندہ نہ کر۔“

مکوڑے نے جیسے روزال کی بات سنی اور سمجھ لی، اچانک ہی اس کی رفتار میں بے پناہ تیزی آئی اور ایک بار پھر وہ میان لائی کے مکوڑے کے برابر دوڑنے لگا۔ میان نے سسکراتی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔

”تیرا اور دونوں قاصدوں کا انعام مجھ پر قرض، سرشار کردوں گا تجھے اور ان دونوں کو جنہوں نے میرے کانوں میں زندگی کی یہ خبر بھونکی ہے۔“

”عقاربوں کی دنیا کو نیا سرور ملا یہی ہم سب کا انعام ہے۔ میرا اور قاصدوں کا ہی نہیں بلکہ پورے قبیلے کا۔۔۔۔۔“ روزال نے جواب دیا اور میان لائی کا سامنے دیکھنے لگا۔

آواز نکلی۔

”دیکھتی آگ کی قسم، کڑکتی بجلیوں کی قسم، چٹانوں کو جڑوں سے اکھاڑ دینے والے طوفانوں کی قسم، آتش فشاں کی قسم، اتنا بڑا جھوٹ ہمارے سامنے کبھی کسی کو بولنے کی جرات نہیں ہوئی۔ شہ بدن..... بلاشبہ ہمارے دل پر سب سے کاری وار کیا ہے تو نے۔ سب سے گمراہ لگایا ہے۔ ہم سے اقرار کر کہ اس عمل کا تعلق بھی کیا تیرے اس انتقام سے ہے۔ جو ہماری زندگی میں شامل ہونے کے بعد سے تو آج تک لے رہی ہے ہم سے۔ ہمیں جواب درکار ہے شہ بدن.....؟“

”نہیں اس میں میرے انتقام کا کوئی جذبہ شامل نہیں ہے۔“

”تو پھر ہمیں جھوٹی خبر کیوں بھجوائی گئی؟“

”جنگل دہشت ناک ہوتے ہیں اور میان لائی تم سمورا کے جنگلات میں وحشی درندوں کے درمیان تھے تمہارے لئے یہ خبر بہتر نہ تھی۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اس خبر سے نڈھال ہو کر تم اپنے آپ سے لاپرواہ ہو جاتے اور وحشی درندے تمہیں نقصان پہنچا دیتے۔ مجھ سے زیادہ یہ بات اور کون جان سکتا ہے کہ تم ان لحاظ سے بچنے کے لئے سمورا چلے گئے تھے۔“

”ہم تیرے عذر کو قبول نہیں کرتے، ہماری زندگی کے ساتھ یہ مذاق تیرے نئے انتقام کا ایک حصہ ہے، صرف یہ کہہ دینا کہ ہم پانچویں بیٹی کے باپ بن گئے ہیں شاید ہمیں اس قدر مغموں نہ کرتا جتنا یہ امید دلانے کے بعد کہ عقابوں کا وارث پیدا ہو گیا ہے اس ناخبر لڑکی کی صورت دکھانا، جو ہمارے چہرے پر ایک اور بد نما داغ بن کر ہماری زندگی میں نمودار ہوئی ہے۔ یہ سب تیری سازش ہے شہ بدن تو نے سوچا ہو گا کہ غم و اندوہ کے تمام پہاڑ ہم نے اپنے وجود پر اٹھائے ہیں۔ اب کوئی ایسا نیا چرکا لگایا جائے ہمارے دل پر جس سے ہمیں واقعی دکھ ہو، تو سوچ اگر ہم باری کے جنگلات میں موجود قبیلوں کے لوگوں سے یہ کہہ دیتے کہ عقابوں کو وارث مل گیا ہے اور اس کے بعد ہمیں شرمندگی سے سر جھکا کر یہ کہنا پڑتا کہ نہیں ہمارے ہاں کوئی لڑکا نہیں پیدا ہوا تو کیا سربلندی کا کوئی موقع باقی رہتا ہمارے لئے۔ شہ بدن ہم تجھے اس بات کی مبارک باد دیتے ہیں کہ واقعی تو نے ہمارے دل پر ایک گمراہ لگا دیا ہے تو خوش ہو ہم واقعی زخمی ہو گئے ہیں۔“

”تم نے ہمیشہ غلط سوچا ہے میان لائی، یہ فیصلے زمین پر نہیں آسمانوں پر ہوتے ہیں۔ یہ آسمانوں ہی کا فیصلہ ہے اس میں نہ میرا قصور ہے نہ کسی اور کا..... اور میں نے جو بات کہی اس میں بھی سچائی ہے۔“

”ہم نہیں تسلیم کرتے آسمانوں کا فیصلہ، شہ بدن یہ پانچواں فیصلہ ہم نہیں قبول کرتے، ہم اس فیصلے میں مداخلت کرنے پر مجبور ہیں، ہمیں اس فیصلے میں مداخلت کرنا ہوگی کبھی شہ بدن.... بہت مذاق اڑچکا ہے ہمارا۔ اب ہم کسی نئے مذاق کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ ٹھیک شہ بدن، ہماری مبارک باد تو نے وصول کر لی۔ اب ہم اپنی بقاء کا انتظام کرتے ہیں۔ ہمیں اپنی بقاء کا انتظام کرنا ہو گا۔“

میان لائی آہستہ آہستہ غار کے دہانے کی جانب بڑھ گیا۔ شہ بدن سہمی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ نہیں سمجھ پائی تھی کہ آسمانوں کے اس فیصلے میں ترمیم کیسے ممکن ہے میان لائی کا لمحہ بتاتا تھا کہ وہ دل میں کوئی خوفناک ارادہ رکھتا ہے۔ لیکن کیا..... یہ شہ بدن نہیں سمجھ

پھر جب گھوڑے عقابوں کے قبیلے میں داخل ہوئے تو شام جھک آئی تھی۔ گھوڑوں کے بدن سے پسینہ پانی کی مانند بہہ رہا تھا۔ یہی کیفیت ان کے دونوں سواروں کی تھی۔ میان لائی نے اپنی رہائش گاہ کی جانب جانے کے بجائے پہاڑی چٹانوں کے اس سلسلے کی طرف رخ کیا تھا جس کے بارے میں اس نے ہدایت کی تھی کہ ولادت پہاڑی غار میں ہو اور وہاں سخت پہرہ رکھا جائے۔

غار سامنے آئے اور میان نے وہاں مستعد پہرے داروں کو دیکھا تو گھوڑے کی رفتار سست کر دی تاکہ اس برق رفتاری کے سفر میں کہیں وہ چٹانوں ہی سے نہ جا ٹکرائے۔ وفادار گھوڑوں نے پورا پورا ساتھ دیا تھا۔ میان لائی گھوڑے سے کود گیا۔ غلام روزال نے بھی اس کی تقلید کی لیکن پہاڑی غار کے اندر میان لائی تنہا ہی داخل ہوا تھا۔ غار میں دو کینرس اور داہیہ سینٹال سامنے ہی نظر آئیں۔ شہ بدن اندر دنی جھٹے میں تھی۔ تینوں نے میان لائی کو دیکھا لیکن خوشی کا وہ اظہار نہیں کیا جس کی توقع کی جاسکتی تھی بلکہ تینوں ہی ایک دم سے خوفزدہ سی نظر آنے لگیں۔ میان لائی نے البتہ ان کے چروں پر غور نہیں کیا تھا۔ وہ غار کے دہانے سے اندر داخل ہو گیا۔ آرام دہ بستر پر شہ بدن دراز تھی اور اس کے قریب ہی ایک اور بستر پر ایک ننھا سا وجود متحرک تھا جو مستقبل میں عقابوں کے قبیلے کا سردار تھا۔

میان لائی کسی دیو کی مانند شہ بدن کے سامنے کھڑا ہو گیا اس عورت سے اس نے زندگی میں ایک دو بار ہی مسکرا کر گفتگو کی تھی۔ اس وقت بھی وہ شہ بدن کو دیکھتا رہا۔ پھر اس کی نگاہیں اس ننھے وجود پر پڑیں اور وہ آہستہ سے بولا۔

”بالآخر تو نے اپنا فرض پورا کر دیا شہ بدن میرے اور تیرے درمیان اگر کوئی اختلاف تھا تو آج کے بعد وہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔“

شہ بدن کے چہرے پر کوئی مسکراہٹ نہ پیدا ہوئی۔ وہ ساکت نگاہوں سے میان لائی کو دیکھ رہی تھی، میان لائی نے بدستور خوشی کے لمحے میں کہا۔

”اور ہم آج پہلی بار تجھ سے اپنے کسی عمل کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ کیا ہم اپنے وجود کے اس دوسرے حصے کو دیکھ سکتے ہیں۔“

شہ بدن اب بھی خاموش رہی تو میان لائی کچھ بد دل ہو گیا۔ شہ بدن کا یہ انداز تو ہمیشہ ہی سے تھا۔ وہ آج تک نہ کبھی میان لائی کی کسی خوشی میں شریک ہوئی تھی نہ غم میں۔ بس ایک بے جان وجود تھا جو میان لائی کی زندگی میں بیوی کی حیثیت سے آ شامل ہوا تھا۔ شہ بدن کی جانب سے کوئی جواب نہ پا کر میان لائی خود ہی آگے بڑھا اور اس نے اس ننھے سے وجود پر سے کپڑا ہٹا دیا۔ شہ بدن نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

میان لائی کی شدت شوق عروج کو پہنچی ہوئی تھی اس نے ننھے وجود کو عیاں کر دیا۔ تب ہی اس کے اندر بادلوں جیسی گڑگڑاہٹ نمودار ہوئی۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے پتھر کا غار بری طرح ہل رہا ہو۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالنے کے لئے خلاء میں ہاتھ پھیلائے اور کسی چیز کا سہارا تلاش کرنے لگا۔ آنکھوں میں دھندلاہٹیں اتر آئیں۔ اس نے پاؤں جمائے، آنکھوں کو گڑگڑ کر صاف کیا اور اس کے بعد پھر اس ننھے سے وجود کو دیکھا۔ دیکھتا رہا اور اس کے اندر نجانے کیا کیا کیفیتیں رونما ہوتی رہیں۔ کچھ دیر کے بعد اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اس کے منہ سے غرائی ہوئی

O.....O.....O

گہرا تاریک آسمان سر پر چھایا ہوا تھا۔ باتو، سرا تو اور واگا اور بڈا اتنی گہری نیند سو رہے تھے کہ حیرت ہوتی تھی، لیکن لیزا اور آسٹر کی آنکھوں میں نیند نہیں تھی۔ آسٹر نے کہا۔
 ”ہم دونوں کو علم ہے کہ ہم جاگ رہے ہیں۔ پھر یہ خاموشی کیوں اختیار کر لی ہے لیزا۔“
 ”میں نے سوچا کہ شاید تمہیں بھی نیند آجائے۔“
 ”نہیں نیند میری آنکھوں سے بہت دور ہے۔“
 ”کیا سوچ رہے ہو۔“

”اس وقت میں اس سامان کے بارے میں سوچ رہا تھا جو بیچ گیا ہے۔ ہمیں اندازہ نہیں ہے کہ اس میں کیا کیا باقی ہے۔ اگر اس کا جائزہ لیں تو باتو کے برامان جانے کا خدشہ ہے۔ فرض کرو اگر باتو نداری پر آمادہ ہو گیا تو پھر ہمارے لئے کوئی چارہ کار باقی نہیں رہے گا۔“
 ”یہ خیال میرے دل میں بھی ہے۔“
 ”اس کا کیا حل نکالا جائے۔“
 ”اصلی طور پر اس وقت مجھے تمہاری باتوں میں دخل نہیں دینا چاہیے مسٹر آسٹر۔ لیکن یہ پریشانی تمہیں بے سکون کئے ہوئے ہے اس لئے میں بولنے پر مجبور ہوں۔“ یہ بڈا اسکو کی آواز تھی جسے سن کر دونوں چونک پڑے۔

”ارے تم جاگ رہے ہو بڈا۔“ لیزا چونک پڑی۔
 ”ہاں اصل میں دو آنکھیں میرے چہرے پر ہیں اور دو سو آنکھیں میرے بدن پر۔ دو آنکھوں کو بند کر کے میں اپنی نیند پوری کر لیتا ہوں۔ باقی دو سو آنکھیں تمہارے لئے وقف ہیں۔“
 لیزا اور آسٹر ہنسنے لگے۔ پھر آسٹر نے کہا۔ ”تم اس سفر کے دوران بالکل خاموش رہے ہو بڈا۔ بہر حال اب تم نے ہماری باتیں سن لی ہیں۔ ہمیں بتاؤ تمہارا اس بارے میں کیا خیال ہے۔“
 ”پہلی بات تو یہ ہے مسٹر آسٹر کہ آپ اپنی تسلی کے لئے اس سامان کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ یہ تینوں صبح سے پہلے نہیں جاگیں گے۔ میں نے ان پر ہاتھ گھما دیا ہے۔“
 ”کیا مطلب۔“ آسٹر تعجب سے بولا۔

”کونیا ایک پھل ہوتا ہے۔ زہریلا پھل اور اس کے پتے نشہ آور میری نسل کے لوگ اس کا مخلول نشے کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ میاں اس کی جھاڑیاں بکثرت ہیں۔ اور بوڑھا لیڈر چونکہ حد سے زیادہ ذہین بن رہا ہے اس لئے میں نے سوچا کہ اسے کونیا کا زائقہ چکھا دیا جائے۔ تینوں کونیا کے سرور میں ڈوبے سو رہے ہیں۔“

”ویری گڈ کرکیسے؟“
 ”کہانے کے بعد میں نے انہیں پانی پلایا تھا۔ بس چوں کے رس کا ایک قطرہ کافی ہوتا ہے۔“
 ”لیکن تم نے ایسا کیوں کیا بڈا؟“

”آپ سے ان لوگوں کے بارے میں بات کرنا چاہتا تھا۔“
 ”تمہارا اس سفر کے بارے میں کیا خیال ہے بڈا۔ کیا ہمیں آگے سفر کرنا چاہیے۔“ آسٹر نے

سوال کیا۔

”یہ فیصلہ آپ زیادہ مناسب کر سکتے ہیں مسٹر آسٹر۔ مجھے اس میں مداخلت کا حق نہیں ہے۔“
 ”کوئی مشورہ دینا پسند کرو گے۔“
 ”اگر آپ کا حکم ہو۔“
 ”کہو۔ اجازت ہے۔“

”ہمیں ابھی واپسی کے بارے میں نہیں سوچنا چاہئے۔ لیزا جو کتاب لکھ رہی ہیں اس میں کچھ اضافہ ضروری ہے۔ لیکن اس کی ایک حد مقرر کر لی جائے۔ مثلاً عرصے کا تعین۔ ہمیں میں دن آگے بڑھنا چاہئے۔ اس دوران جہاں تک پہنچ جائیں، جو کچھ نظر آجائے بس اسی پر قناعت کریں ایکسویں دن خواہ کیسے ہی دلچسپ اور پُر تحسین مناظر ہوں ہم انہیں نظر انداز کر کے واپس چل پڑیں گے۔ اصل میں مسٹر آسٹر کسی بھی عمل پر کوئی لائحہ عمل نہ ہو تو نقصان ہوتا ہے۔ انسانی فطرت میں تو پوری کائنات کی تسخیر کے جذبے ہوتے ہیں۔“

لیزا اور آسٹر نے متاثر کن انداز میں بڈا کو دیکھا۔ پھر آسٹر بولا ”اور تم اس قدر خاموش رہتے ہو بڈا۔ مجھے تمہاری اس شاندار ذہانت کا اندازہ نہیں تھا۔“

”آپ کے احکامات کی تعمیل میری زندگی ہے مالک اور خاموشی سوچنے کا موقع دیتی ہے۔ البتہ میں ذمے داریوں کا خیال رکھتا ہوں۔ مثلاً ہمارا ظاہری اسلحہ سامان کے ساتھ ہے۔ لیکن میری لباس میں دور یو لور پوشیدہ ہیں اور کچھ فالتو راؤنڈ بھی۔ یہ ہنگامی ضرورت کے لئے ہیں۔“
 ”تم واقعی ہماری بقاء کے لئے ضروری ہو۔“

”ٹینیک یو مسٹر آسٹر۔“

”اؤ جب اتنا موقع ملا ہے تو سامان چیک کر کے اطمینان ہی کر لیں۔“

سامان کا جائزہ لے کر انہیں اندازہ ہوا کہ باتو نے سچ بولا ہے۔ اس اطمینان نے انہیں اس ماحول میں بھی پُر سکون نیند بخش دی تھی۔

دوسری صبح باتو یا اس کے دونوں ساتھیوں کو احساس بھی نہ تھا کہ ان کے ساتھ کوئی غیر معمولی عمل ہوا ہے۔ ناشتے وغیرہ سے فراغت کے بعد انہوں نے آگے سفر شروع کر دیا۔ باتو قدم بہ قدم اس سفر میں اپنی فراست کا لوہا منواتا جا رہا تھا۔ وہ فضاؤں میں سو گھگھ سو گھگھ کر دلدلوں کا پتہ لگا رہا تھا اور راستے بدل رہا تھا۔ اس نے کہا۔

”کوئی دلدلوں کے نیچے گندھک کے ذخیرے ہوتے ہیں اور گندھک کی بو فضاء میں رہتی ہے۔ میں نے اپنے دماغ میں ایک نقشہ تیار کیا ہے۔ گرانڈ ماسٹر۔“
 ”کیسا نقشہ باتو۔“

”ہمیں کھنڈالیوں کے علاقوں میں جانا ہے اگر ہم ان اندرونی علاقوں میں پہنچ جائیں تو یوں سمجھو کہ پھولا کھانچن کا اختتام ہو جائے گا۔ اس کے بعد کچھ نہیں ہے۔ اور ایک طویل دیر ان علاقہ پھیلا ہوا ہے جو ناقابل عبور ہے۔ اس کے بعد ایک دوسرے ملک کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ گویا اس سفر کی بنیاد کھنڈالیوں کا علاقہ ہے۔ لیکن اس سفر کے لئے سفر میں رہنا ضروری ہے۔ اگر کھنڈالیوں کا طرز زندگی جاننے کی کوشش کی گئی تو واپسی ناممکن ہوگی۔ اور اس کے لئے میں تمہارا ساتھ نہ

برہم چتر کی شاخ بھی سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اندر جا کر کھائیاں کہاں سے گزرتی ہیں اس کا کوئی پتہ نہیں البتہ یہ معلوم ہے کہ وہ کھنڈلیوں کے علاقے میں ضرور داخل ہوتی ہے۔ کیونکہ لوگوں نے اسے بھی پایا تھا مگر اس میں سفر کر کے کوئی واپس نہیں آیا۔ ہم بس اتنا سفر کریں گے کہ واپس آ سکیں۔ خچروں کو اب ہمیں چھوڑ دیتے ہیں۔ آگے پیدل سفر کریں گے سامان اس گاڑی پر منتقل کئے دیتے ہیں۔“

”اور اسے کھینچے گا کون؟“

”ہم سب۔“

”اگر اس کے لئے خچری استعمال کئے جائیں تو کیا حرج ہے۔“ آسٹر نے کہا۔ باتو اسے مگھور نے لگا۔ پھر بولا۔

”تم ہمیشہ یہ بھول جاتے ہو کہ اس مہم کا لیڈر میں ہوں۔“ آسٹر کو اس بات پر غصہ آیا تھا لیکن اس نے خود کو سنبھال لیا۔ دوسروں نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا۔ سامان گاڑی پر منتقل کر دیا گیا۔ خچروں کو ان کی تقدیر پر چھوڑ دیا گیا۔ اور وہ اس عجیب و غریب گاڑی کو کھینچتے ہوئے نامعلوم جنگل میں داخل ہو گئے۔

آسٹراب الجھنے لگا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ باتو کچھ زیادہ متلط ہونے لگا ہے جن راستوں سے وہ گزر رہے تھے۔ وہ ایسے نہیں تھے جہاں خچر استعمال نہ کئے جاسکتے پھر خچروں کو نہ لانا کیا معنی رکھتا تھا۔ حالانکہ باتو نے اس عجیب و غریب کشتی میں جو پہنچے لگائے تھے وہ خوب رواں تھے اور سرائو اور واگہ اسے آسانی سے کھینچ رہے تھے۔ خود باتو بھی کبھی ان کے ساتھ شامل ہو جاتا تھا۔ اس نے ان لوگوں کو اب تک گاڑی کو ہاتھ نہیں لگانے دیا تھا یہاں تک کہ بڑے گاڑی کھینچنے والا رسہ پکڑا تو باتو نے جلدی سے اسے ہٹا دیا۔

”یہ تمہارا کام نہیں ہے شٹر۔ ہمیں ساروں کا عادی نہ بناؤ۔“

”کوئی حرج بھی نہیں ہے۔“

”ضرورت ہوئی تو تمہیں تکلیف دے دیں گے۔“ پھر باتو نے لیزا کو دیکھ کر کہا۔ ”آپ اگر برا نہ مانیں مسز آسٹر تو اس گاڑی میں بیٹھ جائیں۔ آپ کو یہ سرفہرست دلچسپ لگے گا۔“

”میں بالکل برا نہیں مانوں گی کیونکہ بہت تھک گئی ہوں۔“ لیزا نے کہا اور جلدی سے گاڑی میں جا بیٹھی جیسے اس بات کی فطرت ہو۔ آسٹراس بات سے کچھ مطمئن ہوا تھا اسے لیزا ہی کا زیادہ خیال تھا۔ باتو تو کچھ ایسا خوش ہوا کہ اس نے گانا شروع کر دیا۔ سرائو اور واگہ بھی شامل ہو گئے تھے۔ حالانکہ گانے کے بول سمجھ میں نہیں آ رہے تھے لیکن اس طرح ماحول خوشگوار ہو گیا تھا۔ بہت دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر وہ خاموش ہو گیا تھا۔ رات کو قیام کیا گیا۔ لیزا یپ روشن کئے اپنا سفر نامہ لکھتی رہی۔ اس نے حیرانی سے کہا۔

”عجب ہے ان علاقوں میں اب تک درندے نہیں نظر آئے؟“ ابھی اس نے جملہ ختم ہی کیا تھا کہ کہیں سے ہاتھی کی چنگھاڑ سنائی دی۔ لیزا ایک دم خاموش ہو گئی۔ باتو اور اس کے ساتھی جلدی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے برق رفتاری سے سامان سے رانٹھیں نکال لیں۔ لیزا اور آسٹر نے بھی رانٹھیں سنبھال لیں پھر باتو نے جھپٹا مار کر لیزا کے سامنے رکھا یپ بجا دیا اور گھپ اندھیرا طاری ہو گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر جلدی سے زمین پر لیٹ گیا اور اس نے زمین سے کان

دے سکوں گا۔“

”ٹھیک ہے باتو۔ ہمیں منظور ہے۔“

”اس کے لئے میں ایک مختصر سفر اختیار کرنا چاہتا ہوں۔ شاید مجھے کامیابی حاصل ہو جائے۔“

ابتداء میں تو اس مختصر سفر کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں حاصل ہو سکی لیکن چوتھے دن ایک وسیع جنگل نظر آیا جو گھنے درختوں سے بھرا ہوا تھا۔ دلدل علاقہ پیچھے رہ گیا تھا۔ باتو نے اسے دیکھ کر بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ اس نے کہا ”اب ہمیں کم از کم تین دن یہاں قیام کرنا ہو گا۔ جنگل میں درندے بھی ہو سکتے ہیں اس لئے گھنے اور چوڑے درختوں پر رہائش کا انتظام کر لیا جائے اور مستعد رہا جائے۔“

”یہاں تین دن قیام کیوں ضروری ہے؟“

”مجھے کچھ کام کرنا ہے۔“ باتو نے مختصر جواب دیا اس کا لہجہ خشک تھا۔ چنانچہ آسٹر نے کچھ نہ کہا۔ لیکن درختوں چٹانوں پر وقت گزاری بھی ایک دلچسپ تجربہ ثابت ہوئی۔ باتو نے اپنے پراسرار سامان کا تھیلہ پہلی بار کھولا جس میں لوہے کے اوزار تھے۔ سرائو اور واگہ کے علاوہ بڑا سکو بھی اس کے ساتھ مصروف ہو گیا۔ باتو عجیب و غریب کام کر رہا تھا۔ پہلے ہی دن اس نے کوئی بارہ ایسے درخت کاٹے جن کے تنے یکساں حجم رکھتے تھے۔ اس کے بعد رات کو نہ جانے کب تک وہ درختوں کے ان تنوں کو ایک سائز میں کاٹ کر ان میں سوراخ کرتا رہا تھا۔ وہ ایک عمدہ بڑھی تھا اور اپنے دیکھی اوزاروں سے برق رفتاری سے کام کر رہا تھا۔ درخت پر بیٹھی ہوئی لیزا نے اسے دیکھ کر کہا۔

”پراسرار ایشیاء۔ ہماری محنت واقعی وصول ہو گئی ہے۔“

”نہ جانے یہ کیا کر رہا ہے۔“ آسٹر نے کہا۔

باتو نے درختوں کے ان تنوں کو جوڑ کر ایک بجزا تیار کیا۔ دوسرے دن بھی وہ اپنے کام میں اسی تندی سے مصروف رہا۔ اس نے بجزے کے اطراف مضبوط ریٹنگ لگائی اور درختوں کے پتوں اور شاخوں سے اس کی چھوٹی سی چھت بنائی۔ پھر پتوں اور بنائے۔ تیسرے دن اس نے اوزاروں کی مدد سے چار لکڑی کے پینے بنائے اور بجزے کے نچلے حصے میں فٹ کر دیئے۔ لیزا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ خشکی اور پانی میں چلنے والی گاڑی تیار ہو گئی۔ لیکن آسٹر کیا میں نے اس کے بارے میں درست نہیں کہا تھا۔ اس پراسرار شخص کے دماغ میں پہلے سے یہ منصوبہ تھا ورنہ وہ اتنے شاندار انتظامات کر کے نہ چلتا۔“ آسٹر نے کوئی جواب نہیں دیا اسی شام باتو نے کہا۔

”میں نے تین دنوں کی مہلت مانگی تھی تم سے جو ختم ہوئی اب ہم آگے کے سفر کے لئے تیار ہیں۔“

”جو کچھ تم نے بنایا ہے باتو اس کی کوئی خاص وجہ ہوگی۔“

”ہاں میں نے تم سے اس سفر کے مختصر ہونے کے بارے میں کہا تھا۔“

”ہمیں یاد ہے۔“

”ان جنگلوں کے مل جانے کا مطلب ہے کہ آگے ہمیں سندھار تا بھی ملے گی۔ سندھار تا کو

لگا دیا۔ کچھ دیر اسی طرح کان لگائے رہا پھر اچانک اس نے فلا زیاں کھانا شروع کر دیں۔ عجیب بے نکلے انداز میں وہ اچھل اچھل کر گر رہا تھا۔ گردن ٹیڑھی کر کے اپنے گال پر تھپڑ مار رہا تھا۔
 ”کیا ہو گیا تمہیں۔“ آسٹر غرایا۔ اور باتوں نے لپک کر اس کا منہ دبوچ لیا لیکن دوسرے لمبے پھر پیچھے ہٹ کر وہی حرکتیں کرنے لگا۔ کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ کوئی پچاس سیکنڈ تک وہ یوں ہی محسوس رہا پھر کان میں انگلی داخل کر کے اسے زور سے ہلانے لگا۔ اور سرگوشی کے لمحے میں بولا۔
 ”خدا غارت کرے۔“

”کیا مصیبت نازل ہو گئی تم پر۔“ آسٹر پھر بولا۔

”آواز دبا کر ماسٹر۔ آواز دبا کر۔ ہاتھوں کی آنکھیں بے شک چھوٹی ہوتی ہیں لیکن کان بڑے ہوتے ہیں۔“
 ”ہاتھی کتنے فاصلے پر ہے۔“

”بہت قریب۔ اس کے قدموں کی دھمک محسوس ہو رہی ہے۔“

”تم کوئی خاص رقص پیش کر رہے تھے ابھی۔“

”مذاق اڑا رہے ہو میرا گراںڈ ماسٹر۔ گھاس پر کان رکھا تو کوئی احمق کیڑا میرے کان کو سرنگ سمجھ بیٹھا۔ اب بھی سخت تکلیف ہو رہی ہے۔“ لیزا بے اختیار ہنس پڑی۔ تو باتو جلدی سے بولا۔
 ”خدا کیلئے میڈم۔ خدا کیلئے۔ اودہ۔ دیکھو۔ دیکھو۔ سانس تک روک لو۔ سانس بھی روک لو۔“

کچھ فاصلے پر ایک دیو قامت ہاتھی کا بولہ نظر آ رہا تھا۔ جو آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ سب نے رائفلیں سیدھی کر لیں۔ باتو سرگوشی میں بولا۔ ”میں گزرتک کا فاصلہ بھی رہے تو خاموش رکھنا۔ اس کا گزر جانا بہتر ہے۔ ہاں اگر رخ بدل لے تو مجبور ہی ہے۔“
 ہاتھی نے انہیں نہیں دیکھا اور ان سے فاصلے سے گزر کر آگے بڑھ گیا۔ آسٹر نے کہا۔ ”خوش قسمت تھا۔“

”کیسی باتیں کرتے ہو گراںڈ ماسٹر، ہم خوش قسمت ہیں۔ تم بے شک اسے مار لیتے۔ لیکن مرتے ہوئے وہ زور سے آخری چنگھاڑ مارتا اور اپنی مظلومیت کی پوری کہانی سناتا۔ اور وہ غور جس سے الگ ہو کر وہ اس طرف نکل آیا ہے اس کا انتقام لینے چڑھ دوڑتا۔ ہاتھی کبھی تھکا نہیں ہوتے۔“ باتو کی بات کی تصدیق کچھ دیر کے بعد ہو گئی جب اچانک زلزلے جیسی کیفیت پیدا ہوئی۔ زمین ہلنے لگی۔ ہاتھیوں کا غول چھوٹے درختوں کو خس و خاشاک کی طرح روندنا وہاں سے گزرا۔ سب دم سادھ کے بیٹھ گئے تھے۔

”خدا کے واسطے اب درندوں کو یاد مت کرنا۔“ آسٹر نے کہا۔

دوسرے دن باتو نے پھر سفر شروع کر دیا۔ طریقہ کار وہی تھا۔ باتو خود ہی اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ گاڑی کھینچ رہا تھا۔ لیزا کو آزادی حاصل تھی۔ جب دل چاہتا گاڑی سے اتار کر آسٹر کے ساتھ چلنے لگتی۔ تھک جاتی تو گاڑی میں جا بیٹھتی۔ باتو نے کئی بار رک رک کر جانوروں کی طرح گردن اٹھا کر فضاء میں سوگ تھا تھا اور پھر وہاں سے رخ بدل دیا تھا۔ اب اس کی حرکات پر تبصرہ کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ شام کو چار بجے کے قریب باتو اچانک جینے لگا۔

”سندھارتا۔ سندھارتا۔“ اور پھر اس نے تیزی سے گاڑی کھینچ کر بھاگنا شروع کر دیا۔ لیزا لپک کر گاڑی پر چڑھ گئی تھی اور اس نے مضبوطی سے اسے جکڑ لیا تھا۔ اور آسٹر کو ان کے ساتھ دوڑنا پڑا۔ کافی دور تک بھاگتے رہے۔ پھر کچھ ایسے ڈھلان آگئے جن پر سمبلنا پڑا تھا۔ لیکن ڈھلانوں پر پہنچ کر انہیں سندھارتا نظر آ گئی تھی۔ بے پناہ چوڑا دریا تھا جس کا پانی بالکل گدلا تھا اور روانی نہ ہونے کے برابر۔ اسے دیکھ کر ایک عجیب ہیئت ناک تصور دل میں ابھرتا تھا۔ باتو اس دریا میں سفر کرنا چاہتا تھا۔ لیکن آسٹر یہاں آکر سنجیدہ ہو گیا۔

”تم اس دریا کے بارے میں کیا جانتے ہو باتو۔“

”لوگ اسے برہم پتر کی بیٹی کہتے ہیں۔“

”یہ آگے کہاں تک جاتی ہے۔“

”سنا ہے برہم پتر سے ہی مل جاتی ہے۔“

”کون سے مقام پر۔“

”یہ کوئی نہیں جانتا۔“

”ہمارا اس کے ذریعے سفر کرنا مناسب ہو گا۔“

”سب سے زیادہ مناسب گراںڈ ماسٹر۔ تم نے راستے کے مناظر دیکھ لئے ہیں۔ زمینی سفر بہت خطرناک ہے۔ دریا میں ہمیں صرف پانی سے ہوشیار رہنا ہو گا۔ اور پھر اس کی روانی بھی خطرناک نہیں ہے۔ یہ سفر زیادہ مشکل نہیں ہو گا۔“

”دریائی گھوڑے اور مگر مجھ یہاں بکھرت ملیں گے۔“

”بے شک، لیکن ہماری کشتی پر نہیں آسکیں گے۔ تم اس کی ساخت دیکھو۔ میں نے یہ ریلنگ لگائی ہے۔ یہ لمبے ستون رخ بدلنے کیلئے استعمال ہوں گے۔ یہ چپو ہمیں ہماری پسند کے مطابق آگے لے جائیں گے۔ ہمارے پاس ممکنہ خطرات سے بچنے کیلئے ہتھیار موجود ہیں جبکہ خشک راستے بے شمار خطرات سے چرے۔“

اس انوکھی کشتی کا سفر بے حد پُر لطف تھا۔ تھوڑی دور چل کر ہی اس کی افادیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ باتو نے ہر بات کا خیال رکھا تھا۔ وہ پانی میں بڑی روانی سے سفر کر رہی تھی پانی اس کے رخنوں سے اوپر آتا اور بہہ جاتا۔ مضبوط رکاوٹوں کی وجہ سے کسی کے گرنے کا خطرہ بھی نہ تھا۔ لیزا بہترین فوٹو گرافی کر رہی تھی۔ اس سفر نامے کے بارے میں اس کا اندازہ تھا کہ وہ ایک شاہکار ہو گا۔

○.....☆.....○

لائی مسکراتا ہوا باہر نکلا تھا۔ دایہ سمنیال اور کینڑوں نے سہمی ہوئی آنکھوں سے اسے مکرانے ہوئے دیکھا اور ششدر رہ گئیں۔ ان کے خیال کے مطابق میان کا چروہ آتش فشاں جیسا ہوتا چاہئے تھا لیکن وہ مسکرا رہا تھا۔ اس نے رک کر ان تینوں کو دیکھا اور بولا۔

”بوڑھی عورت۔ خوب مذاق کیا تو نے۔ ہم سے مذاق کی جرأت قابلِ داد ہے۔“

”عظیم آقا۔ میں تیری رعیت ہوں۔ میری مجال کہاں کہ میں تجھ سے مذاق کروں۔“

”پھر میرے قاصدوں کو بیٹے کی خبر کس نے دی۔“

”میں نے لیکن اپنی مالکہ کے حکم سے۔“

”اور تم دونوں۔“ میان نے کینڑوں کو دیکھا۔ وہ تھر تھر کانپ رہی تھیں۔ ان کے منہ سے آواز بھی نہیں نکلی..... ”نہ نہ۔ ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ تمہیں اس خدمت گزاری پر بھیڑی کر دس کھالیں انعام دی جائیں گی۔ ہاتھی دانت کا زیور الگ اور تجھے اس کا دگنا بوڑھی عورت لیکن شہ بدن کا خیال رکھو۔ اور ہاں ابھی کسی سے نہ ملنا حقیقت ابھی آشکارا نہیں ہوئی چاہئے۔“

”جو حکم۔“ تینوں نے گردن جھکا دی۔ میان غار سے باہر نکل آیا۔ جہاں غلام روزال دوسرے پہرے داروں کے ساتھ اس کا منتظر تھا لیکن باہر نکلتے ہوئے میان کے چہرے پر تبدیلی رونما ہو گئی۔ اب وہ غم و اندوہ میں ڈوبا نظر آ رہا تھا۔ غلام روزال ششدر رہ گیا۔

”آقا۔“ اس نے لڑتی آواز میں کہا۔

”افسوس روزال! ہمارا چراغ روشن نہ ہو سکا وہ پیدائش کے کچھ لمحات کے بعد مر گیا۔“

”آقا۔“ روزال شدت غم سے چیخ پڑا۔

”روشنی والے کے کھیل انوکھے ہوتے ہیں۔ اس نے ہماری دعائیں سنیں لیکن.....“

روزال زار و قطار رونے لگا۔ سب ہی غمزہ نظر آرہے تھے۔ ”تم دونوں میرے بھائیوں کے پاس چلے جاؤ۔ انہیں یہ خبر سنا دیتا۔“ میان نے دونوں قاصدوں سے کہا پھر پیرداروں سے بولا۔ ”کسی کو غار کے قریب بھی نہ پھنکنے دیتا۔ شہ بدن کی حالت بہتر نہیں ہے۔ روزال تم میرے ساتھ آؤ.....“

وہ اپنے گھر کی طرف بڑھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد وہ اپنے کوسے میں داخل ہو گیا جو عقابوں کے قبیلے کا ایک شاندار کوسہ تھا..... روزال کی سسکیاں اب بھی جاری تھیں۔

”شہ بدن کے لئے طاقت بخشے والا کاڑھا تیار کراؤ.....!“ اس نے روزال کو حکم دیا اور خود اپنی رہائش گاہ میں داخل ہو گیا۔ روزال اس کے حکم کی تعمیل کے لئے چلا گیا اور کچھ دیر کے بعد کاڑھا تیار کر کے لے آیا۔ میان اس کے ساتھ باہر نکلا تو کچھ سامان اس کے ساتھ تھا۔ غار پر آکر شہ بدن کے لئے کاڑھے کا برتن تیار کراتے ہوئے اس نے ایک سفوف کاڑھے میں شامل کر دیا۔ ”یہ اسے توانائی بخشنے گا۔ اسے اندر سمیٹال کو دے دو.....! اس سے کوشہ بدن کو پلا دے۔“ روزال خاموشی سے اندر چلا گیا۔

”دونوں قاصد چلے گئے۔“ میان نے پیرداروں سے پوچھا۔

”جی آقا.....“

”ٹھیک ہے۔“ جمہیں انعام دیا جاتا لیکن افسوس جو کچھ ہوا ہے تم جان چکے ہو۔ جاؤ اب آرام کرو..... صبح واپس آجانا..... ہم رات کو یہاں موجود ہیں..... اور ہاں، ابھی یہ غناک خبر اپنے سینوں میں دفن رکھنا۔ خبردار کسی کو نہ معلوم ہو۔ ہمیں سکون درکار ہے ورنہ ہمارے قبیلے والے دوڑ پڑیں گے۔“

”آقا.....!“ پیردار جھکے اور وہاں سے چلے گئے۔ میان خاموشی سے ایک پتھر پر بیٹھ گیا۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ پھر اس نے چونک کر کہا۔ ”تینوں عورتیں بھوکی ہوں گی۔ میں ان کے لئے بھی خوراک لایا ہوں۔ ذرا سمیٹال سے پوچھو۔ شہ بدن نے کاڑھا پلایا۔“

غلام روزال نے بتایا کہ سمیٹال نے نالکہ کو اپنے ہاتھ سے کاڑھا پلایا ہے اور وہ آرام کر رہی ہیں۔ ”جاؤ..... یہ خوراک دایہ اور کینڑوں کو دے دو۔“ میان نے گوشت کے نرم پارچے

جو خوشبو میں بے ہوئے تھے اور سکا کے پتوں میں لپیٹے ہوئے تھے روزال کو دیئے اور روزال اس حکم کی تعمیل بھی کر آیا۔ پھر وہ میان کے قدموں میں بیٹھ گیا۔

”تمہیں بھی بھوک لگ رہی ہوگی لیکن اس رات چونکہ میں بھی بھوکا رہوں گا اس لئے تم بھی کچھ نہ کھا سکو گے.....!“ روزال پھر رو پڑا تھا اور میان تاریکیوں میں گھورنے لگا تھا۔ غلام روزال چپکے چپکے آنسو بہاتا رہا لیکن اس وقت وہ بری طرح چونک پڑا جب غار کے اندر سے اچانک رانچراش پیچیں ابھرنے لگیں اور اس قدر کرناک تھیں کہ روزال کا دل دہل گیا۔ وہ وحشت سے کھڑا ہو گیا۔

”آقا..... آقا کیا تم سو گئے؟“

”نہیں۔ میں جاگ رہا ہوں۔“ میان پتھر لے لیے میں بولا۔ روزال سے مہربنہ ہو سکا وہ غار میں داخل ہو گیا۔ بیرونی حصے میں دایہ سمیٹال اور دونوں کینڑیں مائی بے آب کی طرح تڑپ رہی تھیں۔ ان کے چہرے بھیاک ہو گئے تھے اور بدن بے حال ہو رہے تھے۔ ہاتھ پاؤں مڑ گئے تھے۔

”کیا ہو گیا۔“ جمہیں کیا ہو گیا؟“ روزال ایک کینڑے کے پاس بیٹھ کر بولا۔ کینڑے کا چہرہ اتنا بھیاک ہو گیا تھا کہ اس پر نظر نہیں جمائی جاسکتی تھی۔ پھر اس کے بدن نے آخری جھٹکایا اور وہ سرد ہو گئی۔ ”سمیٹال.....“ سمیٹال..... روزال بوڑھی دایہ کی طرف بڑھا لیکن اب وہ بھی آخری سانس لے رہی تھی۔ روزال غار کے دہانے کی طرف جھپٹا، تاکہ میان کو اس سانچے کی خبر دے لیکن میان دہانے میں پُرسکون کھڑا ہوا تھا۔ ”آقا یہ..... یہ تینوں.....“

”ختم ہو گئیں؟“ میان نے آہستہ سے پوچھا۔

”ہاں۔ یہ تڑپ تڑپ کر مری ہیں۔“

”نئی چھکی کا زہر اتنا ہی تیز ہوتا ہے۔“

”نہن..... نئی چھکی کا زہر؟“

”سکاک کے پتوں میں رکھا ہوا گوشت زہریلا تھا۔“ میان نے جواب دیا۔

”آقا میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔“ روزال پریشان لہجے میں بولا۔

”ایک ایک کر کے ان تینوں لاشوں کو اٹھاؤ اور سوکھے کنویں میں ڈال دو۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔“ میان دہاں سے باہر کی طرف مڑ گیا۔

روزال حیرت سے دیوانہ ہوا جا رہا تھا لیکن اس نے کبھی میان کے حکم سے سر تابی نہیں کی تھی۔ ایک جوان کینڑی وزنی لاش شانے پر ڈال کر وہ باہر نکل گیا۔ سوکھا کنواں عقابوں کے قبیلے کا قبرستان تھا۔ مرنے والوں کو اسی میں پھینک دیا جاتا تھا۔ کہا جاتا تھا کہ اس کنویں کی گہرائی زمین کے آخری طبق تک تھی اور اس میں کبھی کسی لاش کے گرنے کی آواز نہیں سنائی دی نہ اس میں سڑنے والی لاشوں کی بدبو اور پچھی تھی۔ وہ سینکڑوں لاشوں کو ننگے کے باوجود اتنا ہی خالی تھا۔

روزال لاشیں ڈھونڈتا رہا۔ آخر میں بوڑھی سمیٹال کی لاش کنویں میں ڈال کر وہ لڑکھڑاتا ہوا واپس میان کے پاس آ گیا۔ جیسی طرح خاموش بیٹھا ہوا تھا۔

”کچھ دن اور رات نہایت مشقت کے ہوتے ہیں روزال، مجھے علم ہے، تمہارا علم ہے، تمہارا علم ہے، لیکن تک مسلسل گھوڑے کا سفر، اور اس کے بعد یہ سب کچھ۔ تم بری طرح تھک گئے ہو گے لیکن

مجبوری ہے۔ ابھی تمہیں ایک آخری کام اور کرنا ہے۔“

”میں بالکل نہیں تھکا آقا لیکن میرا دماغ میرا ساتھ چھوڑ رہا ہے۔ سنبھال اور کینڑوں کو نبلی

چھپکلی کا زہر کس نے دیا۔“

”میں نے۔ ان کے لئے خوراک میں ہی لایا تھا۔“

”کیوں آقا.....!“

”کیونکہ وہی میری رسوائی کی رازدار تھیں۔“

”رسوائی؟“

”ہاں روزال! وہ جانتی تھیں کہ پانچویں بار بھی میرے ہاں بیٹی ہی پیدا ہوئی ہے۔“

”بیٹی.....“ روزال آہستہ سے بولا۔

”قاصدوں کو کچھ علم نہیں ہے۔ ورنہ ہمیں دوزندگیاں اور لینا پڑتیں لیکن یہ تینوں حقیقت

جانتی تھیں۔ شہ بدان نے ہمیں جھوٹی خبر بھجوائی تھی۔“

روزال کا ذہن چکراتا رہا۔ اب بہت کچھ اس کی سمجھ میں آ رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے

کہا۔ ”کیا نومولود زندہ ہے آقا.....؟“

”ہاں وہ زندہ ہے لیکن۔“ میان نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا، لیکن اس ادھورے جملے نے

روزال کو بہت کچھ سمجھا دیا۔

”نہیں آقا نہیں۔ روشنی والے نے یہی بہتر سمجھا، کائنات میں آنے والا وجود معصوم ہے

اسے زندگی کی سانس لینے دے۔ جہاں چار ہیں وہاں اس کی پرورش بھی ہو جائے گی۔“

”چار زخم بہت ہیں ہمارے سینے کی وسعتوں کے لئے۔ اس کے بعد کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔

اس نئے زخم کو سجانے کے لئے ہم جگہ کہاں سے لائیں روزال۔“

”رحم آقا۔ رحم کرو اس معصوم پر۔“

”تو نے شہ بدان کے ہونٹوں پر وہ مسکراہٹ نہیں دیکھی روزال، جو فتح کی مسکراہٹ ہوتی

ہے۔ وہ ہمیں چار بار شکست دے چکی ہے لیکن اس بار..... ہم اسے ہٹانا چاہتے ہیں کہ ہم ہر طرح

فتح حاصل کر سکتے ہیں۔“

”وہ عورت ہے آقا۔ جو ہر حال میں رعایا ہوتی ہے۔ وہ مسکراہٹ کم عقلی کی ہوتی ہے۔ فیصلے

تو روشنی والا کرتا ہے۔“

”اس بار اس کا فیصلہ بھی ہم نے قبول نہیں کیا ہے روزال۔ ہم اس راز کو چھپانے کے لئے

تین زندگیاں فحش کر چکے ہیں۔ اس سے تو سمجھ سکتا ہے کہ ہم نے آخری فیصلہ کیا ہے۔ بہت غور

کر کے یہ فیصلہ کیا ہے ہم نے روزال۔ صبح ہمارے بھائی آئیں گے ہم سے اظہار ہمدردی کریں گے

لیکن ہنس کر یہ تو نہ کہہ سکیں گے کہ آہ، تیرے ہاں ایک اور لڑکی کا اضافہ ہو گیا میان۔“

روزال دیر تک خاموش رہا۔ میان کا فیصلہ اسے آخری فیصلہ ہی لگا۔ اب کچھ کہنا بیکار تھا۔

کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔ ”میرے لئے کیا حکم ہے مالک؟“

”آسان تو یوں ہو تا کہ ان تین لاشوں کے ساتھ چوتھی لاش بھی سوکھے کنویں کی نذر ہو جاتی

لیکن وہ زندہ ہے۔ اسے اپنے ہاتھوں سے موت دینا نہ ہمارے بس میں ہے اور نہ ہم کسی اور سے

کام کر سکتے ہیں۔ اسے لے کر دریائے نگانہ چلا جا اور لہروں کے سپرد کر دے۔ یہ تیرا آخری کام

ہے۔“

”رحم کی کوئی گنجائش نہیں ہے آقا۔“

”ہمارے اس حکم کے بعد تیرا ہم سے کچھ کہنے کا حق بھی ختم ہو جاتا ہے۔“

روزال پھر خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔ ”آقا مجھے کیا کرنا ہے؟“

”اندراجا اسے اٹھالا.....!“

”میں؟“

”ہاں۔ وہ ہمارا خون ہے ممکن ہے اسے چھوٹے ہوئے ہماری شفقت بیدار ہو جائے۔ تجھے یہ

کام خود کرنا ہے۔“

”میری مالکہ مجھے اس کی اجازت دے گی؟“

”وہ گہری نیند سو رہی ہے۔ ہم نے اس کے لئے کاڑھے میں خواب آور سنوف ملا کر اس کے

گہری نیند سونے کا بندوبست کر دیا تھا۔ جا بہت باتیں ہو گئیں اب دیر نہ کر.....!“

روزال سمجھ چکا تھا کہ میان کے ارادے کو بدنام اب کسی طور ممکن نہیں ہے چنانچہ وہ ست

قدموں سے غار کے اندرونی حصے میں داخل ہو گیا۔ شہ بدان بے سدھ لیٹی ہوئی تھی۔ ننھا وجود ہاتھ

پاؤں مار رہا تھا۔ روزال نے کپڑے میں لپٹے اس نازک وجود کو ہاتھوں میں اٹھالیا۔ اس کی آنکھیں

خون کے آنسو بہا رہی تھیں۔ اس نے ننھی سی بچی کے چہرے کو دیکھنے کی جرأت بھی نہ کی تھی۔ اس

کے گرد اچھی طرح کپڑا لپیٹ کر وہ بھاری قدموں سے باہر نکل آیا۔ میان کہیں اور چلا گیا تھا۔

چنانچہ وہ اسے نظر نہ آیا۔ ہاں دونوں گھوڑے موجود تھے۔ روزال اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر

تاریکیوں کی آغوش میں سفر کرنے لگا۔

○.....☆.....○

دونوں قاصد کوہ بخت کے پاس پہنچ گئے۔ کوہ بخت میان لائی کا سب سے بڑا بھائی تھا۔ پڑوسی

علاقے میں خوبانیوں اور اخروٹ کے باغات کا مالک اور پہاڑوں میں اس کی تجارت خوب چلتی تھی

یہاں سکون یا کرنسی کا رواج نہیں تھا مال کے بدلے مال کی تجارت کا نظام رائج تھا لیکن یہ کام بخوبی

ہوتا تھا۔ اشیاء مصنوعات بھی بنائی جاتی تھیں۔ ان کا مکمل توازن تھا۔ ہر چیز کے اوزان مقرر تھے۔

فطرت میں وحشت کی بہتات کے باوجود پہاڑوں کے قانون بھی بنے ہوئے تھے لیکن طاقت کی

حکمرانی ہر شے پر مسلط تھی۔ اگر طاقت کی برتری ثابت کر دی جائے تو ہر قانون پس پشت چلا جاتا

تھا۔

قاصدوں نے کوہ بخت کی تکریم کے بعد میان لائی کا پیغام کوہ بخت کو دیا۔ ”روشنی والے نے

آقا کو بیٹے سے نوازا لیکن ان کی خوشیاں قائم نہ رہ سکیں۔“

”کیوں..... کیا ہوا؟“ کوہ بخت نے پوچھا۔

”پیدائش کے کچھ دیر بعد وہ مر گیا؟“

”آہ..... اس کا افسوس ہوا، میرا بھائی بہت افسردہ ہو گا۔“

”ہم سب غمزدہ ہیں۔“

”کیا تم نے یہ خبر میرے دوسرے بھائیوں کو دی؟“
”نہیں..... آپ سے آغاز کیا ہے کیونکہ آپ سب سے بڑے ہیں۔“ قاصدوں نے جواب

دیا۔

”ہوں..... تم یوں کرو، واپس عقابوں میں جاؤ، میان سے کہو کہ میں اس کے غم میں برابر کا شریک ہوں۔ دوسرے بھائیوں کو میں خود اطلاع دیکر ان کے ساتھ آتا ہوں۔“
”جو حکم آقا۔“ قاصدوں نے جواب دیا اور وہیں سے واپس چلے گئے۔ تب کہ وہ بخت نے اپنی بیوی دل راز سے کہا۔

”میان لالائی کے قاصد ایک افسوس ناک خبر لائے تھے اس کے ہاں مردہ بیٹا پیدا ہوا ہے۔“
”روشنی والا برائی کا بدلہ بہتر کبھی نہیں دیتا۔ میان نے خود سے کمزور شخص کو کبھی معاف نہیں کیا۔ اس نے عقابوں کا علاقہ طاقت سے نہیں چالاکی سے حاصل کیا تھا اور سارنہ کو دوست بن کر ڈسا تھا۔ سارنہ کی آپس بے اثر نہ ہوں گی۔ میان کبھی عقابوں کو وارث نہیں دے سکے گا۔“
”کم عقل عورت، عقل بھی تو طاقت ہوتی ہے۔ بلکہ کبھی کبھی یہ بدن کی طاقت پر بھی حاوی ہو جاتی ہے اور نہ میں نے تجھے یہ خبر اس لئے دی ہے کہ تو دل کا غبار نکالے۔ میں تجھے بتانے آیا ہوں کہ میں دوسرے بھائیوں کو ساتھ لیکر میان لالائی کے غم میں شرکت کرنے جا رہا ہوں۔“
”مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے، ہاں اگر تم اسے زندہ بیٹے کی مبارکباد دینے جا رہے ہوتے تو مجھے غم نہ ہوتا۔“

”عورت سے زیادہ کینہ پرور اور حاسد مخلوق شاید روئے زمین پر دوسری کوئی نہ ہو۔“ کوہ بخت نے گہری سانس لیکر گردن ہلا کر کہا اور اپنے کوسے سے باہر نکل آیا۔

○.....☆.....○

شہ بدان جاگ گئی۔ پھاڑوں کی تحقیق تھی اس سے قبل بھی چار بیٹیوں کو جنم دے چکی تھی۔ بیٹے کی آرزو اسے بھی تھی لیکن اولاد روشنی والے کا حکم ہوتی ہے۔ اسے پانچویں بیٹی کا بھی کوئی افسوس نہیں تھا۔ پہلی چار بیٹیاں اس کی آنکھوں کا تارا تھیں اور پیاری پیاری باتیں کر کے اس کا دل بھلاتی تھیں۔ لیکن میان سے اس کا جی آج تک نہیں ملا تھا۔ میان کی صورت دیکھ کر اسے ہمیشہ سالازور یاد آ جاتا تھا اور بارسری کی مغموم باتیں اس کے دل میں ہو کر پیدا کرنے لگتی تھیں۔ اسے میان کے غم و خوشی سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ لیکن اپنے دل میں جاگزیں اس احساس کو اس نے کبھی بیٹیوں کو منتقل نہیں کیا تھا۔ میان ویسے بھی بیٹیوں سے زیادہ رجوع نہیں ہوتا تھا لیکن شہ بدان جانتی تھی کہ وہ اپنی اولاد کے سرکار درخت ہے اور انہیں اسی کے سائے میں پروان چڑھ کر عزت اور تحفظ مل سکتا ہے اس لئے اس نے کبھی بیٹیوں اور باپ کے درمیان خلا نہ پیدا ہونے دیا تھا۔ وہ میان کی زندگی کی خواہاں تھی اور اس نے سچ کہا تھا میان سے کہ یہ بھلا اطلاع سمورا کے جنگلات میں اسی لیے بھیجی گئی تھی کہ وہ غم کا شکار ہو کر کوئی نقصان نہ اٹھائے۔ لیکن میان کے تصور اسے بہتر نہیں نظر آئے تھے۔ اس بار وہ بیٹی کو برداشت نہ کر پا رہا تھا اور شہ بدان تشویش کا شکار ہو گئی تھی۔ میان کے جانے کے بعد اس نے بیٹی کو پیار سے دیکھا۔ ماں آنکھوں میں متا کے سائے رقصاں تھے، میان کے طرز عمل کا بھی خیال تھا اس کے الفاظ بھی

تھے، شہ بدان کی زبان سے نکلا۔

”روشنی والا تجھے اپنے تحفظ میں رکھے اس کائنات میں تجھے وہ بلندیاں عطا کرے جس کا تصور بھی محال ہو، تیرے باپ نے تجھ سے شفقت کا سایہ بھی اٹھالیا ہے، میں دعا کرتی ہوں کہ تیری یہ بے سایہ زندگی اس طرح گزرے کہ لوگ تجھ پر رشک کریں میری بیٹی کبھی وقت سے بدل نہ ہوا، کبھی کسی محرومی پر آنسو نہ بہانا۔ میان کے تیور اچھے نہیں ہیں، لیکن میں تجھے روشنی والے کی پناہ میں دیتی ہوں، شہ بدان کی آنکھوں کی کوریں بھیگ گئی تھیں، اور اس کے بعد اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں، پھر دایہ مینال اس کیلئے کاڑھا لائی تو شہ بدان نے اس رسم کو پورا کرتے ہوئے سوچا کہ وہ سکتا ہے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ میان کے دل کے گوشے نرم ہو جائیں۔ ویسے تو ان چار بیٹیوں کو بھی میان نے کبھی بہت زیادہ شفقت نہیں عطا کی تھی لیکن کسی مشکل کا شکار بھی نہیں تھیں وہ، بس سرداری بیٹیوں کی مانند وقت گزار رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ وہ اس نئی بیٹی کو بھی قبول کر لے گا۔ کاڑھا پینے کے بعد اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ بدن کو ہمیشہ ہی کی طرح توانائی کا احساس ہو رہا تھا۔ لیکن اس طرح وہ پہلے کبھی بے خبر نہیں ہوئی تھی، ایسی سوئی کہ ساری رات ہی گزر گئی اور بیٹی کی جانب کوئی توجہ نہ ہو سکی۔ اسے اچانک ہی اس گہری نیند کا احساس ہوا تھا اور اس کی نگاہیں بے اختیار بیٹی کی جانب اٹھ گئی تھیں۔

یہ اندازہ تو اسے ایک لمحے میں ہو گیا تھا کہ رات گزر چکی ہے اور چمکدار دن نکل آیا ہے، پتہ نہیں رات کو کہیں بیٹی کو کوئی تکلیف نہ ہوئی ہو، حالانکہ دایہ مینال اور کنیزیں موجود تھیں۔ لیکن پھر بھی ایک ماں کی کمی کوئی اور نہیں پوری کر سکتا۔ بیٹی کی جگہ خالی تھی اور وہاں موجود نہیں تھی۔ حالانکہ تشویش کی کوئی بات نہیں تھی۔ کنیزوں کی ذمہ داری تھی کہ بیٹی کو سنبھالے رکھیں۔ پھر بھی ماں کی بے قراری سکون نہ پاسکی اور اس نے مینال کو زور زور سے آوازیں دیں۔ کنیزوں کو پکارا اس کا خیال تھا کہ بیٹی کو وہ باہر لے گئی ہیں۔ غاروں میں ایک عجیب سی خاموشی طاری تھی اس کی بات کا جواب نہیں ملا تھا چنانچہ وہ سہارا لیکر اٹھ گئی اور ان لوگوں کو آوازیں دیتی ہوئی غار کے دہانے سے باہر نکل آئی۔ عجیب و غریب خاموشی طاری تھی۔ کہیں کوئی آواز ہی نہیں سنائی دیتی تھی۔ اس نے حیران ہو کر غار کے آخری دہانے سے بھی قدم باہر نکال لئے۔ بہت فاصلے پر چٹان کی آڑ میں گھوٹوں کے تنھوں سے خارج ہونے والی سرسراہٹ سنائی دے رہی تھی۔ شہ بدان چکراتی ہوئی اس جانب بڑھ گئی۔ دایہ مینال اور کنیزیں اگر بیٹی کو اٹھا کر بھی لائی ہیں تو غاروں سے باہر کیوں لے گئیں اس نے چیخ کر آواز دی۔

”یہاں کوئی ہے، میں کب سے تمہیں آوازیں دے رہی ہوں کسی کے کانوں پر جوں نہیں

رہتی۔“

ایک بڑے ٹیلے کے عقب سے تین آدمی دوڑتے ہوئے آئے اور شہ بدان کو دیکھ کر ششدر رہ گئے۔

”کہاں مر گئے سب کے سب، بیٹی کہاں ہے، کنیزیں کہاں ہیں، دایہ مینال کہاں ہے، کہاں چلے گئے یہ سب۔“

پھر سرداروں نے حیرانی سے ایک دوسرے کی صورت دیکھی، ان کے چہروں پر عجیب سے

جنت نے کہا۔ ”تو جواں مرد ہے میان اور وقت تیرا تابع ہے۔ روشنی والا تجھے اور بیٹا عطا کرے گا۔“

”بچے کی لاش کہاں ہے؟“ سلام بولا۔

”میں نے اسے سوکھے کنویں کی نذر کر دیا۔“ میان نے جواب دیا۔

”ہمارے آنے سے پہلے؟“

”اس سے بدبو اٹھنے لگی تھی۔ اور میری بیوی کی حالت بہتر نہیں تھی۔“

”ہاں اس کا غم حقیقت ہے۔“ کوہ بخت نے کہا۔

”لیکن یہ جلد بازی بہتر نہ تھی۔ اسے سیام کے پتوں میں محفوظ کیا جاسکتا تھا۔ کم از کم رموں کا خیال تو رکھا جاتا۔“ میان کے دوسرے بھائی نے کہا۔

”میان ہمیشہ وہ کرتا ہے جس سے دوسروں کو اپنی بے وقعتی کا احساس ہو۔“ تیسرے بھائی نے کہا۔

”پھر ہمیں خبر دینے کی کیا ضرورت تھی.....“ چوتھے بھائی نے کہا۔

”اس نے جو کچھ کیا اپنے قبیلے میں کیا۔ اسے اس کا حق حاصل ہے۔ ہمیں اس کے غم میں شریک ہونا تھا سو ہم آگے۔ اب ان باتوں سے کیا حاصل؟“ کوہ بخت نے صلج جونی کا انداز اختیار کیا۔

”مگر رسمیں تو یکساں ہوتی ہیں۔ اگر قبیلے کے حکمران کی حیثیت سے برتری کا اظہار کرنا ہی تھا تو پھر ہمیں خبر کرانے کی کیا ضرورت تھی۔“ تیسرے بھائی نے بدستور اس طرز عمل پر ناک بھوں چڑھاتے ہوئے کہا۔ میان ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”میں بتا چکا ہوں کہ شہ بدان کی حالت بہتر نہیں تھی۔ بیٹے کی موت پر وہ شدید غم و اندوہ کا شکار ہو گئی تھی اور اگر اس کی لاش زیادہ دیر تک شہ بدان کے سامنے رہتی تو اس پر اور برے اثرات مرتب ہوتے۔ میں نے صرف اس خیال کے تحت اسے آخری منزل تک پہنچا دیا۔“

”چلو ٹھیک ہے، یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس پر ہم بہت زیادہ متبرہ کر کے میان لائی کو اور زیادہ غم کا شکار کریں۔ میرے بھائی میں تیرے غم کا شریک ہوں اور میری دعائیں تیرے ساتھ ہیں کہ روشنی والا تجھے اس بیٹے کا قہم البدل عطا کرے۔“

ابھی یہ گفتگو کو بتے کے سامنے ہو رہی تھی اور عقابوں کی بستی والے جگہ جگہ ٹولیاں بنائے کھڑے اظہار غم کر رہے تھے کہ بیہوشی راستے سے ایک گھڑ سوار داخل ہوا اور عقابوں نے حیرانی سے اسے دیکھا، اپنی مالکہ شہ بدان کو ان میں سے ہر ایک پہچانتا تھا اور اسے گھوڑے کی نگلی پشت پر راسیں پکڑے آتے دیکھ کر ان سب کے سامنے پہنچ گئی، اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ چہرہ شدت غم سے مسخ ہو رہا تھا، اس نے زور دے کر آواز میں کہا۔

”کہاں ہے میری بچی، میری بچی کہاں ہے، کہاں لے جایا گیا ہے میری بچی کو۔“ میان میری بچی کہاں ہے؟“

میان کے بدن کا لہو خشک ہو گیا تھا، شہ بدان کو اس عالم میں دیکھ کر وہ شدت حیرت سے گنگ

تاثرات نمودار ہوئے، شہ بدان غرائی۔

”کیا تم لوگ زبان سے محروم ہو گئے ہو۔ میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے۔“

”نیکہ یہاں کوئی نہیں ہے نہ دایہ سمیٹال ہے نہ کنیریں بس ہم پہرہ دے رہے ہیں۔“

”کیا جکتے ہو، پاگل ہو گئے ہو تم لوگ داغ خراب ہو گیا ہے کیا..... بچی کہاں ہے۔“

پہرہ داروں نے پھر ایک دوسرے کی صورت دیکھی اور اس کے بعد ان میں سے ایک نے کہا۔ ”ہم کسی بچی کے بارے میں کچھ نہیں جانتے مالکہ، بس اتنا جانتے ہیں کہ آقا بستی واپس چلے گئے ہیں اور یہاں ان غاروں میں کوئی نہیں ہے، صرف ہمارا پہرہ ہے یہاں، ہمیں کسی بچی کے بارے میں کچھ نہیں معلوم، بس اتنا معلوم ہے ہمیں کہ عقابوں کی تقدیر ایک بار پھر تاریکیوں میں جاسوئی ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو روشنی والا عقابوں کو وارث دیکر اسے واپس نہ بلا لیتا۔“

”یا تو میں پاگل ہو گئی ہوں یا تم سب دیوانے۔ ارے احمقوں کون سے وارث کی بات کر رہے ہو اور یہ سب کی سب کہاں مر گئیں۔ آہ کیسے کوئی ایسی بات تو نہیں ہو گئی، آہ روشنی والا رحم کرے ضرور کچھ ہو گیا ہے۔ میرے خدشات درست تھے۔ لیکن سمیٹال اور کنیریں۔ سنو، پہرے دارو سنو، تمہیں ہمیں اسی غار پر بدستور پہرہ دینا ہے۔ اگر کوئی تبدیلی رونما ہو اگر کنیریں میری بچی کو لے کر واپس آجائیں تو خبردار احتیاط سے اسے بستی تک پہنچا دینا اگر کوئی مجھے پوچھے تو تم اتنا ہی بتاؤ گے کہ میں بستی مٹی ہوں۔ روشنی والے مجھ پر رحم کر، میری بچی پر رحم کر، شہ بدان ایک گھوڑے کی جانب بڑھ گئی اور اس کی راسیں کھولنے لگی۔ ایک پہرے دار نے ادب سے کہا۔ ”مالکہ آپ کا گھوڑے پر سفر کرنا نامناسب نہیں ہوگا۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم میں سے ایک بستی کی جانب دوڑ جائے اور آپ کو یہاں سے بستی تک لے جانے کا بندوبست کر کے واپس آجائے۔“

”بکواس مت کرو میرا دل کہہ رہا ہے کہ کچھ ہو گیا ہے۔ آہ ضرور کچھ ہو گیا ہے۔ روشنی والے رحم..... رحم“

شہ بدان گھوڑے کی نگلی پشت پر سوار ہو گئی۔ پہرے دار بھلا اسے روکنے کی جرات کر سکتے تھے اس نے آہستہ آہستہ گھوڑے کا رخ بستی کی جانب کر دیا۔ بدن کانپ رہا تھا۔ وجود لرز رہا تھا اور وہ دل میں ہزاروں دوسوے لئے عقابوں کی بستی کی جانب جاری تھی۔ اپنی حالت کے پیش نظر پہلے اس نے گھوڑے کی رفتار سست رکھی لیکن پھر جب بچی کا خیال دل میں آیا تو اپنے آپ کو بھولا کر اس نے ایک ماہر شہسوار کی مانند گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

○.....☆.....○

میان لائی کے پانچوں بھائی ایک ساتھ ہی عقابوں کے مسکن پہنچے تھے۔ کوہ بخت سب سے زیادہ افسردہ تھا وہ سب کی رہنمائی کر رہا تھا۔ سب الگ الگ مزاج کے مالک تھے۔ ان میں سے کچھ میان کے لئے افسردہ تھے اور کچھ دنیا داری نبھار رہے تھے۔ میان نے ان کا استقبال کیا کوہ بخت نے کیمرے درخت کی سوکھی نشی میان کو پیش کی جسے رواج کے مطابق پہلے سے کوئٹے کے سامنے بنائے ہوئے چھوٹے سے گڑھے میں لگا دیا گیا۔ کوہ بخت نے سب سے پہلے اور اس کے بعد کیے بعد دیگرے ان کے بھائیوں نے اس سوکھی نشی کو پانی دیا۔ سوکھی نشی اس غم کا اظہار تھی جو عقابوں کے وارث موت کا غم تھا۔ اور اس کی آبیاری کا مطلب تھا کہ روشنی والا اس نشی کو دوبارہ سرسبز کر دے۔

رہ گیا تھا اور پھر اس کے الفاظ نے میان کے بدن کی جان نکال لی تھی۔ شہ بدان ایک ایک کی صورت میں دیکھتی رہی۔ پھر اس نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”کہاں لے آئے تم سب کو میان لائی۔ غار میں نہ تم نے سمنیال کو چھوڑا اور نہ دونوں کینڑوں کو۔ میری بچی بھی وہاں نہیں ہے میں تم سے سوال کرتی ہوں میان میرے معزز بھائیو میرے بچی کہاں ہے، مجھے بتاؤ، کیا سلوک کیا گیا ہے اس کے ساتھ، مجھے کچھ خوف محسوس ہو رہا ہے۔“

کوہ بخت نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”تو یہاں کیسے آگئی شہ بدان۔ اور اس عالم میں گھوڑے کا سفر کر کے تو نے اپنی زندگی کو کیوں خطرے میں ڈالا۔ کہاں سے آ رہی ہے تو مجھے بتا۔ کہاں سے آ رہی ہے تو.....؟“

”بڑے باغا میری بچی غاروں میں نہیں ہے، وہاں دایہ سمنیال اور وہ کینڑیں بھی تھیں۔ وہ بھی نہیں ہیں، پہرے دار عجیب بات کر رہے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ عقابوں کا وارث مرگیا ہے، کونسا وارث، کہاں کی باتیں کر رہے ہیں یہ لوگ۔ میں نے بچی کو جنم دیا ہے اور میری بچی مجھ سے جینن لی گئی ہے، میان لائی مجھے بتا، کیا تو نے مجھ پر ایک اور ظلم ڈھادیا ہے، کہاں ہے میری بچی میان لائی کہاں ہے؟“

کوہ بخت نے حیرانی سے بھائی کی صورت دیکھی اور آہستہ سے بولا۔ ”میان لائی یہ کیا کہہ رہی ہے، کیا تیرے ہاں پانچویں بار بھی بیٹی نے جنم لیا تھا؟“

”میں بتا رہی ہوں بڑے باغا۔ ہاں میں نے پانچویں بچی کو جنم دیا تھا۔ یہ روشنی والے کا حکم تھا۔ بھلا اس میں میرا کیا تصور۔ میان تصور کے جنگلات میں شکار کھیل رہا تھا۔ میں نے صرف اس خیال سے اسے یہ خبر بھجوائی کہ اسے عقابوں کا وارث مل گیا ہے کہ کہیں وہ غمزدہ ہو کر کسی درندے کے ہاتھوں نقصان نہ اٹھا جائے۔ وہ واپس آیا تو اس پر حقیقت کا انکشاف ہوا لیکن یہ تو میں نے اپنے سرپرست کی زندگی کے لئے کیا تھا اس سے آگے میرا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ بڑے باغا میرے بھائیو، میان نے مجھ سے کہا کہ وہ روشنی والے کا یہ فیصلہ قبول نہیں کرے گا وہ پانچویں بچی کا باپ نہیں کہلائے گا، مجھے بتاؤ کیا بچوں کی تخلیق میں انسان کا اپنا ہاتھ ہوتا ہے، یہ تو آسمانوں کے فیصلے ہوتے ہیں، لڑکی ہوئی یا لڑکا یہ روشنی والا بستر سمجھتا ہے۔ اس میں انسانوں کا قصور کہاں ہوتا ہے۔ میری بچی مجھے واپس دیدے میان۔ میں تیری منت کرتی ہوں۔“

میان کے بھائی سیتھانہ نے کہا۔ ”تو نے عجیب کھیل کھیلا ہے۔ میان۔ لیکن اس کی ضرورت تو نہیں تھی۔ پہلے بھی تو تیری چار بیٹیاں ہیں۔ یہ جھوٹ بول کر ہمیں بے وقوف بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ سچ ہے کہ کوہستان میں بیٹیوں کو فوقیت ہے لیکن نر قسمت سے جنم لیتے ہیں۔ بڑے باغا۔ میں تو چلتا ہوں۔ جہاں سچ کا ظلم ہی نہ ہو وہاں دکھ کا کیا اظہار کیا جائے۔“ سیتھانہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر واپس مڑ گیا۔

کوہ بخت نے کہا۔ ”کیا تو اب بھی سچ نہ بولے گا میان۔“ میان کا چہرہ آگ کی طرح دھنکے لگا۔ اس نے غراتے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”میں تمہیں بتا چکا ہوں بڑے باغا۔ بچے کی موت نے شہ بدان کا داغ الٹ دیا ہے۔ یہ ہڈیاں بک رہی ہے۔“

”نہیں..... میں نے بیٹا نہیں، بیٹی کو جنم دیا ہے۔ وہ زندہ ہے۔ تندرست ہے لیکن کہاں

ہے۔ میں نہیں جانتی۔ میری بیٹی مجھے واپس دیدے میان میری بیٹی۔“

میان نے آگے بڑھ کر شہ بدان کے بال پکڑے اور اسے کونے میں ٹھیکٹ کر لے گیا۔ کوہ بخت نے دوسرے بھائیوں سے کہا۔ ”اب یہاں رکنا بیکار ہے۔ واپس چلو!“ اور وہ سب اپنے گھوڑوں کی طرف بڑھ گئے۔

میان کا رواں رواں شدت غضب سے کالب رہا تھا اس کے وجود میں آگ روشن تھی جس راز کو چھپانے کیلئے اس نے تین زندگیاں فنا کر دی تھیں وہ تھوڑی دیر بھی نہیں چھپ سکا تھا اور اسے آشکار کرنے والی بھی وہ تھی جو اصل مجرمہ تھی۔ میان کے دل میں یہی بات بیٹھی ہوئی تھی کہ بیٹی کو جنم دے کر شہ بدان نے اس سے انتقام لیا ہے۔ یہ انتقام وہ مسلسل اس وقت سے لے رہی ہے جب سے میان نے اسے اپنی زندگی میں شامل کیا ہے۔ یہ حقیقت تھی کہ تمام تر خدمت گزاری کے باوجود میان کی لائقہ عنائتوں کے جواب میں بھی شہ بدان کبھی اس کیلئے نہیں مسکرائی تھی۔ اس کی آنکھوں میں میان کیلئے وہ چمک کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی جو کشش اپنے شوہر کو دیکھ کر محبت سے پیدا ہو جاتی ہے۔ میان نے سب کچھ برداشت کر لیا تھا۔ اس نے اپنے طور پر شہ بدان کی ہر بے اعتنائی کو قبول کر لیا تھا لیکن اس وقت تو انتہا ہو گئی تھی اس نے خود کو ہر طرح سے محفوظ کر لیا تھا لیکن یہ نہ سوچا تھا کہ خود شہ بدان اس طرح اسے رسوا کر دیگی اور وہ بھی اس کے ان حریف بھائیوں کے سامنے جو بیٹہ اس بات کے خواہاں رہتے تھے کہ میان کو کہیں نچا دیکھنا پڑے بس یہ ان کی مرشد تھی ان میں سے صرف تین اپنے علاقوں کے سردار تھے باقی دو ابھی اتنی قوت نہیں حاصل کر سکے تھے کہ کسی علاقے کو زیر نگین کر لیں یہاں تو طاقت کا کھیل تھا جس نے اپنے ہم نوا جمع کر لے اور اپنی قوت کا لوہا منوالیا وہی سب سے بڑا، اور ایسا ہوتا رہتا تھا۔ اپنے آپ کو ہر لمحہ مستعد رکھنا پڑتا تھا ورنہ کہیں سے کوئی شوریدہ سرگردن اٹھتا اور علاقے کی سرداری کو لگا کر دیتا پھر یہ فرض ہوتا سردار کا کہ اپنی بقاء کیلئے جنگ کرے۔ لٹکارنے والے کو نیت و تابود کر دے یا خود اپنے منصب سے ہٹ کر اس کی حاکمیت قبول کر لے۔ پہاڑوں میں یہ کھیل اکثر ہوتے رہتے تھے اور اس کیلئے سرداروں کو بہت محتاط رہنا پڑتا تھا۔ اگر کوئی سردار عمر رسیدہ ہو جائے تو وہ اپنا فہم البدل پہلے سے تیار کر لیتا تھا اور اس کی پرورش کرتا تھا پھر جب کبھی کوئی لٹکارنے والا یہ سوچ کر کہ سردار بوڑھا ہو گیا ہے اور اب اس کے بدن میں جنگ کی سکت نہیں ہے کسی قبیلے کے سردار کو لٹکارتا تو سردار اپنے فہم البدل کو سامنے کر دیتا بات وہیں پر آکر ختم ہوتی کہ سردار کا فہم البدل کامیابی حاصل کرتا ہے یا ناکامی.... اور میان دل سے آرزو مند تھا اس بات کا کہ قدرت اسے بیٹے سے نوازے اور وہ اپنے بیٹوں کو اس قابل کر دے کہ اس کی سرداری قائم و دائم رہے لیکن دشمن جاں تو شہ بدان تھی جس نے پانچویں بار بھی میان کو خوش ہونے کا موقع نہیں دیا تھا۔

میان کے دل میں نفرت کے طوفان اُٹھ رہے تھے باہر اس کے بھائی موجود تھے لیکن اس نے ان کی جانب رخ نہ کیا اور شہ بدان کو کوسے میں لا کر زور سے دھکا دے دیا شہ بدان نیم جنوبی کیفیت کا شکار تھی اپنی اس کیفیت اور بے عزتی سے بے نیاز وہ ردود صرف وہی الفاظ دہرا رہی تھی۔

”اگر تو مجھے اپنا مجرم سمجھتا ہے میان تو روشنی والے کی قسم تیرا ہر ظلم سننے کیلئے تیار ہوں لیکن دیکھ میرے جگر کا گھڑا میری بیٹی مجھے واپس کر دے اور اس کے بعد میرے لئے وہ مزا متعین کر

جو تیرے دل کو ٹھنڈا کر دے۔ مجھے زندہ آگ میں جلوا دے یا پتھروں سے کچل کچل کر ہلاک کر دے لیکن اس شکل میں کہ میرے بدن کا ٹکڑا میرے سینے سے لپٹا ہوا ہو میان میرے دل کی آگ بجھا دے اور کچھ نہیں مانگوں گی تجھ سے.....۔“

شہ بدن کی چاروں بیٹیاں کوسے کے ایک گوشے میں سمنی ہوئی کھڑی تھیں۔ ان کی آنکھوں اور چہروں سے خوف جھانک رہا تھا لیکن اس وقت میان رحم سے عاری تھا لاکھوں دوسے اس کے سینے میں موجزن تھے بڑی مشکل سے اس نے حالات کو سنبھالا تھا چند ہی لوگ رازدار تھے جن میں غلام روزال وہ خود اور تیسری شخصیت شہ بدن کی تھی لیکن اب قبیلے کا بچہ بچہ یہ جان چکا تھا کہ عقابوں کے سردار نے سارے قبیلے سے جھوٹ بولا تھا وہ کبھی اپنا وارث نہیں پیدا کر سکتا اور اس میں ناکام ہو کر اس نے ایک گندا کھیل کھیلنا بیٹی کو بیٹا مشہور کیا اور کہہ دیا کہ پیدا انش کے بعد وہ مر گیا سب ہی کو بے وقوف بنایا یہ ایک سردار کو زیب نہیں دیتا میان سوچ رہا تھا کہ لوگ اس سے سوال کریں گے تو وہ کیا جواب دے گا پھر دایہ سمنیاں اور کنیزوں کا قتل۔ کہیں یوں نہ ہو کہ خود عقابوں کا قبیلہ اس کا دشمن بن جائے اور اسے اپنا سردار تسلیم کرنے سے انکار کر دے بڑی مشکل پیش آگئی تھی اسے اور اس مشکل کا محرک اس کی بیوی شہ بدن تھی شہ بدن کو کوسے کے اندر دھکیل کر وہ باہر نکل آیا تاکہ اپنے بھائیوں سے کچھ کہہ سکے حالانکہ کسے کیلئے کچھ نہ تھا شرمندگی سے گردن جھکانے کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا لیکن باہر نکل کر اس نے دیکھا کہ سارے ہی بھائی جاچکے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے قبیلے کیلئے میان کی دلچسپ داستان لے کر جائے گا اور پہاڑوں والے اس پر لعنت ملامت کریں گے باہر مجمع جمع تھا بوڑھے سولانوں نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”جو کچھ سنا ہے کیا وہ سچ ہے میان.....؟“

”تم سب لوگ میری نگاہوں سے اتنی دور چلے جاؤ کہ مجھے تم میں سے کسی کی صورت نظر نہ آئے یہی تمہاری زندگی کیلئے بہتر ہے ورنہ میں دونوں ہاتھوں میں کھڑا رہے لے کر باہر نکلوں گا اور ہر نظر آنے والے کے دو ٹکڑے کر دوں گا.... جاؤ۔“ میان غرایا۔

سولانوں نے عجیب سی نگاہوں سے میان کو دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔ ”جن پر تو سرداری کر رہا ہے میان، ان کے ساتھ یہ سلوک بہتر تو نہیں..... ہم تیری بات مانتے ہوئے جارہے ہیں لیکن یہ ضروری ہے کہ تو ہمیں مطمئن کر.....۔“

سولانوں نے سب کو اپنی کا اشارہ کیا اور کوسے کے سامنے کا حصہ خالی ہو گیا۔ میان غصے سے لڑتا ہوا اندر داخل ہوا۔ شہ بدن اب بھی ہولے ہولے رو رہی تھی اور اس کی چاروں بیٹیاں اسے دلاس دے رہی تھیں میان نے شہ بدن کو گھورتے ہوئے کہا۔

”اور آج یقینی طور پر تیرے محبوب سالازور کی روح خوش ہوگی کہ وفادار پرست محبوبہ نے اس شوہر کو سرعام رسوا کر دیا جس نے محبوب کی زندگی جھینپی تھی واہ شہ بدن واہ بے شک تو ایک وفادار محبوبہ ہے اور تو نے کبھی سالازور کی روح کو خوش کرنے سے گریز نہ کیا رشک آتا ہے سالازور کی تقدیر پر.....۔ مرنے کے بعد بھی اسے بت بڑا مقام حاصل ہے واقعی اس کی عظمت بے مثال ہے۔“

”مجھے کچھ بھی کہہ لے میان جس کو دل چاہے میرے نام سے منسوب کر دے لیکن بس ایک بات مان لے میری، میری جگر گوشہ مجھے واپس کر دے آہ یہ نہ کہنا کہ تو نے اسے زندہ درگور کر دیا.....

آہ یہ نہ کہنا کہ وہ بھی ہزاروں سزئی ہوئی لاشوں کے ساتھ سوکھے کنویں میں پھینک دی گئی ہے میان ایسا بھی نہ کہتا تجھے روشنی والے کی قسم کبھی ایسا نہ کہنا معصوم بچی نے آنکھیں کھول کر ابھی کچھ نہیں دیکھا سزئی ہوئی لاشوں کی بدبو اسے ایک لمحہ بھی نہیں چھینے دہلی۔ میان وہ سم کر روئے گی اور اس کے بعد دم گھٹنے سے مرجائے گی تا دے تو نے ایسا تو نہیں کیا۔ بول دے میان، مجھے جواب دیدے۔“

شہ بدن کا انداز چٹانوں کو پگھلا دینے والا تھا اس کی رقت بھری آواز دلوں کو پانی پانی کر دینے والی تھی لیکن اس وقت میان انسانی روپ میں نہیں تھا اس کا دل و دماغ اس سے باغی ہو چکا تھا اس کے اندر شیطان حلول کر گیا تھا اس نے کہا۔

”اور تو نے جو کچھ کہا ہے شہ بدن، اس کے بعد بھی اگر میں تیری صورت دیکھتا رہوں تجھے اپنی بیوی کے طور پر قبول کرتا رہوں تو میں سمجھتا ہوں پہاڑوں میں مجھ سے زیادہ بے غیرت انسان اور کوئی نہیں ہو گا ہاں میں نے اپنے دل پر سالازور کا زخم ہمیشہ برداشت کیا ہے لیکن اب جب تو نے مجھے برسرعام رسوا کر دیا تو میرے اور تیرے درمیان وہ تمام رشتے ختم ہو گئے جن کے تحت میں تجھ سے رعایت کرتا رہا آہ کاش تو میرا کوئی ایسا دشمن ہوتی جس سے میں جنگ کر سکتا تیرے وجود کو پاش پاش کر کے میں اپنے دل کو ٹھنڈا کر لیتا لیکن مجبوری ہے جو آگ تو نے میرے دل کو لگا دی ہے میں نہیں جانتا کب تک میں اس میں سلتا رہوں گا شہ بدن اب اس کے بعد عقابوں کے مسکن میں تیری گزر بسر محال ہے تیرا میاں رہنا اب ناممکن ہے جا اپنے قبیلے میں چلی جا اپنے باپ سے فرمائش کر کہ تجھے سالازور کی یادگار بنانے کی اجازت دیدے اس یادگار کے گرد ایک احاطہ بھی بنالیتا اور اس میں اپنا اور اپنی بیٹیوں کے رہنے کا بندوبست کر لیتا بیٹیوں کو بتا دینا کہ وہ میان لائی کی بیٹیاں نہیں بلکہ ان کا باپ سالازور ہے شہ بدن تو غاروں سے گھوڑوں پر سفر کرتی ہوئی یہاں تک آئی ہے اور اب اسی گھوڑے پر یہاں سے جائے گی میں تیرے لئے انتظامات کئے دیتا ہوں۔“

”بہت بڑی باتیں کر رہا ہے تو میان، گالیوں کا کوئی تصور اس کے بعد باقی نہیں رہتا جو تو مجھے اور میری بیٹیوں کو دے چکا ہے سن میان تو نے مجھے بزور قوت حاصل کیا ہے سچ یہ ہے کہ میرے اور تیرے دل کا سودا کبھی نہیں ہو سکا لیکن میں نے تیری بیوی بننے کے بعد تیری خدمت گزاری میں کوئی کسر نہیں چھوڑی میں ہمیشہ تجھ سے وفادار رہی ہوں جو بات ہو گئی سو ہو گئی جو اس کائنات میں نہیں، سو نہیں لیکن تیرا جرم تیرے دل میں موجود ہے اور گالیاں دے لے مجھے۔ قبیلوں کی بیٹیاں جب اپنے باپ کے گھر سے نکل کر اپنے شوہر کے گھر میں آجاتی ہیں تو پھر وہ باپ کے قبیلے میں واپس نہیں جاتیں مجھے صرف اتنا بتا دے کہ میرا کیا تصور ہے اور اس کا کیا تصور ہے جسے تو نے کم کر دیا ہے روجوں کو اس کائنات میں روشنی والا سمجھتا ہے اور وہی بہتر سمجھتا ہے کہ کون نہ ہو اور کون بھو۔ انسانوں اور جانوروں کیلئے اس کا عمل یکساں ہے کیونکہ سب اسی کی تخلیق ہیں میں اپنے قبیلے میں کبھی واپس نہیں جاؤں گی سالازور کا نام تو تو بیکار ہی لیتا ہے اب اس کا اس کائنات میں کیا وجود۔ میرے لئے کوئی ایسی جگہ منتخب کر دے جہاں میرے جسم سے مس ہو کر چلنے والی ہوائیں بھی تجھے نہ چھو سکیں لیکن یہ نہ کہو کر رہا ہے۔ یہ بچیاں تیرے نام کے تحفظ کے ساتھ عزت سے جی سکتی ہیں ورنہ تو خود غور کر کوئی بھی انہیں لاوارث سمجھ کر ان پر مظالم ڈھا سکتا ہے۔ کیا تیرا ضمیر یہ برداشت

کر سکے گا کہ تیرا خون اس طرح دوسروں کے رحم و کرم پر جا پڑے میں اپنے باپ کے قبیلے میں کبھی واپس نہیں جاؤنگی انہیں اپنا تحفظ عطا کر دے اگر تو مجھ سے چھکارا چاہتا ہی ہے تو کوئی گوشہ منتخب کر دے میرے لئے میں فریاد بھی نہیں کرونگی۔“

”میں تیرے تصور تک کو اپنے ذہن سے مٹا دینے کا خواہشمند ہوں شہ بدان تجھے عقابوں کے مسکن سے نکالنے کے بعد میں اپنی زندگی کی سب سے بڑی کوشش بھی کروں گا کہ ماضی کے وہ دن مجھے کبھی یاد نہ آئیں جو تیرے ساتھ گزرے، ان لڑکیوں سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے، میں ان سب سے رابطے توڑ چکا ہوں اور یہ تو اچھا ہو گا میرے دل کی تسکین کے لئے کہ تو در بدر ٹھوکریں کھاتی رہے اور ہر پہی کی کپڑاؤں پر تیرے ہونٹوں پر پھیلی ہوئی مسکراہٹ تیرے ہی ہونٹوں پر زخم بن جائے۔ تجھے اپنی اس کمزور مسکراہٹ کا احساس ہو جو میرے سینے میں خنجر کی طرح اتر جاتی تھی۔ فوراً تیار ہو جا، یہاں سے جو کچھ لینا چاہتی ہے لے لے اور اس کے بعد اپنے اس ناپاک وجود کو عقابوں کی سرحد سے نکال لے جا۔ بس اس سے زیادہ میں تیرے لئے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ اور اگر تو نے اس پر بھی ضد کی تو روشنی والے کی قسم میں تمہارا بچوں کے ہاتھ پاؤں بندھوا کر، تمہیں گھوڑوں پر لدوا کر گھوڑوں کے چابک رسید کر دوں گا اس کے بعد اپنی زندگی اور موت کی ذمہ دار تم خود ہوگی۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے اور عقابوں کا سردار اس فیصلے میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔“

شہ بدان کی آنکھوں کے آنسو خشک ہو گئے، وہ کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے کہا۔ ”جب تو ہمیں نکال ہی رہا ہے تو میری پانچویں بیٹی بھی میرے حوالے کر دے اسے کیوں یہ شمال رکھنا چاہتا ہے تو.....؟“

”تیرے کسی سوال کا جواب دینا نہ میری ذمہ داری ہے اور نہ میں اس کی ضرورت محسوس کرتا ہوں، پانچویں بیٹی تجھے کبھی نہیں ملے گی..... اور اب تو دیر نہ کر اٹھ کھڑی ہو جا میری آتش غضب بڑھتی جا رہی ہے۔“ میان نے آگے بڑھ کر ایک بار پھر شہ بدان کے بال پکڑے اور چاروں بچیاں سسم کر دو پڑیں۔ سب سے بڑی نے کہا۔ ”بابا جان ہم نے تو کوئی قصور نہیں کیا.....؟“

”تمہارا سب سے بڑا قصور یہی ہے کہ تمہاری رگوں میں شہ بدان کا خون ہے، تم اس کے ہاتھوں میں بڑی ہوئی ہو۔ فوراً نکل جاؤ، فوراً نکل جاؤ.....“

”ٹھیک ہے میان، ایک وعدہ کر کے جا رہی ہوں جب تک زندہ ہوں تجھے بدعا نہ دوں گی، جب تک زندہ ہوں ان بچیوں کو یہ بتاتی رہوں گی کہ ان کا باپ میان لائی ہے، کہاں رہوں گی یہ نہیں جانتی، روشنی والے نے زمین کو بہت وسیع بنایا ہے ان وسعتوں میں مجھے کہیں نہ کہیں پناہ مل جائے گی، ہاں ایک بات کہہ کر جا رہی ہوں، اگر کبھی آتش فشاں کے دہانوں سے اٹنے والا لاوا تجھے اپنی لپیٹ میں لے لے، تو یہ نہ سوچنا کہ میں نے تجھے بدعا دی، پہاڑوں سے اٹنے والے سیلاب اگر کبھی تجھے ڈوب دوں تو روشنی والے کی قسم یہ نہ سوچنا کہ یہ میری بدعا سے ہوا، عمل اور مکافات عمل آسمانوں سے ہوتے ہیں، ٹھیک ہے میان لائی، بہت اچھا صلہ دیا ہے تو نے مجھے۔ میرے اس ممبر کا جو میں نے کیا، چلو بچو اباپ نے تم سے اپنا نام تک چھین لیا ہے تو اب اور ہمیں یہاں سے کیا لینا۔“ شہ بدان نے چاروں بچیوں کو سنبھالا اور اس کے بعد آہستہ آہستہ کوسٹے سے باہر نکل آئی اور عقابوں کے مسکن کی سرحد کی جانب چل پڑی، دیکھنے والے بس دور دور ہی سے دیکھ رہے تھے۔

کوئی صورت حال کا آشنا نہیں تھا اور نہ ہی کسی کی اتنی جرات تھی کہ میان لائی کے سامنے جا کر اس سے پوچھے کہ قبیلے کی ملکہ اور بچیاں کہاں جا رہی ہیں، کبھی صورت حال سے لاعلم تھے۔

○.....○.....○

غلام روزال عالم بحر میں تھا، گھوڑے کی پشت پر ست روی سے سفر کرتا ہوا، وہ رات کی تاریکیوں میں دریائے گنگا کی سمت جا رہا تھا۔ ہولناک راستے دشوار گزار گھاناں اس علاقے سے گنگا نہ سفر آسان نہیں تھا لیکن اسے سفر کی صعوبتوں کا ذرہ برابر احساس نہیں تھا۔ وہ تو بس اپنے سینے کے قریب ایک ننھے سے وجود کی گرمی اور گلابی ہونٹوں پر غور کر رہا تھا، سوچ رہا تھا کہ یہ وجود ابھی کچھ وقت قبل اس کائنات میں آیا ہے اور اسے موت کی سزا دے دی گئی ہے، اس نے بے شک کوئی جرم نہیں کیا، وہ تو پاک اور معصوم ہے، سورج کی ان کرنوں کی مانند جو کسی شے کو چھوئے بغیر زمین تک اگر اسے منور کر دیتی ہیں، لیکن یہ ننھی سی کرن جسے ابھی طلوع ہوئے کچھ وقت بھی نہیں گزرا، فنا کی جانب دھکیل دی گئی ہے، اس کا کیا قصور ہے، مالک نے حکم دیا ہے، اس نے جس کے حکم سے سرتابی کا کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ روزال نے آنکھ کھلنے کے ساتھ ہی میان کی قربت دیکھی تھی اس سے محبت کرتا تھا اور پھر جب میان نے سارے کو شکست دے کر عقابوں کی سرداری حاصل کی تھی تو وہ غلام روزال ہی تھا جس نے پہاڑوں کی چٹان پر میان کا نشان لگایا تھا اس کے بعد سے لے کر اب تک روزال نے میان ہی کی صورت دیکھ کر صبح کا آغاز اور شام کا انجام کیا تھا، لیکن یہ پسلا حکم تھا جس کے لئے روزال دلی طور پر پریشان تھا اور ست رفتار سے گھوڑے کی پشت پر سفر کرتے ہوئے یہ سوچ رہا تھا کہ انسانی جذبوں کو اولیت دے یا سردار کے حکم سے انحراف۔ ویسے اس حکم سے انحراف اس کے لئے موت سے بدتر تھا۔ ضروری نہیں ہے کہ میان اسے دیکھ ہی رہا ہو اس کی غیر موجودگی میں تو اس کے حکم کی تعمیل زیادہ شدت اختیار کر جاتی ہے، پھر میں کیا کروں، اے ننھے سے وجود مجھے بتا میں کیا کروں، تجھے موت کی سزا دینے کی ذمہ داری بھی میرے ہی سپرد کی گئی ہے تیری جگہ اگر کوئی وحشی انسان ہوتا اور میان کو اس سے اختلاف ہوتا تو جلاد کے فرائض سرانجام دینے میں مجھے دلی خوشی ہوتی جس طرح ہوتی رہی ہے، لیکن تو تو اپنی کیفیت کا اظہار بھی نہیں کر سکتی تو اپنی موت کے تصور سے سسم کر رہ بھی نہیں سکتی، کچھ بھی نہیں جانتی تو اس دنیا کے بارے میں اور جب میرے ہاتھوں کو موت کی آغوش میں سفر کرے گی تو کیا یہ سوچنے کی صلاحیت رکھتی ہے کہ تیرا قاتل، تیرا دشمن کیوں بن گیا تھا، سمجھ میں نہیں آتا، کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ میرے آقا میان لائی بارہا تم مجھے آزمائش میں ڈالتے رہے ہو۔ سارے کی موت کوئی بہتر عمل نہیں تھی، لیکن اس نا انصافی کے باوجود میں نے تمہارے ہی عمل کو مستحسن سمجھا اور اسی سے متفق ہو گیا، لیکن وہاں سرداری کے حصول کا معاملہ تھا، یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے، آہ اس لمس میں اس وجود کی گرمی میں تمہارے خون کی گردش محسوس ہوتی ہے۔ مالک تم نے یہ کیا فیصلہ کر لیا، نبجانے تم نے یہ فیصلہ کیوں کر لیا، تمہیں کوئی سمجھا بھی تو نہیں سکتا، تم سمجھنے والوں ہی میں سے نہیں ہو، آہستہ آہستہ سفر کے فاصلے ختم ہوتے چلے گئے اور پھر کچھ فاصلے پر دریائے گنگا نہ لہر لیتا ہوا نظر آیا۔ گنگا نہ کی وسعتوں میں اس ننھے سے کپڑے کی کیا حیثیت، لہر اسے اپنی آغوش میں لیں گی، یہ ننھے ننھے سے ہونٹ بسورے گا اور اس کے بعد پانی کی وسعتوں میں تحلیل ہو جائے گا، دریا کے قریب پہنچ کر

روزِ زوال گھوڑے سے اتر گیا۔ حریر میں لپٹے ہوئے معصوم سے وجود کی صورت دیکھی، ننھی ننھی روشن آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور اس کائنات کی گمراہی میں گمراہی سیاہ پتلیاں شوخی کے انداز میں گردش کر رہی تھیں، جیسے آنے والی موت کا تصور فرحت انگیز ہو، ننھے ننھے سے معصوم ہونٹ جو روزِ زوال کو دیکھ کر مسکرا دیئے، روزِ زوال نے سختی سے آنکھیں بھیج لی۔

”ننھی میری مالکہ، نہیں میری مالکہ، مجھے دیکھ کر نہ مسکرا“ میں جلاہوں تیرا قاتل ہوں، مجھ بد نصیب کے ہاتھوں تیری موت لکھی ہوئی ہے، آہ میں کیا کروں، روشنی والے بت بڑے امتحان میں ڈال دیا ہے تو نے مجھے۔ مجھے استقامت دے، مجھے قوت عطا کر کہ جو عہد میں نے اپنے مالک سے کیا کہ کبھی اس کے کسی حکم سے انحراف نہ کروں گا، کبھی اس سے غداری نہیں کروں گا۔ اب بھی میں اس کی تکمیل کروں، اے ننھی سی روح میں بے قصور ہوں شاید میں اپنے مالک کے کئے سے اتنے لوگوں کو قتل کر دیتا کہ کسی ایک انسان سے اس کا قصور نہ کیا جاسکے، لیکن تجھے دریائے نگانہ کی لہروں کے سپرد کرتے ہوئے، میں ایسی موت مریاؤں گا کہ پھر میرا وجود کبھی اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہو سکے گا، میں ذہنی اور جسمانی طور پر معذور ہو جاؤں گا، روشنی والے مجھے استقامت دے مجھے ہمت دے کہ میں اپنے مالک کے حکم کی تعمیل کر سکوں۔“

اس نے معصوم بچی کو اپنے جسم سے جدا کر کے ہاتھوں میں سنبھالا اور پھر آہستہ آہستہ نگانہ کے ساحل کی جانب بڑھ گیا۔ ننھے وجود نے ایک بار پھر اسے دیکھا اور معصوم لبوں پر وہی مسکراہٹ دوڑ گئی جو کچھ وقت پہلے نمودار ہوئی تھی، روزِ زوال کی نگاہ اس چہرے پر ہی تھی اس کے قدم لرز گئے، ٹانگیں بے جان ہونے لگیں، ساحل زیادہ دور نہیں تھا، لیکن اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی دوزخی پہاڑ کو اٹھائے ہوئے آگے بڑھ رہا ہو، ٹانگوں کی قوت جواب دینے لگی۔

اسے یوں محسوس ہوا جیسے وہ معذور ہو گیا ہو، بڑے غیر محسوس سے انداز میں وہ سمٹنوں کے بل بیٹھتا چلا گیا، اب اس کی نگاہیں اس چہرے سے نہ ہٹ پارہی تھیں، اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی ظلم میں گرفتار ہو گیا ہو۔ یہ ظلمی آنکھیں اسے اپنے سحر میں جکڑ رہی تھیں، دل اندر سے اس طرح پھڑپھڑا رہا تھا جیسے سینے کا جیڑہ توڑ کر باہر آ جانا چاہتا ہو۔ اس نے سوچا کسی وحشی درندے کو قتل کرنا کتنا آسان ہے ایک معصوم اور بے ضرر وجود کے مقابلے میں۔ آہ میں کس قدر کمزور ہو رہا ہوں۔ کیا میں واقعی اسے نگانہ کی لہروں کی نذر کر سکوں گا۔ غداری کر لوں اپنے مالک سے، اسے لے کر کہیں چلا جاؤں محفوظ کر لوں اسے اپنے بازوؤں میں، پرورش کروں اس کی، پروان چڑھاؤں، لیکن صبح کی روشنی میں جب میان کی آنکھیں میری واپسی کی منتظر ہوں گی اور وہ مجھے نہ پائے گا تو کیا سوچے گا۔ نہیں اے ننھے سے فرشتے میرا ایمان خراب ہو جائے گا۔ ساری زندگی میں نے یہ نہیں کیا، جواب میرے دل میں آ رہا ہے۔ تیری زندگی کے یہی چند لمحات تھے بس اس سے آگے کچھ نہیں ہے تیرے لئے۔ نہیں مالک میں غدار نہیں ہوں، تیرے اس حکم سے انحراف میرے لئے ممکن نہیں ہے۔ اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور ایک بار پھر اپنے قدموں پر کھڑے ہو کر دریا کی جانب چل پڑا۔ کنارے پر پہنچا تو اسے ایک مدھم سی آواز سنائی دی، ایک بے معنی آواز لیکن اس آواز میں ہزاروں الفاظ جھلک رہے تھے، یہ آواز اسی کے حلق سے خارج ہوئی تھی۔ جیسے ”سوال کرتی ہو کہ اپنے ایمان کی سلامتی کے لئے تو میرے وجود کو کیوں فدا کرنا چاہتا ہے، یہ بھی اپنی

ذات کی بقاء ہی کا ایک حصہ ہوا، یہ روشنی والے کا حکم تو نہیں ہے یہ تو ایک پھرے ہوئے انسان کا ظلم ہے جنوں ہے یہ اس کا، دیوانگی ہے جس میں کسی کا کوئی قصور نہیں ہے صرف اس کا اپنا احساس ہے۔ روزِ زوال نے اپنے منہ پر ایک زوردار تھپڑ لگا کر دل میں پیدا ہو جانے والی اس بغاوت کو روکا اور اس کے قدم دریا کے بالکل کنارے کی جانب بڑھ گئے۔ پھر وہ پریشانی کے عالم میں کنارے کنارے دور تک چلا گیا، اس کی ذہنی کنکشن عروج پر تھی، شدید بغاوت ہو رہی تھی اس کے وجود میں، سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔

بے چینی کے عالم میں وہ دریا کے کنارے کنارے دور تک چلا رہا اور نجانے اپنے گھوڑے سے کتنی دور نکلن آیا۔۔۔۔۔ بس ایک لمحہ ہمت کا چاہئے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے اور اسے پانی میں پھینک دے لیکن یہی مرحلہ اس کی زندگی کا سب سے مشکل مرحلہ تھا، نجانے کتنا فاصلہ طے کر لیا اس نے، تاریکیوں کے ساتھ ساتھ اس کا سفر دور تک جاری رہا۔ بالآخر خرک گیا، اس کے دل نے ایک فیصلہ کر لیا تھا دل نے اس سے کہا۔

”روزِ زوال، مالک سے غداری کرے گا تو بیشک یہ داغ تیرے دل پر رہے گا۔ اس معصوم وجود کو موت کے حوالے کر دے گا تو اس کی ننھی ننھی کرتاک جینیں تیری روح کا کوٹھ بن جائیں گی۔ ایک ہی طریقہ ہے، ایک ہی عمل ہے جو تجھے نہ تیرے مالک سے غداری کا مجرم قرار دے گا، نہ تو اپنے غیر کا قیدی بن سکے گا، اس ننھے سے وجود کو سینے سے لگا اور اپنے آپ کو دریا کے سپرد کر دے اس سے دونوں عمل پورے ہو جاتے ہیں۔ تیرے مالک کا یہی حکم ہے اور تیرے ضمیر کا بھی یہی حکم ہے اس کے ساتھ اپنی زندگی بھی ختم کر لے مالک نہ غداری کا مجرم ہو اور نہ انسانیت کا اور یہی فیصلہ روزِ زوال کو سب سے غنیمت محسوس ہوا۔ صبح کے اجالے نے زمین کو دیکھا تو روزِ زوال نے آنکھیں بند کر لیں اور اس کے بعد ایک لمبی پھلانگ اسے دریائے نگانہ میں لے گئی۔ اس نے پانی کو محسوس کیا اور اس کے منہ سے آخری الفاظ نکلے۔

”روشنی والے میں نے اپنے دونوں فرض پورے کر لئے ہیں۔ دونوں۔۔۔۔۔“

○.....○.....○

سورج ڈھلتا، شام ہو جاتی، بادل چھا جاتے، کبھی شفاف چاند نکل آتا اور دریا کے دونوں سمت پھیلے ہوئے عظیم الشان پہاڑی سلسلے چاندنی میں نہا جاتے، ان کے دامن میں پھیلے ہوئے جنگل جن سے وحشی درندوں کی آوازیں ابھرتیں کائنات کی وسعتوں کا اور انسان پر قدرت کی کرم فرمایوں کا ایسا عجیب و غریب نمونہ پیش کرتے کہ دلوں پر بیت طاری ہو جاتی، لیزا مارشل بے پناہ خوش تھی، وہ ہر قسم کی مشکل سے محفوظ تھے، باتوں جو طریقہ سفر اختیار کیا تھا اس نے تو کمال ہی کر دکھایا تھا۔ آسٹراور لیزا کا متفقہ فیصلہ تھا کہ باتوں کی شکل میں اس مہم کے لئے ایک نعمت ان کے ہاتھ آئی ہے اس کے پاس ہر مشکل کا حل موجود تھا، سب سے بڑی چیز تو یہ انوکھی کشتی ہی تھی جس پر سفر کرتے ہوئے کسی مہم جو کو یہ احساس ہوتا تھا کہ وہ واقعی ایک انوکھی مہم سرانجام دے رہا ہے خود آسٹراور لیزا نے اس بات کا اعتراف کیا تھا کہ ایسے ہولناک علاقے اور ان میں سفر کی یہ آسانیاں اس نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں حاصل کیں۔

دریا کی روانی اتنی مناسب کہ مانو کسی ہموار سڑک پر چلے جا رہے ہیں، البتہ دو چار بار دیوبیکر

بول۔ ”اے بھی خوش بختی تصور کیا جائے تو مناسب ہے۔ اگر ہم انہیں دیکھتے تو وہ بھی ہمیں دیکھتے۔ اس کے بعد ان کا کیا رد عمل ہوتا اے باتو کے الفاظ کی روشنی میں دیکھا جاسکتا ہے۔“ آسٹر نے کچھ دیر سوچ کر کہا۔

”میں بڑے متفق ہوں لیزا۔ بڑی اچھی بات کسی ہے اس نے آسانئیں میٹھا زہر ہوتی ہیں۔ بیسواں دن پورا کرنے کے بعد ہمیں واپس پلٹنا چاہئے۔“

”اوکے۔“ لیزا گہری سانس لے کر بولی۔ ”میں اپنا کام تیز کئے لیتی ہوں لیکن اب کشتی کو دریا کے بچ آگے بڑھانے کے بجائے کنارے چلایا جائے تو مجھے آسانی ہوگی۔“ لیزا کی یہ خواہش پوری ہوگئی لیکن اس کی دوسری خواہش بھی پوری ہوگئی۔ دوپہر ڈھلے انہوں نے دو گھڑسوار دیکھے جو دور سے آرہے تھے۔ سراتو نے سب سے پہلے انہیں دیکھا اور چیخا پڑا تھا۔

”کھٹالے“ پھر سب نے انہیں دیکھا اور دور میں، آنکھوں سے جا لگی۔ لیزا نے زوم لینس لگا کر ان کی فلم بنانی شروع کر دی تھی۔ وہ دونوں بھی انہیں دیکھ چکے تھے۔ چنانچہ ان کے گھوڑے کنارے کی سمت چل پڑے لیزا ان تو مند جو انوں کو دیکھ رہی تھی۔ بڑے خوبصورت نقوش تھے ان کے اور صحت قابل رشک تھی۔ وہ خود بھی انہیں حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ کچھ دیر وہ ان کے ساتھ ساتھ چلتے رہے پھر انہوں نے گھوڑوں کو ایڑ لگادی۔

باتو مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا۔ ”اب ہمیں دریا کے پتھوں بچ آجانا چاہئے۔“

”کیوں.....؟“

”یہ کچھ دیر کے بعد معلوم ہو جائے گا۔“ باتو نے کہا۔ اور بجرے کو دریا کے بچ میں لے جانے لگا۔ لیزا نے ناگواری سے کہا۔

”یہ شخص بعض اوقات ناخوشگوار اقدامات کر بیٹھتا ہے۔ کنارے سے کتنی عمدہ فوٹو گرائی ہو رہی تھی۔“

”بہر حال وہ پارٹی لیڈر ہے۔“ آسٹر مسکرا کر بولا لیکن لیزا کی ناگواری جلد ختم ہوگئی۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ انہوں نے ساتھ ستر گھڑسوار دیکھے جو برقی رفتار سے ساحل پر آرہے تھے۔ لیزا نے فوراً کیمرو سنبھال لیا لیکن باتو رائفوں کی طرف لپکا تھا۔ اس نے پھرتی سے ایک ایک رائفل سب کو تھکادی۔ آسٹر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”نہیں باتو..... ان پر ایک بھی گولی نہ چلائی جائے۔“

”کیا مطلب.....؟“ باتو حیرانی سے بولا۔

”ہم ان میں سے کسی کی زندگی نہیں لیں گے۔“

”مگر مجھے ان میں سے بہت سوں کی زندگی لینی ہے۔ گرائنڈ ماشرو.....“ باتو عجیب سے لہجے میں بولا۔

”باتو..... نہیں۔ رائفیں رکھ دو۔“

”ان کے گھوڑے پانی میں تیرنا جانتے ہیں، گرائنڈ ماشرو۔ ہمیں رائفیں استعمال کرنی ہوں گی؟“

مگر مجھ ان کے پیچھے لگے تھے اور اس ست رفتار سفر میں ایک دو بار ان کی کشتی پر بھی چڑھ آئے تھے لیکن اس وقت تک نہ تو انہیں گولی ماری گئی اور نہ ہی ان لوگوں کو ان سے کوئی خوفناک مقابلہ کرنا پڑا۔ باتو جو موجود تھا اور اس زیرک انسان نے جو انوکھے انتظامات کئے تھے وہ ناقابل یقین تھے۔ عکسی جانور کی چربی میں ڈوبی ہوئیں شطیلیں باتو کے سامان میں موجود تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے اس سفر میں پیش آنے والے ہر لمحے کا احساس ہو۔ اور اس نے ان لحوں کی مشکلات کا تذکرہ کر لیا تھا۔ مگر مجھ کشتی پر آئے تو باتو نے شطیلیں روشن کر لیں اور اس کے بعد نہایت مختصر مقابلہ ہوا روشن شطیلیں اس نے سراتو اور واگا کو دیں اور خود بھی لے کر مگر چھوٹے پر لپکا۔ اس نے بڑے اطمینان سے دریائی درندوں کی آنکھوں کو نشانہ بنایا اور مگر مجھ اس طرح تڑپ کر واپس دریا میں بھاگ گئے کہ کوئی مشکل ہی پیش نہیں آئی یہ بہترین حربہ کئی بار استعمال کیا گیا، دریائی گھوڑے بھی لے تھے لیکن وہ کشتی تک نہیں آئے، ان کے غول زیادہ تر کناروں پر نظر آتے تھے۔ لیزا کا کیمرو ان تمام مناظر کو بڑی خوبصورتی سے محفوظ کرتا جا رہا تھا۔ باقی تمام حالات معمول کے مطابق تھے، وہ آرام بھی کر رہے تھے اور اپنا کام بھی۔ بڑے معمول کے مطابق خاموشی رہتا تھا ایک صبح ناشتے سے فراغت حاصل کرنے کے بعد آسٹرو لین نے بڑے کہا۔

”مجھے تو خطرہ ہے کہ کہیں تمہاری قوت گویائی ہی ختم نہ ہو جائے.....“ بڑے مسکراتے ہوئے آسٹرو لین کو دیکھا اور بولا۔

”کیوں مسٹرولین.....؟“

”اس لئے کہ تم بولتے ہی نہیں ہو خاموش بیٹھے رہتے ہو۔“

”خاموشی میرے عادت ہے اور جو کچھ دیکھ رہا ہوں اس سے پوری طرح لطف اندوز ہوا ہوں۔ لیزا اپنے کیمرے میں اور اپنی کتاب میں جو کچھ محفوظ کر رہی ہیں اس کے بارے میں میرا اندازہ ہے کہ شاید یہ سب سے بہترین کتاب ہو لیکن اسے محفوظ رکھنا سب سے اہم کام ہے۔“

”اس سفر کے بارے میں تمہاری ذاتی رائے کیا ہے مائی ڈیئر ڈا سکو.....“ بڑا اسکو آہستہ سے مسکرا دیا۔ پھر بولا ”ذاتی رائے یہ ہے کہ یہ سفر کا سولہواں دن ہے اور آگے بڑھنے کے لئے ہماری پاس صرف چار دن اور ہیں۔ اس کے بعد واپسی کے سفر میں خواہ کتنا ہی وقت لگ جائے۔“

لیزا اور آسٹر چونک پڑے۔ انہیں اس فیصلے کا خیال ہی نہیں رہا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی صورت دیکھی۔ پھر لیزا حیرانی سے بولی۔

”کمال ہے۔ سولہ دن کتنی جلدی گزر گئے احساس ہی نہیں ہوا لیکن کیا اپنے اس پروگرام

میں کچھ تبدیلی نہیں کی جاسکتی۔“

”آسانئیں میٹھا زہر ہوتی ہیں انسان کو احساس سے بے نیاز کر دیتی ہیں؟ اور یہ سفر مشکل

ہوتا تو ہم ہر لمحے کا حساب رکھتے لیکن ہمارا سفر سکون ہے۔“

”ہم اس وقت میں اضافہ کیوں نہ کر لیں۔“ لیزا نے کہا۔

”میں اپنی زندگی کے بقیہ لمحات تک کا اضافہ کرنے کے لئے تیار ہوں لیکن اصول، کبھی نیہ

توڑنے چاہئیں۔“

”ہم نے تو ابھی یہاں کے باشندوں کو بھی نہیں دیکھا۔ کچھ بھی تو نہیں دیکھا ابھی۔“ لیزا

”باتو پلینز.... کسی قیمت پر ایسا نہیں کیا جائے گا۔“ آسٹرنے کسی قدر سخت لہجے میں کہا۔ پھر نرمی اختیار کرتا ہوا بولا۔ ”وہ انسان ہیں باتو اور ہم صرف اپنے شوق کی تکمیل کر رہے ہیں، اپنے شوق کی تکمیل کے لئے انسانی زندگیوں سے کھیلنا کوئی بہتر عمل نہیں ہے۔“

باتو نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

”آپ میرے اختیارات میں مداخلت کر رہے ہیں گرینڈ ماسٹر، یہ مناسب نہیں ہے۔“

”مجبوری ہے، کوئی رائل نقل نہ چلائے۔“ آسٹرنے سخت لہجے میں کہا۔۔۔۔۔ لیکن ساحل پر ان کی کشتی کے ساتھ ساتھ گھوڑے دوڑانے والے اس انسانیت کا مظاہرہ نہیں کر سکے، پہلے انہوں نے لہجے لہجے نوکیلے ہتھیار اپنے بدن کی پوری قوتوں کے ساتھ کشتی کی جانب پھینکے۔ لیکن باتو بڑے مناسب وقت پر کشتی کو دریا کے بچ لے آیا تھا اور دریا ابتداء ہی سے اتنا چوڑا تھا کہ ان کے پھینکے ہوئے ہتھیار ان تک نہ پہنچ سکے۔ آسٹرنے صرف یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ان کے پاس ہندو قیں ہیں یا نہیں لیکن جب دھماکوں کے ساتھ گولیاں سنسناتی ہوئی ان کے قریب سے نکلیں، تب انہیں احساس ہوا کہ بات معمولی نہیں ہے۔ آسٹرنے بولا۔ ”اس کا مطلب ہے کہ وہ بارود کا استعمال جانتے ہیں۔“

”گرینڈ ماسٹریات صرف تمہاری زندگی کی نہیں ہے ہماری زندگیاں بھی خطرے میں ہیں۔ تم انسانیت کا مظاہرہ کرتے رہو، ہم اپنی زندگی کھونے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ رائل نقلیں لوڈ کر لی جائیں اور جواب دیا جائے....“ باتو نے اپنی رائل نقل میں گولیاں ڈالتے ہوئے کہا۔ اس موقع پر بڈ آگے بڑھا اور اس نے پستول کی نال باتو کی گینٹی پر رکھتے ہوئے کہا۔

”رائل نقل زمین پر ڈال دو اور تم لوگ بھی۔“ اس نے دوسرے پستول سے سرائو اور واگا کو حکم دیا۔ تینوں چونک پڑے تھے باتو نے خونخوار نگاہوں سے بڈ کو دیکھا اور پھر رائل نقل زمین پر ڈال کر خود بھی کشتی پر لیٹ گیا۔ دوسری جانب ان بے شمار لوگوں کے پاس صرف دو ہندو قیں تھیں وہ بھی نہایت فرسودہ حال۔ وہ وقفے وقفے سے فائر کرتے رہے لیکن رواں کشتی میں کسی کا نشانہ نہیں لے سکے۔ پھر آسٹرو لین نے اپنی رائل نقل لوڈ کی اور کئی ہوائی فائر کئے۔ اس نے ان کا نشانہ نہیں لیا تھا لیکن ہوائی فائرنگ نے اثر دکھایا اور وہ لوگ اپنے گھوڑے ساحل سے دور لے گئے، اس طرح انہوں نے پانی میں اترنے کی جرات نہیں کی تھی لیکن ان کے گھوڑے مسلسل کشتی کے ساتھ دوڑ رہے تھے اور لیزا کشتی پر اونڈھی لپٹی ہوئی بڑی دلچسپی سے اس تمام کارروائی کی قلم تباری تھی.... بہت دور تک وہ لوگ نظر آتے رہے، پھر شاید انہوں نے اپنا رخ تبدیل کر لیا اب وہ نظر نہیں آ رہے تھے۔

باتو نے گہری سانس لی اور بولا۔ ”اگر یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ اس کے بعد وہ ہمارا تعاقب نہیں کریں گے اور اپنی کارروائیوں کو جاری نہیں رکھیں گے تو یہ حماقت ہے۔ ہاں اگر ان میں سے کچھ کو ختم کر دیا جاتا تو وہ خوفزدہ ہو سکتے تھے۔“

”تم سمجھتے کیوں نہیں باتو.... وہ وحشی ہیں ہم تو جانور نہیں ہیں۔ ہم صرف اپنی تفریح طبع کے لئے ان کی زندگیاں کیوں لیں.....“

”میں نے صرف اپنا خیال ظاہر کیا ہے ماسٹر۔ ورنہ معاہدہ تو ٹوٹ چکا ہے۔“ باتو نے جواب دیا اور اس کے بعد خاموش ہو گیا.... لیزا بیٹھتی ہوئی بولی....

”اوہ مائی گاڈ، کیا شاندار قلم تیار ہوئی ہے لوگ اسے دیکھ کر دیوانے ہو جائیں گے، میری حیثیت اتنی بڑھ جائے گی کہ میں تو اس کے تصویری سے سرشار ہو رہی ہوں۔“ آسٹرنے مسکراتے ہوئے گردن ہلائی لیکن باتو کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

سفر جاری رہا، شام جب آئی تھی۔ البتہ انہوں نے باتو کی ہدایت کے مطابق کشتی کو دریا کے بچوں بچ ہی رکھا تھا اور کناروں سے اس کا فاصلہ کم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، رات کا کھانا کھایا گیا۔ باتو بالکل خاموش نظر آ رہا تھا۔ دریا پر گہری رات اتر آئی۔ آسمان بھی بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ تاحہ نگاہ گہور تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ کشتی اپنے مخصوص انداز میں بہہ رہی تھی۔ سب خاموش تھے۔ پھر لیزا کی آنکھوں میں غنودگی اترنے لگی۔ اس نے کہا۔ ”آسٹرنے مجھے خند آ رہی ہے۔“

”آرام سے سو جاؤ، ہم جاگ رہے ہیں۔“ لیزا اندر جا کر سانباں کے نیچے لیٹ گئی۔ بڈ کھٹک کر آسٹرنے پاس آ گیا۔ اس نے سرگوشی کے لہجے میں کہا۔ ”آپ نے باتو کا جائزہ لیا ماسٹر آسٹرنے۔“

”ہاں، وہ اس وقت سے خاموش ہے۔“

”مجھے اس کی آنکھوں میں کینہ توڑی کے آثار محسوس ہوئے ہیں۔ یہ آدمی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ مسٹر ولین۔“ بڈ نے کہا اور آسٹرنے سوچ میں ڈوب گیا پھر بولا۔ ”تمہارے خیال میں کیا کرنا چاہئے۔“

”ابتدائی طور پر ایک کام.... وہ یہ کہ رائل نقلیں اپنے قبضے میں کر لینی چاہئیں۔“

”اس طرح ہم اس کا تعاون کھو بیٹھیں گے۔“

”یقیناً اس کا ایک حل ہے۔“

”وہ کیا؟“

”سفر کے صرف تین دن باقی ہیں، چوتھے دن واپسی لازمی رکھی جائے اور ہم پوری احتیاط سے دریا کے بچوں بچ سفر کرتے ہوئے واپس چل پڑیں۔ اگر وہ سرکشی کرے تو اسے قابو میں کر لیا جائے۔“

”بہت مشکل پیش آئے گی بڈ۔“

”مجھے اندازہ ہے لیکن نہ جانے کیوں مسٹر آسٹرنے مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس کے دل میں کچھ گڑبڑ ہے۔ کوئی ایسی بات جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوئی....! وہ یہ گفتگو کر رہے تھے کہ اچانک واگا کی چیخ سنائی دی۔“

”وہ..... وہ آگے ماسٹر.... وہ آگے!“ آسٹرنے گہرا کرکڑے ہونے کی کوشش کی تو بڈ نے اسے دلو بچ کر نیچے گرا دیا۔ بہت سے دھکتے ہوئے انگارے ایک لمحے میں اس کے اوپر سے گزر گئے اور فضاء میں کئی دھماکے سنائی دیے تھے۔

ہندو قیں دوبارہ گر جیں اور گولیاں پھر ان پر سے گزر گئیں لیکن اب سب بجزے پر لیٹے ہوئے تھے۔ البتہ جو رکاوٹیں باتو نے بنائی تھیں ان میں گولیاں لگی تھیں۔ باتو کی غراہٹ سنائی دی تھی۔

”کیا تم اب بھی نیک نفس بنے رہو گے ماسٹر.... ہمیں رائل نقلیں چلانے کی اجازت دو!“

”ہرگز نہیں باتو۔ کوئی جوابی فائر نہیں کرے گا۔ اگر ایسا ہوا تو پہلے اسی کشتی پر خون بے گا۔“

آسٹریلین نے اس بار بے حد سخت لمبے میں کہا۔ باتو خاموش ہو گیا تھا۔ وہ لوگ بڑی احتیاط سے گولیاں چلا رہے تھے اور بندوق کے استعمال میں اتنا ڈری بھی نہیں تھے۔ لیکن رات کا وقت تھا اور پھر یہ کشتی بھی عجیب تھی اس لئے کامیابی نہیں حاصل ہو رہی تھی۔ پھر شاید وہ تھک گئے اور اس کے بعد لوٹ ہی گئے۔

فضاء پر بھی ایک سناٹا مسلط ہو گیا۔ اچانک وہ سب اچھل پڑے پھر آسٹر کے منہ سے گالی نکل گئی۔ کیونکہ اس خوفناک اور پُر سکوت ماحول میں باتو نے اچانک گانا شروع کر دیا تھا۔ آسٹر کی گالی سن کر وہ ایک لمحے کے لئے رکا پھر بولا۔ ”حالانکہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں تمہاری زبان جانتا ہوں پھر بھی تم مجھے گالی دے رہے ہو۔“ آسٹر کے جواب کا انتظار کئے بغیر اس نے دوبارہ گانا شروع کر دیا۔

”خدا کے لئے خاموش ہو جاؤ باتو۔ ہمیں ان کے خلاف کوئی حکمت عملی سوچنے دو۔“

”وہ گئے۔ ان کی سرحد ختم ہو گئی۔“

”کیا مطلب؟“ آسٹر نے پوچھا۔ لیکن باتو خاموش رہا۔ اب اس نے گانا بھی بند کر دیا تھا۔ دوسری طرف سے بھی کوئی تحریک نہیں ہوئی تھی حالانکہ کشتی والے انتظار کر رہے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ کچھ اور سوچ رہے ہیں۔ رات گزرتی رہی۔ کسی کی پلک نہیں جھپکی تھی۔ البتہ آسٹر نے کہا۔ ”لگتا ہے وہ صبح کا انتظار کر رہے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کل کا دن خطرناک گزرے گا۔“

”ضروری نہیں ہے۔“ باتو بول پڑا۔

”تم تو خاموش ہی رہو تو بہتر ہے۔“ لیزا جلد کئے لمبے میں بولی اور باتو ہنس پڑا۔

”نہیں سسر آسٹر۔ رات بہت کم رہ گئی ہے اور آپ لوگ خوف زدہ ہیں۔ باقی رات گزارنے کے لئے کیوں نہ میں یہ کچھ بکواس کروں۔ ویسے بڑی کارآمد بکواس کروں گا۔ آپ لوگ کتنا آگے جانا چاہتے ہیں۔ براہ کرم مجھے بتائیے۔“

”بس زیادہ دور نہیں۔ ہمیں اب واپسی کا سفر کرنا ہے۔“ آسٹر نے کچھ سوچ کر کہا۔

”میں نے بہترین فیصلہ کیا تھا۔ آپ بے حد شریف انسان ہیں سسر آسٹر۔ اپنی زندگی کو خطر لاحق ہونے کے باوجود دوسروں کی زندگی نہیں لینا چاہتے۔ اگر آپ خشکی کے راستے سفر کرتے ہیں تو یقین کریں شدید مشکلات کا شکار ہو جاتے۔ دریا کے راستے آپ نے بہت کچھ دیکھ لیا۔ خشکی کے راستے اتنا نہ دیکھ پاتے۔ میں نے یہ آپ کو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ اپنی سرزمین پر کسی غیر کوئی برداشت کرتے۔ آپ کسی طرح اس سرزمین پر قدم نہیں رکھ پائیں گے اور یہ کوشش کی تو شاید گھٹنے بھی زندہ نہ رہ سکیں۔“

”اس کا اندازہ تو ہو گیا ہے باتو۔“

”کوئی اور ارادہ تو نہیں ہے آپ کا؟“

”نہیں۔ بس اب ہم واپس چلتے ہیں۔“

”آپ یہ الفاظ مسلسل غلط استعمال کر رہے ہیں۔ واپسی سے آپ کی کیا مراد ہے۔“

”ہمیں کشتی کا رخ بدلا ہوا گا!“

”اس کا مطلب ہے کہ آپ کی مہم جوئی کی زندگی میں کبھی کوئی دریائی سفر شامل نہیں

ہے۔“

”مجھے اعتراف ہے لیکن تم کیا کہنا چاہتے ہو!“

”اول تو یہ کوئی بادبانی کشتی نہیں ہے۔ دوسری بات یہ کہ آپ سمندر میں سفر نہیں کر رہے۔ واپسی کے سفر کا مطلب ہے کہ آپ اسی راستے پر جانا چاہتے ہیں جدھر سے آئے ہیں۔ کیا آپ دریا کے بہاؤ کے خلاف کشتی چلا میں گئے۔“

ایک لمحے میں آسٹر کو احساس ہو گیا کہ اس نے یہ بہت اہم بات نہیں سوچی تھی۔ بے شک دریا کا بہاؤ بہت مست تھا لیکن بہاؤ کی مخالف سمت سفر ناممکن تھا۔ وہ حیرت سے منہ کھول کر باتو کو دیکھنے لگا۔ تب باتو نے کہا۔

”لیکن یہ کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہے۔ میں نے آپ کو بتایا تھا کہ آگے جا کر یہ دریا بہم پتر سے مل جاتا ہے۔ کھنٹالوں کے علاقے سے نکل جانے کے بعد آپ کو چھوٹی چھوٹی آبادیاں مل جائیں گی جہاں سے آپ خشکی کا سفر کر سکتے ہیں۔“

”گویا تمہارے خیال میں ہمیں اس بہاؤ پر سفر کرتے رہنا چاہئے۔“

”ہاں گرانڈ ماسٹر۔ یہی ممکن بھی ہے۔ یا تو ہم کھنٹالوں کے علاقے میں اترنے کی کوشش کرتے اور چھپ کر یہ سہی“ ان کا طرز زندگی دیکھتے لیکن یہ اسی شکل میں ممکن تھا کہ تم انسانی زندگی کو بے وقت سمجھتے۔ کسی کو قتل کرنے سے دریغ نہ کرتے۔ تم دوسری قسم کے انسان ہو۔ اس لئے تمہارا تو زمین پر قدم رکھنا ہی خطرناک ہے۔“

”ہاں باتو۔ میں قتل و غارت گری سے نفرت کرتا ہوں۔“

”میرے دل میں اس بات کی قدر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمہاری کوئی بات مجھے بری نہیں لگی۔“

”تم نے کہا تھا کہ ان کی سرحد ختم ہو گئی۔“

”ہاں۔ ان کے علاقے ہوتے ہیں۔ جس علاقے کے لوگوں نے تمہیں دیکھا تھا انہوں نے اپنے ساتھیوں کو اطلاع دی اور وہ تمہارے پیچھے لگ گئے لیکن تمہارا تعاقب کرتے ہوئے وہ دوسروں کے علاقے میں کبھی داخل نہیں ہوں گے۔“

”اور دوسرے علاقے والے؟“ آسٹر نے فوراً پوچھا۔

”ہو سکتا ہے انہیں دریا سے کسی کے گزرنے کی خبر ہی نہ ہو۔“

”اسی لئے تم نے کہا تھا کہ ممکن ہے کل کا دن خطرناک نہ ہو۔“

”بالکل اسی لئے کہا تھا۔“

”باتو۔ تم بے حد پراسرار انسان ہو۔ اس سے پہلے تم نے کہا تھا کہ ادھر کی کمائیاں کیا ہیں“

”ہاں میں نے کہا تھا۔“

”تو پھر تمہیں اتنی تفصیل کہاں سے معلوم ہو گئی؟“ آسٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میں نے یہ کب کہا تھا گرانڈ ماسٹر کہ میں بھی یہ کمائیاں نہیں جانتا!“ باتو نے کہا اور سب حیران رہ گئے۔

”میں بوڑھا سردار نہیں ہوں۔ کوئی بھی جیالا مجھ سے مبارغہ طلب کر سکتا ہے۔ میں اسے شکست دے کر اپنی سرداری قائم رکھوں گا۔ پھر میں اپنے ہی خون کو وارث کیوں نہ بناؤں۔“ اس کے بعد سولہ نو کچھ نہیں کہہ سکا۔ وہ جتنا کہہ گیا تھا، دوسرے اس کی جرأت نہیں رکھتے تھے۔ میان کو سب سے زیادہ روزال کی پریشانی تھی۔ روزال آخر کہاں گیا؟ وہ کر مختلف خیالات دل میں آئے تھے۔ روزال اور وفا شکاری ایک ہی چیز کا نام تھا۔ اس سے حکم عدولی کا تصور بھی محال تھا۔ پھر کیا ہوا۔ وہ واپس کیوں نہیں آیا۔

رات کی تاریکی میں الخت باغ نے اس کے کوسے میں حاضری دی۔ ”میں اپنی بیٹی کو تیری زوجیت میں دینا چاہتا ہوں میان لائی۔ وہ خوبصورت ہے دراز قامت ہے۔ ہر طرح تیرے لائق ہے۔“

”عقابوں کے قبیلے میں تیری دلیری ضرب المثال ہے الخت باغ اور تو وہ ہے جس کا میں احترام کرتا ہوں۔ میں نے سوما یہ کو دیکھا بھی ہے لیکن میرے محترم بہا تھی۔ میری شرط اپنی جگہ ہے اور میں اس میں ترمیم نہیں کروں گا۔“

”بیٹے کی پیدائش کی شرط.....؟“

”ہاں!“

”مجھے منظور ہے۔ ممکن ہے روشنی والا میری بیٹی کی قسمت جگا دے۔“

”تب میں تیری بزرگی کے سائے میں خوشی آنے کے لئے تیار ہوں۔“

دوسرے دن قبیلے میں اعلان ہو گیا۔ میان کو اس کے علاوہ اور کوئی پریشانی نہیں تھی کہ روزال واپس آجائے لیکن مزید کئی دن انتظار کے بعد اس نے سوما یہ سے شادی رچائی۔

دراز قامت سوما یہ جو بے حد خوبصورت تھی، میان سے بولی۔ ”میرے باپ نے مجھے تیری شرط بتادی ہے میان اور مجھے اس کی تکمیل کرنے کی ہدایت کردی ہے لیکن میری بھی ایک شرط ہے۔ اس کی پابندی میری وفاداری سے مشروط ہے۔“

میان نے مسکرا کر پوچھا۔ ”وہ کیا ہے؟“

”میان..... میں تجھے بیٹا دوں گی۔ ایسا نہ ہو سکا تو تیری شرط قبول کرتے ہوئے تیری زندگی سے نکل جاؤں گی اور اس کے بعد کسی اور کے لئے زندہ نہیں رہوں گی۔ تجھے اختیار دیتی ہوں کہ اپنے ہاتھوں نے مجھے زندگی سے محروم کر دینا لیکن شہ بدن کو بھی دوبارہ تیرے قرب میں جگہ نہیں ملنی چاہئے۔ اس کی اولادوں کو عقابوں میں واپسی کا کوئی حق حاصل نہ ہو۔“

”ایسا کبھی نہیں ہو گا.... تو نے ایک ایسی بات کہی ہے جو میرے لئے بڑی طمانیت بخش ہے اور اس سے میری روح کی پیاس بجھتی ہے۔ آہ یہ الفاظ فرحت کے حامل ہیں۔ اپنی اس خوشی کو کبھی آج تک نہیں سمجھ سکا تھا۔ تیرے چند لفظوں نے مجھے خود سے روشناس کر دیا ہے۔ میری پیاں بچھادی ہے۔“

”میں سمجھی نہیں.....!“ سوما یہ بولی۔

”شہ! ان میرے قابل نہیں تھی۔ وہ ایک معمولی چرواہے کی محبت میں گرفتار تھی اور از کی ہونے والی تھی کہ میں نے اسے پسند کیا اور مبارغہ کر کے حاصل کر لیا۔ اس نے کہا کہ وہ میرا

لے بھی نہ مسکرائے گی اور اس نے اپنا قول نبھادیا۔ ہاں وہ اس وقت میری بے بسی پر ضرور مسکراتی تھی جب میں ایک اور بیٹی کا باپ بن جاتا تھا۔ اس کے قریب رہ کر میں نے ہمیشہ خود کو ظالم محسوس کیا۔ شاید میں اسے کبھی اپنی بیوی نہ سمجھ سکا۔ اس کے برعکس تو کہتی ہے کہ اگر تو مجھے بیٹا نہ دے سکی اور میں نے تجھے نکال دیا تو تو کسی اور کے لئے زندہ نہ رہے گی۔ گویا کوئی اور تیرے لئے میرے سوا قابل قبول نہیں۔“

”ہاں۔ تو میری روح کا مالک ہے۔“ سوما یہ نے کہا۔

○.....○.....○

شہ بدن سفر کر رہی تھی۔ دن اور رات خود سے گزار رہی تھی۔ چاند چمکتا تو ٹھہر جاتی، سورج روشن ہوتا تو چل پڑتی۔ بستیاں راستے میں آتیں تو ان سے فاصلہ اختیار کر لیتی کوئی راہ گزر ہوتی تو اس سے دور ہو جاتی مبادا کوئی راہ گیر نہ مل جائے۔ سب سے بڑی بیٹی فوہا نے کہا۔

”ہم تھک گئے ہیں ماں، کیس تو آرام کرو.....!“

”زندگی کا بہت طویل سفر طے کرنا ہے تمہیں۔ تھکن کا نام اپنے دماغ سے خارج کر دو۔ تھکن صرف موت کا دوسرا نام ہے اور تمہیں جینا ہے۔“

”ہمارا کوسٹ دوبارہ نہیں بنے گا۔“

”ضرور بنے گا، لیکن وہاں جہاں رشتوں کا گزر نہ ہو۔ جہاں ہمیں نرکی نسل نظر نہ آئے۔“

”ایسی جگہ کہاں ہے ماں؟“

”ہے۔ ہمیں نظر آئے گی اور بس۔ وہاں ہم کوسٹ بنا لیں گے۔ اگر وہ نہ ہوتی تو ہم کبھی اس کے بارے میں نہ سوچتے۔“

”وہاں بابا کبھی نہ آئے گا؟“

”اسے یاد کرو گی فوہا۔ اب بھی اس کے بارے میں سوچو گی!“ شہ بدن نے کہا..... اور فوہا سوچ میں ڈوب گئی۔ پھر اس نے کہا۔

”نہیں یاد کروں گی۔ نہیں سوچوں گی۔ وہ بہت بُرا تھا۔ اچھا ہوا اس نے ہمیں نکال دیا۔ اچھا ہوا ہم اس سے دور چلے آئے۔“

آبادیوں سے بہت دور، گزرگاہوں سے بالکل ہٹ کر، گھنے درختوں کے اس طرف، بلند و بالا پہاڑ سے گرتے ہوئے جھرنے کے پاس شہ بدن رک گئی۔ اس نے چاروں طرف دیکھا اور مسکرا دی۔ ”یہی وہ جگہ ہے فوہا۔ کیسی ہے؟“

”یہ تو بہت اچھی ہے ماں۔ وہ دیکھو، رنگین پرندے ندی کنارے بیٹھے ہوئے ہیں اور پہاڑی مکے ہیں۔ کیا یہاں لوگ نہیں رہتے؟“

”یہاں آبادی نہیں ہونی چاہئے، لیکن اگر ہوئی تو ہمیں کوئی اور جگہ تلاش کرنی ہوگی۔“

بہت گھنے درخت کے قریب جس کی شاخیں جڑی ہوئی تھیں اور جس کی دستیں برسوں میں دراز ہوئی ہوں گی شہ بدن نے قیام کیا اور اس نے فضاء میں خوبانیوں کی محک محسوس کر لی تھی

بچوں کو وہاں ہوشیار رہنے کی ہدایت کر کے اس نے خوبانیوں کے درخت تلاش کئے جو ایک پہاڑی رخنے سے گزر کر عقبی ڈھلوانوں میں دور تک پھیلے ہوئے تھے ناریل کے اونچے درختوں نے ان کا

احاطہ کیا ہوا تھا، دھلاؤں کے اختتام پر سوکھی خوبانیوں اور ناریل کے انبار لگے ہوئے تھے یہ نظر قدرت تھا کہ ٹوٹے ہوئے پھل سپاٹ دھلاؤں سے گزر کر گرائیوں میں چلے جاتے تھے اور وہاں قدرتی عمل سے گزر رہے تھے۔ اس سے یہ اندازہ بھی ہو رہا تھا کہ یہاں انسانی قدم نہیں پہنچے اور یہ اشیاء ان علاقوں میں قیمتی سمجھی جاتی تھیں اور اتنے بڑے ذخیرے کو حاصل کرنے کیلئے جنگیں ہو سکتی تھیں۔ دونوں پھل ایسے تھے جو سوکھ کر بھی ضائع نہیں ہوتے تھے اور پہاڑوں والے ان افادیت سے واقف تھے۔

تازہ خوبانیاں اور کچے ناریل لے کر شہ بدان بچیوں کے پاس پہنچ گئی پچیاں بالکل مطمئن تھیں۔ شہ بدان نے سب سے چھوٹی بچی سے کہا۔ ”میری غیر موجودگی سے تمہیں خوف تو نہیں محسوس ہوا۔“

”نہا سکتی ہے کہ ہمیں اب کسی چیز سے نہیں ڈرنا چاہئے ہمیں بہادری سے رہنا ہوگا۔“

”ہاں میری بچیو یہاں طاقت حکمران ہوتی ہے قوت والے مبارک کرتے ہیں اور سردار حاصل کرتے ہیں ہمیں یہاں کے موسم سے یہاں کے حالات سے متاثر نہ کرنا ہے اور اس چھوڑے سے جسے کو اپنا حق بنانا ہے اس کیلئے ہمیں بہادری سے کام لینا ہوگا روشنی والے نے یہاں سب کچھ دیدیا ہے پھلوں کے جنگل، بھورے خرگوش رنگین پرندے بھرنے کا بیٹھا پانی کاش یا انسان نہ پہنچے ہوں کاش۔“

درخت کی وسیع بلندیوں میں چھپ کر سوتے ہوئے اور ان کی روشنی میں پہاڑی پر چڑھ کر دور دور تک نگاہیں دوڑا کر انسانوں کو تلاش کرتے چھ سورج چھ چاند گزر گئے تب شہ بدان اطمینان ہوا کہ یہ علاقہ انسان کی پہنچ سے محفوظ ہے نیز درندے اگر جنگل میں موجود بھی ہیں تو ان کا رخ نہیں کرتے پہاڑی ٹیلوں میں ایسے چھوٹے سوراخ موجود ہیں جو ضرورت کے وقت انہیں چھپا سکتے ہیں یہ جگہ ہر طرح رہنے کے قابل ہے تب اس نے خوبانی کے درختوں سے نرم چا اتارنے کا کام شروع کیا اور نوکیلے پتھروں کے بھرنے کے پاس کی زمین میں ایسی جگہ بنائی جہاں چھال کو بھگونے رکھا جاسکے۔ اس کی بیٹیاں اس کے ساتھ کام کرتی تھیں بہت سی چھال جمع ہو گئے بعد شہ بدان نے اپنے بدن کی قوت سے کام لے کر درختوں سے مناسب لکڑیاں توڑیں اور پہاڑی ٹیلے سے دھار دار پتھروں کے ہر ساز کے ٹکڑے لے کر اپنی تمام بچیوں کیلئے کھائے۔

کئے پتھروں کو لکڑی میں پھنسا کر انہیں چھال سے باندھ دیا گیا پھر انہیں کھائوں کی مدد سے اس آس پاس کے درختوں کو کاٹ کر لمبی لکڑیاں بچھت کرنے والے درخت کی وسیع شاخوں میں چھال کی مدد سے باندھ کر بچیوں کیلئے سونے کے بستر بنائے اور بارش سے بچنے کیلئے ان پر سائبان تیار آہستہ آہستہ وہ مختلف چیزوں سے جو پتھروں اور لکڑیوں کے علاوہ ناریل کے مضبوط خول پر

تھیں برتن اور ضروریات کی دوسری چیزیں بناتی رہی اور قدرت کے عطا کئے ہوئے وسائل بہترین دفاعی صلاحیتوں سے اس نے زندگی گزارنے کے تمام مسئلے حل کر لئے۔ انسانی عزم و ہمت بہترین مثال قائم کی تھی اس نے یہاں رات کی تھانیوں میں جب تاریکی پینا کی دشمن بن تھی اس کے ذہن کے روشن غلیوں میں احساسات کی ایک کائنات اتر آتی تھی اس کائنات ایک غلام فغص رہتا تھا جس نے اور اس کے ساتھ جو کچھ بھی کیا لیکن سب سے بڑا غلام اس

”خیر یہ ساری باتیں اپنی جگہ، لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟“

”یہ تو طے شدہ بات ہے مسٹر آسٹر کہ ہمیں دریا کے بہاؤ پر ہی چلنا ہوگا، حالانکہ بڑی سادہ سی بات تھی، لیکن ہمارے ذہن میں نہیں آئی دریا بے شک ست رفتار ہے لیکن اس کے مخالف سمت کشتی چلانے کیلئے ہمیں پتوار استعمال کرنا ہوں گے اور کسی طرح بھی یہ ممکن نہیں ہے ویسے باتوں نے ہماری غلط رہنمائی نہیں کی ہوگی دریا کے بہاؤ پر اس علاقے سے نکلنے کے بعد ہمیں یقیناً آبادیاں مل جائیں گی۔“

”ہاں لیکن میں خوفزدہ ہوں کیونکہ چھوٹے دریا جب بڑے دریاؤں سے ملتے ہیں تو ان کا حکم معمولی جگہ نہیں ہوتا ہے شک یہ کشتی مضبوط ہے لیکن ہم اس خوفناک منظر کا تصور بھی نہیں کر سکتے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی بھی جگہ ہم اسے خشکی کی جانب لے جائیں اور کنارے پر اتر کر باقی سفر خشکی میں کریں۔“

”یہ بھی ممکن ہے لیکن ابھی ہمارے بیس دن پورے نہیں ہوئے اگر بیس دن پورے ہونے تک ہمیں کوئی آبادی نظر نہ آئے تو پھر ایسا ہی کرنا ہوگا۔“ بڑے مشورہ دیا۔

”نہا سکتی ہے کہ ہمیں اب کسی چیز سے نہیں ڈرنا چاہئے ہمیں بہادری سے رہنا ہوگا۔“

”ہاں میری بچیو یہاں طاقت حکمران ہوتی ہے قوت والے مبارک کرتے ہیں اور سردار حاصل کرتے ہیں ہمیں یہاں کے موسم سے یہاں کے حالات سے متاثر نہ کرنا ہے اور اس چھوڑے سے جسے کو اپنا حق بنانا ہے اس کیلئے ہمیں بہادری سے کام لینا ہوگا روشنی والے نے یہاں سب کچھ دیدیا ہے پھلوں کے جنگل، بھورے خرگوش رنگین پرندے بھرنے کا بیٹھا پانی کاش یا انسان نہ پہنچے ہوں کاش۔“

درخت کی وسیع بلندیوں میں چھپ کر سوتے ہوئے اور ان کی روشنی میں پہاڑی پر چڑھ کر دور دور تک نگاہیں دوڑا کر انسانوں کو تلاش کرتے چھ سورج چھ چاند گزر گئے تب شہ بدان اطمینان ہوا کہ یہ علاقہ انسان کی پہنچ سے محفوظ ہے نیز درندے اگر جنگل میں موجود بھی ہیں تو ان کا رخ نہیں کرتے پہاڑی ٹیلوں میں ایسے چھوٹے سوراخ موجود ہیں جو ضرورت کے وقت انہیں چھپا سکتے ہیں یہ جگہ ہر طرح رہنے کے قابل ہے تب اس نے خوبانی کے درختوں سے نرم چا اتارنے کا کام شروع کیا اور نوکیلے پتھروں کے بھرنے کے پاس کی زمین میں ایسی جگہ بنائی جہاں چھال کو بھگونے رکھا جاسکے۔ اس کی بیٹیاں اس کے ساتھ کام کرتی تھیں بہت سی چھال جمع ہو گئے بعد شہ بدان نے اپنے بدن کی قوت سے کام لے کر درختوں سے مناسب لکڑیاں توڑیں اور پہاڑی ٹیلے سے دھار دار پتھروں کے ہر ساز کے ٹکڑے لے کر اپنی تمام بچیوں کیلئے کھائے۔

کئے پتھروں کو لکڑی میں پھنسا کر انہیں چھال سے باندھ دیا گیا پھر انہیں کھائوں کی مدد سے اس آس پاس کے درختوں کو کاٹ کر لمبی لکڑیاں بچھت کرنے والے درخت کی وسیع شاخوں میں چھال کی مدد سے باندھ کر بچیوں کیلئے سونے کے بستر بنائے اور بارش سے بچنے کیلئے ان پر سائبان تیار آہستہ آہستہ وہ مختلف چیزوں سے جو پتھروں اور لکڑیوں کے علاوہ ناریل کے مضبوط خول پر

تھیں برتن اور ضروریات کی دوسری چیزیں بناتی رہی اور قدرت کے عطا کئے ہوئے وسائل بہترین دفاعی صلاحیتوں سے اس نے زندگی گزارنے کے تمام مسئلے حل کر لئے۔ انسانی عزم و ہمت بہترین مثال قائم کی تھی اس نے یہاں رات کی تھانیوں میں جب تاریکی پینا کی دشمن بن تھی اس کے ذہن کے روشن غلیوں میں احساسات کی ایک کائنات اتر آتی تھی اس کائنات ایک غلام فغص رہتا تھا جس نے اور اس کے ساتھ جو کچھ بھی کیا لیکن سب سے بڑا غلام اس

”خیر یہ ساری باتیں اپنی جگہ، لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟“

”یہ تو طے شدہ بات ہے مسٹر آسٹر کہ ہمیں دریا کے بہاؤ پر ہی چلنا ہوگا، حالانکہ بڑی سادہ سی بات تھی، لیکن ہمارے ذہن میں نہیں آئی دریا بے شک ست رفتار ہے لیکن اس کے مخالف سمت کشتی چلانے کیلئے ہمیں پتوار استعمال کرنا ہوں گے اور کسی طرح بھی یہ ممکن نہیں ہے ویسے باتوں نے ہماری غلط رہنمائی نہیں کی ہوگی دریا کے بہاؤ پر اس علاقے سے نکلنے کے بعد ہمیں یقیناً آبادیاں مل جائیں گی۔“

”ہاں لیکن میں خوفزدہ ہوں کیونکہ چھوٹے دریا جب بڑے دریاؤں سے ملتے ہیں تو ان کا حکم معمولی جگہ نہیں ہوتا ہے شک یہ کشتی مضبوط ہے لیکن ہم اس خوفناک منظر کا تصور بھی نہیں کر سکتے البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی بھی جگہ ہم اسے خشکی کی جانب لے جائیں اور کنارے پر اتر کر باقی سفر خشکی میں کریں۔“

”یہ بھی ممکن ہے لیکن ابھی ہمارے بیس دن پورے نہیں ہوئے اگر بیس دن پورے ہونے تک ہمیں کوئی آبادی نظر نہ آئے تو پھر ایسا ہی کرنا ہوگا۔“ بڑے مشورہ دیا۔

”نہا سکتی ہے کہ ہمیں اب کسی چیز سے نہیں ڈرنا چاہئے ہمیں بہادری سے رہنا ہوگا۔“

”ہاں میری بچیو یہاں طاقت حکمران ہوتی ہے قوت والے مبارک کرتے ہیں اور سردار حاصل کرتے ہیں ہمیں یہاں کے موسم سے یہاں کے حالات سے متاثر نہ کرنا ہے اور اس چھوڑے سے جسے کو اپنا حق بنانا ہے اس کیلئے ہمیں بہادری سے کام لینا ہوگا روشنی والے نے یہاں سب کچھ دیدیا ہے پھلوں کے جنگل، بھورے خرگوش رنگین پرندے بھرنے کا بیٹھا پانی کاش یا انسان نہ پہنچے ہوں کاش۔“

درخت کی وسیع بلندیوں میں چھپ کر سوتے ہوئے اور ان کی روشنی میں پہاڑی پر چڑھ کر دور دور تک نگاہیں دوڑا کر انسانوں کو تلاش کرتے چھ سورج چھ چاند گزر گئے تب شہ بدان اطمینان ہوا کہ یہ علاقہ انسان کی پہنچ سے محفوظ ہے نیز درندے اگر جنگل میں موجود بھی ہیں تو ان کا رخ نہیں کرتے پہاڑی ٹیلوں میں ایسے چھوٹے سوراخ موجود ہیں جو ضرورت کے وقت انہیں چھپا سکتے ہیں یہ جگہ ہر طرح رہنے کے قابل ہے تب اس نے خوبانی کے درختوں سے نرم چا اتارنے کا کام شروع کیا اور نوکیلے پتھروں کے بھرنے کے پاس کی زمین میں ایسی جگہ بنائی جہاں چھال کو بھگونے رکھا جاسکے۔ اس کی بیٹیاں اس کے ساتھ کام کرتی تھیں بہت سی چھال جمع ہو گئے بعد شہ بدان نے اپنے بدن کی قوت سے کام لے کر درختوں سے مناسب لکڑیاں توڑیں اور پہاڑی ٹیلے سے دھار دار پتھروں کے ہر ساز کے ٹکڑے لے کر اپنی تمام بچیوں کیلئے کھائے۔

کے تھے جسے انہوں نے باہر نکالا تھا لیزا نے یہ الفاظ سنے تو سہی لیکن اس کی پوری توجہ بچی کی جانب مبذول تھی اور جب اپنی ابتدائی کارروائی سے گزرنے کے بعد اس نے بغور بچی کو دیکھا تو اس کے حلق سے بھی خوشی کی چیخ نکل گئی۔

”آسٹر یہ بھی زندہ ہے اوہ مائی گاڈ زندہ ہے یہ.....“ آسٹر دوڑ کر اس کے قریب پہنچ گیا اس نے بچی کو گود میں لیا اس کے سینے سے کان لگائے اور پھر جلدی سے بولا۔ ”لیزا تم اسے بتاؤ کہ کپڑوں میں لپیٹ لو اور اسے فیکر کرو۔“

”بڈیا تم میری مدد کرو گے۔“ لیزا نے کہا۔

”کیوں نہیں؟“ اور اس کے بعد بڈی نے دودھ کے پاؤڈر سے دودھ بنایا اور اسے ایک چھوٹے سے برتن میں لے کر نرم کاشن تلاش کی پھر کاشن کی مدد سے بچی کے حلق میں دودھ کے قطرے پکاتا شروع کر دیئے ساتھ ساتھ ہی وہ زور زور سے دعائیں مانگتی جا رہی تھی۔

”خدا یا اسے زندگی دے دے اوہ بڈرا اس کو غور سے دیکھو ذرا اس کا چہرہ دیکھو کتنی سوئٹ ہے یہ اوہ مائی گاڈ بہت ننھی سی بچی ہے بہت پیاری ہے بڈرا مجھے کچھ اور کپڑے دو غالباً اس پر شاید سردی کے اثرات ہیں نجانے بے چاری کب سے پانی میں سفر کر رہی ہے؟“

ادھر سراتو اور واگانو جوان پر مصروف تھے اور اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہے تھے پھر واگا کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی۔ آسٹر اور لیزا اس جانب متوجہ ہو گئے پانی میں تیرنے والا شخص دونوں ہاتھ نکال کر اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

○.....○.....○

میان لائی نے محسوس کیا کہ سوماہ اور شہ بدان میں بہت فرق تھا۔ شہ بدان بھی بھی عورت تھی۔ بے جان، سرد اور کسی بھی خوشی میں ساتھ نہ دینے والی بات پرانی ہو گئی تھی۔ سالازور کی ہڈیاں تک گل گئی ہوں گی لیکن میان نے اسے بیشہ شہ بدان کی آنکھوں میں پایا۔ اس کی غم و اندہ میں ڈوبی آنکھوں میں بیشہ سالازور کی پرچھائیاں نظر آئیں۔ میان نے اسی اداسی کو اپنی فتح کا نشان بنالیا تھا۔ وہ ان اداسیوں کو دیکھ کر مسکرا دیتا تھا۔ لیکن اندر سے اسے احساس تھا کہ یہ اس کی مجبوری ہے۔ اس کے سوا وہ کچھ کر نہیں سکتا۔ اس کے برعکس سوماہ زندگی سے بھرپور تھی۔ کھل کر رہنے والی بے حال ہو جانے والی اس نے میان کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کر کہا۔

”گھوڑے کی پشت پر ابھرتے سورج کا منظر بے حد حسین لگتا ہے۔ اور اس وقت حسین تر“ جب زندگی کی سب سے بڑی خوشی بھی مل جائے۔“

”تجھے زندگی کی سب سے بڑی خوشی مل گئی۔“

”ہاں اور کیا؟“

”وہ خوشی کیا ہے۔“

”تو.....! میان لائی تو میری سب سے بڑی آرزو تھا سوچ میں عقابوں کی ملکہ ہوں اور تو میرا مالک۔“

میان نے گھوڑے کو ست روئی سے آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”میرے گھوڑے کو ست دوڑنے کی عادت نہیں ہے لیکن میں اسے تیرے ساتھ رکھنا چاہتا ہوں۔“

آسٹر نے لیزا کی جانب دیکھا اور لیزا چپکے سے انداز میں مسکرا کر بولی۔ ”اس کے سوا چارہ کار بھی تو نہیں ہم بڑی بات مان لیتے ہیں بیسواں دن بھی پورا ہو جائے دوویسے میری یہ کتاب اگر چھپ کر بازار تک نہ آئی تو یقیناً کو موت کے بعد بھی مجھے غم رہے گا میرے پاس جو ڈیو قلم موجود ہے میں سمجھتی ہوں اسے بہت بڑی حیثیت حاصل ہے اور اس کے ذریعے تسلسلہ جج جائے گا لیکن کون جانے کہ پراسرار ایشیا منظر عام پر آئے گی یا نہیں؟“

آسٹر نے اس کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ ”ایک مہم جو کی زندگی میں اگر ایسے ہی مشکل مرحلے نہ آئیں تو پھر اس میں اور ایک عام انسان میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔ ہم آخری حد تک یہ کوشش کریں گے کہ زندہ سلامت رہیں لیکن اگر تقدیر نے انہی علاقوں میں موت لکھی ہے تو اس کے لئے پہلے سے فکر مند ہونا بے معنی ہے۔“ سب خاموش ہو گئے کشتی سورج کے ساتھ ساتھ سفر کرتی رہی اور اس نے کافی فاصلہ طے کر لیا دریا ایک ہی انداز میں بہہ رہا تھا ان کی نگاہیں ساحل پر بھی لگی ہوئی تھیں۔ بڑے دلکش اور پراسرار مناظر تھے لیکن خوش بختی سے انہیں اس کے بعد مھٹائیوں کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ شام ڈھلنے لگی، چاک ہی سراتو کے حلق سے عجیب و غریب آوازیں نکلنے لگیں اور سب چونک پڑے۔ سراتو کہیں دور نہیں دیکھ رہا تھا بلکہ وہ کشتی کے ایک کنارے کی جانب متوجہ تھا اور انگلی سے اشارے کر رہا تھا سب اس جگہ پہنچ گئے اور انہوں نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔

کشتی کے ایک شہتیر میں ایک انسانی جسم چھنسا ہوا تھا غالباً وہ بھی کہیں سے بہہ کر آیا تھا اور نجانے کس وقت اس کا لباس اس کشتی میں الجھ گیا تھا وہ کشتی کے ساتھ ساتھ ہی بہہ رہا تھا۔ آسٹر نے فوراً ہی ہنگامی طور پر انتظامات کئے سراتو واگا اور بڈی نے اس انسانی جسم کو اوپر کھینچ لیا اور پھر ہی اسے سیدھا کیا سب ہی کے حلق سے چیخیں نکل گئیں اس انسانی جسم سے ایک اور چھوٹی گٹھری لپٹی ہوئی تھی اور اس نے اس طرح اسے بھیچا ہوا تھا جیسے وہ اس کا سرمایہ حیات ہو اور گٹھری میں ایک ننھی سی معصوم بچی لپٹی ہوئی تھی جس کی آنکھیں بند تھیں اور پانی میں تیرتا ہوئے اس کی کھال سفید پڑ گئی تھی لیزا کے اندر ایک عورت جاگ اٹھی اس نے بے اختیار بچی کی انسانی جسم سے علیحدہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اس طرح اس کے سینے سے بھیجی ہوئی تھی کہ بڈی اسے علیحدہ کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ اس نے آسٹر سے مدد کی درخواست کی، سراتو اور بڈی دیو بیکل انسان کے ہاتھوں کو بمشکل تمام بچی سے جدا کیا اور لیزا نے بچی کو اٹھالیا اور وہ بچا بولی۔ ”آسٹر اس کے جسم میں پانی بھرا ہوا ہے۔“

آسٹر نے جلدی سے کہا۔ ”تم میڈیکل کورس کر چکی ہو تم اس پر توجہ دو ہم اس شخص کو بچاؤں۔“

وہ سب اس شخص پر مصروف ہو گئے اور لیزا بچی کو اوندھا لٹا کر وہ کار پھانیاں کرنے لگی۔ پانی میں ڈوب جانے والے کیلئے کی جاتی ہیں وہ صرف یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ ان جسموں میں زندگی باقی ہے یا نہیں اپنے اس عمل سے گزرنے میں اسے دو ڈھائی منٹ سے زیادہ نہیں لگے ادھر آسٹر آواز سنائی دی تھی۔

”مائی گاڈ یہ زندہ ہے یہ زندہ ہے۔“ یہ الفاظ غالباً اس نے اس انسانی جسم کے بارے میں

”نہیں میں زندگی کی ہر دوڑ میں تیرا ساتھ دینا چاہتی ہوں اپنے گھوڑے کو تیز دوڑا“ میں تجھ سے صرف چار قدم پیچھے رہوں گی اس لئے کہ تو میرا مالک ہے۔“ میان نے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اس کا خیال تھا کہ سومیہ اس کا ساتھ نہ دے پائے گی لیکن اس نے اپنا قول نبھایا اور میان نے ہر گاہ.....؟“

”نہیں یہ تجھے بیٹا نہ دے سکے گی۔“ بوڑھی طوراً نے برجستہ کہا اور میان لرز گیا، سومیہ پتھرا اس کی گھڑ سواری کی تعریف کی۔ سومیہ میان کا دل ہاتھ میں لے رہی تھی۔ سردار کے کوسے سے اس نے شہ بدن اور اس کی بیٹیوں کا ہر نقش منایا تھا اب اس کے دل سے ان کے نقوش متاثر ہوئے تھے۔ تین پتھروں کی طرف اشارہ کر کے بولی۔ ”پچھلی رات ستاروں نے یہی تین پیش تھی۔“

”مجھے افسوس ہے میری تھوڑی سی ضد نے میری زندگی کے بہت سے قیمتی ماہ و سال چھین سکائیں گی تھیں میں نے انہیں محفوظ کر دیا۔“

”لے۔“

”کیسے؟“ سومیہ نے پوچھا۔

”شہ بدن کے ساتھ وقت گزار کر۔ تجھے بہت پہلے میری زندگی میں شامل ہو جانا چاہئے۔“

”تھا۔“

”اے اب میرے انداز میں بھی نہ یاد کیا کر میان سوچ لے کہ اس کا تجھ سے کبھی کوئی بعد تو نے یہ پاؤں آباد کئے تھے۔“ میان آفتیش لے رہی تھی۔

”یہ پہلا پتھر۔ ستاروں کی اس پیش گوئی کا ہے کہ آج تو یہاں آئے گا؟“ طوراً نے ان کی تعلق نہیں تھا۔

”اس دن دونوں مشرقی کوسے کی طرف نکل آئے تھے۔ یہ دشوار گزار راستے تھے۔۔۔۔۔ اور کیفیت سے بے نیاز ہاتھ بڑھا کر ایک پتھر اٹھاتے ہوئے کہا۔ ”اور میں تیرا انتظار کر رہی تھی۔“

”میان یہ عورت تو نمک حرام ہے اور میری بدخواہ بھی“ میں جانتا ہوں کہ میرے دشمن مارنے سے تیری بہت دوستی تھی اور تو اس کی بھی خواہ تھی۔ مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ اس کے زوال لے مشکلات پیدا ہو گئی۔ یہ جینے کے قابل نہیں ہے۔“ سومیہ غضب ناک لہجے میں بولی۔

”ستاروں کی بات ہے میرا کیا قصور..... یہ دوسرا پتھر اسی پیش گوئی کا ہے کہ سومیہ بیٹے کو جنم ہے۔“

”نہیں وہ بوڑھی طوراً کا کوسہ ہے کیا تم طوراً کو جانتی ہو؟“

”ہاں کیوں نہیں وہ دل ہلا دینے والی پیش گوئیاں کرتی ہے لوگ کہتے ہیں اس کی پیش گوئی باندھے دے سکے گی۔“ طوراً بے خوف سے بولی۔

”نمک حرام عورت اپنی ناپاک زبان سے یہ الفاظ ادا کرنے کے بعد تیری زندگی کا کوئی جواز باقی بچ ہوتی ہیں۔“

”میان سوچ میں ڈوب گیا۔“ آ اس سے ملاقات کریں۔“ کچھ دیر کے بعد وہ پہاڑی ٹیلے میں رہتا۔ میں تجھے بہت سی باتوں کے سامنے چھوڑنے کو مجھے خبر نکال لیا۔

پتھروں سے چنے ہوئے ایک کوسے کے پاس پہنچ گئے چھوٹے سے پہاڑی غار کے سامنے پتھروں کو بٹنے خبر نکال لیا۔

”اور یہ تیری پیش گوئی۔“ طوراً نے تیرا پتھر اٹھاتے ہوئے کہا۔ میان جنونی انداز میں کراہاٹ بنایا گیا تھا اس احاطے میں سوکھی لکڑیاں انبار تھیں طوراً غار میں تھی اس نے غار کے عقبی حصے میں لکڑیاں سلگا رکھی تھی ان دونوں کو دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر استقبالیہ مسکراہٹ بکھرا۔

”ہوٹ بھینچ لے۔ میان نے خنجر واپس کھینچ کر اس پر دو سرا وار کر دیا اور طوراً زمین پر دراز ہو گئی۔

”تمیں.... ری پیش گوئی۔ یہی تھی کہ۔ یہ۔ اس دنیا میں میرا۔ یہ آخری دن۔ ہے۔“ طوراً نے کہا اور اس کی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔

”تیرا سرداری میں ٹھیک ہوں۔“

”بہت دن سے تجھے آبادی میں نہیں دیکھا۔“

”دل گھبراتا ہے تو چلی جاتی ہوں۔“

”تجھے کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہے.....؟“ میان نے پوچھا اور ہنس پڑی۔

”مجھے کہ آج میری تمام ضرورتیں پوری ہو گئیں اب کوئی ضرورت نہیں ہے۔“

”ستاروں سے تیری دوستی چل رہی ہے۔“

”ہاں پچھلی رات انہوں نے مجھ سے بہت سی باتیں کی ہیں۔“

”میں تجھ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔“

”کیا میں نے غلط کیا ہے.....؟“ میان نے پوچھا۔

”ہرگز نہیں۔ اس کی نمک حرام زبان کو خاموش کرنا بہت ضروری تھا۔“

”یہی میں نے سوچا۔ اسے یہ گندے لفظ منہ سے نہیں ادا کرنے چاہئے تھے۔ بہت سی باتیں سے میں کو مجھتے ہیں۔ اگر وہ ان کے سامنے زبان کھول دیتی تو وہ چہ میگوئیاں کرتے اور مجھے ان

سے دشمنی مول لینا پڑتی۔“
 ”آؤ چلیں۔ یہ جگہ منحوس لگ رہی ہے۔“ سوما یہ نے واپسی کے لئے قدم بڑھا دیئے۔
 ”گھوڑوں پر بیٹھ کر چل پڑے۔ اس کے بعد انہوں نے بہتی ہی کارخ کیا تھا۔ کوسے میں داخل ہو
 سے پہلے میان نے کہا۔
 ”ہم بہتی والوں سے بھی یہ نہ کہیں گے کہ طور اکو ہم نے زندگی سے محروم کیا ہے؟“
 ”بھلا ہم کیوں کہیں گے۔“ سوما یہ نے مسکرا کر کہا لیکن کوسے میں داخل ہو کر دونوں
 کندر کے شکار رہے۔ یہاں تک کہ رات کو بھی میان کروٹیں بدلتا رہا۔ اسے آنکھیں بند کر
 سے خوف محسوس ہو رہا تھا کیونکہ بند آنکھوں میں طورا آجاتی تھی جو کستی تھی کہ میری آخری
 گوئی بھی تھی کہ.....
 ”تو کیا وہ جچی پیش گوئیاں کرتی تھی۔“ میان کے منہ سے بڑبڑا ہٹ نکلی اور سوما یہ اپنے
 پراٹھ کر بیٹھ گئی۔
 ”تم کس بارے میں پریشان ہو میان لائی.....! اسکی موت پر یا اس کی پیش گوئی پر.....“
 ”مجھے اس کی پیش گوئی زیادہ پریشان کر رہی ہے۔“
 ”اس بارے میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔“ سوما یہ نے کہا۔
 ”ہاں کو۔“
 ”تم سے زیادہ مجھے پریشان ہونا چاہئے لائی۔ تم مرد ہو اور عقابوں کے سردار ہو۔“
 صاحب اختیار ہوتے ہیں جبکہ میں تمہاری غلام ہوں۔ تم بے شک مجھ سے محبت کرتے ہو، لیکن
 اس عہد کو کبھی نہیں بھولوں گی جو شادی سے پہلے میں نے تم سے کیا ہے۔ اگر میں عقابوں کو
 نہ دے سکتی تو تمہاری بیوی رہنے کا مجھے کوئی حق نہیں ہے..... لیکن..... میں مطمئن ہوں۔
 صرف روشنی والا کرتا ہے۔ کوئی پیش گوئی نہیں کر سکتا اور میں اس سے مطمئن ہوں۔ اگر
 والے نے نہ چاہا تو تم سو بیویاں پا کر بھی بیٹے کے باپ نہ بن سکو گے۔“
 لائی بے اختیار اٹھ کر بیٹھ گیا..... ”کیا..... کہا تو نے.....!“
 ”کیا تو یہ کہنا چاہتی ہے کہ میں نے شہ بدان کے ساتھ زیادتی کی ہے.....! میان اسے
 کر بولا۔ سوما یہ کو ایک دم احساس ہو گیا کہ زیادہ ذہانت بعض اوقات کس قدر خطرناک ہو
 لیکن اس کی ذہانت مشتبہ نہیں تھی۔ اس نے پورے شکوک سے کہا۔
 ”نہیں۔ میں نے صرف یہ کہا ہے کہ ستارے کبھی نہیں بولتے۔ وہ صرف بلندی کی
 ہوتے ہیں اور ان میں زمین کی کمائیاں تحریر نہیں ہوتیں۔ زمین کے فیصلے روشنی والا کرتا ہے
 فیصلہ بھی اسی کا ہے کہ شہ بدان کے ہاں بیٹا نہ ہو کیونکہ اس نے تجھ سے وفائے کی اور تیری
 میں سالہا زور کو یاد کرتی رہی۔ اگر وہ خلوص سے تیری عورت ہو کر رہتی تو روشنی والا اسے
 ضرور نوازتا۔ اس نے جو کچھ کیا اسے اس کا صلہ ملا لیکن میں جب بھی خود پر غور کرتی ہوں
 آپ کو مطمئن محسوس کرتی ہوں کہ میرا رواں تیرا غلام ہے۔ میں تجھے عقابوں کا دار
 کر پیشہ نظر میں رہوں گی۔ مجھے اس بات پر پورا یقین ہے۔“
 ”آہ۔ تو نے بالکل درست کہا۔ یہ سچ ہے لیکن میں اس وقت بہت پریشان ہوں۔“

”آخر کیوں؟“ سوما یہ بولی۔
 ”بہت سے پریشان خیالات خواب بن کر آنکھوں میں آجاتے ہیں۔ وہ لڑکیاں میرے خوابوں
 میں منہ بسورتی ہیں جو میرے نام سے منسوب تھیں۔“
 ”اگر تو مجھے اجازت دے تو میں اس بارے میں بھی کچھ کہوں.....؟“ سوما یہ نے چالاکی
 سے کہا۔
 ”ضرور کہ۔ تیری باتیں میرے دل پر ٹھنڈے پانی کی بوندوں کی مانند ہوتی ہیں۔“
 ”ان سب کے دل تجھ سے منحرف تھے۔ کیونکہ ان میں سے کوئی تیرے تصور سے عالم وجود
 میں نہیں آئی تھی ورنہ وہ بیٹی نہ ہوتیں تیرا بیٹا ہوتیں۔“ میان سوما یہ کے الفاظ پر غور کرتا رہا اور
 جب بات اس کی سمجھ میں آئی تو وہ خوشی سے اچھل پڑا۔
 ”تو کئی قدر زیرک ہے سوما یہ۔ کتنی گہری بات کرتی ہے۔ میری دعا ہے کہ تو مجھے عقابوں کا
 وارث دے کر تاحیات میری رہے۔“
 ”ایسا یقیناً ہو گا.....!“ سوما یہ نے چمکتی آنکھوں سے میان لائی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

○.....○.....○

”اس کے چہرے پر وحشت کے آثار کندہ تھے۔ وہ لکڑی کے سرلوں پر دونوں ہاتھ ٹکائے
 مائل کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اجنبی چہرے اس کی سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔ پھر اس نے بتے
 ہوئے دریا کو دیکھا اور اسے سب یاد آگیا۔ وہ دیوانہ وار اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک عجیب سی کیفیت اس پر
 طاری ہو گئی۔ اس نے وحشت زدہ نظروں سے ان سب کو دیکھا پھر لیزا کی گود میں اسے بچی نظر آنی
 اور وہ عقاب کی طرح اس پر چھوٹا۔ انداز ایسا خوفناک تھا کہ لیزا کے حلق سے چیخ نکل گئی وہ جلدی
 سے دونوں ہاتھ آگے بڑھا کر بولی۔
 ”ہاں۔ ہاں، تمہاری ہے۔ تمہاری ہے۔ لے لو.....! اس نے بچی لیزا سے چھین لی
 اور اس طرح چوکنے انداز میں ایک ایک کو دیکھنے لگا جیسے خطرہ بھانپ رہا ہو۔
 آسٹروڈوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”بالکل نہیں دوست، یہ تمہاری بچی ہے۔ اسے کوئی تم سے
 نہیں چھینے گا نہ..... نہ۔ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“ آسٹروڈ قدم پیچھے ہٹ گیا۔ سراتو
 آہستہ سے بولا۔ ”کھنٹالی۔“
 لیزا حسرت بھری نظروں سے بچی کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے انگلی اٹھا کر کہا۔ ”ہم نے اسے
 کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔ بلکہ بلکہ.....“
 ”نہیں لیزا..... وہ ہماری بات نہیں سمجھ رہا بیکار ہے اس سے کچھ کہنا.....“ آسٹروڈ بولا۔ اسی
 وقت بچی نے ہونٹ بسورے اور پھر اس کے رونے کی ایک باریک سی آواز ابھری۔ اس آواز پر
 لیزا بے اختیار ہوا کر آگے بڑھی اور اس نے دودھ اور روٹی اسے دکھاتے ہوئے کہا۔
 ”یہ بھوک ہے۔ ہم اسے دودھ پلا رہے تھے۔ تم اسے مجھے دے دو میں اس کا پیٹ بھر دوں پھر
 تم لے لیا.....!“
 وہ وحشت زدہ انداز میں اتنا پیچھے ہٹا کہ کشتی کے کنارے پر جا کھڑا ہوا۔ لیزا پھر چیخ کر رک

مٹی۔

”نہیں لیزا نہیں۔ پلیز اس جانور سے کچھ نہ کہو۔ بیکار ہو گا.....“
 ”وہ کم بخت اسے مارے بغیر نہ چھوڑے گا۔ آہ..... کتنی پیاری بچی ہے۔“ لیزا کی آواز
 کپکپا رہی تھی اور ہونٹ روئے کا زاویہ اختیار کر گئے تھے۔
 ”لیزا پلیز..... جذباتی نہ ہو۔“ آسٹر نے لیزا کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

”دیکھو..... دیکھو وہ دریا میں کودنے کی تیاری کر رہا ہے۔ دیکھو وہ دریا میں کود رہا ہے۔“
 وحشی انسان نے پھر دریا کا رخ اختیار کر لیا۔ اس نے اپنے بدن کو اس پوزیشن میں کر لیا تھا۔

لیزا کرب زدہ انداز میں بلک پڑی۔ ”مرحائیں گے دونوں۔ آہ۔ وہ بھی مر جائے گی..... آسٹر کو
 پیاری بچی ہے ڈوب کر مر جائے گی۔“ وحشی شخص نے گردن گھما کر لیزا کو دیکھا۔ ایک لمحے دیکھ
 رہا۔ پھر اس نے بچی کو دیکھا۔ پھر دریا کو..... اور اس کے بعد وہ منہ اٹھا کر آسمان کو دیکھنے لگا.....
 پھر آہستہ آہستہ اس کا رخ بدلنے لگا۔ وہ کشتی پر..... دو زانو بیٹھ گیا۔ بچی اس کے سینے سے لگی ہوئی
 تھی۔ کچھ لمحے وہ اسی طرح بیٹھا رہا۔ لیزا کے چہرے کی کیفیات لمحہ لمحہ بدل رہی تھیں۔ وہ رو بھی نہ
 تھی اور اس کے دریا میں کودنے کا ارادہ ترک کر دینے پر ہنس بھی رہی تھی چند لمحات کے بعد اس
 نے ہاتھ بلند کئے اور بچی کو لیزا کی طرف بڑھا دیا۔

لیزا تیرکی طرح بڑھی اور اس نے بچی کو آغوش میں لے لیا۔ وہ اس کے قریب بیٹھ کر اسے
 سمجھانے لگی کہ وہ بچی کا پیٹ بھرنے چاہتی ہے اور اس کی بچی کو کوئی نقصان نہ پہنچے گا! آسٹر نے ہنر
 کر بڑے کہا۔ ”بڈ..... اس جانور کو بھی کچھ کھانے کو دو.....!“

”میں ابھی انتظام کرتا ہوں مسٹر آسٹر.....!“ چند لمحوں کے اندر بڈ نے بکٹ اور چائے
 انتظام کیا اور برتن اس کے سامنے کر دیے۔ نیم وحشی شخص ان چیزوں سے ناواقف نہیں تھا۔ اس
 نے ایک نگاہ چرسکون بچی پر ڈالی اور پھر شکر گزار نگاہوں سے ان لوگوں کو دیکھتے ہوئے چائے کا پڑ
 لے لیا۔

آسٹر گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیتے ہوئے تجزیہ کر رہا تھا۔ وحشی شخص نے جس ط
 چائے کا برتن پکڑا تھا اس سے اظہار ہوتا تھا کہ وہ برتنوں سے ناواقف نہیں ہے اور یہ بھی جانتا
 کہ اس کے اندر جو شے موجود ہے اسے کس طرح استعمال کیا جائے۔ ویسے بھی چہرے مہرے
 طے سے وہ اتنا غیر متذبذب یافتہ نہیں معلوم ہوتا تھا۔ بس ہاڑی رہن سہن اور رسم و رواج کی
 سے وہ عام انسانوں سے ذرا سا بدلا ہوا تھا۔ اب اس بات میں کوئی شک ہی نہیں تھا کہ یہ ہمارے
 کے کھٹائی تھے..... لیکن نجانے کیا قصہ ہے، یہ دریا میں کیوں بہہ رہا تھا اور بچی اس طرح اس
 سینے سے کیوں لپٹی ہوئی تھی، بچی کے بارے میں ایک نگاہ میں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ نوزائیدہ
 بھوکے شخص نے بکٹ بھی کھائے اور اس کے بعد یوں محسوس ہوا جیسے اس پر غنودگی سی مل
 ہوتی جا رہی ہے، شاید بہت دیر سے بھوکا تھا اور پیٹ میں بچنے والی غذا نے اس پر خمار طاری
 تھا۔ آسٹر نے آہستہ سے بڈ سے کہا.....

”اگر یہ سو جائے تو اس کے جسم پر تھوڑے سے گرم پڑے ڈال دو.....“
 بڈ ہمیشہ ہی ان دونوں کے حکم پر بغیر چوں چہ اگر دن غم کر دیا کرتا تھا..... آسٹر کا خیال

نکلا اس شخص نے وہیں اپنی جگہ دراز ہو کر آنکھیں بند کر لی تھیں۔ تب بڈ لیزا کی جانب متوجہ ہوا۔
 لیزا کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا تھا جیسے ان چند ہی لمحات میں اس کی جان اس بچی کے جسم میں چلی گئی
 ہو۔ ایسا پیار، ایسی مامتا اس کے چہرے پر مجھد ہو گئی تھی کہ یقین نہ آئے۔ آسٹر اسے دیکھتا رہا اور
 پھر مکر دیا پھر وہ لیزا کے پاس بیٹھ گیا اور لیزا نے چونک کر اسے دیکھا، بچی چرسکون انداز میں
 آنکھیں بند کئے لیزا کی آغوش کے لمس سے سرشار سو رہی تھی۔ لیزا نے آسٹر کو دیکھا اور کسی قدر
 بچنے ہوئے انداز میں بولی۔ ”آسٹر اس کے نقوش تو دیکھو، اس کا مطلب ہے کہ ان علاقوں کے
 رہنے والے بے حد خوب صورت ہوں گے۔“

”بہت پیاری بچی ہے۔“ آسٹر نے لیزا کی دلجوئی کے لئے کہا..... وہ بالکل اس بات کا اظہار
 نہیں کرنا چاہتا تھا کہ لیزا کی بچی سے یہ وابستگی اسے کسی بھی شکل میں ناگوار گزر رہی ہے اور ایسی
 بات تھی بھی نہیں۔ انوکھے اور دلچسپ حالات میں یہ بچی ان تک پہنچی تھی اور اس کے علاوہ کچھ
 بھی نہیں کیا جاسکتا تھا جو کیا جا رہا تھا۔ آسٹر نے کہا۔ ”تمہاری کتاب میں ایک اور خوب صورت
 باب کا اضافہ ہو گیا ہے۔“

لیزا نے آسٹر کی اس توجہ سے خود اعتمادی حاصل کرتے ہوئے کہا..... ”اور ہو سکتا ہے آسٹر
 اس بات کا اضافہ میری کتاب ہی میں نہیں بلکہ میری زندگی میں بھی ہو گیا ہو بشرطیکہ تم مجھے اس کی
 اجازت دو.....“

آسٹر لیزا کی بات کا مطلب سمجھ گیا..... اس نے کہا۔ ”اگر حالات اس کی اجازت دیں تو دو
 انسانی زندگیاں میرے لئے قابل قدر ہی ہوں گی اور میں انہیں کسی بھی طور ضائع کرنا پسند نہیں
 کر دوں گا۔“

”آسٹر تم اس قدر بلند ظرف انسان ہو کہ تمہاری بیوی ہونے کے ناتے ہی نہیں ایک انسان
 کی حیثیت سے سوچ کر میں تمہاری بے پناہ عزت کرتی ہوں، تم نے وہ کچھ بھی برداشت کیا ہے جس
 کی مثال ناممکن ہے، میری مراد بڈ سے ہے۔“

آسٹر نے ہنس کر گردن جھٹکتے ہوئے کہا..... ”میں تم سے محبت بھی کرتا ہوں لیزا اور تم پر
 اعتماد بھی کرتا ہوں، اس کے بعد تمام باتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ میرے دل میں آرزو ہے کہ جب تک
 میں اور تم زندہ ہیں اور ساتھ ہیں مجھ سے جو کچھ بن پڑے میں تمہارے لئے کر دوں۔“

”میں ان محبت بھرے الفاظ کا صحیح طور سے جواب بھی نہیں دے سکتی آسٹر ویسے کیا خیال
 ہے تمہارا ان دونوں کے بارے میں.....؟“

”سچ بات یہ ہے کہ مم جوئی کے لائق واقعات میری زندگی سے منسلک ہیں اور تھوڑے
 بہت تجربے کا دعویٰ بھی کرتا ہوں لیکن یہ جو کچھ ہے سمجھ میں نہیں آیا، البتہ اتنا جانتا ہوں کہ جو
 شخص کشتی پر آیا ہے وہ نا سمجھ نہیں ہے، بس ہمارے درمیان زبان کی مشکل رہے گی اور اس نے
 جس انداز میں بچی کو تمہاری آغوش میں دیا ہے اس سے یہ اظہار ہوتا ہے کہ اس نے اس نئی زندگی
 کو ہمارے ساتھ قبول کر لیا ہے۔“

لیزا نے پیار بھری نگاہوں سے سوتی ہوئی بچی کو دیکھا اور بولی..... ”تو کیا تم مجھے اسے ہمیشہ
 ہمیشہ رکھنے کی اجازت دو گے.....؟“

”یہ اجازت تو میں تمہیں دے چکا ہوں اسی لئے تو یہ بچی تمہارے آغوش میں ہے۔“
 ”نجانے اس معصوم کی زندگی سے کیا کمائی وابستہ ہے، میرا خیال ہے اسے دنیا میں آئے ہوئے دو تین دن سے زیادہ نہیں گزرے تمہاری کیا رائے ہے.....؟“
 ”یہی اندازہ ہوتا ہے۔“ آسٹریلیا کی بات سے اتفاق کرتا ہوا بولا۔ کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد لیزا نے کہا۔ ”اب یہ جاگ جائے تو اس کے بارے میں اندازہ ہو کہ یہ آئندہ کیا چاہتا ہے دیے آسٹریلیا کو اب میرا یہاں سے فوراً واپس چلنے کے لئے جی چاہتا ہے۔“
 آسٹریلیا کی بات سن کر ہنس پڑا، اس نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”میں بہت زیادہ تجربے کا رہو نے کا دعویٰ تو نہیں کرتا، لیکن یہ سچائی ہے کہ فطرت ہر حال میں انسان کے ساتھ رہتی ہے، چاہے اس کا مزاج کتنا ہی مختلف کیوں نہ ہو.....؟“
 ”ہاں آسٹریلیا، مجھے یہ بچی بہت پیاری لگی ہے اور میری آرزو ہے کہ میں اسے اپنے ساتھ رکھوں.....“

بڑا ان تمام معاملات سے لاتعلقی اپنے معمولات میں مصروف ہو گیا تھا۔ بہت وقت گزر گیا۔ تب وہ شخص جاگا متوحش انداز میں اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ دریا میں اپنے آپ کو بہتے ہوئے دیکھا اپنے اطراف میں موجود لوگوں کو اور پھر لیزا کے سینے سے لگی ہوئی بچی کو..... اس کے تاثرات بہت عجیب تھے۔ کچھ دیر وہ ماحول کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اپنی جگہ دوڑا نو بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھ سینے پر باندھے اور آسمان کی جانب دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اپنی جگہ سے اٹھا اور مودبانہ انداز میں لیزا کے قریب پہنچ گیا۔ تمام لوگ اس کی جانب متوجہ ہو گئے تھے۔ لیزا ایک لمحے کے لئے خوفزدہ ہو گئی لیکن پھر اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر لیزا کو اطمینان ہوا۔ اب ان تاثرات میں وحشت نہیں تھی۔ اس نے لیزا سے کچھ کہا اور لیزا نے سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھتی رہی۔ آسٹریلیا بڑھتی ہوئی قریب آئے گئے تھے، واگا اور سراتو دور سے جائزہ لے رہے تھے اور دریا کی لہروں پر بہتے ہوئے بجرے کا نظام بھی سنبھالے ہوئے تھے۔ لیزا نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”نہیں مسٹر تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔“ اس نے جیسے لیزا کے الفاظ سمجھ لے اپنے سینے پر انگلی رکھی اور آہستہ سے بولا۔ ”روزال..... روزال.....“

آسٹریلیا بڑا ایک ساتھ بول پڑے..... ”اس کا نام روزال ہے۔“ پھر آسٹریلیا نے بچی کے سینے پر انگلی رکھتے ہوئے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا تو وہ اٹھتے ہوئے انداز میں سر سمجھنے لگا۔ سوچا اور اس کے بعد اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے بچی کے سینے پر انگلی رکھ کر کہا۔ ”زربدان.....“ یہ نام خود اس کی تخلیق تھا، غالباً شہدان اور دوسری بچیوں کو مدنگاہ رکھے ہوئے اس نے خود ہی اس بے آسرا بچی کا نام رکھ لیا تھا لیکن یہی نام اس بچی کی تقدیر بن گیا۔ آسٹریلیا نے وہ زربدان بن گئی تھی لیزا نے بچی کے سینے پر انگلی رکھ کر روزال کی جانب اشارہ کیا اور بولی۔

”روزال..... زربدان.....“ اس نے واپس روزال کے سینے پر انگلی رکھی، تو اس نے آنکھیں بند کر کے نفی میں گردن ہلا دی۔ وہ ان لوگوں کا تمام مفہوم سمجھ رہا تھا اور اس نے اس بات کی نفی کی تھی کہ وہ بچی اس کی ہے۔ آسٹریلیا اور لیزا نے اس سے کئی سوال کئے لیکن جواب میں ان نے جو کچھ کہا اس کا مفہوم ان کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔ تب آسٹریلیا نے کہا۔

”خیر کوئی بات نہیں، یہ اندازہ ہمیں ہو چکا ہے کہ یہ شخص ہم سے تعاون کرنا چاہتا ہے اور اس نے ہماری مدد قبول کر لی ہے۔“ لیزا کے چہرے پر خوشی کے آثار پھیل گئے تھے۔
 بیسواں دن بھی پورا ہو گیا..... اور اب صرف یہ تصور تھا ان کے ذہنوں میں کہ کسی طرح انہیں کوئی آبادی نظر آجائے۔ ایسی جہاں سے وہ اپنی دنیا کا سفر کر سکیں لیکن ایک سو دن کے آغاز کے بعد بھی جب ایسا نہ ہوا، تو بڑے مشورہ دیا۔
 ”اگر میری بات مناسب سمجھی جائے تو اب ہمیں کشتی کو ساحل کی جانب لے جانا چاہئے اور خشکی کے راستوں پر چل کر اپنے لئے راہیں تلاش کرنی چاہئیں۔“

آسٹریلیا سے مشورہ کیا اور اس کے بعد بڑے متفق ہو گیا۔ وہ سب مستعد ہو گئے، سراتو اور واگا کو اشارہ کیا گیا اور اس کے بعد پہلی بار چوڑا سنبھال لئے گئے۔ صرف لیزا تھی جو بچی میں کمن تھی، ورنہ روزال بھی ان لوگوں کے ساتھ چوڑا چلانے میں مصروف ہو گیا تھا۔ ویسے بھی وہ ایک مستعد شخص تھا اور اس کے چہرے کے نرم تاثرات بتاتے تھے کہ وہ کسی بھی طور سرکشی کرنے والا نہیں ہے۔ زیادہ مشکل نہ پیش آئی اور یہ بجرہ کنارے سے جا لگا..... بڑے سب سے پہلے خشکی پر کودا، پھر آسٹریلیا..... اور اس کے بعد رستوں کی مدد سے اس کشتی کو خشکی پر سمجھنے لیا گیا۔ ان لوگوں نے سامان کے پیکٹ بنائے، آسٹریلیا مہارت کام کر رہی تھی اور بڑا کتاوون۔ تمام سامان بار کرنے کے بعد باتو کی بنائی ہوئی اس کشتی کو الوداع کہہ دیا گیا اور اس کے بعد یہ لوگ انسانی آبادیوں کی تلاش میں دشوار گزار راستوں پر آگے بڑھنے لگے۔ بڑے پروگرام کے مطابق بیسواں دن کے بعد اس مہم کا سلسلہ ترک کر دیا گیا تھا اور اب انہیں زندگی بچانے کی مہم درپیش تھی۔ روزال مشینی انداز میں ان کے ساتھ چلتا رہا تھا اور انہیں یہ اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ کسی بھی قسم کی کوئی خرابی پیدا نہیں کرے گا..... البتہ یوں لگتا تھا جیسے وہ بچی کو دیکھ دیکھ کر جیتا ہو۔ یہ بات بھی ان کے علم میں آگئی تھی کہ بچی روزال کی اپنی نہیں ہے اس نے واضح انداز میں اس سے انکار کر دیا تھا۔ پھر وہ کون ہے کیا ہے یہ ایک عجیب معتمد تھا، جو اسی وقت حل ہو سکتا تھا جب وہ روزال کو اپنی زبان سکھائیں..... اور لیزا نے عہد کیا تھا کہ یورپ واپس پہنچنے کے بعد وہ اس سلسلے میں محنت کرے گی اور یقیناً روزال کو اپنی زبان سکھا دے گی۔ روزال کو جب پکارا جاتا تو وہ اپنے نام سے مخاطب ہو جاتا تھا اس لئے اس میں کوئی شبہ نہیں رہا تھا کہ اس کا نام روزال ہے۔

آٹھ دن کی مسلسل مشقت کے بعد انہیں ایک ایسی بستی نظر آگئی، جس کے بارے میں یہ کہا جاسکتا تھا کہ وہ پانچواں پار کی بستی نہیں ہے بلکہ یقینی طور پر مذہب آبادیوں میں شمار ہوتی ہے۔ وہ سب دیوانہ وار اس بستی کی جانب دوڑ پڑے تھے اور یہاں پہنچ کر ان کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں رہا تھا چونکہ بستی میں ایسے ذرائع موجود تھے، جن سے کسی ایسی شہر کی جانب رخ کیا جاسکتا تھا، جو انہیں بلا کسی کی آسائیاں مہیا کر دے۔ لیزا نے اس بستی کے بارے میں اندازہ لگانے کے بعد مسکراتے ہوئے آسٹریلیا سے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ میری کتاب پڑا سراسر ایشیاء مغربی طور پر منظر عام پر آئے گی.....؟“
 ”ہاں اب بھلا اس میں کیا شک ہے، لیکن کیا پڑا سراسر ایشیاء کے یہ دونوں کردار جنہیں یورپ لے جانے کے لئے ہمیں خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا تمہاری کتاب میں شامل ہوں

گے.....؟“
 ”ہرگز نہیں آسٹر کیونکہ اس کے بعد‘ ان کے ہم سے جدا ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔“
 ”وہ کیسے.....؟“
 ”بہت سے لوگ ان کی جانب متوجہ ہو جائیں گے اور ہو سکتا ہے کوئی ان کے حصول کو شش بھی کرے۔ نہیں میں ان کے لئے یہ خطرہ نہیں مول لوں گی۔“
 ”خاصی سمجھدار ہو۔“ آسٹر نے مسکراتے ہوئے لیزا سے اتفاق کر لیا۔

○.....○.....○

باتو کشتی سے دور ہوتا چلا گیا۔ دریا کے ساکن پانی میں تیرنا مشکل نہیں ثابت ہو رہا تھا۔ کشتی سے دور لکھتا چلا آیا۔ اس نے ایک بار بھی مڑ کر نہیں دیکھا تھا کہ کشتی والوں پر کیا گزر رہا ہے البتہ کچھ دور تک اسے آسٹر وغیرہ کی ہلکا سناٹی دیتی رہی تھی، لیکن اس پکار سے بے نیاز وہ ساحل کی جانب بڑھتا چلا گیا تھا۔ اس نے یہ دیکھنا ہی چھوڑ دیا تھا کہ ساحل کتنے فاصلے پر ہے، بس اس ہاتھ مشینی انداز میں چل رہے تھے۔ پھر اسے محسوس ہوا تو اس نے کنارے کو دیکھا۔ مولیٰ جھاڑیاں پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں اور انہیں پکڑ کر پانی خشکی پر پاؤں بجائے جاسکتے تھے۔ باز ایک موٹے ڈھنسل کو آزمایا اور جب یہ محسوس کر لیا کہ وہ اس کا وزن سنبھال سکے گا تو اسے اپنے جسم کو اوپر اٹھایا اور کنارے پر پہنچ گیا۔ رات کی تاریکی میں ماحول نمایاں تو نہیں لیکن بدن کے نیچے لمبی نرم گھاس محسوس کی جاسکتی تھی، باتو اتنا طویل فاصلہ تھرنے کی وجہ سے پیسپھروں میں تکلیف محسوس کر رہا تھا چنانچہ تھوڑا سا ہٹ کر وہ گھاس پر سیدھا لیٹ گیا۔ اب نام و نشان بھی نظر نہیں آ رہا تھا، وہ لہروں کے دوش پر آگے نکل گئی تھی، باتو کے ہوش و درست تھے اور کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جو اس کے لئے نقصان کا باعث بنتی چنانچہ چند کے آرام نے اسے بالکل درست کر دیا۔ خاصا طویل تیرنا پڑا تھا اور سیدھے تھرنے کی جودہ اسے شدید محنت کرنا پڑی تھی۔ اس نے اٹھ کر چاروں طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا نہ کر دیا۔ زندگی سے بیزار نہیں تھا، زندگی چاہتا تھا چنانچہ یہ احساس بھی دامن گیر ہوا کہ اطراف درندے نہ ہوں۔ وہ اندر سے کیا تھا۔ یہ بات آسٹر لیزا یا بڈ کو بھی نہیں معلوم ہو سکی تھی اور ستالی بستی میں رہنے والے بھی اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے بس انہیں اتنا ہی معلوم تھا کہ باتو ایک آوارہ گرد شخص ہے، مہم جوؤں کے ساتھ پھولا کھانچن اور شاہ کاٹک کے دشوار علاقوں کی سیر کرتا ہے اور ان سے اتنا حاصل کر لیتا ہے کہ بعد کی زندگی آرام سے گزرے۔ ستالی میں اس کے شناسا ہی بہت کم تھے، سب سے الگ تھلگ زندگی گزارتا تھا، کبھی ان لوگوں کے درمیان ہوتا اور کبھی غائب ہو جاتا۔ لوگ یہ سمجھتے کہ اس بار کسی مہم جو کے ساتھ وہ کام اہم پھر یہ علاقہ چھوڑ کر کہیں دور جا نکلا ہے لیکن وہ پھر نمودار ہو جاتا اس طرح وہ ستالی بستی میں ان شناساؤں کے درمیان اجنبی تھا۔ پتہ نہیں اس کی زندگی کی داستان کیا تھی۔ ابتداء میں ان آسٹر اور لیزا کو بھی ان علاقوں میں جانے سے منع کیا تھا، لیکن پھر ان کی ثابت قدمی دیکھ کر ان کے ساتھ یہاں تک آنے پر آمادہ ہو گیا تھا۔ البتہ اس کی ذہنی کیفیت ایسی ہی تھی، آسٹر نے یہ بات تسلیم کرنے کے باوجود کہ وہ پارٹی لیڈر رہے گا اور وہ لوگ اس کی سرکردگی میں رہے گا۔

مے، بدھدی کی تھی، نتیجے میں باتو نے انہیں چھوڑ دیا تھا لیکن پتہ نہیں کیوں اس نے دوسری سمت اختیار کرنے کے بجائے کھٹالیوں کے علاقے میں آنا پسند کیا تھا اور اب اپنے اندازے کے مطابق وہ کھٹالی بستیوں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ اپنی جگہ سے اٹھا، لیکن دونوں پیروں چلنے کے بجائے اس نے چربایوں کی طرح گھٹنوں اور پھیلیوں کے بل بہت دور تک کا سفر کیا۔ اس نے حساس کان، آنکھیں اور ناک ہر سرسراہٹ کا جائزہ لے رہے تھے، بار بار اس نے اندازہ لگایا کہ سانپ اس کے آس پاس سے گزرے ہیں، شترات الارض کی آوازوں کے سوا اسے اور کوئی آواز نہیں سنائی دی تھی، جس کا مطلب تھا کہ درندے اگر یہاں ہیں بھی تو کم از کم اس جگہ موجود نہیں ہیں، حالانکہ اس بات کے امکانات تھے کہ خونخوار درندے دریا کنارے پانی پینے ضرور آتے ہوں تھے، پھر جب وہ گھاس اور درختوں کے درمیان سے نکل کر پات پھاڑی وادی میں پہنچا تو اس نے اطمینان کی گہری سانس لی، یہاں کھلے آسمان کا نظارہ تھا۔ ستارے جگمگے ہوئے تھے البتہ چاند موجود نہیں تھا لیکن ستاروں کی مدد ہم روشنی ان میدانوں کو واضح کر رہی تھی جو سنسان اور خاموش تھے۔ اس وسیع و عریض میدان کا سلسلہ چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں تک جا کر ختم ہو جاتا تھا اور اس طرف بظاہر کوئی آبادی نظر نہیں آ رہی تھی۔ کھٹالیوں کی آبادیاں یقیناً چٹانوں کے اس طرف ہو سکتی تھیں اور باتو راتوں رات کسی ایسی جگہ پہنچ جانا چاہتا تھا جہاں سے کھٹالیوں کا جائزہ لے سکے۔ سخت زمین پر چربایوں کی طرح چلنا ممکن نہیں تھا اس لئے یہاں وہ اپنا عمل جاری نہ رکھ سکا اور اسے کھڑے ہو کر چلنا پڑا۔ لیکن بظاہر اتنے طویل نظر نہ آنے والے یہ میدان بہت طویل نکلے۔ اور باتو جب چٹانوں کے پاس پہنچا تو سب کی روشنی پھیلنے لگی تھی۔

کھلی چٹانیں عبور کرنا آسان کام نہیں تھا۔ باتو کو بہت دشواری کا سامنا کرنا پڑا لیکن وہ دھن کا پکا تھا، سورج چڑھے تک جدوجہد کے بعد اس نے چٹانیں عبور کر لیں۔ دوسری طرف پھر شاداب سلسلے شروع ہو گئے تھے۔ ناہموار گھاس، خود رو درخت اور سنسان ماحول، باتو یہاں پھر محتاط ہو گیا اس کا خیال تھا کہ کھٹالی یہاں سے دور نہ ہوں گے چنانچہ اس نے کسی ایسی جگہ کی تلاش میں نظریں دوڑائیں جہاں چھپ کر وہ اس ماحول کا جائزہ لے سکے۔ درخت زیادہ گھنے نہ تھے، نہ ان کے تنے اور شاخیں اس قدر مضبوط کہ ان پر چڑھا جاسکے۔ گھاس بھی چند انچ سے زیادہ لمبی نہ تھی البتہ کہیں اونچے جھاڑ نظر آرہے تھے جن پر کیڑوں جیسے پھل لگے ہوئے تھے۔ یہی جھاڑ اسے انسانی نظروں سے محفوظ رکھ سکتے تھے۔ باتو نے دور دور تک نگاہیں دوڑانے کے بعد ایک ایسے جھاڑ کا انتخاب کر لیا جو ایک درخت کے نیچے تھا، اس طرح اسے اس جھاڑ میں چھپ کر درخت کا سایہ بھی مل سکتا تھا، اس نے اپنی منتخب کردہ جگہ کی جانب دوڑ لگادی اور تھکے ہوئے بدن کی تمام ترقوتوں کے ساتھ دوڑ کر وہاں پہنچ گیا۔ درخت کے سائے میں بیٹھ کر اس نے گہری گہری سانس لینا شروع کر لیں۔ اب انسانی قوت جواب دینے لگی تھی۔ بدن ٹڈھال ہو رہا تھا، پلوں کے پوٹے ایک دوسرے سے جڑے جارہے تھے، جو شدید محنت اس نے کی تھی اب اس کے اثرات بدن پر نمایاں ہونے لگے تھے، وہ درخت کے تنے تک کر بیٹھ گیا اسے یقین تھا کہ اب ان گھاس کے میدانوں سے گزرنے والے اسے نہ دیکھ پائیں گے۔ دیسے بھی اگر کسی کو کوئی شبہ نہ ہو جائے تب ہی وہ کسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑا سکتا ہے اور باتو کو خوشی تھی کہ ابھی تک کسی انسانی آنکھ نے اسے نہیں

دیکھا تھا۔ آنکھوں میں نیند بھی تھی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہی اب ایک اور احساس بھی جا اٹھا تھا، یہ بھوک اور پیاس کا احساس تھا۔ نجانے کتنا وقت گزر چکا تھا۔ اس نے نہ کچھ کھایا تو پیا تھا۔ بھوک مٹانے کا کوئی ذریعہ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا، کافی دیر تک وہ اسی طرح آنکھوں سے درخت کے تنے سے لگا بیٹھا رہا۔ اس کا ذہن مسلسل کام کر رہا تھا اور جو تھکن آنکھوں پر طاری ہوئی تھی اس نے ذہن کو غلبے میں نہیں جکڑا تھا، وہ سوچ رہا تھا کہ اگر غذا کا حل نہ ہوا تو بدن بے طاقت کر دے گا اور اس بے طاقتی سے نمٹنا ذرا مشکل کام ہو گا اس کے لئے کچھ چاہئے، بظاہر کوئی ایسا ذریعہ نظر نہیں آتا تھا جو اس کی شکم سیری کر دے، آنکھوں کو چھڑ چھڑا کر نے چاروں طرف دیکھا، کوئی ننھا مٹا جانور بھی نظر نہ آتا تھا جسے شکار کر لیا جائے، جو کچھ اس کیسا تھا اس پر اسے کوئی پشیمانی نہیں تھی۔ ذہن میں نجانے کیا کیا تصورات تھے لیکن جن لوگوں کے ساتھ یہاں تک پہنچا تھا وہ ان تصورات کی تکمیل کے لائق نہیں تھے۔ وہ تو نہایت صلح جو شریف قسم کے لوگ تھے حالانکہ عموماً مہم جو اتنے نرم دل نہیں ہوتے اور اگر بات اپنی زندگی آجائے تو پھر وہ ہر قیمت پر اپنی ہی زندگی بچانا پسند کرتے ہیں۔ باتو ہونوں ہی ہونوں میں کچھ بڑا غالباً وہ آسٹریلین کو برا بھلا کہہ رہا تھا جس نے اس کی امیدوں کو پورا نہیں ہونے دیا تھا۔ پھر اچانک ہی اس کی نظر ان پیلے رنگ کے لمبوں نما پھلوں پر پڑی جو اتنے قریب تھے کہ آسانی ہاتھ بڑھا کر انہیں توڑ سکتا تھا، وہ ایک دم چونک کر سنبھل گیا اور اس نے مسکراتے ہوئے اپنے گالوں پر تھپڑ لگائے۔

”واہ باتو“ اسے کہتے ہیں عقل کا اندھا، پیٹ بھرنے کا سامان زیادہ دور تو نہیں ہے اور بھوکے پیاسے بیٹھے ہوئے ہو، قدرتی پھلوں میں غمی بھی ہوتی ہے اور غذا نیت بھی، یہ جو کچھ بھی کم از کم تمہارے معدے میں وزن تو ڈال سکتا ہے چلو شروع ہو جاؤ۔“ صرف ہاتھ بڑھانے کی تھی دو تین پیلے پیلے چھوٹے پھل اس کے ہاتھ میں آ گئے، اس نے انہیں اپنے کپڑوں سے صاف جن کی غمی اب دور ہو چکی تھی اور اس کے بعد ایک پھل کو دانتوں سے کتر، ہلکی سی ترشی، ٹھنڈا، لیکن اندر سفید سفید گودا جس میں پانی کی آمیزش خاطر خواہ تھی۔ پھل بے مزہ نہیں اس نے ایک پھل کو چبا ڈالا اور اس کے بعد باقی پھل بھی بدن سے رگڑ رگڑ کر چبانے لگا۔ جھاڑوں کی یہاں بہتات تھی، باتو نے سوچا کہ اگر یہاں سے آگے بڑھنا پڑے اور کھانا لیوں کا سے گزر نہ ہو تو ان پھلوں کا ایک ذخیرہ کافی دن تک اس کا ساتھ دے سکتا ہے، بات شکر سیری تو ہے۔ بعد میں یقیناً کہیں نہ کہیں سے کوئی بد دوست ہو ہی جائے گا، تقریباً بارہ تیرہ پھل کھا لے بعد اسے اپنے اندر کافی تقویت کا احساس ہوا لیکن ایک خاصیت اس نے محسوس کی تھی، وہ پھل نہ تو بے مزہ تھے نہ غذا نیت سے محروم، البتہ منہ میں پہنچنے کے بعد وہ بے حد خشکی کر رہے تھے، یہ خشکی منہ میں موجود قدرتی غمی سے صاف کرنے کے بعد باتو نے سوچا کہ اب یہاں آرام کر لیا جائے، سورج کی تمازت ختم ہو جائے اور رات کے اندھیرے فضاؤں میں آئیں تو یہاں سے آگے کا سفر مناسب رہے گا۔ اس تصور کے تحت اس نے زمین پر لیٹ کر آرام مند لیں، لیکن ابھی چند لمحات ہی گزرے تھے کہ دفعتاً اسے اپنے بدن میں سوزش محسوس ہوئی اس کے ساتھ ساتھ ہی حلق اس طرح خشک ہونے لگا جیسے وہ پورے بدن کی غمی سے محروم

ہو۔ اندر آہستہ آہستہ تپش پیدا ہوتی جا رہی تھی اور حدت اس تیزی سے بڑھنے لگی تھی کہ باتو کی ساری تھکن ہوا ہو گئی، وہ اچھل کر بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے بدن پر لگا ہونے دوڑائیں، بظاہر کوئی ایسی بات نہیں تھی جسے لگا ہوں سے دیکھا جائے، لیکن اندر جو کچھ ہو رہا تھا اس نے باتو کو بدحواس کر دیا، بدن گرم ہوتا جا رہا تھا، ناک، کان اور آنکھوں سے جیسے شعلے نکلنے لگے تھے، سر کے بال شدید گرمی محسوس کر رہے تھے، باتو کے حلق سے بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

”یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟“ لیکن نہ کسی سے یہ سوال کیا گیا تھا نہ اس کا جواب کہیں سے مل سکتا تھا۔ البتہ عقل یہ سوچ سکتی تھی کہ یقینی طور پر یہ انہی پھلوں کی خاصیت ہے اور یہ تپش اسی کا رد عمل ہے۔

”اب کیا کروں، اب کیا کروں، کیا کرنا چاہئے مجھے، آہ بدن، جلن، یہ تو بڑھتی ہی جا رہی ہے۔“

حلق خشک ہو کر گویا بند ہونے لگا تھا، باتو کو احساس ہوا کہ اگر یہ کیفیت مزید بڑھ گئی تو زندگی کے چند لمحات بھی اسے نہیں مل سکیں گے، وہ حواس باختہ ہو کر چاروں طرف دیکھنے لگا، پورا وجود اب آگ کی طرح سلگنے لگا تھا، بس یوں لگ رہا تھا جیسے ابھی اس سے شعلے نکلنے لگیں گے وہ اپنے بدن کو ٹٹولنے لگا۔ لیکن آگ اندر سلگ رہی تھی باہر سے کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا۔ وہ دیوانوں کی طرح ناچ ناچ کر اپنے بدن کو رگڑنے لگا۔ کوئی فائدہ نہیں ہو رہا تھا۔ حواس ساتھ چھوڑتے جا رہے تھے۔ پانی، اگر کہیں سے پانی مل جائے لیکن یہ تصور ہی عجیب تھا۔ دریا چھوڑنے کے بعد سے اب تک اس نے پانی کی صورت تک نہیں دیکھی تھی۔ یہاں پانی کہاں..... آگے چلو، ممکن ہے پانی نظر آجائے اس نے خود سے کہا۔ پھر تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے پاؤں میں چھالے بڑھ گئے ہوں۔ آگ آگ، صرف آگ، بچاؤ..... مجھے اس آگ سے بچاؤ۔ اس نے منہ پھاڑ کر چیخا جا بولیں منہ سے بے معنی آوازوں کے سوا کچھ نہ نکل سکا۔ قوت گویائی بھی اس جلن کا شکار ہو گئی تھی۔ اس کی آنکھیں خوف سے پھیل گئی تھیں۔ جلد دماغ سے اس نے سوچا۔

”موت تمہیں یہاں لائی تھی باتو۔ یہ ہے تمہاری زندگی بھر کی جدوجہد کا انجام۔ یہاں وحشت ناک دلدلیں تھیں، خوفناک جنگل پہاڑ اور گھائیاں تھیں، ان سب کا خیال رکھا لیکن ایک معمولی سی لغزش کا شکار ہو گئے۔ بھوک پیاس پر تھوڑا سا قابو پایا ہوتا آگے چل کر کچھ نہ کچھ مل ہی جاتا..... آہ غلطی ہو گئی۔ ان پھلوں کا تجزیہ کر لیتا چاہئے تھا۔ ان پر غور کر لیتا چاہئے تھا لیکن بھول گئے سب کچھ بھول گئے اور اب اس طرح چلنا بھی خطرناک ہے۔ کسی بھی لمحے کھانا سامنے آ سکتا ہے، کہیں سے بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ پھر وہ کہاں چھوڑیں گے۔ یہ تو کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ دل کی آگ نہ بھی تو موت کے بعد روح بھی جلتی رہے گی، کبھی قرار نہ مل سکے گا۔ بھاگو باتو، زندگی کی تلاش میں دوڑو.....!“

اس نے بھاگنا شروع کر دیا ہوائیں ساتھ دے رہی تھیں یا وہ پوشیدہ قوتیں عود کر آئی تھیں موت کو قریب پا کر جاگ اٹھی ہیں۔ وہ اتنی تیز دوڑ رہا تھا کہ زمین آنکھوں سے اوجھل ہوئی

جاری تھی۔ اسے پانی کی تلاش تھی، بہت دور نکلنے کے بعد ہوا کے ایک جھونکے نے اسے جھوا کر اس کی رفتار سست ہو گئی۔ اس جھونکے میں پانی کی نمی تھی۔ باتو نے اس جھونکے کی سمت کا رخ لگایا۔ پھر رخ بدل لیا۔ اس سمت بلند و بالا پہاڑی سلسلے تھے۔ ہمالیہ کی آسمان کو چھوئی ہوئی پوش چوٹیاں سورج کی روشنی سے چمک رہی تھیں۔ وہ دوڑنے کی رفتار بڑھانے لگا بیروں میں غلغلے لگ گئے تھے۔ ناہوار چٹانیں راستہ روک رہی تھیں لیکن وہ کسی طاقتور گھوڑے کی طرح رکاوٹوں کو عبور کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ پہاڑی کے دامن میں پہنچ گیا۔ ایک پتلا سارہ آکر کے سامنے آگیا۔ ہوائیں اس سے گزر کر آ رہی تھیں اور ان کی بو جھل نمی بتاتی تھی کہ ادھر ہے۔ بس ایک تھوڑی سی کوشش اور..... بس ایک تھوڑی سی جدوجہد۔ درے کے نکلیے پتھر بھاگتا ہوا وہ اس کے دوسری سمت نکل آیا۔ پانی کا شور آدھے راستے کو عبور کرتے ہوئے سنا دیا لگا تھا۔ پھر وہ سامنے آگیا۔ اس کی تند روانی فضاء کو دھواں دھواں کئے ہوئے تھی، چند چھینٹیں ہوئے بدن پر پڑیں تو آب حیات محسوس ہو گئیں اور باتو نے آنکھیں بند کر کے اپنی دانست میں چشمہ حیات میں چھلانگ لگادی اسے یوں محسوس ہوا جیسے شعلے بجھ گئے ہوں۔ لیکن دماغ نے سنناہٹ کا شکار ہو گیا۔ بدن پہلے سے زیادہ تیز رفتار ہو گیا۔ بستے ہوئے پانی کی رفتار ناقابل تھی وہ اسے نکلنے کی طرح ہمائے لے جا رہا تھا۔ اس بہاؤ کے سامنے وہ ایک نکلنے سے بھی زیادہ تیز تھا اور پھر دوسرے لمبے اسے احساس ہوا کہ وہ آسمان کی بلندیوں سے نیچے گر رہا ہے تھوڑے فاصلے پر یہ تند و تیز بہاؤ آبشار کی شکل میں نیچے گر رہا تھا۔ پانی نے ایک لمبے میں یہ مسافت طے کی۔ وہ پانی کی دھار کے ساتھ نیچے گرا اور نہ جانے کتنی بلندی سے گر کر اس کے دونوں پاؤں پانی سے تراشیدہ گول چٹان سے ٹکرائے، چٹان نے اسے پوری قوت سے اچھال دیا اور وہ..... اگر..... لیکن پاؤں، دونوں بیروں کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو کر پکے ہوئے گوشت میں بکھر گئیں ٹخنوں سے ٹخنوں تک کھال گوشت اور ہڈیوں کا ایک ملغوبہ باقی رہ گیا جو گھٹنوں کے اوپر کے اور ہڈیوں سے جڑا رہ گیا تھا..... کسی پچھوٹے کی مانند.....

باتو نے حیرت سے اس ماحول کو دیکھا۔ بلندی سے گرنے والے آبشار نے اسے پتہ نذر کر دیا تھا اور ابھری ہوئی گول چٹان نے باہر اچھال دیا تھا۔ لیکن ان دونوں کے کھیل نے اس کی ٹانگیں چھین لی تھیں۔ وہ مضبوط ہڈیاں جو گوشت میں لپٹی اس کے پورے بدن کے سنبھالے رہتی تھیں نہ جانے کیسی کیسی شکلیں اختیار کر کے گوشت سے باہر جھانکنے لگی تھیں۔ نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھا اور دہشت زدہ ہو گیا۔ حلق سے کچھ چیخیں نکلیں اور آہ بند ہو گئیں۔ ذہن نے ماؤف ہو کر کچھ وقت کے لئے اس ناقابل یقین تکلیف سے نجات جس کی شدت کے بارے میں سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا۔ لیکن اس کی بھی ایک حد مقرر سانہوں کے مد جزر نے پھر حواس کا جسم سے رشتہ جوڑ دیا۔ نہ جانے کتنی دیر کے بعد دوبارہ کھل گئیں۔ پورا بدن تیزاب میں ڈوبا ہوا لگ رہا تھا۔ ہر دو گھنٹہ شدت سے چیخ رہا تھا۔ کمال ہے یہ زندگی بھی بعض اوقات کس قدر ڈھٹ ہو جاتی ہے۔ لوگ تو جتنے جتنے ہیں، ایک ٹھوکر انہیں زندگی سے محروم کر دیتی ہے اور وہ اتنی بلندی سے گرنے کے بعد بھی ہے۔ یہ تو زندگی کا ظلم ہے اب یہ تکلیف کیسی انتہا تک ہے۔ اصولی طور پر اسے دل پر

ہونا چاہئے اور دل کو گھبرا کر اپنا عمل ترک کر دینا چاہئے۔ لیکن دل اور دماغ نے اپنی دنیا الگ بنائی ہے متاثر دونوں ہیں لیکن انہوں نے بقیہ بدن سے رشتہ توڑ لیا ہے۔ دل خون کو بدن میں پھینک رہا ہے اور دماغ سب کچھ سوچ رہا ہے۔ وہ لمحات بھی جب پہلے پھلوں نے بدن میں آگ لگادی تھی۔ آگ.....؟ باتو نے دماغ سے فائدہ اٹھایا۔ آگ سرد ہو چکی ہے یا تو ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کے کرب نے ان شعلوں کو دبایا ہے جو بدن لگا رہے تھے یا پھر ممکن ہے پانی نے انہیں بجھا دیا ہو۔ آہ لیکن یہ تکلیف۔ اس سے کیسے نجات حاصل کروں اس کے لئے کیا کروں۔ کاش کسی طرح دوبارہ اس آبشار کی بلندیوں تک پہنچ جاؤں۔ یہ دوبارہ مجھے نیچے پھینک دے۔ اور اس بار میں سر کے بل اس چٹان پر گروں۔ میری گردن سر سمیت پسیلوں کے خول میں اتر جائے۔ سر کی ہڈیاں کپڑی کپڑی ہو جائیں۔ پھر دیکھوں زندگی کس طرح اپنا وجود قائم رکھتی ہے لیکن ایسا کیا ہو سکتا ہے سوال ہی نہیں پیدا ہو سکتا اپنی جگہ سے کھسکنا بھی مشکل ہے۔ بہت تیزی کی ایسا پہلے ہی ہو جاتا..... لیکن نہ ہوا..... اب..... پھر اب..... اس نے نفرت بھری آنکھوں سے بے جان ٹانگوں کو دیکھا اور باپ کی مری سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔

○.....○.....○

شبہ دان نے ان دیرانوں سے دل لگایا تھا۔ دن کے اجالوں میں وہ ہنسی مسکراتی رہتی تھی۔ اپنی بچیوں کی دل جوئی کرتی رہتی تھی لیکن اسے رات کی تاریکیوں کا انتظار رہتا تھا ان تاریکیوں میں اطمینان سے آنسو بہائے جاسکتے تھے، سکھائی جاسکتی تھیں ابھی دن ہی کتنے گزرے تھے ابھی تو سالوں سکھاتا ایسا نہ ہوتا تو کبچہ بھٹ جاتا یہ آنسو بھی تو دل کی پیاس بجھاتے تھے۔ اسے سالانہ سے عشق تھا آج بھی اسے چرواہے کی پائری کی مغموم تائیں سنائی دیتی تھیں وہ ان سروں میں سے نکلتا تھا اور شبہ دان اسے جواب دیتی تھی۔

”ایسا مجھے پہلے کر لینا چاہئے تھا سالانہ، تمہاری موت کے ساتھ مجھے بھی مرنا چاہئے تھا۔ نہ جانے کیوں میں نے اس وقت ہی نہ سوچا۔ اب مجبوری ہے۔ میری معصوم بچیاں تنہا رہ جائیں گی۔ دیکھو تو ان کا مستقبل کس قدر مخدوش ہے۔ سنگدل میان لائی ان کی صورتیں بھی بھول جائے گا۔ اپنے قبیلے میں کبھی واپس نہیں جاؤں گی۔ میرے قبیلے والے میان لائی کی اس حرکت کو اپنی ہنک تصور کریں گے اور انتقام کے جوش میں اندھے ہو جائیں گے۔ قتل و غارت گری ہوگی۔ صرف میری وجہ سے بہت سے لوگ زندگی سے محروم ہو جائیں گے۔ پھر جو بھی مرے گا وہ میرا ہوگا۔ آہ میں لائی کو بھی بدعا نہیں دے سکتی۔ وہ میری بچیوں کا باپ ہے کبھی نہ کبھی ان کیلئے مجھے باپ کا خالہ درکار ہوگا۔ اس وقت میں کیا کروں گی، نہیں سالانہ میں تیری پائری کی پکار نہیں سن سکتی۔ مجھے جینا ہے۔ ہاں میری زندگی ضروری ہے، ابھی تو نبھانے مجھے کیسے کیسے ٹھنکے مرادل سے گزرتا ہے ان بچیوں کی پرورش معمولی بات تو نہیں ہے، انہیں میری ہنسی، میری مسکراہٹ میری جدوجہد درکار ہے۔ سالانہ رات کی تاریکیوں میں، میں تیری یادوں کو سینے سے لگائے ہوئے ہوں اور میں نے یادوں کی امانت میں خیانت نہیں کی۔ نبھانے کیا کیا سوچتی رہتی تھی وہ، لیکن جب سورج کی روشنی پھوٹتی تو وہ اپنی تمام کیفیتوں کو بحال کرتی اور بچیوں میں مکن ہو جاتی۔ ذمے دار ماں کی حیثیت سے وہ جانتی تھی کہ کس بچی کو کیا شے درکار ہے دیرانوں میں دل لگانا معمولی بات تو نہیں

ہوتی۔ ان کے لئے تو انسانوں کی شناخت ہی مشکل ہو جائے گی۔ کم از کم ذہنی طور پر اور جسمانی پر اتنی طاقتور تو ہو جائیں کہ اپنا دفاع خود کر سکیں اپنا مستقبل خود تلاش کر سکیں۔ اس کے لئے کی دلجوئی ضروری ہے، قدرت نے اس خطے کو شاید شہ بدن ہی کے لئے محفوظ رکھا تھا اور یہ اسی ننگا ہوں سے دور رہا تھا۔ ورنہ آبادیوں کے لئے ایسے علاقے سونے کی کان ہوتے ہیں۔ ناریل، خوبانیوں کی اتنی بہتات غرض ہر وہ چیز حاصل تھی یہاں جو زندگی کی ضرورت ہو۔ شہ بدن درختوں کی شاخوں پر جو کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ اس کی مثال مشکل ہی سے مل سکتی تھی۔ درختوں میں پوشیدہ ہو کر وہ دنیا کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکتی تھی، لیکن رفتہ رفتہ اسے احساس کہ یہاں اپنے آپ کو چھپانا ضروری نہیں ہے، دور دور تک کا جائزہ لیا تھا اس نے کوئی بھٹکا ہی اسی طرف تھک کر شکار ہو کر آنکے تو الگ بات ہے ورنہ یہاں کوئی رہ گزرتا نہیں تھی۔ قدم مٹی پر بھی اپنا نشان بنالیتے ہیں، لیکن یہاں دور دور تک زمین پر انسانی قدموں کا کوئی نشان تھا، اس بات سے مطمئن ہو کر کہ یہاں وہ محفوظ ہے اس نے بچپن کی تفریح طبع کی خاطر دور دور ان مقامات بھی گئے، لکڑی کی چھوٹی چھوٹی شاخیں پتھر کی کھڑکیوں سے کاٹ کر اس نے بڑے بچرے درختوں کے دونوں کے درمیان بنائے، لکڑی ہی کی میٹھیں گاڑھ کر اس نے ان بچرے درختوں میں نصب کیا تھا اور اس کے بعد رنگین پرندوں کو پکڑنے کا مشغلہ شروع ہو گیا تھا اور وہ اپنے لئے خوراک کا بندوبست بھی کیا گیا تھا اور موسم سے تحفظ کا بھی۔ دوسرے بچرے جو زہر بنا دیئے گئے تھے بھورے خرگوشوں سے بھر گئے تھے، خوشنما رنگ برنگے پرندے، ناریل اور خوب کے درخت، فوہا سنانہ غلامانہ اور شیرایہ اب بہت خوش نظر آنے لگی تھیں۔ انہوں نے اپنے دریافت کر لئے تھے، قدرت اگر کسی کو کچھ محرومیاں دیتی ہے تو اس کے اندر کچھ ایسی صلاحیت پیدا کر دیتی ہے جو عام نہیں ہوتی، بچپان حیرت انگیز طور پر ذہین تھیں اور ان کی چھوٹی چھوٹی بھی بعض اوقات ایسی ہوتی تھیں کہ خود شہ بدن بھی حیران رہ جاتی تھی۔ بعد میں وہ اسے والے کا عطیہ ہی قرار دیتی تھی۔ اب دل کچھ ٹھہرتا جا رہا تھا، یادیں تو زندگی کا سرمایہ ہوتی ہیں، مگر ان کی عمرانی ہوگی، میں ایک مثال قائم کروں گی ماں، تم دیکھ لینا۔" یہ بات سن کر شہ بدن کی آنکھوں رات کی تاریکیوں میں وہ اپنی عمر مختصر کے کسی بھی لمحے کو رہنمائی اور پھر اس کے ساتھ پرانے آنسو آگے، یہ منصوبہ اس کے ذہن میں نہیں آیا، اسے بڑی تقویت کا احساس ہوا اس نے رہتی تھی۔

زندگی اس طرح خاصی پرسکون ہو گئی تھی، فوہا تو بعض اوقات ایسی باتیں کرنے لگتی ہے، روشنی والے نے مر کو طاقت بخشی ہے عورت کو بھی تو اس نے وہی جسم دیا ہے، وہی دماغ دیا شہ بدن حیرانی سے اس کی صورت دیکھتی رہ جاتی تھی، اس دن بھی اس نے ایک بھورے پرندے کو پکڑا تھا اور اسے دوپے ہوئے بچرے کی جانب لاری تھی، شہ بدن نے مسکراتے ہوئے اسے حاصل کے لئے سرگرداں نہیں ہو سکتی تھی، فوہا جس انداز میں سوچ رہی ہے وہ غلط تو نہیں ہے دیکھا اور بولی۔ "بھورے خرگوش کو پکڑنے میں تمہیں کافی مہارت حاصل ہو گئی ہے۔"

"ہاں، یہ ہمارے لئے خوراک کا کام بھی دے سکتے ہیں اور دل ہلانے کا سامان بھی ہیں، اچانک ہی اس نے اپنے وجود کو ہلکا محسوس کیا تھا اور اس دن وہ بہت خوش رہی تھی۔

"مگر ہم نے انہیں خوراک تو کبھی نہیں بنایا، یہ تصور تمہارے ذہن میں کیسے آیا....."

"نہیں میں نے بس یونہی کہہ دیا، ویسے ہم انہیں اپنی خوراک کبھی نہیں بنائیں گے، پرندے اور اپنی بچپن کے لئے انہیں بھون لے۔ یہ تمام انتظامات اس نے قدرتی وسائل سے ہم میں اور میان لائی میں کیا فرق رہ جائے گا۔؟" شہ بدن چونک پڑی، اس نے حیران لگائے تھے اور کئی بار مچھلیوں سے اپنی بیٹیوں کی ضیافت کر چکی تھی۔ جنگلی پرندوں، خرگوشوں وغیرہ فوہا کو دیکھا اور بولی۔ "میان لائی کا یہاں کیا تذکرہ آگیا؟"

"بابا جان نے ہمارے ساتھ وہی سلوک تو کیا ہے جو ہم اس خرگوش کے ساتھ کر سکتے ہیں شہ بدن تو ہر نوعیت کے ہوتے ہیں ماں اور ان رشتوں کو نبھانا بھی پڑتا ہے، ہر جگہ وحشت کی کارگیری نہیں ہو سکتی۔"

شہ بدن نے آنکھیں پھاڑ کر فوہا کو دیکھا اور بولی۔ "فوہا تو ایسی باتیں سوچ سکتی ہے؟"

"ہمیں سوچنا چاہئے ماں، میں ایسی ہی باتیں سنانہ اور غلامانہ کو بھی بتاتی ہوں اور وہ بھی مجھ سے اتفاق کرتی ہیں۔ ہمارا کوئی بھائی نہیں ہے نا؟"

"ہاں، تمہارا کوئی بھائی نہیں ہے۔"

"اور مردوں کی قوت کو عورتوں کا محافظ تصور کیا جاتا ہے نا۔"

"ارے ارے، ارے، یہ باتیں تو کیا آسمانوں سے سیکھ رہی ہے؟"

"نہیں ماں، یہ خیالات خود بخود میرے دل میں پیدا ہوتے ہیں اور میں سوچتی ہوں کہ جب ہم ایسے تحفظ سے محروم کر دیئے گئے ہیں تو کیا ہمیں پتھروں سے سر پھوڑ کر مر جانا چاہئے؟"

"ہرگز نہیں۔" شہ بدن، تڑپ کر بولی۔ "تو پتھر ہمیں ان پتھروں کو اپنے سروں سے پھوڑ دینا چاہئے اور اگر ہم ان پتھروں کو اپنے سروں سے پھوڑنے کی قوت نہ حاصل کر سکتے تو جب ہمارے ہاتھ ہمیں تحفظ نہ دیا تو پتھروں میں رہنے والے دوسرے لوگ بھلا ہمیں کیسے بخشیں گے؟"

"روشنی والا تجھے زندگی دے، تیرا دماغ تو بہت آگے بڑھ گیا ہے۔"

"یہ تحفظ حاصل کرنے کے لئے ماں ہمیں خود پر بھروسہ کرنا ہوگا۔"

"بے شک، بالکل میں یہی چاہتی ہوں۔"

"تو پھر بھورے خرگوش ہی کو نہیں، بلکہ درختوں پر پھدکنے والے پرندے کو بھی قابو میں کرنے کی مشق کرنا ہوگی۔ کیونکہ وہ سرکش ہوتے ہیں۔"

"خوب، میں تجھے اس سے نہیں روکوں گی فوہا۔"

"ہمیں طاقت حاصل کرنی ہے ناں اور تم دیکھنا یہاں ان جنگلوں میں صرف ایک ہمارا ہی دیکھنا نہیں ہوگا بلکہ یہاں لاتعداد کوسے ہوں گے، ان میں لوگ رہیں گے اور یہاں ہماری طاقت والے کا عطیہ ہی قرار دیتی تھی۔ اب دل کچھ ٹھہرتا جا رہا تھا، یادیں تو زندگی کا سرمایہ ہوتی ہیں، مگر ان کی عمرانی ہوگی، میں ایک مثال قائم کروں گی ماں، تم دیکھ لینا۔" یہ بات سن کر شہ بدن کی آنکھوں رات کی تاریکیوں میں وہ اپنی عمر مختصر کے کسی بھی لمحے کو رہنمائی اور پھر اس کے ساتھ پرانے آنسو آگے، یہ منصوبہ اس کے ذہن میں نہیں آیا، اسے بڑی تقویت کا احساس ہوا اس نے رہتی تھی۔

زندگی اس طرح خاصی پرسکون ہو گئی تھی، فوہا تو بعض اوقات ایسی باتیں کرنے لگتی ہے، روشنی والے نے مر کو طاقت بخشی ہے عورت کو بھی تو اس نے وہی جسم دیا ہے، وہی دماغ دیا شہ بدن حیرانی سے اس کی صورت دیکھتی رہ جاتی تھی، اس دن بھی اس نے ایک بھورے پرندے کو پکڑا تھا اور اسے دوپے ہوئے بچرے کی جانب لاری تھی، شہ بدن نے مسکراتے ہوئے اسے حاصل کے لئے سرگرداں نہیں ہو سکتی تھی، فوہا جس انداز میں سوچ رہی ہے وہ غلط تو نہیں ہے دیکھا اور بولی۔ "بھورے خرگوش کو پکڑنے میں تمہیں کافی مہارت حاصل ہو گئی ہے۔"

"ہاں، یہ ہمارے لئے خوراک کا کام بھی دے سکتے ہیں اور دل ہلانے کا سامان بھی ہیں، اچانک ہی اس نے اپنے وجود کو ہلکا محسوس کیا تھا اور اس دن وہ بہت خوش رہی تھی۔

"مگر ہم نے انہیں خوراک تو کبھی نہیں بنایا، یہ تصور تمہارے ذہن میں کیسے آیا....."

"نہیں میں نے بس یونہی کہہ دیا، ویسے ہم انہیں اپنی خوراک کبھی نہیں بنائیں گے، پرندے اور اپنی بچپن کے لئے انہیں بھون لے۔ یہ تمام انتظامات اس نے قدرتی وسائل سے ہم میں اور میان لائی میں کیا فرق رہ جائے گا۔؟" شہ بدن چونک پڑی، اس نے حیران لگائے تھے اور کئی بار مچھلیوں سے اپنی بیٹیوں کی ضیافت کر چکی تھی۔ جنگلی پرندوں، خرگوشوں وغیرہ فوہا کو دیکھا اور بولی۔ "میان لائی کا یہاں کیا تذکرہ آگیا؟"

”نہیں میرے لئے یہ کسی طور پر ممکن نہیں ہے، حالانکہ میں نہیں چاہتی کہ تم یہاں نظر

کو اس نے کبھی شکار نہیں کیا تھا اور بچیوں کو بھی اس سے منع کیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ انہیں سب کی دوستی درکار ہے۔ شکم میری کے لئے جو دوسری چیزیں موجود ہیں تو کسی ذی روح کو پریشان نہیں کرنا چاہئے۔ پھیلنے کی بات مختلف تھی بطور انہیں استعمال کیا جاسکتا ہے، چنانچہ وہ اس کے آہستہ جھرنے کی جانب چل پڑی۔ اب یہ علاقے اس کے لئے اجنبی نہیں تھے، اطراف کے چپے سے واقف ہو چکی تھی ایک ایک پتھر سے شناسائی ہو گئی تھی، کہاں کیا ہے، اچھی طرح جانتی تھی، جس کا بندوبست کرلو، معمولی سی بات ہے کوئی وزنی سا پتھر اٹھا لو، بس ایک تھوڑی سی جیش اور اس اور کچھ فاصلے پر نظر آنے والا وہ سیاہ وجہ اسے اجنبی لگا تھا وہ یہاں پہلے موجود نہیں تھا۔ اگر میں جی گیا تو تمہاری ہستی میں بڑی کھلی مچاؤں گا، اے ذلیل لڑکی! میری باتیں سر ابھارا اور اس کے قدم تیزی سے اس جانب بڑھ گئے پھر جب وہ نگاہوں کے زائے میں آئے بعد سکون، اگر میں جی گیا تو تمہاری ہستی میں بڑی کھلی مچاؤں گا، اے ذلیل لڑکی! میری باتیں ایک لمحے کے لئے وہ ٹھٹھک کر رہی، یقینی طور پر وہ کوئی انسانی وجود تھا۔ یہاں ان دیرانوں میں تیری کانوں تک نہیں پہنچ رہیں آہ جلدی کر، مجھے اس اذیت سے نجات دلا دے جلدی کر، لڑکی جلد اجنبی، لیکن کون، دل نے بہت سے دوسرے نگاہوں کے سامنے لاکھڑے کئے، لیکن سوچنے کے لئے کہ ”اس نے تکلیف سے دانت بھیج لئے اور شہ بدان کے دل میں اس کے لئے واقعی ہمدردی نہیں تھی آگے بڑھ کر وہ اس کے قریب پہنچ گئی اور اس نے اسے بغور دیکھا۔

ایک عمر رسیدہ شخص تھا، لیکن خون میں ڈوبا ہوا، لاچار اور معذور، شدید زخموں کا ہوش میں تھا اور پھرائی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا، شہ بدان اس کے پاس جا کھڑی ہوئی، میرا گھرانہ ختم کر دیا اور تو مجھ ایک آدمی کو زندگی سے نجات نہیں دلا سکتی، ارے دیکھ میرے دونوں پاؤں ٹوٹے ہوئے ہیں، میں معذور بن کر چپنا نہیں چاہتا، یہ تکلیف مجھے لمحہ لمحہ مار رہی ہے، میں ہر اس کے اس سوال پر وہ چند لمحات خاموش رہا تو شہ بدان نے پھر پوچھا۔ ”یہاں کیسے لگے موت کا مزہ کچھ رہا ہوں، اتنا سا کام نہیں کر سکتی تو کہ مجھے ہلاک کر دے اور سن اگر تو نے ایسا نہ اور کون کون ہے تمہارے ساتھ؟“ اب جیسے شہ بدان کے الفاظ زمین پر پڑے ہوئے زخمی لگتا تو جانتی ہے اس کے بعد کیا ہو گا یقین کر میری زندگی کا مقصد تیرے لوگوں کو موت کے گھاٹ کے ذہن تک پہنچے، اس نے انہیں سمجھا اور سمجھنے کے بعد جواب دینا ضروری سمجھا۔ اس نے اٹا اٹا رہا ہے، بہت سوں کو ماروں گا میں اگر زندہ نہ گیا تو تیرے لوگوں کے لئے موت کا سامان میا زخمی حالت میں بھی شہ بدان نے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوتے ہوئے دیکھی پھر اسے ہوا، جتنے بھی قتل کر سکوں گا ضرور قتل کروں گا، اس طرف میرے آنے کا مقصد یہی تھا کیا کبھی غدار کرے گی اپنی قوم سے اپنے لوگوں کے، تم ہاؤں کے رہنے والے تو ایک دوسرے سے آواز ابھری۔

”بتائی، بربادی، پریشانی، اپنے ساتھ لایا ہوں میں اور اب تمہاری اس سکون کی بہت محبت کرتے ہو۔ ارے جلدی کر، اگر تو یہ کام نہیں کر سکتی تو بھاگ کر جا اپنے چند مردوں ہی کو موت کا گزر ہو رہا ہے چپنا چاہتی ہو اس موت سے، بولو جواب دو، چپنا چاہتی ہو اس موت سے۔ بلا لاؤ تجھ سے زیادہ سمجھدار ثابت ہوں گے اور ایسا کر لیں گے۔“ شہ بدان کو اس کے یہ الفاظ بہت عجیب سے لگے، اسے یوں بھی محسوس ہوا جیسے وہ شہ بدان کی زبان بول ضرور رہا ہو لیکن اس زبان پر عبور نہ رکھتا ہو۔ نجانے کیوں وہ اس طرح بول رہا ہو، سنو لڑکی مجھ پر یقین کرنا، وہ بوڑھا آدمی درحقیقت اگر جی گیا تو نجانے کیا کرے، بہر حال اس وقت وہ قابل رحم ہے اور ایک اس شخص نے پھر کہا۔ ”فیصلہ کر رہی ہو یا میری باتوں کو سمجھ رہی ہو، سنو لڑکی مجھ پر یقین کرنا، وہ بوڑھا آدمی درحقیقت اگر جی گیا تو نجانے کیا کرے، بہر حال اس وقت وہ قابل رحم ہے اور ایک جہاں بھی جاتا ہوں میرے جلو میں موت سفر کرتی ہے۔ اگر تم میری نخواست سے چپنا چاہتی، ایسے ہم مردہ انسان کو ہلاک کرنا کسی طور مناسب نہیں ہے، وہ ایک قدم اور آگے بڑھی اور اس قرب و جوار میں کوئی پتھر تلاش کر دے دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر سر سے بلند کر دے اور میرے لئے جب کہ اس کی پٹلیوں کو دیکھا پھر لرز کر رہ گئی۔ ہڈیاں چور چور ہو گئی تھیں اور ان کے نوکیلے دے مارو، میرا بیسیر پاش پاش کر دے اسی میں تمہاری نجات ہے، آہ جلدی کر، تمہیں اپنی موت سے گھبراہٹ ہو رہی ہے، اس کی خنجر کی مانند تھے وہ، بہت اذیت کا شکار ہو گا یہ خوف محسوس نہیں ہوتا۔“

”کیا تم پاگل ہو، یا پھر اپنے آپ کو مجھ سے بٹا کر میرے سامنے پیش کر رہے ہو۔ مجھ سے کہو۔“ طلب کر کے تم زندگی چاہتے ہو، میری انسانیت کو جھنجھوڑ کر اپنی بقا کے خواہش مند ہو۔“ ”سمجھدار لگتی ہو، میں سمجھتا تھا کہ تم یہ قوف ہو، لیکن لگتا ہے کہ خاصی چالاک ہو۔“

تم، ارے یہ قوف میری باتوں میں مت آجا، نہ ان جذبات کو اپنے اوپر مسلط ہونے دینا، کہہ رہا ہوں تم سے، اس کائنات کا سب سے منحوس انسان ہوں اور اگر تم یہاں اپنی ہستی چاہتی ہو تو مجھے ہلاک کر دو، جلدی کر، احمق لڑکی جلدی کر۔“

لحات کے بعد۔ "شہ بدن تیزی سے واپس مڑی۔ اس نے اذیت سے ترپتے ہوئے انسان کو رنجھے بھی نہیں دیکھا تھا۔

○.....○.....○

لیزائے کہا..... "بڈا اگر یہ ہماری زبان بول سکتا، اور ہمیں گھٹالیوں کی کمائی سنا سکتا تو میری اس کتاب میں جس کی تکمیل میں بہت کم وقت لگے گا مجھے، پھاڑ پارے کے ان وحشی قبیلوں کی داستان

اسی میں دین ہوتی، جن سے دنیا ابھی ناواقف ہے۔"

"اگر آپ اس کتاب کے ترتیب میں جلدی کریں گی تو کوئی حرج نہیں ہے، گھٹالیوں کی داستان کے لئے دوسری کتاب بھی تو شائع ہو سکتی ہے۔" بڈے نے کہا۔

"ہاں۔ لیکن اس کے بعد اس کتاب کی وہ اہمیت نہیں ہوگی جو پہلی کتاب کی ہو سکتی ہے، خبر اب مجبوریاں تو مجبوریاں ہی ہوتی ہیں۔ دیکھو بچی کو کس طرح دیکھ رہا ہے ویسے میں نے محسوس کیا ہے کہ اس کے اندر بچی کو دیکھ کر ایک باپ کی شفقت کا انداز نہیں ابھرتا بلکہ یوں لگتا ہے جیسے وہ اس بچی سے عقیدت رکھتا ہو۔"

"ہاتوئے کھٹنلے کا مطلب "نہ سمجھ میں آنے والا" بتایا تھا اور ابھی یہ سچ کچھ کھٹنالا ہی ہے، نہ سمجھ میں آنے والا، ہمیں اس کے لئے انتظار کرنا ہوگا۔"

آسٹریلینوں کے بعد بالآخر روزال اور بچی کو لندن لے جانے کی کوششوں میں کامیاب ہو گیا، اس نے سفارتی وسائل سے کام لیا تھا۔ جہاز کا سفر بھی لائقہ اور دلچسپیوں کا باعث بنا۔ حالانکہ روزال نے اب اپنے آپ کو اپنے سرپرستوں کے انداز میں ڈھالنے کی ہر ممکن کوشش کر لی تھی۔

یہ نئی زندگی اور پہاڑوں کے دوسری جانب رہنے والوں کا انداز اسے اتنا عجیب لگ رہا تھا کہ بعض اوقات اس کی داغی قوتیں جواب دے جاتی تھیں لیکن اب اس نے اس زندگی کو قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اس کی اندرونی کیفیات نجانے کیا تھیں، فی الحال تو وہ ان ہی دنیا کو سمجھنے کی کوششوں میں مصروف تھا۔

بالآخر وہ لندن پہنچ گئے اور لیزائے حتیٰ لیمے میں کہا کہ اب وہ اس بچی کی پرورش کرے گی اور کسی نئی مہم میں آسٹریلین کا ساتھ نہیں دے سکے گی۔

ولیم ہنس کر بولا۔ "میں اسے خود غرضی کا نام دیتا ہوں لیزا۔"

"نہیں ڈیر، اب دیکھو نا قدرتی طور پر ایک ذمہ داری ہماری سپرد کر دی گئی ہے تو کیا ہم اس سے گریز کریں۔"

"نہیں لیزا میں تو مذاق کر رہا تھا، البتہ بعض چیزیں مجھے بہت دور تک سوچنے پر مجبور کر دیتی ہیں۔"

"کیا.....؟"

"تم اس بچی کو پروان چڑھاؤ گی اور اس کے بعد اگر تمہاری اپنی اولاد ہوئی تو....."

"تم اس سلسلے میں مجھے ذرا بھی تنگ دل نہیں پاؤ گے آسٹریلین محسوس فطرت کی مالک ہوں، اس بچی کو میں نے سینے سے لگایا ہے تو اسے کسی طور تکلیف نہیں پہنچے دوں گی۔"

"میں یہی چاہتا ہوں اور ہم بالکل نہیں کہہ سکتے کہ اس کا مستقبل کیا ہوگا اور اس کی کمائی کمال سے کمال تک پہنچے گی۔"

"فی الحال تو میں نے یہی سوچا ہے کہ جب اس کے بچپن میں ہی اس کا وطن چھوٹ گیا تو آئندہ اسے اس کے وطن کے بارے میں بتانا بے کاری ہوگا۔ اب یہ انسانوں کی طرح انسانوں ہی

آسٹریلین نے واگا اور سراتو کو اتنا کچھ دے دیا کہ وہ خوشی سے سرشار ہو گئے، زندگی بہت سے رخ دیکھے تھے آسٹریلین۔ بارہا موت کی قربت کے مزے چکھے تھے انسانوں کی قدر اس دل میں تھی، ہاتوئے ایک عجیب سا تاثر چھوڑا تھا۔ ان تمام چیزوں کو مد نگاہ رکھتے ہوئے اس دل میں جو گداز پیدا ہوا تھا واگا اور سراتو کے لئے بڑا سودمند ثابت ہوا تھا۔

دوسری جانب روزال تھا، جو ہر شے کو دیکھ کر حیرت سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔ شہری آبادی پر قدم رکھتے ہوئے اس پر شدید کچکی طاری ہو گئی تھی۔ پہلی گاڑی کو دیکھ کر اس نے بڑی طرح ہلکے لگنے کا ارادہ کیا تھا، متوحش لگا ہوں سے لیزا کے شانے سے لگی ہوئی بچی کو دیکھا تھا۔ بڈا اگر اس بازو نہ پکڑ لیتا، تو شاید وہ دوڑی پڑتا، اس دوران بڈا روزال سے کافی قریب رہا تھا اور اس نے

اور آسٹریلین اجازت لے لی تھی کہ اس جنگلی کو انسان بنانے کی ذمہ داری اس کے سپرد کر دے۔ یہ اندازہ تو پہلے ہی روز ہو گیا تھا ان لوگوں کو کہ روزال بہت سمجھدار ہے، ہریات کو اپنے طور پر محسوس کرتا ہے، بس اسے اپنی زبان سکھانے کا مسئلہ تھا، شہر میں اسے سنبھالنا بھی خاصا مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ یہ عمارتیں اس کی سمجھ میں ہی نہیں آ رہی تھیں۔ بڈا کو بچوں کی طرح انگلی پکڑ

اسے چلاتا پڑ رہا تھا۔ ہوٹل کی لفٹ میں داخل ہونے اور لفٹ بلندی کی طرف چلی تو روزال دروازے سے جا کر آیا، اگر دروازہ خدا نخواستہ کھل جاتا تو روزال کی زندگی محال تھی۔ پھر

لفٹ کی اور دروازہ خود بخود کھلا تو وہ سہم کر بڈے کے بازو سے چٹ گیا۔ بڈا اسے تسلیاں دیتا ہوا

لے آیا اور روزال پلٹ پلٹ کر لفٹ کے بند دروازے کو اوپر اٹھتے دیکھتا رہا۔

آسٹریلین فی الحال ایک ہوٹل میں قیام کیا تھا، اور اس کے بعد اسے روزال اور بچی کو

لے جانے کی مشکلات میں مبتلا ہونا پڑا تھا اس کے لئے اس نے نجانے کیا کیا پاپڑ بیٹے تھے۔

ہوٹل کے کمرے میں روزال تماشا بنا ہوا تھا۔ ایئر کنڈیشنر کی ٹکلی ہو کر دیکھ کر اس نے اپنی جگہ پر

دی تھی۔ رات کو ٹیلی ویژن آن ہوا تو وہ پاگل ہو گیا۔ ایک ایک بات پر بدک رہا تھا۔ بڈے نے

اپنے لباس دیئے تھے اور پہلی بار روزال نے لباس پہننے کے بعد ہنسا تھا پھر جب لیزا کی فرمائش پر

بچی کے ساتھ بہت سی فراکیں لے آیا، موزے اور جوتے بھی خرید کر لایا اور لیزائے کی پہلی

کو نملا دھلا کر سنوارا تو روزال پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگا، اس کی آنکھوں سے محبت

سوتے پھوٹ رہے تھے، پھر اس نے شکر گزار لگا ہوں سے لیزا کو دیکھا تو لیزا بڈے سے کہنے لگی۔

"وہ کہتا ہے کہ وہ اس بچی کا باپ نہیں ہے تو آخر کون ہے کاش یہ کمائی میرے علم میں آئے کہ وہ اس بچی کو سینے سے چمٹائے اس دریا میں کیوں بہہ رہا تھا۔"

"یہ ایک انتہائی دلچسپ مشغلہ ہے، کسی نوزائیدہ بچے کو پالنا بہت آسان ہوتا ہے اور ان چیز سمجھنے میں اتنی مشکل پیش نہیں آتی کیونکہ اس کا ذہن بتدریج قابل عمل ہوتا ہے لیکن سائنس کو آدمی بنانا خاصا مشکل کام ہے ویسے یہ مجھ سے بھرپور تعاون کر رہا ہے اور بقول ہاتوئے کھٹنالا ہونے کے باوجود اس کے اندر انسانیت ہے۔"

میں پرورش پائے گی اور ہمیں کے ماحول کو اپنا لے گی۔“
 ”ہاں یہ بھی ایک دلچسپ کہانی ہوگی اور ہم نہیں جانتے کہ کب اور کس وقت یہ کہانی رخ بدلے گی۔ خیر اب یہ موضوع بے کاری ہے، تم اپنے طور پر جس طرح چاہو اس کی پرکھو۔“

لیزا اور حقیقت بچی کی دیوانی ہو گئی تھی۔ فطرتاً تجسس پسند تھی اور بچی نے اس کے تجسس کے بے پناہ ابھار دیا تھا۔ ایسے کسی واقعہ کے تحت ملنے والی یہ حسین بچی اس کی تمام تر توجہ کا مرکز بن گئی تھی۔ اس نے اپنی کتاب کے سلسلے میں کارروائیاں شروع کیں، بچی کے لئے اس نے ایک عورت کا تقرر کر لیا تھا۔ لیکن خود بھی اس سے دور نہ رہتی تھی۔ ادھر بڑے روزال میں مشغول تھا اور روزال کو اپنے ماحول سے روشناس کرا رہا تھا۔ اپنی زبان کا ایک ایک لفظ اسے سکھاتا تھا اور یہ دیکھ کر مسرور تھا کہ روزال کے اندر سیکھنے کی بے پناہ صلاحیتیں موجود ہیں وہ انسان بن رہا تھا۔ لیزا کی کتاب کے بارے میں جب اخبارات میں تفصیل آئی تو بہت سے پبلیشرز اس تک گئے۔ نایاب تصاویر سے مزین حسین تحریر کی یہ کتاب منگنی قیمت میں فروخت ہوئی تھی۔ لیزا کھٹنالیوں تک کا ذکر کیا تھا۔ باتو کے بارے میں بتایا تھا۔ لیکن روزال اور زبدان کا کردار کتاب میں شامل نہیں کیا تھا۔ ہاں اس کتاب سے ہونے والی شاندار آمدنی کا اس نے اکاؤنٹ ضرور کھلوا دیا تھا اور یہ طے کر لیا تھا کہ یہ زبدان کی پرورش اور اس کی تربیت کے مخصوص ہے۔ اس نے بڑے اس بارے میں گفتگو کی تھی اور بڑے نے یہ وعدہ کیا تھا کہ بہت جلد روزال کو اس دن کے لئے تیار کرے گا، جب روزال خود اپنی کہانی، ان کی اپنی زبان میں اپنے سنائے۔

”ہاں بڑے میں ایک نئی داستان کا آغاز کرنا چاہتی ہوں۔“
 ”آپ مطمئن رہیں میں ایسا ہی کروں گا۔“ بڑے نے جواب دیا۔

○.....○.....○

سومایہ بے حد زیرک تھی۔ اس نے بڑی ہوشیاری سے میان لائی کا دل ہاتھ میں لے لیا تھا۔ وہ اس پر گہری نگاہ رکھتی تھی۔ اس کی تمام حرکات سے واقف رہتی تھی، شہ بدان کا کوئی اس نے اپنے کوسے میں نہیں چھوڑا تھا۔ لیکن آج بھی اسے احساس تھا کہ میان لائی پوری خوش و خرم نہیں ہے۔ اس کے اندر کوئی شے اب بھی کھلتی ہے۔ ممکن ہے شہ بدان اور بٹیوں کا خیال۔ وہ کوسے سے سارے نشان ملا سکتی تھی لیکن دل الگ چیز ہے۔ ہاں اس دن کچھ اطمینان اور کچھ بے اطمینانی ہو گئی جس دن میان لائی کے دو بھائی اس سے ملنے آئے۔ بھائی کوہ بخت نے کہا۔

”تو اتنا سرکش ہو گیا ہے میان کہ کبھی بھائیوں کی سمت رخ بھی نہیں کرتا۔“

”تیرا احترام اپنی جگہ باغ۔ لیکن میرے اور تیرے درمیان خوشگوار تعلقات نہیں ہیں۔ میں کھرا انسان ہوں۔“

”سننا ہے تو نے شہ بدان کو نکال کر الخنت باغ کی بیٹی سے شادی کر لی ہے۔ شہ بدان کے اس کی بیٹیاں بھی چلی گئی ہیں۔“

”ہاں۔ ایسا ہوا ہے۔“

”اگر شہ بدان کا قبیلہ اس ہنگ کا بدلہ لینے پر قتل جائے تو۔“

”تو عقاب والے ان کا نشان مٹا دیں گے۔ اور انہیں کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہوگی۔“
 ”ہم لوگ بھی تیرے لئے کچھ نہیں کر سکیں گے کیونکہ تو نے کوئی بہتر عمل نہیں کیا۔“ سلام

نے کہا۔

”میں نے مدد کی بات تم لوگوں سے متعلق ہی کی ہے مجھے تم دونوں میں سے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہوگی۔“ میان غمگین لہجے میں بولا۔

”پھر بھی تو نے شہ بدان کے ساتھ اپنی بیٹیوں کو بھی نکال کر بہتر نہیں کیا۔“ کوہ بخت نے

”میرے دل میں ان کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہی باغ۔ اور میں چاہتا ہوں کہ اب انہیں

میرے نام کے ساتھ یاد نہ کیا جائے۔“

”تیرے دل میں کبھی باپ کی شفقت بھی نہیں جاگتی۔“

”چار بیٹیوں کے باپ بن کر مجھ سے یہ سوال کرتے تو میں اس کا جواب ضرور دیتا۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بیٹیاں تنہی ہوئی گردنیں خم کر دیتی ہیں، لیکن یہ بھی

قسمت کے کھیل ہیں تو اپنی تقدیر کیسے بدل سکتا ہے۔“

”سومایہ میرے بیٹے کی ماں بنے گی۔ اور تم یہ خبر ضرور سنو گے۔“

”اگر ایسا نہ ہو سکا تو.....“

”تو سوما یہ کامیری زندگی سے کوئی تعلق نہیں رہے گا اور پھر میں ایک اور شادی کروں گا۔“

”ہاں یہ بھی ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔ خیر۔ تم تو اس بارے میں پریشان تھے کہ شہ بدان کی

واپسی کے بعد اس کے قبیلے پر کیا رد عمل ہو۔ کیسے وہ مجھ پر چڑھاؤ کی تیاریاں تو نہیں کر رہے۔“ کوہ

بخت نے مکاری سے کہا۔

”ہاں مجھے اندازہ ہے یہ سوچتے ہوئے تمہیں یہ خیال ہو گا کہ وہ عقابوں پر حملہ آور ہوئے تو

میرے بھائیوں کی حیثیت سے وہ تمہیں بھی اپنا دشمن گردانیں گے۔“

”کیا مطلب ہے تیرا۔“ کوہ بخت کو ان الفاظ میں شدید توہین کا احساس ہوا تھا۔

”میرا مطلب ہے میرے بھائیوں کہ میری مدد سے تو تم پہلے ہی انکار کر چکے ہو شاید شہ بدان

کے قبیلے سے تمہیں یہی خوف ہو گا کہ اس رشتے کی مناسبت سے کہ تم سب میرے باپ کے بیٹے ہو،

کیسے شہ بدان کے قبیلے والے تم سے بھی دشمنی پر آمادہ نہ ہو جائیں۔“

سلام تمللا کر بولا۔ ”تو تیرا کیا خیال ہے، کیا ہمارے اندر اپنے دشمنوں سے نمٹنے کی

صلاحیت نہیں ہے۔“

”میں یہ بات نہیں کہہ رہا، تم لوگوں کے خدشات کے جواب دے رہا ہوں۔“ میان لائی کو

اس کے تمللانے پر بہت لطف آیا تھا۔ کوہ بخت نے کہا۔ ”اور ہم ہمیشہ غلطی کرتے ہیں سلام کہ

اس کی خیریت پوچھنے آ جاتے ہیں جبکہ یہاں سے ہمیں بدل ہو کر ہی واپس جانا ہوتا ہے آخر ہم کہاں

نک اپنے طرف کو قائم رکھیں۔“

”معافی چاہتا ہوں باغہ“ لیکن تمہیں یہ احساس ہے کہ نہ تم مجھ سے مخلص ہو اور نہ میں
 سے، رشتوں کے نام پر تمہیں اتنی مراعات بے شک حاصل ہیں کہ تم براہ راست مجھ پر طنز کر
 آجاتے ہو یا میری کسی تکلیف سے لطف اندوز ہونے اس سے زیادہ تمہیں مجھ سے کوئی دلچسپی
 ہے۔“

”ٹھیک ہے، یہ سچ ہی کہتا ہے ہم اس کی تکلیف پر طنز کرنے آجاتے ہیں، یہ ہماری
 پریشانی کے بارے میں کبھی معلوم کرنے بھی نہیں آتا۔ اب ان بے مقصد رشتوں کو قائم رکھنے
 کیا فائدہ؟ آئندہ ہم یہاں آنے سے گریز کریں گے میان لائی تو بہت طاقتور ہے، اور اپنے
 دشمنوں سے نمٹ سکتا ہے آئندہ ہم تجھے کبھی تکلیف نہیں دیں گے۔ چلو سلام واپس چلیں۔“
 میان لائی نے تو نہ معذرت کے کچھ الفاظ کہے اور نہ ہی انہیں روکنے کی کوشش کی،
 خاموشی سے انہیں واپس جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ اس بات کا تو اسے پہلے ہی اندازہ تھا کہ اس
 بھائی صرف اس پر طنز کرنے آتے ہیں۔ انہیں اس بات کا قلق ہے کہ وہ عقابوں کی سرداری کر
 ہے، لیکن اس سے زیادہ وہ اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تھے، سوماہ کو بھی یہ تمام گفتگو سننے کا موقع
 تھا اور وہ سوچنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ روشنی والا دنیا میں آنے والوں کے لئے فیصلے کرتا ہے کہ
 عورت ہوں گے یا مرد..... لیکن فیصلوں میں بیٹی کی پیدائش پر رنج و غم کا اظہار کیا جاتا تھا حالانکہ

ان سرداروں کی سرداری کسی کی بیٹی کے ذریعے ہی ہوا کرتی تھی۔ سوماہ دعوے سے نہیں کہہ
 سکتی تھی کہ وہ بیٹی کو جنم دے گی یا بیٹے کو بس ایک اعتماد تھا اسے اپنے اوپر اور اسے قبیلے کی سردار بن
 بڑی آرزو تھی۔ پھر الخت باغہ نے بھی اس سلسلے میں اس کی پذیرائی کی تھی اور الخت باغہ کے
 میں جو کچھ تھا اس سے اس نے اپنی بیٹی کو بخوبی آگاہ کر دیا تھا۔ ان الفاظ نے سوماہ کو ایک جانب
 سکون دلایا کہ اب شہ بدن ان کی بیٹیوں کی واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے اور اگر میان لائی را
 کو جاکتا ہے تو اس کی وجہ بیٹیوں اور بیوی کی یاد نہیں ہے بلکہ کچھ اور ہی ہے۔ تردد یہ ہوا تھا کہ

کہ اگر وہ بیٹے کی ماں نہ بن سکی تو میان لائی نے اپنے بھائیوں کے سامنے یہ اعلان کیا ہے کہ
 اس کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رہے گا موقع ملے ہی یہی الفاظ اس نے الخت باغہ سے
 الخت باغہ کے گھر پہنچی تھی اور وہاں اس کا بہترین استقبال کیا گیا تھا۔ مگر صورت والے مغرور
 نے اسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا میں اپنی سردار ملکہ کی تعظیم کروں؟“
 ”میں پریشان ہو کر آپ کے پاس آئی ہوں باباجان۔“ سوماہ نے کہا۔
 الخت باغہ نے چونک کر بیٹی کو دیکھا، پھر بولا۔ ”کیا بات ہے۔“
 ”میان لائی کے دو بھائی اس سے ملاقات کرنے آئے تھے۔“
 ”سلام“ اور کوہ بخت ہمیں معلوم ہے اور ہم بے خبر نہیں ہیں۔“ بوڑھے الخت باغہ نے

”ان کے درمیان ہونے والی گفتگو نے مجھے پریشان کر دیا ہے۔ ہر چند کہ مجھے یہ بھی
 ہو گیا ہے کہ اب میان لائی کے دل میں شہ بدن اور اس کی بیٹیوں کے لئے کوئی جگہ نہیں
 اس سے مجھے یہ اطمینان ہو گیا ہے کہ وہ کبھی ان سے رجوع نہیں کرے گا۔ لیکن اس نے

”اب میں واپس جاتی ہوں۔ اس سے زیادہ اپنے کوسے سے دور نہیں رہ سکتی۔“ باہر الخت
 باغہ نے خوش دلی سے بیٹی کو رخصت کیا۔ اور بولا۔ ”ہم تیرے لئے زندہ ہیں لخت بگر، تیری ہر مشکل
 کا حل ہم تجھے دیں گے خود کو شکر نہ کرنا.....“
 ”مجھے یقین ہے باباجان.....“

سوماہ کے چلے جانے کے بعد الخت باغہ اندر کوسے میں داخل ہو گیا اور اس نے ار اسے
 کہا۔ ”جو کچھ میں نے کہا تھا تو نے پوچھ لیا.....؟“
 ”ہاں..... ابھی سرد موسم ہے موسم گرما کے بعد جب بارش برے گی تو سوماہ کے ہاں

سوماہ کو دیکھتی رہی۔ لیکن اس سے کچھ اور کہہ سکتی تھی۔ لیکن اس نے

ولادت متوقع ہے۔“

”آہ مجھے اس کا اندازہ تھا۔ عمر نے مجھے جو تجربہ دیا ہے میں نے ہمیشہ اس سے فائدہ حاصل کیا ہے۔“

کاش سارنہ آنکھیں کھلی رکھتا اور دوستی میں دیوانہ نہ ہو جاتا۔“

”کچھ عجیب باتیں ہیں تیری باغہ..... میں بالکل نہیں سمجھ پاری۔“ ارارہ نے کہا۔

الحق نے اس کے سوال کا جواب نہیں دیا اور خود کلامی کے انداز میں بولا۔

”اس کے باوجود میرے باپ کی بہن کا بیٹا تھا اور میرے دل میں اس کے لئے نرم گہری کمی کی وجہ سے بزدل ہو گیا تھا اور اس کا احساس ابتدائی چند لمحات ہی میں ہو گیا سارنہ کے تمام موجود تھے۔ وہ بھی اس سے الفت رکھتا تھا لیکن عقابوں کے سردار نے مجھ سے کچھ فاصلے انوار اونچے درجے پر تھے، جبکہ میان لائی کے کھڑوں نے اس کے جسم کو ہر بار مناسب جگہ سے چھوا کر لئے۔ خیر جو گزر گئی اسے دہرائنا اب بیکار ہے۔“

”یا تو میں پاگل ہو گئی ہوں یا پھر تیری باتیں سمجھنے کے قابل نہیں رہی ہوں۔“

”اس وقت مجھے سارنہ بہت یاد آ رہا ہے۔ تجھے علم ہے کہ وہ بہت اچھا سردار تھا۔ توہم مقابل برابر کے ہیں اور کسی کی بھی فتح اور شکست کا یقین نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن وہ سب منضبط اس سے خوش تھے اور میان لائی اس کا دوست تھا۔“

”میں جانتی ہوں۔“

”میان لائی ہمیشہ دل میں یہ آرزو رکھتا تھا کہ عقابوں کی سرداری اسے ملے۔ تھرا خوف ہو سکتا تھا، سرعام سارنہ کو قتل کیا گیا تھا۔ کوئی آواز بلند نہیں ہو سکی۔ لیکن بعد میں میان شکار گاہ میں ان کے درمیان اچانک دشمنی پیدا ہوئی وہ سوچا سمجھا منصوبہ تھا۔ اور میان لائی نے خود کو ایک طاقتور سردار ثابت کر دیا اور تمام زبانیں بند ہو گئیں۔ لیکن ارارہ تجھے معلوم اس سے قبل اس منصوبے کے تمام پہلوؤں پر کام کر لیا تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ جنگلات میں مارا جہے کہ بعد میں اس کا انکشاف ہو گیا کہ غذا میں دی جانے والی بوٹی زہریلی تھی اور پینائی کے لئے ایک ایسی بوٹی کھلاتا رہا تھا جو پینائی کی قاتل ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ پینائی زائل کر دیتی ہے، پھر بھلا کس کو مجال تھی کہ عقابوں میں آکر یہ اعلان کرنا کہ سارنہ کے ساتھ دھوکا اثرات مرتب ہو رہے تھے اور جب میان لائی کو یہ اندازہ ہو گیا کہ اس کے منصوبے کے ایک ہوا ہے سردار کے خلاف اس طرح کا اعلان کرنے والے کو زندگی سے محروم ہونا پڑتا۔ لیکن سارنہ کی تکمیل ہو چکی ہے تو اس نے سارنہ سے دشمنی کا ایک موقع نکال لیا۔ شیر کے شکار میں اس پر دست تھا ہر چند کہ وہ اپنی سرداری کے زعم میں تھا۔ لیکن پھر بھی ہمارے بچپن کی معصوم دوستی ایک شیر شکار کر کے سارنہ سے بد کلامی کی اور کما کہ اصل میں شیر سارنہ کا شکار تھا لیکن سارنہ اپنی ایک بنیاد رکھتی تھی اور میرے دل میں نہ صرف میرے دل میں بلکہ سارنہ کے ان تمام جگر کی جان بوجھ کر اس پر گولی نہ چلائی تاکہ میان لائی شیر کے ہاتھوں ہلاک ہو جائے، تو جانتی ہے ارارہ دوستوں کے دلوں میں آج تک میان لائی کی جانب سے کک ہے کیونکہ وہ سب جانتے ہیں کہ میان میں بھی اس وقت ان لوگوں کے ساتھ سمورا کے جنگلات میں شکار کھیل رہا تھا اور ان کا بائی ہنگ طاقتور ہے ہمارے لیکن سارنہ کے سلسلے میں اس نے طاقت یا ہمدردی سے کام نہیں تھا۔ اس وقت بد قسمتی سے میں بھی یہ بات نہیں جانتا تھا کہ جنگلوں میں اگنے والی بوٹیاں کچے یا۔ بلکہ مکاری کو اپنایا اور پھر جب طویل ترین وقت گزرنے کے بعد یہ موقع ملا کہ میان لائی کو خواص کی حامل ہوتی ہیں۔ وہ تو صرف اتفاق تھا کہ میں اس خوراک میں شریک نہیں ہو سکا، نہ یہ صد سے دو چار ہونا پڑا اور اس نے اپنی بیوی شہ بدان کو نکال دیا تو کیا تو یہ سمجھتی ہے کہ میان لائی نے سارنہ کے لئے میا کی تھی۔ یہ بات تو تقریباً سب ہی جانتے تھے کہ سارنہ نے اپنی آنکھوں کی روشنی کو بلا وجہ ہی میان لائی کی تحویل میں دے دیا ہے۔“

وقت شیر پر گولی صرف اس لئے نہیں چلائی تھی کہ خود میان لائی اس کی چلائی ہوئی گولی کی طرف اشارہ اس پروری کمانی کے تھوڑے سے حصے سے واقف تھی، اس کے شوہر نے کبھی اسے آسکتا تھا۔ لیکن میان لائی نے سارنہ کی یہ معذرت قبول نہیں کی اور انہی جنگلات میں اسے تفصیل میں بتائی تھی وہ ششدر تھی تب اس نے کہا۔ ”وہ تو ٹھیک ہے لیکن ایک ایسے شخص کو سخت لہجہ اختیار کرتے ہوئے یہ مؤقف اختیار کر لیا کہ بارہا اس نے محسوس کیا ہے کہ سارنہ اس لئے اپنی بیٹی کا شوہر بنا کر کیا دانشمندی کا ثبوت دیا ہے؟“

خوفزدہ رہتا ہے۔ اور یقیناً سارنہ کو یہ شک ہے کہ اگر کسی موقع پر میان لائی نے اس سے ہمدردی طلب کر لیا تو اسے ہزیمت اٹھانا پڑے گی۔ اور سرداری اس کے ہاتھ سے نکل کر میان لائی کے ہاتھ میں آئے اپنے عزیز کا انتقام لیں گے۔ بالکل اسی طرح جس طرح میان لائی نے سارنہ کو ضرب ہاتھوں میں پہنچ جائے گی۔ یہ ایک ایسی بات تھی جس نے سارنہ کے ہوش و حواس قائم نہ ہو سکے، یہ کہ میان لائی کو بھی ضرب پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں چھوڑا جائے گا اور پھر وہ تو میرے دینے اور اس نے شدید طیش کے عالم میں باری کی سرحد پہنچ کر کما کہ اگر میان لائی کے ہاتھوں میں اس کی تحویل میں دے دیا اور اب جب کہ وہ بچہ جو ہمارا ہو گا لائی سے اس کی حکومت چھینے کا حسرت موجود ہے تو وہ مبارک کی رسم پوری کرے۔ میان لائی نے فوراً مبارک قبول کر لیا۔ اس کی تحویل میں دے دیا اور اب جب کہ وہ بچہ جو ہمارا ہو گا لائی سے اس کی حکومت چھینے کا سے واپسی پر دونوں کشیدہ ذہن لئے اپنی آبادیوں میں پہنچے تھے۔ لیکن جنگلوں میں سارنہ کے ساتھ سردار بنائے گا تو درحقیقت یہ سمجھا جائے گا کہ سارنہ کو اس کی سرداری واپس مل گئی

ہے، یہ بے شک ایک طویل منصوبہ ہے لیکن انسان امیدوں پر ہی جیتا ہے اور ہم بھی اس زندہ ہیں۔“

اراسہ نے پریشانی سے کہا..... ”لیکن صورت حال تو بہت مختلف ہے اور پھر میان شرط..... کہیں ایسا نہ ہو کہ.....؟“

”اپنی زبان کو مکمل طور سے قابو میں رکھنا..... سوایہ بیٹے کی ماں ہی بنے گی، چاہے آسمان اپنی جگہ چھوڑ دیں، اس کا مکمل انتظام کر لیا گیا ہے۔“

اراسہ نے حیران نگاہوں سے اپنے شوہر کو دیکھا بھلا یہ انتظام کیسے ہو سکتا ہے، اس نئی دل میں سوچا..... لیکن جو بات شوہر نہ بتانا چاہے اسے بھلا کس طرح پوچھا جاسکتا ہے؟ خاموش ہو گئی۔

○.....○.....○

شہ بدان عجیب سی کیفیات میں مبتلا ہو گئی تھی اسے وہ زخمی شخص بڑا حیرت ناک محسوس تھا، کون ہے یہ؟ کیسی عجیب باتیں کر رہا ہے؟ چرے مرنے سے پہاڑی باشندہ تو نہیں لگتا، بولنے کا انداز بھی خاصا بدلا بدلا ہے۔ بے شک شہ بدان کی زبان بول رہا ہے لیکن یوں لگتا اس زبان سے اسے زیادہ واقفیت نہ ہو۔ مرد کی ذات ہے بلاشبہ قابل نفرت، نجانے اپنی زبان کیا کیا مظالم کر چکا ہوگا، کیا وہ اس قابل ہے کہ اس کے ساتھ ہمدردی کی جائے؟ چاہئے۔ اس وقت تو وہ ایک بے ضرر بچہ تھا اس کے ساتھ ہر سلوک کیا جاسکتا ہے۔ موت کا طالب ہے۔ کتا ہے کہ وہ نہایت منحوس انسان ہے جہاں جاتا ہے مصیبتیں سراپا ہو جاتی ہیں۔ آہ میں تو خود اس قدر مصیبت زدہ ہوں کہ اب مصیبتیں بھی میرے قریب نہ گھبراہٹیں گی۔ وہ اپنی موت چاہتا ہے طرح طرح کے مشورے دے رہا ہے مجھے..... کتا اٹھا کر اس کے سر پر دے ماروں، بڑی عجیب باتیں کی ہیں اس نے، مجھے برا بھلا بھی کہا ہے کہ یہ الفاظ کتنے انوکھے ہیں کہ میرے ہم نسلوں نے اس کا خاندان تباہ کر دیا۔ اور میں شہ بدان کی کوشش کر رہی ہوں، اس کے اس راز کو جانے بغیر اس کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کرے گا۔ مگر میں کیا کروں اس کی ٹانگوں کی ہڈیاں کس طرح چور چور ہو گئی ہیں۔ جیسے بلند یوں سے گرا ہو پتہ نہیں کیا ہوا ہے اسے، آہ مجھے کیا کرنا چاہئے، روشنی والے میری راہنمائی کر، میں عجیب شخصے میں گرفتار ہو گئی ہوں۔ کسی جیتے جاگتے انسان کو اس حالت میں بے توقیری سے چھوڑ دینا تیری رضا کے مطابق تو نہیں ہے، جواب چاہتی ہوں تیرے کی خواہشمند ہوں۔ انہی سوچوں میں گھری ہوئی وہ اپنے درخت پر بے ہوش ہونے کو تے گئی اس کی چاروں بیٹیاں موجود تھیں اور اپنے اپنے مشاغل میں مصروف تھیں۔ ماں کھڑی ہو گئی۔

”کماں چلی گئی تھی ماں..... ہم نے تجھے جاتے ہوئے نہیں دیکھا.....؟“

”اس وقت ایک عجیب مشکل کا شکار ہوں۔ فوہا تو بہت بڑی بڑی باتیں کرتی ہے تیری ذہانت درکار ہے مجھے بتائیں کیا کروں.....؟“

تمام بیٹیاں الجھن کا شکار نظر آنے لگیں فوہا نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”تو بے شک

کیا بات ہے.....!“

”وہاں اس طرف جھرنے کے قریب ایک زخمی عمر رسیدہ مرد پڑا ہوا ہے۔ اس کی ٹانگیں چور چور معلوم ہوتی ہیں اپنی شکل و صورت سے وہ پہاڑوں کے اس طرف کا باشندہ بھی نہیں لگتا، یوں لگتا ہے جیسے ادھر سے آیا ہو۔ لیکن وہ ہماری زبان بولتا ہے، سمجھتا ہے، کتا ہے میں بے حد منحوس انسان ہوں مجھے موت چاہئے..... آہ شاید وہ یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کسی بستی کے قریب نہیں ہے بلکہ میاں تو صرف ہم رہتے ہیں۔ وہ ہماری بستی کی تباہی کی بات کرتا ہے اور کتا ہے کہ اگر ہم اپنی بستی کو تباہی سے بچانا چاہتے ہیں تو اسے ہلاک کر دیں۔ مجھے بتا فوہا انسانی ہمدردی کے تحت میں اسے اٹھا کر میاں لاؤں یا پھر وہیں پڑا رہنے دوں اور اس کی جانب سے بے پروا ہو جاؤں۔“

”تو پھر ہم فوراً اسے اٹھا کر میاں لے آتے ہیں روشنی والا اس کا خود فیصلہ کرے گا، تمنا انسان ہے ہمارا کیا کیا کر سکتا ہے۔“

”تو پھر چلو جلدی چلو..... اور ہاں نکڑی کے ایسے لمبے لمبے ٹکڑے لے لو جن پر لٹا کر ہم اسے میاں لاسکیں، ورنہ اسے میاں لانا مشکل ہو جائے گا۔“

فوہا ماں کی بات سمجھ گئی تھی کسی زخمی شخص کو جھرنے کے پاس سے میاں تک اٹھا کر لانا واقعی مشکل امر تھا۔ دو لمبی لمبی نکڑیاں لی گئیں اور درختوں کی جھال سے بنائی ہوئی رسی کے ذریعے ان میں چھوٹی چھوٹی نکڑیاں باندھ کر ایک اسٹریچر بنالیا گیا۔ انسانی عقل ہر حالت میں اپنی ضرورت کے مطابق فیصلے کر لیا کرتی ہے۔ یہ اسٹریچر تھامے ہوئے چار منھیں بچیاں اور ایک عورت تیز رفتاری سے چلتی ہوئی زخمی کے قریب پہنچ گئیں۔ زخمی جانگلی کی سی کیفیت کا شکار تھا۔ اس کے چرے پر موت کی چہانیاں رقصاں تھیں اور وہ آہستہ آہستہ کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ بچیوں نے تجسس نظروں سے اسے دیکھا۔ پھر ماں کی طرف دیکھنے لگیں۔

”میرا دل بھی انسانی ہمدردی سے خالی نہیں ہے ہر چند کہ میرے تجربات تلخ ہیں اب یہ نکڑیاں اس کے قریب رکھ دو اسے ان نکڑیوں پر لانا بہت مشکل ہوگا۔“ شہ بدان نے کہا۔ اس کی آواز سن کر زخمی نے آنکھیں کھول دیں۔ لیکن وہ کسی پر نگاہ نہیں جما پارہا تھا بلکہ اس طرح چپکلیں جھپکا رہا تھا جیسے اسے کچھ نظر نہ آ رہا ہو۔ پھر وہ ہڈیانی سے انداز میں ہنس پڑا اور بولا۔

”واہ شاید موت آہستہ آہستہ آرہی ہے، کاش اس میں تیزی آجائے، میری آنکھوں کی روشنی ختم ہو گئی ہے۔ آغا ز میاں سے ہوا ہے، آہ کاش یہ آغا ز داغ سے ہوا ہوتا پہلے سوچنے سمجھنے کی قوتیں ختم ہوتیں تو کم از کم تکلیف کا یہ احساس تو نہ رہتا..... جلدی کر، اے موت جلدی کر، تجھے مجھ پر رحم آنا چاہئے۔ اتنا آہستہ آہستہ مارے گی تو نجانے کتنی بار مرنا پڑے گا، آہ یہ آوازیں..... کیا یہ موت کے قدموں کی چاپ ہے، کون ہے ہاں، کوئی ہے کیا، ارے مجھے بتاؤ، کیا میرے قریب کوئی موجود ہے.....؟“

شہ بدان نے بیٹیوں کو دیکھا پھر آہستہ سے بولی۔ ”چلو اٹھاؤ.....“

”کون ہے بولتے کیوں نہیں ہو، ارے کون ہو تم لوگ خدا تمہیں غارت کرے، کیا کر رہے ہو میرے قریب، ایک مرتے ہوئے آدمی پر بھی رحم نہیں کھا سکتے تم..... مجھے میرے حال پر چھوڑ دو خیرا تمہارے الفاظ میں نے سن لئے ہیں، مجھے چھوٹنے کی کوشش بھی نہ کرنا، میں زہر میں ڈوبا ہوا

ہوں، میرا پورا جسم زہریلا ہو رہا ہے، مجھے چھوڑ گئے تو یہ زہر تم میں منتقل ہو جائے گا۔ آہ کر رہے ہو۔ ارے کم بختوں، باز آجاؤ اپنی اس حرکت سے، اف میرے شانے نہ ہلاؤ، کون ہے..... آہ..... آہ..... اس کے حلق سے دھاڑیں نکلنے لگیں۔

لیکن شہ بدان نے دانت کچکا کر اس کی گردن کے نیچے ہاتھ ڈالے اور اسے گھسیٹ کر کے لمبے ٹکڑوں پر بنائے ہوئے اسٹریچر کھینچ لیا۔

فواہست دلیر معلوم ہوتی تھی۔ خون میں ڈوبے ہوئے اس شخص کو اسٹریچر پر لٹانے کے لیے اس نے اپنے جسم کی قوتوں سے زیادہ قوت کا مظاہرہ کیا تھا۔ دوسری چھوٹی پچیاں بھی بہن اور کے ساتھ محنت کر رہی تھیں۔ زخمی سے اور کچھ تو نہ ہو سکا اس نے کچکا کچکا کر بچوں کو فوج بنا کر دیا۔ لیکن کسی نے اس کی پروا نہیں کی۔ اور اسے اسٹریچر پر گھسیٹ ہی لیا۔ اب زخمی حلق پر چھاؤ کر چنچ رہا تھا، اس کی کرناک چیخوں نے انہیں دہشت زدہ کر دیا تھا لیکن بہر حال انہیں اپنا کرنا تھا، شہ بدان اور اس کی پچیاں اس اسٹریچر کو تھامے ہوئے کوستے تک کا سفر طے کرنے لگیں اور کچھ دیر کے بعد درخت کے نیچے پہنچ گئیں۔ شہ بدان نے کہا۔

”ہم اسے اوپر کوستے میں نہیں لے جاسکتے، اس لئے نیچے جگہ بنانی ہوگی۔ تم لوگ جلدی اور خشک کی ہوئی چھالوں کے انبار لگا دو یہاں تاکہ بستر تیار کر لیا جائے۔“ زخمی کا چیختے چیختے گلہ ہو گیا تھا اور پھر شاید اس کے جہاں سو گئے چیخنے کی آواز مدھم ہوتے ہوتے بالکل خاموش ہو گیا۔ شہ بدان نے چونک کر اسے دیکھا..... قریب آکر اس کے تنھ کا جائزہ لیا سانس کی آمد ہو رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ موت کا شکار نہیں ہوا، چھال کا بستر تیار کر لیا گیا۔ نرم آرام دہ بستر پر جب اسے منتقل کیا گیا تو وہ پھر جاگ گیا اور اس کے بعد اس کے منہ سے چیخوں مغلطات کے علاوہ کچھ نہ نکلا، وہ نجانے کیسی کیسی گالیاں دے رہا تھا۔ انہیں برا بھلا کہہ رہا تھا۔

بدان اور اس کی پچیاں خاموشی سے اس کی باتیں سن رہی تھیں۔ شہ بدان نے کہا۔

”اب تم اس کے پاس بیٹھو اور اس کی دیوبنی کرو میں اس کی خوراک تیار کرتی ہوں۔“

خوہانیوں کو نرم کر کے ان کا گڑھا گڑھا مخلول تیار کیا گیا۔ ناریل کے برتن میں رکھ کر انہی کی سخت کٹڑی سے بنائے ہوئے پیچھے کو لے کر شہ بدان اس کے پاس بیٹھ گئی اور اس نے نرم میں کہا۔

”تم منہ کھولو..... میں تمہارے حلق میں خوراک اتارتی ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ تعاون کرنا ختم کر دیتی ہوں۔“

”میں تمہاری زندگی چاہتی ہوں۔“

”اور میں تمہاری موت کا خواہشمند ہوں، کتنے وحشی ہو تم لوگ کہ کسی کو سکون سے، کہاں کہ کسی کو زندگی سے محروم کر دے۔“

”مجھ میں یہ قوت ہے بس مجھے تیری اجازت درکار ہے۔“ فوہانے کہا۔

”میں کہا کہ تم سکتی ہوں۔ کسی کی زندگی لینا اچھی بات نہیں ہے مگر یہ زخمی..... آہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔“

”تو پھر مجھے کچھ کرنے دے ناں..... جن ہاتھوں کو تو اتنا کمزور سمجھ رہی ہے وہ اتنے کمزور نہیں ہیں ان کی قوت کا مظاہرہ دیکھنا چاہتی ہے تو مجھے اجازت دے دے۔“

”اپنی زبان سے کبھی نہیں کہوں گی فوہا کہ تو اس کم سنی کے عالم میں کسی انسان کی زندگی لے

ہوں، میرا پورا جسم زہریلا ہو رہا ہے، مجھے چھوڑ گئے تو یہ زہر تم میں منتقل ہو جائے گا۔ آہ کر رہے ہو۔ ارے کم بختوں، باز آجاؤ اپنی اس حرکت سے، اف میرے شانے نہ ہلاؤ، کون ہے..... آہ..... آہ..... اس کے حلق سے دھاڑیں نکلنے لگیں۔

لیکن شہ بدان نے دانت کچکا کر اس کی گردن کے نیچے ہاتھ ڈالے اور اسے گھسیٹ کر کے لمبے ٹکڑوں پر بنائے ہوئے اسٹریچر کھینچ لیا۔

فواہست دلیر معلوم ہوتی تھی۔ خون میں ڈوبے ہوئے اس شخص کو اسٹریچر پر لٹانے کے لیے اس نے اپنے جسم کی قوتوں سے زیادہ قوت کا مظاہرہ کیا تھا۔ دوسری چھوٹی پچیاں بھی بہن اور کے ساتھ محنت کر رہی تھیں۔ زخمی سے اور کچھ تو نہ ہو سکا اس نے کچکا کچکا کر بچوں کو فوج بنا کر دیا۔ لیکن کسی نے اس کی پروا نہیں کی۔ اور اسے اسٹریچر پر گھسیٹ ہی لیا۔ اب زخمی حلق پر چھاؤ کر چنچ رہا تھا، اس کی کرناک چیخوں نے انہیں دہشت زدہ کر دیا تھا لیکن بہر حال انہیں اپنا کرنا تھا، شہ بدان اور اس کی پچیاں اس اسٹریچر کو تھامے ہوئے کوستے تک کا سفر طے کرنے لگیں اور کچھ دیر کے بعد درخت کے نیچے پہنچ گئیں۔ شہ بدان نے کہا۔

”ہم اسے اوپر کوستے میں نہیں لے جاسکتے، اس لئے نیچے جگہ بنانی ہوگی۔ تم لوگ جلدی اور خشک کی ہوئی چھالوں کے انبار لگا دو یہاں تاکہ بستر تیار کر لیا جائے۔“ زخمی کا چیختے چیختے گلہ ہو گیا تھا اور پھر شاید اس کے جہاں سو گئے چیخنے کی آواز مدھم ہوتے ہوتے بالکل خاموش ہو گیا۔ شہ بدان نے چونک کر اسے دیکھا..... قریب آکر اس کے تنھ کا جائزہ لیا سانس کی آمد ہو رہی تھی۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ موت کا شکار نہیں ہوا، چھال کا بستر تیار کر لیا گیا۔ نرم آرام دہ بستر پر جب اسے منتقل کیا گیا تو وہ پھر جاگ گیا اور اس کے بعد اس کے منہ سے چیخوں مغلطات کے علاوہ کچھ نہ نکلا، وہ نجانے کیسی کیسی گالیاں دے رہا تھا۔ انہیں برا بھلا کہہ رہا تھا۔

بدان اور اس کی پچیاں خاموشی سے اس کی باتیں سن رہی تھیں۔ شہ بدان نے کہا۔

”اب تم اس کے پاس بیٹھو اور اس کی دیوبنی کرو میں اس کی خوراک تیار کرتی ہوں۔“

خوہانیوں کو نرم کر کے ان کا گڑھا گڑھا مخلول تیار کیا گیا۔ ناریل کے برتن میں رکھ کر انہی کی سخت کٹڑی سے بنائے ہوئے پیچھے کو لے کر شہ بدان اس کے پاس بیٹھ گئی اور اس نے نرم میں کہا۔

”تم منہ کھولو..... میں تمہارے حلق میں خوراک اتارتی ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ تعاون کرنا ختم کر دیتی ہوں۔“

”میں تمہاری زندگی چاہتی ہوں۔“

”اور میں تمہاری موت کا خواہشمند ہوں، کتنے وحشی ہو تم لوگ کہ کسی کو سکون سے، کہاں کہ کسی کو زندگی سے محروم کر دے۔“

”مجھ میں یہ قوت ہے بس مجھے تیری اجازت درکار ہے۔“ فوہانے کہا۔

”میں کہا کہ تم سکتی ہوں۔ کسی کی زندگی لینا اچھی بات نہیں ہے مگر یہ زخمی..... آہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔“

”تو پھر مجھے کچھ کرنے دے ناں..... جن ہاتھوں کو تو اتنا کمزور سمجھ رہی ہے وہ اتنے کمزور نہیں ہیں ان کی قوت کا مظاہرہ دیکھنا چاہتی ہے تو مجھے اجازت دے دے۔“

”اپنی زبان سے کبھی نہیں کہوں گی فوہا کہ تو اس کم سنی کے عالم میں کسی انسان کی زندگی لے

ہوں، میرا پورا جسم زہریلا ہو رہا ہے، مجھے چھوڑ گئے تو یہ زہر تم میں منتقل ہو جائے گا۔ آہ کر رہے ہو۔ ارے کم بختوں، باز آجاؤ اپنی اس حرکت سے، اف میرے شانے نہ ہلاؤ، کون ہے..... آہ..... آہ..... اس کے حلق سے دھاڑیں نکلنے لگیں۔

لیکن شہ بدان نے دانت کچکا کر اس کی گردن کے نیچے ہاتھ ڈالے اور اسے گھسیٹ کر کے لمبے ٹکڑوں پر بنائے ہوئے اسٹریچر کھینچ لیا۔

فواہست دلیر معلوم ہوتی تھی۔ خون میں ڈوبے ہوئے اس شخص کو اسٹریچر پر لٹانے کے لیے اس نے اپنے جسم کی قوتوں سے زیادہ قوت کا مظاہرہ کیا تھا۔ دوسری چھوٹی پچیاں بھی بہن اور کے ساتھ محنت کر رہی تھیں۔ زخمی سے اور کچھ تو نہ ہو سکا اس نے کچکا کچکا کر بچوں کو فوج بنا کر دیا۔ لیکن کسی نے اس کی پروا نہیں کی۔ اور اسے اسٹریچر پر گھسیٹ ہی لیا۔ اب زخمی حلق پر چھاؤ کر چنچ رہا تھا، اس کی کرناک چیخوں نے انہیں دہشت زدہ کر دیا تھا لیکن بہر حال انہیں اپنا کرنا تھا، شہ بدان اور اس کی پچیاں اس اسٹریچر کو تھامے ہوئے کوستے تک کا سفر طے کرنے لگیں اور کچھ دیر کے بعد درخت کے نیچے پہنچ گئیں۔ شہ بدان نے کہا۔

لے....." شہ بدان نے کہا اور رخ تبدیل کر لیا۔ مطلب یہ تھا کہ اب وہ فوہا کے معائنہ داخلہ نہیں کرے گی۔ فوہا نے تینوں چھوٹی بہنوں کو ساتھ لیا..... اب اس علاقے کے بارے میں اور اس نے تینوں بہنوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

اسے جتنا کچھ معلوم تھا اس کے تحت وہ ہر کام کر سکتی تھی، چنانچہ اپنی تینوں بہنوں کے ساتھ ایک ایسا چھرا اٹھا کر لائی جو بہت مضبوط اور اوپر سے دھار دار تھا۔ کافی بڑا چھرا تھا بشکل تیراں یہاں لایا گیا اور ایک جانب رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد فوہا وہ کلباڑے اٹھا لائی جو اس کی ہاتھ پتھروں میں دھار لگا کر اور جھال سے لکڑیوں میں باندھ کر تیار کئے تھے۔ ان کلباڑوں سے کاٹنے کا کام لیا جاتا تھا۔ ہر چند کہ یہ کام بخوبی نہ ہو پاتا تھا اور خاصی محنت کرنا پڑتی تھی اس لیکن بہر حال اس سے یہ پورا کوستہ تیار ہوا تھا جو درخت کے اوپر تھا۔

○.....○.....○

شہ بدان نے فوہا کی ان حرکات کو عجیب سی نگاہوں سے دیکھا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں تھا لیکن اس نے خاموشی ہی اختیار کئے رکھی۔ بچیوں کو وہ مکمل خود اعتمادی دینا چاہتی تھی۔ وہ بچوں کے ساتھ ہی گزرتا تھا..... ادھر بڈ کو روزال مل گیا تھا دونوں میں مگرمی دوستی ہو گئی تھی۔ روزال تھی کہ فوہا بڑی لگن سے اپنا کام کر رہی ہے لیکن یہ نہ سمجھ پائی تھی کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ تینوں بچوں نے زخمی شخص کی ٹانگیں بے دردی سے پکڑ رکھا۔ وہ ہر ایک کی خدمت کرتا تھا اور بہت سے کام کرنا سکھایا تھا۔ فرصت کے اوقات میں دونوں اٹھائیں اور تینوں بچیوں سے کہا کہ وہ بڑی دھار دار سل ان گھٹنوں کے نیچے رکھ دے تو شہ بدان بکرا رہے تھے۔ اسی میں ایک شام بڈ نے روزال سے کہا۔ "تم کھٹالی ہو.....؟"

سمجھ میں صورت حال کچھ کچھ سمجھ آئے گی..... وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑے فوہا کی یہ بات دیکھ رہی تھی۔ ادھر وہ زخمی جانوروں کی طرح ڈکرا رہا تھا۔ ٹانگیں چھونے سے اسے ناقابل تکلیف ہو رہی تھی۔ اور وہ حلق پھاڑ کر چیخ رہا تھا لیکن فوہا پر اس کی چیخوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے؟

"ہاں ہمیں معلوم تھا۔"

"تم انہیں کیا کہتے تھے.....؟"

"پہاڑ پار کے رہنے والے....."

"اور کوئی نام نہیں تھا ان کا.....؟"

"نہیں....."

"وہاں تمہارا گھر ہو گا.....؟"

"گھر.....؟" روزال سوالیہ انداز میں بولا۔

"اکی جگہ جہاں ہم لوگ رہتے ہیں۔"

"ادھر ایسی جگہ نہیں تھی۔ ہاں لکڑی اور گھاس کے کوسے ہوتے تھے۔ ہماری زندگی یہاں مختلف ہوتی تھی اور....."

"نہیں میری جان نہیں بس اس سے زیادہ نہیں۔ میں یہ جانتا چاہتا تھا کہ اب تم سوالات کو جواب دے کر ان کے جواب دے سکتے ہو یا نہیں۔ تمہیں اپنی داستان مادام لیزا کو سنانی ہوگی۔ یہ ان کی روزال خاموش ہو گیا۔

آئرن نے لیزا سے کہا..... "سکھنا سا لہو اور وینال لندن پہنچ گئے ہیں۔ گریس ہارو اور کرل فوکس ٹیم میں شامل ہو گئے ہیں تمہارے کیا ارادہ ہے۔"

"میرے بارے میں تم فصلہ کرو آئرن..... جیسا تم چاہو۔" آئرن مسکراتے لگا پھر بولا۔ "اس

شہ بدان نے فوہا کی ان حرکات کو عجیب سی نگاہوں سے دیکھا اس کی سمجھ میں کچھ نہیں تھا لیکن اس نے خاموشی ہی اختیار کئے رکھی۔ بچیوں کو وہ مکمل خود اعتمادی دینا چاہتی تھی۔ وہ بچوں کے ساتھ ہی گزرتا تھا..... ادھر بڈ کو روزال مل گیا تھا دونوں میں مگرمی دوستی ہو گئی تھی۔ روزال تھی کہ فوہا بڑی لگن سے اپنا کام کر رہی ہے لیکن یہ نہ سمجھ پائی تھی کہ وہ کیا کر رہی ہے۔ تینوں بچوں نے زخمی شخص کی ٹانگیں بے دردی سے پکڑ رکھا۔ وہ ہر ایک کی خدمت کرتا تھا اور بہت سے کام کرنا سکھایا تھا۔ فرصت کے اوقات میں دونوں اٹھائیں اور تینوں بچیوں سے کہا کہ وہ بڑی دھار دار سل ان گھٹنوں کے نیچے رکھ دے تو شہ بدان بکرا رہے تھے۔ اسی میں ایک شام بڈ نے روزال سے کہا۔ "تم کھٹالی ہو.....؟"

سمجھ میں صورت حال کچھ کچھ سمجھ آئے گی..... وہ حیرانی سے آنکھیں پھاڑے فوہا کی یہ بات دیکھ رہی تھی۔ ادھر وہ زخمی جانوروں کی طرح ڈکرا رہا تھا۔ ٹانگیں چھونے سے اسے ناقابل تکلیف ہو رہی تھی۔ اور وہ حلق پھاڑ کر چیخ رہا تھا لیکن فوہا پر اس کی چیخوں کا کوئی اثر نہیں پڑتا ہے؟

لڑکیوں کو سل سرکاتے دیکھ رہی تھی اور زخمی کی چیخوں سے بے نیاز انہیں ہدایات دے رہی تھیں۔ پھر جب سل اس کی مرضی کے مطابق درست جگہ رکھ دی تو اس نے آہستہ آہستہ زخمی کے پاؤں گھٹنوں کے پاس سے سل کی دھار پر رکھ دیئے۔ اس کے بعد اس نے پتھر کی تختہ کلباڑی اٹھا کر سر سے بلند کر لی۔ کلباڑی جھکی اور بڈیوں سے گزر کر نیچے رکھی پتھر کی سل کی سے ٹکرائی۔ زخمی کی دلخراش چیخ کے ساتھ شہ بدان بھی چیخی اور اس نے دونوں ہاتھ اٹکے رکھ لئے۔ تینوں بچیاں ماں سے زیادہ بہادر تھیں وہ خاموشی سے فوہا کا عمل دیکھ رہی تھیں۔ دوسری ٹانگ پر بھی وار کر دیا۔ بڈیاں ہوار کٹ گئی تھیں۔ بچی ہوئی کھال کو بھی فوہا کلباڑیوں سے کاٹ دیا۔ زخمی دوسری چیخ کے ساتھ ساکت ہو گیا تھا۔ فوہا نے زمین سے بہت اٹھا کر زخمی کے کئے ہوئے پیروں پر تھوپ دی۔ پھر چور چور بڈیوں کو پاؤں سے ایک طرف زخمی کے کئے ہوئے پیروں سے اڑنے والی خون کی چھواروں نے اسے بھی سرخ کر دیا تھا اور اس میں لت پت ہو گئی تھی۔ ایک ماہر ڈاکٹر کی طرح اس نے تینوں زسوں کو ہدایات جاری کیں۔ قرب وجوار میں آگئی ہوئی چوڑے پتے والی جھاڑیوں سے بہت سے پتے توڑ کر لائے گئے۔ پھر سل وغیرہ استعمال کیے۔ زخموں پر تھوپ کر فوہا نے وہ پتے زخموں پر رکھ کر جھال سے باندھ دیئے۔ پھر سل وغیرہ استعمال کیے۔ ہٹا کر وہ جھرنے کی طرف بڑھ گئی۔ شہ بدان نے کانپتے ہوئے آنکھیں کھولیں اور دہشت میں بولی۔ "مر گیا؟"

"ہاں!" غلام نے اطمینان سے کہا اور شہ بدان کا دل رو پڑا ایک انسان کی حیثیت سے۔

بہت دکھ ہوا تھا۔ اس نے نمناک آنکھوں سے مرنے والے کو دیکھا۔ پھر اس کے زخموں

بارم میں تم شرکت نہ کرو۔ ویسے بھی ہمیں سرینام اور برازیل کا سفر کرنا ہے۔ مہم مشکل ہوگی زربدان کو ساتھ رکھنا مناسب نہیں ہوگا اس کی دیکھ بھال ہم کسی اور پر نہیں جھوڑ سکتے۔
”تم ناراض تو نہ ہو گے؟“

”بالکل نہیں میں تمہاری ہر خوشی میں خوش ہوں۔“ آسٹرنے فراخ دلی سے کہا۔ اور لیزا گزار نظروں سے دیکھنے لگی۔ ”تمہیں زربدان سے بہت محبت ہے لیزا! آسٹرنے کہا۔
”تمہیں بھی تو ہے۔“

”ہاں عجیب پرکشش بچی ہے حالانکہ ہمارا اس سے دور کا واسطہ نہیں لیکن اس پر بیٹھ آتا ہے میرے خیال سے تم اس کی نگہداشت اور تربیت کے فرائض پورے کرو مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے۔“

”ایک بات بار بار میرے ذہن میں آتی ہے آسٹرنے۔“

”کیا.....؟“ آسٹرنے پوچھا۔

”کیا وہ ہوشمند ہو کر ذہنی طور پر ہمیں قبول کر سکے گی.....؟“ آسٹرنے چند لمحات خاموشی سوچتا رہا پھر بولا۔ ”میں نے کئی بار اس بارے میں سوچا ہے اور مختلف انداز سے سوچا ہے فطرت یکساں ہوتی ہے خواہ انسان کا تعلق کسی علاقے سے ہو وہ ہمارے ہاتھوں میں پروان چڑھنے ہمارے درمیان ہوش سنبھالے گی تو ذہنی طور پر ہماری ہی ہوگی۔ روزال اس کا باپ نہیں ہے انے اشاروں میں اس کا اظہار کیا ہے ان دونوں کی کمائی کیا ہے۔ بالآخر معلوم ہو ہی جائے گی کوئی بہت گہرا پس منظر نہیں ہے تو دونوں یہاں ایڈجسٹ ہو جائیں گے خاص طور پر میں بچی کا کرتا ہوں اس کے ذہن میں کوئی اور چہرہ کبھی نہیں آئے گا۔“

”روزال نے اگر اسے اس طرف متوجہ کیا تو.....؟“

”جن حالات میں وہ ہمیں ملا ہے وہ بتاتے ہیں کہ خود اس کا اپنے علاقے میں گزر نہیں تمہیں یقیناً یاد ہوگا کہ اس نے ہوش سنبھال کر دریا میں کودنا چاہا تھا۔ پھر کشش کا شکار ہو گیا اور لینے والا ہے۔“
بچی واپس تمہیں دیدی تھی۔ گویا اس نے نئی زندگی قبول کر لی تھی اور اب وہ جس طرح یہاں نظر آتا ہے اس سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ماضی اس کے ذہن سے دور ہو گیا ہے۔“

”ہاں یہ اندازہ مجھے بھی ہے۔“ لیزا نے کسی قدر مطمئن ہو کر کہا۔

”اوہ پھر لیزا..... ہمارے اپنے بھی تو بچے ہوں گے۔“ آسٹرنے کہا اور لیزا ہنس دی۔

آسٹرنے چلا گیا..... لیزا او اس ہو گئی۔ لیکن زربدان کی معصوم قلقلاریوں نے اسے ہلکا کر دیا۔ لیکن عقاب اسے ضرور منحوس قرار دیتے۔ اس لئے روشنی والے نے اسے زندہ بھی رکھا سو لیا۔ زربدان ایک انوکھی کشش کی مالک تھی۔ آسٹرنے کو گئے ہوئے دو ہفتے گزرے تھے کہ ایک عالیشان ماحول بھی دیا۔ یہ میری آقا زادہ ہے۔ میرے آقا کی بیٹی۔“
”یہ تمہارے ساتھ دیا میں کیسے پہنچ گئی تھی۔ یہ تو نوزائیدہ تھی۔“
”ہاں یہ ایک دلدادہ کمائی ہے۔“

روزال نے کہا۔

”نہیں مادام مسٹرڈ مجھے آپ کے پاس لائے ہیں.....“ لیزا خوشگوار حیرت سے اچھلنے لگی۔ اس نے اپنے آقا میان لائی کے بارے میں بتایا جو شیر نہ تھا پھر اس کی چار بیٹیوں کی

”ادائی گا..... تم اتنی اچھی انگلش بول رہے ہو۔“

”مسٹرڈ کا شکر گزار ہوں۔“

”کیسا عجیب لگ رہا ہے مجھے۔ بہت اچھا لگ رہا ہے مجھے تو اس کا شدید انتظار تھا.....
”بہنو..... بڈ تم بھی بیٹھو..... تم نے روزال سے اس کے بارے میں معلوم کیا.....؟“

”آپ اس بارے میں خود معلوم کرنا چاہتی تھیں۔ اس لئے بڈ آپ کی اس خواہش کو کیسے چھین سکتا تھا۔“

”تھینک یو بڈ..... تم بہت اچھے ہو..... روزال کیا تم مجھے اپنے بارے میں بتانا پسند کرو گے۔“

”مجھے اور میری مالکہ کو کئی زندگی دینے والے محسنوں کے ہر حکم کا احترام مجھ پر فرض ہے۔“ روزال نے کہا۔

”مالکہ.....؟“ لیزا حیرت سے بولی..... ”تو کیا زربدان تمہاری بچی نہیں ہے؟“

”نہیں مادام۔“

”تو پھر یہ کون ہے؟ مگر ایک منٹ بڈ تم میرے بیڈ روم سے ٹیپ ریکارڈ اٹھا لاؤ..... آج میری بہت بڑی خواہش پوری ہو رہی ہے۔ میں روزال کی باتیں ریکارڈ کروں گی۔ اور پڑا سرار انشاء نامی کتاب کا دوسرا حصہ تیار کروں گی۔ آسٹرنے غیر موجودگی میں میرے لئے یہ دوسرا بہترین مشغلہ ہوگا۔“

بڈ خاموشی سے اٹھ کر چلا گیا۔ اور لیزا اس کی واپسی تک خاموشی سے زربدان سے کھینچتی رہی۔ بڈ نے ٹیپ ریکارڈ آن کر دیا۔ تب لیزا نے پوچھا۔ ”تم کھنٹالے ہو۔“

”کھنٹالے کوئی نام نہیں ہے۔ ہم پہاڑی لوگ ہیں اور پہاڑوں میں زندگی بسر کرتے ہیں۔“
”تمہارا مذہب کیا ہے؟“

”مجھے زیادہ نہیں معلوم..... بس اتنا پتہ ہے کہ روشنی والا سورج چمکاتا ہے تو دن ہو جاتا ہے۔ تارے نکلتا ہے تو رات چھا جاتی ہے بارش ہوتی ہے تو سبزہ زندگی پاتا ہے۔ وہی زندگی دینے والا ہے۔“

”گنڈ..... ایک بات ہے۔ دوسرے مذہب بھی یہی ہیں۔ تمہارا طرز زندگی کیا ہے۔“
”طاقت سردار ہوتی ہے اور روشنی والا جسے قوت دیتا ہے وہ عکرائی کرتا ہے۔“

”یہ بچی کون ہے؟“ لیزا نے پوچھا اور روزال کے چہرے پر افسردگی پھیل گئی پھر اس نے کہا۔
”نہ یہ منحوس ہے اور نہ بد نصیب بد نصیب ہوتی تو زندگی نہ باقی اور ان عیش گاہوں میں نہ

”یہ تمہارے ساتھ دیا میں کیسے پہنچ گئی تھی۔ یہ تو نوزائیدہ تھی۔“
”ہاں یہ ایک دلدادہ کمائی ہے۔“

”مجھے ساڈ روزال.....“ لیزا نے کہا..... اور روزال تفصیل سے اسے پہاڑوں کی کمائی

”کمائی سنائی۔ شہر بندان کے بارے میں بتایا اور آخر میں بچی کے ساتھ خود کشی کی داستان سنائی۔ اور لہجہ تک پہنچ گیا جہاں ان لوگوں نے اسے پایا تھا۔“

لی جی اے واپس مل جائے۔ تم اتنی بے رحمی سے اس کے بارے میں سوچ رہی ہو؟“
 لی جی کہ رہے ہو بڑے..... میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آ رہا.....؟“

”جو کچھ میں کہہ رہا ہوں تم یقیناً اسے غداری کوگی۔ نمک حرامی کوگی۔ تم میرے اس
 لڑکے کو جو لفظ دینا چاہو دے لو لیکن میں تمہاری ذات میں اتنا جھوٹا نہیں برداشت کر سکتا، جو
 ”روزِ زوال“ ہو شہد ہونے پر کیا تم زربدان کو اس کے بارے میں بتاؤ گے؟“
 ”کیا فائدہ مادام اس سے کیا حاصل ہوگا۔ یہ تو بت اچھی بات ہے کہ اسے آپ لوگ
 گئے۔ میں بوڑھا ہو کر مرھپ جاؤں گا ہم اس کے لئے کوئی غلط نہیں چھوڑیں۔ ایک ایسی بات
 جس سے اسے کچھ نہ حاصل ہوگا۔ اور پھر میں ایک نافرمان کی حیثیت سے کبھی اپنے آقا کے پاس نہیں جے کچھ اور توقع رکھتا تھا۔“
 نہیں جاؤں گا۔ وہ میری موت کا یقین کر چکا ہو گا لیکن میری نافرمانی کے بارے میں وہ کبھی
 سوچے گا۔“

”دیری گند..... ہم اس کا نام بھی بدل دیں گے تاکہ اسے یہ نام عجیب نہ محسوس ہو۔“ اس نے تم نے ہماری رقم دے کر خرید لیا ہے، تم نے اس پر اس کی زندگی بچانے کا احسان کیا ہے
 اس کا اتنا بڑا صلہ وصول کرنا چاہتی ہو تم۔ اسے اپنے آپ سے ناواقف رکھنے کی خواہشمند ہو
 لیزا نے بے چارے کی طرح کہا۔
 ”آپ کی مرضی مادام“ روزِ زوال نے کہا۔

”آجک بڑے کے حلق سے غرائی ہوئی آواز نکلی۔“ ”سوری مادام تمہارے ان الفاظ نے۔“ ”بڑے تمہیں کیا ہو گیا ہے تم نے ایسی باتیں تو کبھی نہیں کیں۔ اتنا سخت لہجہ تو تم نے کبھی نہیں
 تمہیں میری نظروں سے گرا دیا۔ آج تم نے اپنے بارے میں میرے معیار کا بت گرا دیا ہے۔ تیار کیا؟“
 اتنے گھٹیا انداز میں بھی سوچ سکتی ہو..... تم اتنی گھٹیا ہو۔ افسوس صد افسوس۔ لیکن ایسا ہونے لگا۔ ”میرے پورے وجود پر ضرب پڑی ہے بات بہت دور تک چلی جاتی ہے میں اپنی اس محبت کا
 گا۔ یہ پازوں کی امانت ہے۔ اسے ماں کی آغوش سے چھینا گیا ہے۔ وہ جب تک زندہ رہے گا نہیں کرنا چاہتا جو میں نے تم سے کی ہے ہاں اگر سوچو تو صرف یہ سوچ سکتی ہو کہ میں نے اس
 اسے یاد کرتی رہے گی۔ اس کی امانت اسے واپس کی جائے گی۔ بڑے دیوانہ ہے تم جانتی ہو..... ات کو عبات کا درجہ دے دیا تھا، کچھ بھی نہیں چاہا تھا اس کے صلے میں تم سے لیکن بہت بڑا تھپڑ
 اس کا تمہاری آغوش میں رہنا مناسب نہیں ہے۔“ ”بڑے ہاتھ بڑھا کر بچی کو لیزا سے چھین لیا۔ اب اس وقت میرے منہ پر..... اچانک ہی یوں لگا ہے جیسے سوتے سوتے جاگ گیا ہوں۔“
 لیزا نے حیران نگاہوں سے بڑے کو دیکھا۔ بچی بڑی آغوش میں تھی۔ اسے یقین کرنا پڑا کہ..... ”تم جذباتی ہو رہے ہو بڑے، پلیز اتنے جذباتی نہ ہو مجھے بتاؤ، میں اور کیا کر سکتی ہوں اس کے
 ہی یہ عمل کیا ہے۔ لیزا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ بڑے کسی اہم سے اہم معاملے میں بھی اتنا ناگوار ہے۔ یہ ذہنی طور پر دہری شخصیت کی مالک بن جائے گی، ابھی تو یہ اس قدر معصوم ہے کہ
 سخت ہو سکتا ہے۔ اس نے بڑی بے دردی سے بچی کو اس سے چھین لیا تھا اور اب اسے بچے اس کے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے اور اسے اتنی محبت دی جائے، جتنی کسی انسان کی
 ب ہو سکتی ہے تو یہ کبھی نہیں سوچے گی کہ اس کا تعلق میری ذات سے نہیں ہے یہ کہیں اور سے
 لگائے کھڑا تھا۔

”ہاں مادام! میں نے دنیا کے بارے میں بہت کم غور کیا ہے بہت کم سوچا ہے اور اب اس کا کوئی اور ہے، ذرا غور کرو بڑے، روزِ زوال کی کمائی تمہیں یاد ہے، کوئی پرانی بات بھی نہیں
 بنیادی وجہ یہ تھی کہ تم مجھے مل گئی تھیں، میں نے اپنی دنیا تم میں محدود کر لی تھی، انسان بننے سے اسے دریا میں پھینک دینے کے لئے کہا گیا تھا۔ روزِ زوال نے جو کچھ کیا اپنی فطرت کے مطابق کیا
 سے کہی کو اپنا ایمان بناتا ہے، وہ اپنی ذات کے مرکز کو دنیا کے عام انسانوں سے بہت اونچا اپنے مالک کی ہدایت پر یہ اسے دریا میں پھینک کر مالک کے پاس واپس چلا جاتا تو کیا یہ بچی زندہ
 ہے، ایک معیار ہوتا ہے ہر شخص کا، خواہ وہ کسی بھی سطح کا انسان ہو، اور وہ اسی معیار کی پابندی کرتا ہے۔“

”تم جانتی ہو، میں نے صرف تمہارے وجود کی پوجا کی ہے، تمہیں انسان کی بجائے ایک.....“ ہمارا ایمان ہے کہ پیدا کرنے والا اور واپس بلانے والا ہم میں سے کوئی نہیں ہے۔ وہ جانتا
 سمجھا مگر تمہاری اور اس شخص کی گفتگو نے آج میرے اس احساس کو چکنا چور کر دیا ہے۔ کہ اسے کس طرح دنیا میں بھیجتا ہے اور کس طرح اس کی واپسی ممکن ہے۔ ہم لوگ تو اپنے
 بالکل عام سی عورت ہو، کوئی خوبی نہیں ہے تمہارے اندر..... اپنی ذات کے لئے تم نے اس کا نام دار قرار دے لیتے ہیں کہ ہم نے یہ کیا ہم نے وہ کیا، کیسے ہو جاتا ہے، اگر آسمانوں پر
 انسانوں کو بآسانی نظر انداز کر سکتی ہو، عورت ہی کی حیثیت سے سوچا ہوتا اور یہ جو کچھ تم لوگ کی زندگی کھسکی تھی لیکن ہم پر صرف اتنے ہی فرائض عائد نہیں ہوتے کہ ہم کس پر ایک
 رہے ہو اسے کہتے ہوئے تمہارے دل میں اس عورت کا احساس جاگنا نہیں چاہئے تھا جو اس کا احسان کریں اور اس کے بعد اس کا صلہ اس انداز میں وصول کریں کہ اس کی پوری زندگی کو
 ہے وہ زندگی کے آخری سانس تک اسے نہیں بھول سکے گی اور اسے یاد کرتی رہے گی، پھر اس کا صلہ دے دیں۔ نہیں ہمیں تو وہ فرض بھی پورا کرنا ہوتا ہے جو اب سے ہم پر عائد کیا جاتا
 مانگتی رہے گی وہ اس کے لئے کہ یہ جہاں بھی ہو زندہ رہے، خوش و خرم رہے۔ روتی رہے گی.....
 کے لئے وہ آرزو کرے گی رات کی تنہائیوں میں کہ کاش کوئی ایسا مجرہ پیش آجائے جس سے.....

عورت کے پاس لے جائیں گے جو اس کی ماں ہے اس کے حوالے کر دیں گے اسے اور اس کے بعد جو واقعات پیش آئیں گے تم اس پر ایک کتاب لکھو گی بالکل نئے واقعات کی کتاب 'دنیا کے لئے جو ناقابل یقین ہوں گے لیکن ہم سچ لکھیں گے۔' " "گویا ایک بار پھر وہاں کا سفر کیا جائے گا.....؟"

"اگر حالات وہ نہ ہوتے جو ہو گئے ہوں تو ہم یہ بہت نہ کہتے..... لیکن اب اس بچی کی ذمہ داری ہے ہم پر، ہمیں یہ کرنا ہو گا اور اگر تم نے اس مسئلے میں میرا ساتھ نہ دیا تو یہ میں کروں گا....." "تم.....؟"

"ہاں میں۔ مجبوری ہو گی تم سے دور ہونا پڑے گا مجھے، کیونکہ میرا دل کتا ہے کہ انسانیت کا معیار یہی ہے تم نے مجھے مایوس کیا ہے، جس طرح میں تمہیں چاہتا رہا ہوں، اب اپنے اس مشن کو چاہوں گا، میں اس کی پرورش کروں گا، عشق کروں گا اس سے..... اور تم گواہ رہنا کہ میں بے لوث اور بے غرض انسان ہوں۔"

لیزا مسکراتی رہی پھر اس نے کہا۔ "تو اس نیک کام میں تم مجھے اپنا شریک کیوں نہیں سمجھتے بڑے۔ تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ تم نے وہ نہیں کرنا جو ہم نے سوچا ہے بلکہ یہ کرنا ہے جو میں سوچ رہا ہوں۔ بڑے تم غیر تو نہیں ہو کہ میں تم سے اتفاق نہ کروں۔"

"معافی چاہتا ہوں لیکن ہمیں یہ سب کچھ کرنا ہے روزاں اسے پہاڑوں کی زبان سکھائے گا اسے اس کے ماحول سے پوری طرح روشناس کرایا جائے گا۔ اسے اس کے ظالم باپ کے بارے میں بتایا جائے گا۔ اس سے کہا جائے گا کہ ایک وقت اسے اپنے گھر واپس جانا ہے ایک نئی اور طاقتور شخصیت کی حیثیت سے، ایک نئی کمائی جنم لے گی ایک ایسی کمائی جو دنیا کے لئے ناقابل یقین ہو گی لیکن سچ ہو گی۔"

لیزا نے مسکراتے ہوئے آنکھیں بند کیں اور گردن ہلاتی ہوئی بولی۔ "ٹھیک ہے بڑے۔ ناراض نہ ہو، غلطی ہو گئی، معافی چاہتی ہوں تم سے، ایسا ہی ہو گا جیسا تم نے سوچا ہے ہم یہی کریں گے بڑے۔ یقیناً ہم یہی کریں گے۔" بڑے سنجیدہ نگاہوں سے لیزا کو دیکھنے لگا۔ روزاں سر جھکائے بیٹھا تھا۔

○.....○.....○

شہر بان نے بمشکل تمام اپنے آپ کو سنبھالا تھا، نجانے کون بے چارہ تھا، کہاں سے آیا تھا، وہ موت کا خواہشمند تھا، شدت تکلیف نے اسے دیوانہ کر دیا تھا اور اس کی ایک ہی آرزو رہی تھی وہ یہ کہ اسے موت آجائے، انسان کتنا بے بس ہو جاتا ہے بعض اوقات وہ اپنے لئے موت بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ بہر حال فوہا نے جو کچھ کر دکھایا تھا وہ ناقابل یقین تھا، شہر بان اس دوران یہ دیکھتی رہی تھی کہ اس کی چاروں بچیاں غیر معمولی فطرت اختیار کرتی جا رہی ہیں۔ عقابوں کی وادی میں جب وہ اپنے باپ کے زیر سایہ پروان چڑھ رہی تھیں تو بالکل عام سی لڑکیاں تھیں کبھی بھی یہ احساس نہ ہو گا شہر بان کو کہ ان کے اندر کوئی غیر معمولی سوچ چھپی ہوئی ہے یا وہ اپنے طور پر کسی ایسی کارکردگی کا مظاہرہ کر سکتی ہیں جو ان کی عمر اور ان کی فطرت کے خلاف ہو لیکن باپ کے سامنے سے دور لاوارث اور تنہا زندگی نے ان کے اندر کچھ ایسی قوتیں ابھار دی تھیں، جنہیں دیکھ کر

کتنا ہے درحقیقت کتنوں جیسی فطرت ہی رکھتا ہے۔ یہ اپنی زندگی گزارنے اور مر جانے کی ہے، یہ بھی تو ایک زندگی ہے، یہ کیوں کتا ہے کہ یہ اسے اس کے ماں باپ سے ناواقف نہیں یہ کوئی معیاری انسان نہیں ہے، یہ ایک جھوٹا اور خود غرض انسان ہے روزاں تو ایک وفادار انسان ہے اپنے مالک کا کتا، لیکن تیرا مالک پوری کائنات کا حکمران نہیں ہے اسی کے لئے نہیں کر سکتا، اس سے وفا شعاری بھی تیری اپنی ذات میں چھپی ہوئی ایک تسکین کے لئے ہے، یہ انسان ہے روزاں اسے انسانوں ہی کا حق ملنا چاہئے۔"

روزاں نے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔ "کیا میں اختیار ہوں مسٹر بڈ، کیا میں یہاں سے واپس جانے کی اہلیت رکھتا ہوں، کیا میں وہ سب ہوں جو مجھے کرنا چاہئے، تم خود فیصلہ کرو، میں تو کچھ بھی نہیں جانتا صرف احکامات کی میرا شعار رہا ہے۔ میں بے بس ہوں مسٹر بڈ..... اس بچی کا کوئی نام نہیں تھا۔ میں نے اسے اس کے نام سے منسوب کیا ہے، شہر بان ہے اس کی ماں کا نام اور جب مجھے سے پوچھا بچی کا نام کیا ہے تو میں نے شہر بان ہی کے حوالے سے اس کا نام تم لوگوں کو زبردان بتایا یہاں بھی میرے دل میں اپنے مالک سے وفاداری کا تصور ہے اگر میں اس بچی کے لئے زور ماحول چاہتا ہوں تو صرف اس بنیاد پر کہ اس کی رگوں میں میرے مالک کا خون ہے، میں ہر اس کی بہتری چاہتا ہوں اور جو کام میں خود نہیں کر سکتا اور جس کے لئے میں دوسروں کا بھلا ان کے حکم سے انحراف کیسے کر سکتا ہوں۔"

بڑے نے سر دنگا ہوں سے لیزا کو دیکھا۔ لیزا کی نگاہیں بھی بڑے کا جائزہ لے رہی تھیں، بڑے نے غیر معمولی شخصیت کا مالک نظر آیا تھا۔ بظاہر دنیا سے لاپرواہ، لیزا کی ہر بات پر سرگرم، عادی، اپنے اندر بھی ایک انسان رکھتا ہے اور یہ انسان جب جاگ جائے تو بہت عظیم ہو گا اس کا احساس لیزا کو آج ہی ہوا تھا۔ اچانک ہی اس نے بڑے کے نظریے کے بارے میں اسے احساس ہوا کہ واقعی اس نے خود غرضی کا مظاہرہ کیا ہے اور زبردان پر اپنا بے متناہ ہے صرف اپنے حق کے اختیار کی بنیاد پر۔ بڑے کا احتجاج بالکل درست ہے۔ بڑے سے برا انوکھا لگا اور ناراض ہونے کی بجائے اس کے ہونٹوں پر مدہم مدہم مسکراہٹ پھیلنے لگی اس سے کہا۔

"سوری بڑے، سوری..... لیکن تمہیں ناراض نہیں ہونا چاہئے۔ میں نے کبھی نہیں سمجھا، کسی معاملے میں اگر میں غلط انداز میں سوچنے لگی تو تمہیں میری رہنمائی کرنا ہے اپنے آپ کو مجھ سے الگ رکھ کر سوچا بڑے، کیا یہ اچھی بات ہے.....؟" "تمہیں بہت اچھی بات کرنی چاہئے تھی۔ تم یہ کہتیں کہ روزاں اس بچی کو شہر بان طرح پرورش کر دے۔ یہ ایک علاقے کے سردار کی بیٹی ہے۔ یہ معتب ہے اپنی صنف کی لیکن ان لوگوں کی نفی کر دو، جو احتمالاً سوچ رکھتے ہیں اور اپنی سوچ میں انسانی زندگی وقت کر دیتے ہیں۔ اس کی پرورش کرنی چاہئے ہمیں ایک عورت کو دوسری عورت کا اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس کا بچپن وہاں غیر محفوظ ہو گا، ہم اسے پروان چڑھائیں جب یہ خود ایک مضبوط شخصیت بن جائے گی تو اس کا دیس اس کو واپس دے دیں گے۔"

شہ بدن خود حیران رہ جاتی تھی۔
فوبا بڑے ہونے کی حیثیت سے انہیں اپنے زیر احکام رکھتی تھی اور سب اس کا احترام کرتے تھے۔

تھیں، سارے کام چاروں بچیاں مل کر خود ہی کر لیا کرتی تھیں اور شہ بدن کو کچھ نہیں کرنا پڑتا تو بہر طور یہ اس کے لئے ایک خوشگوار بات تھی، محرومیوں کی شکار بچیوں نے اپنے طور پر جتنا کیا تھا..... اور اس وقت فوبا نے اس شخص کی ٹانگیں اس کے جسم سے جدا کر کے نادانی ہی میں کسی کچھ کیا تھا وہ عام دل گردے کے لوگوں کا کام نہیں تھا۔ بد قسمت زخمی مر گیا تھا، یہ دوسری بار ہے..... بہر حال اب کم از کم اس کی لاش کو تو فوہ کاٹنے لگا دینا چاہئے۔ بہتر یہ ہو گا کہ اسی لکڑیوں پر بنائے ہوئے بستر پر اسے لٹا کر ذرا دور لے جایا جائے اور جھرنے سے بننے والی ندی میں ڈال دیا جائے اس کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا ہے اس کے لئے لڑکیوں کی مدد کرنی چاہئے۔ چاروں کی چاروں وہیں موجود تھیں اور نجانے کیا کر رہی تھیں، شہ بدن آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے قریب پہنچا اور پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

زخمی کی آنکھیں بند تھیں اور وہ ہولے ہولے کرا رہا تھا..... فوبا پاس بیٹھی ہوئی تھی اور اس کی کیفیت کا جائزہ لے رہی تھی اور تینوں بچیاں ہوشیار سپاہیوں کی طرح مستعد تھیں، شہ بدن نے شدید حیرت سے کہا۔ ”یہ زندہ ہے۔ ارے یہ تو زندہ ہے.....؟“
”ہاں..... اور یہ زندہ رہے گا۔“ فوبا نے بھرپور اعتماد سے کہا۔
”یہ تم نے اس کے زخموں پر..... اور یہ تم نے کیا باندھ دیا ہے.....؟“
”کچھ نہیں، بس اس کے زخموں پر مٹی لگادی ہے یہ مٹی سوکھ کر اس کا خون روک دے گی اور یہ پتے مٹی کو جھرنے نہیں دیں گے اس کے علاوہ اور کیا کیا جاسکتا ہے۔ میں ابھی ان لوگوں سے یہی باتیں کر رہی تھی کہ جب مٹی اس کے بدن کا خون روک دے گی تو ہم پانی سے اس کے زخموں کو دھو دیں گے اور پھر زمین پر اگنے والی بہت سی گھاس کھل کر اس کے زخموں پر رکھیں گے اور پتے باندھ دیں گے۔ وہ گھاس اس کے زخموں کو ٹھیک کر دے گی۔“
”کیسی عجیب باتیں کر رہی ہو فوبا۔ تمہیں کیسے معلوم کہ گھاس اس کے زخموں کو ٹھیک کر دے گی.....؟“

”بس سب ٹھیک ہو جاتے ہیں ماں، جسے مرنا ہوتا ہے وہ مر جاتا ہے، اور جسے مرنا نہیں ہوتا.....“ فوبا نے کرب سے ٹھیک ہو جانا، روشنی والا یہی تو کراتا ہے ماں۔ کون کسی کو مارتا ہے اور کون کس کے ہاتھوں سے ہے، بس جب روشنی والا چاہتا ہے تو مارتا ہے اور نہیں چاہتا تو کوئی نہیں مارتا۔“
شہ بدن کا جسم تھرا گیا۔ معصوم زبان سے اتنی مستحکم بات نکلی تھی کہ دلوں کو ریزہ ریزہ کر دیتی تھی ان الفاظ نے نجانے شہ بدن کو کتنی محرومیوں سے نکال لیا۔ اب تک وہ جس غم و اندھا شکار تھی ان کا انداز ایک دم بدل گیا۔ کتنا عجیب کہ وہی ہے فوبا۔ روشنی والے کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔ پھر میں کیوں اس بات پر غم زدہ ہوں کہ مجھ سے میرا قبیلہ میرا کوسٹہ چھن گیا، میان لائی نے میرے ساتھ یہ وحیانہ سلوک کیا۔ روشنی والے کو کچھ بہتری ہی مقصود ہوگی۔ ایک دم مسکرا اٹھی اور اس نے کہا۔
”تو پھر میں جاتی ہوں۔ اب ہم ایسا کرتے ہیں کہ خباہیوں کے نرم گردے کو ناریل کے

میں پکا کر اس کا محلول بنائیں گے ہو سکتا ہے اس سے بھی فائدہ ہو۔ گرم محلول بہت فائدہ مند رہے گا۔“
”ٹھیک ہے ماں تم یہ کرو۔“ فوبا نے کہا اور شہ بدن سب سے چھوٹی بچی کو ساتھ لے کر اپنے کونے کی جانب چل پڑی۔ جہاں تمام اشیاء کا ذخیرہ تھا۔ اس نے محلول تیار کیا۔ جھرنے کے کنارے سے حاصل شدہ پتھر کو ٹھس کر پیالے کی شکل دے لی گئی تھی اور اسے اشیاء کو گرم کرنے کیلئے آگ پر رکھ کر استعمال کیا جاتا تھا اس نے یہ محلول اس پتھر کے پیالے میں گرم کیا اور پھر بچوں پر اسے رکھ کر بچیوں کے پاس پہنچ گئی۔
زخمی کے ہونٹ خشک ہو رہے تھے اور وہ بار بار خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا لیکن قطعی طور پر زخمی کا شکار تھا اور ہوش و حواس سے دور تھا۔ کبھی کبھی اس کے منہ سے ایک بے معنی سلفظ نکلنے لگتا تھا لیکن یہ لفظ وہ نہیں سمجھ پاری تھیں۔ شہ بدن کو ایک دم خیال آیا کہ غشی کے عالم میں شاید وہ پانی مانگ رہا ہے۔ وہ جلدی سے ناریل کے پیالے میں پانی لائی اور زخمی کا منہ کھول کر پانی اس میں ڈالنے کی کوشش کرنے لگی لیکن زخمی نے مضبوطی سے دانت بھینچ لئے تھے، پانی اس کے ہونٹوں کے درمیان سے بہہ کر نیچے گر رہا تھا۔ شہ بدن کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکی اس نے بے چینی سے کہا۔
”اے پانی کیسے پلایا جائے اور اس طرح تو یہ غذا بھی اس کے معدے میں نہیں اتر سکے گی، کیا کرنا چاہئے اس کے لئے.....“
فوبا ایک لمحے تک کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس کے بعد خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ گئی وہ تلاش کر کے لکڑی کا ایک ایسا چھوٹا سا ٹکڑا لائی جو بہت چھوٹا تھا۔ شہ بدن کی سمجھ میں نہیں آ سکا تھا کہ فوبا کیا کرنا چاہتی ہے، پھر فوبا نے زخمی کے قریب پہنچ کر اچانک ہی اس کے زخم پر زور سے ہاتھ مارا اور زخمی حلق چھاڑ کر چیخ پڑا۔ اس کی وحشت زدہ آنکھیں کرب سے کھل گئیں اور اس کے منہ سے مسلسل کراہیں نکلنے لگیں۔ تب فوبا نے لکڑی کا ٹکڑا اس کے دانتوں کے درمیان پھنسا دیا۔ غلامانہ اور سمنانہ کو اس نے زخمی کے دونوں بازوؤں پر بٹھادیا تاکہ وہ ہاتھ نہ ہلا سکے پھر ماں کو اطمینان سے اشارہ کیا کہ اسے پانی پلائے۔
شہ بدن ششدر تھی۔ سب کچھ سمجھ میں آ گیا تھا لیکن فوبا..... شہ بدن نے کرب سے آنکھیں پھاڑے ہوئے زخمی کے حلق میں آہستہ آہستہ پانی پٹکایا پھر جب اسے پورا برتن پانی پلادیا تو غذا کی طرف متوجہ ہوئی اور اس سے کہا۔
”دیکھو، بہت سے کام لو۔ روشنی والے نے تمہیں زندگی دی ہے اسے برقرار رکھنے کے لئے غذا ضروری ہے۔ میں تمہارے منہ سے لکڑی کا یہ ٹکڑا نکال رہی ہوں۔ اپنے حواس قائم رکھنا۔“
شہ بدن نے لکڑی کا ٹکڑا زخمی کے منہ سے نکال دیا اور زخمی کے منہ سے گالیوں کا طوفان ابل پڑا۔ اس نے نہ جانے کیا کیا کیا، لیکن شدید غصے کے عالم میں وہ یہ گالیاں اپنی زبان میں دے رہا تھا جو ان میں سے کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں ساتھ ہی ساتھ اس نے غلامانہ اور سمنانہ کو اپنے ہاتھوں پر سے اٹھالنے کی کوشش کی لیکن دونوں بچیاں بڑے اطمینان سے آلتی پالتی مارے اس کے بازوؤں پر چڑھ رہیں۔ کم انداز کا حکم تھا مگر اہل کیسے سکتی تھیں۔ شہ بدن نے نرمی سے کہا۔

"یہ غذا تمہاری زندگی کے لئے بہت ضروری ہے" اوسے کھالو..... "اس نے اپنی تیار کی ہوئی غذا زخمی کی منہ تک لے جاتے ہوئے کہا۔ زخمی کی آنکھوں سے شدید غصے کا اظہار ہوتا رہا۔ "مگر تم غم سے تعاون کرو تو آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔" شہدان نے کہا۔ پھر بولی۔ "کیا تم اپنا اس وقت شاید وہ حواس مجتمع نہیں کر پارہا تھا؟ ورنہ اس نے ان کی زبان بھی بولی تھی۔ گویا وہ اس زبان کو جانتا تھا انداز ایسا تھا جیسے وہ کسی بھی قیمت پر اس غذا کو قبول کرنے کیلئے تیار نہ ہو" اس نے پتا پاند کر لیا۔

"میرا نام باتو ہے۔" زخمی نے جواب دیا اور آنکھیں بند کر لیں اسے کچھ فائدہ ہی محسوس منہ بند کر کے رخ تبدیل کر لیا تو فوہا نے اپنی ماں سے کہا۔

"میرا خیال ہے میں اس کے زخموں پر مسلسل ضربیں لگاتی رہوں" اس کا منہ کھلے رکھے۔

"یہ ایک طریقہ ہے۔" شہدان نے کچھ کتا چاہا لیکن اس کی آواز زخمی کی دہشت زدہ چیخوں میں گئی۔

"فوہا نے گردن ملا دی تھی۔"

"مار ڈالوں گا، تجھے جان سے مار ڈالوں گا، ذلیل لڑکی میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا" یہ میرا دوسرے دن باتو کو شدید بخار ہو گیا۔ وہ اس عالم میں بڑیاں بکتا رہا تھا۔ فوہا کی نگرانی میں باقی عہد ہے۔ "یہ الفاظ اس نے اس زبان میں کہے تھے جو ان لوگوں کی اپنی زبان تھی فوہا نے اطمینان سے جانچا اس کی تیار داری کر رہی تھیں۔ شہدان نے اس کا شدید بخار محسوس کر کے کہا کہ سے کہا۔

"یہ سب بعد کی باتیں ہیں" اس وقت جب تم تندرست ہو جاؤ گے۔ اس عالم میں تو تم مجھے بار بار باتو کو ہوش آیا تو اس نے جنونی انداز میں سنانے کے بال مٹھیوں میں بکڑ لئے اور انہیں زور مار بھی نہیں سکتے اور سنو میں کسی بھی کام میں وقت ضائع کرنے کی عادی نہیں ہوں کیا میں تمہارے رے چھوڑنے لگا۔ پھر غرا کر بولا۔

زخموں پر ضربیں لگاؤں۔" زخمی کے چہرے پر بے بسی کے آثار طاری ہو گئے اور اس نے سسکی بولی۔ "شیطان کی بچپوں۔ میری حالت بہتر ہو جائے دو" تم میں سے ایک ایک کو کتے کی موت نہ لگا ہوں سے فوہا کو دیکھتے ہوئے منہ کھول دیا، شہدان اس کے حلق میں غذا ڈالنے لگی، لیکن وہ زخمی نہیں تو میرا نام باتو نہیں۔" سنانے کی چیخیں سن کر فوہا آگئی تھی۔ اس نے کہا۔

کی آنکھوں میں کینہ توڑی کے اثرات مسلسل دیکھ رہی تھی اور فوہا اطمینان سے اپنی دونوں ہنڈیوں سے کھانے لگا۔ فوہا نے اس کے بال چھوڑ دیئے۔ وہ فوہا سے سخت خوفزدہ نظر آتا تھا۔ پھر اس نے سے کہہ رہی تھی۔

"اس کے ہاتھوں کو ذرا بھی ڈھیل نہ دینا اگر یہ ہاتھوں کے استعمال کے قابل ہو گیا پھر اس نے کہا۔

جدوجہد کرے گا اور مجبوراً مجھے اس کے زخم سہلانے پڑیں گے۔" زخمی کے معدے میں غذا "یہ ظالم لڑکی تمہاری پوری قوم کی نمائندہ ہے۔ خدا کے لئے اسے مجھ سے دور رکھا کرو! اتارتے ہوئے شہدان نے فوہا پر غور کیا اور سوچنے لگی کہ اس چھوٹی سی عمر کی لڑکی کے اندر اتنی ہی صورت دیکھ کر مجھے وحشت ہوتی ہے۔"

پسندی کے جذبات بھی ہیں اور یہ بے رحم بھی ہے۔ اس کام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد شہدان نے ناخوشگوار سی سے فوہا کو دیکھ کر کہا۔ "فوہا کیا تم نے پھر باتو کو تکلیف دی۔"

غلانہ اور سنانہ، فوہا کے اشارے پر زخمی کے ہاتھوں پر سے اتر گئیں۔ شہدان نے خالی برتن ایک "ابھی نہیں ماں..... لیکن اس سے کہہ دو جو ضروری ہے وہ ضرور ہوگا۔ یہ میری بات مان لے ورنہ میں مجبوراً اسے تکلیف دوں گی۔"

"ہم یوں کریں گے ماں کہ اب کے جب یہ بے ہوش ہو جائے گا تو اس کے دونوں ہاتھ ڈال دے باندھ دیں گے تاکہ غلانہ اور سنانہ کو خطرہ درپیش نہ رہے۔" شہدان نے سخت نظروں سے بٹی کو دیکھ کر کہا۔

"نہیں فوہا۔ اس طرح کسی کو تکلیف نہیں دیا کرتے بری بات ہے۔" زخمی عجیب سی نظروں سے ان لوگوں کو دیکھنے لگا۔ تب شہدان نے کہا۔

"دیکھو روشنی والے نے تمہاری تقدیر میں جو کچھ لکھ دیا تھا، وہ تو ہو گیا اور میں جانتی ہوں کہ اس کے زخموں پر ضربیں لگاؤں گی۔" فوہا نے چٹائی لیجے میں کہا اور باتو اس طرح کراہنے تم اپنے بارے میں مسلسل جھوٹ بول رہے ہو کوئی تمہارے ساتھ نہیں ہے جو کچھ تمہارے سامنے اس کے زخموں پر ضربیں پڑ رہی ہوں۔

ہوا وہ روشنی والے کا حکم تھا، ہم تمہاری تیار داری کر رہے ہیں زندگی روشنی والے کی امانت ہے۔" مجبوراً فوہا کو اس کے ہاتھ باندھنے پڑے فوہا کو دیکھ کر اس کی جان نکل جاتی تھی۔ پھر ہے اور اس کا تحفظ تم پر فرض ہے۔ بہتر ہے کہ ہماری نیک نیتی تسلیم کرو اور ہم سے تعاون کرو۔

"لیکن اس طرح اس نے میرے دونوں پاؤں کاٹ دیئے اور اس کے بعد میرے زخموں کی حالت سدھرنے لگی اور ایک دن وہ بالکل چر سکون تھا۔ فوہا اس کے لئے آگ پر

نہیں کرتے کہ تمہیں دنیا میں بھیجا جائے۔ تم زندگی پاؤ اور اپنی خواہشوں کی تکمیل کرو اور ایسا ہی موت کے لئے ہوتا ہے جانے سے پہلے تم نہیں جانا چاہتے، لیکن چلے جاتے ہو، جب تمہارا آنا اور جانا تمہارے بس میں نہیں ہے تو پھر روشنی والے کی رضا کیوں نہیں تسلیم کرتے۔ تم جیو اس وقت تک جب تک کہ روشنی والا تمہاری زندگی کا فیصلہ نہ کرے اس سے پہلے موت کی حسرت میں جینا ممانہ ہے بہتر ہے یہ گناہ تم نہ کرو۔۔۔۔۔۔

”خواہشیں دل میں زخم بن کر تکلیف دیتی رہیں تو زندگی سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔“ باتو نے کرب زدہ لہجے میں کہا۔

”شہ بدان نے ہمدرد نگاہوں سے اس معترض شخص کو دیکھا پھر بولی۔ ”کیا تمہارے دل میں کوئی ایسی خواہش تھی جسے تم زندگی کا ہم پلہ سمجھتے ہو۔۔۔۔۔۔“

”ہاں ایسی ہی بات ہے، اور اسی خواہش کی تکمیل کے لئے میں نے اپنے آپ کو برقرار رکھا ہے میں ایک طویل سفر طے کر کے پہاڑوں کی اس سمت سے اس طرف آیا تھا۔ ہزاروں مشکلات سے گزر کر اور جب میں یہاں پہنچ گیا تو میں نے سوچا کہ شاید اب وہ وقت آگیا ہے جب میں اپنی باسی آرزوؤں کو میرا ب کر لوں لیکن تقدیر نے مجھ پر آخری ضرب لگادی اور میری اس جدوجہد کا بیشیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔۔۔۔۔۔ لڑکی کیا نام ہے تمہارا؟ آج میں شاید اپنے آپ میں لوٹ آیا دن، نام بھی تو نہیں پوچھا میں نے تمہارا۔۔۔۔۔۔؟“

”شہ بدان۔۔۔۔۔۔“

”اور تمہاری بیٹیاں۔ وہ خوفناک لڑکی جس کے بارے میں میرا دل کوئی فیصلہ نہیں کر سکا کہ سے چاہوں یا اس سے نفرت کروں۔۔۔۔۔۔“

”وہ فوہا ہے۔۔۔۔۔۔ باقی میری بیٹیاں سمنانہ غلامانہ اور شیرا یہ ہیں۔“

”اور کوئی نہیں ہے یہاں۔۔۔۔۔۔؟“

”نہیں۔۔۔۔۔۔ لیکن مجھ سے میرے بارے میں پوچھنے کی بجائے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ تمہاری وہ کیا باتو کے چہرے کا رنگ بدلنے لگا۔ پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ ”تمہاری ان آبادیوں میں

غل ہو کر، تمہاری بیٹیوں کے نوگوں کا قتل عام کرنا چاہتا ہوں میں۔ اتنا خون بہانا چاہتا ہوں ان کا۔ تاہم نگاہ خون کی کچڑ پھیل جائے۔ اعضاء بریدہ جسوں کے انبار لگ جائیں۔ آہ کاش۔۔۔۔۔۔

○.....○.....○

سومایہ نے کئی بار میان لائی کورا توں کو جانتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ اس کی بے چینی اچھی طرح دیکھ رہی تھی۔ خود اس کی جو کیفیت تھی اس کا دل ہی جانتا تھا۔ اس کے امتحان کا وقت اب دور نہیں تھا اور جوں جوں یہ لمحات قریب آرہے تھے اس کا دل بھی ڈھٹا جا رہا تھا۔ اب کیا کرے۔۔۔۔۔۔ اگر وہ میان سے کیا ہو اودھ پورا نہ کر سکی تو۔

”میان۔ کیا تو مجھے انہیں غاروں میں بھیج دے گا جہاں شہ بدان کو بھیجا تھا۔“

”نہیں۔ وہ منحوس جگہ ہے اور اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اب تو سب کچھ۔۔۔۔۔۔ سب

بھونکی ہوئی مچھلی لائی تھی۔

”میں نے اس میں سے کانٹے صاف کر لئے ہیں۔ چلو منہ کھولو۔“ فوہا نے حکمانہ اور باتو اسے عجیب سی نظروں سے دیکھنے لگا۔ پھر اس کی آنکھوں میں محبت اتر آئی اور خاموشی سے منہ کھول دیا۔ فوہا اسے مچھلی کھلاتی رہی۔ باتو کی نگاہیں اس کے چہرے پر جمی، اسی دوران شہ بدان قریب آگئی۔

”اب تم بہت بہتر نظر آتے ہو۔“ اس نے باتو کے پاس بیٹھ کر کہا۔ باتو کچھ نہ بولا۔

”یہ لڑکی۔۔۔۔۔۔“ باتو عجیب سے لہجے میں بولا۔ ”شیطانوں کی سرزمین پر یہ فرشتہ کمار آیا ہے۔“

”فرشتہ۔۔۔۔۔۔ کون۔۔۔۔۔۔؟“ شہ بدان نے حیرت سے کہا۔

”تم سب۔۔۔۔۔۔ میں پاگل نہیں ہوں۔ بس تکلیف کی شدت نے مجھ سے حواس ہٹے۔“

”اب تم بہتر نظر آتے ہو؟“

”شاید۔۔۔۔۔۔!“ باتو نے کہا پھر بولا۔ ”تم یہاں تنہا ہو۔۔۔۔۔۔ میں نے یہاں تمہارے بچپوں کے علاوہ کسی اور کو نہیں دیکھا۔“

”ہاں یہاں ہمارے علاوہ کوئی نہیں ہے۔“

”کیوں۔۔۔۔۔۔؟“

”بس۔ ایسا ہی ہے۔“ شہ بدان آہستہ سے بولی اور باتو اسے دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔ ”انسانی نقطہ نگاہ سے تم نے ایک انسان کی زندگی بچائی ہے اور اپنے طور پر تم نے

کام کیا ہے لیکن کاش تم ایسا نہ کرتیں کاش مجھے زندگی نہ ملتی۔ تم نہیں سمجھتی ہو لڑکی یہ نظریات قتل ہو گئے اور جب انسان کی زندگی کا مقصد ہی فوت ہو جائے تو موت اس کے

سے قیمتی چیز ہوتی ہے، تم نے مل جل کر مجھ سے میری موت چھین لی ہے حالانکہ ان حالات میرے لئے موت زندگی سے زیادہ دلکش ہوتی۔ میرا نظریہ ہی ختم ہو گیا۔ ساری زندگی

ہے میں نے۔ ایک آس قائم تھی کہ شاید کامیابی کا کوئی لمحہ عمر کی کسی منزل میں مل جائے، کو بیشیشہ مجھ سے بھر رہا ہے، تقدیر نے کبھی میرا ساتھ نہیں دیا اور اب تو تابوت میں آخری

گئی ہے۔ آہ تم نہیں سمجھتیں کہ موت کتنی قیمتی تھی میرے لئے۔ دیکھو ایک انسان عام

بھی جیتا ہے اور بعض اوقات کچھ نظریات اس کی زندگی بن جاتے ہیں اور اسے زندگی صرف اس لئے ہوتی ہے کہ اپنے نظریات کی تکمیل کر سکے۔ میرے ساتھ یہ سانحہ پیش آیا

ناگموں سے معذور ہو گیا۔ میں نے تم سے موت کی درخواست کی تھی، لیکن نہ مانے تم لوگ سب مل کر مجھے زندگی کی جانب پھر سے کھینچ لائے۔۔۔۔۔۔ لیکن تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ

زندگی سے زیادہ پسند تھی۔۔۔۔۔۔ آہ بجائے اب ان تمام حسرتوں کے ساتھ کب تک جینا پڑے کاش تم نے مجھے مرنے دیا ہوتا۔ کاش۔ کاش۔۔۔۔۔۔“

”دیکھو زندگی اور موت روشنی والے کا کام ہے اس کائنات میں آنے سے پہلے تم

مجھے تم پر اعتماد ہے ماں، لیکن.....“

”لیکن کیا.....؟“

”نہ جانے کیوں مجھے تقدیر پر اعتماد نہیں ہے۔“

”اور میان لائی پر.....؟“

”اب اس پر مجھے ذرہ بھرا اعتماد نہیں ہے۔ وہ انسان نہیں، سردار ہے صرف سردار.....“

”یہی کہنا چاہتی تھی میں۔ اس کے لئے پاگل نہ ہونا۔ کبھی پاگل نہ ہونا۔ وہ ایک روایتی مرد

بائے لوگوں کو چاہا نہیں جاتا۔ بس ان سے مقاصد حاصل کئے جاتے ہیں۔“ میان لائی آگیا تو

نے چلا بل لیا اور مسکرا کر بولی۔ ”تجھے مبارک ہو لائی، تیری آرزوؤں کی تکمیل کا وقت

کل قریب ہے۔ تو نے انتظامات تو کر لئے ہیں۔ دایہ کون ہے؟“

”میں نے ابھی معزز بزرگ الحث باغہ سے ملاقات کی ہے۔ اس نے بتایا کہ تو یہاں آئی

تیرا یہاں آ جانا بہت بہتر ہے۔ سارے انتظامات تجھے کرنے ہوں گے معزز عورت۔ مجھے اس

سے آزاد کر دے میں سرحدی پہاڑ کی چوٹی پر جا کر عبادت کروں گا اور بس..... دیکھ..... اگر

لئے خوشخبری ہو تو کسی کو پہاڑ پر بھیج دیتا۔ اگر میرے لئے خوشی کی خبر نہ ہو۔ تو میرے واپس

سے قبل اپنی بیٹی کو..... اس کی بیٹی کے ساتھ خاموشی سے اپنے گھر لے جانا۔ اس وقت

مجھے تیرے اہل خاندان میں سے کسی کی شکل نظر نہ آئے جب تک میں اپنے مقصد کے حصول

لئے کسی اور عورت کو اپنی زندگی میں شامل نہ کر لوں۔ اس بارے میں کوئی احتجاج نہ ہو۔ تو نے

بات سنی!“

اراسہ نے معنی خیز انداز میں گردن ہلا دی۔ اس کی آنکھوں میں تسخرانہ چمک تھی.....!

کچھ دیر کے بعد میان لائی وہاں سے چلا گیا۔ سومایہ کا چہرہ دہشت کی تصویر بنا ہوا تھا اراسہ

میں اس کے سینے میں انسان کا دل

”سومایہ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے کے سوا کچھ نہ کر سکی۔ اراسہ نے کہا۔ ”تو خوفزدہ

”ہاں ماں، میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔ نہ جانے کیوں مجھے اپنے کانوں میں سرگوشیاں سی محسوس

ہیں۔ جیسے کوئی مجھ سے کہہ رہا ہو کہ میں عقابوں کو وارث نہ دے سکوں گی۔“

”تیری بزدلی تجھے نقصان پہنچا سکتی ہے۔ اس وقت تو تو بزدل نہیں تھی جب تو نے بے شمار

کے درمیان کہا تھا کہ تو میان لائی کے بیٹے کی ماں کلائے گی۔“

”ہاں ماں، اس وقت میں بہت دلیر تھی۔ مجھے اپنے حسن و جمال، اپنی عشوہ طرازیوں پر ناز

برا خیال تھا کہ میں اپنی عمر سے کہیں زیادہ عمو والے میان لائی کا دل مٹھی میں لے لوں گی۔

”اس طرح اپنا دیوانہ بنالوں گی کہ وہ میرے بغیر جینا بھول جائے گا۔ وہ بیٹے سے زیادہ میری

کی خواہش کرے گا۔ میں نے شہ بدن کا ایک ایک نقش اس کے دل سے مٹانے کی ہر

نہیں کامیابی حاصل کر لی لیکن مستقبل کے خوف کا وہ پہلا دن تھا جب میان لائی نے بوڑھی

کو قتل کیا۔“

”کیا؟“ اراسہ اچھل پڑی۔

”کچھ.....“

”اگر میرا وعدہ پورا نہ ہو سکا تو.....“ سومایہ نے خوفزدہ لمبے میں کہا اور میان لائی کے نفو

پھرا گئے۔ اس نے بھاری آواز میں کہا۔ ”تو پھر ہمارے راستے بدل جائیں گے۔ میں مجبور ہو

پوری ہستی کے سامنے میں نے یہ اعلان کیا تھا۔ میں اس سے روگردانی نہ کر سکوں گا۔“

”میان۔ اگر تقدیر نے میرا ساتھ نہ دیا تو ایک بات یاد رکھنا میں صرف موت اپناؤں گی

تیرے بغیر زندگی کا تصور محال ہو گا میرے لئے.....“

”دیکھ۔ مجھ سے ایسی کوئی بات نہ کر جو مجھے شہمات کا شکار کر دے۔ اگر تو مجھے عقابو

وارث نہ دے سکی تو..... میرے لئے اجنبی عورت ہوگی اور ایک اجنبی عورت اپنے بارے میں

بھی فیصلہ کرے وہ اس کا اپنا فیصلہ ہو گا جس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ آہ کاش روزاں میرے

ہو تا بہت برا سہارا تھا وہ میرے لئے، اب تو میں تسنور کے جنگلات کا رخ بھی نہیں کر سکتا کہ

روزاں میرے ساتھ ہے نہ وہاں کا موسم، میں کسی الجھن میں نہیں پڑنا چاہتا سومایہ۔ وعدے

وعدے ہوتے ہیں اصول اصول ہوتے ہیں، شہ بدن کا اور میرا طویل عرصے کا ساتھ رہا ہے۔

چاہتا تو اسے رعایت دے سکتا تھا لیکن میں نے اسے اپنی زندگی سے حرف غلط کی طرح مٹا دیا۔

یہ بات میرے دل کے گوشوں میں چھپی ہوئی ہے کہ سزا صرف شہ بدن کو نہیں ملی بلکہ اس

ساتھ چار لڑکیاں بھی اس سزا کا شکار ہوئیں اگر تیرے لئے میں کوئی رعایت کروں تو پھر مجھے عقابو

کا سردار نہیں بلکہ زیادہ سے زیادہ ایک چرواہا ہونا چاہئے جو جنگلوں میں بھکیاں چراتا ہے، میں

طور پر بہت پریشان ہوں اور اس وقت جب تو اپنے امتحان سے گزر رہی ہوگی، میرا تیرے پاس

کسی طور ممکن نہیں ہے میں کہیں دور جا کر بیٹھ جاؤں گا لیکن واپس آؤں تو مجھے بیٹے ہی کی خوش

ملے۔ اگر اس کے علاوہ کچھ ہوا تو پھر میں تجھ سے معذرت چاہوں گا کہ درگزر کی کوئی گنجائش

ہے۔“ میان لائی کا پتھر پلا چہرہ اور پتھر ملی آواز یہ بتاتی تھی کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے اس میں کوئی

رعایت کا حامل نہیں ہو سکتا۔ بہت کم سن وقت گزر رہا تھا سومایہ پر، قبیلے کی سردار ہو کر اس نے

سے عیش کئے تھے اپنی ہر آرزو کی تکمیل کر لی تھی میان لائی سے محبت بھی کی تھی اس نے.....

اب اس وقت میان لائی نے جو روٹیہ بھی اختیار کیا اس نے سومایہ کے دل کو ایک عجیب سی کیفی

شکار کر دیا اس نے سوچا کہ یہ شخص صرف سردار ہے، انسان نہیں ہے۔ اس کے اوپر کوئی جذ

انداز نہیں ہوتا، یہ محبت کے اس معیار سے خالی ہے ایسے شخص سے اتنی محبت تو نہیں کی

چاہئے وہ تو صرف کاروبار کر رہا ہے کسی کی زندگی کا مالک بن کر صرف اپنے مقصد کی تکمیل کا

ہے۔ نہیں یہ قابل محبت نہیں ہے اگر تقدیر نے مجھے بیٹا دے دیا تب بھی میں اس بات کو

بھولوں گی کہ ایک لمحہ ایسا آیا تھا جب اس نے بے دردی سے مجھے زندگی اور موت کے دروازے

لاکھڑا کیا تھا۔ میان لائی اور کچھ ہوا ہوا نہ ہوا ہو تو نے میرے دل پر ایک وجہ ضرور ڈال دی

اپنی ذات کے لئے۔ اتنا چاہا میں نے تجھے۔ میری محبت کوئی معنی نہیں رکھتی تو ٹھیک ہے۔ دیکھو

مستقبل کا کیا فیصلہ کرتا ہے۔

اراسہ نے سومایہ سے کہا۔ ”میں تیرے چہرے پر خوف دیکھتی ہوں۔ کیا تجھے اپنے ماں با

اعتماد نہیں ہے۔“

”شیر ماہ کا بیٹا ماہ لخت اور بیوی رائیسہ“ تمام باتیں سن کر تیار ہو گئے اور پھر لخت بانہ ان کے ساتھ کوسے کے اندر دلی جھے میں داخل ہو گئے جہاں عشرہ اپنے نومولود بیٹے کو گود میں لئے تھی۔ اس نے لخت بانہ کو تعظیم دی۔ بیٹے کی محبت سے سرشار تھی۔ سب نے ایک دوسرے موت دیکھی۔ پھر لخت بانہ نے کہا۔

”عشرہ“ اس وقت ہم سب تیرے پاس ایک مشکل کام سے آئے ہیں۔ تو کیا ہماری بات سننا لے گی۔“

عشرہ نے حیرت سے لخت بانہ کو دیکھا پھر بولی۔ ”میں معزز بانہ کا باپ ہی کی مانند احترام ہوں۔ اس لئے بھی کہ میں نے اور سوامیہ نے بچپن ساتھ گزارا ہے اور ہم نے ہمیشہ ایک بے سے محبت کی ہے۔“

”یہ اور بہتر بات ہے۔ پھر تو میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ تیری بچپن کی دوست کو اپنی بقاء کے نیری قربانی درکار ہے۔“

”قربانی۔“ عشرہ نے گھبراہٹ ہوئی آنکھوں سے یہاں کھڑے تمام افراد کی صورت دیکھی۔

”جس کام سے بانہ یہاں آئے ہیں ہم سب اس سے اتفاق رکھتے ہیں عشرہ۔ اور ہماری سہ ہے کہ تو بانہ کے حکم کی تعمیل کر۔“ ماہ لخت نے بیوی سے کہا۔

”میں“ میں کچھ سمجھی نہیں ہوں۔“ عشرہ نے بدستور گھبراہٹ ہوئی آواز میں کہا۔

”عشرہ“ تجھے علم ہے کہ سوامیہ کی شادی سردار میان لائی سے ہوئی ہے اور میان لائی کی شرط اگر سوامیہ نے اسے عقابوں کا وارث نہ دیا اور پہلے بچے کی پیدائش پر اگر وہ لڑکی ہوئی تو میان خود سے جدا کر دے گا اور کسی اور سے شادی کر لے گا۔“ لخت بانہ بولا۔

”ہاں مجھے معلوم ہے۔“

”وہ وقت قریب آگیا ہے اور یہ تو روشنی والا ہی جانتا ہے کہ وہ سوامیہ کو بیٹا دیتا ہے یا بیٹی۔ سوامیہ پر یہ کٹھن گھڑی ہے اس کی زندگی اس کا وقار، داؤ پر لگا ہوا ہے۔ اگر اس کے ہاں بیٹا نہ اسے موت کا مڑا چکھنا پڑے گا۔ پھر اس کی زندگی ممکن نہ ہوگی۔ کیا تو اپنی اس دوست کی بچا سکتی ہے۔“

”کیسے.....؟“ عشرہ نے پوچھا۔

”اپنا بیٹا دے کر۔“ لخت بانہ نے کہا۔

”کیا.....؟“ عشرہ پر بجلی گر پڑی۔ اس نے سہم کر اپنے بچے کو سینے میں بھیج لیا۔

”یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روشنی والا اسے بیٹا ہی دیدے۔ اگر ایسا ہو گیا تو تیرا بیٹا خاموشی سے اپنا کر دیا جائے گا۔ اور تیرے اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ نہیں۔ یہ تو نہیں ہو سکتا۔“ عشرہ نے شدید بے چینی کے عالم میں کہا۔

”یہ ضروری ہے عشرہ۔ اس عمل سے بہت سے جذبات وابستہ ہیں۔ ہو سکتا ہے روشنی والا کو بیٹا نہ دے۔ اگر ایسا ہوا تو میرا بیٹا، ہمارا خون، عقابوں کا سردار بنے گا۔ اور سارنہ کے نوکچہ ہوا ہے“ میان کو اس کا صلہ ملے گا اور تو جانتی ہے عشرہ“ سارنہ میری ماں کے بھائی کا

”رائیسہ نے کہا۔

”اس راز کو دل میں رکھنا کیونکہ اسے میرے سوا کوئی نہیں جانتا“ میان نے طور میں خنجر گھونپ دیا تھا۔“

”مگر کیوں؟“

”کیونکہ اس نے ہمارے سامنے ایک منحوس پیش گوئی کی تھی۔ اس نے کہا:

عقابوں کو وارث نہ دے سکوں گی۔ میان لائی نے طیش کھا کر اسے قتل کر دیا تھا۔“

”آہ تو یہ ہے طور کی موت کا راز۔ جو آج تک حل نہ ہو سکا تھا اور لوگ حیران

اس بے ضرر بوڑھی سے کسے دشمنی ہو سکتی ہے اف میان کتنا سنگ دل ہے۔“

”لیکن کسی کو یہ بات معلوم نہیں ہونی چاہئے ماں..... اس سے مجھے یہ پتہ چلا کہ

دل میں کیا تھا۔“

”میں طور کی پیش گوئی کے بارے میں سوچ رہی ہوں۔ اس نے کبھی کوئی غلط پیش

کی ہے۔ اس کا مطلب ہے۔“

”میرا خوف بے جا نہیں ہے ماں۔“

”تجھے خوفزدہ نہیں ہونا چاہئے۔ ماں باپ پر بھروسہ رکھ۔“ اراسہ نے کہا۔

”نہ جانے کیا ہو گا۔“ سوامیہ کے حلق سے سرگوشی نکلی۔

○.....○.....○

لخت بانہ شیر ماہ کے کوسے میں داخل ہو گیا۔ بوڑھے شیر ماہ نے اس کا استقبال کیا

دیکھتا ہوا بولا۔ ”سب خیریت ہے نا بانہ۔“

”ہاں خیریت تو ہے لیکن وہ لمحات آگئے ہیں جن کے بارے میں تجھ سے کہا تھا۔“

”تو کیا.....؟“ شیر ماہ نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

”نہیں، ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔ لیکن شیر ماہ، میں تیریاں مکمل رکھنا چاہتا ہوں۔“

بولا۔

”کیا ابھی اسی وقت.....؟“

”ہاں۔ کیا تو نے اپنی بہو اور بیٹے سے بات کر لی ہے؟“

”ماہ لخت خوشی سے تیار ہے کیونکہ وہ میرا بیٹا ہے۔ لیکن میری ہدایت پر اس نے اپنی

سے ابھی بات نہیں کی ہے۔“

”اور تیری بیوی۔“

”سب سے پہلے اس سے بات کی تھی۔“

”اس نے کیا کہا۔“

”تیری اور میری تو صرف دوستی ہے لخت بانہ۔ مگر سارنہ میری بیوی کے ماموں کا بیٹا

”میں جانتا ہوں۔ کیا وہ تیار ہے۔“

”اس کے دل میں انتقام کی آگ ہے اور یہ بہترین موقع ہے۔ وہ خوشی سے تیار ہے۔

”تب تو کوئی مشکل ہی نہیں ہے۔ اب بتا اس کے لئے اور کیا کرنا ہے۔ میں ماہ لخت

بیوی کو بلاتا ہوں۔ ہمیں تیرے ساتھ مل کر اپنی بہو سے بات کرنی ہوگی۔“

”مگر میں اپنی گود کیسے سونی کر سکتی ہوں۔“ عثمہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔
”تیری گود سونی نہ رہے گی، سوما یہ کی بیٹی تیری آغوش میں پروان چڑھے گی۔“
کہا۔

”یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ آخر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ عثمہ نے روتے ہوئے کہا۔
”آسانی ہو سکتا ہے، عثمہ..... ذرا سمجھداری سے سوچ۔ تھوڑا سا فاصلہ ہوگا
اولادوں کا ایک دوسرے سے۔ تم دو بہنوں کی طرح ایک دوسرے کی اولاد کی پرورش
خوش نصیب ہے عثمہ کہ یہ منصب تجھے ملا۔ میں نے تین چار جگہ انتظام کیا تھا اور میر
سے پورے تعاون کے لئے تیار تھے۔ براہین کے گھر بیٹی پیدا ہو گئی۔ اسولہ کے گھر مردہ
چند دوسرے ابھی بامراد نہیں ہوئے۔ یہ سب اس عمل کے لئے تیار تھے لیکن روشنی
کے بیٹے کو یہ منصب دینا چاہتا ہے۔“

”آہ ایسا نہ کر۔..... روشنی والا سوما یہ کو بیٹا دیدے۔ مجھ سے میرے دل کے
چھینو۔“ عثمہ نے زار و قطار روتے ہوئے کہا۔

”روشنی والا تیری زبان مبارک کرے۔ اگر تیری دعا سے ایسا ہو گیا تو تیرا بیٹا
کی طرح پروان چڑھے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے اور اگر ایسا نہ ہوا تو..... تجھے بیش اعلیٰ
اور جب تیرا بیٹا سردار بن کر میان سے اقتدار حاصل کر لے گا تو قبیلے والوں کو تیار
سارنہ کا خون ایک بار پھر عقابوں کا سردار ہے اور اسی تدابیر سے کام لیا گیا ہے جس
نے سارنہ سے سرداری لی تھی۔“

”کیا سوما یہ کو یہ بتایا جائے گا کہ اس کا نہیں میرا بیٹا ہے۔؟“
”ہاں عثمہ۔ اولاد ماں کے وجود کا حصہ ہوتی ہے۔ مجبوری اور مصلحت الگ
کے لئے اپنی اولاد دنیا بھر سے پیاری ہوتی ہے سوما یہ کو یہ ضرور بتادیا جائے گا۔ اگر رو
اسے اس منصب سے محروم رکھا تو وہ پرورش تیری اولاد کی کرے گی اور اس کی ماما
ہوگی جو تیری آغوش میں پروان چڑھے گی۔ اسی طرح تجھے پورا حق حاصل ہوگا کہ تو
میں پروان چڑھنے والے کو اپنی محبت سے نوازے۔ جگہ بدل جائے گی ماما نہیں چھینی؟
”آہ کیا تم وعدہ کرتے ہو بزرگ باغہ۔“

”ہاں ایک انسان کی حیثیت سے، ایک باپ کی حیثیت سے جو اپنی بیٹی کی بقاء
”ٹھیک ہے، میں تیار ہوں۔“ عثمہ نے سسکتے ہوئے کہا۔

”لا..... اسے میرے حوالے کر دے۔“ الخت باغہ نے بچے کو لینے کے لئے
اور عثمہ نے رخ بدل کر بچہ اس کے حوالے کر دیا۔ ”میں آخری بار تجھے اطمینان
تیری ماما تجھ سے نہ چھینی جائے گی۔“ الخت باغہ نے کہا اور دوسروں کو اشارہ کر کے
چھوڑ کر باہر نکل آیا..... باہر نکل کر اس نے کہا۔ ”یہ تیری ذمہ داری ہے،
سنبھالے رکھے۔ ہم ان کٹھن لمحات سے گزریں۔“

”یہ کام میں کروں گا باغہ.....“ ماہ الخت نے کہا۔
”ایک خیال میرے ذہن میں آتا ہے باغہ.....“ شیراہ نے کہا۔

”وہ کیا.....؟“

”یہ بچہ پانچ دن کا ہو چکا ہے۔ اور نور مولود نہیں لگتا۔ کس میں کوشہ نہ ہو جائے۔“
”میان آسانی دماغ نہیں رکھتا۔ بیٹے کی خبر ملنے پر وہ اس طرح پاگل ہو جائے گا کہ اس بات
پر غور بھی نہ کرے گا۔“

”میں نے فرض دوستی پورا کر دیا ہے باغہ۔“

”ہاں۔ اس احسان کو میں ہمیشہ یاد رکھوں گا۔ اس وقت بھی جب روشنی والا اپنا فیصلہ
سنارے گا۔ ہو سکتا ہے تقدیر ہمیں یہ کھیل کھیلنے سے بازی رکھے۔“
”میری دعائیں تیرے ساتھ ہیں باغہ.....!“

”میں چلتا ہوں۔“ الخت باغہ نے بچے کو کپڑے میں لپیٹا اور اسے اپنے ڈھیلے لباس میں
چھپا کر شیراہ کے کوسے سے باہر نکل آیا۔ اسے دنیا کی نگاہوں سے چھپ کر سردار کے کوسے تک
پہنچنا تھا۔ اسے بے حد چالاک تھی اور میان میدان چھوڑ کر بھاگ چکا تھا۔ اس لئے اس سازش
کی تکمیل میں کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ کوسے میں بے حد سناٹا تھا۔ الخت باغہ نے اندر داخل ہو کر
اراسہ کو پکارا۔ اور اراسہ باہر نکل آئی۔ اس کے چہرے پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ اس نے سر ذلیجے
میں کہا۔

”سوما یہ کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی ہے۔“ الخت باغہ کے دل پر گھونسا سا لگا۔ لیکن اس نے فوراً
خود کو سنبھال لیا اور..... بولا۔ ”سوما یہ کس حال میں ہے؟“
”وہ بے ہوش ہے۔“

”تو پھر جلدی کر لے اسے سنبھال اور اسے لے آنا کہ میں دوسرے مرحلے سے گزر جاؤں۔
اور سن..... ابھی سوما یہ کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں۔ اسے ہوش آنے پر یہی بتایا جائے کہ
روشنی والے نے اسے عزت بخشی ہے تاکہ وہ میان کو صحیح تاثر دے سکے۔ اگر اسے حقیقت معلوم
ہوگی تو وہ اداس ہو جائے گی اور میان مشکوک ہو جائے گا۔ وہ احمق نہیں ہے۔“
”میں سمجھتی ہوں۔“

”اس کام کی تکمیل کے بعد شور مچا رہے، خوشیوں کا اظہار کرنا کہ دوسرے سب سچ مان
جائیں۔“

”ہاں میں ایسا ہی کروں گی۔“ اراسہ نے کہا۔ اور الخت باغہ نے بچہ اس کی گود میں تھما دیا
جسے لے کر اراسہ اندر داخل ہو گئی۔ اور پھر اس نے ایک ننھی سی گھڑی لا کر اس کی آغوش میں
تھما دی اور الخت باغہ خاموشی سے باہر نکل گیا.....

○.....○.....○

اس کے بعد شہدان نے باتو سے کئی سوالات کئے لیکن اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس پر ایک
بیجائی کیفیت طاری ہو گئی ہے اور شاید وہ اب کچھ نہ بتائے۔ شہدان کے ہر سوال کے جواب میں وہ
اپنی زبان میں کچھ کہنے لگتا تھا اور اس کے چہرے کے تاثرات یہی بتاتے تھے کہ وہ گالی بک رہا ہے۔
شہدان نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔ وہ زمانہ شناس تھی، دل پر لگی ہوئی چوٹ سے واقف اور یہ
اندازہ اسے بخوبی ہو گیا تھا کہ یہ شخص زخم کھائے ہوئے ہے اور شاید پہاڑ والوں سے نفرت کرتا

سناجھ تھا زندگی کیوں بسر کر رہی ہیں کچھ باتیں تو علم ہو ورنہ کیسے پتہ چلے..... "باتو کے دل کے موٹے ان کے لئے نرم ہونے لگے۔ بے غرض بے مقصد انہوں نے اس کی تیار داری کی تھی۔ باتو کو احساس تھا کہ اس نے بچیوں کے ساتھ کتنا برا سلوک کیا ہے، لیکن کسی کی پیشانی ٹھکن آلود نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ ہنس ہنس کر اس کی تیار داری ہی کرتی رہی تھیں۔ اور کسی نہ کسی طرح اسے زندگی کی جانب تھکٹ لائی تھیں۔ خاص طور سے وہ لڑکی جو ان سب سے بڑی تھی اور جس کا نام فوہا تھا، اور جو اس قدر سرکش تھی کہ اپنا ہر کام کر لینا جانتی تھی اصل میں سارا کیا دھرا اسی کا تھا درحقیقت اس نے اسے لٹائی ہوئی ٹانگوں سے نجات دلا کر ہی زندگی بخشی تھی۔ ورنہ اگر اس کی وہ کرچی کرچی ہانگیں جسم سے جڑی رہیں، تو وہ اسی کرب و اذیت کا شکار ہو کر مرجانا مگر روشنی والے کو اس کی موت منظور نہیں تھی۔

اب باتو کی نگاہیں فوہا کی جانب اٹھیں تو ان میں محبت کا ایک سمندر موجزن ہوتا..... لیکن اس نے بھی اپنی اس محبت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ بچیوں کو بھی اس نے بے طلب ہی پایا تھا اس کے سارے کام وہ اس طرح سرانجام دیتی تھیں جیسے وہ ان کا فرض ہوں۔ سب سے چھوٹی سب سے پیاری بچی سے اس نے پوچھا..... "شیرایہ تمہیں مجھ پر غصہ نہیں آتا میں نے تمہیں کتنی ٹکفیں دی ہیں۔" "شیرانہ ہنس پڑی۔ پھر بولی۔ "یہ تو تم سوچتے ہو باتو..... ہمیں تو تمہارا ساتھ بہت اچھا لگتا ہے، ہم تمہارے دوست ہیں۔ تم جو کچھ کرتے ہو بعد میں ہم اسے یاد کر کے خوب ہنستے ہیں اور فوہا کہتی ہے کہ دیکھو کسی تندرست آدمی کی بات کا برا مانا جاسکتا ہے۔ لیکن جسے تکلیف ہو اور وہ کچھ کہے تو اس کی بات کا بالکل برا نہیں ماننا چاہئے۔"

"وہ لڑکی آسمان سے اتری ہے، یقیناً وہ تمہاری اس سرزمین کی باشندہ نہیں ہے۔"

یہ تمام باتیں عقب سے شہ بدان بھی سن رہی تھی آہستہ آہستہ قریب آئی اور..... "اور یہ سچ ہے باتو کہ روشنی والے نے تمہیں زندگی دے کر ہم پر احسان کیا ہے اور کچھ ہیں تو تم سے دل کی باتیں کی جاسکتی ہیں اور اگر کسی کو دل کا ہمارا مل جائے تو اس کے لئے وہ کتنا قیمتی ہوتا ہے یہ کسی تھنا انسان سے پوچھو.....؟" باتو نے گردن گھما کر شہ بدان کو دیکھا اور دیر تک دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔

"ہاں انسان انسان ہی کے سارے تلاش کرتا ہے۔ حالانکہ اب میں زمین کا بوجھ ہوں لیکن تمہاری بات مجھے یہ احساس دلاتی ہے کہ زمین پر آگ آنے والی کانٹوں دار جھانیاں بھی کبھی کسی کی ضرورت بن جاتی ہیں۔ خیر زخم تو نہ جانے کون کون سے دلوں پر ہوتے ہیں۔ زخمی خود ہی ان کا درد جانتا ہے لیکن تم لوگوں نے جس طرح میرے لئے یہ سب کچھ کیا ہے یقیناً کو میرے بچے زخموں کا مداوا ہو گیا ہے۔ آہ تمہیں کیا معلوم میں کتنا دکھی انسان ہوں، کیا کون تم سے اپنے دل سے کیا سناؤں تمہیں اپنے دل کی کمائی کوئی نہ کوئی المناک کمائی تمہاری بھی زندگی سے وابستہ ہوگی..... میرا دل چاہ رہا ہے کہ آج میں اپنے دل کی کتاب کھول دوں ہو سکتا ہے کہ اس طرح وہ مواد بہہ جائے جو اب مجھے اور بے چین کئے ہوئے ہے۔ اس تصور کے ساتھ کہ میرا ناکارہ جواب اپنے مقصد کی تکمیل نہیں کر سکتا، سنبوٹھ جاؤ، سن لو میری داستان..... ہو سکتا ہے یہ مواد نہ جانے سے مجھے کچھ سکون مل جائے۔ باتو بے میرا نام، بھرے پرے گھر کا مالک تھا۔ ماں باپ بھی

ہے۔ شہ بدان کو اس کے باوجود اس سے نفرت نہیں ہوئی کیونکہ وہ تو خود بھی انسانوں ہی سے پرہیز کھائے ہوئے تھی، اس کے دل کی لکڑی زندگی کی آخری سانس تک ختم نہیں ہو سکتی تھی۔ ماں لائی نے اس پر جو ظلم کیا تھا اسے بھلا کیسے بھلایا جاسکتا تھا۔ بہتر یہ ہونا کہ اگر اس نے شہ بدان سے نجات حاصل کرنے کا فیصلہ ہی کر لیا تھا اس کے جگر کا ٹکڑا اسی کے حوالے کر دیتا اور اسے نکال۔ لیکن اس جرم کے خلاف شہ بدان کی طرف سے ایک بھی لفظ ادا کرنے والا روئے زمین پر کو نہیں تھا اور آج بھی تھانویں میں کچھ بے نام نقوش روتے بسورتے، ماں کو یاد کرتے محسوس ہوتے تھے اور اس وقت شہ بدان کی آنکھیں آنسوؤں کے دریا بہا دیتی تھیں وہ تو تقدیر نے ساتھ دیا تھا یہ دیران گوشہ مل گیا تھا اور روشنی والے نے اسے زندگی گزارنے کے لوازمات سے آراستہ کر دیا تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو نجانے اسے کہاں پناہ ملتی۔ اس کے علاوہ ان معصوم بچیوں نے جو سزا زادیاں تھیں اور جنہوں نے زندگی کا مختصر سفر بڑے سکون سے طے کیا تھا کچھ اس طرح سے یا کے نظام کو سنبھالا تھا کہ یقین نہیں آتا تھا..... فوہا کو یوں لگتا تھا جیسے اپنی عمر سے دس گنا زیادہ ہو گئی ہو۔ ہر کام میں اتنا ٹھہراؤ، ہر کام میں اتنی خود اعتمادی کہ اس عمر کی بچی سے تصور بھی نہ جائے۔ چھوٹی بہنوں کو اس نے مکمل طور سے اپنا مطیع کر لیا تھا اور سب کے درمیان اس نے یکاٹکت تھی کہ بعض اوقات شہ بدان خود بھی ششدر رہ جاتی تھی جو کچھ بھی وہ کرتیں..... وہ ان کے تجربے میں شامل تھا انہیں اس بارے میں کچھ معلوم، بس یوں لگتا تھا جیسے روشنی والے رہنمائی ان کے ساتھ ہو، پھر یہ شخص مل گیا تھا جو عجیب سا انسان تھا۔ اصولی طور پر ایک انجینیئر پہاڑوں کے درمیان جگہ نہیں دینی چاہئے تھی اور اسے سب سے پہلے زندگی سے محروم کر دینا چاہئے تھا کیونکہ یہی پہاڑوں کی رست تھی لیکن یہ رواج بہتر تو نہ تھے، انسانوں سے زندگی چھین لینا پہاڑوں میں رہنے والوں کا معمولی سا مشغلہ تھا جب کہ زندگی دینا اس سے کہیں بہتر ہوتا ہے۔ ان پہاڑوں والوں نے شہ بدان کے ساتھ ہی کون سا بہتر سلوک کیا تھا جو وہ ان کے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی کرے۔ یہ تصور بھی باتو کے حق میں ہی جاتا تھا۔ شہ بدان نے تو اسے مردہ سمجھ لیا تھا کہ روشنی والا شاید اسے زندگی دینا چاہتا ہے جو اس عالم میں بھی اسے زندہ رکھے ہوئے ہے۔ غرض کہ فوہا اور اس کی ہمیں باتو کی تیار داری کرتی رہیں، جو کچھ بھی دستیاب ہوتا اسے کسی نہ کسی طرح کھلایا جاتا جو چیز بھی ہاتھ لگ جاتی چاہے اس کی کیفیت کچھ بھی ہو باتو کے زخموں پر باندھ دی جاتی اور نجانے کون کون سی جڑی بوٹیوں نے اپنا عمل دکھانا شروع کر دیا باتو کے زخم سوکھنے لگے، اس تکلیف کم ہو گئی، بخار بھی اتر گیا اور وہ زندگی کی جانب لوٹنے لگا۔ اب وہ زیادہ تر خاموش رہتا اور نجانے کیسی کیسی سوچوں میں گم رہتا تھا۔ پھر ایک دن جب اس کے زخموں سے چوڑے پتے پتے تو اس کا گوشہ اندر کی جانب مڑ چکا تھا اور ان پر کھرہٹڑا گیا تھا۔ باتو نے خود بھی اپنے زخموں کو دیکھا۔ پھر عجیب سی نظروں سے آسمان کو اور اس کے منہ سے نکلا۔ "تیرے کھیل بھی عجیب ہیں مالک، جو زندگی کا خواہشمند ہوتا ہے اسے زندگی سے اتنا دور کر دیا جاتا ہے کہ زندگی اس کے موت بن جائے۔ اور جسے اس دنیا سے کوئی دلچسپی نہیں رہتی، اسے زندگی کی طرف تھکٹ لانا تو اب کیا فائدہ جینے سے۔ کیا یہ زندہ بے مقصد نہیں ہے، لیکن یہ اندازہ ہو گیا کہ تجھ سے انحراف ممکن نہیں، کیا لوگ ہیں یہ، پتہ نہیں ان کی کمائی کیا ہے، ان دیرانوں میں یہ چار بچیاں اپنی ماں

ہا ناگوں سے محروم ہو گیا۔ اب تم خود بتاؤ شہ بان، مجھ جیسے شخص کے لئے جینے کا کون سا یہ موجود ہے۔ کیا میں موت کی خواہش غلط کرتا تھا ان ناکامیوں کے بعد جو معذوری میرے مقدر پر لکھی تھی؟ کیا اس کے بعد بھی مجھے زندگی سے پیار ہونا چاہیے۔“

باتو کی آنکھیں آہستہ آہستہ جھکیں اور پھر بند ہو گئیں..... وہ اس وقت نجانے کس کیفیت کا ہو گیا تھا۔ دیر تک وہ خاموشی سے اسی طرح بیٹھا رہا۔ پھر اس نے آنکھیں کھول کر فوہا کو دیکھا۔ لرزتی آواز میں بولا۔

شدیدان خوشی سے مسکرا دی۔ فوہانے آگے بڑھ کر باتو کی گردن میں بائیں ڈال دیں۔ اس مسکراتے ہوئے کہا۔ ”اب تم ہمارے ہو باتو بابا..... صرف ہمارے۔ اور کوئی نہیں ہو تم۔“ بابا ہو..... ”باتو نے اسے اپنے بازوؤں کے حلقے میں لے لیا۔

”ہاں اب میں تمہارا ہوں۔ پرانا باتو آشبار سے گر کر مرچکا ہے۔ میں نیا باتو ہوں۔ اور میں معذور بھی نہیں ہوں۔ دس ٹانگوں والا عصرت ہوں میں اور میرے ہاتھ بھی ہیں۔ شہ بدان نو میرے ہاتھ بھی ہیں جن سے میں اپنی بچیوں کو چھو سکتا ہوں۔ انہیں اپنے حلقے میں لے کر پیار سکتا ہوں۔ شہ بدان..... اپنے باتو کو اب بھی اپنے بارے میں نہ بتاؤ گی۔“

”ماں تمہیں سب کچھ نہ بتا سکے گی باتو..... میں تمہیں بتاؤں گی۔ ماں ہم باتو کو سب کچھ

یہ سب سے پہلے کی باتیں ہیں۔ میں ہاؤس میں۔ ام باؤ کو سب سے پہلے

بتائیں گے۔ یہ تو اب ہمارے بابا ہیں۔ کوئی غیر نہیں ہیں۔“

”ہاں شہزادان میں اب تمہارا ہوں۔ مجھ سے کچھ چھپانا بیکار ہے۔“

”ہم عقاب ہیں باتو بابا۔ عقابوں کا سردار میان لائی ہمارا باپ ہے مگر اس نے ہم ہمارے کوسے سے نکال دیا کہ ہماری بانچوس بھی بہن تھی۔ بھائی نہ تھا۔ سردار لائی نے سے جھوٹی بہن کو ہلاک کر دیا اور ہمیں عقابوں کی ہستی سے نکال دیا۔ ہم دور چلے گئے اب ہم کمزوروں کو جینے دیا جائے۔ اب ہم کمزور میاں رہتے ہیں۔ یہی ہمارا ممکن ہے۔“

شہزادان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ باتو خاموش تھا۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ اٹھائی۔ اور مدھم لہجے میں بولا۔ ”کمزور.....“

○.....○.....○

لیزائے بڑے پورا پورا اتفاق کر لیا تھا۔ بعد میں بڑے اس سے کہا۔ ”مادام میں الفاظ کہہ دیے ہیں تم سے جس کی نہ تو تم نے کبھی توقع کی ہوگی اور نہ میں نے کبھی ایسا مجھے معاف کر دینا میں جنگل کا رہنے والا ہوں اور کبھی کبھی جنگل مجھے یاد آجاتا ہے، اس ایک بالکل جاہل آدمی ہوتا ہوں اور مجھے اپنی زبان پر قابو نہیں رہتا، بار بار مجھ پر یہ دیوانگی ہے لیکن مادام انسان کی فطرت میں اس کے خیر کے کچھ ذرات باقی رہ جاتے ہیں اور اگر بہت زیادہ گستاخیاں نہ کی ہوں تو اس کی ایک آدھ گستاخی کو معاف کیا جاسکتا ہے۔ میں تم مانگنا چاہتا ہوں، کیا اس کے امکانات ہیں کہ تم غلوں دل سے مجھے معاف کروں۔“

لیزائے کے ہونٹوں پر ایک دلنواز مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔ ”میری باتوں ماننا بڑا۔ انسان ایسی ہی فطرت کا مالک ہوتا ہے۔ میں آج بھی یہ بات اچھی طرح جانتی ہوں سے محبت کرتے ہو، مجھے چاہئے ہو اور تم نے میرے لئے ایک بے مثال ایثار کیا ہے، بڑے کو وہ سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے جس کی وہ کسی سے توقع رکھتا ہے تو نہ جانے کیوں وہ اس اپنا مقدر سمجھ لیتا ہے اور یہ سوچنے لگتا ہے کہ وہ حاصل تو اس کی اپنی ملکیت ہے، بھلا اگر گریز کی کیا توقع ہو سکتی ہے، بڑے تم نے اس جذبے کا مظاہرہ کر کے اچانک ہی ایک نیا بڑا کیا ہے اور اب اس نئے بڑے کو بھی اپنی محبت میں سرشار دیکھ کر مجھے یوں لگتا ہے جیسے اب خزانہ پھر سے میری جھولی میں آگرا ہو۔ تم بہت قیمتی ہو بڑے میرے لئے کیونکہ اب تمہارا کے اور بھی بہت سے روپ تمہارے اندر چھپے ہوئے ہیں جو قابل قدر ہیں۔ تمہاری اڑنے تو تمہیں پھر سے میرے لئے زندہ کیا ہے، بڑا ایک بار پھر معافی چاہتی ہوں اگر آئے میرے دل کے گوشے گوشے میں نہ چھپی ہوئی تو اس کائنات میں میرے لئے دوسرا اختیار ہی ہوتا، میں تمہیں اپنی زندگی کا مالک بنا کر خود کو خوش نصیب سمجھتی، مگر آج بھی تم میری شخصیت دو حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ آسٹر بھی مجھے چاہتا ہے، لیکن تمہاری چاہت کا مجھے حاصل ہے میں اس پر ناز کرتی ہوں اور اپنے آپ کو بہت دولت مند سمجھتی ہوں، بڑے شخصیت کو زندہ رکھو میں نے تم سے اتفاق کر لیا ہے، دیکھو اس بچی کی پرورش کے لئے کو تابی نہ کرنا اور اپنی اس عبادت میں مجھے بھی شامل رکھنا۔ اس سے بڑی بات اور کیا؟ کہ ہم ایک بے بس ماں کی مقدس امانت کو پرورش کر رہے ہیں۔ اس تصور کے ساتھ کہ

”ہم واپس لوٹائیں گے۔“

”مادام“ سچ بات یہ ہے کہ تم صرف ایک عورت نہیں ہو جسے چاہا جائے اور نہ ہی بڑا اتنا کہ صرف ایک عورت کے لئے اپنے تمام جذبات وقف کر دے، میں نے تمہیں ایک دیوی ہے اور مجھے خوشی ہے کہ وہ دیوی کوئی عام عورت نہیں ہے۔“ لیزا مسکرا کر خاموش ہو گئی، بڑے شہزادان کی پرورش کی تمام ذمے داریاں قبول کر لی تھیں۔

روزِ زال اسے اسٹ کر تا تھا، ابھی تو معصوم بچی دنیا سے بے خبر زندگی کے مراحل طے کر رہی تھی، اس نے اس کا دور کا واسطہ نہیں تھا، لیکن اس کی پرورش درحقیقت اس ماحول سے لگ ایک عجیب سے انداز میں ہو رہی تھی اور اس میں روزِ زال کی ہدایات شامل تھیں۔ لیزا تو یہ نہیں سمجھتی تھی کہ انسان کو مٹی میں بھی پروان چڑھایا جاتا ہے، لیکن روزِ زال نے سب کچھ اس نے کیا تھا کہ اگر اس میں پھاڑوں کی خوبی پیدا کرنی ہے تو اسے ایک ہاڑی لڑکی ہی کی وان چڑھانا چاہئے، گندے جوڑ، غلیظ مٹی گھاس کے پودے، زربدان کی شخصیت بھی دھری جارہی تھی جب وہ مٹی میں بری طرح لتھڑی ہوئی گھاس پھوس اور اڑنے والے کیڑوں سے ہو کر سورتی تو لیزا اسے مکمل میں لپیٹ لیتی اور صاف ستھرا کر کے آرام دہ بستر پر لٹا دیتی۔ اسے تجروں میں پال رہا تھا اور اس کے لئے لیزا نے آسٹری دیہی رہائش گاہ کو منتخب کر لیا تھا، یہ لوازمات موجود تھے اور روزِ زال کے ماہرانہ مشورے اس شاندار دیہی رہائش گاہ کے دھالیہ کی آغوش میں موجود مناظر کے مطابق ترتیب دے رہے تھے۔ لیزا کو یہ دیکھ کر حیرت نہ کہ اس کے اس فارم ہاؤس کی شکل ہی بدلتی جارہی تھی اور اگر نظر شناس اور مہم جو اب رہائش گاہ یا فارم ہاؤس کو بغور دیکھتے تو ان کے ذہن میں دھالیہ کی ترائیوں کے وہ خاکے تھے، روزِ زال کی شب و روز کی محنت اور بڑے کا تعاون یہاں ایک انوکھی دنیا تخلیق کر رہا تھا اور تمام کاموں میں بے حد دلچسپی لے رہی تھی۔ آسٹری غیر موجودگی میں ایک شاندار مشغلہ اس لگایا تھا۔

ایک سمت زربدان کی شخصیت کی دلچسپیاں تھیں تو دوسری سمت آسٹری کا انتظار۔ بڑے بھی اس راب میں شریک تھا۔

”آسٹری کو یقیناً کوئی بہت اہم مشغلہ مل گیا ہے۔ اسی میں انہیں دیر لگ گئی ہے۔ ورنہ وہ باقی دور نہ رہتے۔ وہ خود بھی اپنا کام ختم کر کے واپس آنے کے لئے بے چین ہوں گے۔“

”نہیں اس بار آسٹری سے لا پرواہی نہیں برتی ہے بڑے؟“

”نہیں لا پرواہی۔“

”تم بھی اس کے ساتھ نہیں گئے۔“

”نہیں مگر منہ نہ ہوں وہ بس آنے والے ہوں گے۔“

”تم بھی اپنی زندگی خطرناک ہوتی ہے۔ بس دل میں بے خیالات آنے لگتے ہیں۔“

”میں جانتا ہوں لیکن مسٹر ولیم آسٹری جیسے انسان آسانی سے کسی جال میں نہیں پھنستے۔ ان بہت بڑی خوبی ہے۔ وہ یہ کہ وہ اعلیٰ طرف انسان ہیں۔ بے مقصد کسی کو نقصان نہیں اور نقصان پہنچانے والے کو معاف نہیں کرتے۔ ایسا شخص اپنے اندر ایک انسان نہیں

بلکہ ایک فوج کی طاقت رکھتا ہے اور اسے زیر کرنا مشکل ہوتا ہے۔

”تم نے اتنا پڑھا ہے آسٹر کو؟“

”اس سے کہیں زیادہ.....!“ بڈ نے کہا۔

”تم نگاہ ہر شے سے لا پورا صرف اپنے اندر رہنے والے انسان ہو بڈ لیکن ہم اپنی صلاحیتوں سے حیران کر دیتے ہو۔“

”اگر انسان ہوش مند ہو تو سوچنا ضرور ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس صلاحیتیں اپنا ایک الگ انداز رکھتی ہوں۔“

آسٹر اب اس گلیا۔ لیزا، بڈ اور روزال اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئے لیکن آسٹر کوٹ اتارا تو سب کی چیخیں نکل گئیں۔ آسٹر اپنا ایک بازو شانے تک کھوپکا تھا۔ لیزا ہنڈھال ہو گئی۔ تب آسٹر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میرے تو بہت سے بازو ہیں لیزا، صرف ایک ہاتھ میرے شوق کی نذر ہوا ہے۔ سن کر دکھ ہو گا کہ میرے ساتھ جو لوگ گئے تھے ان میں سے ایک بھی..... زندہ نہیں رہا۔“

”اوہ مائی گاڈ، لیکن۔“

تب آسٹر نے لیزا کو اپنی خطرناک مہم کی تفصیل بتائی اور اس بات پر شکر ادا کیا کہ بڈ اس کے ساتھ نہیں تھے اس نے کہا۔ ”ہو سکتا ہے تقدیر میری طرح دوسروں کا ساتھ لوگ مر گئے تو مجھے بھی تمہارے ساتھ مرنا ہو گا..... ارے ہاں، زربدان کہاں ہے۔ موضوع بدل دیا۔

لیزانے اپنا غم دباتے ہوئے آسٹر کو زربدان کے بارے میں تفصیل بتائی اور انہ نظروں سے دیکھنے لگا۔ ”بڈ کی شخصیت میں چھپی عظمت کو میں نے ہمیشہ محسوس کیا ہے۔ انسان ہے۔ اور بڈ میرے دوست، میں تم سے پورا اتفاق کرتا ہوں اس بار میں نے بہت ہو چکا۔ اب ان مہمات کا سلسلہ ترک کر دوں گا اور لیزا کے ساتھ چرسکون زندگی لیکن تم نے میرے لئے میری آخری مہم کے امکانات پیدا کر دیئے۔ وقت بے شک لے ہم اپنی اس سب سے بڑی مہم کے لئے عظیم الشان تیاریاں کریں گے۔ اور یہ مہم ہمار سب سے یادگار مہم ہوگی کیونکہ اس میں ہمارے لئے ایک مقصد ہو گا۔ ایک بہت بڑی مہم تیاریاں کریں گے۔ عظیم الشان تیاریاں جن کے لئے ہمارے پاس طویل وقت ہے۔“

○.....○.....○

میان لائی ساری رات چھڑایا ہوا کھڑا رہا تھا، نجانے کیسے کیسے تصورات سے گزرنے میں چور بھی تھا یاد آنے والے بھلا یاد آنے سے کہاں باز رہتے ہیں، کچھ لمحات ایسے تھے جب اس کے دل میں چند چروں کو یاد کر کے کچھ ٹھنک سی ہوئی تھی۔ لیکن اس نے نظر انداز کر دیا تھا اور صرف ایک ہی تصور کو ذہن پر سوار رکھا تھا۔ کیا فیصلہ ہوتا ہے؟ کیا فیصلہ ہونا چاہئے۔ بڑے مشکل لمحات سے گزر رہا تھا وہ، اور اس نے یہ معمم کہ اگر سوامیہ نے نیبی کو جنم دیا تو وہ اس طرح اسے اپنے ذہن سے نکال پیچھے گا کہ کبھی تک وہاں میں نہیں لائے گا۔ یہ ایک سردار کا اصول ہونا چاہئے، اگر ایسا ہی تھا تو پھر

سے جدا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ آہ کم بخت روزال کو زمین کھائی یا آسمان، ایسے موقعوں پر وہ کتنا برا سا راز ثابت ہوتا تھا۔ دل کی ہر بات اس سے کہہ لی جاتی تھی، پتہ نہیں کیا ہوا اس کے ساتھ کہاں غائب ہو گیا، کہیں اس نے غداری تو نہیں کی۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس نے اس بچی کو زندگی دے دی ہو اور اس کے ساتھ کہیں روپوش ہو گیا ہو۔ روزال کے بارے میں اس کا تصور تو نہیں کیا جاسکتا لیکن انسان کی فطرت بدلتے ہوئے کتنی دیر لگتی ہے۔ انہی خیالات میں گم تھا کہ کازوں میں شوری آواز ابھری اور اس کے ساتھ ہی دھماکے ہونے لگے۔ اس نے بھٹی بھٹی آنکھوں سے گمراہوں میں آباد اپنے قبیلے کو دیکھا۔ لوگ خوشیاں منا رہے تھے اور بے شمار افراد اس کی جانب دوڑ رہے تھے۔ میان لائی کے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اس نے آسمان کی جانب دیکھا اور اس کی لرزتی آواز ابھری۔

”روشنی والے، یہ شور شرابہ مجھے ایک دلکش کہانی سنارہا ہے۔ کیا یہ کہانی سچی ہے۔ اگر ہے تو اس کا مطلب ہے کہ جو کچھ میں نے کیا ہے اس پر مجھے پشیمان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تیری تائید میرے ساتھ شامل ہے یا پھر کوئی اور المناک واقعہ میری زندگی میں زہر گولنے جا رہا ہے۔ کہیں یہ بھی دھوکا نہ ہو اور جب میں واپس جاؤں تو مجھے لکے ہوئے چہرے نظر آئیں اور کوئی یہ کہے کہ میان لائی ایک اور بچی کا باپ بن گیا ہے۔ نہیں روشنی والے اب یہ بہت نہیں ہے مجھ میں، میں ٹوٹ جاؤں گا..... میں ریزہ ریزہ ہو جاؤں گا.....“ میان لائی کی بہت نہ پڑی کہ وہ پھاڑی سے اتر کر اپنی جانب دوڑنے والوں کا استقبال کرتا اور ان سے پوچھتا کہ وہ یہ خوشیاں کیوں مناتے چلے آ رہے ہیں یہاں تک کہ لوگ اس کے قریب پہنچ گئے اور ایسے لوگ جو واقعی اس سے مخلص تھے اس کے قدموں میں بیٹھ گئے ان میں سے ایک نے کہا۔

”عظیم آقا عقابوں کو وارث مل گیا ہے ہمارا نیا سردار اور تو اس کا نام تجویز کر۔ چل ذرا دیکھ وہ تیرے کوستے میں تیرا منتظر ہے۔“

میان لائی کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ دل کی حالت بہت عجیب تھی۔ وہ اپنے کوستے میں پہنچا تو الخت بانڈ نے مسکراتے ہوئے اس کا خیر مقدم کیا اور بڑا سا ہار اس کی گردن میں ڈال دیا جو بڑے پھولوں سے بنا ہوا تھا۔ اس کی سانس نے آگے بڑھ کر میان لائی کے دونوں ہاتھ چومے اور مسکراتی ہوئی بولی۔

”میری بیٹی نے تجھ سے غلط نہیں کہا تھا میان لائی آج تو عقابوں کے وارث کا باپ ہے۔ آج اپنے کوستے میں چل، اسے دیکھ جو تیری آرزوؤں کا مرکز ہے۔“

اور اب میان لائی کے دل کو ذرا ڈھارس ہونے لگی تھی یہاں وہ ماحول نہیں تھا جو اس نے ہمیشہ دیکھا تھا۔ اسے سوامیہ بھی جاگتی ہوئی ملی۔ مخمور آنکھوں سے محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ بہت کر کے اپنی جگہ سے اٹھی، ننھے سے وجود کو اپنے قریب سے اٹھایا۔ دونوں ہاتھوں میں سنبھالا اور کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ سامنے کرتے ہوئے بولی۔ ”میرے وعدے کی تکمیل۔“

میان لائی نے لرزتے ہوئے ہاتھ آگے بڑھائے اور اس معصوم سے وجود کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ اس کی آنکھیں دھندلا رہی تھیں۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ جو کچھ سن رہا ہے وہ سچ ہے لیکن مجرور یقین کی منزل سے گزرنے لگا اور جب اس نے ایک ننھے سے نرم وجود کو اپنی توقع کے مطابق

اپنی آغوش میں دیکھا تو اس کے اندر سے خوشی کا ایک طوفان اُٹھ پڑا۔ ایک وحشت ناک آواز کے حلق سے نکلی جو دیر تک فضاء میں گونجتی رہی اور بچے کو اسی طرح ہاتھوں میں سنبھالے ہوئے باہر تک نکل آیا۔ اس کے منہ سے آوازیں نکل رہی تھیں۔

”عقابو! دیکھو تمہارا اپنا سردار..... دیکھو عقابو! یہ ہے تمہارے قبیلے کا وارث..... میں اپنی خواہشات کی تکمیل کر لی ہے، میری تقدیر سے نحوست کے بادل چھٹ گئے ہیں، ہاں قبیلہ منجوس عورت تھی جس سے میں نے اپنی مہمانت کی بناء پر رابطے قائم کر لئے تھے اور اس نے کر لیا تھا کہ وہ مجھے زندگی کی اس سب سے بڑی خوشی سے محروم کر دے گی۔ میں نے اس نعم سے نجات حاصل کر لی ہے۔ میں نے تمہاری تقدیر روشن کر دی ہے۔ دیکھو تمہارا وارث آغوش میں ہے۔“

پھر میان لائی کے وفادار اس کے گرد جمع ہو گئے میان لائی اپنے شاندار گھوڑے پر سوار اس نے گھوڑے کی لگائیں اپنے دانتوں سے پکڑیں اور بچے کو اپنی آغوش میں لے کر آہستہ قبیلے کی گلیوں، کوچوں اور مکانات کے درمیان سے گزرنے لگا۔ لوگ اس پر پھول پھنکار کر رہے اور میان لائی کی خوشیوں کا گھنٹہ نہیں تھا۔

بہت دیر تک میان لائی بچے کو آغوش میں لئے قبیلے کے چکر لگاتا رہا تھا۔ الخت باہر مسکراتے ہوئے اپنا گھوڑا اس کے گھوڑے کے قریب کر کے کہا۔

”نوا زائیدہ کو آرام کی ضرورت ہے اسے ابھی دھوپ اور تھکن سے بچاؤ میان لائی اپنے کوستے میں واپس چلو۔“

”معزز الخت باغہ کا حکم مانتے ہوئے میں واپسی اختیار کر رہا ہوں، لیکن عقابوں کا وارث کمزور نہیں کہ دھوپ اسے مر چھا دے، پھر بھی میں چلتا ہوں اور ہاں معزز الخت باغہ تم ہوں میرے بھائیوں کے پاس پیغام بھجوا دو اور ان دوستوں کے پاس جو عقابوں کے ہمدرد ہیں۔ کام تم سر انجام دو۔ میں تو خوشی سے دیوانہ ہو رہا ہوں۔ اپنی دیوانگی کو فرو کرنے کیلئے مجھے دقت گا۔“

پھر یوں ہوا کہ قبیلے میں سات دن تک چراغاں رہا اور خوشیاں منائی جاتی رہیں۔ مہار مسرت سے پاگل ہو رہا تھا..... پھر اس کے وہ تمام بھائی جو رسمیں بنانے کیلئے وہاں پہنچے، پھر شہد سے بنی ہوئی مٹھائیاں لے کر وہاں آئے۔ کوہ بخت نے البتہ اپنے لمبے میں کوئی تبدیلی نہ کی تھی۔ میان لائی سے مل کر اس نے کہا۔

”جس طرح تو نے ہم سے اجتناب کرتا تھا میان لائی اس کے نتیجے میں تو ہماری دشمنی ہو جانی چاہئے تھی لیکن بد قسمتی یہ ہے کہ ہمارے جسموں کا خون یکجا ہے۔ تعجب ہے کہ تیری پوری ہو گئی حالانکہ تو نے ظلم کیا۔ تیرے عمل تو ایسے نہیں ہیں کہ تجھے عقابوں کا وارث بنا۔ بہر حال فیصلے روشنی والا کرتا ہے اور اگر اس نے یہ فیصلہ کیا تو بھلا اس میں کسی مداخلت.....!“

میان لائی نے اس طنز پر ناراض ہونے کی بجائے قہقہے لگائے اور کہنے لگا۔ ”اور نہ خیال رکھنا..... عقابوں کا وارث اگر کبھی تمہارا کے جنگلات میں تم سے متصادم ہو جائے تو“

نے اپنی گردنیں خم کر دیتا، کہیں یوں نہ ہو کہ وہ تمہارے قبیلوں کا رخ کرے اور تم سے تمہاری اری چھین لے، خیال رکھنا اس بات کا کیونکہ وہ عقاب ہے۔ میں تو اپنے خون کی بناء پر تم سے ت بخت جاؤں گا..... لیکن عقابوں کا نیا وارث ہو سکتا ہے میری نسبت تخت مزاج ہو.....؟“

کوہ بخت کا چہرہ غصے کی شدت سے سرخ ہو گیا، دوسرے بھائی بھی ان الفاظ پر خوشنور لگا ہوں میان لائی کو دیکھتے رہے۔ پھر بڑے بھائی نے کہا۔

”ہمزہ یہ ہے کہ اب میان لائی سے رابطے منقطع کر لو کیونکہ اس کی دیوانگی اب آخری حدود پہنچ گئی ہے کہیں یوں نہ ہو کہ ہم سب کو اپنے خون کی روانی روکنا پڑے۔“ اور اس کے بعد اس طرح کی باتیں بناتے واپس چلے گئے میان لائی نے ہنستے ہوئے کہا۔

”یہ لوگ مستقبل سے خوفزدہ ہیں حالانکہ میری اولاد ایسا نہیں کرے گی۔ وہ اس بات کا رکھے گی کہ اس کی رگوں میں میان لائی کا خون ہے۔“ میان لائی اسی طرح دیوانہ رہا اس کی آخری حدود کو چھو رہی تھیں۔ سو مایہ بھی خوش تھی اور باقی لوگ بھی۔ ہاں حقیقت جاننے حقیقت جاننے تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جو خوشیوں کے اس ماحول میں غمزدہ تھے۔

○.....○.....○

باتوں کی ذہنی کیفیت بالکل بدل گئی تھی، پہلے وہ ایک بد مزاج، چڑچڑا اور دنیا سے بے زار شخص تھا۔ ایک لالچ کی طرح زمین کے کسی حصے میں پڑا رہتا تھا لیکن اب وہ نہایت خوش مزاج تھا۔ بچیوں کے ساتھ بیشہ بشتا ہوتا رہتا تھا۔ اپنے ہاتھوں کے بل کھسک کھسک کر جھرنے تک آتا تھا حالانکہ شہ بدان اسے منع کرتی تھی اور کہتی تھی کہ اس کی خدمت کیلئے یہ لڑکیاں موجود ہیں۔

اپنے کام ان سے کرایا کرے تو باتوں میں کر سکتا۔

”میں شہ بدان میں نے ابھی دنیا سے ہار نہیں مانی ہے ایک بار پھر میرے اندر زندگی دوڑے گی میں اس کی وجہ نہیں بتاؤں گا کبھی نہیں بتاؤں گا۔“ وہ نہ جانے کیا کیا کچھ کرتا رہتا تھا اس کی دلی ٹانگوں کے زخم بالکل ٹھیک ہو گئے تھے اور وہ اپنی دونوں ٹانگوں کے بل کھڑا ہو سکتا تھا لیکن طرح زمین کی رگڑ سے اس کی کئی ہوئی ٹانگوں کے سرے زخمی ہو جاتے تھے تب اس نے لکڑی ندھوئے چھوئے ٹکڑے اکٹھا کئے اور انہیں پتھروں سے گھس گھس کر گول بنانے لگا۔ بچیاں اس کے ساتھ رہا کرتی تھیں اور ہر طرح سے اس کی معاون تھیں ان کا اپنا زندگی کا ایک عمل تھا۔ خوراک کی تیاری اور بس..... جو کوستہ انہوں نے بنایا تھا اس کا تحفہ۔ البتہ باتوں ان کے کوستے میں نہیں داخل ہو سکتا تھا کیونکہ اس کیلئے درخت پر چڑھنا ہوتا تھا وہ درخت کے نیچے رہتا تھا اور ان کی حفاظت کرتا تھا کچھ فاصلے پر پھیلے ہوئے جنگل میں طرح طرح کے جانور اُتھے اور کبھی کبھی یہ محتاط انداز میں جنگل کے سروں کی جانب بھی جانتے تھے حالانکہ ابتداء میں بہت زیادہ جانور اور خاص طور سے درندوں کا اندازہ نہیں ہوا تھا لیکن پچھلے دنوں شیر کی بھی سنائی دینے لگی تھی اور شہ بدان محتاط ہو گئی تھی۔ شیر کی آواز کے بعد یہاں ذرا احتیاط نہ کی تھی اور شام کے پتھروں میں عموماً جھرنے کے کنارے جانے سے احتراز کیا جاتا تھا کہ شیر پانی پینے اس طرف نہ نکل آئے۔ باتوں کا تجربہ لامحدود تھا اور وہ خاص طور سے ان تمام کا خیال رکھتا تھا۔ اس کی آمد سے شہ بدان کو ایک ڈھارس سی مل گئی تھی۔ باتوں سے دنیا

جہاں کی باتیں کرتا رہتا تھا۔ لڑکیاں اور شہ بدان بڑی دلچسپی سے یہ باتیں سنتی تھیں۔ بھڑکے ان گول ٹکڑوں کو جو اس نے خاص طور سے تیار کئے تھے چھال کی مدد سے اپنی ٹانگوں سروں پر باندھا اس کی ٹانگوں کا توازن بگڑ گیا تھا جس جگہ سے اس کی دونوں ٹانگیں کٹی تھیں۔ تاہم وہ انھیں ایک ایک اور ایک نیچے لیکن ٹکڑی کے موٹے ٹکڑے کو اس نے اپنی ہر ہڈی پر باندھا اور پتلے ٹکڑے کو نیچے کی ٹانگ پر اور کچھ اس طرح اس نے ان کا پیمانہ رکھا کہ وہ برابر ہو گئیں۔ پھر جب ان ٹانگوں کی مدد سے باتوں نے لڑکیوں کو سیدھے چل کر دکھایا تو وہ اور حیران ہوئیں لیکن فوہا چند ہی لمحات کے بعد سنجیدہ ہو گئی اس نے کہا۔

”باتو تم بہت باہمت انسان ہو۔ میں تمہاری ہمت دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہوں۔ اور اپنے وزن کو کتنی ہوتی ٹانگوں پر سنبھال کر چلنا آسان کام نہیں ہے۔“

”تو نے ایک دن کہا تھا فوہا کہ کمزور جہاں رہ سکتے ہیں ہم وہیں آجے ہیں اور میں یہ تمہیہ کر لیا تھا کہ تو کمزور میں نہیں طاقتوروں میں شمار ہوگی۔“

فوہا نے بغور بات کو دیکھا اور کہنے لگے۔ ”تم یقین کرو ہمارے بزرگ کہ میں بھی تسلیم نہیں کرتی۔ لیکن میری ماں مجھ سے کہتی ہے کہ ہم لڑکیاں ہیں اور مردوں کے مقابلہ کمزور ہی رہیں گی ہمیں طاقت کبھی نہیں حاصل ہو سکتی۔“

”اس بات پر میں شہ بدان سے شدید اختلاف کروں گا اور یہ ثابت کروں گا کہ میراث نہیں ہوتی طاقت کیلئے جسمانی قوت تو درکار ہوتی ہے لیکن عقل بھی اس میں رکھتی ہے اور بعض جگہ عقل کی طاقت جسم کی طاقت پر حاوی رہتی ہے اس کا کمال ہے۔“

”باتو بابا ہم تو تمہارے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتے ہیں، تمہاری بتائی ہوئی عمل کرتے ہیں، تم ہماری رہنمائی کرو۔“

”میں انہی لمحات کا فہم تھا فوہا کہ میں کم از کم سیدھا چلنے کے قابل ہو جاؤں۔ آ میں اپنے کئے ہوئے پیروں سے بہت دور تک سیدھا چلتا رہا ہوں اور جب تم لوگ میرے ہوتے تو میں اسی کی مشق کرتا رہا ہوں۔ لیکن اب ان ٹکڑیوں کے چھوٹے ٹکڑوں مشکل دور کر دی ہے۔ میں تمہیں ان کٹی ہوئی ٹانگوں سے دوڑ کر دکھاؤں گا۔ یہ تم میرا۔“ اور باتوں نے اپنا عہد پورا کر دیا۔ لڑکیاں اب اکثر اسے دوڑ لگاتے دیکھتی تھیں؛ لیکن کام تھا لیکن باتوں نے اسے سرانجام دیا تھا اور پھر شہ بدان کی غیر موجودگی میں ایک کولے کر جنگل کے سرے پر پہنچ گیا اس نے کہا۔

”آج تم میرے ساتھ بیٹھو اور دیکھو جنگل کے جانور کس طرح زندگی گزارتے دیکھو وہ عقاب ہے ایک شکاری پرندہ اور اس نے کس طرح نیچے زمین پر چلتی ہوئی ڈان سے کافی زیادہ ہے اپنے نیچے میں دبا کر پرواز کی ہے کیا تم نے یہ دیکھا کہ عقاب طرح اپنے شکار کے سر پر مارا ہے اور کس طرح اسے دبوچ لیتا ہے۔۔۔۔۔“

”ہم نے کبھی غور نہیں کیا۔“

”تو پھر تم چاروں کیلئے میرا پہلا سبق یہی ہے سناؤ تم ایک پتھر فضاء میں اچھا

کام میں کرتا ہوں اور فوہا تم اپنی جگہ سے اچھل کر عقاب ہی کی مانند اس پتھر کو اپنے نیچے سے دبوچو۔۔۔۔۔ دیکھو دیکھو وہ عقاب پھر جھکا۔۔۔۔۔ آہا شاید یہ دوسرا ہے اور دیکھو اس نے اس جانور پر چھنا مارا، تم نے غور کیا۔“ بچیاں عقاب کی شکار کرتے ہوئے دیکھ رہی تھیں انہوں نے بڑی دلچسپی سے یہ منظر دیکھا فوہا نے کہا۔

”ہاں باتو۔۔۔۔۔ میں نے دیکھا کہ وہ کس طرح اپنا نیچہ پھیلا کر اپنے شکار کو دبوچتا ہے اور فضاء میں پرواز کر جاتا ہے۔“

”میں یہ گول پتھر پھینکتا ہوں، تم اچھل کر عقاب ہی کی مانند اسے دبوچو گی۔“

باتوں نے ایک گول پتھر منتخب کیا اور سے فوہا کے قد کی مناسبت سے فضاء میں اچھالا۔ پھر یہ دیکھ کر اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی کہ فوہا نے عقاب ہی کی مانند پتھر کو فضاء میں اچھل کر دبوچ لیا تھا۔ یہ دلچسپ مشغلہ تمام بچیوں کے لئے بہت ہی دلچسپ تھا باتو تو پتھر اچھالتا رہا پھر لڑکیوں نے بھی یہ مشغلہ اپنایا اور وہ ساری کی ساری فضاء میں اچھل کر پتھروں کو دبوچنے لگیں۔ زمین پر گرنے سے ان کے جسموں پر ہلکی ہلکی خراشیں اُٹ جاتی تھیں۔۔۔۔۔ لیکن مشغلہ اتنا دلچسپ تھا کہ انہوں نے اسے کھیل کے طور پر اپنایا۔۔۔۔۔ باتوں نے کہا۔

”لیکن تمہیں زمین پر اس طرح گر کر زخم نہیں کھانے چاہئیں اس کیلئے ہم کچھ تیاریاں کرتے ہیں، تم میرا ساتھ دو۔“

کھیل تو بچوں کی فطرت ہوتا ہے باتو کا کھیل گوا ایک الگ قسم کی تربیت کے طور پر تھا۔ لیکن بچیاں اس کی جانب پوری طرح متوجہ ہو گئیں۔

بڑے بڑے ٹکڑیوں کے تھے کاٹے گئے ان کی ٹکٹکیاں بنائی گئیں اور انہیں درختوں کی چھالوں سے باندھ کر محفوظ کر دیا گیا اور اس کے بعد لڑکیوں کو جناسنگ کی تربیت دینے لگا۔ اس نے درختوں پر اچھل کود کرتے ہوئے بندروں کی نشاندہی کی، جن کیلئے اپنے جسم کو چکدار بنا کر درختوں کی شاخوں پر چڑھ کر ان پر جموٹا اور ایک درخت سے دوسرے درخت پر چھلانگ لگانا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ باتوں نے کہا۔

”اور یہ بات شاید تم لوگوں کو کسی نے نہ بتائی ہو کہ انسان سے زیادہ جسمانی چلک کسی جانور میں نہیں ہوتی انسان ہر وہ عمل کر سکتا ہے جسے جانور نہیں کر سکتے۔ چنانچہ تم ابھی ارتقاء کی منزل پر ہو تمہارے جسموں میں وہ گنجائش موجود ہے کہ انہیں جس طرح چاہو ڈھال کو پامناؤ پار کی دنیا میں جناسنگ کے مظاہرے ہوتے ہیں جناسٹرا دلچسپ میں حصہ لیتے ہیں۔ وہاں تحفے حاصل کرتے ہیں۔ یہ باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آئیں گی بچیوں کہ اولمپک کیا ہوتا ہے، تحفے کیا ہوتے ہیں، جناسٹرا کیا ہوتا ہے لیکن ان باتوں پر جس طرح میں تمہیں بتاؤں اس طرح اپنے جسموں کو چکدار بنانے کی کوشش کرو اور یہ مشغلہ بھی کونسا کم دلچسپ تھا۔ ایک دن شہ بدان بچیوں کو بانسوں پر اچھلتے کودتے دیکھ کر ششدر رہ گئی۔ باتو استاد کی حیثیت سے کھڑا ان کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ گر بھی رہی تھیں زخم بھی کھادی تھیں لیکن مشغلہ اتنا دلچسپ تھا کہ وہ اس سے دستبردار بھی نہیں ہو سکتی تھیں۔ فوہا آج بھی ان کی کمائڈز تھی اور اس کے اندر۔ واقعی ایسی صلاحیتیں موجود تھیں کہ وہ کسی پوری فوج کو کمائڈ کر سکے۔ باتو اپنی صلاحیتوں کے مطابق اس کا جائزہ لے رہا تھا اور یہ بات تو آسٹرو لین نے بھی

تسلیم کی تھی کہ باتو کی پراسرار شخصیت میں بہت سی ایسی باتیں پوشیدہ ہیں جو بعض اوقات سمجھ سے باہر ہوتی ہیں۔ شہدان نے کہا۔

”باتو یہ بچیاں کیا کر رہی ہیں۔ آہ میں نے اکثر ان کے جسموں پر خراشیں دیکھی ہیں اور ان کے بارے میں سوچتی رہی اب یہ پتہ چلا کہ جنگل کے اس حصے میں یہ کیا کچھ ہو رہا ہے۔“

”اور شہدان نہ تو انہیں کوئی سرزنش کرے گی اور نہ اس کام سے باز رکھے گی۔“

بچیاں ہیں اور انہیں اپنی عمر میں آگے بڑھنا ہے، تو کتنا عرصہ ان کا ساتھ دے سکتی ہے کون؟ تیری عمر کتنی طویل ہے لیکن ان کے سامنے زندگی کا ایک لمبا سفر پڑا ہے، کیا یہ انسانوں کی بات سے دور ان دیرانوں میں ہی عمر پوری کر لیں گی۔“

شہدان ادا اس ہو گئی۔ اس نے باتو کو جواب نہ دیا تو باتو خود ہی بولا۔

”کھٹنا لے طاقت کی زبان سمجھتے ہیں۔ سرداری اسے ملتی ہے جو طاقتور ہو، تو پھر ان بچہ طاقتور ہونا چاہئے۔ میں انہیں طوفانوں سے زیادہ سرکش اور طاقتور بنادوں گا۔ اتنا طاقتور کہ بھی ان کا راستہ نہ روک سکیں۔ پھر یہ اپنا حق تلاش کرنے نکلیں گی اور ان تمام سرکش سردا کو زیر کر لیں گی جو خود کو طاقتور سمجھ کر دوسروں پر مظالم کرتے ہیں۔“

شہدان حیران رہ گئی۔ اس کی آنکھوں میں خواب سے لہرا گئے۔ باتو نے کہا۔ ”میرے جینے کا دوسرا راستہ یہی ہے۔ شہدان درنہ سانوں میں کوئی دلکشی نہیں رہ گئی تھی میرے لئے تو میرا راستہ روکے گی۔“

”نہیں باتو۔“ شہدان نے جواب دیا۔

یہ عمل اور شدت سے جاری ہو گا اب تو اکثر شہدان بھی تربیت کے دوران باتو کے ہوتی تھی اور بچیوں کو شدید ترین جسمانی مشقت کرتے دیکھتی تھی۔ باتو انہیں فولاد بناتا تھا۔ ادا رواں رواں ٹھوس ہوتا جا رہا تھا۔ باتو انہیں دکھانا کہ ہنر کس طرح درختوں پر اچھلتے ہیں، شہر طرح اپنے سے دس گنا طاقتور اور وزنی جھینے کو شکار کر لیتا ہے بس یہاں ٹیکنیک ہوتی ہے، نیولے کو زہریلے سانپ پر حملہ آور ہوتے دکھانا اور بتانا کہ نیولا صرف ٹیکنیک سے جیتتا۔ مختلف جانوروں سے وہ چاروں لڑکیوں کو حملہ کرنے کی صلاحیت اور دشمن سے بچنے کا طریقہ سکھاتا تھا۔

”ہتھیار.....“ اس نے شہدان سے کہا۔ ”ہتھیار بیشک اہمیت رکھتے ہیں لیکن اگر تیرے استعمال کی جائے تو ایک کمزور نوکیلا تنکا بھی کسی طاقتور ترین دشمن کے خلاف ہتھیار بن سکتا ہے۔“

”وہ کیسے باتو۔“ شہدان نے پوچھا۔

”یہ ننھا سا تنکا تم اپنے قوی ہیکل دشمن کی آنکھ میں پیوست کر دو وہ تمہارے رحم و کرم ہو گا۔“ باتو نے جواب دیا اور شہدان گردن ہلانے لگی۔

○.....○.....○

ننھی سی بچی، عثمہ کی آغوش میں پروان چڑھ رہی تھی اور عثمہ کی آنکھیں دھندلاٹا اختیار کرتی جاری تھیں، اس کے دل سے آنسو بہتے رہتے تھے۔ میان لائی کی بنگامہ خیزیاں اس

بھی اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی۔ ان لمحات میں بھی وہ اپنے کونے کے باہر کھڑی میان لائی کے گھونڈے پر سوار اس ننھے سے بچے کو دیکھتی رہی تھی جب میان لائی اسے لے کر عقابوں۔ گلی کوچوں میں پھرتا تھا۔ میان بہت خوش نظر آ رہا تھا، لیکن عثمہ کے چہرے پر غم و اندوہ کے سائے رقصاں رہتے تھے حالانکہ اس کا باپ شیرماہ اسے بہت سمجھاتا تھا اور کتنا تھا کہ کیا وہ اپنے بیٹے کو سرداروں کی طرح پروان چڑھتے دیکھ کر خوش نہیں ہوتی، کیا اسے یہ احساس نہیں کہ آنے والے وقت میں وہ عقابوں کا سردار ہو گا۔ عثمہ آنسو بھری آواز میں کہتی۔

”لیکن جب وہ مجھے دیکھے گا تو تصور بھی نہ کہائے گا کہ وہ میرے جسم کا حصہ ہے۔“

”وقت بہت سے فیصلے خود کرتا ہے عثمہ، تو وقت کے فیصلوں کا انتظار کر اور دیکھ اس بچی سے کبھی گریز نہ کرنا اس معصوم کو تیری آغوش کی ضرورت ہے اسے اپنا بھرپور تعاون دے۔“

”جب یہ میرے سینے کے قریب ہوتی ہے میرے باپ تو میرے دل کی دھڑکنوں میں ایک سرد ری سی آجاتی ہے“ اس کے بدن سے میری خوشبو نہیں اٹھتی اور مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ میں ایک اجنبی وجود کو اپنی آغوش میں سنبھالے ہوئے ہوں۔“

”اگر تیرا یہی عمل جاری رہا عثمہ، تو ہم نے جو کچھ کیا ہے وہ مٹی میں مل جائے گا۔ الخت باغہ مارا ممنون کرم ہے اور دیکھ اس نے کس طرح ہمارے لئے مراعات کے دروازے کھول دیئے ہیں اس کا مرتبہ بہت بڑھ چکا ہے جو کچھ میں نے کیا ہے اسے لمبا میٹ نہ کر اور اپنے آپ کو سنبھال۔ بیوی اولاد تیری ہی رہے گی اور وہ وقت یقیناً آئے گا جب ایک دن تیرے بیٹے کو اس بات کا علم دجائے گا کہ اس کی اصل ماں تو ہے لیکن ہر بڑے کام کیلئے صبر کرنا ہوتا ہے اور یہ صبری تجھے تیری نزل تک پہنچائے گا۔“ عثمہ کی آنسو بھری آنکھیں بند ہو جاتیں۔ شیرماہ کی بیوی رائیسہ بھی بچی کی رپورٹ دیکھ بھال کرتی تھی۔ اس کا بیٹا ماہ لخت ہمیشہ بیوی کی دلجوئی کرتا تھا اور کتنا تھا۔

”یہ بھی ہو سکتا ہے کہ روشنی والا تجھے دوسرے بہت سے بیٹوں سے نواز دے۔ یہ تو ایک نصد ہے ہمارا جس کے لئے ہم نے اپنا جگر گوشہ سردار میان لائی کے حوالے کیا اور دیکھ وہ اس حق س طرح پورے فیصلے میں سینہ تانے پھرتا ہے بات صرف اتنی سی نہیں ہے عثمہ کہ ہم نے اپنے بیٹے کو سردار بنانے کا فیصلہ کیا ہے بلکہ ہمارے ذہن میں انتقام بھی بل رہا ہے اور تجھے اس میں ہمارا اٹھ دینا ہو گا۔“

”میں نے اپنے دل کی بات کسی سے بھی تو نہیں کہی۔ ہاں اگر کبھی میری آنکھیں آنسو سائے لگیں تو اس پر کوئی توجہ نہ دی جائے۔“ عثمہ آنسو بھری آواز میں جواب دیتی۔

ادھر الخت باغ، شیرماہ کے پاس آتا جاتا رہتا تھا تاکہ صورت حال سے باخبر رہے وہ چور انہوں سے عثمہ کو دیکھتا اور فوراً ہی احساس کر لیتا کہ عثمہ کا چہرہ غم و اندوہ کی تصویر بنا ہوا ہے۔

”تیری بیٹی اس بچی کی پرورش تو کر رہی ہے لیکن اپنی کیفیت کو نہیں چھپا سکتی۔ کیا یہ نہیں سکتا کہ تو اسے اس سے باز رکھ سکے؟“

”وہ میری اولاد ہے اور جو کچھ ہو چکا ہے الخت باغ تجھے اس کی جانب سے بالکل مطمئن رہنا ہے۔ بہر طور انسان ہے اور اپنے جگر گوشے کو یاد کر کے آزرہ ہوئی جاتی ہے لیکن یہ تیرے لئے

فکر کی بات نہیں۔“

الخت بانہ اس وقت تو خاموش ہو گیا لیکن تنہائی میں اس نے میان لائی کے کوسے میں اپنی بیوی سے اس وقت یہ گفتگو کی جب میان لائی میاں موجود نہیں تھا اس نے کہا۔ ”ارار بات میں کئی بار محسوس کر چکا ہوں اور اس کے بارے میں غور بھی کرتا رہا ہوں۔ اس کیلئے مشورہ چاہتا ہوں۔ بتا مجھے کیا کرنا چاہئے۔“

”کیا بات ہے۔“ ارار نے شکر انداز میں اپنے شوہر کا چہرہ دیکھتے ہوئے کہا۔

”ہماری سوما یہ کس قدر خوش ہے تجھے اس کا اندازہ ہوتا ہوگا۔ میان لائی عقابوں سامنے سینہ تانے پھرتا ہے کہ اب وہ ایک بیٹے کا باپ ہے اور عقابوں کو ان کا وارث ملے گا لیکن بڑا مشکل مرحلہ شیرماہ اور اس کے اہل خاندان کا ہے۔“

”تو کیا وہ بد عمدی پر آمادہ ہیں.....؟“ ارار نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

”ہرگز نہیں، ہرگز نہیں، شیرماہ میرا دوست ہے اس کی بیوی رانیسہ اس بات پر پوری متفق ہے کہ اس کا پوتا عقابوں کا سردار بنے اور میان لائی نے سارے ساتھ جو کچھ کیا ہے عرصے کے بعد اسے اپنے کئے کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی شیرماہ ماہ الخت بھی پوری طرح تعاون پر آمادہ ہے لیکن مجھے اصل خدشہ عشرہ سے ہے وہ جب بھی آتی ہے غمزدہ نظر آتی ہے۔“

”تو کیا وہ ہماری سوما یہ کی بیٹی کو مناسب طریقے سے پروان نہیں چڑھا رہی؟“

”ایسا بھی نہیں ہے بچی بہت عیش و عشرت میں ہے۔ ویسے بھی میں نے ان لوگوں کو دے دیا ہے کہ وہ کبھی سرائی کر بات نہیں کر سکتے۔ بچی کی پرورش بہتر طور پر ہو رہی ہے صرف ایک بات کا خدشہ ہے۔“

”وہ کیا.....؟“

”عشرہ اگر کبھی اس بچے کو اپنے قریب پائے گی تو بے اختیار ہو جائے گی وہ اس کی ماں اور ماں ہمیشہ دوسرے جذبوں سے بے نیاز ہوتی ہے۔ سوما یہ کو تو اس بات کا بالکل علم نہیں اس کی بیٹی کو عشرہ کے بیٹے سے بدل لیا گیا ہے، لیکن عشرہ تو یہ بات اچھی طرح جانتی ہے۔ ان دونوں کی پیدائش ایک ہی دن ہوئی اور جس طرح سوما یہ کو آج تک اس بات کا علم نہیں کہ بیٹی کو جنم دینے کے باوجود وہ بیٹے کی ماں بن گئی ہے اسی طرح عشرہ کو بھی یہ نہ پتہ چلا کہ بزرگ کیا کر چکے ہیں، ایسا ہوتا تو بہت اچھا ہوتا اس طرح ہمیں کوئی خطرہ نہیں رہتا۔“

”مگر اس کا کوئی حل بھی تو نہیں ہے ہمارے پاس سوائے اس کے کہ تم شیرماہ اس رانیسہ اور بیٹے ماہ الخت سے بات کرو کہ کبھی ایسا نہ ہونے پائے کہ عشرہ کی زبان کھلے

کے انداز سے کسی کو کوئی شبہ ہو سکے کہ اس کا بیٹا میان لائی کے بیٹے کی حیثیت سے پروان ہے۔“

”میرے ذہن میں ایک اور ہی بات آتی ہے اگر تو اس سے اتفاق کرے ارار۔

بانہ کے چہرے پر جرم کی سیاہی نمودار ہو گئی تھی۔

”کیا.....؟“

”چار افراد ہیں، شیرماہ، اس کا بیٹا ماہ الخت، بیوی رانیسہ اور بیٹی عشرہ۔ اگر یہ چاروں افراد اپنے کوسے میں مرہ پائے جائیں، انہیں زہریلا سانپ ڈس لے تو کیسا رہے گا۔“

”کیا.....؟“ ارار شدت خوف سے کانپ گئی۔

”ہاں ارار یہ عمل ہمیں مستقبل کے خدشوں سے بے نیاز کر دے گا۔“

”اور سوما یہ کی بیٹی.....؟“ ارار نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

”وہ محفوظ رہے گی اسے کچھ نہیں ہوگا ایک ایسے خاندان کو جو اچانک ہی زہریلے سانپ کے شکار ہو کر موت کے آغوش میں جاسو یا ہوگا تمام ہی لوگ ہمدردی سے یاد کریں گے اور اس کو کسی بھی جگہ بآسانی پروان چڑھایا جاسکتا ہے بلکہ ہم اس سلسلے میں پہل کریں گے، ارار اس کی بیٹی کو اپنی تحویل میں لے لیں گے تاکہ انسانیت کے نام پر اس کی پرورش کی جاسکے اس دباہ کی بیٹی اپنے نانا اور نانی کے پاس پروان چڑھے گی اور یہ خدشہ بھی ختم ہو جائے گا کہ کبھی اس کا انکشاف ہو جائے۔“ الخت بانہ نے کہا اور ارار سوچ میں ڈوب گئی پھر اس نے پڑ لہجے میں کہا۔ ”کیا یہ سب کچھ آسانی سے ہو جائے گا۔“

الخت بانہ بیاتی سے انداز میں ہنسا پھر بولا۔ ”آسانی سے کوئی بھی کام نہیں ہوتا ارار اسے اور یہ خطرناک کام، لیکن کرنا پڑے گا جس طرح ہم نے یہ بہت بڑا کام کیا ہے کہ میان کو بیٹے کا ادا کیا۔ اسی طرح یہ دوسرا کام بھی کرنا پڑے گا۔“

”سوچ لے الخت بانہ۔ ہم نے ان خاندانوں کو بھی اس کام کیلئے آمادہ کیا تھا جن کے ہاں ان کی ولادت متوقع تھی وہ ہمارے رازدار ہیں کہیں ان میں سے کسی کو شبہ نہ ہو جائے؟“

”ہیں..... تو کیا تو نے اس میں سے کسی کو حقیقت سے آشنا کر دیا ہے۔“

”ہرگز نہیں تو مجھے اتنا احسن نہ سمجھ، میں نے تو ان سب کا تمہ دل سے شکر ادا کیا ہے کہ انہوں نے ہماری مشکل میں شریک ہونے کی ہامی بھری تھی مگر روشنی والے نے خود ہی سوما یہ کو بیٹا

راس کی لاج رکھ لی۔ میں ان سب کی مبارکباد بھی وصول کر چکی ہوں۔“

”بات یہی ہے ارار، ہماری خوشیاں تو عروج پر ہیں۔ لیکن دل میں ایک خوف جاگزیں رہتا ہے۔ اگر کہیں سے یہ انکشاف ہو گیا تو سب کچھ خاک میں مل جائے گا۔ میان ہمیں زندہ نہیں دے گا۔ ہاں اگر یہ لوگ زندہ نہ رہے تو پھر سارے خدشات بیش کیلئے ختم ہو جائیں گے۔“

”تم ٹھیک کہتے ہو بانہ..... مگر یہ کام سخت خطرناک ہوگا۔ زہریلے سانپ کا بندوبست آسان دگ بھڑکی کو اس سے بچانا بھی ضرور ہوگا یہ کام آسان تو نہیں ہوگا۔“

”جی! اگر نہ بھی بچے تو کوئی بات نہیں ہمیں اس کا کیا کرنا ہے۔“ الخت بانہ نے کہا وہ لوگ یہ

مکرمی رہے تھے کہ دروازے پر ایک سخت وحشت ناک آواز ابھری اور دونوں بری طرح سسم

ان کے نالٹس رک گئے انہوں نے سہمی ہوئی آنکھوں سے دروازے میں کھڑے وجود کو دیکھا

ان کی تمام باتیں سن رہا تھا.....!!

ان کے جسم ٹھنڈے ہو گئے۔ دھڑکنیں بے ربط ہو گئیں۔ ایک لمحے کیلئے چٹائی اور ساعت تک

چھوڑ گئی۔ دھندلائی ہوئی آنکھوں نے دروازے میں نمودار ہونے والے وجود کی شناخت سے

ان کی انکار کر دیا۔ ان کے دل

میں ایک ہی خیال آیا تھا۔ وہ یہ کہ شاید وہ میان لائی ہے لیکن اندر داخل ہونے والی ہر شدت غم سے کانپ رہی تھی۔ اس کی حالت غیر ہو رہی تھی۔ چہرہ سرخ آنکھیں دھڑک رہی تھیں۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں سے ان کے قریب پہنچی اور اس نے ان دونوں کے گریبان بھینچ لئے۔ اس کے ہاتھوں کی گرفت بہت سخت تھی۔ الخت بانہ اور اس کی بیوی ارار کس طرح حواس مجتمع کئے اور اپنی بیانی کو قابل استعمال بنایا، آنکھیں بھینچ بھینچ کر ان کی آنکھوں میں سامنے نظر آنے والی شکل نمایاں ہو گئی۔ الخت بانہ کو یوں لگا جیسے چادر کا دسے رہی ہو اور میان لائی کی صورت سوماہ جیسی نظر آ رہی ہو۔ سوماہ ان کے گریبان میں بھینچے بس ایک ٹک ٹکڑی ہوئی انہیں گھور رہی تھی۔ اس کے چہرے سے جذبات گزر نچاے کیا کیا سوچیں داغ کا سفر کر رہی تھیں۔ کئی بار اس کی صورت دیکھنے کے بعد بالکل تمام اس بات پر یقین ہو سکا کہ نگاہوں کے سامنے میان لائی نہیں بلکہ خود ان ہے اور جب یہ یقین مکمل ہو گیا تو اس نے سوماہ کی کلائی کو اپنی گرفت میں لیکر زور سے کسی قدر درشت لہجے میں بولا۔ ”تیرا ہاتھ میرے گریبان تک کیسے پہنچ گیا سوماہ کیا رہی ہے تو مجھے؟“

سوماہ نے ارار سے گریبان چھوڑ دیا۔ دونوں آنکھیں بند کر کے اس نے چہرہ اوپر مہر کی سانس لینے لگی۔ الخت بانہ اپنے گریبان کی شکلوں کو دور کر رہا تھا۔ یہ پتہ لگا تھا۔ اس نے سوماہ کو گھور کر دیکھا اور بولا۔

”تو ساری باتیں سن لی ہیں تو نے سوماہ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کوئی لیکن مجھے شدت سے یہ احساس ہے کہ بعض اوقات انسان جان بوجھ کر ایسی حماقتیں جن کی خود اسے اپنے آپ سے توقع نہیں ہوتی۔ اس وقت میں نے ایسی ہی حماقت کی کیوں میں یہ بھول گیا تھا کہ میں میان لائی کے کوسے میں ہوں۔ یہاں کے درو دیوار کا دل کی بات چھپانی چاہئے۔ تیری کیفیت یہ بتاتی ہے کہ تو نے سب کچھ سن لیا ہے، آہ کیا ہے کہ حماقت ہوئی تو وقت نے سنبھال لی۔ تیری جگہ اگر میان لائی ہوتا تو یوں سمجھ کھیل کا ہم نے آغاز کیا وہ آغاز سے پہلے انجام کو پہنچ جاتا۔“

سوماہ اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی اور جب جذبات قابو آنکھوں نے پانی اگل دیا۔ اس کی سسکیاں ابھرنے لگیں اور وہ بے اختیار روئے لگی۔ آگے بڑھ کر اسے سنبھالا دیا۔ بیٹی کے آنسوؤں کی بے چینی کیلئے کافی تھے۔ وہ سوماہ پھر کر اسے سینے سے لگا کر بولی۔

”روٹی کیوں ہے بچی، کیوں روٹی ہے سوماہ پاگل ہو گئی ہے تو اپنے آپ کو سنبھالوں روئے کا کیا جواز ہے؟“

”میری ماں! وہ میرا بیٹا نہیں ہے، آہ وہ میرا بیٹا نہیں ہے۔ ماں مجھ سے زیادہ توجہ نہیں جانتی، ہاں مجھ سے زیادہ یقیناً تو جانتی ہو گی کہ ماسٹا کیا چیز ہے میں تو اس درد سے گھرو ہوئی ہوں۔ تیری برسوں کی شناخت ہے۔ ماں روشنی والے کی قسم، ماں سب کی قسم

میں اس کا پیار جگہ نہیں پاسکا تھا میرے سینے میں اس کے لئے وہ تڑپ نہیں تھی جو ہونی چاہئے تھی۔ ماں میں خفا میں سوچتی تھی کہ جو محبت ماں کو اولاد سے ہوتی ہے اس میں شاید وقت ہے، انسان غور کرنے کے بعد اپنے آپ کو اس محبت کا درجہ دیتا ہے۔ میں یہ سوچتی تھی کہ میرے اور میان لائی کے درمیان ایک خلاء پیدا ہو گیا ہے اس تصور کے ساتھ کہ میان لائی میری محبت قبول نہیں کی اور بے رحمی سے اپنی شرطیں قائم رکھیں اس کی خواہش اگر نہ پوری نہ تو اس نے تو صاف کہہ دیا تھا کہ واپسی میں وہ مجھے اپنے کوسے میں نہ پائے۔ اس بچے کو دیکھ کر میرے دل میں یہی احساس اترتا تھا کہ شاید وہ میرے اور میان لائی کے درمیان ایک خلاء ہے میرا میان لائی سے براہ راست کوئی رشتہ نہیں ہے، بس اپنے ان احساسات کو میں اسی طرح بیان دیا کرتی تھی، لیکن ابھی ابھی پتہ چلا ہے مجھے کہ بات اصل میں یہ نہیں ہے، بات کچھ اور ہے۔“

”حق لڑکی جو غلطی ہم کر چکے ہیں اب تو اسے دہرا رہی ہے، یہاں اس طرح کوسے میں بیٹھنا ہمارے غفلت برتنے ہوئے ہمیں ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔“

”میرا سارا وجود بے ربط ہو گیا ہے۔ میرے باپ، میں تو شاید اپنے اس ساکت جسم سے اب ش بھی نہیں کر سکتی تو ذرا باہر دیکھ لے قرب و جوار میں کوئی موجود تو نہیں ہے، میں تو اپنے اس رد کی ساری داستان بیان کر دیتا چاہتی ہوں۔“

خت بانہ دروازے کی جانب بڑھ گیا، باہر نکل کر اس نے کوسے کے اطراف کا چکر لگایا اور دروازہ تک کسی کو نہ پا کر مطمئن ہو کر اندر آ گیا۔ اندر اس نے سوماہ کی آواز سنی۔

”ہاں میں جانتی ہوں میری ماں اور مجھے علم ہے کہ تم دونوں نے جو کچھ کیا ہے میرے ہی لئے ہے۔ مجھے تمہاری اس بے پایاں محبت کا پورا پورا احساس ہے، ماں میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ میان لائی پتھر کی ایک دیوار ہے وہ صرف ایک پھاڑی چٹان ہے جس پر نہ کبھی نمی اثر انداز ہوتی ہے نہ اس میں کوئی رخنہ پیدا ہوتا ہے جس سے محبت کی کوئٹلیں پھوٹ آئیں۔ ہاں ماں تم نے اپنا دل پورا کر دکھایا ہے اور تو نے بھی میرے باپ، کتنی نا سمجھ تھی میں ان لمحات میں جب میں نے چاقو کا قبیلے کے سردار کی بیوی بن کر اس کائنات پر حکمرانی کرنے لگوں گی، سب کچھ مان لیا تھا

”میں نے ان حالات کے لئے سوماہ کو اس لئے معاف کر دیا ہے کہ خود میری زندگی بچ گئی۔ کہیں اس وقت سوماہ کی جگہ میان لائی گیا ہوتا اور جس طرح سوماہ نے ہماری گفتگوں کی تھی اس طرح میان لائی اس گفتگو کو سن لیتا تو اس کے بعد کیا تو تصور کر سکتی ہے کہ اس وقت ہم زندگی سانس لے رہے ہوتے اسے تو سب کچھ ہی پتہ چل چکا ہوتا۔ خیر یہ اچھا ہوا، واقعی سب کچھ اتنا مان نہ ہوتا لیکن اس خطرے کو ہمیشہ تلوار کی طرح سر پر لٹکتا محسوس کیا جاتا رہے گا۔ تیری بیٹی، الفاظ تو بہت مضبوط تھے لیکن میں نہیں سمجھتا کہ اس میں اتنی ذہانت موجود ہے۔ خیر وقت کا نگاری مناسب ہوگا۔“ یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

سوماہ یہ تمام حالات جاننے کے بعد نجانے کہیں کیسی کیفیات سے گزری تھی لیکن اس نیت میں بے پناہ شدت نہیں تھی اس نے عورت کی حیثیت سے میان لائی کے دل پر گرفت نہ کر لی جو کسی محسوس کی تھی اس نے اس کے اندر کی عورت کو انتقام پر آمادہ کر لیا تھا اور شاید یہاں عورت ہی کی فطرت نمایاں تھی جو انتقام کے سامنے بہت کچھ بھول جاتی ہے۔ اب نہ اس کے دل میں میان لائی کے لئے وہ جذبے باقی رہے تھے، نہ اولاد کے لئے دوا لگی، بلکہ عشمہ کے بیٹے کو وہ لے لے اور زیادہ چاہنے لگی تھی کہ ایک عورت نے اس کے لئے ایثار کیا تھا۔ اپنی بیٹی کے لئے اس کے دل میں محبت کی ہوک جاگی تھی، لیکن احتیاط لازم تھی۔ ذرا سی بے احتیاطی میان لائی کو سب کا دشمن بنا سکتی تھی اور اس کے بعد ان خوریز واقعات کو کوئی نہ روک پاتا جو پیش آتے۔ میان لائی کو جیسے پھر سے جوانی مل گئی تھی۔ برسوں کا مرجھا ہوا سوکھتا درخت ہرا ہو گیا تھا۔ چہرے سرخیاں اور آنکھوں کی چمک لوٹ آئی تھی، سمورا کے جنگلوں میں شکار کا موسم آ گیا تھا اس نے تے ہوئے سوماہ سے کہا۔

”آہ کاش دس بیس سال سٹ کر لمحوں میں بدل جاتے تو میں اپنے ساتھ گھوڑے پر شمران لے کر لے جاتا اور جب واپس لوٹتا تو میرے ساتھ کھالوں کے انبار ہوتے لیکن خیر کچھ وقت سہی۔ ماہ میرے بیٹے کا مکمل خیال رکھا جائے۔ ہاں میں لعنت کرتا ہوں اس غلام روزاں پر کہ جب نابول کے درو دیوار روشن ہوئے تو وہ موجود نہیں تھا۔ تجھے میرے سمورا جانے پر کوئی اعتراض تو ہے؟“ سوماہ نے مسکرا کر کہا۔

”عقابوں کا سردار“ اس بار جب بباری کی سرحد پر اپنا خیمہ لگائے گا اس کا نشان سب سے بچا ہوگا۔ کیونکہ اس کا شوالا میری آغوش میں پرورش پاتا ہے۔“

میان لائی کی نگاہوں میں محبت کے سوتے پھوٹ پڑے اس نے کہا۔ ”ہاں اور تو عقابوں کی ہے جس نے یہ تحفہ مجھے دیا۔ وہ نشان میں تیرا نام لیکر اپنے خیمے پر نصب کروں گا۔“

سوماہ نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ اس مسکراہٹ میں بہت سی کہانیاں رقصاں تھیں اس نے غلہ ”سمورا کب تک روانہ ہو رہے ہو۔“

”انتظامات مکمل ہو چکے ہیں اس بار بہت سے عقاب میرے ساتھ جا رہے ہیں۔“

”چنا پورا خیال رکھنا۔ شکار کرتے ہوئے بے قابو نہ ہو جانا۔ شمران کو تمہاری ضرورت ہے۔“

”فکرت کرو، سمورا کے تین دوے اس بار سخت مشکل کا شکار ہونگے کیونکہ میرے اندر کی

جھکائے رکھوں گی تم نے بہت برا سوچا، بہت ہی برا سوچا تم نے، آہ تم نہیں جانتے کہ کون کے گلے کو جان بوجھ کر خود سے جدا کرتا ہے۔ یہ بچہ جس کے بارے میں کبھی کبھی میرے یہ احساس ہوتا تھا کہ میں اس کی رہن منت ہوں میرے جی میں جگہ نہیں پاسکا تھا لیکن ام یہ تھی کہ اس میں میرا میان لائی کا خون شامل نہیں تھا، البتہ جن لوگوں کا خون اس میں اب وہ میرے لئے اس قدر باعث احترام ہیں کہ ان کی بنیاد پر میں اس بچے کو ماں کی طرح گی، اسے اتنا ہی چاہوں گی جتنے پیار کا یہ حقدار ہے کیونکہ اب یہ میری اولاد نہیں میرا اپنے دل کے ہر گوشے سے یہ خیال نکال دو کہ شیر ماہ اس کے بیٹے لخت، ہو عشمہ یا پورا بھی کوئی نقصان پہنچے، میں اس خاندان کی محافظ ہوں۔ میں اس کی غلام ہوں جس نے مجھے ہے اور یہ زندگی صرف زندگی نہیں ہے بلکہ ایک معیار ہے ایک مان ہے، ایک ایسے خلاف جنگ کا آغاز ہے جو انسانیت سے دور ہے، میان لائی نے مجھے میری حیثیت سے نو کیا، اس نے مجھے کسی کے واسطے سے زندگی دی ہے اس کا اسے پورا پورا بدلہ چکانا ہوگا۔“

لخت بانہ اور اسہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے بیٹی کو دیکھ رہے تھے۔ دونوں کے چہروں ابھرن اور حیرانی تھی۔ سوماہ نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا۔

”خیال رکھنا تم دونوں خیال رکھنا اگر اس خاندان کو ذرہ برابر کوئی نقصان پہنچے تمہارے اس احسان کا بدلہ چکانے بغیر تمہیں نقصان پہنچانے پر آمادہ ہو جاؤں گی۔ وہ لوگ کبھی زبان نہ کھولیں کیونکہ جو ایثار کرتے ہیں وہ جان دے دیتے ہیں“ اتنا بڑا ایثار کرنا نہیں ہے، ان سب نے تو اپنی جان دیدی ہے اب بھلا وہ کیا کسی کے سامنے زبان کھولیں اچھی طرح تسلیم کرتی ہوں، عشمہ میری بیٹی کو وہ پیار نہیں دے سکی، لیکن میرے اور درمیان ایک رشتہ قائم ہو گیا ہے اور میں اس رشتہ سے اس سے ملاقات کروں گی۔ میں اس احسان کا شکریہ ادا کروں گی اور اسے ایسے راستے دکھاؤں گی کہ تمہارا یہ خوف ہو جائے گا۔“

”دیکھو سوماہ، تو حقیقت جان چکی ہے لیکن ایک بات اور بھی جان لے، میان لائی نوجوان نہیں ہے بڑا گھٹا اور کایاں ہے وہ کہیں کسی شے کا شکار نہ ہو جائے۔“

”میرے باپ، میں جس شکل میں بھی ہوں تیری تشکیل دی ہوئی ہوں۔ لیکن اب دیکھنے کے بعد میری ایک چھوٹی سی بات بھی سن لے۔ عورت جب کمزور فربہ پر جاتی ہے تو کی کوئی آنکھ اسے نہیں پہچان سکتی، سمجھ سکتا ہے تو میرے ان الفاظ کو سمجھ لے ورنہ اس میں تجھے کچھ بتانے کے لئے تیار نہیں ہوں، ہاں جو کچھ ہے وہ سب تیرے سامنے ہے۔“

لخت نے جلدی سے کہا۔

”باتی تمام باتیں بعد میں طے کر لیں گے، لیکن اس بات کا میں اعتراف کرتا ہوں کہ سوچ رہا تھا، واقعی ان لوگوں کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہئے اور ایسا کوئی نقصان انہیں نہ

لخت بانہ کو بعد میں خود بھی احساس ہوا تھا کہ اس کی سوچ انتہا پسندی پر مشتمل تھی میں اس نے بیوی سے کہا۔

زندگی رواں دواں ہے۔" لائی نے کہا۔ پھر وہ بڑی شان و شوکت سے تسمورا چلا گیا۔ ہر سکون سے انتظار کیا تھا۔ اس کے اندر واقعی طبعی پیدا ہو گئی تھی وقت نے اسے عجیب حالہ دوچار کیا تھا مگر وہ ان حالات سے مکمل سمجھوتہ کر چکی تھی۔ پھر اس نے بہت سی تیاریاں کر تیاریوں میں اس نے نہ اپنی ماں کو شریک کیا تھا نہ باپ کو۔ نئے شمران کو اس نے بہترین اور زور پر ہنائے۔ بہت سی سوغات ساتھ تھیں اور کسی کو اطلاع دیئے بغیر اچانک شیرازہ میں پہنچ گئی۔ شیرازہ کوستے کے دروازے پر آیا تو سوماہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اسے علم سوماہ کو حقیقت معلوم ہو چکی ہے۔ عقابوں کی ملکہ کو اس نے حیرت کے باوجود رواجی نسخہ ماہ لخت اور رائیسہ بھی اسے دیکھ کر ششدر رہ گئے تھے۔

○.....○.....○

چاروں دراز قامت تھیں۔ چاروں کے نقوش اس قدر دیدہ زیب تھے کہ دیکھنے والوں کی گاہیں خیرہ ہو جائیں۔ جنگل کی سخت زندگی نے انہیں بے مثال حسن بخشا تھا اور پہاڑوں کی عورتوں سے مختلف رنگ و روپ عطا کیا تھا..... لیکن چاروں ہی سوانیت سے بے نیاز ہو گئی تھیں۔ ان کے مشاغل جنگجو یا نہ تھے اور وہ وحشی بلوں کی مانند قرب و جوار کے جنگلوں میں وندناقی پھرتی تھیں۔ ہر اس میں کوئی مبالغہ نہیں تھا کہ جنگلی درندوں نے آبشار کے آس پاس کا علاقہ چھوڑ دیا تھا وہ پنے درمیان آجانے والی ان خوشخوار بلوں کا مقابلہ نہیں کر پاتے تھے اور بیشتر موت کا شکار ہو چکے تھے۔ باتوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ ہولناک درندے ان لڑکیوں کو دیکھ کر راستہ کترا جاتے۔ جنگلوں پر ان کا راج تھا۔ اب ان کا کوسہ درخت پر نہیں زمین پر تھا اور اس میں ضرورت کی چیزیں موجود تھیں۔ باتوں کا تالیق تھا اور عمر اس پر ٹھہری تھی۔ وہ اکثر کہتا تھا۔

"یہ سچ ہے شہ بدان کہ میں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بیکار کھودیا اور جب مجھے زندگی ملی تو ت کے آگے بڑھ جانے کا افسوس ہے مجھے۔"

"تم نے انہیں کیا بتایا ہے باتو....."

"یہ سب ایک لفظ کا جواب ہے شہ بدان۔ تو نے کہا تھا ہم "کمزور" ہیں۔ اب بول۔ کیا تو

زور ہے شہ بدان۔"

"نہیں۔"

"بس اسی جواب کے لئے میں نے محنت کی تھی۔ تو نے کہا تھا کہ یہاں طاقت کی حکمرانی ہوتی

ہے۔ جو طاقتور ہی سردار..... دیکھ تیرے سامنے پہاڑی قبیلوں کے چار سردار موجود ہیں۔"

"ایک اور بھی تھی باتو....." شہ بدان نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

"اپنے الفاظ میں تو روشنی والے پر یقین رکھتی ہے نا۔"

"ہاں۔"

"اس سے ہمیشہ دعا کیا کر۔ وہ سب ٹھیک کر لیتا ہے۔"

"میں اس کے لئے دعا کرتی ہوں باتو۔"

"پھر وہاں بھی ہوگی بہتر ہوگی۔ اس بات پر تجھے یقین رکھنا چاہئے۔"

"کیا وہ کبھی مل سکے گی؟"

"ہاں۔ تیری لگن سچی ہے تو وہ تجھے ضرور ملے گی۔ ہم سب اسے تلاش کریں گے۔ وہ ضرور

پائے گی۔"

"ہم اسے کہاں تلاش کریں گے۔"

"پہاڑوں میں، چٹانوں میں قبیلوں میں۔ وہ ضرور مل جائے گی اور پانچ لڑکیاں۔ پانچ لڑکیاں

لڑکیاں کی نئی تاریخ ترتیب دیں گی۔ یہ ضرور ہوگا۔ بالکل اسی طرح جیسے میں نے ساری عمر جدوجہد

کے لئے کیا ہے۔"

عشم نے کہا۔ "تیرے الفاظ نے مجھے نئی زندگی دی ہے سوماہ۔ اب مجھے غم

نہیں ہے۔"

عشم نے کہا۔ "تیرے الفاظ نے مجھے نئی زندگی دی ہے سوماہ۔ اب مجھے غم

نہیں ہے۔"

عشم نے کہا۔ "تیرے الفاظ نے مجھے نئی زندگی دی ہے سوماہ۔ اب مجھے غم

نہیں ہے۔"

عشم نے کہا۔ "تیرے الفاظ نے مجھے نئی زندگی دی ہے سوماہ۔ اب مجھے غم

نہیں ہے۔"

عشم نے کہا۔ "تیرے الفاظ نے مجھے نئی زندگی دی ہے سوماہ۔ اب مجھے غم

”کہاں ہیں وہ.....؟“ باتو نے دلچسپی سے پوچھا۔

”جنگلوں کے اس طرف پہاڑ کی بھوری دیواریں ہیں۔ یہ پہاڑ دوسری طرف جانے کا راستہ ہیں لیکن وسیع و عریض دیوار میں ہم نے چٹانوں میں چھپا ایک ایسا سوراخ دریافت کر لیا ہے کے دوسری طرف درتہ ہے اور یہ درتہ پہاڑ پار کے جنگلوں تک پہنچا دیتا ہے۔ انہیں جنگلوں میں نوڑے بائے جاتے ہیں۔“

”آہ تم بہت دور نکل گئیں۔“ شہ بدان نے کہا۔

”کہاں ماں۔ یہ فاصلے تو بہت مختصر ہیں۔“ سمنانہ نے ہنس کر کہا۔

”ہاں۔ زمین ان کے قدموں میں مختصر ہے۔ فوہا..... نیلے گھوڑے تمہاری سواری کے کام آئے۔ اور بڑیل گھوڑے بار برداری کے لئے۔ یا پھر ہم بوڑھوں کی سواری کے لئے۔“

”مگر تیرا رفتار گھوڑوں کو پکڑنا آسان ہو گا کیا؟“ شہ بدان نے کہا۔

”انہیں پکڑ لیا جائے گا اور تم اپنی آنکھوں سے وہ منظر دیکھو گی شہ بدن؟“ باتوں نے کہا۔

اس کے بعد استاد باتو کا عمل شروع ہو گیا۔ درختوں کی چھالوں سے مضبوط رسیاں بتانے کا بے شک غیر دلچسپ لیکن ضروری تھا جو کافی دن تک جاری رہا۔ پھر کھانے پینے کی اشیاء کے درمیان ڈھیر پست پر انبار کئے جنگلوں کے سفر کا آغاز ہو گیا۔ شہر دان لڑکیوں کو دیکھ کر میں بند کر سکتی تھی، ان کے سراپا پر نگاہ جتنا بہت مشکل لگتا تھا اسے، سرکش، جھانک، مضبوط ہاتھ والے، گھس گھس والے، دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہو جاتیں، چروں پر تھمتانی جوانی، نہ اتنا دوزان لڑے ہوئے کہ صنف نازک کے لئے تصور بھی نہ کیا جاسکے، لیکن یوں جیسے پھول نے چل رہی ہوں۔ باتو نے درحقیقت ایک ایسا کارنامہ انجام دیا تھا جس کا شہر دان تصور بھی کر سکتی تھی۔ طویل فاصلے طے کرتے ہوئے اتنی جاق و چوبند کہ یقین نہ آئے، گویا یہ فاصلے ان کے لئے بے حقیقت ہیں، اصل میں یہی ہونا بھی چاہئے تھا۔ انہیں زندگی کی ایک طویل مسافت طے کرتی پھلا چروں پر ٹھکن کا کیا سوال پھر اس سوراخ میں داخلہ ہو گیا جو پہاڑی سلسلہ کا نمائندہ اور عریض سوراخ تھا لیکن ایسا کہ سامنے سے نظر بھی نہ آئے اور دیکھنے والا یہ بھی نہ سوچ سکے ان پہاڑوں کو بلندیاں طے کئے بغیر عبور کیا جاسکتا ہے۔ دوسری طرف کے جنگلات درحقیقت طرف سے زیادہ خوفناک تھے لیکن وہاں واقعی گھوڑوں کی بہتات تھی، زہیرے بھی نظر آتے اور سرکش گھوڑے بھی، لیکن باتو نے شہر دان کو ایک اونچے درخت کی شاخ پر پہنچانا ہی سب سمجھا تھا کیونکہ اپنی زندگی کے فرائض طے کرنے کے بعد اس کے جسم میں اس قدر جان بھری تھی کہ وہ زمین پر پیش آنے والے کسی خطرے کا مقابلہ کر سکے۔ البتہ استاد باتو لڑکیوں کو شہر دان گھوڑوں کو پکڑنے کی ترکیب بتانے لگا۔ موٹی چھال کے رے جن کے سرے مضبوط درختوں کے ٹخنوں سے باندھ دیئے گئے تھے اور دوسرے سرے پر ایک خاص قسم کا پھندا بٹایا گیا تھا جسے لے دوڑ سک دوڑا جاسکے، استاد باتو کے اشارے کے مطابق لڑکیوں نے ایسے پھندے جگہ جگہ پھیلا دیئے۔ باتو نے انہیں بتایا کہ کس طرح دوڑتے گھوڑے کی گردن میں رسہ ڈال کر اسے قابو میں کیا جاتا ہے؟ اور پھر پھیلا نیلا سرکش گھوڑا ان کی زد میں آیا۔ سب سے چھوٹی بیٹی شیرا یہ نے رسی مار کر بڑا صحیح نشانہ لگایا اور موٹی رسی گھوڑے کی گردن میں جا پڑی۔ گھوڑے نے ایک انوکھی شے

کی اور جب مایوسیوں کی انتانیک پہنچ گیا تو کامیابی کا سراغ ملا۔ آج میرے چار جسم ہیں دس ہاتھ ہیں، جو کھنکھائیوں کے خون سے چٹائیں رنگ دیں گے۔ یہ نہ سمجھا میرے انتہا سرد ہو گئی۔ یہ آگ بدستور بھڑک رہی ہے۔ ”باتو کے چہرے کی پیش تباری بھی کہ وہ جو ہے وہ پھاڑوں کی تقدیر ہے۔“

شہ بدان گہری نگاہوں سے باتو کے چہرے پر سلگتی آگ دیکھ رہی تھی۔ بہت دیر نہ گزرتی کہ اس نے کہا۔ ”میرا ایک گھر تھا باتو۔ ماں باپ تھے۔ میان لائی نے مجھے اپنے گھر سے لے کر کھانا کھا کر اس میں اپنے باپ کے گھر چل جاؤں۔ جب سے وہ مجھے عقابوں کی بستی میں لے گیا ہے مجھے میرے باپ سے ملنے نہیں دیا۔ حالانکہ ساااا زور کی ہڈیاں بھی گل ؛ لیکن وہ بہت تنگ دل ہے۔ اس نے کبھی مجھے میری بستی کی ہواؤں کو بھی نہ چھونے دیا۔ ہونے کے بعد میں نے اپنے باپ کی بستی کا رخ اس لئے نہیں کیا کہ کہیں میرے بھائیوں کو آجائے اور وہ میان سے اپنی بہن کا انتقام لینے نہ نکل پڑیں۔ اب تو میں ان کی صورت پر گہری ہوں۔ پتہ نہیں میں بھی انہیں یاد ہوں یا نہیں۔ تم نے باتو میرے لئے باپ اور بھائی ادا کیا ہے۔ شاید وہ بھی ان بچوں کے لئے اتنا کچھ نہ کر پاتے روشنی والے نے تم نعم البدل بنا کر میرے پاس بھیجا تھا۔“

باتو سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے کہا۔ ”تیری بستی کیا کہلاتی ہے؟“

”باگ۔ وہاں کے رہنے والے باگے کہلاتے ہیں۔“

”اور تیرے باپ کا نام کیا ہے۔“

”سلاہ۔ میرے دو بھائی ہالار..... اور جو مایہ کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔

نے بتایا اور باتو سوچ میں ڈوب گیا۔ بہت دیر کے بعد اس نے کہا۔

”تو نے اپنے دل کا حال مجھے بھی نہیں بتایا۔“ بدان۔ تو نے بھی یہ نہیں بتایا کہ
نے تجھے اپنے کوسے سے نکالا تھا تو“ تیرا رخ اپنے باپ کے گھر کی سمت کیوں نہ ہوا۔ ا
خونریزی کا خیال تھا جو تیرے بھائیوں کے ذریعے ہوتی تو تیرے دل میں اپنی بیٹیوں
منصورہ تھا۔“

”کوئی منصوبہ نہیں تھا۔ بس مجھے انسانوں سے نفرت ہو گئی تھی۔ میں ان سے لا
تھی۔ اپنی بچیوں کو بھی ان سے دور رہ کر پرورش کرنا چاہتی تھی اور کوئی خیال میرے
تھا۔“

”ہمیں باگ بستی بھی تلاش کرنی ہوگی۔ میں تجھے تیرے باپ اور بھائیوں سے باتوں کے کما اور شد بان کی آنکھیں خلاء میں کچھ دیکھنے لگیں۔ شاید اسے اپنے بچپن کی آگئی تھیں۔ چاروں لڑکیوں کی آمد نے خیالات کا طلم توڑ دیا۔ باتوں تادور درختوں کا قابل تسخر نظر آتے تھے۔

”بالا خرابو تا یا۔ ہم گھوڑوں کو تلاش کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ ان گھوڑے ہیں۔ سرکش“ تے ہوئے سینوں اور چپکتے جسموں والے۔ کچھ ایسے بزدل جو بھاگ جاتے ہیں ان کے رنگ مختلف ہیں۔“ فوہا نے بتایا۔

اپنی گردن میں دیکھی تو بدکا اور اس کے بعد اس نے اپنی سرکشی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا۔ جسمانی قوت بے مثال تھی جہاں تک وہ رسی کو لے کر دوڑ سکا دوڑا..... لیکن جب پھندا کسا اور اس کی لمبائی ختم ہوئی تو ٹھوکر کھا کر نیچے گر پڑا لیکن اب اس کی کیفیت نہایت خراب تھی۔ باقی تینوں ہمیش لچکی سے تماشہ دیکھنے میں مصروف ہو گئی تھیں، شیرایہ سے اتنا دیکھنا یہ تھا کہ شیرایہ کس طرح اپنے شکار پر قابو پا سکتی ہے۔

شیرایہ نے رسی درمیان سے تھام لی اور گھوڑے کو قابو میں کرنے کی کوشش کر رہی بے شک کمزور نہیں تھی لیکن گھوڑا بے حد طاقتور تھا۔ شیرایہ نے رسی کو اپنے گرفت میں لے ضرور رکھا تھا لیکن اس پر طاقت آزمائی نہیں کر رہی تھی جبکہ گھوڑا اسے اکھاڑنے کی کوشش میں مصروف تھا اور پھر اس کی بے مثال قوت رسی کی مضبوطی آگئی۔ زنا خا ہوا اور رسی ٹوٹ گئی، لیکن چونکہ اس کا درمیانی حصہ شیرایہ کے ہاتھوں میں عقب سے رسی ڈھیلی ہوئی، شیرایہ نے یہ حصہ اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے پکڑ لیا اور وہ گھوڑے کو مختلف طریقوں سے کھینچ کھینچ کر روکنے کی کوشش کرنے لگی۔ باتو ہونٹ لگا ہوں سے اس کا جائزہ لے رہا تھا گھوڑے کو اب یہ محسوس ہوا کہ اس کا کوئی دشمن اور فاصلے پر موجود ہے اور اسے جھٹکے دے رہا ہے تو اس نے خونی نگاہوں سے شیرایہ کو دیکھ کر شیرایہ کی جانب چھلانگ لگا دی۔

شہ بدان کے حلق سے توجیح نکل گئی تھی۔ کیونکہ گھوڑے کے سفید مضبوط دانت تھے اور وہ شیرایہ کی جانب اس انداز سے لپکا تھا کہ جیسے اسے گردن سے پکڑ کر جبالے گا۔ نے بھی اسی کی گرفت تک کر دی تھی۔ وہ خونخوار انداز میں اپنی جانب آگے بڑھنے لگا رہی تھی۔ پھر گھوڑے نے جیسے ہی اس پر منہ مارا، شیرایہ نے کا دا دے کر اس کی گردن سمت موڑ دیا گھوڑے کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ کوٹ کے بل گر پڑا لیکن اسے انٹھے میں نہیں ہوئی تھی۔ البتہ مد مقابل کی قوت اور پھرتی اس پر حاوی آ رہی تھی جیسے ہی وہ سنبھل ہوا شیرایہ نے اسے دوسری کوٹ سے گرا دیا اور پھریوں لگا جیسے وہ طاقتور گھوڑا جس نے کو توڑ دیا تھا، شیرایہ کی جسمانی قوتوں کے آگے خاصی بے بسی محسوس کر رہا ہے۔ وہ کہاں کھڑے ہو کر چلتا ہوا شیرایہ کے سر پہ پہنچا اور اس نے اپنے اگلے پاؤں شیرایہ کے سر کی کوشش کی لیکن شیرایہ چھلوا دینی ہوئی تھی، اس نے تھوڑی ہی دیر کے بعد گھوڑے کو گھوڑا کسی قدر بے بسی کا شکار نظر آنے لگا۔

یہ ناقابل یقین منظر شہ بدان کے بدن پر کچلی طاری کئے ہوئے تھا..... لیکن خوشی کی لہریں بھی پھوٹ رہی تھیں۔ بھلا کسی سردار کا کوئی شوالہ اتنا جاندار کہاں ہو گا کہ بجائے کسی سرکش گھوڑے کو قابو میں کر لے۔ سالادور کی زور آوری بھی دیکھی تھی نے..... جو میان لائی کے سامنے بے بس ہو گیا تھا اور میان لائی اسی سرکش گھوڑے کے درپے وار کر کے سالادور کو زمین بوس کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا، لیکن حقیقت یہ قوت کے آگے خود میان لائی کی قوت بھی عشر عشر نہ تھی۔

گھوڑا ہلکان ہو گیا اور پھریوں لگا جیسے وہ اپنے شکار کے سامنے بے بس ہو کر اٹا

ملان کر رہا ہو۔ شیرایہ آہستہ آہستہ اس کے قریب پہنچ گئی اس نے گھوڑے کی پشت پر ہاتھ رکھا۔ گھوڑا اپنے جسم کو ہلکی ہلکی جنبش دینے لگا۔ تب شیرایہ اچھل کر اس کی پشت پر سوار ہو گئی اور اس نے گھوڑے کو ہلکے ہلکے ہاتھ مارے۔ گھوڑا دوڑنے لگا اور تینوں لڑکیوں کے حلق سے خونخوار شانہ فتنے نکل گئے جھوٹی بہن کی کامیابی پر ان کے چہرے مسرت سے دمک اٹھے تھے شیرایہ پہلے اپنے گھوڑے کو قابو میں کرنے کے بعد استاد باتو کے سامنے پہنچ گئی۔ اعلیٰ نسل کے گھوڑے اور اعلیٰ نسل کے انسان با طرف ہوتے ہیں چنانچہ گھوڑے نے ایک بار سڑا لے کے بعد پھر سرکشی نہیں کی۔ یہ اس کی اعلیٰ نسی کا ثبوت تھا شیرایہ اس کی پشت سے اتر گئی اب وہ شیرایہ کے سامنے رام بچا تھا اس نے اپنے اس طاقتور مد مقابل کو تسلیم کر لیا تھا۔ باتو نے پُرسرت انداز میں شیرایہ کو اس کے پہلے شکار کی مبارکباد دی۔ شیرایہ اب گھوڑے سے شانہ ملائے کھڑی ہوئی تھی۔ فوہا نے

”تیری جانب سے اس طرح کی ابتداء نے ہم سب کو حوصلہ دیا ہے اور سورج ڈوبنے سے لے پہلے اگر ہم نے بھی اپنے لئے گھوڑوں کا بندوبست نہیں کیا تو تجھے سردار تسلیم کرنا ہوگا۔“

برایہ مسکرا دی۔ بڑی بہن کا سب سے زیادہ احترام کیا جاتا تھا اس نے اپنے گھوڑے کی رسی فوہا کی اب بڑھا تے ہوئے کہا۔ ”تیری سرداری کبھی مشکوک نہیں ہوگی فوہا۔ ہم تیرے خادم اور تیرے دست راست ہیں۔ ہماری موجودگی میں تجھے کام کرنے کی ضرورت نہیں۔ معزز سردار یہ گھوڑا

فوہا نے محبت سے بہن کو دیکھا اور بولی۔ ”سرداری کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے کام کو کرتا رہے۔ ورنہ بقول ماں سردار کو شوالے کی ضرورت ہوتی ہے اور شوالہ سردار کا سردار اپنا یہ کام میں خود کر لیں گی۔“

باتو نے مسکراتی نگاہوں سے درخت پر بیٹھی شہ بدان کو دیکھا اور شہ بدان کی آنکھوں سے فوہا کے آنسو لڑھک پڑے۔

پاڑ پار کے جنگلوں سے واپسی کامیابی اور کامرانی کی واپسی تھی۔ چھوٹے گھوڑوں کا غول دریلے سرکش گھوڑے ان سب کے ساتھ تھے اور انہوں نے انہیں ٹٹا دیا تھا اس شاندار کامیابی سے بہت سے شگون نکالے گئے۔ باتو اور شہ بدان خوشیوں کے سمندر میں غوطہ زن تھے، بالوں اپنے کو تے پر پہنچنے کے بعد باتو نے نئے منصوبے ترتیب دیے اور یہ نئے منصوبے بڑے ہی جھجکوتہ تھے جن کا آغاز دوسرے ہی دن سے ہو گیا تھا..... لکڑیوں کے چھوٹے چھوٹے تیر بنائے گئے تھے اور گھوڑوں پر سواری کرتے ہوئے یہ تیر سوار پر برسائے جاتے تھے اور سوار کو اپنی مشق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر ممکن طریقے سے اپنے آپ کو ان تیروں سے بچانا ہوتا تھا، کسی بھی سمت سے آتے ہوئے تیر کی آمد کو محسوس کر کے، جسمانی زاریوں کو بردلنا..... کبھی کوٹ بدل کر اور گھوڑے کے سر کو تبدیل کر کے ان تیروں سے بچنے کی مشق کی جارہی تھی..... اور ایسے موقع پر اگر دیکھنے والے فکرمسراووں کی مہارت اور جسمانی صلاحیتوں کو دیکھتے تو منہ کھول کر زمین بوس ہو جاتے۔ ایک طرح سے یہ ناقابل یقین منظر ہوتا تھا اور شہ بدان محسوس کر رہی تھی کہ باتو جو سیلاب تیار کر رہا ہے اس کے آگے واقعی بند نہیں باندھا جاسکتا۔ وہ خوشیوں کے سمندر میں غوطہ زن تھی اور

بار بار سوچتی تھی کہ اگر باتو کا سارا اس طرح حاصل نہ ہو جاتا تو یہ بچیاں انسانی آبادی جنگلوں میں بے یار و مددگار پڑی رہتیں، اور ان کے مستقبل کے لئے کچھ نہ ہوتا۔۔۔۔۔ ایک روشن مستقبل ان کی گرفت میں تھا اور اس کی ذمہ داری باتو پر ہی آتی تھی۔ اور کیا کیا منصوبے ذہن میں رکھتا تھا۔ خشک خوبانیوں کے انبار کے انبار کوستے کے آس پاس گئے تھے۔ انہیں محفوظ کرنے کے لئے چھالوں سے چٹائیاں بنائی گئی تھیں اور انکے ایسے گئے تھے جن کے منہ کے جاسکیں۔ اس کے علاوہ جنگلی جانوروں کی کھالیں، جن میں لباس لڑکیوں نے اپنے لئے بنائے تھے پھر تاروں کی لڑیاں۔ غرض یہ کہ یہ ساری چیزیں کی جاری تھیں۔ باتو نے شہ بدان کو بتایا۔

”اور اب یوں ہو گا کہ ہم خوبانی، ناریل اور کھالوں کے تاجر کی حیثیت سے بیٹرو سفر کریں گے، اور یہ چاروں لڑکیاں عقب سے ہماری حفاظت کریں گی۔ ہم سے دور رہا نہیں اس کی تربیت دے رہا ہوں۔“

”تم جو کچھ کر رہے ہو باتو بابا، مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ایک پوری فوج تیار ہو گئی ہے اور یہ فوج بالکل مکمل محسوس ہوتی ہے مجھے۔۔۔۔۔ آہ نجانے زندگی میں کون سی میں نے، جس کی بناء پر روشنی والے نے میرے ارد گرد ایسی روشنی بکھیر دی ہے۔“

موقعوں پر خوش ہو کر مسکرا دیا کرتا تھا۔ غرض یہ کہ تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں۔ لڑکیوں نے خوبصورت کھالوں کے بہترین کے گرد لپیٹے اور انہیں دیکھ کر دل دماغ پر بہت طاری ہونے لگی۔ باتو نے نہایت محنت کر لڑکیوں سے ایسے ذرہ بکتر بنائے تھے جو سامنے کی سمت سے لڑکیوں کے سینوں پر آویزاں اس سے ان کی جسمانی ہیئت میں تبدیلی بھی رونما ہو اور سامنے سے ہونے والے دار بچت بھی ممکن ہو سکے۔ چنانچہ جب لڑکیاں کھالوں میں لپٹ کر نیلے گھوڑوں پر سوار ہوئیں تو انہیں دیکھ کر خود شہ بدان کو بھی بہت محسوس ہونے لگی، باتو نے ان کے چہرے کا انتظام کر دیا تھا۔ نجانے اس کے ذہن میں کیا منصوبہ تھا۔ یہ تمام ترتیب مکمل پانچ، چھ اور کھالوں کے تھیلے چھوٹے گھوڑوں پر بار کر دیئے گئے۔ تب باتو نے شہ بدان سے کہا۔

”اور آج تجھے ایک طویل عرصے کے بعد اپنا یہ کوستہ چھوڑنا پڑنا ہے، اسے صف ہو سکتا ہے کبھی اس کے گرد ایک طویل آبادی ہو لیکن یہ اس وقت ضروری ہو گا جب ہم اندرونی بستیوں میں سے کسی بستی کا اقتدار نہ حاصل کر سکیں اور اب میں روشنی والے کا اس انوکھے سفر کا آغاز کر رہا ہوں جس کے آگے کے واقعات کے بارے میں ہم جانتے۔۔۔۔۔ باتو اپنی کسی ہوئی ٹانگوں کو سمیٹ کر اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ اس ٹانگیں گھوڑے کی پشت پر بار کر لی تھیں تاکہ جب وہ کسی کے سامنے زمین پر کھڑا ہو تو دوسروں سے چھوٹا نہ محسوس ہو، پھر سب سے آگے اس کے گھوڑے نے قدم بڑھائے۔

○.....○.....○

میان لائی نے یہ رات پھر اسی پھاڑی چوٹی پر گزاری تھی جہاں اس نے شمران میں آمد کی خبر سنی تھی۔ اسے بہت سے فیصلے کرنے تھے۔ بہت سے برسوں کے بعد ایک بار

بہت مشکل وقت آ رہا تھا دل دماغ میں شدید کشمکش ہو رہی تھی۔ عقل شناور تھی کہ جو کہا گیا ہے دل کہتا تھا کہ وہ سزا نہیں دی جاسکتی جس کا شمران ہمدار ہے۔ درحقیقت شمران اس کے سرے دور کے قصورات کا قائل تھا۔ وہ اس کی اسگوں سے بالکل مختلف تھا۔ وقت نے میان کو باری دی تھی۔ ماضی بے شک دانداز تھا اور یہ داغ بسا اوقات جلتے تھے لیکن گزری بات تھی بدلتی کی واپسی ممکن نہیں ہوتی۔ شمران کی ولادت کے بعد اس کے اندر نمایاں تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ اس نے درد مندی سے شہ بدان کے بارے میں بھی سوچا تھا اور اپنی بیٹیوں کے بارے میں۔ اسے اپنا دوست سارنہ بھی یاد آیا تھا جس سے اس نے بے وفائی کی تھی لیکن وہ ماضی تھا۔ شہ بدان کے بارے میں ہنگامے اسے بتایا تھا کہ وہ بھی باگ واپس نہیں آئی باقی پہاڑوں کی دستوں سے اسے تلاش کرنا ممکن نہیں تھا۔ نہ ہی باگ والوں نے اس سے کبھی رابطہ کیا تھا۔ ان داغوں کی ن سے متاثر ہو کر اس نے عقابوں سے اپنے سلوک میں بہتری کر لی تھی تاکہ گناہوں کے احساس کا کچھ ہی ہو سکے۔ لیکن شمران اس کے گناہوں کی سزا بن گیا تھا۔ اس بیٹے کے لئے اس نے نہایت کے ہر اصول کو فدا کر دیا تھا اور یہ بیٹا اب اس کے لئے دن رات کی پریشانی بن گیا تھا۔ رخص، وحشی، جنگلی، اوباش دوستوں کی محفل کا رسیا۔ خونخوار۔۔۔۔۔ کسی کو خاطر میں نہ لانے والا۔ اس کی ہوشمندی کی ابتداء ہی ایسی ہوئی تھی۔ انسانوں کو ستانا، جانوروں کو بیدردی سے ہلاک کرنا۔

بہت ہی والے خاموش رہ جاتے تھے کہ مستقبل کا سردار تھا۔۔۔۔۔ لیکن اس احساس کا شکار کرے گاؤں پر آنے والا وقت بہتر نہ ہو گا۔ ہاں اگر کوئی چیز طریت بخش تھی تو بس یہ کہ وہ طاقتور تھا۔ نور تھی لیکن باقی جیسی قوت رکھتا تھا۔ اگر کسی کے دماغ میں خناس جاگے تو بدترین لمحوں سے نڈرے لیکن سرداری کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔ ہر چند کہ پہاڑوں میں عورت کی بڑی قدر تھی لیکن پھر بھی بنیاں اور بہنوں کا تحفظ باپ اور بھائیوں پر ہی ہوتا ہے اور صندوقہ کی بنی گانہ شمران کا شکار ہوئی تھی۔ مرنے سے پہلے اس نے بتا دیا تھا کہ شمران اس کی آبد کا قائل ہے۔ وہ آبد ہو کر جینا نہیں چاہتی۔ صندوقہ اور اس کے بیٹے نگانہ کی لاش لے کر میان کے کوستے پر آگئے تھے۔

”اس کا فیصلہ کیسے ہو کہ نگانہ نے جو کچھ کہا ٹھیک ہے۔“ میان لائی نے بے چینی سے کہا۔ ”جان دینے والا جھوٹ نہیں بولتا۔ میری بیوی گواہ ہے۔ شمران نے اس کے آگے پاؤں اندھ کر اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس دیا تھا اور وہ صبح مجھے بے ہوش ملی تھی جبکہ نگانہ نے میرے اڑدوں میں اپنے بھائیوں کے سامنے یہ الفاظ ادا کر کے جان دی تھی۔“

”گواہ گواہ صرف وہ لوگ ہیں جو نگانہ کے باپ ماں اور بھائی ہیں۔“ میان لائی نے کہا۔

”کیا ایسے ناپاک جرم باہر کے لوگوں کے سامنے کئے جاتے ہیں سردار۔“ صندوقہ نے روتے ہوئے کہا۔

”مجھے تحقیق کرنی ہوگی صندوقہ۔“

”انصاف کرے گا میان لائی؟“

”ہاں۔ انصاف ہو گا۔ کل صبح کوستے کے سامنے بڑے میدان میں فیصلہ سنایا جائے گا۔“

اپنے درمیان سے گزرنے کی جگہ دی اور اپنی منصب گاہ پر آگیا۔ لوگ ساکت ہو گئے تھے۔ ہر چہ انہیں قہر تھا۔ تب میان نے کہا۔ ”شران کہاں ہے؟“

چوہا انہیں طبعی کا ہنسنے لگا۔ ”علاہ ہنگامے جواب دیا۔

”اے باہر لے آؤ.....“ میان لائی تھکانہ لہجے میں بولا اور عقابوں میں ہنسنے لگا۔ لوگ سرگوشیوں میں تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ میان لائی کے لہجے سے انہوں نے مختلف زبے قائم کئے تھے۔ شران کو کوٹے کے سامنے لے آیا گیا، اس کے چہرے پر ہزاروں کی آواز اور شاید اطمینان بھی، بجائے کیوں وہ مطمئن تھا کہ سردار کا کیا ہوا فیصلہ اسے کوئی نقصان نہیں لگے گا۔ میان لائی نے ایک نگار صندالہ اور اس کے بیٹوں کی جانب دیکھا اور اسی وقت بے گشتار کو بھی جوابی عبادت گاہ سے نکل آیا تھا اور لائے کے سامنے ان لوگوں کے درمیان لپٹا تھا۔ تب میان لائی نے سردار کو ہنسنے لگا۔

”صندالہ عقابوں کی ہستی میں ایک معزز شخصیت کا نام ہے، میں اس کی بزرگی کا احترام کرتا ہوں اور اس کے ساتھ جو کچھ ہوا، سردار کی حیثیت سے اس کی مذمت کرتا ہوں لیکن یہ بات بانیہ کو پہنچ چکی ہے کہ صندالہ کو اپنی بیٹی کے سلسلے میں مکمل غلط فہمی ہوئی ہے۔ بات میرے بیٹے کی ہے ان کو ایسوں کی ہے جو کسی کو مجرم قرار دینے میں معاون ہوتی ہیں اور حیران کن بات یہ کہ اس سلسلے میں بزرگ گشتار نے خاص مداخلت کی ہے۔ بزرگ گشتار جو الزام شران پر لگایا گیا اس کی تردید تم کی الفاظ میں کرتے ہو؟“

”میں تجھے پہلے بھی بتا چکا ہوں معزز سردار کہ بچوں میں ایک نیا جذبہ ابھرا ہے اور یہ حیران بات ہے کہ عقابوں کی نئی نسل روشنی کی جانب راغب ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ روحانی سکون کی کوئی زیادہ پر لطف بتا دیتا ہے، سو وہ عبادت کرنے آئے لگے ہیں اور جس رات کا یہ تذکرہ ہے وہ سے چاند کی رات تھی اور سرشام ہی شران اور اس کے دوست عبادت گاہ پہنچ گئے تھے۔ میں کے جذبے سے بہت خوش ہوا تھا اور میں نے اپنے معمولات سے ہٹ کر ساری رات عبادت ان کا ساتھ دیا تھا اور اگر تم میرے ہاتھوں میں ایک ایسی چیز دے دو، جو بہت تاریک ہو تو میری اس کا تجربہ کر کے تمہیں پیش کر دے گی۔ سو یہ تو وہی نہیں سکتا کہ مجھے شران کے بارے میں غلط فہمی ہوئی ہو۔ ہاں ایک بوڑھا عقاب ہونے کی حیثیت سے میں بھی ان درندہ صفت ماکہ مذمت کرتا ہوں جنہوں نے صندالہ کی بیٹی کے ساتھ یہ وحشیانہ سلوک کیا۔ لیکن صندالہ اس کے بیٹوں کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے کیونکہ کم از کم اس رات کی گواہی میں دیتا ہوں۔“

ایک غلط ساچ گیا تھا۔ بہت مستند گواہی پہنچی تھی۔ صندالہ نے آہستہ سے کہا۔

”گواہی میری بیٹی کی زندگی اس طرح ضائع ہو چکی تھی کہ ہے عظیم سردار، ایک آخری بات اور بھابھتا ہوں، پچھلی رات مجھے کچھ دھمکیاں بھی ملی ہیں۔ مجھ سے کہا گیا ہے کہ میں اپنے خیالات کی خودی کروں، اور اس احساس کو لایا میٹ کر دوں کہ شران نے ایسا کوئی عمل کیا ہے۔ ورنہ کے ساتھ مجھے یہاں اور اگر میں اس ہستی سے باہر نکل جاؤں تو راستے میں بھگتنا پڑیں گے..... ایک ہے سردار، ہستی کی تقدیر کے فیصلے تجھے ہی کرنا ہوتے ہیں، لیکن بعض فیصلے ایسے ہوتے ہیں کہ ہم خودی کر لیا کرتے ہیں.....“

میان نے جواب دیا۔ کوٹے میں اس نے شران سے پوچھا۔ ”تجھ پر جو الزام لگایا گیا ہے۔“

”آہ کاش۔ مجھ پر یہ الزام ننگانہ کی زندگی میں لگایا گیا ہوتا۔“ شران نے مکاری سے ”تو کیا ہوتا؟“

”پہلے وہ عمل کرتا جو مجھ سے منسوب کیا گیا ہے۔ اس کے بعد یہ الزام قبول کر لیا۔“ جس بے حیائی سے تو اس خواہش کا اظہار کر رہا ہے اس سے یہ اندازہ ہوتا۔ سب کچھ کر بھی سکتا ہے۔“

”میرے خلاف فیصلہ دے دو میرے باپ۔ تمہیں اختیار ہے۔“

”میرا فیصلہ تیری موت بھی ہو سکتا ہے۔“ میان غرایا اور سوہانہ درمیان میں آگئی۔

”جرم ثابت تو نہیں ہوا ہے میان لائی۔ تمہاری تلخی بجا مگر تحقیق تو مکمل کرا الزام پر غصہ آئی جاتا ہے۔“

”ہاں۔ میرا گواہ بزرگ گشتار ہے۔ جب کبھی دل بے چین ہوتا ہے میں اپنے ساتھ گشتار کی عبادت گاہ چلا جاتا ہوں پچھلے دن بھی ہم عبادت گاہ میں تھے۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا تجھے عبادت سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔“

”نیک جذبوں کا مذاق اڑانے والے گناہ گار کہلاتے ہیں میرے عظیم باپ۔“

اولاد ہوں لیکن عبادت گاہوں کا مذاق اڑانا بہتر نہیں۔“ شران نے کہا اور میان خام لیکن دل قبول نہیں کر رہا تھا۔ وہ آنکھیں بند کر کے جینے والوں میں نہیں تھا۔ شام کو ملتا..... اور گشتار نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا۔

”روشنی والا چٹانوں میں کوئٹلیں آگاتا ہے۔ وہ کے کوئی جذبہ دے کون جانے عبادت میں مصروف رہے ہیں کیونکہ یہ پورے چاند کی رات تھی۔ وہ نور کے ہالے میں خواتی کرتے رہے تھے۔“

”کل صبح میرے کوٹے کے سامنے آجانا.....!“ میان کہہ کر چلا آیا۔ گشتار۔“

تصدیق کر دی تھی لیکن رات کے دوران اند میرے پیچ رہے تھے کہ کوئی باپ بیٹی کی لاش طرح مجمع عام میں نہیں آجاتا۔ لاشوں کو ایسے گھناؤنے الفاظ سے منسوب نہیں کیا جائے کہ چہرے پر سچائیاں رقم نہیں۔ اگر ان سچائیوں کو قبول کر لیا جائے تو اس کا نتیجہ کیا ہو کے کوٹے میں پھر تاریکی پھیل جائے گی کہ جانے کتنی ممتوں مرادوں سے روشن کیا ہوا ہوا بچھ جائے گا۔ نہیں..... ہرگز نہیں۔ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ ایسا نہیں ہونے دوں گا میں۔ میان نے بالا خر فیصلہ کر لیا۔ لیکن وہ احمق نہیں تھا۔ عقابوں کی نگاہیں پہاڑ کی دیکھ رہی تھیں..... وہ میان کی اس عادت کو جانتے تھے۔ جب وہ مشکل میں ہوتا تو سارا رات اسی پہاڑ کی چوٹی پر گزارتا تھا۔ اگر وہ اس فیصلے سے مطمئن ہو کر اپنے کوٹے میں لوگ اسے مخلص نہیں سمجھیں گے۔ رات اسی طرح گزار دینی چاہئے۔

صبح کو وہ پہاڑ سے اترا..... اس نے درمیان ہی سے دیکھ لیا تھا کہ اس کے کوٹے کے میدان میں پوری ہستی جمع ہو چکی ہے۔ صندالہ اور اس کے بیٹے بھی آچکے ہیں۔

میان لائی تھی۔ ضمیر نجانے کیوں جاگ کر پریشان کر رہا تھا اور میان لائی کو بے سکوئی کا کوئی نہ لگتی تھی۔ رات میں اس نے غلام، ہنگام کو طلب کر لیا۔ روزِ زوال کا فم البدل تو نہیں تھا یہ سہو رہا تھا۔ اور تجربہ کار تھا..... اور سب سے بڑی بات یہ کہ قابلِ اعتماد اور

”تیرا غلام ہوں اور تیرے لئے جیتا ہوں آقا۔ تجھے گشتار کا ماضی معلوم ہے نا؟“
 ”گشتار.....“ میان لائی نے چونک کر کہا۔ چند لمحات خاموش رہا، پھر آہستہ سے بولا۔
 ”گشتار ماضی میں ایک بد قماش اور مجرم انسان رہ چکا ہے لیکن اس وقت کی گفنگو سے گشتار
 نقل؟“

میان حیران نگاہوں سے ہنگامہ کو دیکھتا رہا، اور جب ہنگامہ کی بات اس کی سمجھ میں آئی تو وہ سخت عین ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں خوف ابھر آیا تھا۔ پھر وہ سرسراتے لہجے میں بولا۔ ”روشنی کی قسم۔ بڑی عجیب کہانی سنائی ہے تو نے۔ میں ان گھبراہٹوں کو سمجھ رہا ہوں۔“

”تیرا اقبال بلند ہو۔ ہمیں واپسی کی اجازت دے۔“ صندوق نے کہا اور اپنے بڑے ساتھ اپنے گھر کی جانب لوٹ گیا۔ میان لائی نے بستی والوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”صندوق انصاف قبول نہیں کیا ہے لیکن سچائیوں کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ تم لوگ منتشر ہو سکتے ہو۔ منتشر ہو گئے۔ شمران بھی مسکراتا ہوا ایک جانب بڑھ گیا اور میان لائی اپنے کو تیس اُ دراز ہو گیا۔ اس نے سرمایہ کے ہونٹوں کی پُر اسرار مسکراہٹ نہیں دیکھی تھی۔ وہ خام آنکھیں بند کئے نجانے کب تک اپنے بستر پر رہا۔ یہاں تک کہ ہنگامے بازیابی کی اجازت اور اس کے پاس پہنچ گیا۔ ”کیا بات ہے غلام ہنگامے.....؟“

”صندوق نے ایک جذباتی قدم اٹھایا ہے معزز میان لائی؟“

”کیا.....!“ میان لائی چونک اٹھا۔

”اس نے اپنے کوسے میں خود کو بند کر کے آگ لگائی ہے اور اندازہ یہ ہے کہ وہ خانہ ان کے ساتھ خاکستر ہو گیا ہو۔ اس نے سردار کا فیصلہ قبول نہیں کیا اور احتجاج اچٹائی۔“

میان لائی بستر سے نیچے اتر آیا۔ چند لمحے ہنگامہ کو دیکھا رہا اور اس کے بعد کوستے آیا۔ خاصے فاصلے تک اسے پیدل چلنا پڑا اور اس نے بھی آسمان سے باتیں کرتے ہوئے دیکھ لیا..... اطراف میں مجمع عظیم لگا ہوا تھا اور اندر سے گوشت جلنے کی چراند اٹھ رہی کہہ رہے تھے کہ بھلا اس آگ میں کسی کے زندہ بچ جانے کا کیا جواز ہے..... میان لا ہوئی آنکھوں سے پہلے بلند اور پھر سرد ہوتی ہوئی آگ کو دیکھا رہا۔ بھلا خود اپنی زندگی والوں کے لئے عقابوں کے سردار کا فیصلہ اور کیا ہو سکتا ہے بعد میں اس نے لوگوں سے کہا ”جاتے ہوئے صندالہ نے کہا تھا کہ بعض فیصلے خود بھی کئے جاسکتے ہیں، ہستی والا بستر نہیں ہوتے، یہ دلوں پر برے نقوش چھوڑ جاتے ہیں ہم صندالہ کو روک سکتے تھے اگر کا علم ہوتا کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ شمران تمہارا ہونے والا سردار ہے اس پر نگاہ رکھو برائیوں کی جانب راغب نظر آئے تو بہتر ہے کہ مجھے اطلاع دی جائے یہی تم سب کے ہے چونکہ تم دیکھ چکے ہو کہ پہاڑوں کے قانون میں اتنے ہی طاقتور سردار کی ضرورت ہو جانے کب کوئی سر پھرا سردار مبارغہ طلب کر بیٹھے اور تم پر مسلط ہو جائے وہ ایسا بھی ہو۔ برسوں کے عقابوں سے انتقام لینے کی خواہش ہو۔ خیر میں صندالہ کے لئے افرہ ہوں ا کے لئے بہتر عاقبت کی دعائیں ہی کر سکتے ہیں، جب اس کوستے کی آگ سرد ہو جائے تو جلی کو مناسب جگہ پینا دیتا۔“

صدا کے ساتھ جو کچھ ہوا وہی سچ تھا یہ مشکل آسانی سے ٹلے گی نہیں اور ہمیں نادان بچانا ہے۔

”تو نے اپنا فرض بحسن و خوبی پورا کیا ہے ہنگا، مجھے واقعی پریشانی لاحق ہو گئی ہے سوچ رہا ہوں کہ اب میں کیا کروں.....“

”غلام کو جب تو نے اتنا بولنے کا حق دیا ہے تو ایک خیال میرے ذہن میں آیا ہے تیرے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں.....“

”بول ہنگا میں اس وقت تجھے اپنا سب سے بڑا ہمدرد سمجھ رہا ہوں۔“

”گشتار کی اس نیکی کو قائم رکھ اور اس کے منصوبے کو ناکام بنادے اور یہی ہو کیونکہ گشتار بد بخت زبان بھی کھول سکتا ہے، اسے اس کے وجود میں قائم رہنے دے اور پھر اس کے منصوبے کو لمبا میٹ بھی کر دے.....“

”کیسے آخر کیسے.....؟“ میان لائی نے بے چینی سے سوال کیا۔ ہنگا مدد میان لائی کو اپنا منصوبہ بتانے لگا..... میان لائی بغور اس کی باتیں سن رہا تھا اور چہرے پر اس قسم کے آثار تھے جس سے یہ اظہار ہو کہ اسے ہنگا کی باتوں میں وزن محسوس ہے۔ پھر کچھ دیر مکمل خاموشی رہی اور اس کے بعد میان لائی نے کہا۔

”تیرا مشورہ ہر لحاظ سے بے حد مناسب ہے، واقعی اس وقت مجھے تجھ جیسے زیرک ضرورت تھی۔ ہنگا بالکل سچ کہا تو نے، یہی ایک مناسب طریقہ ہے۔“ اور اس کے بعد نے بڑی خاموشی سے تیاریاں کیں۔ عقابوں کے قبیلے سے بیس طاقتور جوانوں کا انتخاب اور وہ اوزار لے کر میان لائی کے ساتھ اس علاقے کی جانب چل پڑے جہاں چنگے نور درخت پھیلے ہوئے تھے اور جہاں گشتار نے اپنی خانقاہ بنائی ہوئی تھی جب یہ بیس جوان میں پھیلے ہوئے درختوں کو جڑوں سے کاٹنے لگے تو گشتار خانقاہ سے باہر نکل آیا۔ میان مسکرا کر اس کا استقبال کیا اور پھر محبت لہجے میں بولا۔

”عقابوں کے روحانی پیشوا..... میں نے دن رات غور کیا، تو نے عقابوں کے نوجوان کو نیکیوں کی جس راہ پر لگایا ہے وہ قابل ستائش ہے، درحقیقت عبادت گزار ہوتے ہیں اور نیکیو کار بھی..... میں چاہتا ہوں کہ تو اپنی اس تبلیغ کو وسعت دے علاقے میں ایک وسیع عبادت گاہ قائم ہو جائے، اور اس عظیم عبادت گاہ میں لوگ نہ رہنمائی میں عبادت کریں اور نوجوانوں کے دلوں میں روشنی پیدا ہو۔ میں یہاں ایک عبادت گاہ کا احاطہ بنا رہا ہوں اور اس احاطے میں یہ درخت بے کار ہیں چنانچہ میں کٹوانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور اسی فیصلے پر عملدرآمد ہو رہا ہے، سن گشتار روحانی پیشوا سے تجھے ایک بڑا مقام حاصل ہوگا اور تیری یہ ذمہ داری ہوگی کہ بہستی کے مجبور نوجوانوں کو راہ راست پر لائے، تجھے علم ہے کہ صدا کے خاندان جذباتی کیفیت کا گہرا ہو گیا کسی نہ کسی نے شمران کے نام پر ہی سہی لیکن یہ درندگی کی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں نیک جذبے پیدا ہوں اور اس کے لئے مجھے تجھ سے بہتر انسان اور کوئی نظر نہیں گشتار پر جو کچھ بیت رہی تھی اس کا دل ہی جانتا تھا لیکن بات ایسی تھی کہ خام

کوئی چارہ کار نہیں تھا..... اور کوئی ایسا ذریعہ نہیں تھا جن سے وہ ان قیمتی درختوں کو سے روک سکتا، جن کی پیداوار بار بار نہیں ہوتی اور جو نا صرف عقابوں کی سرحد میں بلکہ پاس کے جنگلوں میں بھی نہیں موجود نہیں تھے ان درختوں سے گشتار کو نوجوانوں کی بڑی حاصل ہونے لگی تھی اور ساتھ ہی ساتھ اس کی مالی حیثیت میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا تھا.....

وہ خون آلود نگاہوں سے زمین بوس ہوتے ہوئے درختوں کو دیکھتا رہا۔ اس کے خیال میں بڑی دولت ضائع ہو رہی تھی لیکن میان لائی نے اسی وقت دم لیا جب ایک ایک درخت کرکے نہ گر پڑا۔ جوان بڑی محنت سے کام کر رہے تھے ان درختوں کو ٹکڑے کر کے ایک انبار کر دیا گیا..... اور اس کے بعد خانقاہ کے احاطے کی کھدائی ہونے لگی.....

جوان رات تک کام کرتے رہے میان لائی نے معماروں کو حکم دیا کہ پہاڑی پتھروں کے سب سے پہلے خانقاہ کا احاطہ تعمیر کیا جائے اس کے اس حکم پر بھی عمل ہونے لگا۔ تی پتھروں کو لا کر جمع کئے جانے لگے۔ عقابوں میں کھلبلی مچ گئی تھی۔ خاص طور سے ان نوجوانوں جو درختوں کے سفید دودھ کے عادی ہو گئے تھے۔ گشتار سخت پریشان تھا اور پھر رات کی بیویوں میں لوگ اس وجہ سے اسے چوروں کی طرح عقابوں کی سرحد سے باہر جاتے ہوئے نہ سکے کہ وہ خانقاہ کی تعمیر میں مصروف تھے۔ یہ کام بڑی خوش اسلوبی سے جاری تھا اور اس کم از کم ایک خطرہ ٹل گیا..... عبادت گاہ تو تعمیر ہو گئی لیکن روحانی پیشوا کو شاید آسمان مایا گیا اس کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ تب ایک معزز اور نیکو کار بزرگ کو اس خانقاہ کا ت بنا دیا گیا اور یہ ذمہ داری اسے سونپ دی گئی کہ وہ عبادت گزاروں کو اس خانقاہ میں تکرانے.....

○.....○.....○

ترتیب یہ رکھی گئی تھی کہ شہ بدان اور باتو خوبانیوں، ناریلوں اور کھالوں کے تاجر کی ت سے اپنے گھوڑوں پر سفر کریں ان کے ساتھ وہ گھوڑے ہوں جو مال و اسباب سے لدے تھے اور چاروں لڑکیاں ان سے اتنا فاصلہ رکھیں کہ دیکھنے والوں کو نظر نہ آئیں۔ باتو نے

”جب نوجو میں میدان جنگ کی جانب چلتی ہیں تو ان کا ایک ہرا دل دستہ ہوتا ہے، یہ دستہ بندی کرتا ہے اور فوجیں عقب سے ملک کے لئے تیار رہتی ہیں، سو ہرا دل دستے میں ہم دو ہیں، اصل میں ہم تاجر کہاں بلکہ ہم تو ایک جنگ کے لئے میدان کی جانب نکلے ہیں، وہ جس کا آغا ز سالہا سال قبل کیا گیا تھا وہ اب اپنے شباب پر پہنچنے والی ہے۔“

شہ بدان نے خاموشی ہی اختیار کئے رکھی تھی ہر ایک اپنے اپنے خیالات میں ڈوبا ہوا تھا، ان کو وہ دور یاد آ رہا تھا، جب وہ چار ننھی معصوم بچیوں کو سیٹھے بے یار و مددگار ان پناہ کی تلاش میں نکلی تھی جہاں وہ پہاڑی شیطانوں کی نگاہوں سے بچ کر زندگی گزار سکے۔ سرحدیں عبور کر لی تھیں اس نے اور تقدیر نے ساتھ ہی دیا تھا کہ ویرانوں میں اسے دیکھنے کوئی نہ ملا اور نہ پانچ بچیوں کی ماں ہونے کے باوجود شہ بدان اس قدر دکش تھی کہ کوئی بھی

”نہیں باتو بابا..... جو کچھ تم نے ہمارے سینوں میں اتار دیا ہے وہی اب ہمارے وجود
جنش بن چکا ہے تم اس کے لئے مطمئن رہو۔“

سہمی رات اور کئی دن اس سفر میں گزر گئے اور پھر ایک چمکدار دھوپ پر جب وہ ایک درے
گزر رہے تھے ان کے لئے زندگی میں ایک نئی تحریک کا باعث بنی۔ درے کے دونوں جانب
نے پہاڑی نیلے بکھرے ہوئے تھے جو دور دور تک پھیلے ہوئے تھے لڑکیاں کافی پیچھے تھیں۔
بل کے مطابق آگے کی سمت میں باتو اور شہ بدان ہی تھے یا پھر ان کے بار بردار
وہ..... اور پھر باتو کے حساس کانوں نے کچھ آوازیں سنیں اور اس نے اپنے
وہ کی لگا میں کھینچیں گھوڑا اڑنے لگا۔ شہ بدان نے تعجب سے پوچھا۔ ”کیا بات ہے باتو۔“
”ہمارے آس پاس کہیں نہ کہیں کوئی موجود ہے میں بخوبی محسوس کر رہا ہوں۔“
شہ بدان نے گردن اٹھا کر چاروں طرف دیکھا، چمکدار دن خاموشی کا منظر پیش کر رہا تھا۔
نے کہا۔ ”ہو سکتا ہے ان سستان ویرانوں میں عقب سے آنے والی لڑکیوں کے گھوڑوں کی
سانائی دے رہی ہوں۔“

”نہیں..... ہمارا ان سے جتنا فاصلہ ہے اس کا میں تعین کر چکا ہوں اور پھر یہ
زیر.....“ لیکن باتو کو اپنا یہ جملہ درمیان ہی میں منقطع کر دیتا پڑا۔ درے کے اطراف
پھیلی ہوئی چھوٹی پہاڑیوں کے عقب سے چند گھڑ سوار نمودار ہوئے تھے۔ یہ کھنٹالے ہی تھے
ان کی تعداد تیرہ کے قریب تھی۔ سات ایک سمت سے آئے تھے اور چھ دوسری سمت سے
کے سارے قوی بیکل جو ان تھے اور شکل و صورت سے باشتقت نظر آتے تھے.....
نان کی آنکھوں میں نہ تو نرمی کے آثار تھے اور نا ہی مفاہمت اور دوستی کے۔ بلکہ انہوں نے
ماطرہ اپنے گھوڑوں کو دوڑایا کہ باتو کے بار بردار آخری گھوڑے کی پشت تک پھیل گئے
نئے سے آنے والے دو قوی بیکل آدمی ان دونوں کے سامنے پہنچ گئے شہ بدان اور باتو گہری
دول سے ان کا جائزہ لے رہے تھے۔ تب ان میں سے ایک نے کہا۔
”بوڑھے شخص اور بوڑھی عورت کون ہو تم اور یہ مال و اسباب لے کر کہاں جا رہے
.....؟“

باتو نے نرم لہجے میں کہا۔ ”معزز سردار ہم تجھے تعظیم پیش کرتے ہیں، تاجر ہیں ہم اور دیکھ
سے گھوڑوں پر خوبائیاں اور ناریل لدے ہیں اور ہمارے پاس بہترین کھالیں موجود ہیں لیکن
سے زہنوں میں کسی خاص قبیلے کا کوئی تعین نہیں ہے، جس آبادی میں بھی ہمیں تجارت کا
غلے کا ہم اپنا مال و اسباب وہاں اپنی ضروریات کی اشیاء کے عوض فروخت کر دیں گے۔“
ب میں قوی بیکل شخص کے منہ سے بھیاں بکھڑکیاں نکلا۔ اس نے کہا۔
”تو پھر نامعلوم سے محروم ہوڑھے، تجھے ہم سے اچھا تاجر کوئی اور نہیں ملے گا..... واہ یہ
عزیز خوبائیاں ہیں ان کا بھورا رنگ بتاتا ہے اور تعین طور پر ناریل بھی بے حد قیمتی ہیں پھر
الوں کے یہ انبار۔ تم دونوں بوڑھے لوگ بھلا اس کے عوض حاصل شدہ دولت کا کیا کرو
میں تمہیں تو ایسے بھی اب زندگی کے آخری سانس گننے چاہئیں۔ خیر کوئی بات نہیں۔ ہم تمہارا
سازد سامان خریدنے کے لئے تیار ہیں بولو کیا قیمت لگاتے ہو ان کی.....“

”اور یہ تمام زمینیں بھی یہاں موجود تھیں، ہم نے تو ان کا تصور بھی نہیں کیا
آہ یہ سوچ کر ہمارے دل عجب سے ہو جاتے ہیں کہ ان زمینوں پر ہمارے علاوہ کون
ہیں۔ کیسا عجیب لگے گا ہمیں ان انسانوں کو دیکھ کر.....“
”لیکن تمہیں اپنا منصب برقرار رکھنا ہے فوہا..... کیسے یوں نہ ہو کہ یہ
شخصیت میں کمزوری بن جائے۔“ فوہا نے مسکرا کر باتو کو دیکھا اور کہا۔

بد نگاہ اسے پریشان کر سکتا تھا۔ یہ تمام خیالات اس کے دل میں تھے۔ لیکن شوہر کی
نے دل پر اتنے کاری زخم لگائے تھے کہ وہ ہر چیز سے بے گانہ ہو گئی تھی۔ تقدیر کی اتار
تھی..... کھنٹالے بھی ملا، زندگی گزارنے کا قدرتی سامان بھی اور اس کے بعد باتو
مل گیا بچپن کے لئے جس نے یہ طوفان جنم دے دیے تھے۔ آج وہ جن راستوں پر
تھی وہ اس کے ذہن میں بھی نہیں رہے تھے۔ اتنا طویل عرصہ گزارا تھا اس نے
کنارے کہ اب اس جگہ کے سوا کسی اور جگہ کو نہیں پہچانتی تھی۔ ہاں یہ سفر
نجانے کیا کیا یاد آ رہا تھا اسے، ماضی کی تصویریں اس طرح ذہن میں چسپاں ہو جاتی
سے نجات حاصل کرنا ہی مشکل ہو جائے شہ بدان کو ماضی کا ایک ایک نقش نگاہوں
رقصاں محسوس ہوتا تھا۔ بچپن اس نے بستی باگ میں گزارا ماں باپ کے زیر سایہ
نے ایک سیاہ داغ دل پر لگادیا تھا یہ محبت کا داغ تھا اور یہ داغ ایسا داغ بنا کہ اس
ہی نہ سکا، وہ اپنی مرضی کے خلاف میان لائی کی ملکیت بن گئی اور پھر میان لائی نے
طرح در بدر کر دیا آج بہت سے لوگ یاد آ رہے تھے، جن میں میان لائی سرفرست تھا
کے دل میں بس ایک ہی خیال تھا۔ میان لائی سے محبت تو اب اس کے تصور میں ہم
بھلا ایک ایسے شخص سے کیا محبت کی جاسکتی ہے جس نے اسے زمانے کی ٹھوکروں
دیا۔ لیکن اگر کبھی موقع ملے اور وہ میان لائی کو اپنے قدموں میں پائے تو یہ سوال اس
کر لے کہ اس کی پانچویں بچی کہاں ہے۔ چشم تصور میں اس نے نجانے کیسی کیسی کہاں
لی تھیں اس نے دیکھا تھا کہ میان لائی اس کے سامنے گڑ گڑا رہا ہے تب اس نے بنا
کہا کہ اس کا قصور معاف کیا جاسکتا ہے لیکن اس شرط پر کہ اس کی بچی اسے دے دے
وہ سب کچھ بھول جائے گی۔ ورنہ اسے عقابوں کی سرداری چھوڑنا پڑے گی۔ بلند
کی چوٹیاں، چھوٹے چھوٹے جوہر، گھنے جنگل سبزہ زار میدان اور نجانے کیا کیا.....
یہ سب کچھ جاری رہا..... باتو کی نگاہیں بھی دور دور تک کا جائزہ لے رہی تھیں
کہا۔

”بہت بڑھ چلا ہے جیسا تھا بالکل ویسا ہی پایا اور میں تو اس کی جھلکیاں
ہوں۔ لیکن تعجب ہے اتنا سفر کرنے کے باوجود ہمیں کوئی آبادی نظر نہیں آئی.....
”اس کے لئے ہمیں اس سمت کو کاٹنا ہوگا، میرا خیال ہے اب ہم داہنی
بڑھیں۔“ شہ بدان نے کہا اور باتو نے اس سے اتفاق کر لیا۔
دوران سفر گاہے گاہے چاروں لڑکیاں بھی قریب آ جاتی تھیں ان کے چہرے فوہا
نظر آتے تھے۔ فوہا نے کہا۔

”اور یہ تمام زمینیں بھی یہاں موجود تھیں، ہم نے تو ان کا تصور بھی نہیں کیا
آہ یہ سوچ کر ہمارے دل عجب سے ہو جاتے ہیں کہ ان زمینوں پر ہمارے علاوہ کون
ہیں۔ کیسا عجیب لگے گا ہمیں ان انسانوں کو دیکھ کر.....“
”لیکن تمہیں اپنا منصب برقرار رکھنا ہے فوہا..... کیسے یوں نہ ہو کہ یہ
شخصیت میں کمزوری بن جائے۔“ فوہا نے مسکرا کر باتو کو دیکھا اور کہا۔

کردیئے۔ غلامانہ نے کہا۔
 ”میں اس بلند پہاڑی پر جاری ہوں باتو۔ تاکہ وہاں کے اطراف پر نگاہ رکھ سکوں۔
 نے فخریہ گردن ہلائی اور آہستہ آہستہ ان لوگوں کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔
 ”کیا تم ان لڑکیوں کو ہر لحاظ سے مکمل نہیں پاتیں۔ وہ ہر بات کا پورا خیال رکھتی
 شہ بدن خاموش اس کے ساتھ چلتی رہی۔ باتوان کے قریب پہنچ گیا پھر ہیگان سے بولا۔
 ”عظیم سوداگر! اب تم ہمیں کچھ دوسرے حالات سے آگاہ کرو گے۔ مثلاً یہ راستہ کہاں جا
 تہماری آبادی کہاں ہے؟“

”ہمیں جانے دو۔ جو کچھ ہوا اس کیلئے ہم تم سے معافی چاہتے ہیں۔“ ہیگان نے کہا۔
 ”نہیں دوست جو کچھ ہوا ہے اس کیلئے تو اب ہم تم سے معافی مانگنے کی حالت میں
 کوئی بستی سے تعلق ہے تمہارا۔“
 ”بستی باگ کے رہنے والے ہیں ہم.....“ ہیگان نے جواب دیا اور شہ بدان
 پڑی۔ باتو نے فوراً کہا۔ ”بستی باگ یہاں سے کتنی دور ہے۔“
 ”اس دترے کو عبور کر کے تمہیں بائیں سمت کے جنگلوں میں داخل ہونا ہوگا
 جنگلوں کے دوسری طرف ہے۔“

”کیا باگ کے رہنے والے اب لوٹ مار کرتے ہیں۔“ شہ بدن گھو گھیر لہجے میں بولا۔
 ”اور کیا کریں۔ زامہ نے ہر چیز پر قبضہ جمالیا ہے۔ اس نے عام لوگوں کیلئے
 چھوڑا۔ ہر شے اس کے قبضے میں ہے۔“

”زامہ..... مگر باگ پر تو سلاہ کی سرداری ہے۔“ شہ بدن بولی۔
 ”کب کی بات کر رہی ہو۔ یہ تو پرانی بات ہے۔“ ہیگان بولا۔
 ”مگر سرداری سلاہ کے ہاتھ سے کیسے گئی؟“

”مبارغہ ہوا تھا۔“
 ”تو کیا۔ سلاہ مارا گیا۔“
 ”نہیں..... وہ اور اس کے بیٹے زامہ کے قیدی ہیں اور زامہ ان کی نافرمانی
 ہے۔“

”مگر یہ کیسے ہوا؟“
 ”ہم مر رہے ہیں اور تو کمائیاں سن رہی ہے۔ ان کینٹ شیطانوں نے ہماری
 چور کردی ہیں۔“ ہیگان کریناک لہجے میں بولا باتو نے اپنے سارے کی ککڑی ہیگان کو
 ہوئے کہا۔
 ”تم مر رہے ہو، مرے نہیں ہو۔ اس لئے جو کچھ پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب
 نے خونی نظروں سے باتو کو گھور کر کہا۔ ”کاش میں تجھے ہلاک کر دیتا۔“

”جواب دے۔“ باتو نے دھاڑ کر کہا اور اپنی ککڑی ہیگان کی زخمی ٹانگ پر مار
 ترپنے لگا۔ باتو نے دوسری بار ککڑی اٹھائی تو وہ سہم کر بولا۔
 ”بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔ سلاہ امن پسند اور صلح جو تھا اور اس کے بیٹے بھی
 ”تم مر رہے ہو، مرے نہیں ہو۔ اس لئے جو کچھ پوچھا جا رہا ہے اس کا جواب
 نے خونی نظروں سے باتو کو گھور کر کہا۔ ”کاش میں تجھے ہلاک کر دیتا۔“

تھے۔ اس بات کو سبھی جانتے تھے کہ سلاہ اپنی سرداری قائم نہ رکھ سکے گا۔ زامہ نے
 سے کام لیا اور سلاہ کے دونوں بیٹوں کو دھوکے سے تسورا کے جنگلات میں شکار کھیلنے
 دیا۔ جب وہ چلے گئے تو زامہ نے سرکشی کی اور سلاہ سے مبارغہ طلب کیا۔ انہوں نے بہت
 ہنسا رہے تھے جنہوں نے فیصلہ دیا کہ مبارغہ فوراً کیا جائے اور سرداری کا فیصلہ کیا جائے۔
 نے خاموشی سے پسپائی قبول کر لی پھر تسورا سے واپسی پر سلاہ کے دونوں بیٹوں کو بھی
 کر لیا گیا۔“

”ان کی گرفتاری کیوں عمل میں آئی۔“ شہ بدن کی آواز آنسوؤں میں گندھی ہوئی تھی۔
 ”سب کچھ دھوکہ تھا۔ سرکش زامہ سلاہ سے انتقام لینا چاہتا تھا اس نے دونوں لڑکوں پر
 کے الزام لگائے اور اپنی بہن سے تصدیق کرا دی۔“
 ”آہ۔ میرے بھائی ایسے نہ تھے۔“ شہ بدن بے اختیار رو پڑی.....! اور ہیگان کا منہ
 سے کل گیا۔ اس نے تعجب سے شہ بدن کو دیکھا پھر تعجب سے بولا۔
 ”کیا تو سلاہ کی بیٹی ہے.....؟“

○.....○.....○

میان لائی چورنگاہوں سے شران کا جائزہ لے رہا تھا۔ شران سخت چراغ پا تھا۔ وہ گشتار کو
 ل رہا تھا۔ عموماً اس کا وقت دوستوں کے ساتھ سوچ بچار میں گزرتا تھا۔ مطلوبہ شے نہ
 سے وہ سخت پریشان تھا۔ میان نے ہنگام سے کہا۔
 ”اس پر جنون طاری ہے۔ کوئی ایسا عمل نہ کر بیٹھے جس سے مجھے قبیلے کے سامنے شرمندہ
 پڑے۔“

”ایسا ہو سکتا ہے باغہ..... میرے دماغ میں ایک ترکیب آئی ہے۔“

”تو.....!“
 ”تسورا میں شکار شروع ہو چکا ہے۔ اگر کوئی ترکیب اسے وہاں بھیجنے کی ہو سکے تو.....!“
 ”میرا بیٹا شکار میں گیا۔ اس نے کہا۔“ ہاں۔ یہ ممکن ہے۔“
 ”اس نے بھری چوہال میں کہا۔“ اس بار تسورا کے شکاریوں میں ایک نام ابھرے گا۔ ایک
 شکاری کا جو تسورا کے تیندلوں کو تسنس کر دے گا۔“
 ”وہ کون ہو گا۔؟“ کسی نے سوال کیا۔

”میرا بیٹا شران لائی۔“ شران لائی نے چونک کر باپ کو دیکھا تھا۔
 ”کوتے میں شران نے خود باپ سے پوچھا۔“ کیا مجھے تسورا جانے کی اجازت ملے گی؟“
 ”تو مستقبل میں عقابوں کا سردار بنے گا۔ تجھے ایسے ہی کارنامے سرانجام دینا ہوں گے
 ان کی دھاک بیٹھ جائے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے مگر مجھے بند و قیدیں کب دی جاتی ہیں۔“
 ”بند و قید کوئی عام کھیل نہیں ہے۔ وہ یا تو دشمنوں کے خلاف استعمال ہوتی ہے یا وحشی
 کے خلاف۔ تسورا میں تو بند و قید ہی سے شکار کھیلے گا۔“
 ”اور تم مجھے انکی کچڑ شکار کھلاؤ گے.....“

”شکار میں کسی کی انگلی نہیں پکڑی جاتی۔ تجھے آزادی سے شکار کھیلنے کا موقع گا۔“

”تب پھر میں تمہارے قول کو سچا کر دکھاؤں گا لیکن شرط یہ ہوگی کہ میں آزادی کھیلوں گا اور میرے آٹھ دوستوں کو بھی بندوقیں دی جائیں گی۔“

”مجھے تیری شرط منظور ہے۔“

”اور میں تنہا جاؤں گا۔“ شران نے کہا۔

”عقابوں کا پرچم لے کر.....؟“

”ہاں۔ میں عقابوں کے نام کو سر بلند کروں گا۔“ شران نے خوش ہو کر کہا پھر اچھے خوشخبری اپنے دوستوں کو سنادی۔

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن اس سے ہمیں کیا فائدہ ہوگا۔ ہماری ضرورت تو پھر بھی ہوگی۔“ دوستوں نے اداسی سے کہا۔

”احتمول..... کیا تمہارے خیال میں جنگلوں میں کہیں ان جیسے درخت نہ ہوں۔“

”کیا تمہارے خیال میں جنگلوں میں کہیں ان جیسے درخت نہ ہوں۔“

”کیا تمہارے خیال میں جنگلوں میں کہیں ان جیسے درخت نہ ہوں۔“

”کیا تمہارے خیال میں جنگلوں میں کہیں ان جیسے درخت نہ ہوں۔“

”کیا تمہارے خیال میں جنگلوں میں کہیں ان جیسے درخت نہ ہوں۔“

”کیا تمہارے خیال میں جنگلوں میں کہیں ان جیسے درخت نہ ہوں۔“

”کیا تمہارے خیال میں جنگلوں میں کہیں ان جیسے درخت نہ ہوں۔“

”کیا تمہارے خیال میں جنگلوں میں کہیں ان جیسے درخت نہ ہوں۔“

”کیا تمہارے خیال میں جنگلوں میں کہیں ان جیسے درخت نہ ہوں۔“

”کیا تمہارے خیال میں جنگلوں میں کہیں ان جیسے درخت نہ ہوں۔“

”کیا تمہارے خیال میں جنگلوں میں کہیں ان جیسے درخت نہ ہوں۔“

”تسو جگ کئے اور پھر اس کی آنکھیں جذبات سے انگارہ ہو گئیں۔“

”تو۔“ میان لائی کی آواز میں غرا نہیں چھپی ہوئی تھیں۔

”ہاں آقا، تیرا غلام تیرے قدموں کی خاک۔“ ہنگا جذباتی لہجے میں بولا۔

”تو یہاں کیوں آیا ہے غلام ہنگا، کس نے طلب کیا تھا تجھے تو جانتا ہے کہ پہاڑ کی یہ چوٹی تو یہاں کیوں آیا ہے اور جب میں کسی کو اطلاع دیے بغیر یہاں آتا ہوں تو اس کا مطلب ہوتا ہے

”میں کسی کی موجودگی میں کبھی برداشت نہیں کر سکتا۔“

”غلام اچھی طرح جانتا ہے آقا، ایک بار تو نے کہا تھا کہ روزاں جیسا وفادار اس روئے

”نار پر دوسرا نہیں ہوگا میں نے تجھے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا آقا، لیکن تیری بات

”مجھے شدید اختلاف تھا۔ وفادار خون تو کسی کے جسم میں بھی دوڑ سکتا ہے، مجھے بھی اپنی

”اری پر باز ہے اور میں وفا شعار میں میں ہمیشہ روزاں سے آگے بڑھ جانے کا خواہشمند رہا ہوں،

”ہوں کے سردار میں کبھی کسی موقع پر اس کا ثبوت پیش کرنا چاہتا تھا۔ غلام روزاں کو تو نے جو

”داری سونپی تھی اس نے اسے انجام دیا یا نہیں یہ وقت جانتا ہے، لیکن اگر اسے موت بھی

”تھی تو تیرے قدموں میں پہنچ کر ہی آتی چاہئے تھی، اسے یہ بتا کر مرنا چاہئے تھا کہ اس نے

”عقلم کی قہر کر دی ہے، آقا یہاں اس کی وفاداری مشکوک ہو جاتی ہے اور وہ اس قدر

”قدر نہیں رہتا، جتنی قدر اس کی تیرے دل میں ہے، جبکہ تیرا یہ غلام اس وقت تیرے

”نے ہے اور اس نے تجھے روتے ہوئے دیکھا ہے آقا، کاش میرے خون کے قطرے تیری

”سوں سے آنسو بن کر گرتے، میری زندگی کا اس سے بہتر اہتمام اور کوئی نہیں ہوتا اور سن

”اگر تو اس بات پر برگشتہ ہے کہ میں تیری تنہائی میں نکل ہوا اور میں نے تیرے حلق سے

”لیوں کی آواز اور آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دیکھے تو گناہ گار میرے اعضاء ہیں۔ یہ

”میں جنہوں نے تجھے روتے ہوئے دیکھا یہ کان جنہوں نے تیری سسکیوں کی آواز سنی، آقا

”نہ چند لمحات کی زندگی دے مجھے تاکہ میں تجھ سے دل کی بات کہہ دوں۔ اس کے بعد اپنے

”خبرے میں اپنی دونوں آنکھیں نکال کر میرے قدموں میں ڈال دوں گا تاکہ یہ آنکھیں کسی

”یہ نہ کہہ سکیں کہ انہوں نے کیا دیکھا۔ میں اپنے کانوں میں تیرے سامنے فولادی سلاخیں

”ٹیک لوں گا آقا، تاکہ انہیں تیرے حکم کے خلاف گناہ کی سزا مل جائے اور اسی خنجر سے میں

”انسان کاٹ کر تیرے سامنے پیش کر دوں گا تاکہ تجھے یہ احساس نہ رہے کہ یہ زبان کسی کے

”منہ سے نکل جائے گی۔ مگر میرے آقا میں تجھے روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا، یہ سب کچھ کرنے سے

”غلام کو تھکائے کہ تیرے دل میں یہ غم کیوں بیدار ہوا، جس نے تیری آنکھوں سے آنسو نکال

”.....“

”میان لائی کی آنکھوں کی سرخی کم ہونے لگی، غلام ہنگا نے ایک زندگی گزار دی تھی اس کے

”تو روزاں کے بعد وہی اس کا وفادار رہا تھا اور اس کے ہر دمکھ کچھ کاسا تھی بھی۔ اسی نے

”ات سے کام لے کر شران کے بارے میں اسے تفصیل بتائی تھی۔ اگر یہ راز داں بھی اس

”ساتھ نہ رہا تو بالکل تنہائی کی زندگی اختیار کرنی پڑے گی اسے اور پھر غلام ہنگا کے الفاظ میان

”کے دل میں گداز پیدا کر رہے تھے اس نے رخ تبدیل کر لیا اور لرزے قدموں سے ایک پتھر

”.....“

”.....“

”.....“

پر جا بیٹھا چند لمحات سوچتا رہا پھر مدھم لمبے میں بولا۔

”نہیں غلام ہنگا، تجھے یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ مجھے تیری زندگی میں تیری وفا شعار کی کا اعتراف کرتا ہوں، میں جانتا ہوں کہ تو زندگی کی قیمت کوئی راز کبھی کسی کے سامنے بیان نہیں کرے گا۔ غلام ہنگا میں پامال ہو گیا ہوں۔ ہم سوچ میں پس کر رہ گیا ہوں اور اب مجھے احساس ہوتا ہے کہ میرے فیصلے غلط تھے، میں کرنے سے قاصر تھا، اب مجھے رہ رہ کر شہ بدان یاد آتی ہے اپنی بیٹیاں یاد آتی ہیں غلام احساس اب بہت شدت اختیار کر چکا ہے کہ زندگی میں..... میں نے کسی کے ساتھ کیا شاید روشنی والا اس کے لئے مجھے معاف کر دے لیکن شہ بدان وفا شعار تھی اور پیدائش میں اس کا کوئی قصور نہیں تھا لیکن میں نے اس کے ساتھ بدترین ظلم کیا اور والے نے مجھے اسی دنیا میں اس ظلم کی سزا دے دی حالانکہ شہ بدان اگر چاہتی تو اپنے پاس واپس جاسکتی تھی، بستی باگ میں پہنچ کر وہ میرے خلاف نفرت پیدا کر سکتی تھی۔ کچھ نہ ہوتا تو کم از کم سلاب اور اسکے بیٹے مجھ سے یہ سوال ضرور کرتے کہ میں نے ان پر یہ ظلم کیوں کیا..... لیکن جاتے ہوئے اس نے کہا تھا کہ وہ اپنی بستی واپس نہیں جا۔ اسے نہیں جانا چاہئے تھا ہنگا، کیونکہ میں نے اس پر شرمناک الزام لگائے تھے..... سرداری بے شک چلی جاتی میرے ہاتھ سے لیکن میری بیٹیاں..... کیا ظلم کیا ہے میں پر..... میں نے اپنی غیرت کو رد کر دیا ہے اور روشنی والے نے یہ سزا مجھے شہ بدان میں دی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ سوامیہ نے اپنا قول نبھادیا اور اس نے بھی وفا ساتھ میری زندگی میں شمولیت اختیار کی ہے، مجھے اس سے کبھی شکایت نہیں ہوئی..... شہ بدان، پہلی بار اسے دیکھ کر میرے دل میں خوف جاگا ہے۔ ہاں میں عقابوں کے ہو۔ سردار سے خوفزدہ ہوں..... ہنگا تو یقین کر، مجھے اس سے ڈر لگتا ہے.....“

”شہ بدان سے.....“ ہنگا نے تعجب سے کہا۔

”ہاں ہنگا..... وہ سرکش ہے اس کی کوئی ادا مجھے یہ احساس نہیں دلاتی کہ اگر میں میرے لئے باپ جیسا احترام ہے، وہ شاطر بھی ہے اور اس کے چہرے پر میں نے؟ ایسی مکاری دیکھی ہے جس سے مجھے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ بھی بولتا ہے وہ سچ ہے اس کے دل میں کچھ اور ہے اور آنکھوں میں کچھ اور..... وہ طاقتور بھی ہے اور تو کہ عقابوں کی سرداری کے لئے ایسے ہی سرکش ایسے ہی طاقتور سردار کی ضرورت ہے میں بے شک تسلیم کرتا ہوں..... لیکن اگر اس نے مجھ سے مبارغہ طلب کر ہوگا.....؟“

ہنگا لرز گیا اور اس کے منہ سے سرسراتی آواز نکلی..... ”تجھ سے مبارغہ.....؟“

”ہاں..... یہ بات تو بھی جانتا ہے اور مجھے بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ صندا کے ساتھ جو کچھ ہوا اور جس نے کیا وہ شہ بدان کے سوا اور کوئی نہیں تھا..... لیکن میں سزا نہیں دے سکا اس لئے کہ وہ میری اولاد تھا اور اس لئے بھی کہ اسے ایک ایسی بائیں دی جاسکتی تھی جس کے لئے وہ ٹھوس جواز رکھتا تھا۔ وہ مجھ سے مبارغہ طلب کر

بات کا مجھے یقین ہے۔ میں اسے کسی بات پر دباتے ہوئے خوفزدہ رہتا ہوں اور میرے بہت دوست میرے اس سچ کو کبھی شک کی نگاہ سے نہ دیکھنا کہ اگر میں نے اس کی سرکشی کو دبانے کو شل کی تو وہ میرے مد مقابل کھڑا ہو سکتا ہے۔ دیکھ ہنگا، میں مرنے مارنے سے نہیں..... ابھی میرے جسم میں اتنی جان ہے کہ میں اپنے مد مقابل سے سخت جنگ کر سکتا ہوں اگر خود شہ بدان بھی میرے مقابل آجائے تو شاید آسانی سے مجھے شکست نہ دے سکے..... لیکن اگر اس نے مجھ سے مبارغہ طلب کر لیا تو یہ پھاڑوں کے قانون کے مطابق اس کا ہنا ہے۔ میں اس وقت بھی اسے نقصان نہیں پہنچا سکوں گا کیونکہ عقابوں کی سرداری تو اس قدر ہے..... لیکن ہنگا میں اسے زندہ رکھنا چاہتا ہوں، وہ فطرتاً خراب ہے، میں چاہتا ہوں۔ اسکی اصلاح ہو جائے اور اس کے بعد میں سرداری اس کے حوالے کروں میں نے اسے بارے کر سمورا کے جنگلات میں شکار کھیلنے بھیجا ہے لیکن میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس سمورا کی داستان تباہی سے تعبیر ہوگی۔ شہ بدان کے ہاتھ میں ہتھیار ہیں اور وہ طاقتور ہے جو بھی کرے گا وہ بہت برا ہوگا اور اس برائی کو میں اپنی طاقت سے نہیں روک سکتا۔ ہاں اگر رہے سردار اس کے مخالف ہو جائیں تو اسے ضرور قید کر لیں گے اور جب وہ مجرم بن کر قید ہائے گا تو کم از کم زندہ تو رہے گا، میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور میں نے اس لئے اسے بارے کر کھنا بھیجا ہے اس کے اوباش دوست اسے ضرور غلط راستوں پر لے جائیں گے اور کوئی جرم کر کے وہ گرفتار ہو جائے گا تو میں ان لوگوں سے درخواست کروں گا کہ وہ اسے میرے حوالے کر دیں، اس کی سزا میری مرضی پر چھوڑ دیں، میں اسے ایمانداری سے ایک لڑکے قید رکھوں گا۔ ہو سکتا ہے قید خانے میں قید رہ کر وہ اپنے برے دوستوں کی صحبت سے دم ہو جائے اور اس کی اصلاح کا کوئی ذریعہ نکل آئے، اسے سمورا کے جنگلات بھیجتے ہوئے نے بہت غور کیا ہے اور اسی بنیاد پر میں نے اسے روانہ کیا ہے۔ میں اس لئے رو رہا ہوں ہنگا میں نے اپنے بیٹے کے خلاف بھی ویسی ہی سازش کی ہے، جیسی کبھی میں نے سارغہ کے خلاف کیا۔ انسان اپنے گناہ کبھی نہیں بھولتا۔ یہ دوسری بات ہے کہ یہ گناہ اس کے سینے میں ریشہ بٹے رہتے ہوں۔ وہ ان گناہوں سے نجات بھی حاصل نہیں کر سکتا کیونکہ داغ میں وہ ہمیشہ محفوظ رہتی ہیں۔ آج میں شہ بدان کے لئے رو رہا ہوں تو اپنے دوست سارغہ کے بھی میری آنکھیں شہ بدان ہیں جو آنکھیں بند کر کے مجھ پر مجبور کرتا تھا اور میں نے اس کے دے کو زخمی کر کے عقابوں کی سرداری حاصل کی تھی۔ سنا غلام ہنگا، اب تجھے علم ہو گیا ہوگا ہائے کچھ کچھ کبھی کبھی تم کیسے ہو جاتے ہیں.....“

میان لائی کی آواز گلو گلو ہو گئی اور غلام ہنگا پتھر اگیا۔ وہ شہ بدان سے میان لائی کو بلاتا تھا اسے یہ منصوبہ بہت عجیب لگا تھا۔ دیر تک خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

”مگر آقا اگر شہ بدان نے جرم کیا اور اس کی سزا پائی تو پھر عقابوں کا قبیلہ اسے سردار کی سزا سے کبھی قبول نہیں کرے گا۔“

”میں جانتا ہوں۔“

”تو کیا شہ بدان سردار نہیں بنے گا.....!“

”میں نے زندگی میں بے شمار گناہ کئے ہیں۔ ان گناہوں کے احساس نے میرا دم ہے۔ جب اس احساس کی شدت بڑھ جاتی ہے تو مجھے سانس لینا مشکل ہو جاتا ہے۔ مگر ستم رسیدہ خاندان کو میں کبھی نہ بھول سکوں گا۔ ایک خاندان نے شمران کے ظلم سے ہو کر خودکشی کی ہے تو جب شمران سردار بن جائے گا تو اسے کون روکے گا۔ دوسرے تباہی کا گناہ بھی کیا میرے ہی سر نہ ہوگا۔ اب اور گناہ کرنے کو دل نہیں چاہتا ہنگام۔“

”تو نے ایک بیٹے کی طلب کے لئے کیا نہیں کیا میان لائی میرے آقا۔ کتنی منزلوں سے شمران پیدا ہوا تھا۔“

”ہاں۔ ہم روشنی والے کے سامنے ایسی چیزوں کے لئے بھی ہاتھ پھیلا دیئے ہیں حصول بھی ایک جرم ہوتا ہے برائی ہوتی ہے لیکن ہم اپنی ضرورتوں کو مد نگاہ رکھتے ہیں۔ اپنی ضرورتوں کو..... آج مجھے یاد آتا ہے ہنگام۔ شہ بدان بے وفانہ تھی۔ اس نے میرے بیٹے کے بعد صرف مجھے نگاہ میں رکھا۔ اس کی پاکبازی کا مجھ سے بڑا گواہ اور کون ہوگا روشنی والے نے اسے بیٹیاں دیں۔ تو خود سوچ ہنگام۔ یہ سب کچھ تو روشنی والا کرتا ہے۔ نے مجھے صرف بیٹیاں دیں اور میں شہ بدان کو اس کا مجرم قرار دیتا رہا۔ ہر بار وہ شمران آکھ نہیں اٹھاتی تھی۔ اس نے خود کو مجرم مان لیا تھا جبکہ اس کا کوئی جرم نہیں تھا۔ اور بار میں نے اس کے جرم کی سزا دے دی اسے۔ اس جرم کی جو اس نے کبھی نہ کیا تھا۔ خود کو مطمئن کر لیا۔ سوامیہ سے شادی کی اس سے بھی بیٹا مانگا اور شادی مشروط کر دی روشنی والا سوامیہ کو بھی در بدر نہیں کرنا چاہتا تھا چنانچہ اس نے سوامیہ کا تحفظ کیا اور میرا سزا تجویز کر دی۔ یہ سزا شمران کی شکل میں ہے۔ بول ہنگام ایسا ہے کہ نہیں۔ میرا شوالہ۔ عقابوں کا ہونے والا سردار میرے لئے ہی خوف بن گیا ہے یہ سزا نہیں ہے میرے لئے۔“

”خود کو سنبھال آقا.....!“ ہنگام نے کہا۔

”ہاں۔ میں نے خود کو سنبھال لیا ہے۔ اب میں نے خود کو سنبھال لیا ہے۔“ میان لہجہ بدل گیا۔

○.....○.....○

زردبان بے حد خوش نصیب تھی کہ دل والوں کے ہاتھ لگی تھی۔ آسٹرو لین اور دوسرے سرپرستوں نے اسی پر اپنی زندگی صرف کر دی تھی۔ پھر اس کی تکمیل کے بعد انہ اپنی زندگی کی اس آخری مہم کا آغاز کر دیا۔ سفر کا آغاز ہو گیا اور ایک طویل ہوائی سفر کے بعد وہ۔ سمندروں پہنچ گئے۔ آسٹرو لین کا پسندیدہ علاقہ تھا، غیر ملکی سیاحوں کی جنت، خاص کر یورپ ادویات کے شوقین۔ وہ آوارہ گرد جو زندگی کو ایک نہایت گھٹیا اور معمولی چیز سمجھتے اور بہت زیادہ خوش رہتے تھے یہاں ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں قیام کیا اس کے بعد آسٹرو اور بڈ آگے کے سفر کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ ذرا بھی جلد بازی نہیں لیا جا رہا تھا۔ ہر کام ٹھوک بجا کر کیا جا رہا تھا۔ نیپالی زبان بولنے والے ایک ہندو سے جو اسمگلر تھا معقول معاوضے پر ایسا ہلکا اسلحہ حاصل کر لیا گیا جسے لے کر چلے میں کوئی پیش نہ آئے، جو راستے ترتیب دیئے گئے تھے، روز زوال سے ان کی تصدیق کی گئی، روز

”ہاں ماسٹر میں اپنے دیس کی خوشبو سو گھ رہا ہوں ہوا میں مجھے پیغام دے رہی ہیں کہ ایک بل عرصے کے بعد میں پھر ان کے درمیان سانس لے رہا ہوں۔ آپ مطمئن رہیں ماسٹر میرا کام پ کو کھٹالیوں کے علاقے تک لے جانے کا ہے اور میں یقیناً ان پہاڑوں میں اپنے لئے جگہ اش کروں گا ابھی آپ لوگ میرے ساتھ نامعلوم علاقوں تک سفر کریں جہاں عام سیاح پہنچ نہیں کرتے۔ اور اس کے بعد میں آپ سے ملت طلب کروں گا اور یقینی طور پر دوسری طرف جانے کے راستے تلاش کروں گا روز زوال بہر طور قابل اعتماد شخصیت تھی اور اس پر کسی شک نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ ڈھائی دن تک یہ سفر کیا گیا اور اب وہ انسانوں کی پہنچ سے ایسے علاقے میں ٹھک آئے تھے جسے دیکھ کر یہ احساس ہوتا تھا کہ یہاں سے زمین انتہائی پست اور بہت ناک خشکیں اختیار کر چکی ہے اور انہی بہت ناک راستوں پر مزید سفر کر کے وہ ایک مقام پر قیام پزیر ہو گئے کیونکہ یہاں سے روز زوال نے پہاڑوں میں وہ رخنے تلاش کئے کی خواہش کا اظہار کیا تھا جو انہیں دوسری سمت پہنچا سکیں۔ دلدلوں سے دھواں بلند ہو رہا۔ درندے بھی موجود نہیں تھے۔ ہاں آزاد فضاؤں کے باسی البتہ غول در غول پرواز کرتے نظر آتے جاتے تھے۔ کیونکہ یہاں ان کے زمین پر اترنے کے لئے کوئی جگہ نہیں تھی۔ روز زوال نے اپنے ہاتھ پر پیلے رنگ کی ایک پٹی باندھی جسے اس نے نجانے کہاں سے حاصل کیا تھا اور اس کے بعد اجازت طلب کر کے وہ ابھری ہوئی لاتعداد چٹانوں کے درمیان چل پڑا اور تھوڑی

ہی دیر کے بعد اس چٹانوں میں گم ہو گیا بڑے اس کے جانے کے بعد بڑے سنجیدہ کہا.....

”اور ہمیں اس بات کا تعین کر لینا چاہئے کہ ہم کتنے دن تک روزال کی واپسی کریں گے اور اگر وہ واپس نہ آیا تو دوبارہ کس طرح اپنے سفر کا آغاز کریں گے؟“ لیزا بڑے کیے الفاظ سن کر دہل گئی تھی اس نے کہا۔ ”کیسی باتیں کرتے ہو بڑے بھروسہ تمہاری باتیں بے حد خوفناک ہوتی ہیں۔“

”بہت عرصے پہلے دریائی سفر کے دوران میں نے ایک بات کہی تھی کہ ہم ایک وقت تک اپنے اس مشن کے لئے جدوجہد کریں گے اور اس کے بعد واپسی کا راز کر لیں گے آپ نے دیکھا کہ میری یہ تجویز کسی قدر سودمند ثابت ہوئی آج بھی آپ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو کچھ میں کہوں گا وہی مناسب اور موزوں رہے گا میری آرزو آپ میری یہ بات مان لیجئے گا۔“

”بڑھک کہتا ہے لیزا ہم یہ کیوں نہیں سمجھتے ہیں کہ ہر کام ہماری مرضی اور توقع ہی ہو جائے گا کہیں بھی راستوں کی گز ہو سکتی ہے کوئی بھی ایسی غیر متوقع شکل پیش آ جس کے لئے ہمیں اپنی تجویز میں تبدیلیاں کرنا پڑیں۔“ لیزا خاموشی سے آسٹری صورت گئی تھی بہت دیر تک وہ ان الفاظ کی سنسنی خیزی میں کھوئی رہی پھر اس نے پریشان لہجے میں ”گویا اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ روزال واپس نہ آئے۔“

”بڑے نے ایک ایسی بات کہی ہے لیزا جو مہم جوئی کی لغت میں بڑی اہمیت رکھتی ہے ہو جائے ممکن ہے اور جو ہونے والا ہو اسے ممکنات میں شمار نہ کیا جائے۔“ کہا.....

”اگر ایسا خیال تھا تو پھر وہی طریقہ کار اختیار کیوں نہیں کیا گیا جس کے تحت ہم کرتے ہوئے کھنڈیوں کی آبادیوں تک پہنچ گئے تھے۔ کم از کم ایک یقینی ذریعہ سفر تھا تھا ہمیں اس بار کھنڈیوں سے بچ کر نکلتا نہیں تھا بلکہ کسی بھی جگہ موقع دیکھ کر اپنا کنارے سے لگا دیتا تھا۔“

”مگر لیزا جو کشتی باتوں تیار کی تھی ویسی کشتی تیار کرنا بھی ایک ناممکن عمل تھا ہاں وہ ذرائع کہاں تھے اور ہم میں سے کون ایسی کشتی کا کارگیر تھا۔ وہ ممکن نہیں تھا اور اس اتنے ہی خطرات تھے جتنے اب ہمیں لاحق ہیں۔“ اس پورے سفر کے دوران پہلی بار نے لب کشائی کی اس نے مطمئن لہجے میں کہا۔

”مجھے پورا پورا اطمینان ہے کہ روزال راستے تلاش کر کے ہی واپس آئے گا۔ چونکہ اسے دیکھنے لگے تھے کچھ لمحات خاموشی رہی۔ کسی نے زردان کے اس بارے میں کوئی سوال نہیں کیا تھا پھر بڑے نے کہا.....

”اس کے باوجود ہم چار دن کا تعین کرتے ہیں اگر ان چار دنوں میں روزال کی واپسی ہوئی تو اس کے بعد ہم اپنے طور پر پہاڑوں کے دوسری سمت جانے کے راستے تلاش کرے راستے جو بے شک پر خطر ہیں لیکن جن کے بارے میں یہ امید کی جاسکتی ہے کہ بالآخر

کھنڈیوں کی آبادی میں پہنچا دیں گے۔“ بڑے کی اس بات پر کسی نے کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا۔ ان لوگوں نے وہیں ایک مناسب جگہ زبردانیا تھا اور روزال کی واپسی کا انتظار کرتے رہے تھے۔ پہلا دن گزر گیا ان کی نگاہیں پہاڑی چٹانوں پر لگی ہوئی تھیں اور وہ ایک ایسے ناقابل یقین منظر کا انتظار کر رہے تھے جو شاید اس سے پہلے کسی کے لئے قابل قبول نہ رہا ہو۔ پھولا کھانچن کی ان ناقابل یقین وسعتوں میں اگر پہاڑوں کے دوسری سمت جانے کا راستہ مل سکتا تو کیا صدیوں سے اس کی کوشش نہیں ہو سکتی تھی۔ باتو کی سنائی ہوئی کمانیاں ان کے ذہنوں میں تھیں لشکر کے لشکر فنا ہو گئے تھے۔ یہ پانچ آدمی کیا جنت رکھتے تھے۔ لیکن دوسرے ہی دن دوسرا وقت تھا سورج چمک رہا تھا کہ انہوں نے روزال کو واپس آتے دیکھا اور سب کے منہ سے خوشی کی آوازیں نکل گئیں آسٹرو لین نے کہا۔

”روزال کوئی اچھی خبر لایا ہو یا نہ لایا ہو لیکن اس کی واپسی ہم سب کے لئے خوشوار ہے۔“ انہوں نے آگے بڑھ کر روزال کا استقبال کیا روزال کے چہرے سے خوشی پھوٹ رہی تھی اس نے قریب آکر گردن خم کرتے ہوئے کہا۔

”ہمیں دوسری طرف جانے کا بہتر راستہ مل گیا ہے۔ ہم اپنی کوشش میں کامیاب ہو گئے ہیں۔“ روزال کے الفاظ نے ان سب کو اعصاب شکن خاموشی میں مبتلا کر دیا۔ کئی لمحے کسی کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی۔ پھر آسٹرو لین نے روزال کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔

”گویا..... گویا تمہیں یقین ہے اور کیا تم اس دوران پہاڑوں کے دوسری طرف پہنچ کر واپس آئے ہو؟“ ”نہیں عظیم آقا“ یہ خوفناک پہاڑی راستے تو میں تمہارے ساتھ عبور کروں گا لیکن بہری گاہوں نے وہ سب کچھ دیکھ لیا ہے جس کا میں خواہشمند تھا اور عظیم آقا یہ سب کچھ میں نے کیا ہے ایک قدیم روایت کے تحت کیا ہے اور یہ روایت پہاڑوں کے اس سمت کی نہیں بلکہ دوسری سمت کی ہے جس میں بزرگ کہا کرتے تھے کہ زمین کی وسعتیں کشادہ ہیں اور روشنی والے نے ہر ذی روح کے لئے دوسرے ذی روح تک جانے کے راستے رکھے ہیں وہاں پابندیاں نہیں ہیں لیکن بہریہ ہے کہ پہاڑوں کے دوسری جانب کی دنیا میں نہ جاؤ..... اور صرف اپنے آپ کو محفوظ عظیم آقا بہت پہلے میں نے یہ روایت سنی تھی اور بچپن سے بڑے ہونے تک یہ سوچا تھا کہ پہاڑوں کے دوسری سمت جانے کے راستے کون سے ہو سکتے ہیں۔ یہی روایت میرے ذہن میں آئی اور میں نے اس روایت کو پایا۔ بزرگوں کا کہا کبھی جھوٹ تو نہیں ہوتا۔“

بڑی حیرت انگیز باتیں کر رہا تھا روزال لیکن سب سے بڑی خوشی کی خبر یہ تھی کہ وہ ان راستوں کی کھوج میں کامیاب ہو گیا تھا۔ آسٹرو لین نے کہا۔ ”ہمیں ان راستوں کی تفصیل بتاؤ روزال۔“

”چٹانوں میں بنے ہوئے رخنے آگے جانے کا راستہ دیتے ہیں اور پھر کوئی دوسری بڑی بنان یا پہاڑیہ راستہ اچانک بند کر دیتا ہے اور انسان نفسیاتی طور پر یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ وہ کچھ کوششوں میں ناکام ہو گیا یہ صرف ایک نفسیاتی عمل ہے ماسٹر کیونکہ اس کے ذہن میں صرف

”ایک اور بات بھی ہے ماسٹو..... ان رخنوں سے گزر کر جب مٹھی بھر افراد پہاڑ پر پہنچ بھی جاتے تو انہیں اس بڑی مصیبت کا سامنا بھی تو کرنا پڑتا جو ادھر کے باشندوں کی طرف سے نازل ہے۔“

”ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔“ لیزا نے اتفاق کیا۔
رات کے قیام کیلئے جگہ منتخب کر لی گئی اور پورے دن کے تھکے ماندے آرام دہ بستروں میں والے چٹانوں پہ دراز ہو گئے۔ دوسری صبح پھر سفر کا آغاز ہو گیا۔ روزال کی پیش گوئی بالکل سبب ثابت ہو رہی تھی۔ پہاڑ انہیں راستہ دے رہے تھے اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ یہ راستے دشوار گزار تھے۔ کہیں کوئلے پتھر انہیں آگے بڑھنے سے منع کرتے تو کہیں باگ پھنی کے جنگل سے روک لیتے تھے۔ ایسی جگہوں پر وہ راستہ کاٹ دیتے تھے کیونکہ انہیں اطمینان ہو گیا تھا کہ وہ حال میں آگے ہی بڑھ رہے ہیں۔“

سفر کا پانچواں دن تھا جب انہیں حیرت کا ایک جھٹکا برداشت کرنا پڑا۔ یہ ایک لاسٹر تھا۔ ایک پوزا بیل لاسٹر تھا جو دھوپ میں چمک رہا تھا۔ ولیم نے لاسٹر اٹھا کر اسے سوگھا پھر خشک ہونوں زبان پھیر کر دوسروں کو دیکھنے لگا۔ سب ہی حیران نظر آرہے تھے۔

○.....○.....○

شہبدان نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے، چاروں بیاں ان ساری کمائیوں سے بے نیاز اطراف کے ماحول کا جائزہ لے رہی تھیں، شہبدان نے باتو وہاں سے تھوڑا سا ہٹنے کیلئے کہا اور باتو اس کے قریب پہنچ گیا، شہبدان نے کہا۔

”اب ہمیں کیا کرنا ہے باتو بابا۔ میرا گھر یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے اور جو کمائی میں نے ماہہ وہ ایسی ہے جس نے میرا دل ہلا دیا ہے، میں تو بھول کر بھی اپنی بستی کا رخ نہیں کرتی۔ لیکن باب بھی ہم وہاں نہیں جائیں گے.....“

باتو نے ایک لمحے سوچا۔ پھر آہستہ سے بولا..... ”کیوں نہیں، ہمیں بستی باگ ہی کا رخ کرنا پڑا اور جیسا کہ اس گفتگو سے علم ہوا کہ اب تو تیرا باپ وہاں حکمران بھی نہیں ہے بلکہ زندگی کے دن گزار رہا ہے۔ یہی کیفیت تیرے بھائیوں کی ہے تو کیا شہبدان یہ مناسب نہیں ہو گا کہ وہیں سے ہم اپنی نئی زندگی کا آغاز کریں۔“

شہبدان نے حیران نگاہوں سے باتو کو دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی۔ ”میں سمجھی نہیں۔“
”کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ میں بعد میں تجھے سمجھاؤں یعنی مجھے جو کچھ کرنا ہے پہلے وہ کوں۔“
”باتو بات تمہارے لئے اتنے قابل احترام ہو کہ میں تمہاری کسی بات سے انحراف کا تصور نہیں کر سکتی، لیکن مجھے بتاؤ دو کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو.....؟“

”ان طوفانی قوتوں کو تیرے باپ کی بستی کے خلاف استعمال کرنا چاہتا ہوں، ہم بستی باگ میں داخل ہوں گے۔ اور وہاں ان میں سے کوئی بھی لڑکی بستی باگ کے سردار سے مبارغہ طلب نہ کرے گی۔“

”لیکن لڑکیاں مبارغہ نہیں کر سکتیں۔“

”یہ لڑکیاں نہیں ہیں۔ کیا تو انہیں لڑکی سمجھتی ہے؟۔“

رنے اور ڈرے ہوتے ہیں جبکہ وہ چٹان یا ٹیلہ ناقابل عبور نہیں ہوتا ہم اس پر چڑھ کر طرف اتر سکتے ہیں۔ میں نے بہت لمبا سفر کیا ہے یوں سمجھ لو ماسٹر کہ ساری رات اور پورے دن کے بغیر سفر کرتا رہا ہوں اور پھر جب ایک بلند والا ٹیلے سے دور تک نگاہیں دوڑا کر دیکھا تو مجھے کہیں اتنی بلند پہاڑی دیوار نہیں نظر آئی جو ہمارے سفر کا راستہ روک سکے۔
نے واپسی کا سفر شروع کر دیا۔“

وہ سب حیرانی سے روزال کی بات سن رہے تھے آسٹرو لین کے علق سے قطعاً سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ ولیم نے کہا۔ ”یہ سچ ہے یہاں اس مثال کی تصدیق کہ قتل کی اوٹ پہاڑ ہوتا ہے۔“

”گویا تم اس طرف سفر سے مطمئن ہو۔“ لیزا نے کہا۔

”غیر مطمئن ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ سمجھ میں آتا۔“ اور تم بڑے.....“ لیزا نے کہا۔

”اگر صحرائے اعظم افریقہ کے پُر خطر جنگلات میں سفر ہو رہا ہوتا تو میری بات مستحکم ہوتی۔ قدرت انسان کو جس خطے میں پیدا کرتی ہے وہاں کے امور بھی اسے سمجھتا ہے۔“

”مجھے تم دونوں ہی مطمئن نظر آتے ہو۔ اور زربدان نے روزال کے واپس آنے کی اس کی کامیاب واپسی کی پیش گوئی کر دی تھی۔ چنانچہ تم سب کی بات تسلیم کرنے پر اعتراض ہو سکتا ہے۔“

”ہمیں دن کا یہ بقیہ حصہ اور رات یہاں گزارنی ہوگی کل صبح سورج نکلنے سے پہاڑی چٹانوں میں داخل ہو جائیں گے۔“ ولیم نے، حتمی لہجے میں کہا۔

سب جانتے تھے کہ یہ فیصلہ روزال کی وجہ سے کیا گیا ہے کیونکہ روزال نے سختی اور اس کے لئے آرام ضروری تھا چنانچہ کسی نے اس فیصلے کی مخالفت نہیں کی۔ رات کو ولیم خاموشی سے جاگ گیا تھا اور کسی کی مدد کے بغیر اس نے آگے بڑھنے تیاریاں کر لی تھیں۔ پھر دقت مقررہ پر جب صبح کا ستارہ بھی دھند اور ٹیلوں پر چمکنے لگا تو سب کو جگایا۔ ولیم نے ناشتہ تک تیار کر لیا تھا۔ سب نے شرمندگی کے ساتھ یہ ناشتہ اور اس کے بعد وہ دھڑکتے دلوں کے ساتھ چٹانوں کی دنیا میں داخل ہو گئے۔

بھوری بدبہشت سرکش چٹانیں فخر سے سر بلند اپنی اپنی ہیبت کا اعلان کر رہی تھیں کے بسنے والے بھی کمزور چوہنیوں کی مانند ہی سہی ان کے رخنوں میں آگے بڑھنے کا تلاش کر رہے تھے روزال کا کہنا درست تھا جہاں چٹانیں رخنوں سے بے نیاز ہو سکیں گے سرود سے گزر جایا جاتا۔ یوں پورے دن کا سفر نہایت کامیاب گزرا خود ولیم نے کہ ”اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے قبل اس طرح سفر کے بارے میں نہیں ورنہ شاید..... اتنی ہیما تک دلدلوں سے بچ کر کھٹالیوں کی آبادیوں تک پہنچا جاسکتا تھا۔“

”ادھر کی دنیا کو یہ روایت بھی تو معلوم نہیں تھی۔“ لیزا نے مسکرا کر کہا۔

”ہاں یہ بھی درست ہے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے باتو بابا..... لیکن.....؟“

”نہیں شہ بدان یہ میرا فیصلہ ہے اور میں تجھے مختصر سے الفاظ میں یہ بتا دوں کہ جو آخری بار ان پھاڑوں کا رخ کیا تھا تو جن لوگوں کے ساتھ میں اس طرف آیا تھا ان لوگوں نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ پارٹی لیڈر میں بنوں گا اور میری بات سے انحراف نہ کیا۔ لیکن جب انہوں نے میری بات سے انحراف کیا تو میں نے اپنی زندگی کو جنم رسید کر دیا۔ قسم کا آدمی ہوں اپنے فیصلے سے انحراف پسند نہیں کرتا۔ یوں سمجھ لے کہ اس بارے میں میں کروں گا اس پر عمل درآمد ہوگا۔“

شہ بدان گردن جھکا کر خاموش ہو گئی تھی۔ لڑکیوں نے اپنی جنگجو فطرت کا مظاہرہ ہوئے سب سے پہلے ان کے ہتھیار اپنے قبضے میں کر لئے تھے اور دلچسپی سے ان کا جائزہ لیتیں۔ باتو نے شہ بدان کے پاس سے ہٹ کر لڑکیوں کے قریب پہنچ کر کہا۔

”نہیں لڑکیو۔ انہیں نہ چھیڑو۔ یہ بہتر ہے کہ تمہیں آتشیں ہتھیار بھی مل گئے۔ پہلے ان کے استعمال کا طریقہ سکھاؤں گا۔“ شہ بدان ٹوٹے پھوٹے گولوں کے نزدیک لوگوں کے پاس آگئی۔

”اگر تمہاری اجازت ہو باتو بابا تو ان کے زخم دیکھ لئے جائیں۔ ہم سے جو ممکن کریں پھر ان کے گھوڑے پکڑ کر انہیں ان پر سوار کر لیا جائے۔ یہ ہماری رہنمائی کریں گے باتو پر خیال نظروں سے شہ بدان کو دیکھنے لگا۔ شہ بدان نے کہا۔ ”یہ میرے ہم دلم اور زمانہ کے ستارے ہوئے بھی۔ مجھے ان سے ہمدردی محسوس ہو رہی ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ یہ کام لڑکیاں کر لیں گی۔ ہمیں اپنے گھوڑے درست کر کے پہلے کی بڑھ جانا چاہئے۔ میں لڑکیوں کو کچھ سمجھائے دیتا ہوں۔“ باتو نے نرم لہجے میں کہا اور لڑکیوں کو دور لے جا کر انہیں ان کا کام بتانے لگا۔ آتشیں ہتھیار بہت قلیل مقدار میں تھے۔ باتو اپنے قبضے میں لے لیا۔ بار بردار گھوڑوں کی تنظیم کی اور چراٹھیمان انداز میں وہاں سے گیا۔ اپنی بستی کو قریب پاکر شہ بدان اس کے خیالوں میں ڈوب گئی تھی۔ وہ باتو کو اپنی آ بارے میں بتا رہی تھی۔ اپنے بھائیوں کی شرافت کی کمائیاں سن رہی تھی یہاں تک کہ آئی۔ بہت دور سے جنگلوں کے سرے نظر آ رہے تھے۔

”یہی وہ جنگل ہیں جن کے اختتام پر بستی نظر آجائے گی۔“ شہ بدان نے جھکی جھکی کہا۔ وہ بہت متاثر نظر آ رہی تھی۔ ”لڑکیوں نے اپنا کام شاید مکمل نہیں کیا۔ ہمیں یہیں رہنا انتظار کرنا چاہئے۔“

”شاید وہ یہاں سے دور نہ ہوں۔“ باتو نے ہاتھ اٹھا کر مخصوص اشارہ کیا اور عقب والے گھوڑے طوفانی دوڑ لگا کر قریب پہنچ گئے۔ شہ بدان نے دور تک نگاہیں دوڑائیں پھر سب کہاں ہیں۔ ہمیں بہر حال ان پر نگاہ رکھنا ہوگی۔“

”ہم ان سب کی لاشوں کو راستے سے ہٹا کر دور پھینک دیتے ہیں۔“ فوہا سادگی سے بولی اور شہ بدان کو اپنی سماعت پر شک ہونے لگا۔ اس نے حیرت دیکھا باتو کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

شہ بدان نے حیران نظروں سے باتو کو دیکھا پھر اپنی بیٹیوں کو اتنے سارے لوگوں کو انہوں نے اطمینان سے زندگی سے محروم کر دیا تھا۔ طویل عرصے کے بعد اس نے اپنے ہم وطنوں کو دیکھا اور اسے ان سے انیت محسوس ہوئی تھی حالانکہ وہ لیڈروں کے روپ میں ملے تھے اگر لڑکیاں ان کا ہونے نہ کرتیں تو کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ ممکن تھا کہ وہ انہیں زندگی سے محروم کر دیتے اس کے ورثہ بدان کو ان سے محبت محسوس ہوئی تھی اور اب لڑکیوں کے وحشت ناک انکشاف سے ان کے دل کو دھچکا سا لگا تھا۔ اس نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کیا تم نے انہیں انہیں ہلاک کر دیا۔“

”ہاں۔“ فوہا نے لاپرواہی سے کہا۔

”کیوں۔ آخر کیوں۔ تمہیں انہیں ساتھ لانے کی ہدایت کی گئی تھی۔“ شہ بدان نے چیخ ماری۔

”نہیں شہ بدان یہ ممکن نہیں تھا بلکہ خطرناک تھا وہ ہمارے لئے مستقل خطرہ بنے رہتے اس کو زور بھی نہیں تھے وہ کہ ہمارے اشاروں پر چلتے۔“ باتو نے کہا۔

”تم نے انہیں حکم دیا تھا۔“ شہ بدان نے باتو کو گھورتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔“ باتو سرد لہجے میں بولا۔

”وہ باگ کے رہنے والے تھے وہ میرے اپنے لوگ تھے اگر ان کے خاندانوں کے بارے میں نیکی جاتی تو ضرور وہ ان خاندانوں کے افراد ہوتے جن کا میرے بچپن سے تعلق تھا۔“ شہ بدان نے بولی۔

”زامہ کا تعلق بھی تو بستی باگ سے ہی ہے جس نے تمہارے باپ اور بھائیوں کو قید کر رکھا۔“ باتو نے کہا۔

”پھر مجھی باتو..... یہ لوگ تو زامہ کے ستارے ہوئے تھے۔“ شہ بدان مذہال لہجے میں بولی۔

”اور انہوں نے تم سے زامہ کے خلاف مدد کی درخواست کی تھی اسی لئے یہ تم پر حملہ آور تھے۔“ باتو نے طنز لہجے میں کہا۔ پھر کسی قدر سرد لہجے میں بولا۔

”شہ بدان تو جانتی ہے کہ میرے سینے میں انتقام کا آتش فشاں کھول رہا ہے۔ کھٹالیوں کی ناس سے میرے دل میں ٹھنڈک اترتی ہے۔ ابھی تو اس خوریزی کی ابتداء ہے یہ عروج پر پہنچنے کی فون ہوائیں گامیں کھٹالیوں کا کہ میرے سینے کی آگ بجھ جائے۔“

”وہ میری آبادیوں کے لوگ ہیں باتو بابا۔“ شہ بدان روتے ہوئے بولی۔

”ان کی زندگی بچانے کا ایک ہی ذریعہ ہے۔“

”رات کو سوتے ہوئے مجھے قتل کر دے ایک آدمی کا خون بہا کر تو پھاڑوں میں آباد بیٹھار لیں گی زندگی بچا سکتی ہے اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں ہے۔“

”باتو.....؟“ شہ بدان شکایتی لہجے میں بولی۔ ”کیا میں ایسا کر سکتی ہوں؟“

بارٹی لیڈر کا کہنا ہے پھاڑوں میں آخری بار جن لوگوں کے ساتھ داخل ہوا تھا انہوں نے بارٹی لیڈر کا درجہ دیا تھا مگر بعد میں مکر گئے اور میں نے انہیں چھوڑ دیا۔ تو دی عمل دہرا رہی ہے

المانت میں خیانت نہیں کر سکتے، ہمیں صرف اس کی آنکھ کا اشارہ درکار ہوگا اور ہم اپنی نگاہیں اس اشارے پر قربان کر دیں گے۔ یہ ہمارے استاد کا مقام ہے جو کچھ اس کا دیا ہوا ہے وہ اس کی امانت ہے تیری دی ہوئی مانتا زندگی اور محبت تیرے لئے ہے یوں ہم دو حصوں میں ہم ہیں اور پھر ماں جہاں تک ہماری فطرت کا تعلق ہے تو فطرت تو ہم سے جھین گئی ہے ہمیں دنیا دور کر کے جب کبھی ہم اس دنیا کو اپنا پائیں گے تو سر جھکا کر تیرے سامنے اطاعت گزاراری کا ر کریں گے اور اپنے جسم سے وحشت خیزی کا یہ لباس اتار دیں گے یہ تجھ سے ہمارا وعدہ ہے۔

”شہ بدان کے سارے وجود میں حیرت رقصاں تھی اس نے پچھلے ماحول کو بھول کر باتو سے کہا۔
”کیا یہ سب کچھ بھی تم نے اسے سکھایا ہے باتو بابا۔“

”نہیں نہ میں جھوٹ بولتا ہوں اور نہ یہ پچیاں اور جو کچھ میں کوں گا اس پر یقین کرنا شہ بدان سب کچھ فطرت کا سکھایا ہوا ہے۔ یہ اس وقت تجربے کی زبان بول رہی ہے میری سکھائی ہوئی راکوئیں دہرا رہی۔“

”تم نے جو کچھ کیا ٹھیک ہی کیا باتو بابا جس طویل عرصے تک انسانی آبادیوں سے دور رہنے کے میں نے انسانوں کو دیکھا تھا اور اتفاق سے ان کا تعلق ہستی باگ سے بھی تھا۔ چنانچہ میرا دل ان لئے رکھا، شاید میری ہی سوچ غلط تھی مگر اب ہم کریں گے کیا؟“

”وہی جس کے بارے میں تجھے پہلے بتا چکا ہوں اور بہتر ہے کہ اب ہم چند لیروں کی موت کی بات کی تقریب پر پانہ کریں اور یہاں سے آگے بڑھ جائیں کہ ہمیں باگ کی سرحد پر جنگلوں کے سمت ہیرا کرنا ہے اور پھر یہ سوچنا ہے کہ ہمارا داخلہ باگ میں کس طرح ممکن ہوگا۔“ شہ بدان کی سانس لے کر خاموش ہو گئی اور باتو نے مسکرا کر لڑکیوں کو اشارہ کیا اور اپنا گھوڑا آگے بڑھا۔

☆☆.....☆☆☆☆

آٹروپلین نے آہستہ سے کہا۔ ”اس لائٹ نے تو ہمارے تمام خیالات کی تردید کر دی ہے یہ ارگزار اور خطرناک راستے بے شک ہمیں پہاڑوں کے دوسری جانب پہنچا سکتا ہے یہ لائٹ رہتا تاکہ یہ راستہ صرف ہماری دریافت نہیں ہے۔“

”بڑے کہا۔ لیکن موسیو یہ کوئی اتنی اہم بات نہیں ہے ہماری طرح ہو سکتا ہے کچھ اور ذہین انسان بھی اس راستے کو دریافت کر لیا ہو، ہمیں اس معمولی نئی بات پر حیرانی کی تقریب منعقد کرنے کی بجائے آگے بڑھنا چاہئے۔“

پھر ایک صبح اچانک جب وہ ایک دڑے کی گھرائیوں سے اوپر آئے تو یہ دیکھ کر ششدر رہ گئے سامنے میدان وسیع اور جنگل کھڑے ہوئے ہیں اور نگاہوں کی حد تک پہاڑی سلسلے موجود ہیں۔ ہاں آخری فاصلے پر وہ سرسبز لکیریں جو آسمان میں مدغم ہو رہی ہیں ممکن ہے پہاڑوں کی دروازاں کی وحشت ناک چیخوں نے ان لوگوں کے خیال کی تائید کر دی، روزاں نے اعلان کر دیا کہ اپنی آبادیوں میں پہنچ چکا ہے اور یہ پھولا کھانچن کی وسعتوں کا دوسرا حصہ ہے لہذا خوشی سے بے گار۔ زردبان کی آنکھوں میں حرارت آیا تھا وہ کتنے سی حالت میں ان وسعتوں کو تک رہی

شہ بدان۔ سن اب بھی پارٹی لیڈر میں ہی ہوں اگر مجھے یہ احساس ہوا کہ مجھ سے میرا جارہا ہے تو رات کے کسی تاریک پہر میں اپنا گھوڑا لے کر خاموشی سے نکل جاؤں گا اور کوشش کروں گا اس وقت تک جب تک موت کا آہنی شکنجہ مجھے اپنی گرفت میں نہ کرے۔ ”مگر باتو بابا۔؟“ شہ بدان نے خود کو سنبھال لیا۔

”جی تو چاہتا ہے کہ یہاں زندگی کا نام و نشان منادوں مگر تجھ سے اور ان بچیوں سے ہے اپنے انتقام میں اتنی ہوشمندی شامل کر سکتا ہوں کہ انہیں معاف کر دوں جو بے گناہ لوح ہوں شرافت سے زندگی گزار رہے ہیں بس ان سرکشوں کے سر پکچوں جو دو سرور کھیل سکتے ہیں۔ بس اتنا ہی کر سکتا ہوں میں۔ شہ بدان اس کے باوجود تجھے اجازت دے گا۔ جب بھی مجھے اپنے لئے مشکل پائے خاموشی سے میری زندگی کا چراغ بجھا دیتا۔ میں تجھے معاف کرتا ہوں، شاید تو میرے جذبات کو نہ سمجھ سکے، جینے سے مجھے اتنی سی دلچسپی نہیں کسی شخص کو اپنے پاؤں کے جوتے سے ہوتی ہے، میرا تو صرف ایک مقصد تھا اور اس پر بھی کامیابی حاصل ہو جائے جب زندگی ختم ہوتی ہے تو ہر خواہش مٹ جاتی ہے یہ خواہ میری زندگی کے ساتھ ہے اور یہ بھی میں نے تجھے بتا دیا ہے کہ میں زندہ رہ کر صرف اپنے تکمیل کرتا رہوں گا اور کچھ نہیں.....؟“

شہ بدان ہراساں نگاہوں سے باتو کو دیکھتی رہی پھر اس نے آنکھیں بند کر کے گرد کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے کہا۔

”ایک سوال اور کرنا چاہتی ہوں باتو بابا۔؟“ باتو سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا تو ”یہ خونخوار لڑکیاں اتنی آسانی سے انسانی خون ہما سکتی ہیں تو پھر ان کے اندر لڑکیوں تو نہ رہے گی یہ تو بس خونخوار وحشی بن کر رہ جائیں گی۔“

”اس کا جواب، اگر اجازت ہو تو میں دوں میری محترم ماں۔“ فوہا جو یہ باتیں خاموش رہی تھی اچانک بولی اور شہ بدان کی نگاہیں اس کی جانب اٹھ گئیں؟
”ہاں بول کیا کہنا چاہتی ہے؟“

”میری ماں، ہمارے باپ نے ہمیں بے یار و مددگار ان پہاڑوں میں بھٹکنے کے لئے تھا۔ تیری ان آبادیوں کا ایک بھی شخص ہمارا ہمدرد نہیں رہا تھا یہ بھی ہو سکتا تھا کہ پاسکتے جس طرح ہمارے باپ نے ہماری چھوٹی بہن کو اس کائنات میں چند لمحے آنکھ آزادی نہیں دی اسی طرح ہم سے بھی زندگی جھین جاسکتی تھی۔ کسی بھی ہمدرد سے عموماً کون جانتا تھا کہ تقدیر ہمیں ایسے دیرانوں کی جانب نہ لے آئے گی جہاں روشنی والے جینے کا بندوبست کیا تھا تو کیا گزرتی رہی پر میری ماں جو کچھ ہمیں دیا گیا ہے اگر وہ ہم پہاڑوں والوں کو واپس کر رہے ہیں تو کونسا گناہ ہے، یہ نفرت یہ وحشت انہی کی عطا کی ہوئی ہے انہی پر خرچ کر رہے ہیں اور یہ کوئی بری بات نہیں ہے ہاں جیسا ہمارے محترم استاد اور میں ہم انہوں کے واحد ہمدرد باتو بابا نے کہا ویسی ہی سوچ ہماری ہے اور معزز ماں ہم اس کو تیرے بعد سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ وہ ہمیں اس دنیا کے سامنے جینے کے باعث بنا ہے ہمارے جسم، ہماری طاقت، ہماری وحشت، ہماری مہارت اس کی امانت

”تم کاتین کیسے کرو گے ہمیں بلا آخر یہ فیصلہ تو کرنا ہو گا کہ ہم کس طرف آگے بڑھیں

”اس کے لئے بھی میں آپ سے تھوڑی سی مصلحت طلب کروں گا اور ان جنگوں میں داخل

یہ جائزہ لوں گا کہ یہ کونسا علاقہ ہو سکتا ہے۔“

”ہوں گویا ہمیں یہاں کافی وقت گزارنا ہو گا۔“

”میں عظیم آقا بہت زیادہ نہیں بس ان جنگوں کی وسعت کا اندازہ ہو جائے اگر یہ بہت وسیع

تو تین واپس آ جاؤں گا اور اس کے بعد آگے کا سفر ہم ساتھ کریں گے۔“

”اگر یہ جنگوں میں داخلہ ضروری ہے۔“

”ہاں عظیم آقا۔“

”اس کے برعکس اگر ہم جنگوں کے کنارے کنارے سفر کریں تو کیا مشکل ہوگی۔“

”ہمارے راستے طویل ہو جائیں گے کیونکہ تمام آبادیاں پہاڑی دیوار سے دور ہیں۔“

”اوہ اس کی کوئی خاص وجہ۔“

”ہاں عظیم آقا پہاڑوں کے رہنے والے اس بات سے واقف ہیں کہ پہاڑوں کے دوسری

ب کی آبادیاں خطرناک ہیں اور ادھر سے اگر کوئی کارروائی کی جائے تو کم از کم فاصلہ ہونے کی

اسے پہاڑوں والے اپنے تحفظ کا بندوبست بھی کر لیں۔“ بات آسٹرو لین کی سمجھ میں آگئی تھی۔

روزہ شام چھ گئے اور اس کے بعد اندھیرا زمین پر اتر آیا روشنی کا انتظام تھا ان کے پاس

ناروزال ہی کے مشورے سے روشنی نہیں جلائی گئی تاکہ اگر آس پاس کوئی موجود ہو تو ان

کا کوئی نہ دیکھ سکے بڑے البتہ رائے پیش کی تھی کہ رات کو سپرہ ضرور دیا جائے ممکن ہے جنگل کے

دے انسانی بو پا کر ادھر کا رخ کر لیں اور اس کے لئے بڑے اپنی ہی خدمات پیش کر دی تھیں۔

کھانے پینے کا سلسلہ ہوا اور شدید تھکن کے شکار تمام لوگ سوئے کے لئے لیٹ گئے۔

نولین نے غصانہ پیش کش کر دی تھی کہ خواتین کے علاوہ تینوں مرد وقفے وقفے سے جاگیں گے

بلکہ ایک ابتدائی سپرے دار ہے لیکن اس کے بعد وہ ولین کو جگا دے۔ ولین اپنی ڈیوٹی پوری

کے جاننے کی ذمہ داری روزال کے سپرد کر دے اور اس بات پر سمجھوتہ ہو گیا تھا لیکن انسان

ان ہی تھے بڑا ایک جگہ بیٹھ کر جاگتا رہا اور پھر ہواؤں کی خنکی نے اعصاب پر حملہ کیا اور بڑی

میں بھی بند ہو گئیں اس کے بعد کیسا سپرہ کہاں کا سپرہ۔ سب اپنے عیش و آسائش بھول کر

نورل زین پر اس طرح سوئے کہ صبح سورج کی روشنی نے ہی انہیں جگایا سب نے ایک دوسرے

تھکانے لگے انہوں نے دیکھا اور اٹھ کر بیٹھ گئے آسٹرو لین نے بڑے غیر ذمہ داری کا احتساب کرنے

بجائے ایک بھرپور قہقہہ لگا کر کہا۔

”اگاہ سپرے دے کہتے ہیں سپرے داری لیکن دوست مہم جوئی کی زندگی میں خطرات کو قریب

ضروری ہو تا ہے کیونکہ انسان کہاں تک زندگی کے تحفظ کے خوف میں مبتلا رہے اب دیکھو

رات نے کس طرح ہماری حفاظت کی۔“ ولین کا جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ لیزا کی حیرت

آواز ابھری اور سب چونک کر اسے دیکھنے لگے لیزا چھٹی چھٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھ

تھی۔ ولین نے حیرانی سے کہا۔ ”غیرت لیزا کیا بات ہے؟“

تھی۔ نجانے اس کے دل میں کیسے کیسے جذبات پنہاں ہوں ہو سکتا ہے اسے اپنی نادیہ ماں

باپ اور اپنی بہنیں یاد آ رہی ہوں جن کا تصور اس کے لئے ایک دلکش خواب سے زیادہ

زربدان کے خوابوں کے چہرے خدو خال سے خالی تھے وہ ان نقوش کی ترتیب نہیں کر

جہیں اس کی آنکھوں نے نہیں دیکھا تھا۔

آسٹرو لین نے روزال کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ”بہر حال ہم تمہیں اپنا کولہ

کرتے ہیں ڈیر روزال میں تم سب لوگوں کو اس شاندار مہم کے پہلے مرحلے کی کامیابی کی

دیتا ہوں۔ اور اب اس دوسرے مرحلے کے آغاز سے پہلے کسی مناسب جگہ کا انتخاب کرنا

قیام کر لیا جائے کہ ہمارے اب تک کے سفر کی ساری تھکن دور ہو جائے۔“

”میں اتفاق کرتی ہوں کیونکہ اس اعصاب شکن سفر نے مجھ سے میری خود اعتمادی

ہے۔“ لیزا نے کہا بڑا اور روزال نے اپنی رائے محفوظ رکھی تھی زربدان کے انداز میں ایک

کیفیت سب نے محسوس کر لی تھی اس لئے اسے کسی نے نہ چھیڑا تھا وہ لوگ قیام کے

مناسب جگہ تلاش کرنے لگے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ پہاڑی دیواروں میں سوراخوں

بچھے ہوئے ہیں یہ تاریک سوراخ لاتعداد غاروں کے دہانے تھے جو اونچے نیچے اور بعض

بلندی پر تھے نہ جانے ایسا کیوں تھا بس گلتا تھا جیسے پہاڑ چھلنی ہو گئے ہوں نیچے دامن میں

کنناؤ موجود تھے جن پر وسیع سانپان پھیلے ہوئے تھے گویا یہاں قیام کا کوئی مسئلہ نہیں تھا

زربدان کی جذباتی کیفیت کم کرنے کے لئے کہا۔

”تم نے پہاڑوں کا علم حاصل کیا ہے۔ کیا تم پھولا کھا بچن کے جسم پر ان لاتعداد زخموں

جاسکتی ہو۔“

”نہیں۔“ زربدان نے آہستہ سے کہا اور رخ تبدیل کر لیا آسٹرو لین کا اندازہ ہو گیا کہ اس

تھنائی کی خواہاں ہے اس کی یہ کیفیت غیر فطری نہیں تھی چنانچہ آسٹرو لین کے بعد اس

نہیں کیا کیونکہ یہاں طویل قیام کرنے کا ارادہ نہیں تھا اس لئے بالکل نزدیک نظر آنے والے

پہاڑی سانپان کے نیچے انہوں نے اپنا ٹھکانہ بنالیا۔ سامنے جنگل پھیلا ہوا تھا جس کے با

ا بھی یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ کتنا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ دائیں بائیں وسیع و عریض

علاقہ نظر آ رہا تھا جب تمام لوگ سکون سے بیٹھ گئے اور اپنے اپنے طور پر جسم کو آرام دہ

آسٹرو لین نے روزال سے کہا۔

”ڈیر روزال یہاں آنے کے بعد تم ہمارے رہنما بن چکے ہو اور جیسا کہ تم نے اعلان

پھولا کھا بچن کے دوسری جانب اب تمہاری مملکت میں ہیں تو پھر ساری ذمہ داریاں تم

پہن لیں گی کیا تم اس بات کا اندازہ لگا سکتے ہو کہ ہم اس وقت کوئی آبادی کے قریب ہیں۔“

”یہاں آبادیوں کے باقاعدہ نام نہیں ہوتے مسٹرولین بلکہ قبیلوں کے نشان ہوتے

بھی درست ہے کہ ان آبادیوں میں رہنے والے لاتعداد افراد کو علاقے میں پھیلی ہوئی تمام

کا نہ تو علم ہے اور نامی وہ ان کے ناموں سے واقف البتہ میں پورے یقین کے ساتھ

سکتا ہوں کہ یہ ہے ہمارا ہی علاقہ۔“

ولین خاموش ہو گیا کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے کہا۔

”ہمارا سامان ہمارا سامان۔“ لیزا کے حلق سے خوفزدہ سی آواز نکلی تب ہی ان سب ہوا کہ ان کی اس قیام گاہ میں کوئی نمایاں تبدیلی ہے اور یہ تبدیلی بھی تھی کہ ان کے سامان بھی تھپلا آس پاس موجود نہیں تھا سب اچھل کر کھڑے ہو گئے تھے اس سے زیادہ حیرت اور کوئی نہیں ہو سکتی تھی تھکن کے باعث نیند تو واقعی اتنی ہی گہری آئی تھی کہ شاید کوئی اٹھا کر لے جاتا تو انہیں خبر نہیں ہوتی لیکن سامان لے جانے والے کون تھے روزِ زوال نے آواز میں کہا۔

”یہ ایک ایسا عمل ہے مسٹر ولیم جس پر میں بھی کوئی تبصرہ نہیں کر سکتا میں نے غراہیہاں سے دور رہ کر گزارا ہے ہو سکتا ہے ان آبادیوں کا مزاج بدل گیا ہو ورنہ یہ ساز و سامان زیادہ بیرونی لوگوں سے دلچسپی رکھتے ہیں۔“

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بڑا بلی جگہ سے آگے بڑھ گیا وہ زمین پر کچھ تلاش کر اچانک وہ جھک گیا پھر گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا اس کے بعد چوپایوں کی طرح ہاتھوں اور پیروں آگے بڑھنے لگا۔ آسٹریچ سوچ کر اس کے پاس پہنچ گیا۔

”کیا تمہیں کچھ نشانات ملے ہیں۔“

”ہاں موسیو۔ واضح نشانات جو انسانی قدموں کے نشانات ہیں یہ دیکھو۔“ بڑے کمال بھی جھک گیا پتھر ملی زمین پر نشانات دیکھ لیا اتنا آسان بھی نہیں تھا لیکن بغور جائزہ لے نشانات آسٹریچ کو بھی نظر آ گئے۔

”کیا یہ ترتیب سے مل رہے ہیں؟“

”ہاں موسیو۔“ بڑے کچھ اور آگے بڑھ گیا دوسرے لوگ بھی ان کے نزدیک آگے خاموشی سے مسلسل آگے بڑھ رہا تھا اور وہ سب زمین پر نظرسنمائے اس کے پیچھے پیچھے تھے وہ بہت دور نکل آئے سب اس طرح اس عمل میں منہمک تھے کہ کچھ اور نہیں دیکھتے ویسا ہی وسیع سا بانی کٹاؤ تھا جیسے کٹاؤ میں انہوں نے آرام کیا تھا نشانات یہاں تک آئے انہیں دیکھتا ہوا مسلسل آگے بڑھ رہا تھا۔

دوسری بار بھی لیزا ہی کی چیخ نے سب کو جو نکایا تھا انہوں نے پہلے لیزا کو دیکھا پھر ان نگاہ کو اور سب کے ذہنوں کو بری طرح جھٹکے گئے پیڑی کٹاؤ میں کسی قدر بلندی پر ایک اطمینان سے پالتی مارے ایک چوڑے پتھر پر بیٹھا تسخیرانہ نظروں سے انہیں دیکھتا درمیانے قد اور چھریے جسم کا مالک جھلے ہوئے رنگ والا کوئی پینتیس سالہ شخص تھا جس پہ چوڑے چمچے والا ہیٹ پہنا ہوا تھا جسم پر چڑے کی جیکٹ جو سامنے سے کھلی ہوئی تھی اور پنڈلیوں تک کے جوئے داڑھی اور مونچھوں پر چھدرے بال آگے ہوئے تھے لیکن تھا آس پاس کے دوسرے ایسے ہی پتھروں پر دوسرے لوگ بھی بیٹھے نظر آرہے تھے۔ نقوش اور غالباً مختلف نسلوں کے لوگ تھے اس طرح خاموشی سے بیٹھے رہتا بے حد بڑا تھا سب اس عجیب وغریب منظر سے ششدر رہ گئے تھے۔

بڑے بے ساختہ کھڑے ہو کر آگے بڑھا تو ایک آدمی نے پستول نکال کر ششدر کر دیا۔ ”فاصلہ رکھو“ اور بڑے قدم رک گئے آسٹریچ نے کہا۔

”کون ہو تم..... کون ہو.....؟“

”جھلے ہوئے چہرے والے شخص نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور پتھر سے نیچے کود آیا۔“ دلچسپ بہت کم یہ سوال اس طرح کر رہے ہو جیسے ہم تمہارے بیداروں میں گھس آئے ہوں۔“

”نہیں مسٹر لیکن۔“ آسٹریچ فوراً ہی لہجہ بدل لیا۔

”در اصل جس طرح آپ لوگ ملے ہیں اس سے حیرت ہوئی کیا ہمارا سامان آپ کے قبضے میں

”ہاں ہمیں یقیناً صبح کا ناشتہ درکار ہو گا اس کا معقول بندوبست کر لیا گیا ہے خواتین آپ اس نے والے غار میں چلی جائیے وہاں آپ کو چہرے صاف کرنے کے لئے پانی اور دوسری ضروریات مل جائیں گی۔ بے دھڑک چلی جائیے آپ شاگ شئی کی مہمان ہیں۔“ لیزا نے اس کے یہ مانڈے لیکن اپنی جگہ سے نہ ہلی جس پر اس شخص کا چہرہ بگڑ گیا اس نے کہا۔ ”میں سب سے زیادہ اعتماد کرنے والوں سے کرتا ہوں، جاؤ۔“ آخر میں اس کی آواز غراہٹ میں بدل گئی۔ لیزا نے اپنے اس کی آواز کی غراہٹ پر کوئی توجہ نہیں دی تھی اور سوالیہ نگاہوں سے آسٹریچ کو دیکھا۔ آسٹریچ نے آنکھ سے اشارہ کر دیا اور لیزا زبردان کو لے کر اس غار کی جانب بڑھ گئی جس کی سمت ان شخص نے اشارہ کیا تھا وہ سرد نگاہوں سے دونوں کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا پھر ہٹتے ہوئے بولا۔

”پریسنٹی ہی سے تو مار کھا گیا، ورنہ بہت کچھ کر سکتا تھا لوگ میری شخصیت سے مرعوب نہیں تھے بلکہ جب میں اپنا کام شروع کر دیتا ہوں تو مجھے شیطان کسنے لگتے ہیں خیر مسٹر مہمان نوازی کا انصاف کہ پہلے آپ کا ناشتہ کرایا جائے اس کے بعد آپ سے ذرا تعارف رہے گا آپ لوگوں کے لئے دوسرا غار موجود ہے جائیے اور آپ بھی اپنی ضروریات سے فارغ ہو لیجئے۔“

آسٹریچ نے بڑا دور روزال کو اشارہ کیا اور اس غار کی جانب بڑھ گیا لیزا اور زبردان کے لئے یقینی طور پر خدشہ کی فکر مند تھے لیکن ایسے حالات میں دماغ ٹھنڈا رکھنا ہی سودمند ثابت ہوتا ہے غار میں بائٹک ان کی ضروریات کا سامان موجود تھا بڑی عجیب سی ترتیب تھی اور انسانی زندگی کے لئے وہ بکھ مہیا کر لیا گیا تھا جس کا تعلق عارضی ضروریات سے ہوتا ہے لکڑی کی بنی ہوئی بڑی بڑی ٹیبل میں جگہ جگہ پانی رکھا ہوا تھا اس کے علاوہ دیواروں میں لکڑی ہی سے بنے ہوئے بڑے سے ڈبے رکھ دیئے گئے تھے جن میں تل لگائے گئے تھے اور نیچے ایسے انظامات تھے کہ بانی جسم کو راب نہ کرے، چند لمحات کے بعد تینوں باہر نکل آئے انہوں نے آپس میں کوئی گفتگو نہیں کی تھی اور زبردان کو دیکھ کر آسٹریچ دوسرے لوگوں کو اطمینان ہوا تھا پھر ان کے سامنے واقعی نفس کش پیش کیا گیا جسے دیکھ کر انہیں حیرت ہوئی تھی گرم چائے نے تو اتنا لطف دیا تھا کہ آسٹریچ ان کے سامان کو دیکھا تھا وہ سب ان کی نگرانی کر رہے تھے مکروہ چہرے والے شخص نے کہا۔

”اگر ناشتہ پسند آیا ہو تو اس کا اظہار ضرور کر دیتا۔“

”اصلی طور پر جس طرح ہمارا سامان آپ لوگوں نے اپنے قبضے میں لیا تھا اس سے ہمارے دل کے لئے اختلاف پیدا ہو گیا تھا لیکن خصوصاً اس گرم چائے کے عوض میں نے آپ سے کچھ نہیں مانگا۔“ تمام اختلافات ختم کر دیئے اس کا بے حد شکریہ۔“ جواب میں اس شخص نے قہقہے لگائے پھر ناشتے سے فراغت حاصل ہونے کے بعد اس نے کہا۔

”کیا جانتا ہے شران۔“ شران کے ایک دوست نے پوچھا۔
 ”امیری سب سے بڑی طلب وہ درخت ہیں جن سے زندگی چمکتی ہے ظالم میان لائی نے اپنی
 کاب سے بڑا کام بھی کیا ہے کہ آب حیات برسانے والے درختوں سے ہمیں محروم کر دیا
 نے بڑی چالاک سے اپنا یہ کام سرانجام دیا ہے کیونکہ وہ حقیقت سمجھ گیا تھا۔“
 ”تیری وجہ سے ہماری جان بچ گئی شران ورنہ حقیقت سے آشنا ہو کر میان ہمیں کبھی معاف نہ
 دیتا۔“

”میرے دوستوں کو نقصان پہنچانا آسان کام نہیں میان اگر اپنی شفقت کے دروازے بند
 ہاتھ بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔“

ان کے گھوڑے مختلف سمتوں میں دوڑتے رہے لیکن انہیں مطلوبہ درخت کہیں نظر نہ آئے
 پھر وہ اس تلاش سے مایوس ہو گئے شران نے نفرت سے کہا۔

”بدبخت گشتار بھی نہ جانے کہاں مر گیا ورنہ وہ ہماری رہنمائی کرتا یوں لگتا ہے جیسے پہاڑوں
 میں بھی ان جیسے دوسرے درخت موجود نہیں۔“
 ”اب کیا کریں شران۔“

”نسور جانا بھی ضروری ہے ہم اس تلاش میں بہت وقت ضائع کر چکے ہیں یقیناً میان لائی خود
 سوراوانہ نہ چوکا ہوگا ہمیں وہاں پہنچ کر شکار شروع کر دینا چاہئے۔“ شران نے مایوسی سے

”وہ شاید کوئی بستی ہے۔“ شران کے ایک دوست نے گہرائیوں میں آباد ایک بستی کی طرف
 کرتے ہوئے کہا۔

”آہ۔ میں نے تو اسے دیکھا ہی نہ تھا ہاں تم ٹھیک کہتے ہو۔“ شران پر خیال نظروں سے اس
 دیکھ کر بولا کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ ”چلو کچھ تو ہوا.....“
 نے آہستہ سے کہا اس کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ گہری ہوتی گئی پھر جب پہاڑوں میں رات
 کی تمام گھوڑے اس بستی کی جانب چل پڑے۔ پُر سکون بستی نیند کی آغوش میں جا چکی تھی
 لوگ آرام کی نیند سو رہے تھے کہ اچانک کچھ گھروں سے چیخ و پکار کی آوازیں ابھریں چند
 ماہر دوشی دوندے حملہ آور ہو گئے تھے چیخنے والی ہر آواز کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا نرم و
 مصمم سسکیاں ابھریں اور معدوم ہو گئیں چند گھنٹوں میں تباہی اور بربادی کی ایسی تاریخ رقم
 نے بستی میں رہنے والے کبھی فراموش نہیں کر سکتے تھے۔ سورج طلوع ہونے سے قبل یہ تمام
 بستی سے باہر نکل گئے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ستارہ کے سردار اسلام کے فرشتوں کو بھی گمان نہیں تھا کہ اس کی پُر سکون آبادی میں راتوں
 کو ایسی تباہی پھیلی ہے جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتا۔ معمول کے مطابق وہ اپنے کوستے
 پر لگا تھا اور باہر نکلے ہی اس نے بستی کے لاتعداد افراد کو اپنے کوستے کی جانب آتے ہوئے
 تھا۔ یہ لوگ اپنے ہاتھوں پر انسانی لاشے اٹھائے ہوئے تھے اور ان کی آہ و بکا کی آوازیں
 کے کانوں تک پہنچ رہی تھیں۔ سلام بے اختیار ان کی جانب دوڑ پڑا اور وحشت زدہ لہجے

”اور اب تعارف کی رسم ادا ہو جائے“ سب سے پہلے مجھ سے ملنے میرا نام شامگنہ
 اس لحاظ سے میں نے اس جگہ کو شامگنہ کی نام سے متعارف کرایا ہے میری اس فکر
 ابھی بہت تھوڑے سے افراد ہیں لیکن میں نے پھندے لگائے ہوئے ہیں جال پھیلانے
 چڑیا آئیں گی یا پھنسیں گی اور یہاں کی آبادیاں بڑھتی جائیں گی آپ لوگ دیکھیں گے کہ
 ایک باقاعدہ شہر آباد ہے اس شہر کی آبادی کو زیادہ وقت نہیں گزر اس لئے ابھی آپ کو
 کم افراد ملیں گے اور وہ بھی ابھی منظر عام پر نہیں ہیں اس سے زیادہ تفصیل ابھی نہیں
 جائے گی آپ کو اب آپ لوگ اپنا اپنا تعارف کر دیجئے یہ اندازہ تو مجھے ہو گیا ہے کہ آپ
 مختلف ممالک سے ہے آپ غالباً برٹش معلوم ہوتے ہیں یہ شخص لازمی طور پر افریقی ہے
 بارے میں..... میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کا تعلق کہاں سے ہے اور غالباً آپ کی یہ بات
 بھی..... ادھو۔ ہو سکتا ہے اس کا تعلق اسپین سے ہو۔“ زربدان کو زیادہ تر لوگ اسپین
 تھے۔ آسٹرنے مسکرا کر کہا۔

”آپ کے اندازے قابل قدر ہیں یہ ہمارا ایک گروپ ہے جو پھولا کھا جن کی بلندوں
 نہیں کر سکا لیکن اس کی چوڑائیوں کو عبور کر کے یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔“

”ان علاقوں کے بارے میں کچھ معلومات ہیں؟“
 ”کیوں نہیں اس طرف کی آبادیاں ایسے وحشی لوگوں کی آبادیاں ہیں جو بیرونی دنیا
 سے نفرت کرتے ہیں اور اپنے علاقوں میں کسی دوسری نسل کے لوگوں کو برداشت نہیں کر
 آسٹرنے جواب دیا۔

”گڈ..... اس کے باوجود تم لوگوں نے ادھر کا رخ کیا۔“
 ”ہم چوری چھپے یہاں کا جائزہ لینا چاہتے تھے اسی لئے ہم نے اپنی تعداد بے حد مختصر
 میری بیوی لیزا ہے میرا نام آسٹرن ہے یہ مسٹر ڈاور یہ ایک اسٹوڈنٹس لڑکی ڈیزی ہے۔“ آسٹرن
 ذہانت سے گفتگو کر رہا تھا۔

”ہوں۔“ وہ پر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا پھر بولا۔ ”بقیہ باتیں بعد میں ہوں گی
 ہدایات ذہن میں رکھو یہاں سے فرار کی کوشش نہ کرنا۔ دو طرفہ خطرات میں گھر جاؤ گے
 اپنے شکاری کتے چھوڑ دوں گا ان سے بچ گئے تو پہاڑیوں کے شکار بن جاؤ گے کیونکہ کوئی
 نہ تلاش کر پاؤ گے۔“

”مسٹر شامگنہ جو۔“ آسٹرنے کہا لیکن وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ”نہیں چاسٹر کا حکم آخری
 اس کا خیال رکھنا۔“ پھر اس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”انہیں سمان نمبر ایک کا درجہ
 مسلح افراد نے ان کے قریب آکر انہیں آگے بڑھنے کا اشارہ کیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شران اپنے چندیدہ ساتھیوں کے ہمراہ عقابوں کی آبادی سے نکل آیا تھا۔ ابتداء میں
 نے وہی راستہ اپنایا جو نسور کی طرف جاتا تھا بعد میں اسے تبدیل کر دیا۔

”میں اپنے چالاک باپ کی ذہانت کو سمجھتا ہوں لیکن میرے خیال میں اس نے مجھ
 ہے جو اس کی سب سے بڑی بے وقوفی ہے اب میدان صاف ہے تم لوگ سمت کا تعین کرنا۔“

سنہ والو کیا تم مجھے ہو کہ میں اپنے بھائی کے بیٹے سے چشم پوشی کروں گا کیا میں اس لئے اس سے ملنے جاؤں گا کہ شران میان لائی کا اکلوتا بیٹا ہے۔ روشنی والے کی قسم عقابوں کی بستی میں گاہیں چرواہوں سے ان ناپاکوں کا وجود منادوں گا جنہوں نے رات کے سناٹوں میں بوستانہ میں زبان کروں گا زمین سے ان ناپاکوں کا وجود منادوں گا جنہوں نے رات کے سناٹوں میں بوستانہ میں علم ڈھائے ہیں ایسا انتقام لوں گا ان سے کہ پہاڑ یاد رکھیں گے میں جانتا تھا مجھے علم تھا کہ میان سلطنت رنگ لائے گی نہ جانے کیا کیا جتن کر کے بالآخر اس نے ایک شیطان تخلیق کر لی یا اس نے شیطان اگر عقابوں کے مسکن تک محدود رہتا تو ٹھیک تھا اس نے بوستانہ کو چھیڑا ہے اور اس نے آگیا ہے کہ میان کے خوابوں کی صبح ہو جائے جاؤ بزرگوں ان مظلوموں کی آخری رسومات ادا کرو اپنے آپ کو سکون دینے کی کوشش کرو اس اعتدال کے ساتھ کہ تمہارا سردار اس امتحان میں پورا زور لگا جاؤ اس وقت میں اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتا۔

لوگ منتظر ہو گئے سلام نے اپنے مشیروں کو طلب کر لیا اور ان سے مشورے کرنے لگا ایک بانی نے کہا۔ ”ہماریہ ہو گا کہ کوئی قدم اٹھانے سے قبل تو اپنے دوسرے بھائیوں سے مشورہ بھی کر لے سلام تاکہ وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ تو نے جلد بازی کی۔“

”روشنی والے کی قسم اگر کسی کوہ بخت نے یا سمنانہ نے مجھ سے کہا کہ میان لائی سے سخت بدی نہ اختیار کروں تو میں ان لوگوں سے بھی اپنے رشتے ختم کر لوں گا۔ آہ ہوتا تو یہ چاہئے کہ میں اس وقت سے اپنے قبیلے کو تیار کرنا شروع کر دوں اور پھر عقابوں کے مسکن کا رخ کروں ان کی پوری آبادی کو نذر آتش کر دوں لیکن تم ٹھیک کہتے ہو فوراً قاصدوں کو تیار کرو اور انہیں میرا یہ پیغام لے کر کوہ بخت اور سمنانہ کی طرف روانہ کر دو کہ میں فوراً ان دونوں سے ملنا چاہتا ہوں جاؤ مجھ میں اب انتظار نہیں میں یہ مجلس مشاورت ختم کرتا ہوں۔“ شیر اپنی جگہوں سے اٹھ گئے تھے۔

سلام کے قاصد بوستانہ سے روانہ ہو کر سب سے پہلے سلام کے بڑے بھائی کوہ بخت کی بستی پہنچے۔ کوہ بخت اپنی آبادیوں میں ہر سکون زندگی گزار رہا تھا۔ سلام کے قاصدوں کی آمد کی خبر ان کو اس نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ یہ ایک عجیب سی بات تھی، حالانکہ چاروں سگے بھائی تھے، لیکن جو یکائیت اور محبت کوہ بخت، سمنانہ اور سلام کے درمیان تھی میان لائی سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا اور وہ ایک الگ تھلک حیثیت رکھتا تھا۔ ابتداء سے ہی یہ کیفیت تھی، میان سرکش تھا، بدگو تھا اور خود بھی ان لوگوں سے رغبت نہیں رکھتا تھا، جس کے نتائج آگے چل کر یہ نکلے کہ ان بھائی اس سے متفر ہو گئے۔ ایک رسم بھانے کی حد تک تو وہ میان لائی کو اپنا بھائی کہتے تھے، اس سے زیادہ میان لائی کے لئے ان کے دل میں اور کوئی کیفیت نہیں جاگی تھی۔ بوستانہ کے قاصدوں نے سلام کا پیغام کوہ بخت کو دیا تو اس نے بے شمار سوالات کر ڈالے۔ سلام کی خیریت، قریب و جوار کے ماحول کے بارے میں معلومات حاصل کیں، اصل میں وہ یہ جانتا چاہتا تھا کہ سلام نے اس طرح اس کو کیوں طلب کیا ہے۔ قاصد ضرورت سے زیادہ زبان نہیں کھولنا چاہتے تھے، لیکن انہیں یہ ہدایت بھی نہیں کی گئی تھی کہ اصل واقعے پر اپنی زبان بند رکھیں، جب کوہ بخت نے کہا!

”تم جانتے ہو میں سلام کا بڑا بھائی ہوں اور ہر مشکل میں وہ میری ہی مدد طلب کرتا ہے، اب جبکہ میں تم سے یہ سوال کر رہا ہوں کہ مجھے اس کی مشکل کے بارے میں بتاؤ تو تم گریز کر کے

میں بولا۔ ”کیا ہے یہ سب کچھ آہ یہ کیا ہوا، یہ کیسے ہو گیا؟“

”جہاں نازل ہوئی تھی سردار۔ راتوں رات اس بستی کی تاریخ میں ایک ایسا المیہ ہے جو صدیوں میں کبھی رونما نہیں ہوا تھا۔“

”مگر..... مگر یہ کیسے ہوا، کس نے کیا یہ، مجھے اب تک خبر کیوں نہ ہوئی؟“

”سب کچھ اس خاموشی سے ہوا سردار کہ آس پاس والوں کو بھی پتہ نہ چل سکا، اچھا، گھڑ سوار بستی میں داخل ہوئے اور بستی کے سرے پر واقع ان مکانات پر حملہ آور ہوئے، کے کینوں نے چیخنے کی کوشش کی تو انہیں زندگی سے محروم کر دیا گیا اور ان گھروں کی عزت کر دیا گیا یہ لاشیں تو تیرے سامنے لے آئی گئی ہیں لیکن چند ایسی لاشیں بھی ہیں جو ان ابھی تک سسک رہی ہیں ہماری عزت ہماری آبرو۔ وہ نوخیز بچیاں جو تیرے زیر سایہ آبرو کو محفوظ سمجھتی تھی اب اپنی آبرو سے محروم ہو گئی ہیں۔“ سلام کہتے میں وہ گیارہ آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔

”آہ کون تھے وہ؟ کیا تم میں سے کوئی انہیں پہچان سکا کیا وہ بوستانہ ہی کے باشندہ ہمارے ہاں یہاں تو کبھی ایسا نہیں ہوا کیا تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جو انہیں پہچانتے ہو، بوڑھا ارزل آگے بڑھ آیا اس کے چہرے پر سنگین خاموشی طاری تھی۔ سلام نے اے ہوئے کہا۔

”بزرگ ارزل، کیا، کیا تو نے انہیں دیکھا؟“

”ہاں معزز سردار، میں اب بد نصیبوں میں سے ہوں جس پر وار کیا گیا لیکن زندگی کم، گئی میں ایک پتھر سے ٹکرایا اور گر کر بے ہوش ہو گیا وہ سمجھے کہ میں بھی مر گیا ہوں آہ آبرو بھی لٹ گئی ہے میں صرف اس لئے زندہ ہوں سردار کہ تیرے سامنے حقیقت بیان کے بعد میرے لئے موت کے سوا اور کچھ باقی نہیں رہا ہے۔“

”بولنا کیوں نہیں بزرگ ارزل، روشنی والے کی قسم وہ جو کوئی بھی ہیں میں انہیں آخری طبق میں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا کون ہیں وہ کیا ہماری بستی کے لوگ؟“

”نہیں عظیم باندہ وہ اپنے پیچھے ایک ایسا ثبوت چھوڑ گئے ہیں جو ناقابل تردید ہے اور آنکھیں۔ تو نے ہمیشہ مجھے عزت سے اپنے ساتھ رکھا ہے اور ابھی تھوڑے عرصے کی بات تو عقابوں کی بستی اپنے بھائی سے ملنے گیا تھا اس وقت میری آنکھوں نے جو کچھ دیکھا تھا تصویر میرے وجود میں ایک کرناک شکل میں بسی ہوئی ہے وہ ناقابل تردید ثبوت جو میں نہ پیش کرنا چاہتا ہوں یہ ہے.....“

بوڑھے ارزل نے اپنے ڈھیلے ڈھالے لباس سے ایک چوڑی سی کھال نکال کر سامنے پھیلا دی اس کھال پر عقابوں کا نشان بنا ہوا تھا۔ یہ نشان عقابوں کے مسکن والے کے نشان کے طور پر استعمال کرتے تھے ارزل نے کہا۔

”صرف اتنا ہی نہیں سلام، میں نے اپنی ان آنکھوں سے شران کو دیکھا بھی؟ نے اسی شیطان نے.....“ بوڑھا ارزل جملہ ادھورا چھوڑ کر سسکے لگا۔

سلام کی آنکھوں میں خون اتر آیا وہ دیر تک خاموش کھڑا رہا پھر اس نے سر بلند

”اوپل بہتر ایک مقام ہوگا۔ میں مرنے سے پہلے تجھے تیرا مقام دلوں کر جاؤں گا شہ بدان یہ میرا ہے۔“ شہ بدان نے خاموشی اختیار کر لی۔ باتو کا سوچا درست ہی نکلا۔ جنگوں میں زیادہ دور

”اور مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ عورت آخر ہے کیا چیز، اپنے مطلب کی ہر طرح سن لیتی ہے، پتہ نہیں اس کائنات میں عورت سے زیادہ حیر کان بھی کسی اور کے سے اس موضوع پر زیادہ منگتگو نہ کر، میں واقعی اب اس احساس کا شکار ہوں کہ کیا سب سے بڑا وقت نہیں آگیا ہے اور اگر ایسا ہے تو اس کا اور عقابوں کا مستقبل کیا ہو گا مہری سوچ میں ڈوب گیا تھا۔“

پانچ برس پہلے میری بیٹی انیس سال کی ہو چکی ہے۔ آج میری عمر چالیس سال ہے۔ میری بیٹی نے سب سے پہلے میری زندگی میں ایک ایسی تبدیلی لائی جو میری زندگی میں ایک نیا رنگ ڈال دی۔ میری بیٹی نے میری زندگی میں ایک ایسی تبدیلی لائی جو میری زندگی میں ایک نیا رنگ ڈال دی۔ میری بیٹی نے میری زندگی میں ایک ایسی تبدیلی لائی جو میری زندگی میں ایک نیا رنگ ڈال دی۔

”وہ کون ہے.....؟“ باتو سامنے دیکھتے ہوئے بولا اور شہ بدان کی نگاہیں اٹھ گئیں۔ ایک قوی پیکل شخص گھوڑے پر آ رہا تھا۔ عمر رسیدہ آدمی تھا، اس کے دونوں

بستی والوں میں باگ کی بیٹی ہوں۔ میں تمہاری شہ بان ہوں۔ بچاؤ مجھے اور مجھے ہٹاؤ
سردار سلاہ یہاں حکمرانی کرتا تھا تو باہر سے آنے والوں کے ساتھ یہی سلوک کرتا تھا۔
سے لوگوں کے منہ سے آوازیں نکلیں۔

”ہاں یہ تو شہ بان ہی ہے، یہ تو واقعی سلاہ کی بیٹی ہے اوہ۔“

زماہ نے کہا۔ ”ٹھیک ہے تو سلاہ کی بیٹی ہی سہی، لیکن سلاہ اب ہمارا قیدی ہے
مقام کھو چکا ہے اس کے اندر سرداری کی قوت نہیں تھی۔ اس کے دونوں بیٹے اس کے
نہ بن سکے، چنانچہ اب قیدی ہے۔“

”میں تجھ سے مبارغہ طلب کرتی ہوں، زماہ، یہ میرا حق ہے مجھ سے مبارغہ کر،
دیدے، یہ مبارغہ میں اپنے باپ سلاہ کے لئے طلب کرتی ہوں اور بستی والو اگر پالا
صدیوں سے رائج اس قانون کا تمہاری بستی میں خاتمہ نہیں ہو گیا ہے تو میرے ہم آؤ
مبارغہ میرا حق ہے۔“

”مبارغہ ضرور ہونا چاہئے اگر وہ مبارغہ طلب کر رہی ہے تو سردار زماہ اس سے
کر سکتا۔“ ایک آواز نے کہا اور اس کے بعد بے شمار آوازیں اس آواز کی ہم آواز
اور ایک طوفان ابل پڑا، لوگ زماہ سے خوش نہیں تھے چنانچہ اس وقت اس کے خلاف
آباد ہو گئے تھے۔ یہ سوچے سمجھے بغیر کہ بھلا عمر سیدہ شہ بان کیا مبارغہ کر سکتی ہے، لیکن
سب نے اس رسم کی حمایت کی تھی۔

○.....○.....○

خاموشی سے آگے بڑھنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا، وہ لوگ ان کی رہنمائی
ہوئے تھوڑی سی چڑھائی چڑھنے کے بعد انہیں ایک غار کے دہانے پر لے آئے۔ دہانہ باہر
نہیں تھا۔ انہیں یہاں لانے والے ان کے عقب میں رہے اور ان میں سے ایک نے کہا۔
”آپ لوگ اس غار میں داخل ہو جائیے لیکن ذرا خیال کے ساتھ غار کے دوسرے
تھوڑا سا ڈھلان ہے اس سے احتیاط سے اتریں بعد میں آپ خود دیکھ لیں گے کہ اس کی
ہے۔“

آسٹرویلین نے سب سے آگے قدم بڑھائے تھے لیکن یہ ڈھلان ایسے نہیں تھے جنہیں
گزار کہا جاسکے۔ بس ایک دس فٹ تک زمین تاہوار اور ڈھلان میں اتر رہی تھی۔ اس
ایک انتہائی وسیع غار نظر آ رہا تھا، جس میں اچھی خاصی روشنی تھی۔ یہ روشنی غار کی
موجود چند سوراخوں سے آ رہی تھی، ہوا بھی خوب تھی، آسٹرویلین کے پیچھے لیزا، پھر زماہ
اس کے بعد بڑا اور روزال نیچے اتر گئے۔ آسٹرنے درمیان میں کھڑے ہو کر چاروں طرف
مطمئن لہجے میں بولا۔

”ہمیں مہمان نمبر ایک کا درجہ دیا گیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ
ہے۔“

انہیں لانے والے ان کے پیچھے اندر نہیں آئے تھے۔ نہ ہی غار کے دہانے پر کوئی
کیا گیا تھا جس سے اسے بند کر دیا جائے۔ لیکن یہ بات سمجھی جانتے تھے کہ باہر سے

زماہ نے مسکراتی نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کو دیکھا اور بولا۔

”کیا آپ لوگ خوفزدہ ہیں؟“

”نہیں مسٹر ویلین بالکل نہیں۔“

”اتفاق سے ہم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو مہم جوئی کے ان خطرات سے ناواقف ہو،
جوئی کتنی سی اسے ہیں کہ غیر متوقع واقعات پیش آئیں اور ان میں زندہ رہنے کی کوشش کی
ئے، ویسے یہ قدرتی غار ہی معلوم ہوتا ہے۔“

غار میں جگہ جگہ پانی کے برتن رکھے ہوئے تھے، شیشے کے گلاس بھی تھے، دوسری ضروریات
بھی بندوبست کر دیا گیا تھا، ویلین اطمینان سے ایک دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ لیزا نے

.....

”اگر ہم اس جگہ بیٹھ جائیں تو سوراخوں سے آنے والی ہوا سے بھی لطف اندوز
گیں۔“ ویلین مسکرا کر بولا۔

”نہیں ڈیر سوراخوں کے دوسری طرف سے ہماری آوازیں بھی سنی جاسکتی ہیں ہمیں بہر طور
لاکھ عمل مرتب کرنا ہے، اس لئے یہی جگہ بہتر ہے، روزال، بڑ، تم بھی یہیں آ جاؤ۔“ لیزا
زبدان تو ویلین کے پاس تھیں۔ سب زمین پر بیٹھ گئے آسٹرنے کہا۔

”ہاں ڈیر روزال اب اس وقت ہماری نگاہیں تم پر ہیں کہو کیا اس علاقے کے بارے میں تم
ناکے ہو۔ چننا تہیں ایسی ہوئی ہیں جن پر ہمیں حیرانی ہے۔“

”میں خود حیران ہوں ماسٹر ویسے پہاڑوں کی بلندیاں عبور کر کے تو باہر کے لوگوں کا اس طرف
چننا ایک مشکل کام تھا، لیکن وہ رخنے جنہیں میں نے ذریعہ سفر بنایا اب بیدنی دنیا کی نگاہوں سے
در نہیں رہے۔ اس کا مطلب ہے کہ پہاڑوں کے اس طرف آبادیوں کا وہ انداز نہیں رہا کیا کہا
جاسکتا ہے کہ اس طرف آنے والا یہی شخص اور اس کا گروہ ہے، ممکن ہے کچھ لوگ اندرونی
ملاقوں میں بھی داخل ہو گئے ہوں۔“

”کیا پہاڑ والوں نے بیرونی لوگوں کو قبول کرنا شروع کر دیا ہے۔“

”ممکن تو نہیں ہے ماسٹر لیکن کیا کہا جاسکتا ہے، جہاں تک میرا تعلق ہے میں نے پہلے بھی
اپنے بارے میں ایسی بات نہیں کہی جس سے آپ کو یہ احساس ہو کہ میں کوئی ذہین یا اعلیٰ کارکردگی
کا نامک شخص ہوں میں آپ کو بتا چکا ہوں کہ فطری طور پر ایک غلام ہوں اور میں نے ہمیشہ اپنے آقا
کی غلامی کی تھی اس کے ساتھ ہی میں نے جو کچھ دیکھا، دیکھ لیا تھا، باقی میں کچھ نہیں جانتا، یہ آپ
کی حمایت ہے کہ آپ نے مجھے ذہنی طور پر بھی بہت کچھ دیا ہے۔ بہر حال اگر ہمیں موقع مل جائے تو
اس کے راستے تلاش کئے جاسکتے ہیں۔ یہ اطمینان میں آپ کو دلاتا ہوں کہ اب ہم پہاڑوں کے
اسی طرف ہیں جدھر آپ کی زبان میں کھٹنٹے رہتے ہیں، مگر یہ شخص۔“ روزال پُر خیال
آواز میں خاموس ہو گیا۔ آسٹرویلین چند لمحات خاموش رہنے کے بعد بولا۔

”تم سب ایک بات بغور سن لو وہ شخص بے حد خطرناک ہے، میرا تجربہ یہی کہتا ہے ہمیں
یہاں سے نکلنا ہے مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے ہماری یہ پہاڑی مہم کچھ نئے راستے اختیار کرتی جا رہی
ہے۔ بنیادی بات یہ ہے کہ ہمیں مکمل طور سے اپنے آپ کو چھپانا ہے اس پر قطعی یہ ظاہر نہ ہونے

پوری کئی گھنٹیں۔ غائبانہ کے جاننے کی خبر بھی باہر والوں کو ہو چکی تھی۔ کیونکہ تھوڑی دیر بعد عمدہ ناشتہ آگیا۔ اس ناشتے کو دیکھ کر پھر حیرت کا احساس ہوا تھا۔ تازہ ذہل روٹیاں اور بے لوازمات، یہ سمجھ میں نہیں آیا تھا کہ ان کا بندوبست کیسے کر لیا گیا ہے۔ آسٹرنے ایک بیکر منتخب کر لیا تھا اس کا اظہار اس نے رات کو بھی کر دیا تھا اور اس وقت بھی اس نے کہا۔ ”ان تمام انتظامات کو دیکھ کر سب لوگوں نے یہ اندازہ ضرور لگایا ہو گا کہ وہ یہاں مستحکم ہے اس سے کوئی انحراف فی الحال ہمارے لئے نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ زربدان تم نے اس بارے اپنی رائے نہیں دی؟“

زربدان نے پراسکون لمبے میں کہا۔ ”میری رائے دینے کا ابھی وقت نہیں آیا ہے اور اس علاقہ میں یہ جانتی ہوں کہ آپ لوگ تمام فیصلے بہتر کریں گے۔“

اس کا جملہ ادھورا رہ گیا۔ چند افراد اندر داخل ہوئے تھے اور ان میں سے سب سے آگے لڑائی تھی۔

ایک ڈھیلا ڈھالا لباس پہنے ہوئے پیشانی پر سرخ رنگ کی پٹی باندھے وہ عجیب مضحکہ خیز بیت کا مالک نظر آ رہا تھا۔ اندر آ کر دونوں ہاتھ سینے پر باندھے اور رکوع کے انداز میں خم ہو گیا بدھا ہو کر بولا۔ ”شان شئی کے معزز مہمانوں کو صبح کا سلام اور اس کے بعد چائے کی طرف سے سوال۔ آپ لوگوں کو کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔“

”بالکل نہیں مشر شانگ جو بلکہ ہم حیرتوں سے گزر رہے ہیں آپ کی شخصیت نے ہم پر عجیب والا ہے۔“

شانگ جو مسکرا دیا اور بولا۔ ”اور آنے والے وقت میں جب آپ یہ سوچیں گے کہ جو آپ سے کس قدر قریب رہا ہے تو آپ لوگوں کو حیرت ہوگی، شان شئی کا سربراہ ان لوگوں کی اہمیت دے گا جو اس کے ساتھیوں میں اول حیثیت کے مالک ہوں گے۔ آپ آئیے آپ کو اس چھوٹے سے ملک کی سیر کراؤں جس کے دارالحکومت کی باگ ڈور رکھی گئی ہے یوں میں سب بناد.....“

سب ہی تیار ہو گئے اور اس کے بعد شانگ جو انہیں ساتھ لئے ہوئے باہر نکل آیا۔ اس کے لئے آنے والے محافظ سب سے پہلے چل رہے تھے شانگ جو نے کافی فاصلہ طے کیا۔ یہ فاصلہ ان کی بلندیوں پر پگھلنے والوں کی شکل میں تھا۔ بیچ در بیچ پگھلنے والوں جو کہیں کہیں غاروں سے بھی رسی نکلتی تھیں۔ بالآخر ایک جگہ ختم ہو گئیں۔ یہ بھی ایک وسیع و عریض غار کا دہانہ تھا۔ اور اس کے اندر ایک محافظ کھڑے ہوئے تھے۔ نیچے جانے کے لئے بیڑھیاں طے کرنا پڑی تھیں اور اس بعد ایک اور وسیع و عریض غار سامنے آگیا تھا۔ پھر انہیں ایک عجیب سا احساس ہوا۔ شانگ جو ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”وہ دیکھئے پانی کا ذخیرہ۔“ زیر زمین پہاڑوں کے اندر پانی کی ایک جھیل جیسی موجود تھی۔ گو اسے دست زیادہ نہیں تھی لیکن ذخیرہ بہت زیادہ بڑا معلوم ہوتا تھا۔ شانگ جو نے کہا۔

”یہ قدرتی انعام ہے ایسی کئی جھیلیں پہاڑوں کے نیچے موجود ہیں آپ انہیں چشے بھی کہہ سکتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ پانی زمین ہی سے برآمد ہوا ہے۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ کسی بیرونی ذریعے سے

پائے کہ ہمارا مشن کیا ہے۔ زربدان کو میں نے ایک نیا نام دیا ہے، زربدان تم ایک بیڑھیاں حیثیت سے ہی ان لوگوں سے گفتگو کرو گی اور ہم میں سے کوئی یہ ظاہر نہیں ہونے دے گا۔ علاقے کی زبان جانتے ہیں اس بات کا خاص خیال رکھا جائے بنیادی طور پر اور کوئی ایسا نہیں جس کے لئے میں تم لوگوں کو ہدایت کروں، کوئی بھی شخص کسی بھی صورت حال سے نہ آئے، بس اس کے بعد دیکھتے ہیں کہ آگے کیا ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو فکروں سے آزاد کر جوتی ہے اور اگر کسی مہم میں ناقابل یقین اور مشکل حالات پیش نہ آئیں تو اسے مہم کہنے نہیں آتی ہے۔“

لیزائے کہا۔ ”اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا اندازہ ہے ڈیر اسٹریٹس۔“

یہ کون معلوم ہوتا ہے؟“

”میں دعوے سے نہیں کہہ سکتا لیکن اس کے خدوخال قد و قامت چینیوں جیسے ہیں۔ ہے ان ہی علاقوں کا باشندہ ہو، اگر نہیں تو پھر چینی تو ہے ہی۔“

”لیکن تم نے دیکھا اس کے ساتھ سفید نسل کے لوگ بھی ہیں۔ یہ کون ہو سکتا ہے۔“

”بے کار دماغ لڑانے سے فائدہ نہیں لیزا.....“

”اگر اس کے ذہن میں اور کوئی خاص بات نہیں ہے تو میرے خیال میں وہ خود ہم تعارف کرائے گا۔ یہ میرا اندازہ ہے..... ہو سکتا ہے غلط بھی ہو۔“ لیزائے کوئی جواب آسٹرو خود ہی کہنے لگا۔

”ویسے ان کے وسائل خاصے پُر اسرار معلوم ہوتے ہیں ہمیں جو لاٹرٹھا تھا وہ اس تصدیق کرتا تھا کہ اس طرف آمدورفت شروع ہو چکی ہے اور ناشتے کے طور پر انہوں نے کچھ دیا اس سے بھی تصدیق ہوتی ہے کہ بیرونی دنیا سے ان کا رابطہ ہے اور وہ ادھر کا رہتے ہیں۔ ورنہ ان کے پاس اس قدر تروتازہ سامان نہ ہوتا۔“ اس کے بعد ان کو درمیان اور کوئی اہم گفتگو نہیں ہوئی۔ دن گزر گیا رات کو انہی سوراخوں سے خاص قسم کی لٹکادی گئیں جنہوں نے غار میں مدھم اجالا پھیلا دیا تھا۔ لیزائے حیرانی سے کہا۔

”کم بجتوں نے واقعی بڑے مناسب انتظامات کر رکھے ہیں یہاں ایسے علاقوں میں زیادہ اور کیا کیا جاسکتا تھا۔“ آسٹرنے کوئی جواب نہیں دیا۔

رات آہستہ آہستہ گزرتی رہی۔ بہت دیر تک یہ لوگ جاگتے رہے تھے اور اس کے سب سے پہلے زربدان کو ہی نیند آئی تھی اسے سوتے دیکھ کر آسٹرنے کہا۔

”کیا خوب صورت عمر ہوتی ہے فکروں سے بے نیاز، ویسے بھی یہ اس کی سرزمین میری رائے ہے کہ تمام لوگ سونے کی کوشش کریں اور بہتر ہے سو جائیں تاکہ جسمانی قوت رہیں۔ ہم بہت جلد یہاں سے نکل پائیں گے۔ میرا یہی اندازہ ہے۔“

بڑا اور روزال نے اس بات کی تصدیق کی پھر انہیں نیند آگئی تھی اور دوسری صبح کرنوں نے انہیں جگایا جنہوں نے غار میں اچھی خاصی روشنی پھیلا دی تھی۔ سب لوگ اٹھ گئے۔ وہ قد ملیں جو سوراخوں سے نیچے لٹکادی گئی تھیں۔ واپس کھینچ لی گئی تھیں۔ اس کا کہہ کہ ان لوگوں میں زندگی کا آغاز ہو چکا ہے۔ پھر وہاں موجود پانی سے استفادہ کیا گیا اور

اس کے آنے کا کوئی راستہ نہیں ہے ہمیں یہ ذخیرہ آبِ بہت قیمتی محسوس ہوا ہے کیونکہ زندگی ہمیں سے شروع ہوتی ہے۔ آئیے۔" وہ ایک اور دہانے کی جانب بڑھ گیا۔ جوان بائیں سمت نظر آ رہا تھا یہاں سے گزرنے کے بعد ہی ایک لمبی سرنگ طے کرنی پڑی۔ لیکن بات یہ تھی کہ کہیں بھی ٹھکن نہیں تھی۔ پھر شاگ جو انہیں ایک اور عجیب و غریب دیواروں میں برف کے جالے لگے ہوئے تھے لیکن حیران کن بات یہ تھی کہ ان بے پناہ چمک تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ کیا ہے۔ آسٹرنے سوال بھی کر ڈالا لیکن چراسر طور پر خاموش رہا۔ وہ ان عجائبات کی دیر تک سیر کرتا رہا اور اس کے بعد ہنس کر "میں نے آپ کا ناشتہ اچھی طرح ہضم کر لیا ہے اب آئیے۔"

واپسی کے سفر کے بارے میں بڑی تشویش سے سوچا گیا تھا کہ جتنا فاصلہ طے کرے گا ہے اتنا فاصلہ طے کر کے واپس جانا پڑے گا۔ لیکن شاگ جو نے تھوڑا سا سفر طے کرنا انہیں باہر کی زمین پر لاکھڑا کیا تھا اور یہ جگہ اس جگہ سے زیادہ دور نہیں تھی جہاں ایک نام کا ممکن بنایا گیا تھا۔ شاگ جو نے کہا۔

"لچ کے لئے میں نے آپ لوگوں کے ساتھ ہی بندوبست کیا ہے۔ مہمان نوازی کا لچ کے بعد ختم ہو جائے گا اور پھر مستقبل کے راستے طے ہوں گے۔ مسٹر آسٹرولین یہ فرم ہے کہ آپ ہی ٹیم کے سربراہ ہیں، لیکن فیصلے کرنے میں احتیاط کیجئے گا۔"

"اصل میں مسٹر شاگ جو مجھے آپ کی شخصیت نے اس قدر متاثر کر دیا ہے کہ کوئی آپ کی مرضی کے خلاف کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔" شاگ جو قہقہہ مار کر ہنس پڑا تھا۔

میں دوسرے کھانے کا بندوبست کیا گیا آسٹرولین نے شاگ جو سے پوچھا۔

"ایک بات کا جواب اور دے دیجئے مسٹر شاگ جو....."

"ہاں ہاں ضرور ضرور..... دوستوں سے دوستانہ انداز میں ہی بات کی جاتی ہے۔"

"تازہ غذاؤں کا بندوبست آپ نے کہاں سے کیا ہے؟"

شاگ جو پھر اسی اطمینان سے انداز میں ہنسا اور بولا۔ "تمام انتظامات ہمیں پرکھے آہستہ آہستہ آپ کو ان سے روشناس کرایا جائے گا۔ آپ یہ سمجھ لیجئے کہ ابھی ہم نے چھوٹے خوراک کے پلانٹ لگائے ہیں لیکن وسیع پیمانے پر یہ کام بہت جلد شروع ہو گا۔ بڑھتے جائیں گے شان کٹی میں ان کے لئے بندوبست کیا جاتا رہے گا اب دیکھئے تاہم کام ابھی ہوتا ہے۔ چلیں چھوڑیں ان باتوں کو حالات سے آپ کو تمام واقفیت حاصل ہو جائے ہم اپنے آئندہ کے لائحہ عمل کے لئے اہم گفتگو کا آغاز کرتے ہیں۔" شاگ جو کے چہرے

شجیدگی پھیلی چلی گئی اور آسٹرولین نے انکشافات کا انتظار کرنے لگا۔

○.....○.....○

میان لائی نے کچھ وقت انتظار کیا اس کے بعد خود بھی سمجھتا ہوا کہ اس کی تیار کردیں۔ ہنگامے پریشان ہی دیکھا تھا میان لائی اب بے سکون انسان تھا۔ اس کا سوچوں میں گزرتا تھا۔ سمجھتا ہوا کہ اس نے اس دس آدمیوں کا انتخاب کیا تھا۔ قبل ہنگامے نے کہا۔ "عقاربوں کا نشان لے کر جاؤ گے آقا.....؟"

میان لائی نے جواب دیا۔ دوسرے لوگ اس گفتگو سے بے نیاز رہے موسم کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ دوسری صبح سفر سحر کا آغاز ہو گیا۔ دوران سفر

میں ہنگامے نے گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑاتے ہوئے میان لائی نے کہا۔

"دور یہ بھی ممکن ہے کہ سمجھتا ہوں ہمیں نئے ہنگاموں کا سامنا کرنا پڑے۔ اگر شمران

میں گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑاتے ہوئے میان لائی نے کہا۔

میں گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑاتے ہوئے میان لائی نے کہا۔

لے بیٹھا ہو۔“

ہنگانے کوئی جواب نہیں دیا پھر وہ باری پہنچ گئے باری مکمل طور سے آباد ہوئی۔ رونقیں وہی ہنگامہ خیریاں شباب پر تھیں جن کا تعلق باری کی روایتوں سے تھا۔ سرداروں کے نشان نظر آرہے تھے اور شان سے سینہ تانے بھرتے قبیلوں کے لوگ مرصوف تھے بازار لگے ہوئے تھے ہر چیز بالکل پہلے کی مانند تھی۔ میان لائی اور ہنگامہ دامنوں میں عقابوں کا نشان تلاش کرنے لگے جہاں جہاں ڈیرے بنائے جاسکتے تھے وہاں عقابوں کا نشان تلاش کیا۔ شکاری سمورا میں داخل ہو گئے تھے لوگ آرہے تھے تمام ڈھونڈ کر پریشان ہو گئے پھر ایک جگہ جمع ہو کر سب نے بیک آواز کہا۔

”آخر شمران نے عقابوں کا ڈیرہ کہاں جمالیا ہے؟“

”یوں لگتا ہے جیسے وہ یہاں پہنچا ہی نہیں۔“ میان لائی نے آہستہ سے کہا۔

”تو پھر کیا کیا جائے کیا اس بناری میں عقابوں کا نشان نصب نہیں ہوگا؟“ کہ
ر تاشہ کا سردار ہمدان کو یہی نظر آیا اور مسکراتا ہوا میان لائی کے پاس پہنچ گیا۔
”کہو میان لائی اس بار تم بہت دیر سے پہنچے جبکہ تم تو سب سے زیادہ کھالیں چن کر
شکاری تصور کئے جاتے ہو۔ ارے ہاں میں نے دوران شکار تمہارے بیٹے شمران کو
جنگلات میں دیکھا تھا۔ کیا شمران تم سے پہلے یہاں پہنچ گیا تھا؟“ میان لائی نے جو کہہ کر
سے کہا۔

”کیا وہ جنگلوں میں شکار کھیل رہا ہے۔“

”ہاں میں نے اسے خود دیکھا تھا۔“

”وہ میرے آنے سے قبل یہاں آچکا ہے میں کچھ دیر سے آیا ہوں۔“ میان لالہ

وہا۔

”مگر تیرے مسکن کا نشان مجھے نظر نہیں آتا۔“ ہمدان کو ہی بولا۔

”بہت جلد نظر آئے گا۔“ میان لائی نے مسکرا کر کہا۔ ہمدان کے جانے کے بعد
لجے میں بولا۔ ”ہمیں بے نشان ہی کہیں قیام کرنا ہو گا۔ حالانکہ یہ بدشگونی ہوتی ہے۔“
اڑا اڑا کر گئے۔“

”کیوں نہ ہم جنگوں میں داخل ہو کر شمران کو تلاش کریں۔ وہ مل جائے تو پکے قائم کریں اس کے بعد شکار کا آغاز کیا جائے۔“ ایک دوست نے مشورہ دیا۔

”ہرچند کہ یہ مشکل کام ہے لیکن اس کے سوا چارہ بھی نہیں ہے۔“ میان نے وہ لوگ تمسور میں داخل ہونے کی تیاریاں کرنے لگے۔ دوپہر ڈھل چکی تھی شام کے راتر رہے تھے کہ بباری آنے والے راستے پر تین سرداروں کے نشان بیک وقت نظر اٹھوئے ایک ساتھ نظر آرہے تھے۔ پھر وہ بباری میں داخل ہو گئے۔ یہ کوہِ بخت تھا۔ ان کی ملاقات بھی پہلے ہمدان کو ہی سے ہوئی ہمدان نے مسکرا کر کہا۔

”اس بار بساری زیادہ رُ رونق ہو گئی ہے کیونکہ چار سردار چار بھائی بساری تھے۔“

ہیں۔“

مسکن کہاں ہے؟“ کوہ بخت نے کہا۔

”یہ بھی اس نے کوئی ممکن غیب نہیں کیا۔ لیکن میں نے اسے جہلا کے قریب دیکھا ہے۔ تم جو تمہاری رہنمائی کر سکتا ہو۔“ ہمدان نے پیشکش کی اور کچھ دیر کے بعد اس نے انہیں میان لا کھڑا کیا۔ میان خوش ہو کر بولا۔

”تو میرے بھائی..... اتفاق ہے کیا ہی دلچسپ اتفاق ہے ہم تصور کی تاریخ میں پہلی بار ملے ہوئے ہیں۔“

”ہاں اور شاید اس بار تمہارا کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو جائے۔“ کوہ بخت نے

١٦

”کیوں نہیں ہم اپنا مسکن ایک جگہ بنائیں گے۔ چار قبیلے یکجا ہوئے ہیں چار نشان بیک وقت اکر رہنمون کو خوف زدہ کریں گے۔“

”تمن نشان ہمارے پاس ہیں میان لائی تیرا نشان کہاں ہے۔“ کوہ بخت نے پوچھا اور میان کی کراہ دیکھنے لگا۔ اب اسے احساس ہوا کہ کوہ بخت کے لمبے میں کوئی خاص بات ہے۔

”میرا نشان۔“ میان لائی نے اٹھتے ہوئے لمبے میں کہا۔ پھر کسی قدر شرمندگی سے بولا۔ ”مجھے
 قتل شران سمورا میں شکار پھیلنے چل چکا تھا۔ میں نے اسے عقابوں کا نشان دیکر بھیجا تھا لیکن
 انی ہوا بنی ہوئی ہے۔ شران کو ابھی سرداری کے آداب نہیں آتے، سمورا پہنچ کر اس نے اپنا
 سکن قائم کرنے کی بجائے شکار کے شوق کے جوش میں سمورا کے جنگلوں میں داخلہ ضروری سمجھا
 مان کوئی کا کہتا ہے کہ وہ اس وقت جنگلوں میں شکار پھیل رہا ہے۔“

”قیلوں کے کچھ قانون ہیں میان لائی، عقابوں کا نشان تمہارے پاس ہی ہونا چاہئے تھا
یونکہ شمران ابھی سردار نہیں ہے کیا یہ نشان اس قدر بے حقیقت ہو چکا ہے کہ تم نے اسے بچوں
کو لینے کیلئے دے دیا۔“

اب میان لائی کے انداز میں بھی سنجیدگی پیدا ہو گئی بھائی کا لہجہ بھائیوں جیسا نہیں تھا اس نے سرد لہجے میں کہا۔ ”کوئی خاص بات کہنا چاہتے ہو یا نہ۔“

”بے حد خاص۔ عقابوں کا ہونے والا سردار، سرداری کے قابل نہیں ہے۔“ کوہ بخت نے کہا۔ میان لائی کی کیفیت اندر سے کچھ اور تھی، لیکن اس نے اپنا سرداری کا انداز برقرار رکھا اور کسی قدر خشک لہجے میں بولا۔

”یہ فیصلہ کرنا قبیلے کے باہر کے لوگوں کا کام نہیں ہوتا باغہ، تمہیں یہ سب کچھ نہیں کہنا پڑے۔“

”سب کچھ میں نہیں کہہ رہا۔ پھاڑوں کا قانون کہتا ہے اور آنے والا وقت اس کی حقیقت کے نام کتنے ہو کہ شمران عقابوں کا نشان لے کر باری چل رہا تھا اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ وہ مورا کے جنگلوں میں شکار رکھیل رہا ہے۔ ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔ لیکن عقابوں کے مسکن سے نکل کر وہ بوستانہ گیا تھا اور بوستانہ میں اس نے عقابوں کے نشان کا سودا کر لیا ہے وہ یہ نشان بوستانہ کے بازاروں میں بیچ آیا ہے۔“

میکان لائی نے غرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ”یہ جملے بہت سخت ہیں باغہ اور مجھے مجبور کر رہے

ہیں کہ میں تمہارا احترام نہ کروں۔ لیکن پھر بھی تم میرے سب سے بڑے بھائی ہو۔
لفظوں کے استعمال میں احتیاط کرو۔“

”احتیاط کا وقت گزر گیا ہے میان لائی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ تو نے ہمارے ہونے کا ثبوت بھی نہیں دیا ہم سے الگ الگ رہا اور شاید دل میں ہم سے دشمنی بھی رکھتے ہیں یہ جرات نہیں ہوئی کہ ہماری بیسیوں کی جانب پیش قدمی کر لے ہاں اب تو نے ایک پایا تو تیرے ارادوں کو سمیٹ لیا اور تو نے ان برائیوں کا آغاز کر دیا جو تیری فطرت میں ہیں لیکن یہ تیری غلط فہمی ہے میان لائی، ایک شوالا یا مستقبل کا ہونے والا سردار اتنا طاقتور کہ اس کا مقابل بھی نہ پیدا ہو۔ سن میان لائی، شمران نے سردار بننے سے پہلے اپنی سب سے راستے بند کر دیئے ہیں۔ اول تو پہاڑوں کا قانون موجود ہے، ہم اپنی اپنی بیسیوں میں ذمہ دار ہوتے ہیں اور کسی باہر کے آدمی کو اندر کے معاملے میں مداخلت کی اجازت نہیں لیکن جب برائیاں گھر سے باہر نکل جائیں تو پہاڑوں کے سردار وقت سے لڑنے کا فیصلہ کر لیں یہ تیرا نشان ہے۔“ کوہ بخت نے عقابوں کا نشان نکال کر سامنے کر دیا اور میان لائی مرعوبہ اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

”ہاں..... اور میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ یہ تیرے پاس کہاں سے آیا۔“

”اس سوال کا جواب میں تجھے دیتا ہوں میان لائی۔“ سلام نے آگے بڑھ کر کہا۔
ہاتھ نے جو کچھ کہا ہے کہ اس کی حقیقت پہاڑوں کی طرح بلند ہے۔ تیرا بیٹا شمران رات کی تاریکی میں بوستانہ کی سرحدوں میں داخل ہوا اور اس نے وہاں غلاظت پھیلانی، بوستانہ کی دلفراور کیا اور رات کی تاریکیوں ہی میں نکل بھاگا۔ اسے وہاں دیکھا گیا پچان لیا گیا اور شاہ کاہلی تقدیر نے اسے اس نشان کی حفاظت سے لاپرواہ کر دیا۔ برائیاں پھیلانے کے بعد جب یہ نشان وہیں چھوڑ گیا، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ میں اپنے قبیلے کو لے کر سیدھا عقابوں پر حملہ اور اپنی بستی میں پھیلانی ہوئی اس گندگی کا بھرپور انتقام لیتا لیکن بد قسمتی سے ہم ایک ہی اولادیں ہیں۔ بڑے ہاتھ اس بات پر ناراض ہوتے کہ ان سے مشورہ کیوں نہ کیا گیا چنانچہ یہ معاملہ ان کے سپرد کر دیا۔“

”اور ہم یہاں کسی بھائی چارے کا مظاہرہ نہیں کریں گے، کیونکہ اگر ہم نے ایسا کیا میں نئی روایتوں کا اضافہ ہو جائے گا ہم اس بات کا تجھ سے جواب چاہتے ہیں میان لائی۔ تیری بستی پہنچے تو ہمیں علم ہوا کہ تو سمورا کی جانب روانہ ہو گیا ہے سو ہم وہیں سے سمورا چل پڑے۔ یہاں چار بھائیوں کے نشان یکجا نہیں ہوئے بلکہ ہم تین بھائی تین قبیلے تجھ سے کرنے آئے ہیں کہ کیا تو نے عقابوں کے نشان کا سودا کر دیا ہے، کیا سرزاری بیچ دی ہے تو اب اس طرح عقابوں کا نشان غیر بستی کی زمینوں پر ڈالنا ہے؟“ سمنانہ نے کہا۔

میان لائی بھر گیا اس نے اپنے کھڑے کے دستے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔
”نشانوں کے سودے میدان میں ہوتے ہیں سمنانہ تو اپنی اوقات سے بڑھ کر بولتا ہے بوستانہ کی ہے لیکن اگر تو بھی چاہے تو مبارغہ طلب کر سکتا ہے۔ میان لائی ابھی کسی محتاج نہیں ہے، اگر عقابوں کے مسکن کی بات ہوتی ہے تو میان لائی کا کھڑا ہر منہ زور

کے لیے اٹھ سکتا ہے۔ بڑے ہاتھ میں تیری عزت کرتا ہوں لیکن جب تو نے یہ کہہ دیا کہ اس نے بھائی بھائی میں یکجا نہیں ہوئے ہیں بلکہ پہاڑوں کے قانون کے محافظ ایک برائی کا جواب دے کر آئے ہیں تو پھر اس زبان میں بات کی جائے اور اگر یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ بیٹے کی سزا کو دی جائے اور اسے عقابوں کے مسکن سے منسلک کر دیا جائے تو میں ہر شخص کا مبارغہ قبول کرتا ہوں۔ نشانوں کے سودے اس طرح نہیں ہوتے کہ کسی بچے کی جہانہ کار روائی باپ کو بتا کر دے۔“ میان لائی کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اور یہ حقیقت بھی تھی کہ یہ تینوں بھائی جو ساتھ بیٹھے تھے میان لائی کے اب بھی مد مقابل نہیں تھے اور اگر ان کے شوالے بھی سامنے آتے تو اس جوش کا بڑا نقصان اٹھانا پڑتا۔

اس کو بخت اس حقیقت سے واقف تھا اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”میرے بھائیوں تم کوہ بخت اس حیثیت سے ساتھ لائے ہونا کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ گفتگو کرنے میں مجھے ہی ہاتھ بڑے کی حیثیت سے ساتھ لائے ہونا کیا یہ بہتر نہیں ہے کہ مجھے واپسی کی اجازت دو۔“
دی جائے اگر تم خود کوئی فیصلہ کرنا چاہتے ہو تو بہتر ہے کہ مجھے واپسی کی اجازت دو۔“
سمنانہ اور سلام نے گردن میں خم کر دیں۔ کوہ بخت نے انہیں دیکھا اور پھر میان لائی سے

”مجھے خوشی ہے کہ تیرے اندر ابھی جوش باقی ہے اور جب دل میں جوش ہوتا ہے تو میں بھی ساتھ ساتھ ہی ہوتی ہے میں خود تجھ سے سوال کرتا ہوں میان لائی کہ اگر عقابوں کی مدد میں...؟“

”بڑے ہاتھ اس سے آگے کچھ نہ کہہ۔ میں اسے سننے کی تاب نہیں رکھتا اور نا ہی شمران کے عمل کو درگزر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، ہمارے ہاں عورت کو جو اہمیت دی جاتی ہے اس میں یہ عمل نہیں ہے کہ وہ عورت اپنے قبیلے کی ہے یا غیر قبیلے کی، اس کے ساتھ وحشت خیزی کی بات پہاڑوں میں رہنے والے کسی بھی شخص کو نہیں ہے، چاہے وہ کسی قبیلے کا سردار ہو یا سردار شمران نے اگر ایسا کیا ہے تو وہ مجرم ہے اسے اس جرم کی سزا دی جائے گی۔“

”سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ کیا وہ مستقبل میں عقابوں کا سردار بنے گا اگر ایسا ہے تو پھر ہاں کے سرداروں کو سر جوڑ کر بیٹھنا پڑے گا کیونکہ جب کسی کی ابتداء ہے تو طاقت ہاتھ میں لے کر آتی ہے بعد ازاں اس کا کیا عمل ہو گا ہمیں اس کا فیصلہ بھی کرنا ہے میان لائی۔“ سلام نے کہا۔

”تم لوگ مجھ سے بھائی چارہ منقطع کرنے کا اعلان کر چکے ہو اس لئے میں بھی اس کی پروا کرتا۔ لیکن پہاڑوں کا سردار ہونے کے باعث میں خود بھی ان کے قانون سے منحرف نہیں کرتا۔ ایسا آدمی سردار نہیں بنایا جاسکتا اس نے اپنے آپ کو سرداری کیلئے ناقابل ثابت کر دیا۔“

میان لائی کے ان الفاظ نے ان لوگوں کے غصے کچھ ٹھنڈے کر دیئے۔ کوہ بخت نے کہا۔
”میں ان لوگوں میں دوڑتے ہوئے خون کو گرہ نہ کرو، آؤ سمورا کے جنگلات میں مجرم کی تلاش کریں اور اسے گرفتار کر کے سلام کے حوالے کرتے ہیں، اس کا اب کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہے اور اس کے ساتھ اس مکروہ عمل میں حصہ لینے والے تمام لوگ سلام کے مجرم ہیں اور ان کا فیصلہ سلام ہی کرے گا۔“

”ہرگز نہیں“ بالکل نہیں کوہ بخت وہ مجرم ہونے کے باوجود میرا بیٹا بھی ہے میں اس کے کسی کے حوالے نہیں کر سکتا۔ میں اسے عقابوں کے مسکن کے جاؤنگا اس بار کرونگا کہ مجرم کون کون ہے اور اس کے بعد اس کی سزا کا فیصلہ بھی میں ہی کرونگا۔ ہاں چاہو تو اپنے ہر کاروں کو عقابوں کے مسکن بھیج کر اس بات کا پتہ چلا سکتے ہو کہ میں نے نہیں اور اگر اس کے سوا کسی کے دماغ میں کوئی سودا سایا ہوا ہے تو ساری کے میدان جنگ بن سکتے ہیں، عقابوں کی سرحدوں پر بھی شکریں کا استقبال کیا جاسکتا ہے۔ میاں ہا ہے میرا یہ فیصلہ آخری ہے۔“

کوہ بخت نے موقع کی نزاکت کو دیکھا پھر کہا۔ ”ٹھیک ہے میں تم سب کے بڑے سے اس مسئلے کو اسی جگہ روک دیتا ہوں۔ لیکن اتنا ضرور تجھ سے کہہ سکتا ہوں میاں لاڈ میں داخل ہو اور تین دوؤں کا شکار کھیلنے کی بجائے مجرم شران کو تلاش کر کے لا اور اگر تو کیا پھر پہاڑوں کے سردار، عقابوں کے مسکن پنچیں گے اور تجھ سے جواب طلب کریں۔“

”میں اس کی تلاش میں نکل رہا ہوں باغہ۔ میں اب بھی تیرا احترام کرتے ہوئے، کہ اس کا یہ جرم شرمناک ہے اور میں اسے مستقبل کا سردار نہ بنانے کا فیصلہ کر چکا ہوں سزا دی جائے گی جو پہاڑوں میں رائج ہے۔“

کوہ بخت نے اپنے بھائیوں کی جانب دیکھا اور کچھ کے بغیر انہیں واپسی کا اشارہ ایک لمحہ بھی سمورا میں رکھنے کیلئے تیار نہیں تھا۔ چنانچہ تمام گھوڑے واپسی کا سفر طے کر۔ غلام بنگا خاموش نگاہوں سے میان لائی کو دیکھ رہا تھا۔ جو کچھ ہوا تھا اس میں اسے معلوم تھا گویا اس کے مالک کی پیش گوئی بالکل درست تھی۔



اس کا جواب شہ بدان نے نہیں دیا تھا بلکہ اچانک ہی باتوں نے اپنی کمر میں لٹکا ہوا قربا اٹھا کر اسے لگایا تھا اور جب قرنہ کی بھیاں آواز کو گئی تو شور مچانے والے خاموش ہو گئے وہ اچانک تھے کہ اس آواز کے جواب میں کون آ رہا ہے اور قرنہ کی بھیاں آواز ابھی فضاء میں ہی رہی تھی کہ گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی اور اس کے بعد چار بیت ناک گھڑ سوار انداز میں چلتے ہوئے بستی میں داخل ہو گئے ان کے گھوڑے بے مثال تھے اور خود گھوڑوں زیادہ شاندار نظر آ رہے تھے حالانکہ زمامہ باگ میں تھا، اپنی بستی اپنا گھر اور پھر آٹھ طاقتور لے، لیکن بجائے کیوں ان چار سواروں کو دیکھ کر جن کے چہرے بھی ایک مخصوص ساخت کے مٹا چھپے ہوئے تھے اس پر بیت سی سوار ہو گئی اس نے سرگوشی کے انداز میں اپنے سب سے شوالے سے کہا۔

”یوں لگتا ہے جیسے شہ بدان کسی خاص منصوبے کے تحت یہاں پہنچی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عقب میں عقابوں کا لشکر ہو جبکہ اطلاع دینے والوں نے یہی بتایا تھا کہ وہ صرف دو گھڑ ہیں جن میں ایک اپنا چ بوڑھا ہے اور ایک عورت اور اس کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے،“

”اگر تو حکم دے آقا، تو ہم مبارغہ قبول کرنے سے پہلے ہی ان چاروں سواروں کو ٹھکانے نہیں شوالے کی حیثیت سے بلایا گیا ہے۔“

”میں میرا تجربہ اس بات کی مخالفت کرتا ہے، اگر یہ باقاعدہ مبارغے کے خواہشمند ہیں تو پھر میدان میں مبارغے کا موقع دیا جائے اور اس دوران بہت سے گھڑ سواروں کو عقب میں اور ان سے کوہ کو دور دور تک دیکھیں کیا عقابوں کا لشکر کہیں آس پاس موجود ہے، ہم کل مبارغے کے میدان میں طلب کر لیتے ہیں۔“

زمامہ کی بات پر سب خاموش ہو گئے، زمامہ نے اپنے آپ کو سنبھالا اور بستی والوں کی طرف ہانک کے لوگو! سلاہ کی بیٹی نے مبارغہ طلب کیا ہے اور وہ پہاڑوں کے قانون کے مطابق

زمامہ اچھی طرح جانتا تھا کہ بستی کے لوگ اس سے خوش نہیں ہیں اس نے سرداری مخصوص رکھا تھا، عجیب فطرت کا آدمی تھا، انتظامی امور سنبھالنے کی بجائے با کی آسائشوں کا خیال رکھنے کی بجائے اس نے یہ طریقہ کار اختیار کیا تھا کہ طاقتور لوگوں بنالے اور سرداری کرتا رہے۔ وہ بستی میں کسی کو اس قابل نہیں چھوڑتا چاہتا تھا کہ طاقت حاصل کر کے کوئی اس کی سرداری کو لٹکا رہے ہاں وہ طاقتور لوگ جو اس کے اہل اس کے ہمراہ ہوں اور اسی کے ہم زبان، بستی والے شور مچا رہے تھے، زمامہ نے ہاتھ اٹھا ”بیوقوف لوگو! باگ کے احق دیوانو! جو کچھ تم اس وقت میرے خلاف کہہ رہے“

میں تمہیں اس کی سزا بھیجتی پڑے گی ارے پاگو یہ تو بتاؤ کہ سلاہ کے بیٹے تو مبارغہ جیت اپنی برائیوں میں گرفتار ہو کر سرداری کا موقع کھو بیٹھے تو یہ غور جواب بڑھاپے کی داخل ہو چکی ہے کیا مبارغہ کرے گی، ان آٹھ شیروں کو دیکھ رہے ہو میرے ایک اشارے چیر پھاڑ کر پھینک دیں گے، یہ آٹھ شوالے خود بھی شرانیں گے کہ کسی عورت سے مبارغہ اس موقع پر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں خود ہی اس کا مبارغہ قبول کروں اس کمزور عورت مجھے بھی شرم محسوس ہوگی، سلاہ کی بیٹی! جوش میں آکر جان دینا عقل کی بات تو نہیں ہے اپنی زندگی نہ کھو اور میں نے تجھ سے یہ کہا تھا کہ ممکن ہے تیرے اس مال و اسباب کے

شاگ کی شخصیت بدلی بدلی نظر آنے لگی۔ اب وہ زیرک اور سمجھ دار انسان محسوس ہو رہا تھا۔

ہم تو میں تمہیں بتا چکا ہوں شاگ جو، دو غلی نسل سے تعلق رکھتا ہوں۔ ماں منگولین تھی چینی، تاجی میں میرے باپ کو روحانی پیشوا کی حیثیت حاصل تھی، ہم لوگ کنفیو شیش مذہب تعلق رکھتے تھے اور میرا باپ تیانجن کے سب سے بڑے پگڑے میں ایک باعزت رہنما تصور کیا تھا۔ لیکن دلائی لامہ نے مذہب کی بنیاد پر میرے باپ سے اس کی بادشاہت چھین لی اور اسے بادشاہ کر کے بالآخر اسے میرے تمام خاندان کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا۔ میں اس کیبرا یونیورسٹی میں جیالوجی کے ایک ہونمار طالب علم کی حیثیت سے موجود تھا اور میرا شمار تین طالب علموں میں کیا جاتا تھا۔ میرے ذہن میں نجانے کیا کیا منصوبے تھے بات یہیں ختم ہوئی مجھے دھوکے سے کینبرا سے تیانجن بلایا گیا اور قید میں ڈال دیا گیا۔ میرے خلاف گہری شکی گئی تھی اس تصور کے ساتھ کہ آنے والے وقت میں ہو سکتا ہے کنفیو شیش مذہب کے مجھے اپنا روحانی پیشوا بنالیں۔ دلائی لامہ کو یہ گوارا نہیں تھا اور جب مجھے یہ تمام صورتحال م ہوئی تو میں نے اپنی وہ ذہانتیں دوسری جانب موڑ دیں جن کے تحت ایک عظیم جیالوجسٹ جنم رہا تھا۔ چنانچہ شاگ جو جیل سے فرار ہوا اور دہشت گرد بن گیا۔ میں نے شنگھائی، چیکنگ، ٹون، دوہان، شین یانگ، تیانجنگ، چون کنگ، اور مہون میں تباہی اور بربادی کے جھنڈے گاڑ

میں نے اپنے خاندان کا پورا پورا انتقام لیا اور اس کے بعد جب میری یہ انتقامی کیفیت کچھ اپنی تو میں نے یہ سوچا کہ ان ساری کارروائیوں کے بعد اگر میں اپنی زندگی ان کے سپرد کر دیتا تو یہ تو اس زندگی کا کوئی خاص مقصد نہیں ہوا میں ایک روحانی پیشوا کا بیٹا ہوں، مجھے اسی مقام کا چاہیے جس مقام پر میرا باپ تھا لیکن میں جانتا تھا کہ میرے راستے بند ہیں مجھے عزت کا کوئی نمیل مل سکتا چنانچہ میں نے ان علاقوں کا رخ کیا۔ میری اپنی تحقیق میں یہ بات شامل تھی کہ تن اور پھولا کھانچن کے ان اطراف میں زمین خزانوں سے مالا مال ہے لوگ ادھر کا رخ کر رہے دہشت زدہ ہو جاتے ہیں کیونکہ پہاڑوں کے اس سمت آباد قبائل شہری علاقے کے لوگو اپنے درمیان ایک لمحہ برداشت نہیں کر سکتے۔ پھولا کھانچن کے دوسری سمت پہنچنے کیلئے لکھنولوں، دریائوں، پہاڑوں، کھائیوں سے گزرتا پڑتا ہے اور ان پہاڑوں کی تاریخ میں انسانیت نہیں پہنچے۔ میں نے یہ چیلنج قبول کیا اور ایک نیا راستہ دریافت کر کے بالآخر یہاں پہنچ گیا۔

میں نے ان علاقوں کا جائزہ لیا اور میرے اس خیال کی تصدیق ہو گئی کہ ان زمینوں میں جیسے اور عظیم الشان ذخائر پوشیدہ ہیں۔ اگر یہاں جیالوجیکل سروے کیا جائے تو یہ زمینیں بہت کواتا کچھ دیں کہ تصور سے باہر ہو۔ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد میں نے اپنے ذہن میں ایک وہ بنایا۔ ضروریات زندگی کے تمام سامان لے کر میں اسی خفیہ راستے سے واپس پہنچ گیا، کچھ یہاں رک کر میں نے ان اطراف کی آبادیوں کا جائزہ لیا ساتھ ہی ساتھ میری مہارت نے ان پہاڑوں میں پانی کی یہ جمیلیں دریافت کیں جن کا پانی قدرتی نمکیات سے مالا مال ہے اور انہیں جوئے کے پھاڑ دکھائے، وہ درحقیقت پلا شیم کی کانیں ہیں۔ کوئی بھی جیالوجسٹ

اس کا حق رکھتی ہے میں اسے اس حق سے محروم نہیں رکھوں گا اگر اس کے ساتھ یہ ہم ہیں تو میں ان کا خیر مقدم کرتا ہوں، مبارکے کے لئے پہاڑوں کی رسم کے مطابق میدان بہتر رہتا ہے اگر تم چاہو تو ان کی خاطر مدد کرتا ہوں ان کا یہ سامان بھی اس وقت ان کی تحویل میں رہنے دیتا ہوں جب تک مبارک پورا نہ ہو جائے۔ اس کے بعد یہ ر ملکیت ہو گا اور ان دونوں کو قیدی بنالیا جائے گا ان کیلئے کوئی جگہ منتخب کر دو۔

بستی والوں نے اس بات سے اتفاق کر لیا تھا اور اب مجبوری تھی کہ چاروں ساتھ ہی رہیں لیکن قیام گاہ پر پورا پورا سپرہ رکھا گیا تھا اور دلچسپ بات یہ تھی کہ یہ پورا نے لگایا تھا باگ کے لوگوں میں سے کچھ نے شہ بدن کے پاس آنے کی کوشش کی لیکن سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ بہتر ہے کہ مبارکے کا فیصلہ ہو جائے اس کے بعد تم ملاقات کرو اس سے پہلے یہ مناسب نہیں ہو گا کہ تم ہم سے ملو۔ البتہ اگر تم سلاہ کے شہ بدن کے لئے دل میں جگہ رکھتے ہو تو صرف اتنا کرو کہ ہمارے اطراف میں نگاہ نہ کر ہم پر شب خون نہ مارے۔

بستی والوں نے اس بات سے اتفاق کر لیا تھا۔ ایک سمت فوہا اور دوسری لڑکا سے جاگ رہی تھیں تو دوسری سمت زامہ کی نیند بھی حرام تھی وہ اپنے خاص مشیروں کر رہا تھا اس نے کہا۔

”یہ عجیب بات ہے کہ اگر عقابوں نے ان چار شہسواروں کو بھیجا ہے تو ان کے لائی کیوں نہیں ہے اور شہ بدن کیا اپنے باپ کی اسیری کی داستان سن کر یہاں آئی ہے عرصے کے بعد..... ہو سکتا ہے اسے یہ خیراب ملی ہو۔ مگر وہ چاروں شہسوار آخر کون کتنے شاندار ہیں ان کے پاس، گتے تو جگجگو ہیں۔ میرے شوالے بلاشبہ ان سے مقابلہ کر ہاں میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ایک پر ایک کا حساب رکھا جائے یا میں انھوں کو وقت ان پر حملہ کرنے کا حکم دوں۔“

مجلس مشاورت میں سے ایک زیرک سیانے نے کہا۔ ”یہ شرط اول رکھنا ہمارے آٹھ شوالے بیک وقت ان پر حملہ کریں گے اور اگر وہ یہ نہ منظور کریں تو ہم صرف شہ بدن کے ساتھ ہو گا اور یہ مبارک تم کو گے ورنہ پھر اگر شوالوں سے شوالے گے تو تمام ایک ساتھ۔“

زامہ نے اس بات کو منظور کر لیا تھا لیکن اس کے دل میں غلظ ہی بیدار رہی کے طلوع ہونے سے قبل زامہ کے بھیجے ہوئے بے شمار گھڑسوار جو تاحہ نگاہ پھیلے ہوئے آگئے اور انہوں نے بتایا کہ میدانوں، جنگلوں اور پہاڑوں کی وسعتوں میں کہیں بھی ہے اور یہ خطرہ ہے سو ہے کہ عقابوں کا کوئی لشکر آس پاس ہو گا۔ زامہ نے ٹھنڈی گردن بلادی تھی لیکن اس کے دل کے کسی گوشے میں خوف کا احساس ضروری بننا سوچ رہا تھا کہ دیکھو مبارکے کا کیا نتیجہ برآمد ہوتا ہے، سورج جوں جوں بلند ہو رہا تھا۔ گھبراہٹ بڑھتی جا رہی تھی۔

ان اوپری اشاروں سے زمین کی گہرائیوں کا اندازہ لگا سکتا ہے۔“

آسٹرو لیمین نہایت سنجیدگی سے شاگ جو کی کمائی سن رہا تھا اور اس کے بارے میں بھی قائم کر رہا تھا اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ شاگ جو بہت بڑی شخصیت کا مالک تھا۔ دوران وہ چند لمحات کے لئے رکا تو آسٹرو لیمین نے کہا۔ ”لیکن مسٹر شاگ جو آپ نے یہ غیر ان آبادیوں کے رہنے والے آپ کے راستے کی رکاوٹ نہیں گئے؟“

شاگ جو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے کہا۔ ”میں نے یہاں رہ کر ان کا بغور جائزہ لیا ہے، موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے والے تند خواروں کا شک ہیں لیکن ان کے اندر سادگی پائی جاتی ہے۔ انہیں قابو کرنے کے لئے میں نے ایک ترتیب دیا ہے۔“

”کیا وہ لوگ جانتے ہیں کہ تم ان پہاڑوں میں موجود ہو؟“

”ابھی نہیں میرے دوست ابھی نہیں میں یہاں اپنی تحقیق مکمل کر لیتا چاہتا ہوں کے بعد میں اپنے پروگرام کے دوسرے مرحلے کا آغاز کروں گا۔ ابھی تو مجھے مذہب کا تجربے کا افراد کی ضرورت ہے جو میرے اس کام میں معاون ثابت ہو سکیں۔“

”کیا مطلب۔ کیا آپ نے مسٹر شاگ جو باہر کی دنیا کے لوگوں کو دعوت دی ہے؟“ شاگ جو مسٹر آسٹرو لیمین کے اس سوال پر ہنس پڑا۔ پھر بولا۔ ”ہاں ایک دلچسپ اتنی دلچسپ کہ تم سونگے تو ہنسنے بغیر نہ سکو گے۔ میرے ان دوستوں نے جو میرے آئے۔ میرا بہت کام سنبھال لیا اور میں نے ان ناقابل عبور پہاڑوں کو اپنے قدموں سے بے شمار بار میں نے دڑے کے راستے مذہب آبادیوں کا رخ کیا اور بے شمار بار میرے یہ سب کچھ جو تم یہاں انتظامات دیکھ رہے ہو ہماری انہی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔“

”اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ کاوشیں بے مثال ہیں۔ لیکن کیا تم نے ایک نہیں اٹھایا شاگ جو.....؟“

”زندگی اگر موت سے بچہ کش نہ ہو تو بے مزہ ہو جاتی ہے مجھے جس راستے پر ڈالا اس پر دوڑ رہا ہوں۔ تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے مذہب دنیا کو اپنا ہمنوا بنانے کی طرح دی.....؟“

”میں تم سے یہ سوال کرتا ہوں.....؟“

”باہر کی دنیا میں..... میں نے بڑے دلچسپ تجربات کئے ہیں نے پرانے چڑے کی خاص قسم کے نقشے بنائے جنہیں کوئی نقشہ نویس اگر حل کرنے کی کوشش کرے تو وہ ہو جائے کہ یہ نقشے پھولا کھا بچن کے ان ناقابل عبور دڑوں کی جانب اشارہ کرتے ہیں خاص قسم کی قدیم کتابوں کے نسخے حاصل کئے اور ان میں کچھ ایسے اوراق کا اضافہ عظیم الشان خزانوں کا ذکر تھا اور پھر یہ نقشے اور ایسی کتابیں میں نے نہایت خفیہ ذرا علاقوں میں مسم جو کس تک پہنچا دیں جن کے بارے میں مجھے پہلے سے معلومات حاصل تھیں۔ تم خود غور کرو کہ دینیوں کے شوقین اور پہاڑوں سے دولت حاصل کرنے کے ریا اس نہ دوڑتے، ابھی زیادہ افراد یہاں نہیں پہنچے ہیں، لیکن تین خاندانوں کا اضافہ ہو چکا۔“

خانان جان بوجھ کر کہا ہے کیونکہ وہ سب مختلف ملکوں اور مختلف قبیلوں کے لوگ ہیں یہاں وہ دشوار گزار دڑوں سے گزر کر پہنچے اور میرے مہمان بن گئے۔ اب میں ان کی ذہنی کر رہا ہوں تاکہ وہ میرے ہمنوا بن جائیں اور چوتھے خاندان کا تعلق تم سے ہے مسٹر لیمین.....“

”لیکن ہم نے.....“ آسٹرو لیمین نے کہنا چاہا تو شاگ جو نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا اور بولا۔

”تم نے ابھی کچھ نہیں دیکھا ہے میرے عزیز دوست ابھی تو یہاں دیکھنے کے لئے بہت کچھ آہستہ آہستہ تم بہت کچھ سمجھو گے میں اپنے بارے میں غالباً تمام تفصیل تمہیں بتا چکا ہوں۔ ہمارا اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ تم کہتے ہو کہ تم کسی نقشے کے تحت یہاں نہیں.....“

”ہاں یہ ایک سچ ہے مائی ڈیئر..... لیکن اب میں تم سے پورے خلوص کے ساتھ یہ بات کہہ ہوں کہ میں تمہارے اس منصوبے میں دلچسپی رکھتا ہوں اور میرا خیال ہے میرے یہ ساتھی بھی سے اختلاف نہیں کریں گے۔ بہر حال یہ بعد کی باتیں ہیں۔ میں تمہیں اپنے بارے میں بتا دوں۔ جتنی میری زندگی کا بہت بڑا حصہ رہی ہے۔ یہ میری بیوی ہے اور یہ تین افراد اپنے شوق میں بے ساتھ شامل ہوئے ہیں اگر یہ ذاتی طور پر مجھ سے منحرف ہوں تو میں نہیں کہہ سکتا۔ لیکن میں تاہوں کہ ایک عظیم شخص کے ہمراہ اگر ہم اس کام کو جاری رکھیں اور اس کی مدد کریں تو یہ شاندار کارنامہ ہو گا۔“

”صرف کارنامہ نہیں۔ بلکہ تم لوگ دیکھو گے کہ آنے والے وقت میں تمہیں کتنی عظمت ملے گی، میرے منصوبے میں یہ بات شامل ہے کہ یہاں اپنا اقتدار قائم کر کے ساری دنیا سے رت کروں گا اور ان پہاڑوں میں اپنی مملکت قائم کروں گا۔ پہاڑوں کے رہنے والے سادہ دل باہر کی میری غلامی کریں گے۔ جس طرح میں ایک ناقابل یقین منصوبے کی تکمیل میں کامیاب لیا ہوں اب میں نے ان دشوار گزار علاقوں کو بیرونی دنیا کے لئے آسان بنا لیا ہے اس طرح میں سے دعویٰ کرتا ہوں کہ آنے والے وقت میں ان پہاڑوں پر میری حکمرانی ہوگی اور یہاں کے بننے والے میرے غلام ہوں گے۔ یہ میرا چیلنج ہے اور تم لوگوں کو میرا ساتھ دینا ہو گا۔ آخری تہ تم سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سامنے جاؤ گے تو موت تمہاری منتظر ہے، پیچھے ہٹو گے تو میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ بستر یہ ہے کہ مجھ سے تعاون کرو اور اپنے آپ کو میرے حوالے کر دو۔“

”یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا عظیم شاگ جو کہ ہم ذہنی طور پر تم سے کتنے متاثر ہیں۔ لیکن اب میں یہ بات دو کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے؟“

شاگ جو نے مسکرا کر باقی لوگوں کی جانب دیکھا اور بولا..... ”کیا تم بھی اس ذہین شخص کا منصوبہ سوچ رہے ہو دوستو؟“

”میں تو اپنے شوہر کی سوچ کی شریک ہوں۔ باقی لوگ اپنی بات خود کریں گے۔“ لیزا نے بابت سے کہا۔ بد گئے گا۔

”مہلا ہم اس عظیم کام سے کیسے اختلاف کر سکتے ہیں یہ تو ہماری زندگی کا سب سے سنرا دور.....“

یہاں تک کہ ان کے سامنے آکھڑے ہوئے۔ ان کی آنکھیں خون برساری تھیں۔

”کون سے قبیلے کے چور ہو تم لوگ۔ پھاڑوں کے ناسور۔ تم نے سمورا میں ایک ڈالی ہے۔ اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا۔“ ایک شکاری نے کہا پھر اپنے ساتھیوں سے انہیں بے لباس کر کے انہی کے لباس سے ان کی مشکلیں کس دوسرے.....!“ شکاریوں کی تو گیارہ کے قریب تھی۔ ان میں سے چند نے بندوقین سیدھی کر لیں اور باقی شمران اور ساتھیوں کی طرف بڑھنے لگے.....!

شمران کو صورتحال کی نزاکت کا پورا احساس ہو گیا تھا؛ بندوقین خالی ہو گئی تھیں؛ تھا، پانچ ساتھی ختم ہو چکے تھے، اب صرف تین ساتھی زندہ تھے اور چوتھا وہ خود تھا۔ شکاریوں کے انداز سے پتہ چل رہا تھا کہ وہ اپنے ساتھیوں کی موت کا انتقام لینے کے لئے ہو رہے ہیں اور ایک ہلکی سی مدافعتی جنبش پر آگ کے دہانے کھولنے سے گریز نہیں کریں گے۔ ساتھی بھی حواس باختہ تھے، اس لئے اب کوئی جدوجہد اس وقت تک بے سود تھی کہ شکاریوں سے کوئی چوک نہ ہو جائے اور انہیں مدافعت کرنے کا بہتر موقع نہ آجائے۔ بھوکی نگاہوں سے انہیں دیکھتے ہوئے ایسے کسی لمحے کا خطر رہا لیکن شکاریوں نے اسے کوئی نہیں دیا۔ ان کے اوپری جسموں سے لباس کھینچ لئے گئے اور پھر ان کے ہاتھ ان کی پشت دیئے گئے۔ شکاریوں کے چہرے آگ کی طرح سرخ ہو رہے تھے ان چاروں کو پوری طرح بعد شکاری ان کے گرد چکر لگانے لگے پھر اس شخص نے جو اب تک اپنے ساتھیوں کو اکٹھا رہا تھا ٹھوکر مار کر شمران کو نیچے گرا دیا اور اس کے چہرے پر پاؤں رکھ کر اسے مسلتا ہوا بلا۔ ”ہاں اب تو بتا بزدل چور تیرا تعلق کون سے قبیلے سے ہے، مگر نہیں تجھ سے ابھی یہ پوچھ

سود ہے ان سب کو اٹھاؤ ان کے گھوڑوں کی پشت سے باندھ دو اور اس کے بعد انہیں بازار چلو، پھاڑوں کے قانون میں یہ گنجائش ہے کہ ایسا گناہ کرنے والے کو تمام قبائل مل کر سزا دیں جس قبیلے سے ان کا تعلق ہو اس کے سردار کو معزول کر کے وہاں اپنی حکمرانی قائم کریں اور سردار جس کے قبیلے میں ایسے مجرم نوجوان ہوں سرداری کے قابل نہیں ہوتا، ان چاروں ہمارے جتنے آدمیوں کو ہلاک کر دیا ہے اس کا تاوان ادا کرنا پڑے گا اس قبیلے کو۔ بولو تم کو قبیلے سے تعلق رکھتے ہو.....؟“ اس شخص نے شمران اور اس کے ساتھیوں کو ٹھوکر مار دیا ہوئے کہا۔ شمران مہرود سکون سے یہ ضریں اور یہ حالات برداشت کر رہا تھا کیا بولتا تھا کہ ان کے لئے کچھ نہیں تھا اس کے پاس ہاں اسے یہ خدشہ تھا کہ اس کے ساتھی اس تشدد کی تاب لائیں گے اور یقیناً عقابوں کا نام لے دیں گے اور یہی ہوا، جب ان کی ضریں شدت کر گئیں تو شمران کے ساتھی گڑگڑانے لگے۔

”ہمارا کوئی قصور نہیں ہے معزز سردار، ہم تو شمران کے حکم کے غلام ہیں، ہمیں ممانعہ ہم تو صرف اس شخص کے احکامات پر عمل کر رہے تھے ہمیں معاف کر دو سردار۔“

شمران نے ٹھنڈی سانس لی اور گردن جھینکنے لگا یہ لوگ ویسے ہی دوست ثابت ہیں جیسے کمائیوں میں وہ اب تک سنتا چلا آیا تھا مصیبت پڑنے پر ساتھ چھوڑ جانے والے پھر ان سے ایک نے کہا۔

”ہمارا تعلق عقابوں کے مسکن سے ہے اور ہمارا سردار میان لائی ہے اور یہ شخص میان کا بیٹا شمران ہے۔ معزز سردار، ہمیں معاف کر دو تمہیں اندازہ ہو چکا ہو گا کہ ہم صرف غلام ہیں کے حکم کے پابند۔“

وہ انہیں گھورتا رہا اور پھر آہستہ سے بولا۔ ”عقابوں کو عقاب کھلانے کا کوئی حق نہیں ہے لہذا وہاں کے لوگ اب چوریاں کرنے لگے ہیں۔ اس جگہ کو اب چوروں کا مسکن کہنا مناسب اور یہ بات باری کی سرحد پر تمام قبیلے والوں کو بتائی جائے گی ہم اپنے ساتھیوں کی موت کا ہمیں کر لیتے لیکن اس طرح قبیلوں کو یہ کیسے معلوم ہو سکے گا کہ عقابوں کا مسکن اب چوروں کا مسکن بن چکا ہے، چلو اب انہیں گھوڑوں پر کس دو اپنے ساتھیوں کی لاشیں اٹھاؤ ان لوگوں سے موت سے حاصل کی ہوئی کھالیں وصول کرو جن کی لاشیں چٹانوں میں پڑی ہوئی ہیں اور اس کے سرحد کی جانب چلو۔“ حکم دینے والے نے کہا اور تمام شکاری مصروف ہو گئے۔ شمران زخمی تھا یہ ہوتا تو کیا فرق پڑتا تھا اب اس وقت کسی مدافعت کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا البتہ رے کی پشت پر اوندھانا کرکے کا تجربہ اس کی زندگی میں بالکل نیا تھا اب وہ بے بسی سے زمین کے سوا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

تھوڑی دیر میں شکاری اپنے کام سے فارغ ہو گئے، گھوڑوں کی لگائی دوسرے گھوڑوں کی سے باندھ دی گئیں اور ست رفتار سے واپسی کا سفر شروع ہو گیا، شمران کے دل میں لاکھوں سے سرائی رہے تھے موت اور زندگی تو شاید اس کے لئے کوئی خاص حیثیت نہیں رکھتی تھی بلکہ یہ خدشہ تھا کہ میان لائی باری پہنچ چکا ہو گا بس یہی ایک احساس اسے پریشان کئے ہوئے ہے کچھ فاصلے پر پہنچنے کے بعد شکاری چوکس ہو گئے۔ شمران اور اس کے ساتھیوں نے بھی ڈول کی آوازیں سنی تھیں غالباً شکاریوں کا کوئی اور گروہ اس طرف آ نکلا تھا۔

○.....○.....○

سورج کی سنہری کرنوں نے پھاڑوں کی اوٹ سے باہر جھانکا اور باگ والے مبارغہ کے ان کی جانب دوڑ پڑے تاکہ میدان میں انہیں بہتر جگہ حاصل ہو جائے بہت عرصے کے بعد کوئی انگلیں سامنے آئی تھی زمانہ نے باگ کی باگ ڈور سنبھالنے کے بعد اب تک کسی مبارغہ کا تائیس کیا تھا، سلاہ اور اس کے دونوں بیٹے تو پہلے ہی زمانہ کی قید میں آچکے تھے اور اس کے کوئی نہ تھا جو زمانہ کی سرداری کو لٹا کر تانچا بچہ باگ والوں کے لئے یہ مبارغہ ایک دلچسپ واقعہ اور وہ بھی ایسے بڑے سردار لوگوں سے جن کا تعلق بظاہر باگ سے نہیں تھا حالانکہ یہ بات بستی کے علم میں آچکی تھی کہ مبارغہ طلب کرنے والی سلاہ کی بیٹی شبدان ہے وہ جو طویل عرصے سے میان لائی کی بیوی بن کر عقابوں کے مسکن جا چکی تھی، یہ ایک نیا اور دلچسپ پہلو تھا کہ ایک ایسی بستی کے سردار کو لٹا کر پھر زمانہ اپنے آٹھ شوالوں اور بہت سے مشیروں کے ساتھ رنے کے میدان میں پہنچ گیا اس نے سردار کی حیثیت سے اپنے جسم پر اسلحہ سجایا ہوا تھا۔

میدان میں آکر وہ اپنے گھوڑے کو نصف دائرے کی صورت میں میدان کے آدھے حصے میں آ رہا۔ مبارغہ طلب کرنے والوں کی آمد کا انتظار تھا تب لوگوں نے ان چھ گھوڑوں کو جگہ دی اس سے دو پرشبدان اور باتو سوار تھے اور عقبی گھوڑوں پر چاروں شہسوار جن کے جسم موٹی

ریچھ کی کھال میں ڈھکے ہوئے تھے انہوں نے اپنے چروں کو بھی بڑی خوبصورتی سے چم صرف آنکھوں کی جگہ خالی تھی جن سے وہ دشمن کو دیکھ سکتے تھے ان کی شان و شوکت قابل تھی اور نجانے کیوں باگ والوں کو یہ احساس ہو رہا تھا کہ آج کا دن کسی خاص ایڑ ہے پراسرار گھڑسوار میدان میں پہنچ گئے زمام کا چہرہ پیکا پڑ گیا تھا اس کے آنکھوں شوالے اور طاقتور جوان تھے کڑی نگاہوں سے اپنے سامنے موجود دشمن کو دیکھ رہے تھے تین بڑھا اور اس نے حتی الامکان کرخت آوازیں کہا۔

”سلاہ کی بیٹی تو بوڑھی ہو گئی ہے اور تیرا تعلق عقابوں سے ہے لیکن چونکہ تو سردار نہیں ہے اس لئے پہاڑوں کے اصولوں کے مطابق تجھے عقابوں کی جانب سے ہار کرنے کا ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا اور تجھے حق حاصل ہے کہ سلاہ کی بیٹی کی شہر مبارغہ طلب کر سکے لیکن سلاہ بھی خوب ہے بیٹوں کو تو اس قابل بنانا نہ سکا کہ وہ اس کے ہاتھوں اور اس کے لئے سرداری برقرار رکھنے کا باعث بنے بیٹی سے وہ یہ کام لے رہا ہے پہاڑوں کے قانون سے منحرف نہیں ہو سکتا لیکن ایک دلچسپ پہلو میرے ذہن میں آیا ہے اپنے باپ کا شوالا بننا چاہتی ہے تو پھر تو خود ہی مجھ سے مبارغہ کیوں نہیں کرتی میں تجھے کے لئے تیار ہوں۔“ باتوں نے ایک گھن گرج قہقہہ لگایا اور ہزاروں افراد کے اس عجیب قہقہہ باعث حیرت تھا کیونکہ اس کی بلند آہنگی نے سب ہی کو ششدر کر دیا تھا زمام نے اسے دیکھنے لگا تھا باتوں نے کہا۔

”باگ کا سردار ایک عورت سے جنگ کرنے کا شاید اس لئے خواہشمند ہے کہ عورت پر قابو پالنے کی امید ہے لیکن باگ والو مبارکباد نہیں دو گے اپنے سردار کو وہ مرد ہے عورت سے جنگ کرنا چاہتا ہے اگر وہ ایسا تھا اور وہ جنگ کرنے کی صلاحیت رکھتا اسے شوالے پالنے کی کیا ضرورت تھی؟“

کچھ لوگوں نے قہقہے لگائے کچھ نے زمام کی اس لکار پر نفیرن کی زمام غرا کر بھیجے اس نے کہا۔

”تو پھر اے اپاج شخص تو مجھ سے مقابلہ کر تو..... تو مرد ہے مگر لگتا ہے ایسے ہی میں تجھے اپنی دونوں ٹانگیں کھونا پڑی ہیں اور اگر تو بھی یہ مقابلہ نہیں کر سکتا تو سن میں شوالے بیک وقت جنگ کریں گے تم چھ افراد ہو اگر تو چاہے تو اپنے شوالوں کے ساتھ شوالوں سے جنگ کر یہ نہیں ہو سکتا کہ چار کے مقابلے میں چار ہی شوالے جنگ کریں۔ اب اس کے بعد فوجا سے برداشت نہیں ہو سکتا تھا اس نے دونوں ہاتھ فضاء میں آگے بڑھ کر باتو اور شہر بدن سے درخواست کی کہ وہ عقب میں جا کر تماشا دیکھے ہو جائیں زمام نے بھی جب انہیں آگے بڑھتے دیکھا تو اپنے شیروں کے ساتھ پیچھے ہٹے آٹھوں شوالے اس کے ساتھ ساتھ پیچھے ہٹے تھے ادھر شہر بدن اور باتو بھی تماشا دیکھنے جا لگے تب ہی اچانک فوجا کے حلق سے ایک خونخوار دھاڑ نکلی جو نسوانی بے شک تھا ایک خوفناک کیفیت جھٹک رہی تھی اور اس کے بعد نیلے گھوڑے جو اپنے رنگ اور شوکت کی وجہ سے بھی باگ میں نمایاں تھے طوفانی رفتار سے پوری میدان میں دوڑنے

فوجا کی ہدایت کے مطابق اپنی شہسواری کے مظاہرے شروع کر دیئے اور یہ مظاہرے ناقابل تلافی تھے۔ ہر رفتار گھوڑوں پر دوڑتے ہوئے جن کی رفتار اس قدر شدید تھی کہ زمین لرز رہی تھی ان میں سے کسی ایک پر نگاہیں ٹکانا مشکل ہو رہا تھا وہ زمین پر کودتیں اس طرح کہ ان کا ایک گھوڑے کی پشت پر ہوتا اور دوسرے لئے وہ پھر گھوڑے کی پشت پر نظر آتیں اور دوسری جانب بائیں۔ گھوڑے کی دوڑتی ہوئی ٹانگوں کے درمیان سے نکل کر دوبارہ ان کی پشت پر جتنا اور کبھی بائیں گردن کبھی پیچھے ہٹتے سے نیچے اترتا اور دوبارہ ان تک پہنچ جانا خاصا مشکل کام تھا مگر چھلاوے ہوا کے جھونکے تھے جو مبارغہ والے میدان میں گردش کر رہے تھے اور اس طوفانی بھاگ دوڑ کو کرباگ والوں کے دل لرز رہے تھے خود شہر بدن نے اپنی بیٹیوں کو اتنا برق رفتار کبھی نہ دیکھا تھا اس وقت تو جیسے آسانی جلیلاں کڑک رہی تھیں ہاں اگر ایک فخریہ مسکراہٹ تھی اور ایک پُر ناز چہرہ تھا تو باوجود کہ چہرہ تھا جو پُر سکون نگاہوں سے لڑکیوں کو دیکھ رہا تھا اور کچھ ایسی ہیبت نہ تھی کہ وہ اس کے لئے سرداری برقرار رکھنے کا باعث بنے بیٹی سے وہ یہ کام لے رہا ہے پہاڑوں کے قانون سے منحرف نہیں ہو سکتا لیکن ایک دلچسپ پہلو میرے ذہن میں آیا ہے اپنے باپ کا شوالا بننا چاہتی ہے تو پھر تو خود ہی مجھ سے مبارغہ کیوں نہیں کرتی میں تجھے کے لئے تیار ہوں۔“ باتوں نے ایک گھن گرج قہقہہ لگایا اور ہزاروں افراد کے اس عجیب قہقہہ باعث حیرت تھا کیونکہ اس کی بلند آہنگی نے سب ہی کو ششدر کر دیا تھا زمام نے اسے دیکھنے لگا تھا باتوں نے کہا۔

”باگ کا سردار ایک عورت سے جنگ کرنے کا شاید اس لئے خواہشمند ہے کہ عورت پر قابو پالنے کی امید ہے لیکن باگ والو مبارکباد نہیں دو گے اپنے سردار کو وہ مرد ہے عورت سے جنگ کرنا چاہتا ہے اگر وہ ایسا تھا اور وہ جنگ کرنے کی صلاحیت رکھتا اسے شوالے پالنے کی کیا ضرورت تھی؟“

کچھ لوگوں نے قہقہے لگائے کچھ نے زمام کی اس لکار پر نفیرن کی زمام غرا کر بھیجے اس نے کہا۔

”تو پھر اے اپاج شخص تو مجھ سے مقابلہ کر تو..... تو مرد ہے مگر لگتا ہے ایسے ہی میں تجھے اپنی دونوں ٹانگیں کھونا پڑی ہیں اور اگر تو بھی یہ مقابلہ نہیں کر سکتا تو سن میں شوالے بیک وقت جنگ کریں گے تم چھ افراد ہو اگر تو چاہے تو اپنے شوالوں کے ساتھ شوالوں سے جنگ کر یہ نہیں ہو سکتا کہ چار کے مقابلے میں چار ہی شوالے جنگ کریں۔ اب اس کے بعد فوجا سے برداشت نہیں ہو سکتا تھا اس نے دونوں ہاتھ فضاء میں آگے بڑھ کر باتو اور شہر بدن سے درخواست کی کہ وہ عقب میں جا کر تماشا دیکھے ہو جائیں زمام نے بھی جب انہیں آگے بڑھتے دیکھا تو اپنے شیروں کے ساتھ پیچھے ہٹے آٹھوں شوالے اس کے ساتھ ساتھ پیچھے ہٹے تھے ادھر شہر بدن اور باتو بھی تماشا دیکھنے جا لگے تب ہی اچانک فوجا کے حلق سے ایک خونخوار دھاڑ نکلی جو نسوانی بے شک تھا ایک خوفناک کیفیت جھٹک رہی تھی اور اس کے بعد نیلے گھوڑے جو اپنے رنگ اور شوکت کی وجہ سے بھی باگ میں نمایاں تھے طوفانی رفتار سے پوری میدان میں دوڑنے

دیتے یا کہیں ان کے نشانات مل رہے تھے اور اس صبح وہ جس علاقے میں پہنچے وہاں انہوں نے بددعوب منظر دیکھا۔

چند افراد تھے جو خاک و خون میں نہائے ہوئے پڑے تھے۔ میان لائی اور اس کے ساتھی رڈوں پر سے اتر گئے انہوں نے مرنے والوں کے زخم دیکھے گولیوں کے نشانات تھے یہ یقینی طور پر ناشکی کا نتیجہ تھا میان لائی کچھ دیر ان کا جائزہ لیتا رہا یہ اندازہ نہیں ہو پا رہا تھا کہ وہ کون سے ہلکے لوگ ہیں بہر حال کچھ نہیں کہا جاسکتا تھا مرنے والے اب کسی امداد کے ضرورت مند نہیں تھے میان لائی اپنے ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا درمیان میں ایک خشک نالہ پڑتا تھا جسے دیکھ کر ان کے بعد وہ زیادہ دور آگے نہیں بڑھا تھا کہ اسے پھر ایک شکاری ٹولی نظر آئی جو اس سمت سے آ رہی تھی میان لائی صرف معلومات کے لئے روکا وہ ان لوگوں سے بھی پہلے لوگوں کی مانند شکاری ہلکے بارے میں معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا ایک ایسی شکاری ٹولی جو اپنے آپ کو عقابوں کا غنیمت سمجھتی ہوگی لیکن دور سے آنے والے جب کچھ اور قریب آئے تو میان لائی کے ساتھ ہی اس نے تمام ساتھی بھی چونک پڑے انہوں نے چار ایسے گھوڑے دیکھے جن پر کچھ لوگوں کو رسیوں سے بندھا دیا گیا تھا۔

میان لائی نے اپنا گھوڑا روک لیا اور آنے والوں کا انتظار کرنے لگا جب وہ قریب پہنچے تو انہوں نے سب سے پہلے شمران اور اس کے گھوڑے کو پہچان لیا ہنگامے کے چہرے کے عضلات تن لڑتے تھے میان لائی بھی اب اپنے ساتھیوں کو پہچان چکا تھا یہ اسی کے قبیلے کے لوگ تھے اور انہی میں شمران بھی شامل تھا، شمران کا چہرہ چونکہ زمین کی جانب تھا اور وہ اس طرح کسا ہوا تھا کہ آنے والوں کو وہ گردن اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا تھا آنے والے بالکل قریب آئے تو میان لائی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”شمر جاؤ یہ کیا کیا ہے تم نے کون لوگ ہیں یہ جنہیں تم باندھ کر لے جا رہے ہو.....؟“
ان میں سے ایک شخص نے خوشنور لمبے میں کہا ہم سولازری ہیں سولازری قبیلے کے گروہ کے افراد..... ہم نے چور پکڑے ہیں ان لوگوں نے ہمارے آدمیوں کو ہلاک کر کے ہماری جمع کی ہوئی کھالیں لے جانے کا جرم کیا ہے اگر تم سامنے ہی کی سمت سے آ رہے ہو تو تم نے کچھ بے گور و کفن لاشوں کو دیکھا ہو گا وہ ہمارے بے گناہ ساتھیوں کی لاشیں ہیں ہم ان سے ایسا انتقام لیں گے کہ ان کے قبیلے کی نسلیں یاد رکھیں گی تم نے ہمارا موقف جان لیا اب جاؤ اپنا راستہ ناپو ہمیں ہمارا کام کرنے دو۔“

میان لائی نے اپنے ساتھیوں کی جانب دیکھا اب سب ہی شمران کو پہچان چکے تھے میان لائی نے انہوں سے انہیں اشارہ کیا کہ وہ ابھی اپنے آپ کو ظاہر نہ کریں اور انہیں یہ نہ معلوم ہونے دیں کہ گرفتار شدگان سے ان کا کوئی تعلق ہے اس نے نرم لمبے میں کہا۔ ”واقعی جو کچھ ہوا ہے وہ بہت افسوسناک ہے تمہارا کے جنگلات میں اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا لیکن اب تم کیا کرو گے.....؟“

شمران گھوڑے کی پشت پر چل رہا تھا لیکن یہی غنیمت تھا کہ باپ کی آواز پہچاننے کے باوجود اس نے فوراً ہی کچھ کہنے کی کوشش نہیں کی تھی سولازری قبیلے کے شخص نے کہا۔ ”ہم انہیں

نے اپنے آپ کو پہچاننے کی کوشش کی لیکن تمہارا جس کے شانے پر پڑا اس کے شانے گئی جس کی کمر پر پڑا اس کی پٹلیاں ٹوٹ گئیں کسی کی ریڑھ کی ہڈی اور کسی کا سر انہوں نے ہتھ میں آیا جسے اس قدر مہارت آمیز تھے کہ ان کی صحیح سمت کا اندازہ ہی نہ ہو پاباں اس جب جسم مضروب ہو جاتے اور یہ شوالے تو بالکل ہی ناکارہ ثابت ہوئے تھے چنری اپنے گھوڑوں کی پشت سے گر کر زمین پر اڑیاں رگڑ رہے تھے اور زمامہ بھی پھٹی پھٹی آٹھ دیکھ رہا تھا۔

”انہیں اپنے گھوڑوں کے ٹاپوں سے روند دو..... خبردار ان میں سے ایک بڑا بڑا ہو گا۔“ بات کی وحشت ناک آواز ابھری اور شمران چونک کر بات کو دیکھنے لگی اور ایک بار پھر انسانیت نے سراپا ہوا تھا غالباً وہ کہنا چاہتی تھی کہ شوالوں کو شکست ہو چکی کی زندگی لینے سے کوئی فائدہ نہیں لیکن بات کے چہرے پر نگاہ ڈال کر وہ کانپ گئی یہ چہرہ نہیں تھا اس وقت اس کے چہرے پر ہیبت ناک درندگی چھائی ہوئی تھی یہی درندہ لڑکیوں کی روح میں اگادی تھی کیونکہ بات کا جملہ پورا ہوتے ہی فوہانے زمین پر پڑتے گھوڑے چڑھادیے اور وحشی گھوڑے ان کے جسموں کی ہڈیوں کا تیا ناچہ کرنے لگے چھ جانباز خون میں تھڑی ہوئی ہڈیوں اور گوشت کے لوتھڑے بن گئے تھے۔

”دو نکل گئے..... آہ..... دو نکل گئے۔“ بات کو فحش فحش مٹا ہوا بلاشبہ بان بند کر لی تھیں وحشی لڑکیاں اپنا کام ختم کر کے سعادت مندی سے اپنی ماں اور اس کے آٹھری ہوئیں اور ہزاروں افراد کے مجمع پر سکوت چھا گیا ایک پراسرار اور ہولناک سکوت۔

○.....○.....○

میان لائی سمورا کے جنگلات میں داخل ہو گیا اس کے ساتھی دم بخود تھے۔ صرف غلام ہنگامے، میان لائی کی اندرونی کیفیات سے واقف تھا باقی تمام ساتھی طاری تھی اور وہ سوچ رہے تھے کہ اب میان لائی کا طرز عمل کیا ہو گا۔ درحقیقت وہ غیرہ نے جو کچھ کیا تھا وہ حقیقتوں پر مبنی تھا اپنی اپنی الگ بنا کر بیٹھنے والے بھی انہیں ایسے قوانین کے پابند تھے جو ان پہاڑوں میں صدیوں سے رائج تھے اور ان کی پابندی سرداری کی کیا کرتا تھا انفرادی طور پر یا اپنے قبیلے کی قوتوں کی بنیاد پر جیسا بہت مشکل جنگلے میں بے شک کوئی بولے یا نہ بولے لیکن جب اجتماعی قانون کی بات آجائے تو فرض ہو جاتا تھا کہ وہ کسی بھی قانون شکن کو قانون شکنی سے روک دیں اور اس عمل کریں۔

میان لائی کے ساتھی جانتے تھے کہ میان لائی کا بیٹا کتنی ہی امنگوں آرزوؤں کے ساتھ پیدا ہوا ہو لیکن جو کچھ اس نے کر ڈالا ہے وہ قابل معافی نہیں ہے اور میان لائی کے باوجود اسے وہ سب کچھ کرنا پڑے گا جو پہاڑوں میں رائج ہے اور یہ مرحلہ ان پریشان کن تھا کہ وہ لوگ میان لائی سے اس موضوع پر بات بھی نہ کر پا رہے تھے۔ سمورا کے وسیع و عریض جنگلات میں شکاریوں کی کسی ایک ٹولی کو تلاش کرنا کام تھا لیکن میان لائی اس کام میں مصروف تھا اور ہر اس علاقے کا جائزہ لے رہا

باری لے جا کر کتے کی موت مار دیں گے ان سے ان کے قبیلے کے بارے میں معلومات حاصل گے اور پھر بتائیں گے کہ دیکھو یہ ہیں بلند پروازیاں کرنے والے عقاب جو عقابوں کے گروہ آئے ہیں لیکن درحقیقت یہ سمورا کے چور ہیں۔“

میان لائی کے جڑے پہنچ گئے اس کا مقصد ہے کہ بزدل شمران نے ان لوگوں کو بتایا اس کا تعلق عقابوں کے ممکن سے ہے اور یہ بہت بری بات تھی کیونکہ اس کے بعد اول توڑ جرم بے پناہ ہو جائے گا دوم سولا زری قبیلے سے بری طرح ٹھن جائے گی اور ان چند افراد کے نتیجے میں جنگ بھی ہو سکتی ہے بے شمار مشکلات کا سامنا کرنا پڑ جائے گا چنانچہ اس نے یہ میں کہا۔

○.....○.....○

”زمانہ قدیم میں میری مراد اس وقت سے ہے جب میں یہاں موجود تھا وقت تو گزرا ہے نا زردبان جوان ہو گئی ہے“ تو میں کہہ رہا تھا کہ اس وقت پہاڑوں کے اس پار کے لوگ اتنے ہاتھ نہیں سر داروں کے آپس کے تعلقات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں لیکن اس بات پر سب اتنے کہ دوسری طرف کے لوگوں پر خاص نگاہ رکھی جائے لیکن اب.....؟“ روزانے لے مایوسی کہا۔

”تم یہ تعین نہیں کر سکتے روزانہ کہ آبادیاں یہاں سے کتنے فاصلے پر ہیں؟“ ماسٹر نے کہا۔
”ہاں ماسٹر مجھے یہ اندازہ لگانے میں ناکامی ہوئی ہے تاہم میں اپنے موقف پر قائم ہوں۔ میں کو بتا چکا ہوں ماسٹر کہ میں نے پوری عمر آقا کی غلامی میں گزاری ہے اس کے حکم پر جنبش کی ہے ماس کے قدم گئے ہیں تک پہنچا ہوں اس نے.....“

”ٹھیک ہے روزانہ میں کہہ رہا تھا کہ یہی میری آخری مہم ہے ہو سکتا ہے میری زندگی کی ابھی یہیں ہو جائے لیذا میرے ہر لمحے کی ساتھی ہے اس لئے میں اس کی جانب سے مطمئن ہوں“
”ار ماس تھی۔ بد کیا تمہیں میرے فیصلے سے انحراف ہے.....؟“

”کونسا فیصلہ؟“

”میں نے طے کر لیا ہے کہ جس مقصد کے لئے یہاں آیا ہوں اس کی تکمیل میں کامیاب یا تو ٹھیک ہے ورنہ دوسری شکل کچھ بھی ہو یہاں سے بھاگنے کے بارے میں نہیں سوچوں گا۔“
”بڑا تو آپ کا سایہ ہے مہم سوسو آسٹرو..... نہ کبھی آپ کے فیصلوں پر غور کرتا ہے نہ آپ کے مایوس آپ کے نقش قدم پر نگاہ رکھتا اس کا کام ہے۔“

”میں شاگ جو کام آواز رہتا ہے اس کی ہدایات پر مستعدی سے عمل کر کے اس کا زیادہ زیادہ اعتماد حاصل کرنا ہے اسی میں ہماری کامیابی پوشیدہ ہے۔“

”ہم سب اسی پر عمل کریں گے۔“ لیزا نے کہا۔

شاگ جو دلچسپ آدمی تھا ہمیشہ غیر متوقع حرکات کرتا تھا دو دن اور گزر گئے بظاہر یوں لگتا تھا کہ ان کی طرف سے وہ بے فکر ہو گیا ہو لیکن آسٹرو نے پھر بھی خیال رکھا تھا تیسری صبح وہ ان کے پاس آیا اور بولا۔ ”کیا آپ لوگ اپنی صحت تباہ کرنے پر آمادہ ہیں.....؟“

”کیا مطلب مسٹر جو.....؟“

”آپ ان غاروں میں قید ہیں میں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ یہاں دور دور تک آبادی نہیں ہے لیکن ان کی گزر گاہ ہے“ وہ اس سمت نظر نہیں آتے دیے بھی ہم نے ایسے انتظامات کر رکھے ہیں کہ

”ہم لوگ صرف معلومات کے لئے تم سے یہ سوالات کر رہے تھے ہم خود ان کے کی مذمت کرتے ہیں جاؤ اپنا کام کرو۔“

میان لائی کے ساتھیوں کا منہ تعجب سے کھلے کا کھلا رہ گیا تھا لیکن اس سے قبل انہیں اشارہ کر چکا تھا جس کا مطلب تھا کہ میان نے بات ختم نہیں کی بلکہ اس کے ذہن کے میں کوئی اور تصور ہے شکاری اپنے مجرموں کو لے کر آگے بڑھ گئے اور میان لائی نے بظاہر اس طرح آگے بڑھایا جیسے وہ اپنے سفر پر ٹکنا چاہتا ہے لیکن اس کے فوراً ہی بعد اس نے شانے سے بندوق اتاری اور ساتھیوں کو اشارہ کر کے بولا۔

”ان پر نشانہ لگاؤ کہ ایک بھی نشانہ خالی نہ جائے اور انہیں پلٹ کر واپس کرنے کا ہلے۔“ ساتھی فوراً ہی مستعد ہو گئے سب نے برق رفتاری سے بندوقین سنبھالیں اور اس بندوقوں کے خوفناک دھماکوں نے جنگل کے پرندوں کو منتشر کر دیا۔ وہ بھیاک آوازوں سے ہوئے اڑنے لگے اور ادھر گھوڑوں پر سوار سولا زری گھوڑوں کی پشت سے نیچے آ رہے۔

میان لائی تجربے کار سردار تھا اور اس کے ساتھی بہترین نشانہ باز چٹانچہ ایک بھی زندہ نہ بچ پایا اور شمران اور اس کے ساتھیوں کو اپنے گھوڑے قابو کرنا مشکل ہو گئے۔ سولا کی موت کا یقین ہوتے ہی میان نے اپنے گھوڑوں کو واپس موڑا اور اپنے ساتھیوں کو اشارہ بڑھ کر شمران وغیرہ کے گھوڑوں کو سنبھال لیں اور یہ ان کے لئے مشکل نہ ہوا میان لائی نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ ”اور میں جانتا ہوں کہ یہ ایک بدترین عمل تھا لیکن بد بخت مجھے اس کے لئے مجبور کر دیا میں سولا زری قبیلے سے دشمنی مول نہیں لے سکتا تھا اور سولا کمانی یہیں جنگلوں میں ختم ہو جانی چاہئے کسی کی زبان سے مرتے دم تک نہ نکلے کہ سولا قاتل کون تھا نہ شمران کا نام کسی کے سامنے آنے پائے اور نہ ہی ہمارا.....“

پھر جب شمران وغیرہ کے گھوڑوں کو قابو میں کرنے والے میان لائی کے پاس پہنچے نے چیخ کر کہا۔ ”ہماری بندشیں تو کھول دی جائیں کیا تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ گھوڑوں سے بندھے بندھے ہماری ہڈیاں چیخ رہی ہیں آخر اب تم کس بات کا انتظار کر رہے ہو.....“
”ان کے حلق میں اتنا کڑا ٹھونس دو کہ ان کی آواز نکلے نہ پائے۔“ میان لائی غرا آواز میں بولا یہ حکم صرف حکم نہیں تھا میان لائی نے عمل کیلئے اپنا گھوڑا روک لیا تھا اس کے ساتھی اس بات کی توقع نہیں رکھتے تھے وہ بہت مچلے بہت تڑپے لیکن سردار نے

چند ناروں میں اس کی دلچسپی بڑھ گئی اس نے تھیوری تو پڑھی تھی لیکن عملی تجربہ اسے
 اور ہوا تھا اس نے محسوس اور گرے فالت کے کمپو کے بارے میں اپنے تجربات بیان کئے
 ان کی انعام کے بارے میں بھی اپنی بے پناہ علمی صلاحیتوں سے کام لیکر کچھ انکشافات کئے جن
 نے جو شہرہ رہہ گیا اس نے تھیرنیر لیمے میں کہا۔ ”ایک بات بتاؤ گی لڑکی.....؟“

”ضرور مسٹر.....!“
 ”تم لوگوں نے مجھ سے اپنے بارے میں جھوٹ بولا تھا کیا تم اس بات کا اعتراف نہیں کرو گی
 لوگوں کو اس علاقے کے بارے میں کچھ معلومات حاصل ہوئی تھیں اور تم اس ریسرچ کے
 مال آئے تھے۔“

”مسٹر جو اگر آپ اجازت دیں تو میں آپ سے احتجاج کرنا چاہتی ہوں۔“
 ”کس بات پر؟“

”نہ جانے کیوں میں اور میرے ساتھ جو لوگ موجود ہیں آپ کی داستان سننے کے بعد آپ
 حقیقت محسوس کرنے لگے ہیں ہم آپ سے بے حد متاثر ہو گئے ہیں اور مسٹر آسٹرنے پیش گوئی
 کی کہ آپ مستقبل میں ایک ایسا نام بن کر ابھریں گے جسے پوری دنیا تسلیم کرے گی ”پلا نیٹیم
 “ یہ نام ہم نے آپ کو دیا ہے۔ مسٹر آسٹر کا کہنا ہے کہ آپ کے ساتھ کام کر کے ہمیں بھی
 ایک بلند مقام حاصل ہو گا اور ہم پلا نیٹیم کنٹری کے اہم عہدے دار ہوں گے ”ان کا کہنا ہے
 مسٹر کے ہر حکم پر سر جھکا کر عمل کرو بالآخر یہ سرائیک دن عظمت سے انھیں گے جن سے
 ت ہو گی ہو اس سے جھوٹ نہیں بولا جاتا مسٹر جو..... ہم نے آپ کو جو کچھ بتایا ہے وہی سچ
 رہم آپ سے جھوٹ بولنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے آپ اگر کسی جگہ ہمیں غلط پائیں تو آپ
 حاصل ہے کہ پلا نیٹیم کنٹری کے خدائوں کی حیثیت سے ہمیں صرف سزائے موت دیں براہ
 رب تک ہمارا کوئی جھوٹ منظر عام پر نہ آجائے ہمیں اپنے عقیدت مندوں میں مقام دیں اور
 ت فر کرنے دیں۔“

شاگ جو ہر حیرت و مسرت کا حملہ ہوا تھا زردبان کیا شے تھی اس بارے میں تو کبھی کبھی
 بڑا دلیر بھی حیران رہ جاتے تھے بظاہر احمق سی نظر آنے والی یہ معصوم صورت لڑکی کبھی کبھی
 کسی انوکھی بات کر دیتی تھی کہ ان لوگوں کو سمجھنے میں بھی دشواری ہو اور جب وہ اسے سمجھتے
 ت وقت حیران رہا کرتے تھے اور کہتے تھے یہ لڑکی ان کی سوچ سے بہت آگے کی چیز ہے اس
 اس نے شاگ کو جیسے شیطان کو مٹھی میں جکڑ لیا تھا حالانکہ آسٹرنے نہ کبھی پلا نیٹیم کلک کے
 میں سوچا تھا اور نہ ہی پلا نیٹیم کنٹری کا نام لیا لیکن یہ دونوں نام شاگ جو کو اس قدر پسند
 تھے کہ وہ باقی باتیں بھول گیا متعجبانہ نگاہوں سے زردبان کو دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔
 ”پلا نیٹیم کلک“ پلا نیٹیم کنٹری“ آہ..... لڑکی ڈیڑی ہے نا تیرا نام اور وہ مسٹر آسٹر در حقیقت
 ت وہ بہت بڑے لوگ بن گئے اتنے بڑے لوگ کہ شاید دنیا کی تاریخ یہ نام کبھی نہ بھلا سکے، تو
 اس فکر کو میرے اس خطے کو پلا نیٹیم کنٹری کا نام دیا ہے یہی نام ہو گا اس علاقے کا یہ تو
 پلا نیٹیم کلک اتنی اہم سوری مائی ڈیڑی میں نے بہت بڑے لوگوں کے بارے میں بہت غلط

اگر کوئی پھاڑی باشندہ اطراف میں نظر آئے تو ہمیں اس کے بارے میں اطلاع ملے
 واقعات صرف دو بار ہوئے ہیں جب کچھ گھڑ سوار ادھر سے گزرے ہیں ایک بار اطلاع
 بعد ہم نے خود کو پوشیدہ کر لیا تھا اور وہ ہم کو نہیں دیکھ سکے تھے، دوسری بار صرف دو
 اتفاق سے اتنے قریب آ گئے تھے کہ ہمیں علم نہیں ہو سکا مجبوراً ان دونوں کی واپسی کے
 کر دیئے گئے، سمجھ رہے ہیں ناں آپ.....؟ پھر وہ اپنی آبادیوں میں واپس نہیں گئے
 ٹھیک ہو گیا ہے ”شاگ جو بولا۔

سب لوگ خاموش ہی رہے یہ سب ٹھیک ہو گیا والی بات سب ہی کی سمجھ میں
 شاگ جو نے پھر کہا۔

”آپ لوگ مجھے میری ہی نگاہوں میں ذلیل نہ کریں آپ کو مکمل اختیارات ہیں کہ
 قطعی اس علاقے کو اپنا علاقہ نہیں کہہ رہا اپنی اس مملکت میں جہاں چاہیں آئیں جائیں
 پابندی نہیں ہے بلکہ یہ ضروری ہے کہ آپ اس پورے نظام سے واقفیت حاصل کر لیں۔
 ”اگر آپ اس حد تک ہم پر اعتماد کر چکے ہیں مسٹر شاگ جو تو پھر براہ کرم ہمیں
 ذمہ داری سونپ دیجئے کہ ہمارا دل بھی لگا رہے۔“ آسٹر ولیمین نے کہا اور شاگ جو مجبور
 انہیں دیکھنے لگا پھر ان سے کہا۔

”میڈم لیزا آپ اور مسٹر آسٹر ولیمین آپ..... آپ لوگ اگر مناسب سمجھیں تو
 انتظام سنبھالیں مسٹر بھی اس بارے میں آپ کی مدد کر سکتے ہیں ہمارے پاس جو ذخائر
 اندکس بنائیں ضرورت کی چیزوں کے بارے میں آگاہ کرتے رہیں تاکہ ان کی فراہمی کا
 رہے میرا خیال ہے یہ ایک مناسب مشغلہ ہو گا آپ کے لئے۔“

”ہمارے لئے ہر وہ مشغلہ مناسب ہے مائی ڈیڑ مسٹر شاگ جو جو آپ کے اس مش
 معاون بن سکے۔“

”بس تو پھر ٹھیک ہے یہ بات طے ہو گئی آپ لوگ ابھی میرے ساتھ چلیں گے اور
 کو متعلقہ افراد سے ملا دوں گا باقی رہا مسٹر روزال اور ڈیڑی کا معاملہ تو میں اس وقت ای۔
 ڈیڑی کو اپنے ساتھ لے جاؤں یہ بچی میرے لئے بے حد قیمتی ہے میں اسے اپنا تمام
 ہوئے اسے اپنی ماتحت کے طور پر اپنے ساتھ رکھوں گا پھر ڈیڑی اور میں مل کر سارا
 گے تم سمجھ رہی ہو نا بی بی.....؟“

”لیس سراجھی طرح.....!“
 ”ماتحت کا لفظ شاید میں نے غلط استعمال کر لیا ہے میرا مطلب ہے میری معاون کے
 مجھے بہتر مشورے دو گی۔“

”یہی نہیں سربلکہ آپ مجھ سے اس سلسلے میں پیپر ورک بھی لے سکتے ہیں۔“
 ”ڈیڑی گنڈ..... ڈیڑی گنڈ.....“ وہ سب کو غباروں سے باہر نکال لایا آسٹر ولیمین
 سے ملا کر اس نے انہیں بتایا کہ اب یہ دونوں ان کے انچارج ہیں اور انہیں تفصیل
 اس کے بعد وہ زردبان کو لیکر چل پڑا زردبان پوری خود اعتمادی کے ساتھ اس کا ساتھ
 تھی چونکہ اس نے غلط بیانی سے کام نہیں لیا تھا اس لئے اسے فکر بھی نہ تھی۔

انداز میں سوچا ہے آئی ایم دیری سوری آج سے یہ تصور ختم میں تم پر مکمل اعتماد کرتا ہوں یہ بھی سوچا تھا کہ ہو سکتا ہے تجھ جیسی ذہین لڑکی کے علاوہ مسٹر آسٹراور باقی لوگ مہارت رکھتے ہوں میں اس مہارت سے فائدہ اٹھانا چاہتا تھا لیکن تو..... تو ان سب کی اصل میں تیری اس شاندار مہارت سے میں متحیر ہو گیا تھا اسی لئے میں نے یہ سوال کر لیا "نہیں مسٹر شاگ..... ہم نے آپ سے بالکل جھوٹ نہیں بولا۔"

"میں تم سے معذرت کر چکا ہوں۔" شاگ مسکرا کر بولا۔

شاگ نے اسے اشیاء مائیکل سے ملایا نیلی آنکھوں اور بے حد شفاف چہرے اور کی مالک اشیاء کے بارے میں اس نے بتایا یہ "کون آف پلانٹینم کنفری" ہے میری محبوبہ دن ہم ان پانچویں کی سب سے بلند چوٹی پر اپنا فلیگ نصب کریں گے اس دن ایک زندگی میں شامل ہو جائیں گے۔

"ہیلو.....!" زربدان نے خوش دلی سے کہا اور اشیاء مسکرا دی۔

"یہ ڈیری ہے..... اب میری دست راست اور اب تمہاری دوست..... اپنے ساتھ رکھو یہ بہت ذہین اور بڑے کام کی لڑکی ہے۔"

اشیاء نفیس لڑکی تھی۔ شاگ ان دونوں کو متعارف کرا کے وہاں سے غلا گیا تھا۔

سے بہت سی باتیں کرتی رہی تھی پھر ایک نوجوان اشیاء کے پاس آیا دونوں کی شکلوں فرق تھا کہ وہ مردانہ انداز رکھتا تھا زربدان اسے دیر تک دیکھتی رہی تھی۔

"یہ فلیش ہے میرا جڑواں بھائی.....!"

"صاف ظاہر ہوتا ہے۔"

"یہ ڈیری ہے فلیش.....! اندن سے آئی ہے بہت عجیب بہت پیاری۔"

"ہیلو ڈیری....." فلیش مسکرا کر بولا۔

"ڈیری کے بارے میں شاگ کا کہنا ہے کہ وہ ایک بہترین دماغ ہے ایک عظیم اس کے کام میں بہترین معاون ہے اور مستقبل میں شاگ کی مملکت کی ایک اہم عہدیدار۔"

"دیری گڈ..... اگر شاگ نے یہ کہہ کر تم سے ڈیری کا تعارف کرایا ہے تو ذہین ترین لڑکی کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہ آسان کام نہیں ہے۔"

"کیا مطلب مسٹر فلیش.....؟" زربدان نے مسکرا کر پوچھا۔

"شیطان بے حد ذہین ہوتا ہے اور کوئی شیطان کو یہ خوف بتانے کی صلاحیت کی ذہانت ہر شے سے پاک ہوتی ہے۔" فلیش مسکرا کر بولا..... یہ سن کر زربدان کی ہو گئی۔ اس نے جرائی سے اشیاء کو دیکھا "اشیاء کا چہرہ دہشت سے سفید پڑ گیا تھا وہ خوف کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔"

زربدان کی بھنوس سڑکی ہوئی تھیں اور وہ فلیش کو دیکھ رہی تھی۔ خوبصورت الفاظ بے حد سستی خیر تھے جبکہ شاگ نے اشیاء کے بارے میں بڑے اہم الفاظ کی اشیاء کو مستقبل میں شاگ مٹی کی ملکہ قرار دیا تھا۔ اور اشیاء نے تسلیم کیا تھا لیکن بھائی کے یہ الفاظ بغاوت پر مبنی تھے۔ ایک بار پھر زربدان کی نگاہیں اشیاء کے چہرے

کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ فلیش بول بڑا.....

"جہنم میرے الفاظ پر حیرت ہوئی ہوگی مس ڈیری لیکن تم نے ان کی حقیقت کا ضرور جان لیا ہوگا میں تم سے سوال کر سکتا ہوں کہ کیا تم واقعی جیالو جسٹ ہو؟"

"ہاں مسٹر فلیش یہ سچ ہے....."

"تو کیا مجھے اس بات پر تعجب نہیں کرنا چاہئے کہ اپنے شوق کی تکمیل کے لئے تم نے اسی ذہن پر کرنا ضروری سمجھا؟"

"آپ کا کیا خیال ہے اس بارے میں مسٹر فلیش؟"

"اصل میں ہر شخص جینے کے بہانے ڈھونڈتا ہے۔ جہاں تک میری نگاہ کام کرتی ہے تم ایک ہی لڑکی ہوتی حسین کہ کوئی بھی نگاہ اور دل رکھنے والا تمہاری آرزو کرے۔ لیکن شاگ پر قبضہ کرنے کے لئے تم نے اپنے حسن کا جال استعمال نہیں کیا۔ یقیناً تمہیں اس وقت یہ نہیں معلوم کہ شاگ اشیاء کے لئے کوئی تصور رکھتا ہے۔ میں اشیاء سے شدید اختلاف رکھتا ہوں۔ اس میں دھڑکتے کی مجبورہ بن کر جینا کیوں پسند کیا؟"

دفعہ ہی اشیاء سسک سسک کر رو پڑی۔ اس نے دونوں ہاتھ جوڑے اور زربدان کے لئے کر کے بولی..... "خدا کے لئے ڈیری خدا کے لئے انسانیت کے نام پر میرے اس سرکش سر سے بھائی کی زندگی کو نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کرنا۔ یہ دیوانہ ہے اس کے خیالات اگر اسے ہم ہو گئے تو وہ اسے قتل کر دے گا۔ مار ڈالے گا وہ اسے خدا کے لئے ڈیری ہم پر رحم کر۔ میں نے پکارا اپنی زندگی بچانا چاہتی ہوں۔ یہ اگر اس دنیا میں نہ رہا تو یقین کر ڈیری میں ایک لمحہ بھی رہتی ہوں۔"

"میرا بھی یہی حال ہے اشیاء میرا بھی یہی حال ہے صرف اپنے بارے میں سوچتی ہو تم سے دل و دماغ کے تاریقدار طور پر ایک دوسرے سے منسلک ہیں۔ اگر ایک تکلیف میں مبتلا ہے تو دوسری تکلیف دوسرے کی مجبوری ہے۔ اشیاء تم اپنے دل و دماغ کے خلاف جنگ کر کے ہاں کی قیمت میں ہوتی ہو تو مجھے بھی اسی اذیت اسی کرب سے گزرنا پڑتا ہے۔ ہاں اگر تم دل سے قول کر لیتیں تو یقیناً میں بھی مطمئن ہوتا حالانکہ وہ گندہ شخص اس قابل نہیں ہے۔"

"خدا کے لئے فلیش خدا کے لئے خاموش ہو جاؤ ڈیری پلیز ڈیری....." زربدان نے انگلی اٹھانے میں لپے میں کہا..... "پہلے تمہیں یہ فیصلہ کرنا ہوگا اشیاء کہ تم مجھ پر اعتماد کر سکتی ہو یا نہیں۔"

"میں تمہارے قدموں پر سر رکھ کر تم سے التجا کرنا چاہتی ہوں کہ فلیش جو کچھ کہہ رہا ہے ہم سب کی بھائیوں کی زندگی بچانے کے لئے اسے کسی قیمت پر شاگ جو کے کانوں تک نہیں پہنچنا چاہئے۔"

"اگر میں تم سے وعدہ کروں کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا تو کیا تم اس وعدے پر اعتبار کر لو گی؟"

"اشیاء زربدان کا چہرہ دیکھنے لگی۔ چند لمحات خاموشی رہی اور اس کے بعد اس نے اپنے لباس کے بٹن کھینک کر لئے۔

"جہن کے چہرے حسین ہوتے ہیں ان کے دل بھی برے نہیں ہوتے کم از کم میرا تو یہی تجربہ

ہے۔ ہو سکتا ہے غلط ہو لیکن تم مجھے بہت اچھی لگی ہو ڈیری آئی ایم سوری تمہیں پہلے میں ہماری مشکلوں میں گرفتار ہونا پڑا۔
”تم نے میرے وعدے پر اعتماد کر لیا ہے؟“

”ہاں۔“

”تو پھر بے فکر ہو فلیش نے جو کچھ کہا ہے میں نے سنا ہی نہیں اسے۔“

”مجھے تمہارے ان الفاظ پر اعتراض ہے مس ڈیری تم نے میری بات سن لی ہے اور جو کچھ کہا ہے دل سے کہا ہے اب میں تم ہی سے فیصلہ مانگتا ہوں کیا شاگک جو اس قابل اس کی قربت برداشت کرے وہ اس کے بارے میں لوگوں کو بتائے کہ یہ اس کی ہونے والا اور یہ خاموش رہے۔“

”اس کا جواب آپ مجھ سے چاہتے ہیں مسٹر فلیش.....؟“ زربدان نے پوچھا۔

”ہاں آپ ہی مجھے بتادیتے مس ڈیری، اگر اس کی جگہ آپ ہو تیں تو کیا اسے قبول کر لیتیں؟“

”یہ سوال بے مقصد ہے میں غور کرتی اس پر اور اس کے بعد کوئی مناسب فیصلہ اشیانے اگر اپنی مرضی کے خلاف ان الفاظ کو قبول کیا ہے تو تمہارا کیا خیال ہے مسٹر فلیش اس کی ذہانت کا رفرما نہیں ہے بے شک تم لوگوں سے میری ملاقات وقتی ہے نہ میں ہوں اور نہ تم مجھے۔ لیکن یہ مختصر سے حالات جو کچھ سمجھا رہے ہیں اسے کوئی نادان فہم سکتا ہے۔ میں نہیں جانتی کہ تم لوگ کن حالات کے تحت یہاں پہنچے ہو لیکن اب جو ان میں میرے سامنے آیا ہے اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اشیانے بحالت مجبور تمہاری زندگی بچانے کے لئے یہ کمزور الفاظ قبول کئے ہیں۔“

”آہ کچھ اور بھی ہو سکتا ہے تم یقین نہیں کر سکتیں کہ جب میں اسے اس کے ہوں تو مجھ پر ہیجان طاری ہو جاتا ہے ہم نے یہ میری، میرا خون ہے میرا دل میرا دماغ قبول نہیں کرتا۔ میں جانتا ہوں اس کی بھی یہی کیفیت ہے لیکن بدترین مجبوری ہے ہم پھر طرفہ یہ کہ ہمارے پاس مستقبل کا کوئی حل نہیں ہے۔ ہمیں کتوں کی طرح بے بسی کا باندھ لیا گیا ہے اور ہم اپنی پسند کے خلاف جینے پر مجبور ہیں۔“

زربدان نے ادھر ادھر دیکھا پھر کہا۔ ”مختصراً مجھے اپنے بارے میں بتانا پسند کر فلیش؟“

”کچھ نہیں، بس دیوانگی ہمیں اس طرف لے آئی تھی قطعی دیوانگی اور قصور جس کا قصور تھا وہ شاگک جو کے ہاتھوں مارا گیا اور وہ شخص ہمارا چچا تھا جس کے ہم دولت کے انبار لگانے کے شوق نے اسے دیوانہ کر دیا، وہ شاگک جو کے پھیلائے ہو گرفتار ہوا اور ہم لوگوں کو ساتھ لے کر ادھر نکل آیا۔ لیکن شاگک جو سے زندگی نہ اس کی وجہ سے اس جال میں پھنس گئے بس یہ مختصر کہانی ہے ہماری اور اس کے بعد اشیانہ کو اپنی نگاہوں کا مرکز بنایا اور اشیانے اپنی یہ حیثیت قبول کر لی۔ لیکن یہ مجھے ہے میں سوچتا ہوں کہ بالآخر زندگی تو مجھے ویسے بھی نہیں ملے گی کیوں نہ میں بہت

ت سے نجات دلا دوں، لیکن اشیایاں بھی میرے آڑے آتی ہے۔“
”تم حق ہو فلیش، تم بالکل احمق ہو اس کی موت اتنی آسان نہیں ہوگی جتنی آسانی سے تم کا ذکر کر رہے ہو وہ ہزار آنکھیں رکھتا ہے اس کے بے شمار محافظ ہر اس جگہ موجود ہوتے ہیں کہ تم کی ایسی جگہوں پر کہ دو سروں کو نظر نہ آئیں۔ اگر اس پر کوئی پتھر بھی پھینکے تو گولیوں سے مارا جائے گا اس کے چھپے ہوئے محافظ ہر جگہ اس کے نگراں ہوتے ہیں۔ یہ بات میں یقین ہے لیکن تم باز نہیں آتے تم اس پر حملہ آور ہو گے اور کامیاب نہیں ہو پاؤ گے تو پھر کیا ہوگا؟“

”وہی جو بعد میں کسی نہ کسی وقت ہوتا ہے۔“
”میں مسٹر فلیش عقل بھی ایک چیز ہوتی ہے اگر اشیانے یہ مجبوراً قبول کر کے اپنے آپ کو گرفت میں مبتلا کر لیا ہے تو کم از کم اتنا وقت تو دو اسے کہ وہ اپنے مقصد کی تکمیل کر سکے۔“
”کسی سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر اچانک ہی اس نے گردن اٹھائی اور زربدان کو دیکھ کر مسکرائے اس کی آنکھوں میں شرارت آمیز چمک پیدا ہو گئی تھی۔“

”دیکھا آپ نے میڈم، انسان کس طرح ڈس کلوز ہو جاتا ہے۔ آپ نے ہماری ہمدردی میں لیکن آپ کے اندر کی بات بھی کھل کر سامنے آگئی۔“
”کیا مطلب؟“ زربدان نے آہستہ سے کہا۔

”اگر آپ باتوں کو نظر انداز کر دیتی ہیں اور ہمیں محفوظ رکھتی ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ بھی اس سے غافل نہیں ہیں۔“ زربدان چند لمحات سوچتی رہی پھر آہستہ سے بولی۔ ”آپ کا کیا ہے مسٹر فلیش کیا ہم لوگ اتنا طویل سفر طے کر کے یہاں اس کی غلامی کے لئے آئے تھے۔ سنئے فلیش یہ تو ایک عام سی بات ہے اور ہر شخص اسے سوچ سکتا ہے، ہمارے آنے کا مقصد کچھ اور ہے ہم اس کے جال میں گرفتار ہو گئے اور کوئی بھی شخص کسی کی قید میں خوش نہیں رہ سکتا۔ میں کہہ سکتی کہ یہاں اس کے جو ساتھی موجود ہیں ان میں سے کتنے اس سے اتفاق کرتے ہیں اور مجبوری کے عالم میں اس سے تعاون کر رہے ہیں۔ اسے آپ خود بھی سوچ سکتے ہیں۔ بہر حال ہمارے بارے میں آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں بھی شاگک کے افکار سے باغی ہوں تو آپ میری سے اقرار کیجئے۔ لیکن اب جبکہ ہم دونوں نے بلکہ ہم تینوں نے دل کی بات ایک دوسرے سے کہ دی ہے تو ہمیں آپس میں تعاون بھی کرنا چاہئے اور ایک دوسرے سے ہر مسئلے میں مشورہ لیں۔ لیکن آپ ایسا کوئی عمل نہ کیجئے جس سے ہم لوگ مفلوج ہو جائیں آپ کو اگر نقصان پہنچے گا تو ہم بھی نہیں کر سکتے گی۔“

فلیش نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے لیکن شاید وہ نہ کہہ پایا جو اچانک ہی اس کے لبوں سے نکلا لیکن زربدان گرمی نگاہوں سے اس کا تجزیہ کر رہی تھی اور نجانے کیوں فلیش کی آنکھوں سے آنسو ادا ہونے والے الفاظ محسوس کر کے زربدان کے اندر ایک اجنبی لہری دوڑ گئی۔ ایک ایسا انکسار جس سے وہ اس سے قبل آشنا نہیں ہوئی تھی۔

”نہیں یہ آسان تو نہ تھا اور یہ کون ہیں جو کھالوں کے نقاب پہنے ہوئے ہیں.....“ سلاہ نے

”بہتر ہو گا کہ اپنی آرام گاہ چلو اور وہاں سب کچھ معلوم کرو۔“ شہ بدان غیر جذباتی لہجے میں
در بالآخر یہ قائلہ سرداری رہائش گاہ کی جانب چل پڑا۔ جب ایسے واقعات ہوا کرتے ہیں اور
سے سردار اس قابل نہیں ہوتے کہ لوگوں کی محبتیں حاصل کر سکیں تو ان کی ریخت کے بعد
ہم دوسرے ہی کرتے ہیں۔ زمامہ کا خاندان جو سردار کے کوسے میں رہتا تھا۔ ذلیل و خوار کر کے
کالا گیا اور اسے گرفتار کر کے ایک اور جگہ منتقل کر دیا گیا۔ سلاہ کا بہترین استقبال کیا گیا تھا۔
نی آبادی میں خوشیاں منائی جاتی تھیں۔ زمامہ کے ہمدرد بھی کافی تعداد میں تھے لیکن ان لمحات
خاموشی کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا، سلاہ کو سنہلنے کے لئے بھی وقت درکار تھا۔ اس نے
بیٹے سے کہا۔

”میں تو اب بھی اسی کیفیت کا شکار ہوں جس کیفیت میں ایک طویل وقت گزار چکا ہوں اگر
خ کے بعد تیرے ذہن میں یہ تصور ہے کہ باگ کی سرداری کرے تو میں تجھے بخوشی اجازت دیتا
۔ ان حالات کا فیصلہ بھی خود ہی کر جواب پیش آنے والے ہیں یا اگر تیرے دل میں کچھ اور
تب بھی تجھے ہر طرح کا اختیار ہے۔“

ان لمحات میں شہ بدان نے اپنے بھائی جومایہ کو دیکھا جو دونوں میں بڑا تھا اور پھر کہا۔
”میرے باپ میری عمر اور کمزوری سرداری کا بوجھ سنبھالے میں رکاوٹ بننے کی میری
شہ ہے کہ میرا بھائی جومایہ باگ کا سردار بن جائے اگر تیری اجازت ہو.....“ سلاہ نے
دلاسے اجازت دے دی تھی۔ شہ بدان نے ہالار کو دیکھ کر کہا۔

”اور تو یہ نہ سمجھتا ہالار کہ تجھے جومایہ سے کمتر سمجھا گیا۔ جومایہ کا شوالا تو ہی ہو گا۔“
”میں خوشی سے اپنے بھائی کو سردار تسلیم کرتا ہوں حالانکہ یہ اعزاز اب تجھے ملنا چاہئے۔“
بدان نے گردن ہلا کر انکار کیا اور بولی۔ ”نہیں بیٹیاں شوالا بن کر سرداریاں حاصل نہیں
نہیں۔“

بات ختم ہو گئی ابھی تو ہنگامہ خیزیوں ہی سے فرصت نہیں تھی باتوں فوہا اور دوسری لڑکیوں کے
خ کی اور گوشے میں چلا گیا تھا اور سلاہ اپنی بیٹی کو سینے سے لگائے اس سے اس کے حالات
متا بہا تھا اور غمزدہ ہوتا رہا تھا لیکن باگ کے حالات ابھی بہتر نہیں ہو سکتے تھے۔ باتوں برق
اری سے کام لیا، ہو سکتا ہے جومایہ سردار بننے کے بعد نئے احکامات جاری کرے، کام اس سے
نی ہو جانا چاہئے چنانچہ باگ کے بڑے چوک میں چاروں لڑکیوں کے ساتھ جن کے چہرے اب
بہتر کام پر نہیں آئے تھے۔ باتوں نے اعلان کیا۔

”باگ والو! سردار زمامہ اور اس کے ہمدردوں کے لئے موت کے سوا کچھ نہیں ہے اور یہ
داری جس میں سوئی جاتی ہے چن چن کر انہیں ختم کرو اور سلاہ کے ہمدرد کو صفحہ ہستی سے
دوان کے پاس جو مال و اسباب ہے وہ تہمازا ہے اور اس خوشی میں حصہ لینے کے لئے ہم بھی
ارے لئے سماعت لائے ہیں۔ ان گھوڑوں پر لدے ہوئے ناریل اور خویانیوں کے انبار آپس میں
ہم کر اور خیال رہے کہ سلاہ کا ایک بھی دشمن نہ رہنے پائے۔“

زمامہ پتھر اگیا تھا۔ اس کے بدن کی جان نکل گئی تھی نجانے کیوں اس کا دل یہ کہ
اس کا وقت پورا ہو گیا ہے اور اب باگ کا سردار نہ رہ سکے گا۔ چاروں لڑکیوں نے
وہ بہت زیادہ تھا۔ خود ہستی کے لوگ بھی ششدر کھڑے ہوئے تھے۔ تب باتوں نے یہ کہ
اس نے اپنا گھوڑا آگے لاتے ہوئے کہا۔

”اس کے باوجود باگ والوں میں سے ہر شخص کو یہ اجازت ہے کہ زمامہ کی تدفین
نکلے اور جیتنے والوں سے مبارک طلب کرے اور اگر ایسا نہیں ہے تو پھر سلاہ کے ہمدرد
چار افراد منظم طریقے سے باہر آئیں اور پہاڑوں کی روایت کے مطابق شکست کھائے
کو گرفتار کریں۔“ چاروں طرف سے لوگ نکل پڑے اور زمامہ کی جانب بڑھے تو باتوں نے
”نہیں صرف چار افراد جو اصولوں کے تحت کام کریں۔“

زمامہ کو ریتوں سے باندھ دیا گیا اور اس کے بعد شور و غوغا ہونے لگا، شہ بدان
نعرے لگائے جانے لگے اور بے شمار افراد اس قید خانے کی جانب چل پڑے جہاں سلاہ
بنا کر رکھا گیا تھا۔ سلاہ کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا۔ وہ اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ
گزار رہا تھا اور یہ یقین کر چکا تھا کہ زندگی کے بقیہ لمحات بھی زمامہ کی قید میں ہی گزار جائے
لیکن جوش میں ڈوبے ہوئے لوگوں نے شہ بدان سے پہلے سلاہ تک رسائی حاصل کی اور
کے دونوں بیٹوں کے ساتھ زنجیروں سے آزاد کر دیا۔ ہالار اور جومایہ بھی حیران تھے سلاہ
دلانے والوں میں سے ایک سے کہا.....

”آہ آج کچھ انداز بدلا ہوا ہے اور میرا خیال ہے کہ مجھے وقت سے پہلے نکالا
ہمیں زنجیروں میں قید کر کے ہستی باگ میں گشت کرانے کے وقت میں تبدیلی کر دی گئی ہے۔
”نہیں سلاہ، خون ہی خون کے کام آتا ہے تیری بیٹی شہ بدان نے مبارک
شکست دی ہے اور تجھے آزادی دلائی ہے۔“

”شہ بدان.....“ سلاہ پر غشی سی طاری ہونے لگی اس کے دونوں بیٹے بھی شہ
تھے۔

”ہاں زسے داری تو ان دونوں کی تھی لیکن یہ بات بھی ہم میں سے بکتر جانتے
نے جو کچھ کیا تھا مکاری کے ساتھ کیا تھا۔“
”مگر شہ بدان کہاں ہے؟“

”وہ آ رہی ہے.....“ لوگوں نے اشارہ کیا..... شہ بدان اپنی چاروں بیٹیوں
خانے میں داخل ہو گئی تھی۔ سلاہ، ہالار اور جومایہ سکتے کے عالم میں اسے دیکھتے رہے
ادھر ادھر ہٹ گئے تھے۔ سلاہ کے بدن میں جیسے بجلیاں دوڑ گئیں وہ تیزی سے آگے بڑھا
ہوئے شہ بدان سے لپٹ گیا۔

”میری بیٹی میری بیٹی، میری نخت جگر۔“ شہ بدان سکتے کے عالم میں کھڑی ہوئی
سلاہ کی گر جوشی کا کوئی جواب نہیں دیا دونوں بھائی بھی شہ بدان کے قریب آ گئے
کہا۔

”افسوس جو کام ہمیں سرانجام دینا تھا وہ تجھے سرانجام دینا پڑا۔“

”کیا وہ اس دن کے قابل رہیں گی۔“
 ”ہاں۔ میں انہیں حکم دوں گا کہ اب عورت بن جاؤ اور وہ نرم و نازک گڑیاں بن جائیں۔“
 ”باتو نے احماد سے کہا۔“

○.....○.....○

میان لائی باری آگیا راستے میں بھی کچھ شکاری ٹولیوں سے ملاقات ہوئی تھی شناساؤں نے مار حال کیا تھا لیکن میان لائی کسی کو جواب دیئے بغیر وہاں سے آگے بڑھ آیا۔ باری میں جوم تھا وہ اگر چاہتا تو اس راستے سے ہٹ کر گزر سکتا تھا لیکن باری ہی کے راستے واپسی کا بوجھ معنی رکھتا تھا۔ قبیلوں کے لوگوں نے یہ عجیب منظر دیکھا ہوا ان کو یہ ابھی تک نہیں موجود تھا۔ یہ مورد حال بہت سے لوگوں کے علم میں آگئی تھی اسی لئے ہمدردوں نے میان لائی کو کوئی بڑا اٹھانے سے روکا نہ چاہا۔ خود ہمدان کو ہی نے کہا۔

”نوجوان بڑی بڑی حقائق کرتے ہیں میان لائی اور پھر شمران تیرے بھائی کا مجرم ہے کوئی ہی خفیہ قدم اٹھانے سے پہلے اپنے بھائیوں سے بات ضرور کر لیتا۔ ان میں سے کوئی نہیں ہے کہ عقابوں سے ان کا وارث چھن جائے بلکہ اگر تو کے تو میں خود سلام کے پاس بوستان اس سے بات کروں شاید کوئی بہتر راستہ نکل آئے۔“

میان لائی نے اپنے دوست کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔ ”میں جانتا ہوں میرے بھائی سب سے میرے مخالف ہیں اور میں یہ بالکل نہیں چاہتا کہ ذاتی مفاد کے لئے اپنے قبیلے اور دوسرے ان کا خون بہاؤں۔ میں منصف ہوں اور انصاف کرنا چاہتا ہوں۔“

ہمدان کو یہ کہنا..... ”پھر بھی عقابوں کے لئے بہتر خواہشات رکھتے ہوئے میں بغرض کو ادا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔“ میان لائی انہیں لے کر آگے بڑھ گیا اور تیز رفتاری عقابوں کے مسکن کی جانب چل پڑا۔ غلام ہنگامی تھا جو میان سے گفتگو کر سکتا تھا۔ راستے میں اسے عاجزی سے کہا۔

”اور جو کچھ تو نے سوچا ہے میرے آقا وہ میری ناقص عقل سے بہت بلند ہے لیکن میری ذہن کے شران کو سنبھلنے کا موقع دیا جائے۔ ممکن ہے مستقبل میں وہ تیرا دست راست ثابت

میان نے دکھ بھرے انداز میں ہنگام کو دیکھا اور کہا..... ”تو کیا سمجھتا ہے ہنگام میرے دل اس کے لئے باپ کی شفقت نہیں ہے۔ لیکن اتنے گناہ کرچکا ہوں میں کہ اب خود مجھ میں مزید انکرنے کی سکت نہیں رہ گئی ہے۔ میں صرف اپنے نام کے لئے عقابوں کو ایک ایسا سردار نہیں سکتا جو اس قدر بدکردار ہو۔ نہیں ہنگام یہ کسی طور مناسب نہیں رہے گا۔ میں شمران کی زندگی لے لیجوں رہا۔ لیکن اسے سرداری کے لئے ناقابل قرار دے کر قید میں رکھوں گا اور اس کا جائزہ دوں گا۔ اگر اس نے اپنے آپ کو سدھار لیا تو یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ بالآخر ہر شخص کو اسے شکست قبول کرنا پڑتی ہے اور وہ موت کے ہاتھوں زیر ہو جاتا ہے۔“

ہنگام خاموش ہو گیا۔ عقابوں کو اس بات کا گمان بھی نہیں تھا کہ میان لائی کے بھائی عقابوں کے مسکن میں داخل ہو کر جو معلومات حاصل کرنے آئے تھے ان کا پس منظر کیا ہے لیکن جب

پھر جو قتل و غارتگری بستی باگ میں ہوئی وہ ناقابل یقین تھی۔ پوری باگ میں تھی اور اس آگ کا پتہ شہر ان کو بعد میں ہی لگا۔ بے شمار افراد موت کے گھاٹ اتار دیے تھے اور اس قتل و غارتگری میں لوگوں کی اطلاعات کے مطابق وہ چار خطرناک سوار بھی جنہوں نے زمامہ کے شوالوں کو شکست دی تھی۔ قتل و غارتگری کے یہ مناظر شہر پر آٹکھوں سے دیکھے تو اسے چکر آیا اور وہ بے ہوش ہو گئی۔

کوتے میں جب اسے ہوش آیا تو اس نے اپنی بیٹیوں کو طلب کیا باتو لڑکیوں کے شہر ان سے کہا۔

”اور کیا یہ حکم جو مایہ نے دیا تھا کہ باگ کے اتنے لوگوں کو زندگی سے محروم کیا ہے نے کہا تھا یہ فوہا باتو تباہ کن ہے کیا تھا

”یہ میری تجویز تھی شہر ان میں نے کہا تھا یہ۔“ باتو نے گردن خم کر کے کہا۔
 ”باتو کیا یہ مناسب تھا کیا یہ بہتر ہے اور میری لڑکیاں تم مجھے جواب دو کیا ماں کی

بغیر یہ سب کچھ کر کے تم نے بہتر کیا فوہا میں تجھ سے سوال کرتی ہوں؟“
 تب پہلی بار فوہا نے اپنا چہرہ نقاب سے آزاد کیا اور اس کے ساتھ ہی دوسری لڑکی جن کے بارے میں شہر ان نے اپنے باپ اور بھائیوں کو سب کچھ بتا دیا تھا۔ فوہا لڑکی میں بولی۔

”میری ماں تو نے ہمیں یہ دنیا دکھائی ہم تیری آغوش میں پل کر جینے کے قابل ہو۔ تیری امانت ہے اور تجھے اختیار ہے کہ اپنے ہاتھ میں خنجر لے اور ہمارے سینے میں زندگی سے آزاد کر دے کیونکہ ہماری زندگیاں تیری ہیں لیکن اگر حکم کی بات کرتی ہے فوہا باتو بابا کا ہو گا اور جب یہ ہمیں حکم دے گا تو ہم کچھ اور نہیں سوچیں گے یہ ایک ایسا فیصلہ چاروں کی زندگی پر محیط ہے اور ہم اس سے کبھی منحرف نہیں ہو سکتے حکم ہم باتو بابا کی سمجھ لے ہماری ماں کہ یہ ہماری مجبوری ہے۔“

شہر ان نے جلتی نگاہوں سے باتو کو دیکھا اور باتو نے چہرے پر سلگتی ہوئی آگ کی چوندھیا کر آنکھیں بند کر لیں اب اس سے آگے اس کے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں رہا۔ چہرے کے تاثرات اس کے ماضی کی کہانی دہرا رہے تھے۔ شہر ان اس کہانی سے تنہائی میں اس نے باتو سے کہا۔

”وہ کونسا عمل ہے باتو..... جس سے تو نے ان لڑکیوں کو سحر زدہ کر دیا ہے فوہا میرے سینے میں خنجر کی طرح جھپکتے ہیں۔“

”وہ ج کے سارے جینے کا فیصلہ کر چکی ہیں میں اگر ساحر ہوتا تو اپنے سحرے ان آتش بناتا لیکن میں خوش ہوں کہ چاروں لڑکیاں میری محنت کا صلہ دے رہی ہیں۔“

”باتو..... وہ لڑکیاں ہیں۔“
 ”تو پھر؟“

”لڑکیوں کا منصب یہ نہیں ہوتا۔ بالآخر انہیں کسی نہ کسی دن ایک کوستہ سنبھالنا پڑے گا۔“

شران اور اس کے ساتھیوں کو اس بدترین حالت میں یہاں لایا گیا تو سب حیرت سے رہ گئے اور ایک دوسرے سے احوال معلوم کرنے لگے۔ میان لائی کے ساتھی پوری طرح قابل اور میان کو ان پر اعتبار تھا کہ وہ کسی کو کچھ نہیں بتائیں گے۔ شران اور اس کے ساتھی قید خانے میں ڈال دیا گیا اور خود میان نے پہرے داروں کو سخت ہدایت کرتے ہوئے شران اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ کوئی رعایت برتی گئی یا ان لوگوں کو کسی طرح نظر نہ کیا تو یوں سمجھ لینا کہ صرف تمہیں بلکہ تمہارے خاندانوں کو بھی سزا ملے گی۔

مجس لوگوں کا بہت بڑا مجمع جب میان لائی کے کوسے کے سامنے جمع ہوا تو میان ان سے کہا۔

”میں نہایت افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ میرا بیٹا شران بدکار اور مجرم ہے۔ یہاں رہ کر بد قماش گشتار کی سرکردگی میں برائیوں میں حصہ لیا اور کچھ ایسے رونما ہوئے مجھے اس وقت ہی حقیقتوں کا علم ہوا۔ گشتار بھاگ گیا اور میں حقیقتوں سے ناواقف رہا۔ جب کہ میں نے اسے عقابوں کا نشان دے کر تسورار روانہ کیا تو اس نے میرے ہی بھائی کے جاکر گندگی پھیلانی اور انہیں میرا دشمن بنادیا۔ عقابوں کا تحفظ میری ذمہ داری ہے میں نے کو سرداری نہیں دے سکتا جو بد فطرت ہو، چنانچہ شران کے لئے میں نے یہی سزا سونپی ہے۔ قید میں رہنے دیا جائے اور سنو میں ایک مجرم کو سردار نہیں بنا سکتا اور ایک سردار کی جگہ فرض پورا کر رہا ہوں۔ لیکن میں خود ابھی سردار ہوں اور طویل عرصے تک سرداری رہوں گا۔ ابھی میں ہر مبالغہ طلب کرنے والے سے جنگ کروں گا اور اپنے مستقبل کے اب ایک نیا شوالا تیار کرنا ہو گا جس کا انتخاب میں بہت جلد کر لوں گا۔ اور اب میں تمہیں کہتا ہوں کہ خبردار شران کے لئے مجھ سے رحم مانگنے کوئی نہ آئے ورنہ اسے بھی مجرم قرار دیا جائے۔ عقابوں کے سردار کی حیثیت سے یہ میرا آخری فیصلہ ہے۔“

میان نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی اور لوگ چہ میگوئیاں کرتے ہوئے چل پڑے۔ تھا کہ میان ایک عظیم سردار ہے اور کچھ بس آنکھوں میں کچھ کہہ رہے تھے نجانے کیا۔ خیالات الفاظ میں ڈھلتے تو بات سامنے آتی۔

○.....○.....○

زندگی کا طویل دور گزر چکا تھا شامہ بھی جوان ہو گئی تھی اور عشم نے اسے بگڑ نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ اس کی ماں نہیں ہے۔ لیکن دل کے ٹکڑوں سے کہیں دور رہا تھا۔ عشم چوری چھپے شران کا جائزہ لے کر اپنے دل کو ٹھنڈا کیا کرتی تھی تو دوسری جانب عنایتیں بھی اپنی بیٹی پر حد سے زیادہ تھیں۔ وہ باقاعدہ شیرماہ کے گھر آتی تھی۔ شامہ سوغاتیں لاتی تھی اور اسے دیکھ کر مامتا کی آگ ٹھنڈی کرتی تھی۔ الخت بانہ تو تھائی زمانہ اس نے تو یہ بات تک کہہ دی تھی کہ جب کبھی شران اپنے لئے عورت منتخب کرے گا کی انتہائی کوشش کی جائے گی کہ شامہ اس کی بیوی بنے۔ ہاں ایک دلچسپ واقعہ ہو گا اپنی اصل حیثیتوں سے ہٹ کر زندگی گزاریں گے۔ لیکن یہ وعدہ بھی کیا گیا تھا شامہ شران کو مکمل اختیارات حاصل ہو جائیں گے اور میان لائی رو بہ زوال ہو گا تو ماہ الخت

بیت سے منظر عام پر آنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ اس کے لئے شران کو مضی میں رکھنا پھر میان لائی اس حقیقت کے انکشافات پر کچھ بھی نہیں کر سکے گا۔ محبتوں کا یہ عجیب و غریب جال تھا کہ اچانک ہی یہ انوکھا حادثہ رونما ہو گیا..... شران کی کمائی بستی کے گھر گھر پہنچا اور عشم بے قرار ہو گئی۔ وہ روتی ہوئی شیرماہ کے پاس گئی اور اس نے کہا۔

”تم نے شامہ..... تم نے سنا ہمارے شران کو سرداری کے منصب سے ہٹا دیا گیا ہے اب میں بن سکے گا اور تم نے یہ بھی سنا کہ اسے سختی قید خانے میں ڈال دیا گیا ہے۔ آہ بانہ میرا بچہ..... میں شاید اس صدمے کو برداشت نہیں کر سکوں گی آہ میں کیا کروں، مجھے بتاؤ۔ مدت غم سے دیوانی ہوئی جا رہی ہوں۔ کہیں یوں نہ ہو کہ اس کے اثرات میری شامہ سے بھی آئیں۔“

”تمہیں حوصلہ رکھنا چاہئے عشم..... میں فوراً ہی سوماہ سے ملتا ہوں اس سے پوچھوں گا کیا ہوا الخت بانہ اس کا ذمہ دار ہے کہ ہمارے بچے کی حفاظت کرے اور اگر انہوں نے ایسا مجرم میان لائی سے ملیں گے اسے بتائیں گے کہ دھوکا دہی ہوئی ہے اور ہمیں مجبور کر دیا گیا رانیہ بھی اپنے بیٹے ماہ الخت اور ہو عشم کو سمجھاتی رہی اس نے کہا۔ ”شامہ کے کانوں میں یہ بات نہیں پہنچنی چاہئے عشم تجھے بہت سے کام لینا ہو گا۔“ تب شیرماہ الخت بانہ کے پاس گیا اور الخت بانہ نے اسے دیکھ کر گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”میں جانتا ہوں شیرماہ کہ تیری آمد کی وجہ کیا ہے لیکن تجھے بھی علم ہے جو کچھ ہوا ہے اچانک ہے اور یہ سچ بھی ہے کہ شران بے حد سرکش اور مختلف فطرت کا مالک نکلا۔“

”یہ تو اس کی پرورش کی بات ہے سردار میان لائی اسے ایک اچھا نوجوان نہیں بنا سکا لیکن بانہ تو یہ سوچ کے میرے بیٹے اور ہو گا کیا ہو گا جنہوں نے ایک عظیم قربانی دی ہے۔“

مجھے سوچنے دو شیرماہ اور خبردار جلد بازی نہ ہو اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ اس حقیقت کا۔ کر کے تو مجھے سزا دلوا دے گا..... تو اگر تجھے روشنی والے نے عقل دی ہے تو صحیح فیصلہ ہی کر لینا۔ میری برائی منظر عام پر آئے گی تو تیرا نام بھی اس میں شامل ہو گا اور سزا دونوں ہی کی۔“

”نہیں الخت بانہ تیرے مشورے کے بغیر تو میں کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ آہ لیکن اس سے میں اپنے بیٹے اور ہو کر ہو کر تلی نہیں دے سکتا، جس مقصد کے لئے انہوں نے زندگی بھر اپنی پرانے لگائے رکھے ہیں اگر وہ مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے تو پھر ہمیں کیا ملے گا اسے قید کر دیا گیا اور میان لائی نے ایک ٹھوس فیصلہ کر لیا ہے لیکن وہ ہمارا خون ہے ہم اسے اس طرح زندگی میں نہیں ہونے دیں گے۔“

”میرا خیال ہے حد سے آگے گفتگو کر کے تو میری سوچ بھٹکا رہا ہے شیرماہ کہہ چکا ہوں تجھے مجھے سوچنے دے ہو سکتا ہے کوئی ایسی بات ہو جائے جو سارے معاملات کو ہموار کر دے۔“

نہا سے منع کر رہا ہوں تجھے۔ بہتر ہے اپنے گھر کو قابو میں رکھ۔ ورنہ تباہی دونوں گھرانوں کا بن جائے گی۔“

شیرماہ نے وعدہ کیا کہ وہ کسی کی زبان سے کچھ نہ نکلنے دے گا اور اس کے بعد وہ واپس کوستے

میں آگیا۔ لیکن الخت بانگہ کے لئے بڑی خوفناک سوچیں چھوڑ آیا اور الخت بانگہ واقعات سے سخت گھبرایا ہوا تھا فوراً ہی اپنی بیٹی سوماہ کے پاس پہنچ گیا۔ مشکل میں سوماہ الخت بانگہ سے اور اپنی ماں اور اسہ سے ٹکھل کر رو پڑی اور دونوں اسے نکال دیا۔ میان لائی اس وقت موجود نہیں تھا الخت بانگہ نے کہا..... ”یہ جو کچھ ہوا ہے ہمارے میں بھی نہیں تھا۔ لیکن میری بیٹی تو کس کے لئے رو رہی ہے کیا شمران کے لئے؟“

”آہ میرا الخت جگر نہیں ہے لیکن زندگی کا ایک طویل دور میں نے اسی تصور پر محبت تو درودیاور سے بھی ہو جاتی ہے۔“

”لیکن یہ جو کچھ ہو گیا اس کے اثرات بہت دور تک جاتے ہیں خود ہماری خطرے میں پڑ جائیں گی اور تو بھی محفوظ نہ رہ سکے گی اس کے لئے کیا کیا جائے؟“

”میری عقل خود ماؤف ہو چکی ہے بانگہ، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں..... میں میان کا تصور بھی ہے اس نے ہمیشہ شمران کی آزادانہ پرورش کی ہے اور کہتا رہا ہے کہ لئے شیریں درکار ہوتا ہے آج یہ شیر اس پر حملہ آور ہوا تو میان کو انصاف کرنے میں کستی ہوں اگر شمران نے کچھ کر بھی ڈالا ہے تو میان انصاف پسند بننے کی بجائے مدافعت کیوں نہیں کرتا.....؟“

”یہ سوال اس سے کون کرے؟ یہ تو تو ہی کر سکتی ہے کیا تو نے اس کے لئے کوئی میان نے روشنی والے کی قسمیں کھائیں اسے اپنے گناہوں کا اب شہت ہو رہا ہے اور وہ کہتا ہے کہ اس کے گناہوں کی سزا ہے جو اسے ملنی چاہئے اور سزا ملے ہی تجویز کر لی ہے یہی کہ بالآخر وہ بہت جلد عقابوں کی سرداری سے الگ ہو جائے گا۔“

”روشنی والے کی قسم یہ ایک ایسا المیہ ہو گا جس کی مثال ملنا مشکل ہوگی۔“

”مشکل میں گھر گئے ہیں شیرماہ کہتا ہے یہ اس وعدے کی خلاف ورزی ہے جس پر اب گیا ہے۔“

”ہاں شیرماہ کا کہنا ٹھیک ہی ہے اور میں عثمہ کے لئے غمزہ ہوں۔“ سوماہ نے کہا۔

”تو احق ہے سوماہ..... افسوس تو نے اپنی احقانہ ضد سے ہم پر ایک دیا۔“

”کیا کہتا چاہتے ہو بانگہ۔“

”اس وقت اگر تو جذباتی نہ ہوتی تو آج ہمیں اتنی پریشانیوں کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔“

”اگر یہ صورتحال پیش بھی آجاتی تو کچھ مشکل نہیں تھی۔ ان حالات کا مقابلہ کر لیا جاتا۔“

”گویا تم کہنا چاہتے ہو بانگہ کہ ان لوگوں کی موت بہتر تھی۔“

”ہاں..... اور اب شیرماہ نے دہی زبان سے کہا ہے کہ اگر شمران کی جان بچنے کھولنے پر مجبور ہو جائے گا۔“

”پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے بانگہ؟“

”آہ..... اب حالات مشکل ہو گئے ہیں مگر ہم اس وقت کوئی عمل کرنے کی کوشش کریں تو بدی میں بھی آسکتے ہیں۔ اب یہ سب ناممکن ہے۔“

”جو بان کی موت.....“ سوماہ لرز کر بولی اور الخت بانگہ بڑا سامنے بنا کر دوسری طرف بٹھے گا۔ اس نے کہا۔

”سوماہ تو اس کے لئے کوشش نہیں کر سکتی۔“

”میان دیوانہ ہو گیا ہے بہت عرصہ سے وہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے تائب ہوتا رہتا ہے۔“

”میان نے جواب دیا اور الخت بانگہ سوچ میں ڈوب گیا۔ دیر تک خاموشی طاری رہی پھر الخت بانگہ پاک اپنی جگہ سے اٹھا اور اس نے کوسے سے نکل کر آس پاس دیکھا اور دور تک کسی کو نہ پا کر وہ اپنی آگیا۔ اب اس کا چہرہ کسی اندرونی خیال سے چمک رہا تھا۔

”سنو میرے دماغ میں ایک ترکیب آئی ہے۔“ دونوں عورتیں الخت بانگہ کو دیکھنے لگی تھیں

”خت بانگہ نے راز داری سے کہا۔“ اگر میان لائی ہی اس دنیا میں نہ رہے تو.....“ عورتیں حیرت سے اچھل پڑیں۔ سوماہ نے باپ کو گھورتے ہوئے کہا۔

”کیا کہہ رہے ہو بانگہ؟“

”آہ ایک خوبصورت خیال ہے اگر تو تعاون کرے سوماہ تو یہ آسانی سے ہو سکتا ہے شمران کے لئے جو طاقو ہے اس کے سوا کون ہے جو عقابوں کی سرداری کر سکے۔ اگر میان ختم ہو جائے اور شمران کو آزادی مل جائے تو سب کچھ ٹھیک ہو سکتا ہے۔ ہمیں دی مل جائے گا جس کے ہم طلب گار ہیں۔“

”تم کیسی باتیں کر رہے ہو بانگہ وہ میرا شوہر ہے کیسا بھی ہے مجھے اس کی زندگی عزیز ہے۔“

”آہ مشکل گھر میں موجود ہے میں کیا کروں۔“ الخت بانگہ نے جھلا کر کہا۔

”میں شیرماہ کے گھر جاتی ہوں اس سے بات کروں گی میں عثمہ کو اطمینان دلاؤں گی کہ اس کے بیٹے کو ہر طرح محفوظ رکھنے کی کوشش کی جائے گی۔“

○.....○.....○

سوماہ شیرماہ کے کوسے میں داخل ہو گئی اسے احساس ہو گیا کہ وہ لوگ غمزہ ہیں عثمہ نے شامی نظروں سے سوماہ کو دیکھا اور کہنے لگی۔ ”شامہ کہاں ہے؟“ سوماہ نے پوچھا۔

”وہ بڑوس کے گھر میں گئی ہے۔“

”عثمہ میں تمہیں اطمینان دلانے آئی ہوں کہ شمران کو کچھ نہیں ہو گا۔ وہ بینک تمہارا بیٹا ہے۔ لیکن میان لائی اسے اپنا بیٹا سمجھتا ہے۔ اس نے شمران کو قید کر دیا ہے اور بس..... اس سے زیادہ اسے کوئی اور نقصان نہ پہنچے گا۔“

”سوماہ..... میں نے تمہاری بیٹی شامہ کو کبھی یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ وہ میری بیٹی نہیں ہے۔ لیکن تم میرے بیٹے کی حفاظت نہیں کر سکیں۔ تم نے کہا تھا کہ شمران عقابوں کا سردار بنے گا۔ میں نے اسی وعدے پر اپنا الخت جگر تمہارے حوالے کر کے تمہاری بیٹی کو اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔“

”میرا بیٹا.....“ عثمہ سسکتے لگی۔

”میں تم سب کو اطمینان دلاتی ہوں کہ شمران کو محفوظ رکھنے کے لئے ہم ہر کوشش کریں گے

”پھر تو کسی ماں ہے کہ تو نے مجھے اپنی آغوش سے دور کر دیا۔“

”انسان پرندوں اور چوہوں کا فرق سمجھنا چاہتی ہے تو شامہ تو سمجھ۔ پرندے بے شک نکلے جاتے ہیں لیکن تیز ہواؤں کے جھونکے ان گھولنوں کو چشمِ زدن میں منتشر کر دیتے ہیں اور عموماً جو بچہ پرواز کرنا نہیں جانتے، زمین پر گر کر دم توڑ دیتے ہیں۔ انسان ایسا نہیں کرتا وہ بچوں کے لئے مضبوط گھربنا تا ہے اس گھر کو آندھیوں اور زلزلوں سے محفوظ رکھنے کی سعی کرتا ہے کہ وہ عقل رکھتا ہے محبت ہر دل میں اتنی ہی ہوتی ہے شامہ لیکن بعض اوقات کچھ ایسے بات بھی آتے ہیں جب خالی محبت کام نہیں آتی اور عقل استعمال کرنا پڑتی ہے۔ جب تو ان بات سے واقف ہو چکی ہے تو تھوڑے سے واقعات اور سن۔ ہو سکتا ہے ہستی والوں نے، ہو سکتا ہے تیری کسی دوست لڑکی کے بزرگ نے ماضی کی کمنایاں سناتے ہوئے تجھے یہ بتایا ہو کہ میان لالائی چاہوں کا سردار ہے ایک نہایت سنگ دل شخص ہے، اس نے اپنی پانچ بیٹیوں اور ان کی ماں کو اس لئے گھر سے نکال دیا تھا کہ وہ ہمیشہ بیٹیاں جہنم دیتی تھی اور عقابوں کا سردار چاہتا تھا کہ وہ بیٹے کا باپ ہے جب شہ بدان کو اس نے عقابوں کے قبیلے سے باہر نکال دیا تو اس نے مجھ سے شادی کی اور بھڑاک میرے ہاں بیٹا پیدا ہو لیکن تقدیر نے مجھے بھی بیٹی ہی سے نوازا اور اس وقت میرے باپ نے میری زندگی کے تحفظ کے لئے تیرے بہتر مستقبل کے لئے یہ فیصلہ کیا کہ ماہِ لُحْت اور عشمہ کے لئے اس بیٹی سے بدل دیا جائے تاکہ جب جوان ہو کر شران عقابوں کا سردار بنے اور اسے اختیار حاصل ہو جائے تو میں اپنی بیٹی شامہ کو واپس لے لوں کیونکہ میں اس وقت اگر سردار ملکہ نہ بھی بنی تو سردار کی ماں ہوتی اور تو اس کی بہن..... عشمہ نے یہ سب کچھ قبول کیا کیونکہ وہ بھی سردار کی ماں بننا چاہتی تھی۔ اگر ہم ایسا نہ کرتے تو ظالم سردار مجھے بھی اسی طرح میرے ماں باپ کے ساتھ ہستی سے نکال دیتا جس طرح شہ بدان اپنی بچیوں کے ساتھ سورج کی طرح غروب ہو چکی ہے لیکن اس کی طرح طلوع نہیں ہو سکی۔ کون جانے وہ کہاں ہے۔ ہاں شامہ تیرا باپ میان لالائی تجھے کی بھی شکل میں قبول نہ کرتا اور اس نے اپنی آخری بیٹی کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ مجھے اپنی زندگی عزیز تھی میری بیٹی، اور ایک چڑیا کی طرح صرف تیرے منہ میں دانے دے کر میں اپنا زینہ نہیں پورا کر سکتی تھی بلکہ مجھے تیری زندگی بھی عزیز تھی۔ اب تجھے انسان اور پرندوں کا فرق نہیں ہوا ہو گا اور سردار زادی بات صرف اتنی ہی نہیں ہے جو کچھ میں نے سوچا اسے غلط کہہ اور تجھے تاکہ ان لمحات میں مجھے کیا کرنا چاہئے تھا لیکن اگر میں نے غلط نہیں سوچا تو اب جب کہ تجھے یہ فیصلہ دقت سے پہلے معلوم ہو گئی ہے تو ہمارے اس منصوبے کی تکمیل میں اپنا حصہ بھی ادا کر۔ یہ فیصلہ میرے جذباتی کیفیت اگر لمحوں کی ہے تو ٹھیک ہے کہ اس کا تعلق انسانی مزاج سے ہے لیکن اس کے بعد تجھے خود بھی اپنا فرض پورا کرنا ہے، اپنی ماں کے لئے اپنی زبان بند رکھنی ہے سمجھی؟“

”تیری ماں تجھ سے کبھی دور نہیں رہی..... میں نے دل کی بے قراری سے مجبور ہو کر تجھے اپنے شران سے پراب کر دیا کیونکہ شامہ کی آگ ٹھنڈی کی ہے۔ یہی نہیں میں نے ہمیشہ عشمہ کی آغوش اس کے گود سے میرا ب کر دی ہے۔ اگر اس سلسلے میں تیرے دل میں اور داغ میں میرے لئے کوئی گود ہے تو مجھے بتا ان لمحات میں مجھے کیا کرنا چاہئے تھا؟“

شامہ کی آنکھوں سے آنسو بہتے رہے اس نے کہا۔ ”..... آہ میں تو اپنے آپ سے بھی

اسے ہر قیمت پر محفوظ رکھیں گے۔ تم لوگوں کو میرے کام لینا ہو گا۔ لُحْت بانہ نے مجھے بزرگ شیر ماہ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر شران کو نقصان پہنچا زبان کھول دیں گے بزرگ شیر ماہ، ماہِ لُحْت، بزرگ رائیہ اور عشمہ ہمت کے ساتھ میرا سب کے لئے تباہی نہ خریدو بالآخر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وقت کا انتظار کرو۔ جلد باپ کی برباد کر دے گی میں چلتی ہوں کون جانے کب میان واپس آجائے۔ اور.....؟“

”اچانک سہرا گئی اس کی پشت دروازے پر تھی لیکن اسے بھی احساس ہو گیا تھا کہ دروازے پر کوئی آگھر بنے دیکھ کر ان سب کے سانس رک گئے ہیں۔ سوامیہ کے بدن میں سرد لہریں دوڑ گئیں۔ ہن سے اس نے گردن گھمائی تھی۔

دروازے پر شامہ کھڑی ہوئی تھی۔ حیرانی، غم و اندوہ، اور غصے کے ملے جلے تاثرات ساتھ اور ان تاثرات سے ایک لمحے میں سب کو اندازہ ہو گیا کہ شامہ نے سب کچھ سن لیا۔ سب پتھر اگے تھے۔ شامہ نے وہ قدم آگے بڑھ کر لرزتی آواز میں کہا۔

”تو میں عشمہ کی بیٹی نہیں ہوں۔ میرا باپ میان لالائی ہے۔“ کسی کے منہ سے آواز سنی اور وہ سب بیٹی آنکھوں سے شامہ کو دیکھتے رہے۔ شامہ نے سوامیہ کو دیکھا اور پھر اپنی بولی۔ ”تو ہے میری ماں..... میری ماں تو ہے۔“ سوامیہ کو ایک دم احساس ہوا کہ یہ سب خطرناک لمحہ ہے اور اگر اس لمحے کو نہ سنبھالا جاسکا تو پھر تباہی مقدر ہو جائے گی۔ مشکل وقت ہے، بہت مشکل وقت آپڑا ہے۔ بہت سی ذمہ داریاں ایک دم شانوں پر آگئی ہیں۔ زندگی کے وہ حسین لمحات تو گزر گئے جن کے لئے سوامیہ نے یہ سارا کھیل کھیلا تھا ایک طویل دور کے عیش و عشرت کا اور یہ سچ تھا کہ اس نے تنہا ہی یہ سب کچھ نہیں کیا تھا۔ سب کے ہاتھ دیئے تھے۔ شیر ماہ اس کا بیٹا ماہِ لُحْت، بیوی اور ماہِ لُحْت کی بیوی عشمہ نے عیش و آرام گزارا تھا اور پھر سوامیہ نے وعدے کے مطابق عشمہ کو کبھی بے دلی کا شکار نہیں ہونے دیا۔ ابتداء میں وہ خود شران کو گود میں لے کر عشمہ کے کوسے میں آتی رہی تھی۔ اور جوں جوں گزرتا رہا تھا اس نے عشمہ کی مانتا ٹھنڈی رکھنے کی کوشش کی تھی۔ ہاں یہ دوسری بات ہے کہ وہ وقت نہیں آیا تھا جب شران اپنے ہونٹوں سے عشمہ کو ماں کہہ کر پکارا..... لیکن اندر کم از کم عشمہ کے لئے ایک عورت موجود تھی شاید وہ بھی اس لئے کہ عشمہ نے اس کی دل و جان سے پروان چڑھایا تھا اور اب تو عمر کے ساتھ ساتھ سوچوں کے دھارے بالکل بدل چکے تھے۔ جبکہ سوامیہ کا باپ لُحْت بانہ ابھی تک اپنی شاطرانہ چالیں چل رہا تھا اور عمر کے باوجود اس کی شیطنت میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ سوامیہ نے موقع کی نزاکت کو سمجھ لیا تھا۔

”ہاں یہ سچ ہے۔“

”میں دنیا کے بارے میں کچھ نہیں جانتی سردار ملکہ لیکن تھوڑا بہت مشاہدہ میری بھی کیا ہے، میں نے ان چڑیوں کو دیکھا ہے جو دن بھر پرواز کرنے کے بعد شام کو اپنی چوٹی لاتی ہیں اور اپنی دن بھر کی محنت اپنے بچوں کے سینے میں اتار دیتی ہیں۔ میری ماں کیا انسان محبت ان جانوروں اور پرندوں سے کم ہوتی ہے؟“

”ہرگز نہیں۔“ سوامیہ نے اب اپنے آپ کو سنبھال لیا تھا۔

اجنبی ہو گئی ہوں، تاہم عشمہ کی اولاد ہوں اور ناتیرا پیار مجھے حاصل ہے۔ میں اب کیا کر رہی ہوں؟
”تمہاری بیٹی سوچ اور غور کر شامہ کیا یہ بہتر ہو تاکہ میان لائی تیرے اور میرے
میں بھی وہی فیصلہ کرتا جو اس نے شہ بدان کے لئے کیا؟“

شامہ نے کوئی جواب نہیں دیا، آنسو بہاتی ہوئی ایک جانب بیٹھ گئی۔ تب سوامیہ
اور اس کی بیوی سے کہا۔

”اور تم دونوں بزرگ ہو، شامہ کو سمجھاتے رہنا اور عشمہ شمران ہماری ذمہ داری
بالکل مطمئن رہ میں زندگی کی قیمت پر شمران کو بچاؤں گی، میان لائی نے کبھی اپنا وہ کردار
جو ایک شوہر یا باپ کا کردار ہو سکتا ہے یا ایک اچھے انسان کا۔ لیکن میں اس کی زندگی بچاؤں
میں اسے بھی کوئی نقصان نہیں پہنچنے دینا چاہتی، تاہم اس حد تک میں اس کے ساتھ مذاکرہ
کروں گی۔ کیونکہ میں نے سالہا سال ایک جھوٹ کو اس سے چھپائے رکھا ہے۔ شامہ
سے کام لینا کوئی حماقت نہ کرنا۔ میں چلتی ہوں۔“ سوامیہ واپسی کے لئے چلی اور دوسرے
پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ تمام کے تمام اس کے پیچھے باہر نکل آئے تھے، جب کہ شامہ وہیں
رہی تھی، سوامیہ نے کہا۔

”سنو شیرماہ بات بہت بگڑ گئی ہے، شامہ بے شک میری بیٹی ہے لیکن میں تمہیں
ہوں کہ اگر وہ جذباتی ہونے لگے اور اگر ضد پر اتر آئے تو تم اس کے ساتھ ہر سخت سلوک
کرتے ہو، یہ ہم سب کی بقاء کا سوال ہے۔“

”آہ مشکلات بہت بڑھ گئی ہیں۔“ شیرماہ نے کہا۔

”ہاں مجھے احساس ہے لیکن اس کے باوجود شیرماہ ہمیں وہی کرنا ہے جو ہماری
ضروری ہو۔ اچھا میں اب چلتی ہوں، جو ہدایت میں نے کی ہے اس میں یہ اجازت بھی شامل
شامہ کو ہر قیمت پر سنبھالے رکھا جائے۔“

سب خاموش ہو گئے۔ سوامیہ اپنے کونے کی جانب چل پڑی تھی۔

○.....○.....○

جوامیہ نے باگ کی سرداری سنبھال لی۔ زمامہ کے پورے خاندان کو مٹا دیا گیا تھا۔
حامیوں سے آبادی خالی ہو گئی تھی۔ کچھ نے چوری چھپے فرار ہونے کی کوشش کی تھی۔ باگ
عام کے وقت وہ اپنے اہل خاندان کے ہمراہ چھپ گئے تھے۔ اور رات کی تاریکیوں
انہوں نے باگ والوں کو غافل پایا تو بستی سے نکل گئے۔ ایسے کئی خاندان تھے جو
چاہتے تھے لیکن بستی سے دور، شیلڈ ڈرے کے پاس جو باگ سے فرار ہونے والوں کے
راستہ تھا انہوں نے پانچ گھڑ سواروں کو راستہ روکے پایا۔ ان میں ایک کی ٹانگیں کٹی
بھوکے بھیڑیے ان پر ٹوٹ پڑے۔ راستے میں وحشت ناک چیخیں ابھریں اور خاموش
کوئی زندہ نہیں بچا تھا پھر جب جوامیہ کا جشن ختم ہوا اور ہوائیں انسانی جیسوں کی سڑنا
بستی میں داخل ہوئیں تو ایک تفتیشی گروہ چل پڑا وہ ان پیششار لاٹھوں کی خبر لایا تھا جو
میں پڑی ہوئی تھیں۔ یہ علم بھی ہو گیا کہ یہ زمامہ کے حامی لوگ تھے۔

”کیا انہیں تمہارے حکم پر ہلاک کیا گیا.....“ سلابہ نے جوامیہ سے پوچھا۔

”مجھے وہاں کے فرار کا علم بھی نہیں.....“ جوامیہ بولا۔
”ہجران کی ہلاکت کیسے ہوئی؟“

”مجھے بالکل نہیں معلوم۔“
”ہمارا کیا تم جانتے ہو۔ اصل میں اب یہ سلسلہ ختم ہو جانا چاہئے۔ یہ ہمارے قبیلے کے لوگ
کلی یہ زمامہ کے ہم نوا ہو گئے تھے لیکن آنے والے کل میں یہ بالآخر ہمارے ہم آواز ہوں گے۔
اسی طرح ہلاکت کا بازار گرم رہا تو بستی باگ آبادی کے لحاظ سے بہت مختصر ہو جائے گی اور یہ
نہ ہوگا۔“

شہ بدان خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔ وہ فوہا کے کونے میں داخل ہو گئی جہاں چاروں
ان کچا تھیں۔ بات بھی ایک طرف دراز تھا۔ شہ بدان نے فوہا کو گھورتے ہوئے کہا۔
”شیلڈ کے راستے میں ہلاک ہونے والوں کی کمائی کیا ہے؟“
”وہ چوری چھپے یہاں سے فرار ہو رہے تھے۔“ فوہا نے کہا۔
”تم نے انہیں ہلاک کر دیا۔“

”یہ ضروری تھا شہ بدان..... وہ فریاد لے کر آبادیوں میں جاتے دوسری آبادیوں کے
اور ان کو اپنی غناک داستان سنا کر درغلالتے اور کوئی سر بھرا سردار اپنے لشکر کو لے کر باگ پر
دور داتا۔ کیا باگ کا سردار موجودہ حالت میں جنگ کرنے کے قابل ہے.....“ باتو نے کہا۔

”تم آخر چاہتے کیا ہو باتو بابا.....“

”منہبوط باگ..... خوشحال..... پہاڑوں میں بے مثال قوت کا مالک قبیلہ“ باتو مسکرا کر

”لیکن اس کے لئے قتل و غارت گری ضروری نہیں ہے۔“

”جو ضروری ہے وہ ہمیں کرنے دو..... تم لوگ جشن منارہے ہو مگر میں، فوہا، سنانہ،
ایہ اور غلامنہ یہاں کے حالات پر غور کر رہے ہیں۔ باگ اس وقت اجڑی ہوئی آبادی ہے۔ اس
کر سوسے ہوئے کھیت، خزاں رسیدہ باغات اور بے آب و گیاہ پہاڑ بکھرے ہوئے ہیں۔ لوگ
زہد ہیں اور ضروریات زندگی سے محروم نظر آتے ہیں۔ ان کے لئے تم نے کچھ سوچا ہے۔“

”سب کچھ ہو گا باتو بابا..... سب کچھ ہو گا۔“

”بہت دیر میں ہو گا..... اسے جلدی ہونا چاہئے۔ راتوں رات ہونا چاہئے۔ ورنہ عمرت
لوگ مرنے شروع ہو جائیں گے۔“

”یہ کیسے ہو سکتا ہے.....“ شہ بدان نے کہا۔

”تم اپنا کام کھنڈ..... ہمیں اپنا کام کرنے دو۔ رات کی تاریکیوں میں پانچ طرفانی شہسوار جن
نہیں مکن نہیں ہوگی قبیلوں پر حملہ آور ہوں گے وہاں سے باگ کے لئے حصہ مانگیں گے اور
تاکہ اس ضروریات کی دوسری چیزیں لے کر باگ واپس آجائیں گے۔“

”ڈاکہ زنی..... تم لوگ ڈاکے ڈالو گے باتو؟“ شہ بدان نے دہشت زدہ ہو کر کہا۔

”ہاگ کے لئے۔“ باتو مسکرا کر بولا۔

”نیک باتو..... نہیں پہاڑوں میں یہ سب کچھ نہیں ہوتا۔“ شہ بدان عاجزی سے بولی۔

”وہ کون تھے شہ بدان..... جنہوں نے ہمارے خوابیوں اور ناریل کے ذخیروں پر ہاتھ پڑا۔“ باتو زہر لیے لمبے میں بولا۔

”ایسا نہ کرو باتو..... ایسا نہ کرو..... یہ ٹھیک نہیں ہوگا یہ لڑکیاں انسان سے جائیں گی۔ باتو یہ سب کچھ مت کرو۔“

”مستقبل میں چار قبیلوں کے چار سردار جو لڑکیاں ہوں گی لیکن اس سے پہلے ان کو کچھ کرنا ہوگا۔ اور شہ بدان ایک بار پھر دہرا رہا ہوں۔ میں نے ان پر جو محنت کی ہے وہ نہیں ہے کہ تو باگ میں آکر انہیں صرف لڑکیاں بنا دے تو خود سوچ یہ اگر یہ نہ ہوتیں تو اسی طرح قید رہتا..... جو مایہ سردار نہ بن سکتا۔ تجھے یہ احساس نہیں۔“

”فوبا..... میری بیچو..... اب ایسا نہ کرو..... مان لو میری بات مان جاؤ۔“ شہ لڑکیوں سے کہا۔ لیکن لڑکیوں کے چہرے پتھر اے رہے۔ وہ غلامانہ کے پاس پہنچ گئی۔ ”میں۔“ کو میں نے تم سب کو زندگی سے زیادہ چاہا ہے میری بیچو..... اب بہت وقت آگیا ہے اب سب کچھ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔“

”زندگی تمہاری ہے ماں..... احکامات باتو بابا کے مانیں گے۔“ غلامانہ نے پھر بولی۔

”مجھے اتنے عرصے کے بعد اجنبی نہ قرار دے شہ بدان۔ میں پھر تجھے سمجھتا ہوں آئے گا وہ تیرے مرتبے میں اضافہ کرے گا اور اگر تو نے اب بھی میری بات نہ مانی تو آخر رہا ہوں شہ بدان اس کے بعد میں تیرے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔“

شہ بدان نے گردن جھکا لی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں تھا کہ باگ میں ہر شے کی قلت تھی اس کی زمینیں ویران باغ اجڑے ہوئے تھے، کسی کے پاس کچھ نہیں تھا۔ زمامہ نے بستی والوں کو لوٹ لیا کھیتیاں آگاتے فصل تیار ہو کر زمامہ کی ملکیت بن جاتی۔ باغ پھل دیتے زمامہ سب کو سب لوگوں نے محنت کرنا چھوڑ دی۔ کھیتیاں خشک ہو گئیں۔ باگ میں کچھ نہ رہا۔ جو مایہ کو شہ سے گزرتا تھا۔

”اتنی جلدی ہم کچھ نہیں کر سکتے۔“ ہالار نے کہا۔

”محنت کے علاوہ اور کیا کر سکتے ہیں ہم۔ لوگوں کو اس پر راغب کرو۔“

”بستی میں کھانے پینے کے لئے جو کچھ موجود ہے اسے سرداری تحویل میں لے لیا اس کی تقسیم کے لئے لوگ مقرر کر دیے جائیں۔ سب شدید محنت پر کمر بستہ ہو جائیں۔“

تلاش کی جائے جو اس وقت تک کے لئے غذا بن جائے جب تک فصلیں نہ تیار ہو جائیں۔ احکامات صادر ہونے لگے۔ لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ کوشش بری نہیں

حالات اتنی آسانی سے نہیں سدھر سکتے تھے۔ وہ سب اپنے طور پر مصروف تھے۔ اور

کر رہا تھا۔ پہلے گھوڑوں پر زن کسی جاری تھی۔ کھالوں کے وہ مخصوص لباس پہنے جانے جنہیں دیکھ کر ہیبت طاری ہوتی تھی۔ اس رات آسمان پر گہری بادل چھٹے ہوئے تھے۔ گھور تاریک تھا جب پانچ گھوڑے آبادی سے نکل کر پہاڑوں کے درمیان کھڑی تاریکی

○.....○.....○

شران پتروں کا قیدی بنا دیا گیا تھا۔ تین دوست تھے جنہوں نے ابھی تک خاموشی اختیار کی تھی خود شمران گہری سوچوں میں کھویا ہوا تھا۔ قیدی کی پہلی رات گزر گئی شمران کی زندگی میں یہ سب کی پہلی رات تھی۔ کھد رے پتروں پر اسے نیند نہیں آ رہی تھی وہ کروٹیں بدل رہا تھا۔ ن سب کی کروٹیں بدل بدل کر صبح ہو گئی صبح کو محافظوں نے ناشتہ پیش کیا۔ شمران خونی نظروں سے سب گھورتا رہا۔

”تم جانتے ہو میں کون ہوں؟“ شمران نے غضبناک لمبے میں کہا۔

”ہمیں آپ کے لئے کوئی ہدایت نہیں ملی بانہ..... اور ہدایت کے بغیر ہم کچھ نہیں کر سکتے۔“

”تو میں تمہیں ہدایت دیتا ہوں کہ یہ سب اٹھالے جاؤ۔ اور ہمارے لئے شایان شان ناشتہ

”شکل ہے بانہ۔ ہمیں سزا ملے گی۔“

”حکم عدلی کی جو سزا میں دوں گا وہ تمہارے تصور سے باہر ہوگی۔“ شمران غرا کر بولا۔

شران کے دوست لاگائے کہ۔ ”ناشتہ قبول کرلو شمران..... یہی بہتر ہے۔ ٹھیک ہے تم لوگ ہم ناشتہ کر لیں گے۔“ محافظ موقع سے فائدہ اٹھا کر نکل بھاگے۔

”یہ ناشتہ ہمارے لئے ہے۔ یہ اشیاء یہ برتن۔“ شمران خونخوار لمبے میں بولا۔

”خود کو سمجھا لو شمران..... سردار کا روٹیہ کچھ سمجھ میں نہیں آیا ہے۔ احتیاط برتو۔ کچھ احتیاط

”کیا کہنا چاہتا ہے تو.....؟“

”پہلی بات یہ کہ ناشتہ کرلو۔ معدے میں جب وزن نہیں ہوتا تو دماغ آتش ہو جاتا ہے کوئی تحمل تلاش کرنے کے لئے ہمیں دماغ ٹھنڈا رکھنا ہوگا۔“

”تم سب ناشتہ کرلو۔ میں ان برتنوں میں یہ غلط اشیاء نہیں کھا سکتا۔“

”ہم یہ بالکل نہیں کہیں گے کہ مستقبل کے سردار کے مشیر ہونے کے بجائے ہمیں یہ

نہان ملا۔ کیونکہ آنے والا وقت ہمیں وہی دے گا جس کے ہم نے خواب دیکھے ہیں۔ لیکن اگر

شران پر کچھ بھروسہ ہے تو ابھی سے ان کے مشورے مان لے شمران۔“

بشکل شمران ناشتہ پر آمادہ ہو سکا تھا ناشتہ کے بعد اس نے لاگائے کہ۔ ”اب بول تو کیا کہنا

”پہلے ہمیں ان واقعات پر غور کرنا ہے یہ امر مسلم ہے کہ عقابوں کا جو نشان ہم اس بستی میں

”کولان مرکا ہے ورنہ میں خود اسے اس لاپرواہی کی سزا دیتا۔“

”ہم مجرم قرار پائے ہیں اس کے علاوہ سولازری قبیلے کے لوگوں کو ہم نے ہلاک کیا اس کی

تاکہ وہ ہماری نشاندہی نہ کر سکیں اب کوئی نہ کہہ سکے گا کہ سولازریوں کو عقابوں سے ہے۔

”آگے کہہ کیا کہنا چاہتا ہے۔“

”صرف یہ کہ میان لائی ہمیں کوئی بڑی سزا نہیں دے گا۔“

”لیکن اس نے ہمیں پتھروں میں قید کر کے ہمارے لئے یہ ناشتہ بھجوا کر اپنے بڑی سزا کا مستحق بنالیا ہے۔“ شمران نفرت سے بولا۔

”یہ بعد کی باتیں ہیں ہمیں اصل میں اس سزا کے بارے میں اندازہ لگانا ہے دے گا۔“

”اور یہ اندازہ لگانے کے لئے ہمیں مزید وقت اسی جگہ گزارنا ہوگا۔“

”یہ تو ہو گا شمران۔“

”ناممکن..... میں دوسری رات یہاں نہیں گزارنا چاہتا۔“

”کوئی جلد بازی ہمیں نقصان پہنچا دے گی۔“

”پھر ہٹاؤ کیا کریں۔“

”سکون سے کچھ وقت گزارا جائے، غور کیا جائے پتہ چلے کہ سردار ہمارے ماں

چاہتا ہے۔ آہ شاید محافظ آرہے ہیں۔ تم خاموش رہنا میں ان میں سے کسی سے بات کر

محافظوں نے برتن واپس مانگے تو لاگائے ہی یہ برتن واپس کئے۔ پھر بولا..... ”تم میں

شخص یہاں رکے میں بات کرنا چاہتا ہوں۔“ ایک محافظ رک گیا تھا۔ ”تمہیں معلوم ہے

لائی کا بیٹا ہے مستقبل کا ہونے والا سردار..... کیا تم اپنے ہونے والے سردار کے لئے

گے۔“

”بات ختم ہو گئی باغ..... لائی نے پوری ہستی کو جمع کر کے کہہ دیا ہے کہ شمران

نے اسے سرداری کے ناقابل بنادیا ہے۔ اس کی بقیہ عمر قید خانے میں ہی گزرے گی۔ لا

شوالا تیار کرے گا اور بعد میں سرداری اسے دے دے گا۔“

”میان ایسا کبھی نہ کر سکے گا.....“ شمران کے منہ سے پھنکائیں نکلنے لگیں۔

لاگائے محافظ کو دیکھ کر کہا۔

”تیرا کیا نام ہے۔“

”توبان۔“

”یہ قیمتی پتھر تیری دی ہوئی معلومات کا انعام..... اور سن اور کیا کہا ہے۔“

نے..... لاگائے اپنے لباس میں منکا پتھر توڑ کر محافظ کے حوالے کر دیا جو اسے پا کر بہت

تھا۔

”لائی نے کہا ہے کہ اگر کسی نے شمران کے ساتھ کوئی رعایت برقی یا شمران کو

دیا تو محافظوں کے پورے خاندانوں کو تباہی کا سامنا کرنا پڑے گا۔“

”تیرے اہل خاندان میں یہاں کون کون ہے توبان۔“ لاگائے محبت سے پوچھا۔

”میرا کوئی نہیں ہے۔ باپ بچپن میں مر گیا تھا ماں بھی مر گئی میں اکیلا ہوں۔“

”جب پھر تجھے سردار کا مشیر بننے سے کون روک سکتا ہے۔ دوست عزت شہرت بلندی تیری

جنگاری ہے۔“ لاگائے کہا یہ سن کر محافظ اپنی پیشانی ٹٹولے لگا۔

”توبان..... رات کو جب ہمارے لئے کھانا لائے تو تجھے ہمارے پاس رکنا ہوگا۔

تجھے سے تفصیل سے باتیں ہوں گی۔“

”توبان ہے.....“ توبان نے قیمتی پتھر لباس میں چھپالیا اور واپس چلا گیا۔ شمران کے ساتھی

ہم تھے۔ اور شمران لاگائے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

”میری ہوئی بے شمار لاشوں کی قسم..... میان کو اپنی زندگی کے بدترین وقت کا سامنا کرنا

اس نے شمران کو اس کے حق سے محروم کر کے اپنی بربادی کو دعوت دی ہے۔“

”اور شمران کے مشیر شمران کے سردار بننے سے پہلے اسے یہ یقین دلا دیں گے کہ اسے ہم

مشیر اور نہیں مل سکتے تھے۔“ لاگائے یقین سے کہا اور شمران دانت کچکانے لگا۔

شمران دیر تک خاموش رہا۔ پھر بولا۔ ”میان خود کو بہت چالاک سمجھتا ہے۔ حالانکہ سمورا

ہلکات میں اس نے جن سولازریوں کو قتل کیا ہے ان کے قتل کا کیا جواز ہے۔ کیا میان مجرم

ہے۔ اس کے جرم کا انکشاف کر کے کیا اسے سرداری کے لئے نااہل قرار نہیں دیا جاسکتا۔“

”بھول کر بھی سولازریوں کے قتل کا نام نہ لینا شمران.....“ اول تو اس میں ہم بھی ملوث ہیں

دوسرے قبیلے کا معاملہ ہے سولازری عقابوں سے کمزور نہیں ہیں۔ وہ انتقام کے لئے جنگ پر

ہوتے ہیں۔“

”اس سے کیا ہوگا۔ سولازریوں کو منہ توڑ جواب دیا جاسکتا ہے۔“

”نہیں شمران..... مستقبل کے مشیروں کو حالات پر ابھی سے نگاہ رکھنا ضروری ہے۔ میان

نے تجھ سے تیری سرداری چھین لی۔ لیکن ہمیں علم ہے کہ طاقتور عقابوں کی عنان شمران کو

ہو گیا ہے۔ ہمیں عقابوں کی طاقت محفوظ رکھنی ہوگی۔ کیونکہ اس کے بعد.....“ لاگائے خیال

میں خاموش ہو گیا۔

”بکہ در اختیار کے بعد شمران نے کہا۔“ آگے کیوں نہیں بولتا۔“

”تو..... آنے والے وقت کو میں تصور کی آنکھ سے دیکھ رہا ہوں۔ شمران کا دور پہاڑوں میں

توبانیوں کا دور ہوگا۔ میرے دوست ہماری دوستیوں کو قائم رکھنا ہم جیسے دوست تجھے اور

میں سے۔“

”تو کو اس بہت کرتا ہے لاگائے۔ جو کچھ تیرے دل میں ہے مجھے بتا۔ میں غصے سے ہاگل ہو رہا

راوت میرے دل کو سنبھالنا ضروری ہے۔“

”پہاڑوں میں لا تعداد قبیلے آباد ہیں۔ ہمارے بہت قریب سب سے زیادہ قریب بوستانہ ہے

پہاڑی بستی۔ ان لا تعداد قبیلوں کو یکجا کر کے صرف ایک قبیلہ کیوں نہ بنایا جائے۔ دور دور

میں بڑے قبیلے صرف عقابستان کیوں نہ کہلائیں۔ تمام قبیلوں کا ایک ہی سردار کیوں نہ ہو۔ جو

کا شہنشاہ کہلائے۔ شمران اعظم پہاڑوں کا شہنشاہ۔“

”شمران اعظم..... عقابستان، پہاڑوں کا شہنشاہ.....“ شمران نے زیر لب کہا..... باقی

دوستوں نے حسین آئینہ نظروں سے لاگائے دیکھ کر کہا۔

”تیری ذہنی قوتوں کو ہم نے ہمیشہ تسلیم کیا ہے لاگا۔ مگر آج تو نے جو عظیم تہ اس کی مثال ناممکن ہے۔“

”لاگا بڑے دماغ والا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ ہو سکے گا لاگا۔۔۔۔۔۔“ شمران نے کہ میں کر کے دکھاؤں گا۔ میرا وعدہ ہے شمران۔“

رات کو توبان نے حسب وعدہ وہی سب کیا جو اس سے کہا گیا تھا۔ قیمتی پتھر تھا۔ توبان نے کہا۔ ”اس پتھر کے عوض تو مجھے کم از کم چار سئے لباس اور دوسری سہکتی ہیں۔“

”احق توبان۔۔۔۔۔۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے ہم نے تو فیصلہ کیا ہے کہ تجھے ایسے دیں۔ کیا تو پہاڑوں کا امیر ترین آدمی نہیں بننا چاہتا۔“

توبان کا سانس پھولنے لگا۔ اس نے حسرت سے کہا۔

”آہ یہ خواہش کس کے دل میں نہیں ہوتی۔“

”تو یوں سمجھ تیری یہ خواہش پوری ہونے کا وقت آگیا۔“

”مگر کیسے۔“

”دنیا میں کام کرنے سے کچھ ہوتا ہے خود بخود نہیں۔“

”میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔“

”شمران کے پاس ایسے نایاب پتھروں کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ ہم نے فیصلہ کیا۔ آپس میں تقسیم کر لیں۔ ان میں اپنا حصہ وصول کرنے کے لئے تجھے کچھ کام کرنے ہوں گے۔ کیا۔۔۔۔۔۔؟“

”یہاں اس وقت کتنے محافظ موجود ہیں؟“ توبان نے حساب لگا کر کہا۔۔۔۔۔۔

”مجھ سمیت نو؟“

”انہیں میں سر رار محافظ بھی ہے؟“

”نہیں گولانہ اس وقت اپنے گھر گیا ہے۔ وہ ہم سب کو محتاط رہنے کی ہدایت کرے گا۔“

”بیشک تجھے محتاط رہنا چاہئے اس قید خانے کے دروازے کو کھولنے کے لئے وقت کون ہے۔“

”کوئی نہیں۔“

”تو پھر تو یوں کر کہ ہم میں سے ایک آدمی کو ساتھ لے کر خاموشی سے چلا جا اس ذخیرے کو یہاں لے آ۔ لیکن نہایت احتیاط سے تاکہ کسی کو خبر نہ ہو۔ ہم یہ فرما گے۔ اگر وہ وہاں پڑا رہا تو کسی اور کی نظر میں بھی آسکتا ہے اس طرح ہم اس سے بچ سکتے ہیں۔“

توبان نے کچھ سوچا پھر بولا۔۔۔۔۔۔ ”میرے ساتھ کون جائے گا۔“

”میں۔“ لاگا نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

”ہم کتنی دیر میں واپس آجائیں گے۔ اصل میں مجھے اس بات کا خوف ہے۔“

چل جائے۔ ہر چند کہ میرے اہل خاندان نہیں ہیں لیکن پھر بھی سب کے ساتھ ہونا

”کی۔“

”تو دیر کر رہا ہے توبان۔۔۔۔۔۔ اگر تجھے دولت کے حصول سے دلچسپی نہیں تو تیری

”نہیں۔۔۔۔۔۔ میں اوپر جا کر دروازہ اٹھاتا ہوں تم میں سے ایک باہر نکل آئے۔“ توبان

”چروں کی طرف چل پڑا جو اوپر جانے کا راستہ تھے۔ قید خانے کا وزنی دروازہ چھت سے نیچے تک

خام۔ ماروں میں بنے اس قید خانے کو بڑی خوبی سے محفوظ کیا گیا تھا۔ اور جب تک اوپر سے

خاص طریقے سے اس وزنی دروازے کو نہ اٹھایا جائے یہ نہیں کھلتا تھا توبان کے نگاہوں سے

نہل ہوتے ہی لاگا نے کہا۔

”آہ اگر اس قدر سادہ لوح لوگ دنیا میں نہ ہوں تو ہوشیاروں کی زندگی محال ہو جائے۔

”دروازہ آہستہ آہستہ اونچا ہو رہا تھا۔ جو نیچے وہ اتنا اٹھا کہ اس کے نیچے سے نکلا جاسکے

بے پلے لاگا اور اس کے بعد دوسرے تمام لوگ باہر نکل آئے۔ لاگا خاموشی سے ان سب کو

بہر روک کر اوپر جانے والے راستے کی طرف بڑھ گیا اور پھر وہ شاید توبان کے پاس پہنچ گیا۔

ران اور دوسرے ساتھی بے چینی سے اس کا انتظار کر رہے تھے لاگا کو واپس آنے میں دیر نہیں

لیا۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ نیچے آکر اس نے کہا۔۔۔۔۔۔ ”دراصل اس سے

لہا پنا قیمتی پتھر بھی واپس لینا تھا۔“

”آؤ۔۔۔۔۔۔ پھر وہ سب بے آواز آگے بڑھ گئے۔“

○.....○.....○

زربدان شانگ جو کے شانہ بشانہ رہتی تھی اور اس نے آسٹرو لین کے سامنے اعتراف کرتے

دئے کہا تھا۔

”یہ شخص اپنے فن میں یکتا ہے۔ میں نے اس میں کچھ ایسی صلاحیتیں محسوس کی ہیں جن پر

نما گشت بدندان رہ جاتی ہوں۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ زمین کی گہرائیوں میں رہنے والا سانپ ہو

نئے زمین کی ہر تہ کے بارے میں معلوم ہوتا ہے۔ اس نے گندھک کا ایک ایسا ذخیرہ دریافت کیا

ہے جس کے بارے میں نہایت قیمتی آلات ہی سے اندازہ ہو سکتا تھا لیکن وہ کئی دن سے اس علاقے

کو گھوم رہا تھا اور بڑبڑاتا رہتا تھا آج اس نے حقیقت پا لی۔“

”تم ان دنوں اس کی کچھ زیادہ مدح سرائی کرنے لگی ہو جبکہ مجھے اس کی منحوس صورت دیکھ

کئی اختلاف ہونے لگتا ہے۔“ لیزا نے پریشان لہجے میں کہا۔۔۔۔۔۔

زربدان مسکرا دی پھر اس نے کہا۔ ”میں صرف اس کی پراسرار صلاحیتوں کا تذکرہ کر رہی

ہوں لیکن آئی پچھلے دنوں سے میں آپ لوگوں کو زیادہ پریشان کر رہی ہوں۔“

”کیا ہم یہاں زندگی گزارنے آئے ہیں۔ زربدان۔۔۔۔۔۔“

”لیکن زندگی کا ایک طویل دور ضرور۔۔۔۔۔۔“

”ایسا بے معنی۔۔۔۔۔۔ ایسا ہولناک۔۔۔۔۔۔ لیزا نے کہا آسٹرو اور دوسرے لوگ دلچسپی سے ان کی

”بہنیں سن رہے تھے۔“

”آپ اس دور کو بے معنی نہ سمجھیں۔ اور یہ اتنا ہولناک بھی نہیں ہے۔ انکل آپ میری

میری رائے ہے کہ آپ یہاں موجود لوگوں کے گروپ بنادیں۔ انہیں مختلف انداز میں کام کرنا سکھائیں۔ آپ شروع کرنا چاہتے ہیں۔ ہم میں سے ہر شخص کام کرے گا۔ آپ ہمیں لیبر ورکار ہوگی۔ اس کے لئے ہم دوسرا طریقہ کار دریافت کریں گے۔

”کیا.....؟“ شاگ نے پوچھا۔

”ہمیں آہستہ آہستہ پھاڑوں کی آبادیوں کے قریب ہونا چاہئے، ہم جوان اور طاقتور لوگوں کو فراہم کریں گے یہاں ان پر کنٹرول قائم کریں گے اور ان سے لیبر کا کام لیں گے۔“

”کیا انہیں اغواء کرنا آسان ہوگا؟“

”ہرگز نہیں..... لیکن ایک ایک دو دو کر کے ہم انہیں حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ خطرہ ہمیں نہیں توکل مول لینا ہوگا۔“

”تجویز قابل غور ہے۔ غور کیا جاسکتا ہے۔“

”طاقتور اور مستعد جوانوں پر مشتمل ایک گروپ بنایا جائے جو صرف یہ کام کرے۔“

”ہو سکتا ہے..... ہاں ہو سکتا ہے۔ ضرور ہو سکتا ہے۔ تمہاری تجویز اچھی ہے۔“ شاگ

”نہیں انکل..... یہ تو یہاں آکر معلوم ہوا ہے لیکن اس زمین کی محبت بچپن سے میری ہے۔ انکل میں کس قدر پرسکون ہوں حالانکہ میں.....؟“ زربدان خاموش ہو گئی۔

”بھرا گیا تھا۔“

”اوہ سوری زربدان..... سوری میری بچی۔ بس میں خوف زدہ نہیں ہوں۔ مجھے اس سے ڈر لگتا ہے۔“ لیزا تڑپ گئی۔ اس نے زربدان کو سینے سے لگایا تھا۔

دوسرے دن شاگ جو نے پھاڑوں میں موجود تمام لوگوں کو ایک بڑے عارضی خانے میں اکٹرا کر اس کا موڈ بھر خراب نظر آ رہا تھا۔ تمام لوگ یکجا ہو گئے تھے۔ اور وہ خاموشی سے سنا رہے تھے۔ پھر اس نے کہا۔ ”کام کی رفتار بہت سست ہے۔ حالانکہ میں نے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے اس سے مجھے امید تھی کہ خزانے کے متلاشی لوگ اس علاقے پر ٹوٹ پڑیں گے۔ لیکن اب سوچتا ہوں کہ یہ طریقہ زیادہ کارگر نہیں رہا۔ ہم اتنے تھوڑے سے لوگوں سے شاگ کی تلاش نہیں بنا سکتے۔ میں آپ لوگوں سے اس بارے میں بہتر تجاویز چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ لوگ مجھے تجویز دیں۔“

”ہمیں غور کرنے کا موقع دیا جائے۔“ ایک شخص نے کہا۔

”ضرور..... مجھے خوشی ہوگی۔ میں آپ سب لوگوں پر اعتماد کر رہا ہوں۔ مجھ سے شاگ کی مملکت سے غداری کی سزا آپ کو خود سمجھ لینی چاہئے۔ لیکن اگر کسی نے کوئی پیش کی تو اس کا مستقبل بہت تابناک ہوگا۔“

”میرے ذہن میں ایک تجویز ہے مسٹر شاگ۔“ فلیش نے کہا اور شاگ کی نظر طرف اٹھ گئیں۔ ایشیا کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ اسے علم تھا کہ فلیش ذہنی طور پر شاگ سے شاید کوئی ایسی بات کہہ بیٹھے جس سے اس کی زندگی خطرہ میں پڑ جائے۔

”کیا تجویز ہے.....؟“ شاگ نے پوچھا۔

”مسٹر شاگ اگر آپ اس طرح لوگوں کا انتظار کرتے رہے تو آپ کو بہت طویل وقت

اس گفتگو میں مدد کریں۔ آپ نے جس مقصد کے لئے یہاں تک کا سفر کیا تھا کیا اس کا حصول تھا۔ کیا پھاڑ والے میرے استقبال کے لئے تیار بیٹھے تھے ہمیں مشکلات کا سامنا تو کرنا ہی پڑے گا۔ یہ شخص تو کچھ اور ہی مقاصد رکھتا ہے۔“ لیزا نے کہا.....

”نہیں آنٹی..... اس شخص نے تو مجھے نئی راہیں دکھائی ہیں یقین کریں اس شخص سے سوچ کی راہیں کھولی ہیں۔ آنٹی شاید اس لئے کہ میرا خیر نہیں کی مٹی سے اٹھا ہے۔ شاید کہ بچپن سے آپ نے مجھے میرے دہس کی کہانیاں سنائی ہیں مجھے ان پھاڑوں سے پیار ہے۔ اس کا حسن قائم رکھنا چاہتی ہوں۔ جو کچھ یہ کر رہا ہے اس پر اس کا حق نہیں ہے لیکن اسے دیں۔ بعد میں ہم اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ یہ سب کچھ ہمارے لئے کر رہا ہے آنٹی۔ وقت کا فیصلہ مشکل ہے اگر آپ مجھے میرا مقام دینا چاہتی ہیں تو خوشدلی سے انتظار کریں۔ بہت طویل نہیں ہوگا آنٹی..... پلیز.....“

”زربدان۔“ آسٹرو لین حیرت سے کھڑا ہو گیا۔ ”یہ سب کچھ تمہارے ذہن میں ہے؟“

”نہیں انکل..... یہ تو یہاں آکر معلوم ہوا ہے لیکن اس زمین کی محبت بچپن سے میری ہے۔ انکل میں کس قدر پرسکون ہوں حالانکہ میں.....؟“ زربدان خاموش ہو گئی۔

”بھرا گیا تھا۔“

”اوہ سوری زربدان..... سوری میری بچی۔ بس میں خوف زدہ نہیں ہوں۔ مجھے اس سے ڈر لگتا ہے۔“ لیزا تڑپ گئی۔ اس نے زربدان کو سینے سے لگایا تھا۔

دوسرے دن شاگ جو نے پھاڑوں میں موجود تمام لوگوں کو ایک بڑے عارضی خانے میں اکٹرا کر اس کا موڈ بھر خراب نظر آ رہا تھا۔ تمام لوگ یکجا ہو گئے تھے۔ اور وہ خاموشی سے سنا رہے تھے۔ پھر اس نے کہا۔ ”کام کی رفتار بہت سست ہے۔ حالانکہ میں نے جو طریقہ کار اختیار کیا ہے اس سے مجھے امید تھی کہ خزانے کے متلاشی لوگ اس علاقے پر ٹوٹ پڑیں گے۔ لیکن اب سوچتا ہوں کہ یہ طریقہ زیادہ کارگر نہیں رہا۔ ہم اتنے تھوڑے سے لوگوں سے شاگ کی تلاش نہیں بنا سکتے۔ میں آپ لوگوں سے اس بارے میں بہتر تجاویز چاہتا ہوں۔ میری خواہش ہے کہ لوگ مجھے تجویز دیں۔“

”ہمیں غور کرنے کا موقع دیا جائے۔“ ایک شخص نے کہا۔

”ضرور..... مجھے خوشی ہوگی۔ میں آپ سب لوگوں پر اعتماد کر رہا ہوں۔ مجھ سے شاگ کی مملکت سے غداری کی سزا آپ کو خود سمجھ لینی چاہئے۔ لیکن اگر کسی نے کوئی پیش کی تو اس کا مستقبل بہت تابناک ہوگا۔“

”میرے ذہن میں ایک تجویز ہے مسٹر شاگ۔“ فلیش نے کہا اور شاگ کی نظر طرف اٹھ گئیں۔ ایشیا کا چہرہ تاریک ہو گیا۔ اسے علم تھا کہ فلیش ذہنی طور پر شاگ سے شاید کوئی ایسی بات کہہ بیٹھے جس سے اس کی زندگی خطرہ میں پڑ جائے۔

”کیا تجویز ہے.....؟“ شاگ نے پوچھا۔

”مسٹر شاگ اگر آپ اس طرح لوگوں کا انتظار کرتے رہے تو آپ کو بہت طویل وقت

”اس لئے کہ لڑنے والے ہم ہوں گے نا۔“

”ہاں ہم بھی ہوں گے۔“

”ہم عقب سے شاگ جو اور اس کے ساتھیوں پر گولیاں چلائیں گے۔ اور ہنر آتے ہی یہاں سے نکل بھاگیں گے۔“ فلیش نے مسکرا کر کہا اور زردان اسے دیکھنے لگا۔

”تم اتنا گرا سوچ سکتے ہو فلیش.....“

”اب سوچتا ہوں کیونکہ..... اب مجھے اپنی نہیں تمہاری فکر ہے یزیدی..... اب اس لئے نہیں تمہارے لئے جینا چاہتا ہوں۔“

○.....○.....○

ناقابل یقین وسعتوں میں پھیلے ہوئے ان پہاڑوں میں لاتعداد بستیاں آباد تھیں جن کی کمائیاں الگ الگ ہیں امن و سکون اور کسی نیک دل سردار کی سربراہی میں آباد کی طوائف سے بہرہ ور اور کہیں وحشت و بربریت کا دور دورہ..... ہر جگہ بے شماری و انٹھاٹھائی کھڑی دنیا ان سے بے خبر لیکن جو جہاں کے رہنے والے وہاں کی کیفیتوں سے آشنا ایک دور دراز پہاڑی خطے میں درمانہ بھی آباد تھی۔

خاصی بڑی آبادی پر مشتمل ’صدیوں سے مختلف مدارج سے گزرتی ہوئی عورتیں زندگی کے مختلف عوامل سے دو چار..... ہماس کو اس بستی پر نازل ہوئے پانچواں اس نے سیاہ سے مقابلہ کیا تھا۔ بستی ہی کا آدمی تھا اور اس کی سرکشی کو دیکھتے ہوئے پیش گوئی کی تھی کہ ہماس ممکن ہے کبھی درمانہ کا سردار بن جائے۔ سیاہ نیک نفس تھا ہماس نے اس سے مبارعہ طلب کیا تو اس نے نرم آوازیں کہا۔ ”اگر تو سمجھتا ہے کہ سربراہی مجھ سے بہتر کر سکتا ہے تو میں تیرے لئے راستہ چھوڑنے کو تیار ہوں اور صلاحیتوں کو کس طرح استعمال کر سکتا ہے اگر بستی والے مطمئن ہوں تو میں ہمیشہ کے لئے سے مستبدار ہو جاؤں گا۔ لیکن اگر تو یہ منصب نہ سنبھال پائے تو خاموشی سے اپنی زندگی میں جو کچھ کرتا ہوں کرتا رہوں گا۔“ ہماس نے نہایت گستاخی سے کہا۔

”بوڑھے سردار تیرے جسم میں اب جان کہاں کہ تو مبارعہ کے لئے میدان بستی کی ذمہ داری سنبھالنے کے بعد میں جو کچھ کروں گا ایک سردار کی حیثیت سے کروں اس میں مداخلت کی اجازت کیسے دی جاسکتی ہے۔ آاور مجھ سے مبارعہ کرور نہ اپنے میں شمار کر، اور تیرا نقل تو میرے لئے نہایت ضروری ہوگا۔“

اس بات پر تو سیاہ کو کبھی طیش آگیا اور اس نے مبارعہ منظور کر لیا لیکن ہماس نے سیاہ کو قتل کر دیا تب سے وہ درمانہ کا سردار بنا لیکن درمانہ والوں نے شاید کوئی ایسا جن کی بناء پر ایک ظالم سردار ان پر مسلط ہو گیا۔ ہماس نے ان کے ساتھ بہتر نہ کیا توڑنے لگا، اس نے دولت کے انبار جمع کر لئے اور اس بستی کی کیفیت بھی بتی باگ تھی۔ یعنی بستی کے عوام غریب تر ہوتے جا رہے تھے۔ اور سردار اور اس کے حواری ترمیم..... اس کے ساتھ ساتھ ہی ہماس نے ایک اور کام بھی کیا تھا، اسے بستی کے آہ سے شناسائی حاصل تھی اور وہ جانتا تھا کہ مستقبل میں کون کون ایسا ہے جو اس سے

نے کچا بچہ ان کے لئے اس نے بندوبست کر لیا۔ رات کی تاریکیوں میں اگر ایسا کوئی جوان نہ تھا جانا تو پھر اس کی واپسی ممکن نہ ہوتی اس کی لاش مختلف انداز میں مل جاتی۔ یوں ہونا چاہیے کسی جانور نے حملہ آور ہو کر اسے ہلاک کر دیا ہو کہیں وہ گولی کا شکار پایا جاتا، ایسے جوان اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ لیکن یہ پتہ نہیں چل سکا تھا کہ ان کی ہلاکت کا باعث

ہے؟
لازل خانہ ان کے پانچ بیٹے تھے لازل تو مرچکا تھا لیکن اس کی بوڑھی بیوی عقومہ اپنے بچوں کے قاتل..... ان میں اتنی بیچتی تھی کہ ہماس کو کبھی ان پر ہاتھ ڈالنے کا موقع نہ مل سکا وہ تہہ تیہ تھی۔ اور مشکل ہی سے قابو میں آنے والوں میں شمار کئے جاتے تھے ہماس ہمیشہ نہیں تشویش کی نگاہوں سے دیکھتا تھا اور ابھی تک اسے موقع نہ مل سکا تھا کہ وہ ان چاروں کو یا اس سے کسی ایک کو کوئی ہلاک کر دے۔ اور انتہائی خاص آدمیوں سے وہ اس بارے میں راز کر رہا تھا۔ پھر یوں ہوا کہ ایک رات وہ چاروں اپنی تیار فصلوں کی دیکھ بھال کے لئے اپنی دکان پر موجود تھے کہ اچانک انہوں نے بستی والوں کو اپنی جانب آتے دیکھا۔ بست سے لوگ تھے مل جاتے ہوئے آ رہے تھے۔ سب سے آگے زوجہ لال تھا جس کی آنکھوں سے شعلے اگل رہے ایک اور بوڑھا آدمی اس کے ساتھ تھا جو کچھ پکچھاتا ہوا آ رہا تھا زوجہ لال نے کہا۔

”لازل کے بیٹے، بتاؤ میرے بچے کی لاش تم نے کہاں دفن کی ہے بتاؤ لازل کے بیٹے ہم نے کیا افکار تمہارا، جواب دو تم نے ہمارے گھر کے چراغ کو کیوں بجھایا.....؟“ چاروں بھائی حیران رہ گئے انہوں نے تعجب سے کہا۔ ”بابا زوجہ لال کیا بات ہے ہم تو کچھ سمجھ بھی نہیں پائے روشنی کی قسم تمہاری بات ہماری سمجھ میں نہیں آ رہی۔“

”اوہ معصوم بچے کی کوشش مت کرو، یہ بتاؤ زوجہ کہاں ہے.....؟“ پھر اس نے اپنے ساتھ سے ہوئے بوڑھے شخص سے کہا..... ”تو نے کہاں دیکھا..... بول جواب دے۔ ان لوگوں کے بچے کی لاش کو کہاں زیر زمین کیا.....؟“ بوڑھے شخص نے کہا۔

”میں اس کی نشاندہی کرتا ہوں.....“ سب لوگ حیران تھے۔ بوڑھے شخص نے ایک منٹ کے نیچے زمین کھودنے کا اشارہ کیا اور جب زوجہ لال نے چند افراد کی مدد سے درخت کی جڑ کاٹ کر اس میں سے اس کے بیٹے کی لاش برآمد ہوئی۔ تمام لوگ ہلکا ہلکا ہلکا شہرہ رہ گئے۔ اور عقوبہ کے ہاتھ بھی میٹھے..... وہ اپنی صفائی پیش کرنے لگے۔ لیکن زوجہ لال نے دھاڑیں مار مار کر روتے

”روشنی والے کی قسم اگر میرے جسم میں جان ہوتی اگر میں اپنے بچے کا انتقام لے سکتا تو ہزاروں کو بھی ساتھ ہی بیس زمین میں دفن کر دیتا۔ آہ انہوں نے میرے گھر کا چراغ بجھادیا۔ آہ میرے گھر کے چاروں بیٹے لگ رہے تھے ان کے ہوش و حواس معطل ہو گئے تھے۔ بھلا وہ بے ہوشی کے بیٹے کو قتل کیوں کرتے بلکہ اس سے تو ان کی دوستی تھی۔ ان کے وہم و گمان میں یہ بات نہیں تھی کہ زوجہ لال انہیں کی زمین پر دفن کر دیا گیا ہے۔ بوڑھا زوجہ لال بیٹے کی لاش لے کر

عقوبہ نے اپنے بیٹوں سے آگے بڑھ کر کہا..... ”من ہاماس ہم نے کبھی تیرا کچھ نہیں ہارا..... اگر تیرے دل میں یہ خیال ہے کہ مستقبل میں میرا کوئی بیٹا تجھ سے مبارغہ طلب کر کے مرادیا مانگے گا تو میں آج پوری ہستی کے سامنے تجھے یہ یقین دلاتی ہوں کہ ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ ہم سب جس طرح تیری اطاعت کرتے ہیں اسی طرح ہمیشہ تیری اطاعت کرتے رہیں گے اور من ہاماس ان لوگوں سے خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں..... انہیں جانے دے ان کے ساتھ کوئی ظلم نہ کر کہ ظالم کی رسی بے شک در زہوتی ہے لیکن ایک دن اسے کھینچ لیا جاتا ہے اور پھر کوئی ایسا نہیں ہوتا جو ظالم کو روشنی والے کے عتاب سے بچا سکے ہاماس تو نے ہستی کے بے شمار جوانوں کو صرف اس خوف سے موت کے گھاٹ اترا دیا ہے کہ تیری سرداری تجھ سے نہ چھن جائے، لیکن اپنے بیٹوں کی جانب سے میں تجھے انہیں دلاتی ہوں کہ کبھی تجھ سے مبارغہ طلب نہ کریں گے۔“

ہاماس نے طیش کے عالم میں کہا۔ ”بوڑھی عقوبہ تیرے ان الفاظ کے جواب میں ان لوگوں سے پہلے تیری گردن کٹا دینا ضروری تھا لیکن افسوس میں کسی بوڑھی عورت کو مزادے کر درمانہ کی تاب نہیں کسی ظالم شخص کی حیثیت سے مشہور ہونا نہیں چاہتا۔ تیرا کیا خیال ہے کیا میں اتنا بے جا ہوں کہ کسی مبارغہ کو قبول نہ کر سکوں۔ اگر یہ لڑکے ایک مظلوم شخص کے بیٹے نہ ہوتے تو میں خود انہیں اجازت دیتا کہ مجھ سے مبارغہ طلب کریں، اور اپنے انجام کو پہنچیں لیکن یہ رعایت قاتلوں کے لئے نہیں ہے۔ معزز مشیر مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟“ مشیر جانتے تھے کہ انہیں کیا جواب دینا ہے انہیں علم تھا کہ زوجہ کو کس نے قتل کیا تھا اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اصل میں ہاماس کیا چاہتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بیک آواز کہا۔ ”قاتلوں کو موت کی سزا دی جائے۔“

”آہ۔ ایسا نہ کہو۔ آہ یوں بیدردی سے میرے ایک ایک لمحے کی کمائی نہ گنواؤ..... تم سب صاحب اولاد ہو۔ سب جانتے ہو کہ اولاد کو جنم دے کر اپنی ہر خوشی ہر آرام اس پر قربان کر دیا جاتا ہے۔ میرے ان قیمتی لمحات کو یوں نہ گنواؤ۔ وہ قاتل نہیں ہیں۔“

”دوغال کے بیٹے کے قتل کے جرم میں لازم کے چاروں بیٹوں کو موت کی سزا دی جاتی ہے۔ انہیں درمانہ کے داخلی ہاؤس کے دامن میں سوئی پہ لٹکا دیا جائے۔“ ہاماس نے فیصلہ کر دیا اور عقوبہ دعاؤں مارنے لگی۔

سورج ڈھلے داخلی ہاؤس کے دامن میں سولی گھر بنایا گیا اور چار بے گناہ جوان سولی پر لٹکا دیئے گئے۔ ہزاروں آنکھیں انگٹا رہیں۔ لیکن عقوبہ ایک گوشے میں خاموش بیٹھی ہوئی تھی۔ چند لوگوں نے اس سے کہا کہ وہ گھرواپس چلے۔

”کون سے گھر.....“ عقوبہ نے حیرت سے کہا۔

”وہاں جہاں یہ نہ ہوں۔ میں اپنے بچوں کے ساتھ یہیں ٹھیک ہوں۔“

”اب یہاں کیا کرے گی عقوبہ.....“

”انتظار..... سنو..... آسمانوں سے انتقام لینے والے فرشتے چل پڑے ہیں۔ وہ عنقریب ہمیں پہنچیں گے۔ بس برنباری کا انتظار کرو۔ جب برف کے ریزے زمین تک پہنچیں گے تو وہ ان پر سوار ہو کر آجائیں گے۔ پھر دیکھنا تماشا۔ وہ تماشا ہوگا کہ زمین روئے گی۔ بس تھوڑے سے وقت کا بات ہے۔ جاؤ..... میرے گھر میں کیوں گھے ہوئے ہو تم..... جاؤ اپنے اپنے کام کرو.....!“

ہاماس کے حضور پہنچا اور ہاماس نے اپنے حواریوں کو مسلح کر کے عقوبہ کے گھر کی جانب اور مسلح حواریوں نے لازم کے گھر کے اطراف ڈیرہ ڈال دیا۔ سردار ہاماس کے حکم پر کو گرفتار کرنے آئے تھے۔ گھر کے اندر بوڑھی عقوبہ نے اپنے نیک دل بیٹوں کے سوالات کو ڈالے تھے ہستی کے اور بھی لوگ جولازل کے درمیان دوست تھے عقوبہ کے اور ان لڑکوں سے سوالات کئے تھے۔ لڑکے خود ششدر تھے اور انہوں نے سب کو یہ تھا کہ وہ تو زوجہ کے دوست تھے بھلا اسے قتل کر کے انہیں کیا حاصل ہوتا۔ انہیں یاد ہے کہ زوجہ کو کب قتل کیا اور کس نے کیا اور کب لاش ان کی زمین میں درخت کے گئی۔ انہوں نے افسردہ لہجے میں کہا۔

”ہم تو زوجہ کی موت پر خود بھی اتنے ہی افسردہ ہیں جتنا اس کا باپ آہ وہ تو تھا۔“ سب حیران ہوئے لیکن عقوبہ جہانگیرہ عورت تھی اس نے کہا۔

”سنو میں تمہیں حقیقت بتاتی ہوں آج اس حقیقت کا انکشاف ہوا ہے مجھ پر کہ شیر دل نوجوان جو اپنی مثال آپ تھے دنیا سے رخصت کیسے ہو گئے۔ آہ یہ حقیقت ہے کہ سے خوف زدہ تھا اور اس نے انہیں ہلاک کر دیا تاکہ کبھی کوئی اس سے مبارغہ نہ طلب درمانہ کی سرداری اس کے ہاتھ میں رہے۔ روشنی والے کی قسم بات اس سے مختلف ہے یہ بھی اس کی سازش ہے جبکہ ہمیں کبھی سرداری کی ضرورت نہیں تھی آہ میرے ہاماس بھیڑیا ہے اور تم لوگوں کو اس کا اندازہ ہے۔ دیکھو اب بھی کچھ نہ ہوا تو ایک ایک کے سارے جوان اسی طرح ہلاک ہو جائیں گے اور یہ بوڑھوں کی ہستی رہ جائے گی جن کے پہاڑ توڑتا رہے گا۔“ لیکن کوئی کیا کر سکتا تھا۔ اور پھر جب ہاماس کے حواریوں دروازے پر دستک دی تو بوڑھی عقوبہ ہی باہر آئی۔ ایک شخص نے اس سے کہا۔

”بزرگ عقوبہ ہاماس کے حکم پر اپنے چاروں بیٹوں کی گرفتاری پیش کر دے اور کہہ کہ کوئی مقابلہ نہ کرے ورنہ ہاماس کے حکم پر ہم انہیں قتل کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔“

”تو پھر یوں کرو کہ پہلے تم اپنی بددق کی گولی میرے سینے میں اتار دو اس کے بعد ہو جاؤ وہ چاروں موجود ہیں۔“

”نہیں بزرگ عقوبہ، ہم تیرا احترام کرتے ہیں لیکن براہ کرم ہمیں ہاماس کے کرنے دے کیونکہ ہم اس کے غلام ہیں۔“

عقوبہ کے چاروں بیٹوں نے کہا۔ ”اور ہم جانتے ہیں کہ انصاف کرنے والا نہیں لیکن ہمارے سامنے ہماری ماں کو کوئی نقصان پہنچے یہ ممکن نہیں ہم چلنے کو تیار ہیں۔“

عقوبہ روٹی بیٹتی رہ گئی۔ اور چاروں بیٹے آنے والوں کے ساتھ چل پڑے۔ رات سنگین رات اتر آئی تھی صبح کو ہاماس کا دربار لگا تو پوری ہستی وہاں موجود تھی۔ ہاماس جو انہوں کو دیکھا اور اس کی آنکھوں میں نفرت کے نقوش نمایاں ہو گئے۔

”بوڑھے زوجہ کے گھر کا چراغ بجھاتے ہوئے تمہیں شرم نہ آئی۔ جب کہ لو کہ زوجہ تمہارا دوست بھی تھا۔ ہاماس کی مملکت میں کبھی مظلوم کے قاتل کو کبھی جاسکتا۔ کیا تم جواب دو گے کہ تم لوگوں نے ایسا کیوں کیا.....؟“

کوشش کرنے والے عقومہ کو واپس نہیں لاسکے۔

○.....○.....○

شران فرار ہو گیا۔ قید خانے کے ایک محافظ توبان کی لاش قید خانے سے دستیاب ہوئی۔ عقابوں کے مسکن میں چاروں طرف یہی خبر گردش کر رہی تھی۔ قید خانے کے محافظ میان لائی کے حضور حاضر ہو گئے۔

”ہم مجرم ہیں سردار.....! لیکن جو کچھ ہوا وہ ناقابل یقین ہے۔ ہم کچھ نہیں بتا سکتے۔ تمہیں ہدایت کی گئی تھی۔ اور شران کی طرف سے لاپرواہی برستے کی سزا بھی مل چکی تھی۔“

”ہم تصور دار ہیں۔ کیا کہیں؟“ محافظوں کے چروں پر مردنی چھائی ہوئی تھی۔ وہ جانے کہ موت کے سوا اب ان کے لئے کچھ نہیں ہے۔ میان نے ان سے پوچھا۔ ”اب میں تمہارا ساتھ کیا سلوک کروں؟“

”اگر گنجائش ہو تو ہمیں تھوڑی سی رعایت دیدے میان۔“

”کہو..... کیا رعایت چاہتے ہو۔“

”قید خانے کا تحفظ ہماری ذمہ داری تھی۔ ہم اسے سرانجام دینے میں ناکام رہے۔ ہمارے بال بچے اس جرم کے شریک نہیں ہیں۔ ہم ان کی زندگی کی بھیک مانگتے ہیں۔“

میان کے دل میں رقت پیدا ہو گئی۔ وہ کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر اس نے کہا۔ ”شیطان ہے۔ اور تم نے شیطان کو آزاد کر دیا ہے نہ جانے اب اس کے ہاتھوں کے کئے ہوئے پتے۔ آہ تم نے اس سے لاپرواہی برت کر نجانے کسے کے مشکل میں مبتلا کر دیا ہے آہ میرا دل چاہتا ہے کہ کسی کو میرے ہاتھوں یا میری زبان سے تکلیف پہنچے، میں بہت گناہ گار ہوں اور ہوں کہ روشنی والا مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ بہت گناہ گار ہوں میں اور سزا کے عمل رہا ہوں۔ ٹھیک ہے جاؤ میں اپنی امانت کے لئے کسی کی زندگی نہیں لے سکتا۔ اب میں اپنی امانت تمہاری زندگی نہیں لے سکتا۔ مظالم کا طویل سلسلہ نجانے کب سے جاری کیا ہوا ہے میں۔ مظالم کا دور ختم ہوا اور سزا کا دور شروع ہو چکا ہے۔ جاؤ میں نے تم سب کو معاف کیا۔ اب بچوں کے ساتھ ہرگز برسرِ کمر جاؤ اپنی سزائیں میں خود بھگتوں گا۔“

لوگ ششدر رہ گئے لیکن کوئی ایسا نہیں تھا جس نے میان کی اس فراخ دلی کو دل سے سمجھا ہو، محافظ خود ششدر رہ گئے تھے اور پھر وہ میان پر نثار ہونے لگے۔

”نہیں نہیں..... میں نے کوئی بڑا کام نہیں کیا ہے جاؤ سب سے بڑا کام تو میں نے کیا کہ ایک بیٹے کی آزادی کی۔ اپنی نسلوں کو قائم رکھنا چاہا اور اس کے لئے نجانے کیسے کسے ڈالے، اب یہ تو گناہوں کی سزا ملنے کا دور ہے، جاؤ تم سب۔“

غلام ہنگامے بعد میں توشیوں بھرے لہجے میں کہا۔ ”جو کچھ ہوا وہ تو بہت بہتر ہے میرا آقا۔ لیکن مجھے ایک خدشہ ہے تیرے بھائی تیرے اس عمل کو معاف نہیں کریں گے سمجھتا ہے عظیم آقا کہ وہ اس بات کو نظر انداز کر دیں گے تو ایسا مشکل ہے آہ وہ بہت تیرے لئے بیشمار برا چاہنے والے ہیں۔“

”بھئی جو بھی کہے گا، اسے ماننا پڑے گا ہنگام۔ مگر میں اب کسی کی جان نہیں لے سکتا، مجھے کابھی حق نہیں ہے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔“

ہنگام کی نگاہیں بہت تیز تھیں۔ وہ جانتا تھا کہ بات چھپی رہنے کی نہیں ہے اور زیادہ وقت بھی باقی نہیں رہا۔ اب ایک جگہ اردو پھر عقابوں کے مسکن میں خبر ہو گئی کہ کوہ بخت بانی بھائیوں کے ساتھ میان لائی کے ہمراہ عقابوں کے مسکن کی سمت آ رہا ہے۔ میان لائی کو خبر ملی تو اس نے فوراً ہی اپنے دوستوں کو ڈھونڈنے اور ہستی والوں سے کہا۔

”خبردار اگر میرے بھائی مجھ سے تلخ کلامی کریں، تو کوئی طیش میں نہ آئے اور انہیں ایسا کوئی جواب نہ دے جس سے عقابوں کے لئے جنگ کا خطرہ مول لینا پڑے۔“ اور پھر میان لائی نے اپنے دوستوں کو خبر مقدم کیا اور انہیں تنظیم دی۔ لیکن میان لائی کے کوسٹے کے پاس پہنچ کر بھی اپنے دوستوں سے نہ اترے۔ ان کی آنکھوں میں طنز اور طیش کے آثار تھے۔ کوہ بخت نے کہا۔

”خوب میان لائی تو نے اچھا کھیل کھیلایا۔ لیکن تیرا کیا خیال ہے۔ ہم سب اسحق ہیں۔“

”کیا کہنا چاہتے ہو باغ۔“

”صرف یہ کہ اس طرح تیری گلو غلامی نہیں ہوگی۔ تو نے جو منصوبہ بنایا ہے وہ ناقص ہے۔ نجانا تھا کہ تو شران کو نہ بچا سکے گا چنانچہ تو نے اسے تسوڑا کر قتل کر دیا اور بھاری میں لوگوں کو آواز دیا کہ اسے نکال دیا۔ باقی محافظوں کی جاں بخشی کر کے تو نے حساب پورا کر دیا اور اب ایک طویل وقت گزار کر شران واپس آجائے گا اور اسے سرداری مل جائے گی تیری شفقت پروری خوش میں آئے گی اور تو اسے معاف کر دے گا واہ کیا خوب کامیابی ہے۔“

”ایسا نہیں ہے میرے بھائیو۔ میں نے اس کے کبھی سردار نہ بننے کا اعلان کر دیا ہے۔“

”اپنے بیٹے کی جان تو بچالی تو نے۔“

”روشنی والا جانتا ہے کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔“

”لیکن ہم کچھ نہیں جانتے میان۔ ہم نہیں چاہتے کہ پہاڑوں میں ایک بری روایت کا آغاز ہو۔ بھائیوں کے قبیلے آپس میں جنگ کریں تجھے فیصلہ کرنا ہوگا۔“

”فیصلہ تم کرو گے باغ۔ میں تمہارا چھوٹا بھائی ہوں۔“

”لیکن ایک مجرم بیٹے کا باپ۔ ایک مجرم قبیلے کا سردار۔“ کوہ بخت نے کہا۔

”ہاں ایسا ہے۔“

”تو سن۔ جن لوگوں کو نقصان پہنچا ہے تو انہیں تاوان ادا کرے گا۔ ایک بھاری تاوان۔“

”لیکن تاوان تو بوسانہ کے سردار سلام کو بھی تاوان ادا کرے گا اور یہ تجھ پر لازم ہے کہ اب اگر میں عقابوں کے مسکن میں واپس آئے تو اسے دوبارہ گرفتار کر کے ہمیں اطلاع دے۔ اور اس کی سزا میں اس کی گرفتاری کے لئے مقرر کر کے ہم ہی اسے سزا دیں اور اگر شران ہمارے علاقوں میں کسی نظر آئے تو ہم تجھے آگاہ کئے دیتے ہیں کہ اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برتی جائے گی اور اس کی جرم کی سزا موت کی شکل میں دی جائے گی۔ بول ہمارے اس فیصلے کو قبول کرنا ہے

”میں تمہارے اس فیصلے کو قبول کرتا ہوں باغہ“ تمہارا تعین کردہ تاوان میں اور تیار ہوں“ آہ بس ایک رعایت کردینا اگر ممکن ہو سکے تو ایک رعایت کردینا میرے ساتھ تمہیں مل جائے تو بے شک اسے زندگی بھر کے لئے قید میں ڈال دیتا۔ اسے قتل نہ کرنا پڑے۔ چھوٹے بھائی کی بڑے بھائی سے درخواست ہے بس اس سے زیادہ میں تم سے اور کبھی نہ کرے گا۔“

کوہ بخت نے نخوت سے منہ مسکھڑا اور بولا۔ ”اس کا فیصلہ بھی سلام ہی کرے گا۔ کی رقم ادا کرنے کی تیاریاں کر، ہم تجھے اس کے بارے میں بتائے دیتے ہیں۔“ میان لائی نے خاموشی سے گردن جھکا دی تھی اگر اس کا یہ انداز نہ ہوتا تو شاید اس میں عقابوں کے مسکن کے لئے ایک بدترین وقت کا آغاز ہو جاتا، چار قبیلوں سے جنگ کے عقابوں کے لئے اتنا آسان نہ ہوتا یا تو میان لائی نے فراست سے کام لیا تھا یا پھر وہ ذہنی مدد نڈھال ہو چکا تھا کہ اب کوئی سخت عمل کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ سرحال کوہ بخت اور تمام بھائی یہ معاملات طے کرنے کے بعد واپس چل پڑے۔ کوئی ایسا لمحہ نہیں آیا تھا جو حالات پیدا کر دیتا۔



مجراسرار روایتوں کے حامل پہاڑی دروں، گھائیوں اور کھائیوں میں پانچ گھڑ سوار مسلسل جاری تھا۔ معذور باتو ہزاروں غیر معذوروں سے بہتر ثابت ہو رہا تھا۔ عمر اس پر غمری چار طوفانی شہ سواروں کے مقابلے میں اس کا گھوڑا کبھی پیچھے نہیں رہتا تھا۔ اس بات کی لڑکیاں بھی قائل تھیں باتو سے کچھ ایسی انصاف ہو گئی تھی انہیں ایک لمحہ اس کا ساتھ بھرتا تیار نہیں ہوتی تھیں اور یہ بھی بہت بڑی بات تھی کہ انہوں نے اپنی ماں سے کہہ دیا تھا اس کی امانت ہے وہ جب چاہے ان سے زندگیاں مانگ سکتی ہے لیکن احکامات استاد اعظم جانیس گئے اور اس کا اظہار بھی انہوں نے بارہا کر دیا تھا۔ باتو بوڑھا ہونے کے باوجود جوان تھا اور پہاڑی موسموں سے خوب لطف اندوز ہو رہا تھا۔ راستے میں اس نے بہت کرتے ہوئے کہا تھا کہ ان پہاڑوں کی طلسمی داستانوں کو بالآخر وہ اپنی نگاہوں سے دیکھنا داستانوں کو جاننے کے خواہشمند اپنی بڑی بڑی فوجوں کو یہاں لانے میں ناکام رہے لیکن اب بوڑھا ان پہاڑوں میں آزادی سے دندناتا پھیر رہا ہے اور کوئی اس کا راستہ روکنے والا نہیں فوج اور دوسری لڑکیاں باتو کی معیت میں خوش تھیں، باتو نے انہیں بتا دیا تھا کہ انہیں کیا کرنا لڑکیاں اس سے متفق تھیں کہ باگ کو ہر طرح سے ناقابل یقین قوتوں کا مالک بنادیا جائے رہنے والے اتنے خوشحال ہوں کہ دوسری بستیوں کے لوگ رشک کریں اور اس کے آبادیوں کو لوٹنا تھا۔ دن رات کا یہ سفر جاری رہا اور پھر وہ رات بادلوں سے ڈھکی ہوئی تھی لگتا تھا جیسے برف باری کا آغاز ہو جائے گا۔ جب انہوں نے اس مدھم ماحول میں کچھ جگہ گاتی ہوئی پائیں۔ یہ پہلی بستی تھی جو باگ سے نکلنے کے بعد انہیں نظر آئی تھی اور باتو سے کہا۔ ”تو یہ ہے وہ پہلی آبادی، جو باگ کی خوشحالی میں اضافہ کرنے کا باعث بنے گی احتیاط سے چلیں۔ لگتا ہے پوری بستی گہری نیند سو رہی ہے۔ اور جو گہری نیند سوتے ہیں وہ

نے والے ہوتے ہیں۔“ سب محتاط ہو گئے ان کے گھوڑے آہستہ روی سے بستی کے داخلی پہاڑ بلب بلب رہے تھے۔ بستی کے محافظ انہیں کہیں نظر نہیں آئے اور وہ بستی کے سرے پر پہنچ گئے۔ بستی کے باری شروع ہو چکی تھی اور آسمان سے سفید ذرات اترنے لگے تھے۔ تبھی انہوں نے ایک انسانی جسم کو متحرک دیکھا۔ وہ دونوں ہاتھ اوپر اٹھا کر کچھ اشارے کر رہا تھا پھر انہیں ایک نئی بوڑھی آواز سنائی دی۔

”تم مجھے تلاش کر رہے ہو نا۔ ادھر آجاؤ میں یہاں ہوں۔ آؤ اس طرف آجاؤ۔“ باتو نے راکیا اور پانچوں گھوڑے اس طرف چل پڑے۔ قریب پہنچ کر انہوں نے چار انسانی جسموں کو اپنے سامنے ہوئی مکینکوں پر لٹکے ہوئے دیکھا۔ چار جوان لڑکے جو مر چکے تھے اور ان کے جسموں نقش اٹھ رہا تھا۔ بوڑھی عورت کا جسم تھابت سے کانپ رہا تھا بال بکھرے ہوئے تھے تھے اس سے فریادی لہجے میں کہا۔

”ہاں یہی چاروں ہیں۔ انہیں پر ظلم کیا گیا۔ تم تو روشنی والے کے فرستادے ہو تمہیں سب معلوم ہوگا۔ یہ بے گناہ ہیں نا۔ کیوں بے گناہ ہیں نا۔“

وہ ب خاموشی سے بوڑھی عورت کو دیکھ رہے تھے۔ بوڑھی نے پھر کہا۔ ”بتا دیا تھا میں۔ سب کو بتا دیا تھا کہ کوئی سنے نہ سنے روشنی والا مجھے کبھی تھنا نہ چھوڑے گا۔ دیکھو میرے بے یقین کا انتقام لینے والے چل پڑے ہیں بس جب برف کے ذرے زمین پر اتریں گے تو وہ ان ہزاروں گئے۔ جھوٹ سمجھا تھا سب نے۔ اب دیکھ لیں گے۔ سب اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں۔ میں چاروں سے اس جگہ دن رات تمہارا انتظار کر رہی تھی۔ بہت دیر لگادی تم نے۔ خیر کوئی نہیں۔ تم آؤ گے دیکھو۔ یہ میرے چاروں بیٹے ہیں۔“ بوڑھی لٹکتی ہوئی لاشوں کے پاؤں لگی۔ ”یہ سب سے چھوٹا ہے۔ اور یہ اس سے بڑا۔ بہت پیارے ہیں یہ چاروں۔“ وہ انہیں دیکھنے پر مجبور کرتی تھی۔ باتو نے اپنے بدن کو سنبھالا اور نیچے اتر آیا۔ چاروں لڑکیاں بھی فوراً اپنے ذہن کی پشت سے اتر گئی تھیں۔

باتو خاموش کھڑا بوڑھی عورت کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ بڑی چاہ، بڑے پیار سے تعفن زدہ اور کچھ مری تھی۔ چاروں لڑکیاں پُر احرام انداز میں اپنے استاد کے پیچھے کھڑی تھیں۔ باتو نے ان کی ہنسی ہوئی ناگوں کو متحرک کیا اور آگے بڑھ کر بوڑھی کے پاس پہنچ گیا۔ پھر اس نے نرم لہجے میں کہا۔

”انہیں کس نے اس حال کو پہنچایا ہے بزرگ عورت چلے

”کی ظالم، وہی سفاک درندہ۔ ہاماس ہے اس کا نام۔ اس بستی کا سردار ہے۔ سب سمجھتے ہیں اس کا جانی ہوں۔ ہاماس ان سے ڈرتا تھا۔ یہ بات بھی دوسروں کو معلوم ہے درمانہ کے بہت سے لوگ مجھے ہیں اس نے۔ وہ بہت سے جوان ایسے ہی تو نہیں مر گئے جن کی موت کے راز نہ سمجھ سکیں۔“

”ہاماس ایسا کیوں کرتا ہے؟“

”ہم کوئی اس سے مبارغہ طلب نہ کر سکے۔ کہیں اس کی سرداری نہ چھین جائے۔ میں نے اسے کہا تھا کہ لائل کے بیٹے کبھی اس کے سامنے نہیں آئیں گے مگر..... دیکھ لو..... اس نے

انہیں بھی خاموش کر دیا۔ اب یہ کبھی نہیں جاگیں گے۔
”بستی والوں نے انہیں بچانے کی کوشش نہیں کی؟“

”سب طاقت کا ساتھ دیتے ہیں۔ سب درندے ہیں۔“ عقومہ سسکتی ہوئی بولی۔

باتو لڑکیوں کی طرف مڑا۔ اس نے کہا۔ ”فوبا اور میری دوسری بیٹیو! تم نے کچھ بھول کر انحراف نہیں کیا جس کے لئے میں تم پر ناز کرتا ہوں، مگر دیکھو..... میرے دل میں اگر انحراف دروازے کھلے ہیں تو بس ان لوگوں کے لئے جو ظالم ہیں اور معصوم لوگوں کو ظلم سے نہایت یکتی ہے۔ ہم تمام آبادیوں میں نیکیاں پھیلائیں گے اور اب آغاز کرتے ہیں۔ اس بستی کے اگر ایک بوڑھی عورت کی دادرسی نہیں کر سکتے تو انہیں خوشحال رہنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ بزرگ عورت نے ان سے کہا کہ برف کے ذرات کے ساتھ انتقام لینے والے اتریں گے۔ بزرگ کا قول سچ کر دکھائیں گے۔ بزرگ عورت جاہستی کے ہر گلی کوچے میں اعلان کر دے کہ انتقام والے آگئے ہیں۔ ہوشیار ہو جاؤ.....“

باتو ان عقومہ نے مسرت سے گردن ہلائی پھر بولی۔ ”مگر میرے بچے تیار ہ جائیں گے۔ ہم ان کے پاس موجود ہیں۔ یہاں رک کر ہم تیری واپسی کا انتظار کریں گے۔“
”ٹھیک ہے۔ میں جاتی ہوں۔“ عقومہ نے کہا، پھر وہ لاشوں کے پاس پہنچ کر بولی۔ ”باتو آتی ہوں۔ یہ تمہارے پاس موجود ہیں۔ ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ یہ تو روشنی والے فرستادے ہیں۔ اچھا میں ابھی آتی ہوں۔“

درمانہ خواب خرگوش کے مزے لے رہی تھی۔ بے موسم کی برف باری نے جہاں جہاں حیران کیا تھا وہیں وہ اس سے لطف اندوز بھی ہوئے تھے کچھ بزرگوں نے کہا۔
”یہ کوئی نیک شگون بھی نہیں ہے۔ ایسے واقعات روشنی والے کی طرف سے کچھ اور دلانے کے لئے رونما ہوتے ہیں۔“ پُر سکوت تاریکیوں میں گھروں کے دروازوں پر عقومہ کی آواز گونجی۔

”روشنی والے کے عتاب سے مکر لوگو۔ جاگ جاؤ۔ تمہاری غفلت کی فینڈ ختم ہوئی۔ ظلم کے خلاف آواز نہ اٹھانے والو، برف کے ذرات آسمان کے مسافروں کو زمین پر لے آئے اور اب بہت ناک گرج گئے گی اور تمہارے وجود لمبوزار ہو جائیں گے۔ بستی کی گلیوں میں بے گناہ انتقام کے لئے تیار ہو جاؤ۔ سونے والا جاگ جاؤ.....“

”آہ یہ عقومہ کی آواز ہے۔“

”بے چاری پاگل ہو گئی ہے۔“

”بھوکی پیاسی ان لاشوں کے پاس پڑی رہتی ہے۔ جابر سردار نے لاشوں کو زمین کی گڑبڑ میں پہنچانے کی اجازت بھی نہیں دی۔“

عقومہ گلی گلی چینی پھر رہی تھی۔ کچھ دلوں پر لرزے طاری ہو گئے تھے۔ کسی نے کہا۔ ”ماحول کا سکوت کسی طوفان کی خبر دے رہا ہے۔ کاش اس مظلوم عورت کے زخموں پر رکھا جاسکتا۔ مگر وہ دیوانی ہو چکی ہے۔ مظلوم کی آہیں بے اثر نہیں ہوتیں۔ ظلم کا بدلہ ہے۔“

”ظالم تو ہمارا ہے۔“

”ہمیں ان کے ساتھ گھن بھی پستا ہے۔ یہ دنیا کی تاریخ ہے۔“

خاموش ماحول میں پہلی گرج ابھری اور جو لوگ عقومہ کی آواز سن کر نہ جاگے تھے وہ چونک اڑ جاگ گئے۔ پھر مسلسل دھماکے ہونے لگے اور ان کے ساتھ چیخوں کا طوفان اُگیا۔ گھر روشن ہونے لگے لیکن چراغوں سے نہیں مشعلوں سے ہر شے کو چاٹ رہے تھے۔ یکے بعد دیگرے یہ شعلہ روشن ہوتی جا رہی تھیں۔ بدحواس لوگ ایک دوسرے سے سوال کر رہے تھے اور کچھ یہ ماننا تیار نہ تھے۔

”عقومہ کی بددعا ہے۔ آہ ابھی کچھ دیر پہلے اس نے آسمانی عتاب کی خبر دی تھی۔ پوری بستی میں موت گردش کر رہی تھی جلتے گھروں سے باہر نکلنے والے گولیوں سے بھونے جا رہے تھے دیر تک مسلسل جاری رہا۔ پھر آوازیں ابھریں۔“

”تھوڑی دیر کے لئے عقومہ کے بیٹوں کے انتقام کا یہ سلسلہ روکا جا رہا ہے۔ درمانہ کے گھروں میں رہنے والے باہر نکل آئیں اور پچانسی گھر کے سامنے والے میدان میں جمع ہو جائیں۔ یہ نہ کی جائے ورنہ پورے درمانہ کو آتش کدہ بنادیا جائے گا۔“ لوگ پاگلوں کی طرح گھروں سے نکل بھاگے۔ پچانسی گھر کے سامنے آڑھام جمع ہو گیا۔ سب بری طرح کانپ رہے تھے رو رہے تھے لاشوں کے پاس عقومہ خاموش کھڑی انہیں دیکھ رہی تھی۔ پانچ گھڑ سوار کھینچا ہو گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔

”تمہارے لئے دوسرا حکم ہے کہ ہمارا کے کوسٹے پر جاؤ اور اسے اس کے ہر شامسا کے ماتھے زمین پر گھسیٹتے ہوئے یہاں لے آؤ..... خبردار کوئی باقی نہ رہے تم جانتے ہو کہ یہ عذاب تم پر ہمارا کی وجہ سے نازل ہوا ہے۔ جاؤ ظالم کو یہاں لے آؤ۔“ دہشت کے مارے لوگ دوڑ پڑے اور ہمارے لاشوں کے ماحول میں بھی نہیں سوچا تھا کہ کبھی اس کے ساتھ یہ سب بھی ہو گا۔ اس کے محافظوں نے بستی کے لوگوں پر خوب گولیاں چلائیں لیکن کتوں کو مار سکتے تھے بالآخر پکڑے گئے اور بے ہوشی سے گھسیٹ کر پچانسی گھر کے سامنے لے آئے گئے۔ اس طرح کہ زمین پر گھسیٹتے نہ صرف کپڑے پھٹ گئے تھے بلکہ بدن کے بیشتر حصے گھس کر لمبوزار ہو گئے تھے۔ ہمارا کے تمام ساتھی بھی ان کے ساتھ لائے گئے تھے۔ باتو نے کہا۔

”ہمارا..... اس بوڑھی عورت کو پہچانتے ہو.....!“ ہمارا کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ باتو عقومہ سے بولا۔

”تو نے ہمیں پکارا تھا بزرگ عورت دیکھ تجھ پر ظلم کرنے والے تیرے سامنے ہیں۔ ان کا بدلہ لے لو.....!“

”انہیں زمین سے رخصت کر دو۔ انہوں نے میرے بچوں کو مجھ سے دور کر دیا ہے۔“
”یہ کام بھی ہمارا کی بستی کے لوگ ہی کریں گے۔“ باتو نے کہا اور اس کے اشارے پر فوجی لوگوں نے ہمارا اور اس کے تمام ساتھیوں کو پتھروں سے پھیل کر ہلاک کر دیا۔ یہ خونی کھیل روشنی نکلنے تک جاری رہا۔ پھر باتو نے بستی والوں کو حکم دیا کہ کھڑیوں پر نکلتی ہوئی لاشوں کے لئے ہاتھ کھودا جائے۔ لاشیں جب کڑھے میں ڈالی گئیں تو عقومہ بھی اسی گڑھے میں لیٹ گئی۔

”نہیں بزرگ عورت۔ انہیں ان کے سفر پر روانہ ہونے دے۔ تجھے ابھی اس دنیا میں رہنا ہے۔“

”نہیں روشنی والے کے فرستادہ۔ ایسا نہ کہو۔ میں اپنے بیٹوں سے دور نہیں رہنا چاہتی۔“

”تو زندہ ہے اور یہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔“

”تم غلطی پر ہو۔ میں تو ان کے ساتھ مریچی ہوں۔ آہ شاید تم ماں کو نہیں جانتے۔ میں ان ماں ہوں۔“

”مگر تجھے ان کے ساتھ دفن نہیں کیا جاسکتا۔ کسی زندہ انسان کو ہم گڑھے میں کیسے ڈالتے ہیں۔“

”تو لو..... میں مرجاتی ہوں۔“ بوڑھی نے کہا اور آنکھیں بند کر کے بے جان ہو گئی۔ اس سانس بند ہو گئی تھیں۔ چند لمحوں میں اس کی موت کی تصدیق ہو گئی تھی باتو نے بھاری آواز پر کہا۔

”آہ اس واقعہ نے دل بوجھل کر دیا ہے۔ بستی والوں سے خراج وصول کرو اور یہاں سے نکل چلو.....!“ سب کچھ ہاں کے کہتے میں تھا۔ بے شمار گھوڑوں پر نہایت قیمتی اشیاء اور اہل کے انبار کئے گئے اور اس کے بعد بستی باگ کا رخ اختیار کیا گیا۔ یہ بے شک کچھ مختلف لیکن باگ کی خوشحالی کے لئے کامیاب کوشش تھی۔

○.....○.....○

شاہک نے فلیش کی تجویز کی منظوری دے دی۔ فلیش کی خواہش تھی کہ اسے اس گروہ میں جگہ دی جائے لیکن شاہک نے مسکرا کر کہا۔ ”نہیں دوست۔ تجویز تمہاری ہے عمل دو۔ کریں گے کون جانے یہ تجویز پیش کرتے ہوئے تمہارے ذہن میں کیا ہو، لیکن مشورہ چونکہ اچھا اس لئے اس پر عمل کیا جائے گا۔“

فلیش نے مسکرا کر شانے ہلاتے ہوئے کہا۔ ”گریٹ شاہک بہتر سمجھتا ہے۔ ہم ہر دو خوشی سے کریں گے جو شاہک ہمارے سپرد کرے گا۔“

”مجھے تعاون کرنے والے ہمیشہ پسند آتے ہیں۔“ پسندیدگی اپنی جگہ لیکن شاہک نے گروپ ترتیب دیئے تھے۔ ان کی سربراہی اپنے آدمیوں کو دی تھی۔ تنہائی میں اشیاء کے بھائی سے کہا۔

”اس وقت میں خوف سے کانپ اٹھی تھی جب شاہک نے تمہاری خواہش مسترد کی تم مگر خدا کا شکر ہے تم نے صبر و سکون سے کام لیا۔ میں تمہارے اندر نمایاں تبدیلیاں باہر“

فلیش۔“

”ہاں۔ ایسا ہے اشیاء۔ تم ٹھیک سمجھی ہو۔“

”کیا اس کی وجہ ڈیزی ہے؟“ اشیاء مسکرا کر بولی۔

”ہاں سسٹر۔ تمہیں بھی یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی ہے کہ ڈیزی اب میری روح کی گھڑائیوں داخل ہو چکی ہے۔ میں اسے ہر قیامت پر اس پتھر لے جہنم سے نکال لے جانا چاہتا ہوں۔ اسی لئے نے اپنا مزاج بھی بدل لیا ہے مگر وہ شیطان.....“ فلیش نے جملہ ادھر اچھوڑ دیا۔

”تمہیں ہوشیار کر رہی ہوں فلیش۔ اس کے خلاف جو کچھ بھی کرنے کا ارادہ رکھتے ہو اس کے لئے ضرور آگاہ رکھنا۔ تم ڈیزی کو یہاں سے بچا کر لے جانا چاہتے ہو اور میں تمہیں۔ تمہارے لئے دنیا میں میرا کوئی نہیں ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔“ فلیش نے محبت سے کہا۔

”کیا تم یہ جانتے ہو کہ شاہک نے تمہارے بارے میں کیا کہا ہے۔“ اشیاء بولی۔

”اوہو۔ میرے بارے میں بھی کچھ کہہ چکا ہے وہ؟“ فلیش دلچسپی سے بولا۔

”ہاں۔ کتا ہے کہ اگر میں اس کی محبوبہ نہ بن چکی ہوتی تو اس کی زندگی میں دوسری متاثر کرنے والی لڑکی ڈیزی ہے۔ اس نے کہا کہ تمہارا بھائی اس کی وجہ سے انسان بن گیا ہے۔“

”یہ شاہک نے کہا؟“

”میں تم سے جھوٹ نہیں بول رہی۔ وہ ڈیزی سے بے حد متاثر ہے اس کی بہت تعریف کرتا

”خیر..... میں خیال رکھوں گا۔“

کام شروع ہو گیا۔ کوئی پانچ دن لگے تھے۔ چھپے دن تمام گروپ واپس آگئے۔ شاہک کو اطلاع ملی کہ کوئی باقاعدہ بستی چھ کلومیٹر تک نہیں نظر آئی۔ لیکن کچھ فاصلے پر جنگلوں کے دوسری ان چند گھر سواروں کو دیکھا گیا ہے۔ جو مقامی باشندے ہیں اور جنگل میں قیام کئے ہوئے ہیں۔

”کیا وہ اب بھی وہاں موجود ہوں گے۔“

”ہاں ہم نے کچھ فاصلے سے ان کی حرکات کا جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے اپنے گھوڑوں سے ہٹنا اتار رکھی ہیں۔“

”تعداد کتنی ہے؟“

”صحیح اندازہ نہیں ہو سکا۔“

”خبر دہ کتنے ہی ہوں۔ انہیں گھیر کر یہاں تک لانا ہے اور میرے پاس اس کا طریقہ موجود

”شاہک نے برق رفتاری سے کام کیا۔ کئی رنگین پیکٹ بنائے گئے جن میں قیمتی اشیاء، کچھ نشہ آور ٹھوس بو تھیں جو بے حد خوش ذائقہ تھیں محفوظ کی گئیں۔ بقیہ کام شاہک نے اپنی گھڑائی میں کیا تھا۔ اس نے نہایت محتاط طریقے سے یہ پیکٹ جنگل میں ایسی جگہوں پر پھینک دیئے جہاں سے گھنٹوں دور سے دیکھا جاسکے۔ تیز رنگوں کے رپر میں وہ ایک نگاہ میں کسی کو بھی نظر آسکتے تھے۔

”کافضل اور ترتیب اسی طرح رکھی گئی تھی کہ انہیں دیکھنے والے بالآخر اس تنگی دیوار تک پہنچ جاتے ہیں ان کے لئے جال تیار تھے۔ شاہک بخوبی تمام کام سرانجام دے کر واپس آگیا۔ اس نے وہاں موجود لوگوں کو حکم دیا۔

”تمام کام اس وقت تک کے لئے بند کر دیئے جائیں جب تک شکار جال میں نہ آچھنیں۔“

”کیا اس کی نقل و حرکت بند کر دی جائے۔ تمام لوگ اپنی اقامت گاہوں میں محدود رہیں اور اس علاقے سے عمل کیا جائے۔“

○.....○.....○

شران کے فرار کی خبر ایسی نہیں تھی جو چھپ جاتی۔ باقی کسر میان کے بھائیوں نے کر دی تھی۔ میان ان دنوں تاوان کی ادائیگی کی تیاری کر رہا تھا۔ لوگ اس بارے میں پوچھ رہے ہوں سب سے زیادہ شہرہ پریشان تھا۔ اب تو ماہ لخت نے بھی زبان کھول دی تھی۔ ”میرے باپ تو نے میرا گھر تاریک کر دیا۔ بتا میں عثمہ کو کیسے سمجھاؤں وہ رو رو کر پوچھ جائے گی۔“

”ہم سب ہی وقت کی بے وفائی کا شکار ہوئے ہیں۔ ماہ لخت سارا قصور میرا ہی تو نہیں لخت باغ نے کہا تھا کہ شران جوان ہو کر عقابوں کا سردار بنے گا اور اس وقت سب کو تباہ کرے گا کہ دراصل وہ ماہ لخت کا بیٹا ہے۔ ہم اس تصور سے سرشار تھے لیکن افسوس.....“

”صرف افسوس سے کیا ہو گا مجھے بتاؤ میں کیا کروں؟“

”عثمہ کو سمجھا کہ شران اگر اس حیثیت کا مالک نہ ہوتا اور اسی مزاج کا نوجوان ہوتا ہمارے خاندان کا کیا حشر ہوتا۔“

”ایسا ہرگز نہ ہوتا۔ ہماری تربیت میں وہ اتنا برا نہ بنتا۔ اس کے مزاج میں آوارگی اور اے نہیں روک سکتا تھا ماہ لخت!“

”تو مستقبل کی سزا تو نے اسے بچپن میں دے دی میرے معزز باپ۔“ ماہ لخت نے کہا۔ وقت عثمہ بھی ان کے پاس آگئی۔ اس کے رخسار بھی آنسوؤں سے تر تھے۔

”مجھے میری اولاد سے محروم کر دیا گیا ہے۔ تم لوگوں نے اپنی اتنی تسکین کے لئے میری اجاڑ دی۔ مجھے میرا بیٹا چاہئے۔ وہ جیسا بھی ہے مجھے میرا بیٹا واپس دو۔“

”عثمہ ہوش سے کام لو۔ دیکھو اگر میان کو اصلیت کا علم ہو گیا تو وہ دیوانہ ہو جائے گا۔ وقت تو وہ ساری بستی سے شرمندہ ہے صرف اس خیال سے کہ اس کا بیٹا شران مجرم ہے جس پر اسے معلوم ہو گا کہ اس کے ساتھ سازش ہوئی ہے تو وہ سازش کرنے والوں کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔“

”اس وقت بھی میں کوئی زندہ ہوں باغ۔ میرا اکلوتا بیٹا مجھے جانتا بھی نہیں۔ وہ مجھ سے دور جا چکا ہے کہ اب میں اس کا قصور بھی نہیں کر سکتی۔ تمہیں علم ہے باغ کہ میان لائی کے میان سے کیا کہہ گئے ہیں۔ وہ کہہ گئے ہیں کہ بات تاوان کی ادائیگی سے ختم نہیں ہو جائے گی۔ شران انہیں جہاں بھی مل گیا وہ اسے ہلاک کر دیں گے۔ کسی کا کیا بگڑا میری کوکھ اجڑ گئی۔ رات جانے پر شامہ سوایہ کو مل جائے گی مگر میرا بیٹا۔“

”ہمیں اس مشکل وقت سے گزرتا ہے۔ شامہ کو سنبھالے رکھو۔“

”کیا سنبھالوں اسے۔ اس کی آنکھوں میں میرے لئے نفرت جاگ اٹھی ہے وہ کہتا ہے۔ وہ کہتی ہے تم میری ماں نہیں ہو۔ اس گھر میں کوئی میرا نہیں ہے۔“

”میں جانتا ہوں۔ مجھے تمہارے دکھ کا احساس ہے، لیکن شران بے وقوف نہیں۔ بہت چالاک ہے ورنہ میان کے قید خانے سے نکل جاتا آسان نہ تھا۔ وہ کسی کے قابو میں نہ آتا اور اب جب وہ ہمیں دوبارہ ملے گا تو ہم اسے سب کچھ بتا دیں گے خود کو سنبھالو عثمہ۔ شامہ کو میں سمجھاتا ہوں۔ اسے اصل وجہ بتادی جائے تو ممکن ہے اس کی سوچ میں تبدیلی

ہو جائے۔“

”آؤ عثمہ ایک دوسری پر الزام لگانا اس مشکل وقت میں مناسب نہیں ہے۔ ہم پر جو سبب آ رہی ہے اسے مل جل کر ہی ٹالا جاسکتا ہے ورنہ نتیجہ صرف مجھے یا لخت باغ ہی کو نہیں چھوڑے گا بلکہ ہم سب اس کا شکار ہو جائیں گے۔ ہو سکتا ہے زندگی بچ جائے تو شران، ہمیں مل جائے۔ لیکن اگر ہم نے خود ہی اپنے ہاتھوں اپنی موت کا بندو بست کر لیا تو ہم میں سے کوئی بچنا نہ پائے گا۔ میان لائی ایک خونخوار آدمی ہے اور اس وقت اس پر جو مصیبت نازل ہوئی ہے اس کی وجہ ہم قرار پائے تو بے شک اس نے قید خانے کے محافظوں کو معاف کر دیا ہے لیکن ان ماری براہوں کی جڑ یعنی ہم اس کے عتاب سے نہیں بچ سکیں گے۔ آؤ عثمہ ہمت سے کام لو۔“

”میان نے اپنے بچے کو بسو کو محبت سے سنبھالا دیتے ہوئے کہا اور وہ شامہ کی طرف چل پڑے۔ جس نے اپنے آپ کو گوشہ نشین کر لیا تھا..... لیکن اس گوشہ نشینی میں ان لوگوں کا ہاتھ بھی شامل تھا۔ انہوں نے اسے کوستے کے بالکل اندرونی حصے میں رکھا تھا اور ہر فرد کو ہدایت کر دی تھی کہ شامہ کو برت پر باہر نکلنے سے روکا جائے..... لیکن جب وہ اس جگہ پہنچے جہاں شامہ تھوڑی دیر پہلے بیٹھی تھی تو انہوں نے شامہ کو وہاں موجود نہ پایا۔ شہرہ ماہ کا دل دہشت سے دھڑک اٹھا اس نے پھٹی پٹی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا آہ کیا شامہ، کیا شامہ نکل گئی۔“

.....(۱).....(۲).....(۳)

قید خانے سے باہر نکلنے کے بعد شران اور اس کے ساتھیوں کو علم تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ ان کی ان تارکیوں سے فائدہ نہ اٹھانے کا مطلب یہ تھا کہ اس بار کسی قیمت پر وہ زندگی بچانے کا کام نہ ہو جائے..... لیکن باہر نکلنے کے لئے انہیں کچھ انتظامات بھی کرنا تھے اور بھلا شران کیسے نہ جانتا کہ اسے اسلحہ کہاں سے مل سکتا ہے اور گھوڑے کہاں سے۔ باپ کی ملکیت کافی تھی اور اسلحہ کے گھوڑے اس کے شناسا کوئی اجنبی اگر اسلحہ میں داخل ہوتا تو گھوڑے یقینی طور پر لاپتہ لاپتوں کو جگا دیتے، لیکن مالک کی بو پہچانتے تھے۔ شران نے چار گھوڑے تیار کئے احتیاط سے ان پر نہیں کیس اور اس کے بعد اسلحہ کا حصول بھی شران کے لئے مشکل نہ ہوا۔ اسے علم تھا کہ اسلحہ خانہ کہاں ہے اور اس میں داخل ہونے کے لئے کون سے راستے مناسب۔ رات اپنے بے درمے میں داخل ہو چکی تھی جب شران نے عقابوں کی بستی کے آخری سرے پر اپنے گھوڑے کو روکا۔ بستی کی جانب منہ کیا اور غرائی ہوئی آوازیں بولا۔

”عقابوں کی بستی والو اس وقت تمہارے درمیان سے جا رہا ہوں، لیکن قسم کھاتا ہوں سڑتی ہوں ہزاروں لاشوں کی کہ اس بستی میں واپس آؤں گا اور اگر میان مجھے جیتا ملا تو تم لوگ اس کا ہاتھ نہ لگائو۔ میں دنیا میں کسی رشتے کو نہیں مانتا، رشتہ صرف وہ ہوتا ہے جو اپنے کام کے لئے ہو۔ میں نے میری حیثیت کو نظر انداز کر کے مجھے عام آدمیوں کی مانند سزا دی تو پھر میں تمہیں ہوں کہ باپ بیٹے کا رشتہ قائم رکھوں۔ میری ماں بھی میرے لئے کچھ نہ کر سکی پھر ان کے رشتہ کو مٹا دیا جاسکتا ہے مگر میں احمق نہیں ہوں۔ یہ بستی ایک دن میرے قدموں سے ہٹے گی۔ چاہے اس کے لئے مجھے کچھ بھی کرنا پڑے اس وقت تک کے لئے میں جا رہا ہوں اس کے انتظار کرتا۔“

اس نے گھوڑے کا رخ بدلا اور اپنے ساتھیوں کو اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کر دیا۔ چاروں

لہو جانیس کہ عقابوں کے مسکن کا رخ کر سکیں۔ ”جوہیتا نے کہا جو شران کا دوست تھا۔
 یہ ایک اچھا طریقہ ہے لیکن یہ کام بہت بعد میں شروع ہو سکتا ہے۔ اس وقت جب پہاڑ
 لے ہماری تلاش سے مایوس ہو جائیں۔ اس کے لئے ہمیں دور نکلنا ہو گا۔ ”شران نے کہا۔
 ”میرا بھی یہی خیال ہے۔“ لاگا نے تائید کی۔
 ”مگر ہم شکم سیری کے لئے کیا کریں گے۔ جس کی فوری ضرورت ہے۔“ شران کے آخری
 نے مظلوم لہجے میں کہا اور سب اس کی صورت دیکھ کر ہنس پڑے۔

”ارباب کے لئے سب سے بڑا مسئلہ شکم سیری ہے۔“ لاگا ہنستا ہوا بولا۔ ”لیکن اس کا کتنا
 ہے۔ سارے کام معدے کے کام کی تکمیل کے بعد ہی شروع ہوتے ہیں۔ اس کی فکر مت
 ارب۔ ذرا ان گھوڑوں کی ضرورت پوری ہو جائے اس سے زیادہ ہم یہاں قیام نہیں کریں
 پھر ہمارا سفر خوراک کی تلاش کے لئے ہو گا اور آگے ایسے جنگل ضرور ملیں گے جن میں جانور
 درخت ہوتے ہیں۔“

ایسا ہی کیا گیا۔ سورج بلند ہو گیا تھا۔ گھوڑے چاق و چوبند ہو گئے تھے چنانچہ ان پر دوبارہ
 کی کسی نگین اور آگے کا سفر جاری ہو گیا۔ زمین کی بے پناہ وسعتوں میں پھیلے ہوئے پہاڑوں
 جانوروں کے لئے وہ سب کچھ موجود تھا جس کا قدرت نے وعدہ کیا ہے اور قادر مطلق نے
 اور اب کا تعین کر کے انسان کو بتا دیا ہے لیکن اسے اپنی رحمت سے کہیں مایوس نہیں کیا اور نہ
 غریب کی گئی ایچھے اور بروں کے لئے۔ چنانچہ طویل فاصلہ عبور کرنے کے بعد جب وہ ایک بلند
 کی سطح پر سفر کرتے ہوئے ان دھلاؤں تک پہنچے جن کے اختتام سے سرسبز و شاداب گھنے
 کا سلسلہ شروع ہوتا تھا تو ان کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں۔ قدرت کے لگائے ہوئے
 والے ان سلسلوں میں ایسے درخت بھی نظر آ رہے تھے جن پر پھل لگے ہوئے تھے وہ پھل جو
 نازندگی کے لئے کارآمد ہو سکتے ہیں اور جہاں یہ شادابیت ہو وہاں پانی کا حصول بھی مشکل نہیں
 لیکن دھلاؤں کو عبور کرتے ہوئے انہیں ایک نیل گائے نظر آئی جسے حکم دیا گیا تھا کہ چار
 نوک کی شکم سیری کے لئے باہر آجائے کہ شاید ان میں مزید بھوکے رہنے کی تاب نہ ہو۔ سو یہی
 اور شران کے نشانے ایسے نہیں ہوتے تھے کہ اسے دوسری گولی چلانی پڑے، سو اس کی پہلی ہی
 سے نیل گائے اوندھے منہ زمین پر آ رہی اور شران ہنسنے لگا۔ پھر بولا۔

”وہ حقیقت زندگی کو حیثیات میں قید کر لیا گیا ہے اور جب بھوک عروج پر ہوتی ہے تو یہ
 پہاڑ جانا کہ سامنے موجود غذا کو طرح طرح کی نفاستیں بخشی جائیں۔ اصل چیز تو معدے میں
 نازن ہوتا ہے جو زندہ رہنے میں مدد دے اور اس وقت ہمارے پاس وہ ذرائع نہیں ہیں کہ
 انہیں کا اہتمام کریں چنانچہ آؤ گھوڑے چھوڑ دو اور اس مجرب گوشت سے ضیافت اڑاؤ۔“
 ”لیکن کیا ہم اسے کچا ہی کھا جائیں گے۔“ سروال نے سوال کیا اور لاگا نے قہقہہ لگایا۔

”میں تمہیں بتاتا ہوں کہ اسے کھانے کا اصل طریقہ کیا ہو گا۔۔۔۔۔۔“
 لاگا نے پھر کے ایک ایسے تیز دھار کلڑے کا انتخاب کیا جس نے نیل گائے کی کھال ایک
 سے لٹی اور اس کے بعد لاگا کی طاقتور انگلیاں گرم جسم والی نیل گائے کی اس کھال کو اپنی
 سے جبرے لگیں اور اس نے اسے کسی چادر کے ٹکڑے کی طرح پھاڑ دیا اور اس کے تیز

گھوڑے سرپٹ دوڑنے لگے۔ راستے کا کوئی تعین نہیں کیا گیا تھا۔ اس وقت تو صرف پہاڑوں
 کے لئے جگہ درکار تھی چنانچہ حد مرز اٹھا وہ لوگ چل پڑے۔ جانتے تھے کہ فرار کا علم ہونے
 بعد میان اپنے آدمیوں کو ان کی تلاش میں دوڑا دے گا اور ہر وہ ممکنہ کوشش کرے گا جس سے
 انہیں دوبارہ پکڑ سکے۔ چنانچہ روشنی ہونے سے پہلے اتنا سفر کر لینا ضروری تھا کہ شران کے فرار
 انہیں نہ پاسکیں۔

سورج نے سر ابھارا تو وہ سنگلاخ پہاڑوں کے ایسے درے پر تھے جس کے دونوں
 اونچے پہاڑوں کی سنگی دیواریں سیدھی کھڑی تھیں۔ درہ سرسبز و شاداب تھا۔ سبز گھاس اور
 پھولوں سے سجھا ہوا سنگی دیواروں کے دامن میں پتھر کے انبار تھے۔ شران نے گھوڑا روک لیا
 چاروں طرف دیکھنے لگا پھر بولا۔ ”لاگا یہ کیسی جگہ ہے؟“
 ”قیام کے لئے بے حد موزوں۔“

”تیری بھی یہی رائے ہے؟“
 ”ہاں!“ لاگا نے کہا اور گھوڑے سے اتر گیا۔ باقی دوست بھی نیچے اتر آئے تھے۔ گو
 سے زمینیں وغیرہ اتار کر انہیں گھاس چرنے کے لئے چھوڑ دیا گیا اور وہ ایک مناسب جگہ پر
 آرام کرنے روانہ ہو گئے۔ سروال نے ہنسنے ہوئے کہا۔ ”اور اب ہم برے حالات کا شکار ہیں
 ہمارے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ ہے اور نہ قرب و جوار میں کوئی آبادی۔“
 ”ہر بڑے کام کے لئے ابتداء میں مشکلات اٹھانی پڑتی ہیں۔“ لاگا نے فوراً جواب دیا۔
 ”لاگا ایک اچھا ساتھی ہے۔ باہمت اور ہوشیار۔۔۔۔۔۔ لیکن لاگا شکم سیری کے لئے تیز
 کرتا ہی ہو گا۔“ شران نے کہا۔

”ہمیں مستقبل کے لئے ہوشیاری سے منصوبہ بندی کرنی ہوگی۔ تجھے علم ہے کہ ہمارا
 نظر انداز نہیں کیا جائے گا۔ دشمن صرف میان لائی ہی نہیں بلکہ اس کے بھائی بھی ہیں۔“

”ہاں میں جانتا ہوں۔“
 ”ممکن ہے اس پاس کی بستیوں کو ہماری تلاش پر مامور کر دیا جائے۔“
 ”بالکل ٹھیک کہتا ہے تو۔۔۔۔۔۔!“
 ”ان تمام مشکلات کو مد نگاہ رکھ کر ہمیں آگے کا سفر کرنا ہو گا۔“
 ”تو پھر تیری کیا رائے ہے؟“

”ہمیں آبادیوں کے سامنے سے بھی بچنا ہو گا۔“
 ”اس کے بعد ہمارا طریقہ کار کیا ہو گا۔“ شران نے کہا۔
 ”یوں تو شران تو بہترین دماغ رکھتا ہے اور تجھے کچھ سمجھانے کی کوشش حافق کے
 نہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تو عقابوں کی سرزمین میں جو کچھ کہہ کر آیا ہے اسے پورا کرنے
 ہمیں بڑے سکون اور جافشانی سے کام کرنا ہو گا۔“

”شران فولاد ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم کسی ایسی آبادی کو نشانہ بنائیں جو چھوٹی
 وسیلہ ہو اور وہاں کا سردار زیادہ قوت نہ رکھتا ہو۔ شران اس سے مبارعہ طلب کرے
 شکست دے کر پہلے ہم ہلکا اقدار حاصل کریں۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ اپنی قوت بڑھا

مضبوط دانت نیل گائے کے گوشت میں اتر گئے جو ابھی پوری طرح جان بھی نہ دے پائی تھی اس کا جسم جگہ جگہ سے بھڑک رہا تھا۔ لاگا کا خون آلود چہرہ نیل گائے کے گوشت کے پستے کی ٹکڑوں کو ادھیڑ کر دانتوں سے چبانے میں مصروف ہو گیا اور روئے زمین پر رہنے والے منسوب اگر اس کی اس وحشت خیزی کو دیکھ لیتے تو یقینی طور پر خوف سے بے ہوش ہو جاتے لیکن اس زندہ رہنے کا ایک طریقہ دریافت کیا تھا اور باقی دوستوں کو بھی اسی طریقے پر عمل کرنا پڑا گوشت ابتدا میں تو زرا کراہت کا باعث ہوا لیکن بعد میں اس کا نمکین ذائقہ ان کو پسند آنے لگا اور چار وحشی غیر انسانی حرکات میں مصروف ہو گئے لیکن انہوں نے واقعی شکر حاصل کر لی تھی اور اپنے جسموں میں توانائی محسوس کر رہے تھے۔ سب ایک دوسرے کے چہرے دیکھ کر قہقہے لگانے لگے۔ شرمان نے اپنے دوستوں سے کہا۔

”اور بہتر ہے، کچا گوشت کھانے کی عادت ڈالو، بے وقوف بزرگوں کا کہنا ہے کہ اس میں توانائی پیدا ہوتی ہے اور طبیعت میں جوش بھی، ہمیں عام انسانوں سے اتنا ہی مختلف چاہئے۔ ورنہ ان پہاڑوں کی آبادیوں پر قابو نہیں پاسکیں گے۔ البتہ یہ مناسب نہیں ہوگا کہ ہم نیل گائے کے گرد و نوحہ کنال ہو جائیں اور بقیہ زندگی اس کے گرد بیٹھ کر گزار دیں۔ بھوک پیاس کا مسئلہ ختم ہو گیا ہے چنانچہ اب آگے کا سفر اٹھایا گیا جائے.....“

اور خون اور گوشت کے ذائقے سے بدست شرمان کے تینوں ساتھیوں نے اس سے اڑ کر لیا، چنانچہ جنگلوں میں پھر سفر کا آغاز ہو گیا اور وہ آگے بڑھنے لگے۔

دن اور رات۔ رات اور دن۔ شرمان کم از کم اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہو گیا اور اگر میان لائی کی درخواست پر قرب و جوار کی بستیوں والے ان چار مغرور مجرموں کو تلاش کر ہوں تو انہیں کامیابی نہ حاصل ہو سکے۔ یہاں تک کہ ان جنگلوں کی وسعتیں ختم ہو گئیں اور کے آخری سرے پر پہنچنے کے بعد انہوں نے معمول کے مطابق ایسے سنگی پہاڑ دیکھے جن کا سلسلہ در تہہ دور تک چلا گیا تھا لیکن یہاں رکنے کے بعد لاگائے کہا.....

”بہتر ہے شرمان کہ یہاں ہم کچھ وقت بسر کریں، کیونکہ اس جگہ کو چھوڑ کر آگے کا سفر سے پہلے ہمیں وہ کام کر لینے چاہئیں جو کم از کم آگے شکر سیری میں ہمارے لئے رکاوٹ نہ بنیں۔“ تو یہ کہنا چاہتا ہے ناگاہ کہ یہاں سے ہم خوراک کے ذخائر حاصل کر لیں۔ تیرا کہنا درست ہے، ہم یہاں بہت وقت گزاریں گے اور ان درختوں کے پھل اور ان کے درمیان پھرنے والے جانوروں سے گوشت حاصل کریں گے تاکہ آگے کے سفر میں ہمیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑے۔“ یہ جگہ ہر لحاظ سے اس قابل تھی کہ یہاں وقت گزاری کی جائے چنانچہ گھوڑوں

زمین اتاری گئیں اور انہیں آزاد چھوڑ دیا گیا۔ درختوں کے نیچے بسترے کے لئے مقبول بن کر لیا گیا تھا۔ یہاں بھی خاصا وقت آرام کرتے ہوئے گزرا۔ اس پاس کا ماحول بہت دلکش تھا۔ ایک روشن صبح جوہینا نے ماحول میں کچھ تبدیلی دیکھی۔ یہ خوشنار رنگ پہلے اس جگہ موجود تھا۔ کوئی اجنبی شے تھی جو دور سے نظر آئی تھی۔ جوہینا تجسس سے آگے بڑھ گیا۔ بالکل ہی تھی۔ جوہینا نے اسے اٹھالیا۔ کچھ دیر اسے التا پلٹتا رہا پھر اس کے مضبوط ہاتھ اس نے خراب کرنے لگے اور اس نے اسے پھاڑ دیا۔ اندر سے جو کچھ برآمد ہوا وہ بھی جبر تک تھا۔

لے ہوئے دوسرے دوستوں کے پاس آگیا۔
”یہ کیا ہے؟“ شرمان نے تعجب سے کہا۔

”میں نہیں جانتا۔ وہ دیکھو یہ اس جگہ سے مجھے دستیاب ہوئی ہے جہاں تم وہ رنگین ڈھیر دیکھ

تے ہو۔“
”اس لیے برتن میں کیا ہے؟“ شرمان نے نشہ آور محلول کو ہلا کر دیکھتے ہوئے کہا۔

”نہیں.....!“ جوہینا بولا۔ شیشے کے برتن کو توڑ کر اس سیال کو چکھا گیا اور شرمان بولا۔

”آؤ..... یہ تو بہت خوش ذائقہ ہے۔ دیکھ لاگا۔ لاگا نے بھی اسے چکھا اور کہا۔

”اور بے حد سرور بخش.....!“

لیکن یہ آیا کہاں سے۔ ذرا جائزہ لو.....!“ شرمان نے ٹوٹے برتن سے بہہ جانے والے

محلول کو حلق میں اندیل لیا۔ پھر اٹھتا ہوا بولا۔ ”آؤ وہ جگہ دیکھیں۔“ سب چل پڑے۔ کچھ دور

چلے ہوں گے کہ انہیں ایک اور رنگ نظر آیا اور وہ اس جانب دوڑ پڑے۔ ایک دوسرے ڈبے

بھی انہیں وہی اشیاء ملیں شرمان پُرسرت لہجے میں بولا۔ ”یہ تو ایک دلچسپ مشغلہ ہے۔ آؤ

دوسرے برتن تلاش کریں۔“ مشغلہ واقعی دلچسپ ثابت ہوا انہوں نے کافی دور نکل کر ایسے

برتن حاصل کر لے۔ یہ سلسلہ پہاڑی دیوار تک پہنچا تھا اب ان کے پاس کئی ایسے برتن جمع

کئے بعد میں یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔

”یہ بہت خوش ذائقہ اور سرور بخش مشروب ہے۔ میرا سر گھوم رہا ہے۔ بیٹھ جاؤ اور تم بھی

کا ذائقہ چکھو۔“ شرمان لڑکھڑاتے ہوئے لیجے میں بولا۔ سب وہیں بیٹھ گئے برتنوں سے برآمد

نے والے مشروب کے ذائقے سے لطف اندوز ہونے لگے۔

”شرمان..... یہ شے درختوں سے بننے والے اس دودھ سے ملتی جلتی نہیں جس سے ہم

بنا دیئے گئے۔“

”اسے پینے سے اس سے کیس زیادہ سرور۔“ شرمان نے جھوٹے ہوئے کہا لیکن جملہ پورا

کارکا۔ اس کی پکلیں ایک دوسرے سے جڑنے لگی تھی۔ لاگائے تائید کرتے ہوئے کہا۔

”تم ٹھیک کہہ رہے ہو شرمان۔ واہ بھی واہ۔“ اس سے زیادہ اس کا کچھ کہنے کو جی نہ چاہا

اس نے آدھری سے آنکھیں بند کر لیں جبکہ جوہینا اور سراول اس سے پہلے ہی لڑھک گئے

ان آنکھوں سے بے نیاز جو پہاڑ کی بلندیوں سے جھانک کر دلچسپی سے ان کا جائزہ لے رہی

○.....○.....○

میان بے حد افسردہ تھا۔ اس کے چہرے کو دیکھ کر ہر شخص اندازہ لگا سکتا تھا۔ کوہ بخت سلام

تھے اور میان اپنے کوستے میں جا بیٹھا تھا۔ دوسرے دن اس کے شیروں نے اس سے

”توان کی ادائیگی کے لئے کیا فیصلہ کیا گیا ہے؟“

”اس کا انتظام میں خود کروں گا۔“

”کیا یہ ہماری تزیل نہیں ہوگی۔“

"یہ ہماری تقدیر ہے۔"

"کوئی اور حل نہیں ہے میان؟"

"ہے" اور وہ صرف جنگ ہے لیکن میں جنگ نہیں لڑنا چاہتا کیونکہ یہ میری کوتاہی کی بنا پر ہوگی۔ میں اپنے گناہوں کے نتیجے میں عقابوں کو نہیں مروانا چاہتا۔"

"سرداری کو توین پورے فیصلے کی توین ہوتی ہے۔"

"درحقیقت میں سرداری کے قابل نہیں ہوں۔ بہتر ہے تم لوگ مجھ سے بہتر کوئی شخص منتخب کرلو۔" شیر خاموش ہو گئے۔

سومایہ نے کہا۔ "تیرا یہ فیصلہ غلط ہے میان۔ سرداری کسی اور کو دینے کے بعد جو کچھ ہو سکتا ہے۔"

"لوگ مجھ سے انتقام لیں گے، یہی نا.....؟"

"ہاں۔ ایسا ضرور ہوتا ہے۔"

"ایک بات بار بار میرے ذہن میں آتی ہے سومایہ۔ تو میرے سوال کا برا تو نہیں مانے گی۔"

"دیکھا سوال ہے؟"

"تو شرمان کی ماں ہے۔ اپنے اکلوتے بیٹے کے لئے تو اس قدر افسردہ نہیں ہے بتائیں۔"

سومایہ اس سوال پر پہلے کچھ خوفزدہ سی ہو گئی لیکن اس کے بعد اس نے خود کو فوراً ہی یاد دلایا اور بولی۔

"شاید میں تجھ سے زیادہ مضبوط اعصاب کی مالک ہوں میان۔ ہاں میں اس وقت پریشان ہو گئی تھی جب تو نے شرمان کو گرفتار کر کے مجرم کی حیثیت سے اپنے سامنے طلب کیا۔"

مجھے یہ خوف تھا کہ کہیں تو اسے اس کے جرم کی کوئی کڑی سزا نہ دے دے۔ پھر جب تو نے اس کی سزا دی تو مجھے اطمینان ہو گیا۔ میان تیری نیک دلی کو بے شک میں دل سے مانتی ہوں ورنہ زارے اور مستقبل کے سردار تو نجانے کیا کیا کرتے ہیں اور تجھے خود بھی یاد ہو گا کہ سرداری کرنے کے لئے تو نے کیا کیا تھا۔ میان میرا یہ خیال تھا کہ شرمان کو کچھ عرصے قید رکھنے کے بعد تیرے بھائیوں کا جوش کم ہو جائے گا تو اسے آزادی دے دے گا اور سرزنش کر کے دوبارہ اس کی حیثیت بحال کر دے گا۔ مگر تو نے اعلان کیا کہ وہ کبھی سردار نہیں بنے گا۔ تو مجھے بہت غم ہوا۔"

وہ تیرا فیصلہ تھا..... اور میان میں نے تیری ہر بات کو مانا ہے اور ہمیشہ تیری وفاداری کو وہ بات سے مقدم سمجھا ہے، سردار کے فیصلے کے خلاف میں احتجاج بھی نہیں کرنا چاہتی تھی۔"

میں نے بھی کیا۔ شرمان نکل گیا۔ میں تو اب بھی اپنے آپ کو یہی دھوکا دیتی ہوں کہ ہوسکتا اس کے فرار کا بندوبست تو نے ہی کیا ہو۔ تو ایک زیرک آدمی ہے، جس طرح تو نے سارنہ کو سومایہ نے کہا اور میان غصے سے چلا اٹھا۔

"خاموش رہ بد زبان عورت" بار بار مجھے میرے گناہ کا احساس دلا کر کچھ کہیں نے نہیں میں نے ایسا نہیں کیا اور میں نے اپنے ماضی میں جو کچھ کیا ہے، اس کی اس سے بھی ملنی چاہئے مجھے۔ آہ تو نے مجھ پر طعن کیا ہے۔ تو نے میرے زخمی دل پر اور زخم لگائے ہیں ان آپ کو باؤنا کہتی ہے۔ شرمان کے وجود میں میرا نہیں تیرا بھی خون شامل ہے۔"

"شاید تو نے میرا مقصد نہیں سمجھا میان۔ میں یہ نہیں کہنا چاہتی تھی۔" سومایہ پریشانی سے اسے ایک دم احساس ہوا تھا کہ اس نے واقعی اب تک خود کو بہت زیادہ افسردہ نہ ظاہر کر کے دکھائی ہے۔ "میں تو یہ کہنا چاہتی تھی کہ ہم شرمان کے لئے کچھ اور راستے بھی تلاش کر سکتے تھے۔"

نویں روٹنی والے نے ہمیں کوئی دوسرا بیٹھا بھی نہیں دیا۔"

نویں روٹنی والے نے یہ احسان ہی کیا ہے مجھ پر۔ ورنہ میرے بدترین گناہوں کی سزا کچھ اور زیادہ ہوتی۔" میان نے کہا اور کوسے سے باہر نکل آیا۔ جب اس کے دل پر زیادہ بوجھ آ پڑا تو بلند آواز سے اس کی سکون گاہ ہوتی تھیں۔ ہنگامے اس کے ساتھ قدم بڑھائے تو اس نے کہا۔

"میں بیچ میں تھائی چاہتا ہوں۔"

"تو نے غلام کو غلام کے بجائے دوست کا درجہ دیا ہے آقا۔ میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں ہنگامے۔ افسوس اس وقت میں کچھ اور نہ سنوں گا۔" میان نے کہا اور ہانڈیوں کی طرف چل پڑا۔

شام تک آئی تھی اور فضاء سے اندھیرا اتر رہا تھا۔ میان خاموشی سے اسی چٹان پر جا بیٹھا جس کے تمام گناہوں کی گواہ تھی۔ اس کے سامنے میان نے اپنے ہر گناہ کا اعتراف کیا تھا۔ وہ اتنے سے اتنے ہوئے اندھیروں کو دیکھ رہا تھا اور یہ اندھیرے اسے اپنی روح میں اترتے محسوس ہوتے تھے۔ دفعۃً اسے ایک آہٹ سنائی دی اور اس نے ناخوشگوار سے گردن سمجھائی۔ اس کا

دل ہکا ہنگامے حکم عدولی کرتے ہوئے اس کا پیچھا کیا ہے، لیکن اسے ہنگامے کے بجائے ایک جوان لڑکی نظر آئی جو اس کی طرف آ رہی تھی۔ میان حیرانی سے اسے دیکھتا رہا۔ جب وہ قریب آئی تو اس نے پوچھا۔ "کون ہے تو.....؟"

"شام ہے میرا نام.....؟" لڑکی رندھی ہوئی آواز میں بولی۔

"میاں کیوں آئی ہے۔ کس کی بیٹی ہے تو.....؟"

"تیری.....! شام نے جواب دیا۔

میان لڑکی کے الفاظ کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔ پھر اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "ہاں

نئی عمر کی لڑکی میری بیٹی ہی ہو سکتی ہے۔ چنگ میرے قبیلے کی ہر لڑکی میرے لئے بیٹی کا درجہ رکھتی ہے۔" میان نے کئی کئی بار یہی کہنا چاہا تھا کہ کسی کی شکایت کرنا چاہتی ہے تو۔"

"ہاں میں شکایت کرنا چاہتی ہوں۔" شام نے سسکی لے کر کہا۔

"دیکھ لڑکی..... یہ جگہ جہاں تو آگئی ہے صرف سرداروں کے لئے مخصوص ہے۔ یہاں کسی

انسانی کی اجازت نہیں ہے لیکن خیر تو تو عمر ہے ممکن ہے تجھے یہ معلوم نہ ہو۔ کوئی اگر سردار سے

کی شکایت کرنا چاہتا ہے تو اس کے کوسے میں آتا ہے۔ کیا نام بتایا تو نے۔ شاید شام.....

اسے باب کا نام کیا ہے۔"

"میان لائی..... اور جس کی شکایت میں تجھ سے کرنا چاہتی ہوں وہ میری تقدیر ہے؟"

"کیا کبوس کر رہی ہے۔ میان لائی میرا نام ہے اور عقابوں کے قبیلے میں کوئی دوسرا میان

نہیں ہے۔" میان جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

"نویں روٹنی والے کی قسم..... دن کو چپکنے والی آگ اور رات کو روشن کرنے والے چاند کی

”میری بیٹی.....“ میان گھٹے گھٹے لمبے میں بولا۔ اچانک اس کے بدن کو جھٹکا گیا۔ اس نے اختیار کر لیا۔ ”کیا تیری ماں کا نام شہ بان ہے۔ تو فوبا، غلامہ یا شیرماہ ہے۔ مگر تو اپنا نام بتاتی ہے آہ میرے خدا..... تو میری سب سے چھوٹی بیٹی تو نہیں ہے۔ کیا تجھے روزال نے تو نہیں چڑھایا۔ روشنی والے کی قسم اگر تو وہ ہے تو تجھے سینے سے لگا لوں گا۔ روشنی والے کی قسم غلام روزال کو موتیوں میں تول دوں گا۔ میں اسے سچے دل سے معاف کر دوں گا کیا روزال زندہ کیا وہ.....“ میان لائی خوشی سے کانپنے لگا۔

○.....○.....○

شاگک جو بہت خوش تھا۔ بے ہوش افراد کو اس نے بالکل نستا کر دیا تھا اور اس وقت تمام ان کا جائزہ لے رہے تھے روزال نے سرگوشی میں آسٹرو لین سے کہا۔ ”یہ اسی علاقے کے لوگ ہیں پتہ نہیں اس طرف کیسے نکل آئے.....“ شاگک جو نے ہر شے مشورہ کیا آسٹرو لین نے کہا۔

”لیکن عظیم شاگک ان لوگوں کی زبان کون سمجھے گا ان سے اس طرف کے حالات کیسے پتہ چائیں گے؟“ شاگک مسکرا دیا پھر اس نے ایک شخص کو آواز دی جس کا نام یو آن لی تھا۔ ”یو آن سے بولا۔“

”لی میرے دوست مسٹرو لین کا کہنا ہے کہ ان لوگوں سے ان کی زبان میں گفتگو کیسے کی جائے؟ تم انہیں جواب دو.....“ لی نے کہا.....

”میں بتاتی ان کی زبان بول سکتا ہوں، کیسے یہ نہ پوچھنا کیونکہ اس کے پس منظر میں ایک ایسی بات ہے اور وہ کمائی میں مسٹر شاگک جو کو سنا چکا ہوں بس اتنا ہی کافی ہے۔“

آسٹرو لین نے پُر خیال انداز میں گردن ہلا دی ”ان لوگوں کو ایک ایسی جگہ رکھا گیا تھا جہاں انہیں آنے کے بعد ہر موقع واقعے سے نمٹنا چاہئے۔ شاگک بہر حال اس سلسلے میں بہترین منصوبہ بنانے والے ہیں۔ وقت بھی اتنا گزر گیا تھا کہ ان پر سے نشہ آدھے اور شے کا اثر گہرا ہو گیا۔ ان کی کیفیت توقعات سے مختلف نہیں تھی۔ وہ زمین پر پڑے ایک ایک کی صورت رہے تھے پھر ان کے حواس بحال ہوئے تو وہ دیوانہ وار اٹھ گئے۔ انہوں نے اپنے جسموں کو دیکھا اور اس کے بعد ان میں سے ایک شخص نے کچھ کہا، لی پہلے سے اس کے لئے تیار تھا وہ آگے بڑھا۔

”سوماہ..... الخت بانگہ کی بیٹی.....؟“

”اور تیری بیوی..... شمران کو اس نے جنم نہیں دیا تھا۔ شمران اصل میں الخت کا بیٹا اور عشمہ اس کی ماں ہے جو دن رات اس کے لئے روتی رہتی ہے اس عورت کو اس کے سر سے مجبور کیا تھا اور شیرماہ کو الخت بانگہ نے جو نہیں چاہتا تھا کہ سوماہ کی بیٹی کی ماں کہلائے اور پیدائش مجھے عشمہ کی گود میں ڈال دیا گیا اور عشمہ کے بیٹے کو سوماہ نے حاصل کر لیا۔ یہ جانے کیوں کیا گیا۔ لیکن اصل ظلم میری ماں نے کیا اور مجھے لاوارث کر دیا۔“

میان کے چہرے پر زلزلے کے تاثرات ابھر آئے تھے۔ وہ آنکھیں پھاڑے شاگک کو دیکھا۔ شاگک نے کہا۔

”شیرماہ کے کوسے میں انجی ہوں میں۔ وہاں نہ میری ماں ہے اور نہ باپ وہ سب کا اور..... اب میں ان کے پاس نہیں رہ سکتی۔ تجھے یہ سب کچھ بتا کر میں اب کسی پہاڑ کی پہاڑی سے پیچے کود جاؤں گی۔ میں اس عورت کو کبھی ماں نہیں کہوں گی جسے علم تھا کہ میں اس کی بیٹی ہوں۔ مگر اس نے کبھی میری پیشانی نہیں چومی۔ میرے سردار میں ہر محبت سے محروم ہوں۔ میری کسی کے لئے ضروری نہیں ہے میں تمنا نہیں جی سکتی۔“ شاگک ہلکے ہلکے کر رونے لگی۔ میان

شیرماہ نام شمران ہے اور تم سے جو شخص گفتگو کر رہا ہے یہ لاگاکے نام سے جانا جاتا ہے باقی

بہن کی بستی معلوم ہوتی تھی شمران انہیں مشورہ دو کہ پہاڑوں سے آگے قدم بڑھائیں اور اس بستی کے سربراہ سے مبارغہ طلب کر کے اس کی سربراہی حاصل کر سکتے ہوں ان لوگوں کی مدد کے لئے۔

شمران سوچ میں ڈوب گیا پھر یہ تجویز شاگک جو کے سامنے رکھ دی مگنی تو شاگک جو نے پُر خیال راز میں گردن ہلا کر کہا۔

”میرے دوست شمران میں اپنے مترجم کے ذریعے اپنا یہ خیال تم تک پہنچا رہا ہوں مجھے اپنے بھائی شمران سے مشورہ کرنے کا موقع دو اور ہاں ذرا یو آن لی کو اس بستی کا جائے وقوع بتا دو اور یہی بتا دو کہ وہ کتنے فاصلے پر ہے اور ہمیں وہاں تک پہنچنے کے لئے کونسا ذریعہ سفر اختیار کرنا چاہیے۔“ یو آن لی نے شمران سے اس بارے میں معلومات حاصل کیں اور شاگک جو نے تمام ذہین لوگوں کو جنہیں وہ اپنا مشیر سمجھتا تھا اور جن پر اعتماد رکھتا تھا جمع کر کے کہا۔

”اور یہ تو ہمارے منصوبے میں شامل تھا کہ ہم یہاں سے قدم آگے بڑھائیں اور اتفاق کی بات ہے کہ مذہب دنیا کے لئے جو جال میں نے پھیلایا تھا وہ اتنا کارآمد نہیں رہا جتنا میں نے سوچا تھا۔ لیکن پھر بھی میرے ساتھی اور وہ جواب میرے قابل اعتماد دوستوں میں شامل ہو گئے ہیں اتنی باتیں ہیں کہ ہم ایک چھوٹی آبادی کو قابو میں کر سکتے ہیں گویا وہاں سے شاگک کی مملکت کا آغاز ہو جائے گا۔ اور یہ حق پہاڑی جو اپنے آپ کو سردار بنانا چاہتا ہے اگر ابتدائی طور پر ہمارے ہمدردی بخیل کرے مطلب یہ کہ ہم اسے عارضی طور پر اس بستی کی سربراہی سونپ دیں تو کوئی نقص نہیں کیونکہ اس کے ذریعے آئندہ کے لئے بہت سے کام نکل سکتے ہیں اور یہ تو بہت ہی اچھا کام ہے۔ ہمیں شاگک کی مملکت کا آغاز ہو جائے، ایسی دو چار بستیاں ہمارے قبضے میں آجائیں تو سمجھ لو کہ ہمیں اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہم انہیں اتنا طاقتور بنادیں گے کہ پہاڑوں کو اس طرف رخ کرنے کی جرأت نہ ہو سکے گی۔ اور اسکے بعد ان پہاڑوں کی گھرائیوں میں پہنچے ہوئے عظیم الشان خزانے شاگک کی مملکت کو جلا بخشیں گے اور میری دوست اور دست راست ہوں اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ یہ زمینیں ایسی معدنیات سے مالا مال ہیں کہ شاگک کی مملکت کو عظیم مملکتوں میں شمار ہو سکتی ہے واہ گویا تقدیر نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا۔“

اور یہ فیصلہ شمران کو سنایا گیا تو شمران نے انہیں بتایا۔..... ”اس بستی کا نام کرشانہ ہے اور یہی مگنی بستی نہیں ہے ہمیں اس پر حملہ کر کے اسے قبضے میں کرنا ہے اور تم لوگ مطمئن رہو، شمران کی ریت ہے کہ مبارغہ طلب کرنے والے کو کامیابی پر سرداری سونپ دی جاتی ہے اور میں تمہیں علاقوں کا باشندہ ہوں اس لئے اس کا حق رکھتا ہوں۔“

پانچ سو منصوبہ تیار ہو گیا، شاگک کے ساتھ تقریباً ڈیڑھ سو افراد جن میں اس نے آسٹرو لین کے ساتھ گروپ کو بھی شامل کیا، زربدان کو تو اس نے خودی اپنا دست راست بنا رکھا تھا، بس اس کا معاملہ سامنے آیا لیکن لیزا کو ساتھ لینے کی سفارش زربدان نے کر دی اور کہا کہ بستی پر حملہ کرنے والوں میں وہ بھی ایک کارآمد شخصیت ثابت ہوگی۔ کیونکہ وہ آتشیں ہتھیار چلانا جانتی ہے اور اس کا ملاحظہ بھی لیزا نے کر کے دکھا دیا لیکن درحقیقت زربدان، آسٹرو لین، روزال، بڈ اور بڈو، درمیان جو خفیہ مینگ ہوئی تھی اس میں زربدان نے طے کیا تھا کہ اس بستی کو چھوڑ کر

بھی میرے دوست ہیں لیکن ہم یہاں کیسے آگئے اور وہ شے کیا تھی جس نے ہمیں بدست کر دیا۔“ اگر اسے پی کر تمہیں لطف آیا تو سمجھ لو کہ یہاں اس کے ذخائر موجود ہیں اور ہمیں تم دوستی درکار ہے۔“

شمران نے مسکراتی نگاہوں سے اپنے ساتھیوں کو دیکھا اور بولا۔ ”لگتا ہے ہم نے شاطر لوگ ہم پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئے ہیں، لیکن لاگایا یہ ایک دلچسپ اور اچھی بات ہے کہ ہمیں ایسے لمحات میں کام کے لوگ مل گئے جن سے ہماری بات بن سکتی ہے۔“

لاگایا آنکھیں چمک آنکھیں اس نے کہا۔ ”شرط یہ ہے کہ یہ لوگ ہم پر اعتبار کریں۔“ یو آن لی نے کہا۔ ”..... ہم خود تمہاری دوستی اور تمہارا اعتبار چاہتے ہیں۔“

”مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم تمہاری گرفت میں کیسے آگئے؟“

”وہ صرف اتفاق تھا ہمارے کچھ احقر ساتھی اس راستے سے گزرتے ہوئے کچھ لوگوں کو گرا آئے جنہوں نے تمہاری رہنمائی یہاں تک کر دی اور چونکہ ہم لوگ ان پہاڑوں میں رہتے ہیں اس لئے مجبوراً تمہیں یہاں لانا پڑا۔“ یو آن لی نے یہ سب کچھ طے شدہ منصوبے کے تحت شمران نے اسے قبول کر لیا اور اس کے بعد بولا۔

”ہر چند کہ پہاڑوں کے اس طرف آنے والوں کو ناپسند کیا جاتا ہے اور تمام قبیلے اس متفق ہیں کہ ان میں آپس میں کتنی ہی چپقلش کیوں نہ ہو، لیکن کسی بیرونی شخص کو دیکھتے ہی فرجے جاتے، لیکن میں واحد شخص ہوں اور میرے یہ ساتھی بھی میرے ہی ہم نوا ہیں کہ میں تمہاری دوستی کا ہاتھ بڑھا سکتا ہوں اور اس کے پیچھے ایک باقاعدہ مقصد ہے۔“

”تو پھر میرے ذریعے اس عظیم مملکت کے سربراہ سے گفتگو کرو۔“ یو آن لی نے کہا۔

شمران اور لاگایا نے ہونے والی تمام گفتگو سے آگاہ کیا تو شاگک نے کہا۔

”ہم اس معزز دوست کو خوش آمدید کہتے ہیں اور اگر اس کے پاس کوئی منصوبہ یا خیال اس کی پذیرائی کرنے کو تیار.....“

یو آن لی کے ذریعے جو گفتگو شمران نے شاگک سے کی اس کا لب لباب یہ تھا کہ سردار کا بیٹا ہے لیکن سردار نے اسے قبیلہ بدر کر دیا ہے اور اب وہ اپنا مقام خود بنانا چاہتا ہے لی کے ذریعے شمران نے پہاڑوں کے اس طرف کی جو داستانیں سنائیں وہ شاگک کے دلچسپ تھیں۔ اور شاگک نے اپنے ان دوستوں کے لئے دل کے دروازے فراخ کر دیے۔ عیاش طبع تھا۔ یہاں اسے جو صورتیں دیکھنے کو ملیں انہوں نے اسے بہت متاثر کیا اس نے کہا۔

”لاگایا پہاڑی عورتیں بھلا ان حسین لڑکیوں کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتی ہیں ایک بہت ہی دلچسپ بات ہے کہ یہ چالاک لوگ یہاں اپنا مسکن بنانے میں کامیاب ہوئے اتنا ضرور جانتے ہیں کہ اب پہاڑوں کا کوئی قبیلہ ہمیں دوست کی نگاہ سے نہیں دیکھے ہمارے دشمن ہیں، ایسی حالت میں پہاڑ پار کے ان احقروں کے ذریعے قوت کیوں نہ مان جائے؟“

”یہ ایک بہترین عمل ہوا ہے اور ہم آخری بار جس بستی کے قریب سے گزرے

آگے بڑھ جائیں گے لیزا نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔ "لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم جانیں گے؟"

"ذرا آہنی یہ بات تو ہمارے درمیان پہلے سے طے تھی کہ ہمیں پہاڑوں میں آگے بڑھ کر تو صرف اتفاق تھا کہ ہم یہاں شاٹنگ کے قبضے میں آگئے، اگر ایسا نہ ہوتا تو اپنے منصوبے کے مطابق اس علاقے میں داخل ہونے کے بعد ہم یہاں کے لوگوں کا روپ اختیار کرتے آپ لوگوں نے منصوبے کے تحت تو ان علاقوں کی زبان سیکھی تھی بات صرف جلیوں کی ہے تو یہ تو بہت اچھا ہے ہمیں یہاں کے ماحول کا جائزہ لینے کے لئے کچھ وقت مل گیا ملے بھی تبدیل کر لے جائیں گے اس مصیبت سے تو نکلا جائے۔"

آسٹرو لین نے لیزا کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "اور یوں لگتا ہے ذرا لیزا کہ تم اصل میں ڈر ہو گئی ہو ورنہ ہمارے پروگرام میں کوئی حیرت ناک تبدیلی نہیں ہوتی ہے سوائے اس انٹرنیٹ کے جو یہاں اپنی مملکت تعمیر کرنے میں مصروف ہے۔" لیزا نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر ہلا دی..... چاروں طرف منصوبہ بندیاں تھیں۔ شاٹنگ اپنے طور پر سوچ رہا تھا کہ شمران کو ہٹائے، شمران اور اس کے ساتھی اپنے اقتدار کے لئے کوشاں تھے اور آسٹرو لین اپنے بیچے گروہ کے ساتھ اس خیال کے تحت مصروف تھا کہ انہیں یہاں سے نکلنے میں مدد مل جائے۔ نے تیاریاں بھی برق رفتاری سے کی تھیں اور منصوبہ بڑی تیزی سے تکمیل کی جانب بڑھ رہا تھا۔ شاٹنگ نے تمام لوگوں میں ہتھیار تقسیم کر دیے یو آن لی کی مدد سے نقشہ ترتیب جس میں شمران نے مخلصانہ رہنمائی کی تھی اور پھر یہاں کے معاملات چند ذمے دار لوگوں کرنے کے بعد شاٹنگ نے شمران کی رہنمائی میں قدم آگے بڑھا دیئے اور اچھا خاصا لشکر ساتھ تھا جو بلاشبہ کسی چھوٹے موٹے قبیلے سے جنگ کر سکتا تھا۔

○.....○.....○

وہ سب حواس باختہ ہو گئے انہوں نے ایک دوسرے کی صورتیں دیکھیں پھر شیراہ سے گھٹی گھٹی آواز نکلی "رحم..... روشنی والے رحم..... کیا ہم پر برا وقت آگیا۔" شیراہ کی بیوی نے کہا۔ "ماہ لخت دوڑو..... شیراہ تم بھی باہر جاؤ ممکن ہے ابھی زیادہ دور نہ گئی ہو۔ آہ کاش وہ دور نہ گئی ہو اور تمہیں باہر مل جائے۔ ابھی کوئی لچھ نہیں باہر قیمت پر قابو میں کر لیتا خواہ اسے زخمی کرنا پڑے۔ بے ہوش کر دیتا اسے کہ اس کے من لفظ نہ نکلے ارے خود کو سنبھالو، جلدی کرو..... اور ہاں یہاں سے میان کے کوستے کی طرف ضرور اسی طرف گئی ہوگی اپنی ماں کے پاس یا....."

شیراہ اپنے بیٹے کو اشارہ کر کے باہر نکل آیا۔ باہر آکر اس نے ماہ لخت سے کہا۔ مختلف سمتیں اختیار کرنی چاہئیں پتہ نہیں وہ کس راستے سے گئی ہو۔ "دونوں چل پڑے حالت بہت خراب تھی۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

"خیریت تو ہے بزرگ شیراہ کچھ پریشان نظر آتے ہو۔"

"اس وقت میرا راستہ نہ روک مجھے جلدی ہے۔"

ہوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاؤ شاید میں کچھ مدد کر سکوں۔" "تو بہت جتنی ہے امراس دراصل شامہ ناراض ہو کر کوستے سے نکل گئی ہے وہ بہت جذباتی ہے مجھے میں اپنی زندگی کے لئے کوئی خطرہ نہ مول لے بیٹھے۔" "شامہ تمہاری پوتی....."

"ہاں!"

"آہ..... یہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں کس قدر خود سر ہو گئے ہیں کسی کو خاطر میں ہی نہیں لاتا کیا ہوا تھا.....؟"

"تیرا دماغ خراب ہے شاید..... بہتر ہے کہ تو بھی اسے تلاش کر مل جائے تو چاہے زبردستی پڑے اسے میرے کوستے پر لے جانا۔"

"میں ہاں ٹھیک ہے۔ میں جاتا ہوں۔" امراس نے کہا۔

"اور سن کسی اور کو اس بارے میں نہ بتانا کہیں تو مجھے رسوا ہی نہ کر دے۔"

"میں تیرا دوست ہوں دشمن نہیں۔" امراس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ ماہ لخت سے شیراہ قات میان کے کوستے کے پاس ہی ہوئی تھی دونوں نے ایک دوسرے کو مایوسی سے دیکھا۔ "وہ اس طرف نہیں آئی....." ماہ لخت نے کہا۔

"آؤ اسے دوسری جگہوں پر تلاش کریں۔" نہ جانے کتنی دیر وہ مارے مارے پھرتے رہے ہاتھ کے ساتھ کوستے پر واپس لوٹنے کے ممکن ہے شامہ واپس آگئی ہو لیکن غمزدہ اور رانیسہ بے ناامیدی کی تصویر بنے ہوئے تھے۔

"آہ اب کیا کریں....." شیراہ نے کہا۔

"لخت ہاند کو اطلاع دی؟" رانیسہ نے پوچھا۔

"نہیں..... ابھی نہیں؟"

"اسے بتاؤ اس نے ہمارے لئے مشکلات کے پہاڑ کھڑے کر دیئے ہیں۔ آہ اب ہمیں میان اب سے کوئی نہیں بچا سکے گا۔" رانیسہ پریشانی سے بولی۔

"میں اس کے پاس جاتا ہوں....." شیراہ نے کہا اور اگلے قدموں واپس چل پڑا۔ اس نے ہاتھ کو زخمی فرمائی تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

"تم دیوانے ہو گئے ہو شیراہ۔ کیا تمہیں احساس نہیں تھا کہ اس وقت شامہ کی زبان بندی زندگی کی ضمانت ہے اگر وہ میان تک پہنچ گئی تو ہمیں کتے کی موت مرنے سے کوئی نہیں بچا دے گا۔ یہ کیا خبر سنائی ہے تم نے..... آہ کاش میں وہ کرپاتا جو میں نے سوچا تھا۔ لیکن ارے بڑا لڑکچہ رہے ہو سب لوگ مل کر اسے تلاش کرو۔ آہ..... تیری بیٹی نے ہمیں موت سے بچا دیا۔ شیراہ جاؤ اسے تلاش کرو..... میں سو مایہ کے پاس جاتا ہوں..... میں کوشش کرتا ہوں میان تک نہ پہنچ پائے۔"

میان خود حیرت سے منہ کھول کر رہ گئی۔ دیر تک وہ ماں اور باپ کو دیکھتی رہی پھر اس نے اپنے ہاتھوں کو دیکھا کہ وہ کس قدر تھک چکی ہیں۔ "میں تمہاری اس سازش میں شریک نہیں تھی لیکن تم نے جو کچھ کیا وہ میں نہ خواہ کماں کماں گئی..... مجھے میری بیٹی چاہئے سمجھے تم لوگ۔"

میری تقدیر یہی ہے تو میں کیا کر سکتی ہوں۔“
 ”میری دیوانگی نے یہ دن دکھایا ہے اگر اسی وقت میں اپنی تجویز عمل کر کے شیراہ کے خاندان
 لڑتا تو ہمیں یہ دن دیکھنا نصیب نہ ہوتا اس سے زیادہ ہم تیرے لئے قربانیاں نہیں دے
 رہے۔ چل زندگی ہم پر اتنی بھاری بھی نہیں ہے۔ چل اور خبردار تو اس نافرمان بیٹی کے لئے
 بن جائے گی۔“

اب آخری کوشش کر کے بھی ہار گئے۔ میان کے بارے میں تو پتہ چل گیا کہ وہ عبادت
 ہاؤس پر موجود ہے لیکن شامہ کا پتہ نہیں چلا تھا۔ شیراہ نے کہا۔ ”ہم بہت دور نہیں جائیں
 گے۔ کھانے پینے کا سامان ساتھ لے لیا ہے کچھ فاصلے پر نکل کر پہاڑوں میں چھپ جائیں گے
 بعد میں ہم میں سے کوئی ایک چوری چھپے واپس آکر حالات معلوم کرے گا ممکن ہے شامہ
 ہی کر لے کاش ایسا ہو جائے۔ ہم خاموشی سے واپس آجائیں گے۔“

”ہاں یہ ممکن ہے۔“ الخت بانٹنے لگا آدمی رات کے بعد وہ سفر کے لئے تیار ہو گئے طے یہ
 ایک ایک دو دو کر کے سرحد عبور کی جائے اور آخری چٹان کے پاس سب ایک دوسرے کا
 رہیں۔ ایسا ہی کیا گیا۔ الخت بانٹہ ارادہ کے ساتھ نکلا ماہ لخت عثمہ کے ساتھ اور شیراہ
 کے ہمراہ آخری چٹان کے پاس پہنچ گیا۔ رات ایک پہرے سے بھی کم رہ گئی تھی اور پہاڑوں کی
 روش ہونے لگی تھیں۔ سب یکجا ہو کر آگے بڑھنے لگے اور رفتہ رفتہ انہوں نے اپنی رفتار
 بڑھا دی۔ اب وہ جس قدر جلد ممکن ہو یہاں سے دور چلے جانا چاہتے تھے۔ لیکن چاند ڈوٹے کے
 پہنچ کر چاکا چاکا انہوں نے کچھ دیکھا اور ان کے سانس رک گئے وہ آنکھیں مل کر دیکھنے
 لگے۔ کچھ دیر رہے تھے وہ حقیقت تھی چودہ گھوڑے اپنے سواروں کے ہمراہ کھڑے ہوئے تھے اور
 ان کے میان لائی تھا جو انہیں گھور رہا تھا۔

روشنی اتنی ضرور ہو گئی تھی کہ انسانی نقوش باسانی دیکھے جاسکیں چنانچہ کوئی شبہ نہیں تھا۔ وہ
 لڑی تھی ان کے جسموں کی جان نکل گئی۔ سب بچھا گئے۔ میان لائی نے ان سے ملاقات
 کیا۔ ہاتھ دڑے کا انتخاب بھی بڑی ذہانت سے کیا تھا۔ اور یہاں آکر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ
 اور یہاں آگیا ہے اور پھر اتنے سارے لوگوں کی کسی جگہ اتفاقہ آمدیہ بھی ایک احتمالہ
 نہ میان خود گھوڑے پر سائت بیٹھا ہوا تھا اور بالکل خاموش تھا ایک عجیب سا انداز اختیار
 اس نے..... پہاڑیوں کے عقب سے سورج کی آمد کا اعلان ہو رہا تھا۔ اور کرنیں ہر اداں
 پہاڑوں کی جانب کوچ کر رہی تھیں۔ یہاں تک کہ مکمل روشنی ہو گئی۔ میان کی اس طرح
 ان لوگوں کے جسموں کا خون سکھا رہی تھی۔ کسی ایک میں بھی اتنی جرأت نہیں ہوئی کہ وہ
 کو متحرک کر سکتا۔ الخت بانٹہ، شیراہ، ماہ لخت اور دوسری عورتیں سب کے سب جوں کی
 سہ ہوئے تھے۔ جب روشنی بجھ گئی تو میان نے آہستہ سے اپنا ایک ہاتھ گھوڑے کی پشت
 پر گھوڑے سے نیچے کود آیا۔ ان سب کے جسموں کو اس طرح جھٹکے لگے، جیسے اب تک وہ
 ان کے سہ سے سائت ہوں۔ میان کا اپنی جانب بڑھتا ہوا ایک ایک قدم انہیں اپنے سینوں پر
 ٹک رہا تھا۔ سب سے پہلے میان نے الخت بانٹہ کو دیکھا۔ پھر شیراہ کو اس کے بعد اس
 ایک فرد کا جائزہ لیا۔ پھر واپس مڑا اور اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے سر دلبے میں

”ہاں ہاں خود غرض لڑکی ہمیں تو قیامت تک جینا ہے نا اگر شرمان سردار بن جائے۔“
 عرس بڑھ جاتیں نا۔ وہ مثل صادق ہے کہ اچھا کرو تو واہ..... اور بُرا ہو جائے تو.....
 دوسرے پر الزام رکھنے کے بجائے اب یہ بتا کر کیا کریں ہم لوگ، میان اس وقت کہاں ہوگا۔
 ”مجھے نہیں معلوم..... کچھ دیر قبل وہ یہاں سے گیا ہے میرے اور اس کے درمیان
 گفتگو ہوئی تھی۔“

”کیوں.....؟“
 ”اس کا خیال تھا کہ میں شرمان کے لئے اتنی اب بے تاب نظر نہیں آتی بتائیے
 چاہئے۔“

”کیا اسے کوئی شبہ ہو گیا ہے۔“
 ”نہیں..... یہ اندازہ تو نہیں ہوتا تھا لیکن وہ خود بہت افسردہ ہے۔ اور ہر وقت بڑبڑ
 ہے۔“

”روشنی والا ایسا نہ کرے لیکن ان لمحات میں اگر اس پر حقیقتوں کا انکشاف ہو گا
 غصہ دو آتش ہو جائے گا۔ سن تو حالات سے ہوشیار رہنا رائیہ تیرے پاس ہے تجھے کوئی
 شامہ یہاں آجائے تو مجھے فوراً اطلاع کرانا۔ میں چلا ہوں۔“

شامہ کے سامنے جھٹکے لگے لیکن کسی کو شامہ کی تلاش میں کامیابی نہ حاصل ہو
 الخت بانٹہ شیراہ کے پاس پہنچ گیا اس نے ہڈیوں سے لے کر کھال تک۔ ”کاش شامہ نے دلہرا
 خود کشی کر لی ہو۔ کاش وہ بدل ہو کر بستی چھوڑ گئی ہو۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہوا تو کل کار
 ہماری موت کا دن ہو گا۔ یہ میری پیش گوئی ہے۔“

”لیکن ہم مفروضوں پر تو انکھار نہیں کر سکتے۔“ شیراہ بولا۔
 ”یہی میں بھی کہنا چاہتا ہوں۔“
 ”تو پھر ہم کیا کریں بانٹہ؟“

”اپنا قیمتی سامان سمیٹ لو اگر آدمی رات تک ہم شامہ کا پتہ چلانے میں کامیاب
 ہوتے تو سورج نکلنے سے قبل بستی چھوڑ دیں گے اور منزلیں مارتے ہوئے دور نکل جا
 چاہو تو ہمارے ساتھ چل سکتے ہو۔“
 ”کیا سوایہ بھی۔“

”ہاں وہ بھی ہمارے ساتھ ہوگی۔ میان اسے بھی نہیں چھوڑے گا۔“
 ”ٹھیک ہے بانٹہ..... اس کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں۔“ شیراہ ٹھنڈی سانس
 سوایہ نے باپ کی تجویز سن کر حزن سے لہجے میں کہا۔ ”نہیں بانٹہ..... نہیں میرے باپ،
 بیٹا تھا اسے سزا بھی ہوئی لیکن وہ نکل گیا ممکن ہے وہ کبھی عثمہ کو مل جائے مگر مجھے کیا
 نہ شوہر نہ سردار کی ماں کھلانے کا حق، میں اپنی تقدیر کا فیصلہ نہیں سنوں گی۔“
 ”ہم تیرے لئے در بدر ہو رہے ہیں۔ تو ہمیں چھوڑ دے گی۔“
 ”ہاں میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گی۔“
 ”خواہ میان تجھے قتل کر دے۔“

بولتا.....

”ان سب کو باندھ لو.....“ یہ کہہ کر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اس کے موجود لوگ اپنے گھوڑوں سے اتر گئے اور انہوں نے میان کے حکم کی تعمیل شروع کر دی۔ سسکنے لگی تھیں۔ عشرہ بالکل ساکت تھی اور اس کے چہرے سے یہ اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ یہ کتنی خوفناک اور خوف محسوس ہوا ہے یا وہ پریشان ہے، جبکہ ارادہ اور ارادہ رکشی کے پھندے میں پڑنے لگے تو میان لائی نے دوسرا حکم دیا۔

”انہیں بستی کی جانب لے چلو۔“ یہ کہہ کر اس نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھایا۔ لوگوں نے قیدیوں کو گھوڑوں کے حصار میں لے کر قدم قدم آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ یہ اندازہ آئینہ سلوک تھا جو میان لائی نے ان لوگوں کے ساتھ روا رکھا۔ لیکن اب بھی کسی کے لفظ نہیں نکلا تھا، کہتے بھی تو کیا۔ ہاں سوچیں دماغ میں گردش کر رہی تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میان کے پاس پہنچ گئی اور تمام حقیقتیں مشکف ہو گئیں، سب کچھ معلوم ہو گیا تھا اور یہ اسی کا رد عمل ہے۔ لیکن اب کیا ہو سکتا ہے، جو ہوتا تھا ہو گیا اب اس ہوتی کو باندھیں بس کی بات نہیں تھی۔ بہر حال بُرا ہوا تھا ان سب کے ساتھ۔ بچت کا اب کوئی پلہ نہیں رہا یہی غنیمت تھا کہ ان لوگوں کو سست رفتار سے سفر کرایا جا رہا تھا۔ جسموں کی جان تو بچ گئی تھی۔ اگر گھوڑوں کی رفتار ذرا بھی تیز ہو جاتی تو اس کے سوا اور کچھ نہ ہوتا کہ جب جسم بستی میں داخل ہوتے تو ان میں زندگی کی کوئی رمت نہ ہوتی اور حلقوں کے مسکن آگاز ہو گیا تھا لوگ کسی انوکھے واقعہ سے بے خبر اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے کسی پر کام کرنے والوں نے اتنی صبح میان کو کہیں سے آتے ہوئے دیکھا تو تھوڑے سے حیران ہوئے اپنے اپنے کام روک کر اسے دیکھنے لگے۔ لیکن اس کے فوراً بعد جب انہوں نے میان کو محافظوں کے ساتھ کچھ قیدیوں کو دیکھا تو ان کا تجسس انتہا کو پہنچ گیا۔ اور اس کے بعد محافظوں میں پھیلنے سے کون روک سکتا تھا۔ ایک سے دوسرے کو..... دوسرے سے تیسرے کو.....

اور تھوڑی ہی دیر کے بعد پوری بستی افواہوں کی لپیٹ میں آ گئی۔ لوگ ایک دوسرے کو انوکھی کمائیاں سن رہے تھے۔ پھر جب میان کے منادی کرنے والے ہر کارے بستی کے لوگ بتانے لگے کہ انہیں میان کے کوستے کے سامنے پہنچنا ہے تو ساری بستی اپنا تجسس رٹ کر لے کر اس جانب دوڑ گئی۔ ہر شخص حقیقت جاننے کا خواہاں تھا اور اب اس کی اجازت مل چنانچہ حیران لوگ میان کے کوستے کے سامنے والے میدان میں جمع ہونے لگے۔ سواہی معلوم تھا اور وہ کوستے ہی میں تھی۔ میان کوستے میں واپس نہیں گیا تھا۔ لیکن جب سواہی سے جھانک کر رستوں سے بندھے ہوئے قیدیوں کو دیکھا تو اس کے پیروں میں اتنی جان نہ کھڑی رہ سکتی۔ وہ زمین پر بیٹھ گئی تھی اور اس کی آنکھوں کے سامنے موت ناچنے لگی تھی۔ دل میں اس نے سوچا کہ الخت باغہ میرے باپ ایک بے مقصد سازش کی تھی تو نے جب سال گزرنے پر بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا بلکہ بالآخر وہ طشت ازباہ ہو گئی۔ تو خود بھی بڑھا پٹا اور بہت سوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ بھلا اب میان کسی کو کہاں چھوڑے گا۔ شامہ البتہ

یہ الفاظ بھی حیرت ناک تھے، الخت باغہ نے پریشان نگاہوں سے میان کو دیکھا اور یہ اندازہ کہ میان کے چہرے پر اس وقت جو کیفیت چھائی ہوئی ہے اس میں کسی کو معاف کرنے کا کوئی موجود نہیں ہے۔ پھر جب دو افراد شیر کی دموں سے بنائے ہوئے چابک لے کر سامنے پہنچے تو باغہ اور شیراہ کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ ان میں سے اگر ایک بھی چابک جسم پر پڑ جائے تو نہ کوکنا ہوا بیڑوں تک پہنچ جائے۔ ان کا یہاں آنا بتا تھا کہ اس وقت صرف ہی ان سے مانے۔ میان لائی نے پھر اسی انداز میں کہا۔ ”الخت باغہ تو اپنے جرم کا انکشاف اپنی زبان سے گا اور تیرا ہی بولنا کافی ہے اور اس کے بعد اگر ایک لمحہ خاموشی اختیار کی گئی تو یہ دونوں ہمدار اس وقت تک تم پر چابک برساتے رہیں گے جب تک تم نہ توڑ دو؟“ ”نہیں میان“ انہوں نے بستی کے لوگوں میں اپنا اور ان تمام لوگوں کا جرم بتاتا ہوں جس کی پاداش میں ہم لوگ رہ کر یہاں تک آئے ہیں..... بہت پرانی بات ہے، اس وقت کی بات جب میان نے اسے شادی کی تھی..... سواہی میری بیٹی جس کے ذہن میں یہ بات میں نے بٹھائی تھی کہ میان کے مطابق وہ یقیناً بیٹے کی ماں بنے گی اور اسے سرفرازی حاصل ہوگی۔ میان نے یہ کہی تھی کہ اگر سواہی اسے بیٹا نہ دے سکی تو اسے واپس جانا ہوگا۔ بستی والو بد نصیبی نے بیٹے کی ماں نہ بنایا بلکہ اس کے ہاں بیٹی ہی پیدا ہوئی۔ لیکن میں نے پہلے سے انتظامات کر لئے کہ اگر ہماری خواہش کی تکمیل نہ ہو سکی تو ہم کم از کم میان کو یہی بتائیں گے کہ اس کے

میان لائی جب کچھ دیر کے بعد نمودار ہوا تو ایک نئے ہی رنگ میں تھا اس کے جسم پر ہتھیار بٹے تھے اور اس کا چہرہ جو پچھلے کچھ عرصے سے مردنی کا شکار نظر آتا تھا اس وقت کھلا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس نے اپنے بڑھاپے کو جوانی میں تبدیل کر لیا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس بلند جگہ جا کھڑا ہوا، جہاں سے وہ بستی کے لوگوں سے بات کرتا تھا۔ اس نے سرد لہجے میں کہا۔ ”الخت باغہ، شیراہ، سواہی اور یہاں جو کوئی موجود ہے کے لوگوں کو بتاؤ کہ تمہارا جرم کیا ہے.....؟“

ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے اور اس کے لئے میں نے شیراہ کو مجبور کیا کیونکہ اس کے بیٹے ماہ لخت
بیٹا پیدا ہوا تھا۔ میں نے خاموشی سے ماہ لخت کے بیٹے کو سوماہ کی آغوش سے پیچھا دیا اور انہیں
بیٹا میان کے بیٹے کی حیثیت سے پرورش پانے لگا۔ وہ شران ہے، بستی والو سوماہ کی بیٹی شران
لخت کی بیوی عثمہ نے پروان چڑھایا اور یہ بھی ایک جج ہے کہ میں شیراہ، ماہ لخت اور شران
سب اس خیال سے سرشار تھے کہ سوماہ کی آغوش میں پرورش پانے والا شران بالآخر
عقابوں کا سردار بنے گا اور جب اقتدار اس کے ہاتھ میں آجائے گا تو ہم لوگ اسے تاج
اس وقت میان کچھ نہ کر پائے گا کیونکہ سردار ہماری مٹھی میں ہوگا۔ لیکن بستی والو پر
ہمارا ساتھ نہیں دیا اور شران بڑا نکل آیا، شامہ کو یہ معلوم ہو گیا کہ وہ اصل میں سوماہ کی بیٹی
اور وہ برداشت نہ کر سکی اور اس نے اپنے باپ میان کو ساری حقیقت بتادی، جب ہم
شامہ کی گمشدگی کا احساس ہوا تو ہم نے یہاں سے فرار کا منصوبہ بنایا اور ہمیں عین وقت
وڑے سے گرفتار کر لیا گیا۔ اس جرم کا آغاز میں نے کیا تھا، شیراہ، ماہ لخت اور اس کی بیوی
نے مجبور کیا تھا بعد میں یہ لوگ میرے جرم میں شریک ہوئے، جب سچائیاں بتائی ہیں تو میں
کو پوشیدہ نہیں رکھنا چاہتا سوماہ میری بیٹی کو بہت دیر کے بعد یہ حقیقت معلوم ہوئی تھی
وقت جب میں نے ان تمام حقیقتوں کو چھپانے کے لئے یہ سوچا تھا کہ شیراہ اور اس کے خاندان
ختم کر دوں اور نیکیوں کا پرچار کرنے کے لئے سوماہ کی بیٹی کو میں خود پروان چڑھاؤں لیکن سوماہ
حقیقتوں سے واقف ہو کر شدت سے اس کی مخالفت کی۔ اس کے علاوہ وہ شیراہ کا بیٹا لخت
اس کی بیوی عثمہ اس جرم میں مجبوراً شریک ہوئے میری آرزو ہے کہ سزاؤں کا تعلق
واقعات کی روشنی میں کیا جائے۔ تاکہ جو بے گناہ ہیں انہیں گناہ گار کی نسبت کم سزائے۔
لخت باغہ خاموش ہو گیا، اب ان آخری لمحات میں جب اس نے محسوس کر لیا کہ زندگی
کا کوئی امکان نہیں رہا ہے تو ایک نیکی کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اس نے اور حقیقت کو من و مان
کر دیا تھا۔

”ہاں؟“

”کب.....؟“

”عقابوں کی بستی والے دنگ رہ گئے، بستی میں اس سے پہلے واقعات تو بہت سے پیش
تھے۔ لیکن ایسی کوئی سازش شاید اس وقت بھی نہیں ہوئی تھی جب میان نے سارنہ کو دھوکا
کر عقابوں کی سرداری حاصل کی تھی۔ میان نے بہر طور سارنہ سے مبارنہ تو کیا تھا، لیکن
بات ہے کہ اس کا طریقہ کار مختلف تھا، اور اس طریقہ کار کے تحت ہر قیمت پر سارنہ کو شکست
تھی کیونکہ وہ اپنے دوست سے اس سازش کی توقع نہیں رکھتا تھا، لیکن لخت باغہ نے جو کہ
وہ عقابوں کی بستی میں ایک حیران کن کمائی تھی۔ لوگوں کے منہ حیرت سے کھل گئے اور
طرف مبہمٹھائیں گونج اٹھیں۔ میان کے روئے سے اظہار ہو رہا تھا کہ وہ سازش کرنے والو
خلاف ہر وہ سنگین کارروائی کرے گا جو ممکن ہو سکے گی۔ لیکن یہ کارروائی کیا ہوگی یہ تجس
میں تھا.....

”میں تیری بیوی ہوں میان.....؟“
”نہیں..... تو بدکار عورت ہے۔ اور تو نے مجھے گناہ گار کیا ہے۔ میری بیوی تو اسی وقت نہ
تھی جب تو نے بنی کو جنم دیا تھا۔ پیچھے ہٹ اور قیدیوں کے ساتھ کھڑی ہو جا..... بستی
سے تم ان کی سزا کا فیصلہ نہیں کر پا رہے۔ اس لئے یہ فرض میں سرانجام دے رہا ہوں۔
کی حیثیت سے.....“

”سب کے سانس رک گئے ہر شخص گوش بہ آواز ہو گیا تھا۔“

○.....○.....○

میان سرد نگاہوں سے اپنی بستی کے لوگوں کی کیفیات کا جائزہ لے رہا تھا اور اس کی
خاموشی دلوں کو دہشت میں مبتلا کر رہی تھی۔ دیر تک ماحول پر سناٹا مسلط رہا۔ پھر میان نے کہا۔
”میری بستی کے لوگو! تمہیں علم ہو گیا شران میرا خون نہیں ہے۔ وہ بدکار نوجوان ہیں

بوزال نے سنے ہی اسلوب تراشے تھے وہ عیش کوش تھا۔ ظالم فطرت کا مالک تھا۔ حاصل کرنے کے بعد اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا تھا کہ تمام بوڑھے شیروں سے عبارت کر لی تھی۔ اس نے کہا تھا۔

”میرے باپ نے سرداری کا بوجھ میرے شانوں پر رکھ دیا ہے اور کرشانہ کو اب قیادت نے سنبھالا ہے۔ ہم بوڑھوں کے افکار نہیں مانتے۔ وہ ذہنوں کو کند کرتے ہیں۔ کہ پابندیاں قبول کر دو۔ رقص و موسیقی بری چیز ہے۔ زندگی کے تھکا دینے والے امور انہیں اگر ہنس بول کر تھوڑی سی فرحت حاصل کر لی جائے تو بری بات نہیں ہے۔ اس سے مزید کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔“

”لیکن اس سے بے راہ روی پیدا ہوتی ہے۔“ اس کے باپ رندال نے کہا۔

”ہرگز نہیں پرانے سردار..... تو میرے دور سرداری کو دیکھنا۔ نوجوان چست ہوں گے۔ زیادہ کام کریں گے۔ جلد کریں گے اس خیال کے تحت کہ شام کو ان کی پسند کی گئی۔“

کرشانہ کے بے وقوف سردار باہر نکل تجھ سے مبارعہ طلب کیا جاتا ہے۔ بستی میں تیری کا دور ختم ہو گیا اور اب شران اس آبادی کی سرداری کرنا چاہتا ہے۔ باہر نکل خود اس کا مقابلہ کرنا اپنے شوالے کو بھیج۔“

”تو سردار ہے اب اپنی ذمہ داریاں سنبھال۔“ دوسرے بزرگ رندال سے کہتے۔

”شاید تو نے بیٹے کی بہتر تربیت نہیں کی۔ یہ کیوں نہ سوچا تو نے کہ تیرے بیٹے کا ہے۔“

شوالے تو بے شمار تھے لیکن سب کے سب انگور کے عرق سے نڈھال۔ بمشکل تمام بوزال نکلے اور وہ اپنا کھڑا لے کر باہر نکل آیا۔ مورچوں پر چڑھے ہوئے لوگوں کے کرنا بند کر دیئے اور بستی کے لوگ آہستہ آہستہ باہر نکلنے لگے نوجوانوں کو یہ خبر بھی پہنچی کہ بستی کے قیدیوں میں سے کسی ایک قبیلے کا نوجوان بوزال سے مبارعہ طلب کر رہا ہے۔ بوزال انھیں پھاڑتا ہوا مقابلے کے میدان میں نکلا، جہاں اس نے اس قوی پیکل کو دیکھا جس کے بدن میں بجلیاں ترپ رہی تھیں اور چونکہ یہ رسم صدیوں پرانا رواج تھی لہذا بوزال کو کیا تو دست برداری کا اظہار کر دینا چاہئے تھا یا پھر فیصلہ مبارعے کے ذریعے ہوتا۔ وہ پوری طرح سمدھ بدھ میں نہیں تھا اس لئے کھڑا لے کر نکل آیا تھا اور کھڑا لے کر نکل آیا۔ مقابلے کا آغاز ہو گیا۔ لیکن بوزال خود بھی انہی تقریحات کا ریا تھا۔ توجہ نہیں دی اور کرشانہ پسماندگی کی طرف بڑھنے لگی۔ اس سال تو پھلوں کی فصل ہوئی تھی۔ جبکہ کرشانہ کے باشندے پھلوں کے انبار لے کر ہر سال دوسری بستیوں میں جاتے۔ پھلوں کے عوض ضروریات کی دوسری اشیاء تبادلہ کر کے لے آتے تھے لیکن نوجوانوں نے نہیں کیا تھا اور پھل پروان نہیں چڑھ پائے تھے چنانچہ اس بار پریشانیاں زیادہ بڑھ گئیں۔ سی پریشانی بوزال کو بھی ہوئی تھی اور وہ انگوروں کی فصل نہ ہونے کی وجہ سے ہوئی انگوروں کا عرق پرانا کر کے اسے پیا جاتا اور اس سے سرور حاصل کیا جاتا تھا۔ انگوروں کے عرق کو بوتلوں میں بند کر کے محفوظ کر لیا جاتا جو رقص و سرور کی محفلوں میں تقسیم کئے جاتے۔ بوزال نے اس بات پر برہمی کا اظہار کیا۔ لیکن تاروب نے پرانے ذخیرے سے نکال کر سامنے پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ ذخیرہ ضرورت پوری کر دے گا بشرطیکہ اسے احتیاط سے جائے۔ یہ سردار کی سوچ تھی۔ بزرگ البتہ اب بھی یہ پیش گوئی کر رہے تھے کہ کوئی ضرور آئے گا جب بوزال اپنے کئے کا نقصان اٹھائے گا اور یہ نہایت مکمل پیش گوئی تھی۔ اس صبح جب کرشانہ کے بزرگ جاگ رہے تھے اور نوجوان سو رہے تھے اچانک کرشانہ کی

”آہ اس چور نے خود کو چھپائے رکھا تجھے اس کی فطرت کا کبھی اندازہ نہیں ہو سکا۔“ اس کی بے راہ روی مشکلات لائے گی یہ ہماری پیش گوئی ہے۔“ بزرگوں نے غلام تھا نوجوان محفلیں جمانے لگے تھے۔ ان میں ساز بجائے جاتے، رقص کیا جاتا اور رات بستی کے لوگ ان ہنگاموں سے سونہ پاتے نتیجے میں دن دیر سے ہوتا اور دوسرے کے لئے نہ جاتا۔ وہ کامل ہوتے جا رہے تھے، فصلیں خراب ہونے لگیں۔ نوجوان دوسری تقریحات کا راغب ہو گئے۔ پریشانیوں کا آغاز ہو گیا۔ لیکن بوزال خود بھی انہی تقریحات کا ریا تھا۔ توجہ نہیں دی اور کرشانہ پسماندگی کی طرف بڑھنے لگی۔ اس سال تو پھلوں کی فصل ہوئی تھی۔ جبکہ کرشانہ کے باشندے پھلوں کے انبار لے کر ہر سال دوسری بستیوں میں جاتے۔ پھلوں کے عوض ضروریات کی دوسری اشیاء تبادلہ کر کے لے آتے تھے لیکن نوجوانوں نے نہیں کیا تھا اور پھل پروان نہیں چڑھ پائے تھے چنانچہ اس بار پریشانیاں زیادہ بڑھ گئیں۔ سی پریشانی بوزال کو بھی ہوئی تھی اور وہ انگوروں کی فصل نہ ہونے کی وجہ سے ہوئی انگوروں کا عرق پرانا کر کے اسے پیا جاتا اور اس سے سرور حاصل کیا جاتا تھا۔ انگوروں کے عرق کو بوتلوں میں بند کر کے محفوظ کر لیا جاتا جو رقص و سرور کی محفلوں میں تقسیم کئے جاتے۔ بوزال نے اس بات پر برہمی کا اظہار کیا۔ لیکن تاروب نے پرانے ذخیرے سے نکال کر سامنے پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ ذخیرہ ضرورت پوری کر دے گا بشرطیکہ اسے احتیاط سے جائے۔ یہ سردار کی سوچ تھی۔ بزرگ البتہ اب بھی یہ پیش گوئی کر رہے تھے کہ کوئی ضرور آئے گا جب بوزال اپنے کئے کا نقصان اٹھائے گا اور یہ نہایت مکمل پیش گوئی تھی۔ اس صبح جب کرشانہ کے بزرگ جاگ رہے تھے اور نوجوان سو رہے تھے اچانک کرشانہ کی

”آہ اس کو سمجھائے کہ مد مقابل سے مقابلہ نہ کرے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ وقت سے پہلے ہی ہو چکا ہے میرا بیٹا تو ہے۔ اس کا مد مقابل اسے ضرور ہلاک کر دے گا۔“ بوڑھے رندال نے کہا۔

”اس کو سمجھاؤ کہ مد مقابل سے مقابلہ نہ کرے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ وقت سے پہلے ہی ہو چکا ہے میرا بیٹا تو ہے۔ اس کا مد مقابل اسے ضرور ہلاک کر دے گا۔“ بوڑھے رندال نے کہا۔

”آہ اس کو سمجھاؤ کہ مد مقابل سے مقابلہ نہ کرے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ وقت سے پہلے ہی ہو چکا ہے میرا بیٹا تو ہے۔ اس کا مد مقابل اسے ضرور ہلاک کر دے گا۔“ بوڑھے رندال نے کہا۔

”آہ اس کو سمجھاؤ کہ مد مقابل سے مقابلہ نہ کرے۔ کیونکہ اس کا نتیجہ وقت سے پہلے ہی ہو چکا ہے میرا بیٹا تو ہے۔ اس کا مد مقابل اسے ضرور ہلاک کر دے گا۔“ بوڑھے رندال نے کہا۔

”تو خوش نصیب ہے شران کہ تجھے اتنی آسانی سے سرداری مل رہی ہے ہماری طرح اس خوش نصیبی کی مبارکباد قبول کر۔“ شران کے ساتھی نے کہا۔
 ”ہے کوئی غیرت مند۔“ شران نے پھر لوگوں کو دیکھا تب ایک بوڑھے شخص نے کہا۔
 ”نہیں جوان..... تو اپنی رسم پوری کر..... کرشانہ کے جوان اپنی اپنی غیرتوں کو تنہا لئے مدھوشی کی نیند سو رہے ہیں۔“

”اے بوڑھے شخص مجھے اتنا کمزور نہ سمجھ اور مجھ سے مقابلہ کر۔“ بوزال نے کہا۔
 ہوئے کہا۔ ”یہ بوڑھے توبہ و قوف ہیں۔“

اور پھر وہ شران کے مقابل آگیا۔ اس نے تین بار کھلاڑے سے وار کئے اور شران دے کر اس کے وار خالی دیئے۔ چوتھا وار شران نے کیا۔ اور اس کے کھلاڑے نے بوزال کی شانوں سے نیچے گرا دی رندال نے ایک دلخراش چیخ ماری اور بیٹے کی طرف دوڑ پڑا۔ شران ختم کر کے پیچھے ہٹ گیا اور اس کے ساتھی خوشی سے آتشیں دھماکے کرنے لگے۔ شران کو مل گئی تھی اور کرشانہ کا ایک بزرگ رندال سے کہہ رہا تھا۔

”غلطی تیری ہے رندال۔ اولاد کی بہتر تربیت کرنا والدین کی ذمہ داری ہے اور ذمہ داری سے گریز کرتے ہیں انہیں اسی طرح جوان اولاد کی لاشیں میدانوں سے اٹھاتے ہیں۔“

کرشانہ کے رہنے والے دم بخود تھے۔ اچانک ہی منظر بدل گیا تھا۔ کل تک یہاں سرداری تھی اور اب ایک اجنبی شخص کرشانہ کا مالک تھا۔ کرشانہ فتح کرنے والوں نے ہر کو قبضے میں لے لیا تھا۔ لیکن ان میں سے کسی نے ابھی تک کرشانہ کے کسی شخص کو کوئی نہیں پہنچایا تھا۔ لوگ کہتے کے عالم میں تھے۔ شدید ٹھٹھن کا شکار تھے جس کی سب سے بڑی تھی کہ مبارزہ جیت کر سرداری حاصل کرنے والا بالکل اجنبی تھا۔ وہ اس کے بارے میں جاننے تھے۔ لیکن انہیں یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ فاتح بے وقوف نہیں ہیں۔ انہوں نے کرشانہ کو نظر انداز نہیں کیا تھا۔ کرشانہ سے باہر جانے والے راستوں کو انہوں نے محفوظ کر لیا تھا کی چالاکی کی دلیل تھی۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ وہ لوگ شکوں اور حیلوں سے بھی آتے تھے۔ سوائے چند افراد کے۔ بزرگوں میں سے کچھ کا خیال تھا کہ یہ پہاڑ پار کے لوگ چند کے سوا یہ بات اور کوئی نہیں جانتا تھا۔

ادھر شران نے سرداری سنبھال لی تھی۔ اس کے دوست اس کے دست راست اور باقی دوست دندناتے پھر رہے تھے اور کرشانہ کا جائزہ لے رہے تھے۔ بوزال کے بوڑھے اجازت دیدی گئی تھی کہ وہ بیٹے کی آخری رسومات سرانجام دے لے۔ کسی شخص کو کھٹہ پہنچایا گیا تھا۔ شران نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا۔ ”ہمیں اب پہاڑ پار والوں کے رویہ اختیار کرنا چاہئے۔“

لاگاتے فوراً جواب دیا۔ ”ان کی دوستی بہترین ہے۔ ہمیں راتوں رات سرداری جو اتنی آسان بھی نہیں تھی اس کے علاوہ ان کا جو منصوبہ ہے وہ ہمارے حق میں ہے۔“
 اقتدار حاصل کرنے کے بعد ہم دوسرے قبیلوں کو بھی دیکھیں گے اور پھر ایک مضبوط

تکیل دے کر بالآخر اپنے اصل مقصد کے لئے کام شروع کریں گے۔ بظاہر یوں لگتا ہے جیسے یہ فیصلہ خود اقدار سے دلچسپی نہیں رکھتا جو پہاڑ پار والوں کا سردار ہے۔ اس کے مقاصد اگر ہماری رائیں روکتے تو انہیں جاری رہنے دیں گے اور اگر یہ ہمارے لئے کہیں مشکل بنا تو اپنی قوت بھانے کے بعد ہم انہیں ٹھکانے لگا دیں گے یہ کام مشکل نہ ہو گا۔“
 ”مجھے لاگاتے اتفاق ہے۔“

”کرشانہ کے کچھ نوجوانوں سے میں نے معلومات حاصل کی ہیں۔ ان کے خیال میں بوزال ایک اچھا سردار تھا۔ اس نے انگوڑ کے عرق سے ایک مشروب بنانے اور اس کے استعمال کی اجازت دی تھی جو سرور آور ہوتا ہے۔ ایک جوان نے مجھے ایسے عرق کا تحفہ پیش کیا اور یہ عرق اس سے مختلف نہیں جو پہاڑ والوں کے پاس ہوتا ہے۔“ شران کے دوسرے دوست نے انکشاف کیا۔
 ”یہ تو بڑی خوشخبری ہے اس کا مطلب ہے کہ میرا قبیلہ سمجھدار لوگوں کا قبیلہ ہے۔“ شران خوش ہو کر بولا۔

”میری رائے ہے شران کہ ابھی اپنی کسی خواہش کی تکمیل کے بارے میں نہ سوچ۔ کرشانہ کے لوگ بے ضرر نظر آتے ہیں ان کے سامنے خود کو ان کا وفا شعار ظاہر کر اور ان سے اپنے اقدام کا مشورہ لے۔ اس طرح تجھے طویل عرصے تک ان کا اعتماد حاصل رکھنا ہو گا جب تک ہمیں کئی قبیلوں کی سرداری نہیں مل جاتی۔ بعد میں انہیں کے ہتھیاروں سے ہم انہیں مار دیں گے۔“

”تو بہترین مشیر ہے لاگاتے۔“ شران نے اعتراف کیا۔ تب وہ اپنے دوستوں کے ساتھ شاگ جو کے پاس جا پہنچا جس نے اپنی ذہانت کے گل الگ سے کھلا رکھے تھے۔ مثلاً وہ قبیلے کی آبادی سے بالکل ہٹا ہوا تھا اور اس نے پہاڑوں کی بلندیوں پر ایسے کار آمد سامان تلاش کئے تھے جس کے نیچے ہر طرح آرام تھا۔ ان پلٹ فارموں سے ایک سمت تو پورے قبیلے کو گولیوں کی زد میں رکھا جاسکتا تھا اور ان پر نگاہ رکھی جاسکتی تھی۔ تو دوسری طرف بیرونی راستوں کی بھی دور دور تک غرائی کی جاسکتی تھی۔ یہاں رہنے سے دو فائدے حاصل کئے تھے۔ پہلی بات تو یہ کہ قبیلے سے دور رہا جاسکے دوسری یہ کہ کسی بھی سمت سے کوئی گڑبڑ ہو تو اسے یہیں سے سنبھالا جاسکے۔ شران کو اس طرف آتے ہوئے دیکھ لیا گیا تھا۔ تین دن کے بعد اس نے شاگ جو کی جانب رخ کیا تھا اور شاگ جو نے بھی اسے ہر طرح کی آزادی دے رکھی تھی شاگ جو کو اس کے آنے کی خبر پہلے سے مل گئی تھی اور جب شران بلندیاں طے کر کے شاگ جو کے سامنے پہنچا تو شاگ جو نے اس کا بچپانہ خیر مقدم کرتے ہوئے کہا۔

”کرشانہ کے عظیم سردار میں انتظار کر رہا تھا کہ تو اپنی سرداری مستحکم کر لے تو میں تجھ سے ملاقات کروں۔“ یو آئی نے شاگ جو کے الفاظ کا ترجمہ کر کے شران کو سنایا تو شران نے کہا۔

”قبیلوں میں مقدس روحانی پیشوا ہوتے ہیں جن کا احترام سرداروں پر واجب ہوتا ہے“ اور ان کا مسئلہ یہ ہے کہ جو چیز اسے متاثر کر لے، پہاڑ پار کے عظیم سردار، شران یہ بات کبھی نہیں سمجھ سکتا کہ اس کے وسیع تر منصوبوں کا سنگ بنیاد تو نے رکھا ہے اور تو ہی اس کا روحانی پیشوا ہے۔ کوئی کام تیری مرضی کے خلاف نہیں ہو گا۔ ہماری رہنمائی کرتا رہ اور ہمیں بتاتا رہ کہ اب

ہمیں کیا کرنا چاہئے۔ ہم اس سے سروانحراف نہیں کریں گے اور تیری اطاعت گزاری کریں گے۔ ”لاگا کے منصوبے کے تحت شمران نے بھی اپنے جذبات کا اظہار کیا اور یو آن لی سے شمران کے جذبات کا اظہار سن کر شاگ نے مسرور انداز میں گردن ہلائی، پھر بولا۔

”تب یوں سمجھ شمران کہ ایک جانب تیرے منصوبے پائیدہ تکمیل تک پہنچتے رہیں گے دوسری طرف شاگ اپنے مقاصد کی تکمیل کرتا رہے گا۔ ہم کرشانہ میں مضبوطی سے قدم جماؤ گے بعد قریب کو دیکھیں گے اور مجھے یقین ہے کہ تھوڑے ہی عرصے کے بعد ایک اور قبیلہ کرشانہ میں ضم ہو جائے گا۔“

”میرا مقصد ایک خاص قبیلہ تک پہنچنا ہے جس کی سرداری مجھے ہر قیمت پر حاصل کرنی ہے لیکن یہ بہت بعد کی بات ہے اب مجھے یہ بتاتین سورج تین چاند گزر چکے ہیں کرشانہ والوں کے ساتھ میں کیا رویہ اختیار کروں۔“

”اس دوران تو نے یہاں کے لوگوں کا جائزہ لے لیا ہو گا اور ایک سردار کی حیثیت سے تجھے یہ کرنا چاہئے تھا..... کیسے لوگ ہیں یہ..... تیری اطاعت گزاری کریں گے یا تجھ سے سرکشی.....“

”پہاڑوں کے دوسرے قبیلوں کی طرح یہاں کے نوجوان احق نہیں معلوم ہوتے، وہ زور سے لطف اندوز ہونا جانتے ہیں اور مجھے ایسے لوگ پسند ہیں۔“

”تو پھر ان کے ساتھ مہمانی سے پیش آنا نہیں ہر طرح کی آزادی دے اور ان میں سے کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ ان پر اپنا اعتماد قائم کر کے انہیں ضروری امور میں مصروف کر دے اور بہت اچھی بات ہے کہ ابھی آس پاس کے قبیلوں کو یہ پتہ بھی نہ چلے کہ کرشانہ میں کوئی تبدیلی ہوئی ہے، جہاں تک ہماری ضرورتوں کا تعلق ہے ہمارے پاس ابھی بہت کچھ ہے۔ میں کچھ دن یہاں قیام کرنے کے بعد واپس پہاڑوں میں چلا جاؤں گا اور نئے منصوبے لے کر آؤں گا تاکہ آگے قدم بڑھانے میں دشواری نہ ہو.....“

”نہیک ہے میں تجھ سے یہی ہدایات لینے آیا تھا۔“ شمران کچھ دیر کے بعد ہاں سے ہاتھ ہٹا کر پلٹ آیا اور اس نے پہلی بار کرشانہ کے لوگوں کے لئے مٹادی کرائی کہ وہ ایک وسیع میدان میں ہو جائیں۔ تب کرشانہ والے سسے سکلے وہاں پہنچ گئے۔ شمران نے مجمع عظیم کو دیکھ کر کہا۔

”کرشانہ والو! یہ سب کچھ جو ہوا ہے پہاڑوں کے رسم و رواج سے مختلف نہیں ہے، لاگا کو سرداری حاصل ہوتی ہے اور بوزال اس قابل نہیں تھا کہ وہ کرشانہ کی سرداری قائم کرے اور اب میں تمہارا اپنا سردار شمران ہوں، سنو کرشانہ کے نوجوانو ایک نوجوان کی قیادت آزادی بخشی ہے کہ ہنسی مسکراتی زندگی گزارو، کرشانہ کو جہاں غذا اور دوسرے سامان کی ضرورت ہے وہیں نوجوانوں کی خوشیاں بھی مجھے عزیز ہیں۔ انگور کے پانی کا استعمال میں تمہارے لئے قرار دیتا ہوں۔ انگور کی زیادہ سے زیادہ کاشت کرو اور اس کا پانی استعمال کر کے سرد حاصل میں تمہیں رقص و موسیقی کی اجازت بھی دیتا ہوں دن بھر کی محنت کے بعد اگر ناچ گانے کی سجائی جائے تو کوئی ہرج نہیں ہے، میرا حکم ہے کہ اپنی طاقت کو بحال رکھو اور طاقت دوطرفہ بحال ہوتی ہے اپنی کلفت خود کرو اور ساتھ ہی ساتھ زندگی سے لطف بھی حاصل کرو۔“

نوجوانوں کے چہرے پہلی بار کھل اٹھے، اتنی آزادی تو بوزال نے بھی نہیں دی تھی۔ لیکن ہمارے آنے والا تو بہت ہی کشادہ دل تھا چنانچہ نوجوانوں کے نعروں سے پہاڑیاں دہل اٹھیں، ہر گھونٹنے ایک دوسرے سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

”اور یہ سب کچھ پہاڑ پار والوں کا قانون ہے۔ اور تم لوگ اب اس بات پر یقین کر لو کہ ان کی محنت پہاڑوں میں صدیوں کی روایتیں دم توڑ رہی ہیں۔ اور اب ان کا زوال قریب آگیا ہے۔ ورنہ ان پر یہ جہاں نازل نہ ہوتی۔“

اس طرح کرشانہ میں ایک زبردست قسم کے جشن کا آغاز ہو گیا۔ نوجوانوں نے شمران کے ہاتھ پر لگائے اور بوڑھے گردنیں جھکا کر واپس لوٹ گئے۔

شمران نے ایک کامیاب سرداری نظام کا آغاز کر دیا تھا اور ادھر شاگ جو اس کے ساتھی بنی ہیں یہ رنگ رلیاں دیکھ رہے تھے شاگ جو نے مطمئن انداز میں ان تمام کارروائیوں کو دیکھا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ایک مرحلہ اطمینان سے پائیدہ تکمیل کو پہنچ گیا۔

پھر اسی جشن کی رات شاگ جو نے اپنے تمام مستعدوں کو جمع کیا اور ان کے ساتھ ایک اہم نشست کی اس نے کہا۔

”اب تک جو واقعات پیش آئے ہیں اور جس طرح ان پہاڑوں میں یہ بے وقوف شخص ہمارے ہاتھ لگا ہے ہم اسے اپنے دشمن کے لئے ایک نیک شگون سمجھتے ہیں۔ اس بے وقوف کو اپنے ہاتھ لگائے رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ یہ پہاڑ والوں میں سے ایک ہے۔ اسے سمجھا جاسکتا ہے اور ہمارے تعاون سے یہی دوسرے قبیلوں کو قابو میں رکھنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ اس کے ذریعے ہمیں قوت حاصل ہوگی۔ تم لوگ یہ نہ سمجھنا کہ میں صرف پہاڑوں کی دولت حاصل کر کے اس کی تجارت کرنا چاہتا ہوں جیسا کہ میں تم سب کو بتا چکا ہوں کہ حکمرانی میرا حق ہے اور یہ حق مجھے حاصل ہوگا، لیکن اس وقت جب ہم آس پاس کے چند قبیلوں کو قابو میں کر لیں گے ہمیں ان کا مضبوط حصار بنانا ہو گا اس دوران ہم ان لوگوں کا مزاج ان کی ہر کیفیت کا جائزہ لے لیں گے اور پھر ہاں سے ہمیں مزدور حاصل ہوں گے اور یہ مزدور پہاڑوں میں کھدائی کر کے ہماری اس خواہش کی تکمیل کریں گے جو ہمیں دنیا کے امیر ترین لوگوں میں شامل کر دے گی۔ دوستو کسی بھی بات سے بد نہ نہانا ہوتا۔ شاگ ایک رحم دل حکمران ہے، لیکن وہ عقل سے حکمرانی کرنا چاہتا ہے جذبات سے نہیں۔ ہمیں افرادی قوت حاصل ہو جائے گی اور ہمارا کام شروع ہو جائے گا تو ان چند قبیلوں کو ہم ان کا طور بنا دیں گے کہ پہاڑوں کی وسعتوں میں پھیلا ہوا کوئی بھی قبیلہ اس کی سمت رخ کرنے کی ہمت نہیں کر پائے گا اور اس وقت جب ہم یہ قوت حاصل کریں گے تو پھر بیرون دنیا سے کاروبار کا مذاکرہ کریں گے۔ شاگ کے عظیم ذہن کو داؤد اور اپنے شاندار مستقبل کے لئے شاگ کے شانہ شانہ کام کرو اسی میں تمہاری نجات ہے۔“

وہ لوگ جو شاگ کے اپنے آدمی تھے خوشی سے تالیاں بجانے لگے تو دوسرے بھی بحالت بھڑکی اس میں شامل ہو گئے۔ لیکن ایک خوف ان کے چہروں سے عیاں تھا۔ بہت سے اب تک ان لوگوں میں جی رہے تھے کہ ہو سکتا ہے کہ شاگ کا زوال ہو اور وہ یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں۔ لیکن نظر ہر تمام راستے مسدود نظر آ رہے تھے۔

میان کی آواز ابھری۔

”بہتی والو ان کے جرم کی سزا زیادہ سے زیادہ موت ہو سکتی ہے لیکن میں انہیں موت کی نہیں دوں گا۔ موت انہیں ان کے جرم سے بے خبر کر دے گی اور میں ان کے بچھتاؤں سے لطف نہیں اٹھا سکوں گا جو لطف میں اٹھانا چاہتا ہوں۔ ان لوگوں نے مجھے بہت بڑی خوشی سے کیا ہے اگر زندگی کے اس دور میں مجھے علم ہو جاتا کہ سوایہ بیٹے کی ماں نہیں ہے تو صبر سے علیحدہ ہونا پڑتا اور میں ایک بار پھر اپنے قبیلے کی کسی عورت سے شادی کر کے قہر آزمائی کرتا۔ لیکن مجھے محروم کر دیا گیا۔ میں انہیں بھی اس وقت تک اپنی اس محرومی کی سزا چاہتا ہوں، جب تک ان کی یا میری زندگی باقی رہے چنانچہ میں فیصلہ کرتا ہوں کہ ان سب کو قید کر جائے، کسی کے ساتھ کوئی رعایت نہیں ہوگی۔ یہ قید خانوں میں بدترین قیدیوں کی حیثیت سے گزاریں گے۔ وہاں انہیں انسانوں جیسی کوئی سولت حاصل نہیں ہوگی۔ چنانچہ میرے اس فیصلے کی آخری سمجھا جائے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ جس طرح شران قید سے آزاد ہو کر بھاگ گیا ہے اسی طرح ان میں سے کچھ لوگ یا یہ سب فرار ہو جائیں گے۔ قید خانے کا نظام ہی بدل دیا جائے گا اور قیدی موت سے پہلے وہاں سے نہ نکل پائے گا۔ شامہ میری بیٹی ہے، میرے بعد اسے میرے قبیلے سب سے بہتر حیثیت حاصل ہوگی اس کے حکم کو میرا حکم سمجھا جائے گا۔ بے شک وہ میرا شوالہ بن سکتی، لیکن میں کسی کو شوالہ بنانا بھی نہیں چاہتا، جس دن میں نے اپنے آپ کو کمزور محسوس کیا سرداری سے دست برداری کا اعلان کر دوں گا اور تم لوگوں کو یہ حق حاصل ہو گا کہ اپنی پسند شخص کو سردار چن لو۔ ایک بار پھر اس کھاڑے کو ہاتھ میں لے کر کہتا ہوں کہ یہ ہر مبارک کرنے والے کے خون کا پیا سا رہے گا اور جس کا جب دل چاہے قسمت آزمائی کرے۔ اب لوگ منتشر ہو سکتے ہو۔“

عقاب منتشر ہو گئے میان کے سپاہی قیدیوں کو لے کر قید خانے کی طرف چل پڑے۔ ہزار نے انتظامی امور سنبھالنے والے سالار سے کہا۔

”اور سنو قید خانے کو انسانوں کا مدفن بنا دو دیواریں اتنی مضبوط کر دو کہ کوئی دہاں سے نکلے پائے، میں وہاں کے نظام کے لئے نیا منصوبہ تمہیں دوں گا۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ کون قیدی جا سکتا ہے۔“

کچھ دیر کے بعد وہ اپنے کوستے میں واپس آیا اور اس نے شامہ سے کہا۔ ”میری بیٹی، تجھے ماں کی محبت مل سکی نہ باپ کی شفقت، دونوں چیزیں چھین لی گئی تھیں تجھ سے۔ ماں کا تصور تو تو نے فراموش کر دے کہ تیری اس حقیقی ماں نے جس نے تجھے جنم دیا تھا اپنے مقصد کی تکمیل کے لئے تجھے خود سے دور پھینک دیا وہ ایک سچی ماں نہیں تھی کیونکہ ماں کے تصور کے ساتھ بارگاہ احساس جاگتا ہے، وہ اس عورت میں بالکل نہیں تھا۔ ناوہ اچھی بیوی تھی اور نا اچھی ماں۔ باپ محبت اب تجھے حاصل ہو چکی ہے، پورے اعتماد اور سکون سے زندگی بسر کر، تجھے ہر طرح کی آسائش حاصل ہوں گی۔ باقی لوگ مجرم تھے اور مجرموں کو سزا دے دی گئی ہے۔“ پھر سکون کی پہاڑی پہنچے غلام بنگا سے کہا۔

”اور تو ہمیشہ میرا تعاقب کرتا رہتا ہے میں تیرے تفکرات کو سمجھتا ہوں بنگا، لیکن افسوس ہے کہ میں اس سمندر بہت وسیع ہے۔ اس میں کوئی جزیرہ نہیں ہے، مجھے اس سمندر میں بھٹکتے رہنا ہے بنگا، آؤ اور کچھ تھا یا نہیں، لیکن یہ ایک سچائی تھی کہ شہ بدان میری وفادار عورت تھی، تو خود ہی میں اس نے کسی کو چاہا تھا اور میں نے اس کی اس نادانی کو اس کے لئے پوری زندگی کا عذاب بنایا۔ میں نے ہمیشہ اس سے زہر میں ڈوبی ہوئی گفتگو کی۔ تقدیر نے اس کا ساتھ نہیں دیا۔ میں نے اگر وہ بیٹے کی ماں بن جاتی تو میرا دل اس سے صاف ہو جاتا۔ لیکن بنگا میرے لئے گناہوں کا بازار وسیع ہو رہا تھا۔ میں اس پر ظلم کرتا رہا اور دیکھ لے تقدیر نے مجھ سے بدلہ لیا، ایک طویل رات تک بیٹے کا باپ ہونے کا لطف اٹھانے کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ وہ میری اولاد نہیں تھا۔ بنگا بچا ہوا یا میرا میں نہیں جانتا کبھی سوچتا ہوں کہ شران جیسا بدکار اگر میری ہی اولاد ہوتا تو بہر طور اس کی مرث سے مجھے دکھ ہوتا اب ذرا اطمینان ہے اور ہاں اگر ممکن ہو سکے تو چند افراد کو تمام خیل سے آگاہ کر کے کورہ بخت کی جانب روانہ کر دے اور کورہ بخت کو ساری صورت حال سے آگاہ کر دے اسے میرا یہ پیغام دے کہ میرے تمام بھائیوں کے لئے یہ خوشی کا موقع ہے وہ جشن منائیں کہ ان کی آرزو پوری ہوئی اور میں کسی بیٹے کا باپ نہیں ہوں۔ انہیں یہ پیغام بھی بھجوا دے بنگا کہ شران ان کے ہاتھوں گرفتار ہو جائے تو وہ اس کی سزا میں جتنا اضافہ کر سکتے ہیں، ضرور کر دیں مجھے ان کے بدلے میں خوشخبری سنائیں کہ یہ میرا حق ہے۔“

غلام بنگا نے مدھم لہجے میں کہا۔ ”آقا ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں میں.....؟“

”ہاں غلام بنگا کہہ دے کیا کہنا چاہتا ہے۔“

”وقت تو بہت گزر چکا عظیم آقا اور بے شک باگ دور ہے، لیکن وہاں تک پہنچنا ناقابل عمل ہے۔ جب تو نے شامہ کو اپنے سائے میں جگہ دی ہے تو تیری دوسری بچیاں تجھ سے کیوں دور ہیں۔ تو بالکل تنہا ہو گیا ہے اور جیسا کہ تو نے لوگوں کے درمیان کہا کہ وہ وقت گزر چکا ہے جب تو نے کہا کہ آؤ کرنا..... تو کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ سلاہ کی بیٹی کو تلاش کیا جائے اور ان سب کو لانے کی کوشش کی جائے۔“

”نہیں بنگا نہیں، یہ تو میں اس وقت نہ کر سکا جب میرے دل میں پہلے بار اپنے گناہ کا احساس آگیا تھا۔ سردار سلاہ با طرف تھا کہ اس نے مصرو سکون کے ساتھ اپنی بیٹی کی واپسی کو برداشت کیا۔ یا پھر کون جانے شہ بدان جیسی غیور عورت نے اپنے باپ کی بہتی کا رخ کیا بھی کہ نہیں۔ بدعمر گزرتی گئی بنگا۔ میری بیٹیاں اگر زندہ ہوں تو باپ کے چرے کے نقوش بھی بھول گئی ہوں گی۔ اگر انہیں میرے چرے کے نقوش یاد بھی ہوں گے تو وہ میرے تصور تک پر بھی تھوکتی ہوں گی انہیں یہی کرنا چاہئے۔ اب کوئی فائدہ نہیں۔ مجھے میری آگ میں جلنے دے ہو سکتا ہے یہ آگ ان دنوں خود بجھ جائے اور مجھے سکون مل جائے، بس یہی میرا اختتام ہو گا اور اس کے بعد مجھے کچھ کرنے کی کوشش نہ کرنا تو میرا دوست ہے دشمن نہیں.....“

بنگا نے ٹھنڈی سانس لے کر گردن جھکا لی، مزید کچھ کہنے کی گنجائش ہی نہ تھی جو کہتا۔

باتوں کی ذہانت میں کوئی شبہ نہیں تھا اور اس نے بروقت فیصلہ کیا تھا کیونکہ تھوڑے ہی دنوں

کے بعد فوہا اور دوسری لڑکیوں کو پتہ چل گیا کہ قبیلوں نے ان ڈاکوؤں کی سرکوبی کے لئے مشترکہ طور پر انتظامات کئے تھے اور یہ کوشش کی تھی کہ ڈاکوؤں کی نقل و حرکت پر جنگلوں میں سی نظر پڑ جائے اور جس سمت انہیں دیکھا جائے وہاں ان کے لئے جال بچھائے جائیں۔ اس کا آغاز انہوں نے جلد فوہا وغیرہ کو ہو گیا تھا، چنانچہ اب رخ تبدیل کر لیا گیا اور دوسری سمت سفر کیا جانے لگا۔ بسن بابہ اب خوشحالی کا جھولا بھول رہی تھی۔ وہاں باتو کی ہدایات کے مطابق کام شروع ہو گیا تھا باتو نے لوٹ مار میں ہتھیاروں کے لئے بھی ایک نمایاں مقام رکھا تھا اور جہاں بستیوں سے اجتناب کرنا شروع میوے اور ایسی دوسری اشیاء لوٹی جاتی تھیں وہیں ان سے ہتھیار بھی طلب کئے جاتے تھے اور ان کے والوں کو ہتھیاروں کے عظیم ذخائر حاصل ہو چکے تھے۔ باتو کی حیثیت بلاشبہ بستی باگ میں ایک غرور رہنما کی ہو چکی تھی اور شہ بدن نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ خود اس کا باپ اور دونوں بھائی باتو سے عقیدت مندوں میں شامل ہو چکے ہیں اور اب باتو کے خلاف کوئی بات کہنا بے مقصد ہی ہے اور اس سے کوئی فائدہ نہیں حاصل ہو گا۔ لیکن ایک دن اس نے باتو کو تنہائی میں طلب کر کے کہا۔

”باتو بابا مجھے پورا پورا اندازہ ہے کہ تم کیا کر رہے ہو..... لیکن ایک بات اچھی طرح نشین کر لو کہ اگر تم نے کبھی بھی بیٹھوں کو باپ کے مقابل لے جا کر کھڑا کیا تو میں ان چاروں لوگوں کو اپنے ہاتھوں سے ہلاک کر کے خودکشی کر لوں گی۔ اگر تمہاری یاداشت کمزور ہے تو ان پچھربہ منہ سے اس بستی کا نام سن لو، وہ عقابوں کا مسکن کہلاتی ہے اور اس کے سردار کا نام میان دا ہے۔“

باتو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اور اس نے کہا۔ ”عورت زمین کے کسی بھی نقطہ
تعلق رکھتی ہو اس کی سوچ یکساں ہوتی ہے، میں تیری شوہر رستی کو سلام کرتا ہوں۔ بے فکر رہ،
خود بھی اتنا درندہ نہیں ہوں کہ بیٹیوں کو باپ کا سامنا کرنے پر مجبور کر دوں۔ میرا تجھ سے وعدہ
کہ ہم میان کی ہستی کی جانب کبھی رخ نہیں کریں گے۔“

شہزادان خاموش ہو گئی۔ اس سے زیادہ باتو سے کچھ کہنا بے کار تھا۔ وہ باتو کے سامنے زخمی نظر آتی تھی کہنا تو اس سے یہ چاہتی تھی کہ وہ پہاڑوں میں خونریزی بند کر دے۔ اب پہاڑوں میں اتنا خون بہا چکا ہے کہ اس کے انتقام کی آگ سرد ہو جانی چاہئے لیکن باتو نے جواب نکھیل شروع کر دیا تھا اسے روکنا بھی اب کسی کے بس کی بات نہیں تھی۔ کیونکہ اب ہستی باگ بقاء کا معاملہ سامنے آ گیا تھا۔ بہر حال باتو اپنی کادشوں میں کامیابی سے مصروف تھا۔ لڑکیاں اس اشاروں پر چلتی تھیں اور انہوں نے باگ کے لئے جو کر دکھایا تھا وہ شاید باگ کے سارے فائدہ بھی مل کر اس برق رفتاری سے باگ کو ترقی کی جانب نہیں لے جاسکتے تھے۔ باتو نے اپنے جو ٹھکانے بنائے تھے اب ان میں لوٹی ہوئی اشیاء کے ذخائر کے انبار تھے۔ بڑی ترتیب سے یہ سامان باگ منتقل ہوتا تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اس میں ایک نظام تھا، جو پہاڑ والوں کے ذہن میں نہیں آیا تھا۔ اپنے ٹھکانوں کے تحفظ کے لئے بھی باتو نے ذرا بھی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کیا۔ کیونکہ اب قبیلے ڈاکوؤں کی تلاش میں سرگرداں ہو گئے تھے۔ بدترین نقصانات اٹھانے کے بعد قبیلوں کے سرداروں نے آپس میں بیٹھ کر مشورہ کیا تھا اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔ ہر نے اپنی دیرینہ اینٹ کی مسجد الگ بنا رکھی تھی، کوئی کسی کی سرحدوں سے دلچسپی نہیں رکھتا تھا۔

جو واقعات پیش آرہے تھے وہ اس قدر خطرناک تھے کہ اب وہ ایک دوسرے سے مفاہمت کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اور جنگوں اور پہاڑوں میں پھرے کا بندوبست کیا گیا تھا وہ لوگ جو اب سوچ رہے تھے باتوں کی سوچ اس سے ہزاروں گنا آگے تھی وہ تہذیب کی دنیا کا باشندہ تھا۔ اور پھر اس کا اپنا ایک نامی بھی تھا۔ ایک ایک لڑکی کی ذمہ داری لگائی تھی کہ نہایت احتیاط کے ساتھ اپنے اطراف کی عمرانی کرتی رہے تاکہ کبھی اچانک قبیلوں کے جال میں نہ پھنس جایا جائے۔ اس وقت فوہا کی ذمہ داری تھی کہ وہ ایک مخصوص علاقے تک چکر لگا کر یہ جھان بین کر آئے کہ قرب وجوار میں کسی غریب لگنے والے کا وجود تو نہیں ہے۔

یہ ٹھکانہ نبردو تھا جو ایک سرسبز و شاداب جگہ واقع تھا۔ ایک سمت پہاڑ کی بلندی سے آتشبار گر رہا تھا اور اس سے بن جانے والا دریا ست روی سے بہہ رہا تھا دریا کی گہرائی بالکل نہیں تھی، بس جہاں آتشبار بنتا تھا وہاں گڑھا بن چکا تھا اور اس گڑھے سے پانی ابل کر آہستہ آہستہ چوڑائی میں بہہ رہا تھا، سفید شفاف پانی کے نیچے نظر نہ آتے تھے۔ اس وقت بھی ماحول بے حد خوشگوار تھا۔ آسمان پر ابل چھائے ہوئے تھے اور پہاڑ مسکراتے ہوئے محسوس ہو رہے تھے لیکن فوہا مستعدی سے اپنے طاقتور گھوڑے پر سوار تیز گاموں سے چاروں طرف دیکھتی ہوئی آگے بڑھ رہی تھی۔ جھرنے کے کنارے پڑے ہوئے پتھروں کی بڑی بڑی چٹانیں خاموش اور سنان آسمان کا جائزہ لے رہی تھیں کہ کب بارش کے قطرے آسمان سے زمین کی جانب چل پڑیں۔ پتہ نہیں فوہا کی اندرونی بیانات کیا تھیں لیکن وہ اپنے جنگی لباس میں لمبوس تھی اور اس لباس میں آنے کے بعد زمین پر صرف جنگجو یا نہ کیفیت سوار رہتی تھی۔

گولی کی آواز انہی چٹانوں کی جانب سے ابھری تھی، جو دریا کے کنارے کنارے پھیلی ہوئی تھیں۔ فوجیوں نے گھوڑے کو جھکا دی اور گھوڑے کی پشت خالی کر دی۔

نشانہ بڑا شاندار تھا۔ کیونکہ سنسناتی ہوئی گولی میں اس جگہ سے گزری تھی، جہاں فوہا گھوڑے کی پشت پر سوار تھی۔ بالکل ٹھیک نشانہ لایا گیا تھا۔ لیکن اگر نشانہ لگانے والا دھردیکھ رہا ہو گا تو یقیناً پیش عیش کر اٹھا ہو گا کیونکہ اتنی برق رفتاری سے ماحول کو سمجھنا، اپنی جگہ خالی کر دینا اور واپس گھوڑے کی پشت پر آجانا، انسانی بس کی بات تو نہیں تھی، لیکن ہوا تھا اور گھوڑے نے ایک زبردستی کی تھی۔ دوسری گولی بھی چلی لیکن اس بار رخ بدلا ہوا تھا۔ اب اسے کیا کہا جاسکتا کہ باتوں کیوں کو جو تربیت دی تھی وہ صرف اعصابی تھی۔ سارا انتظام اعصابی کر دیا تھا۔ ہلکی سی سرسراہٹ، بڑی آواز کانوں تک پہنچے اور اعصاب کام کرنا شروع کر دیں۔ سوچ سمجھ کر ایسے کام نہیں کئے جاسکتے تھے..... دوسرا نشانہ بھی خالی گیا لیکن اس کے ساتھ ہی سمت کا صحیح اندازہ بھی ہو گیا اور برق رفتار گھوڑے نے کسی لمبی لمبی چٹلائیں لگائیں، وہ مرکز کی جانب جا رہا تھا جہاں سے گولی چلائی گئی تھی۔ یہ مقابلہ کو منبھیلنے کا موقع نہ دے کر اس کے سر پہ پہنچ جانا ہی کامیابی کی دلیل ہوتا ہے۔ ایک لمحے کے اندر اندر فوہا گھوڑا دوڑنا ہوا چٹان کے پاس پہنچ گیا اور اگر گولی چلانے والا کے پاس مزید باروں سے بھی تھے تو اسے یہ کارتوس اپنی بندوق میں ڈالنے کا موقع نہیں مل سکتا تھا۔ چٹان کے عقب سے ایک شخص نمودار ہوا جس نے بندوق تھامی ہوئی تھی۔ دیو پیکل فوجوان جس کے جسم پر ہاتھوں کا لباس تھا خون خوار نگاہوں سے فوہا کو دیکھ رہا تھا۔ فوہا نے گھوڑے کی پشت پر ہتھیلی رکھ کر

اپنے بدن کو تولا اور نیچے کود گئی۔ اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ مد مقابل کی بددوق میں اب گولیاں نہیں ہیں۔ سوچنے کی کوئی خاص بات نہیں تھی اتنے قریب سے بھی وہ اپنا دفاع کر سکتی تھی، لیکن مد مقابل نے بددوق پھینک دی اور کمر کے قریب لٹکا ہوا چوڑے پھل والا کھلاڑا نکال کر اپنے ہاتھ میں لیا۔ اس کی تندہ تیز نگاہیں فوہا کا جائزہ لے رہی تھیں اور اس نے بار بار پینترے بدل کر ایک مائل جگہ منتخب کر لی تھی جہاں اس کا پاؤں کسی پتھر میں نہ الجھ سکے۔ فوہا نے ابھی تک اپنا کھلاڑا نہیں بچا تھا وہ بالکی سی جھکی ہوئی دونوں ہاتھ پھیلائے قوی پیکل نوجوان کو پینترے بدلتی دیکھ رہی تھی۔ اب تک اس نے اس کے خدو خال پر کوئی غور نہیں کیا تھا۔ مد مقابل صرف دشمن ہونا ہے دشمن کی طرح ہے یہ دیکھنا ایک بے مقصد بات ہوتی ہے۔ صرف اس کی حرکات کا جائزہ لیا جائے۔

نوجوان نے اچانک ہی اپنے جسم کو گھمایا داہنی جانب جھکائی دے کر بائیں سمت سے اس نے کھلاڑے کا بھرپور وار فوہا کی گردن پر کیا۔ فوہا نے اطمینان سے اپنے جسم کو تھوڑی سی جنبش سے اس کا یہ وار خالی کر دیا اور نوجوان اپنی قوت میں جھول گیا۔ لیکن اس نے ایک بار پھر کمال کی پھرتی سے کام لیتے ہوئے کھلاڑے کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کیا اور ایک اور شدید وار فوہا پر کر ڈالا۔ فوہا فضاء میں اچھلی اور کھلاڑا اس کے پیروں کے نیچے سے نکل گیا۔ اتنا اونچا اچھلی تھا کہ خود حملہ کرنے والا بھی ایک لمحے کے لئے حیران رہ گیا۔ فوہا اگر چاہتی تو اس طرح اچھل کر ان کے جسم پر دونوں پیروں سے وار بھی کر سکتی تھی لیکن ابھی اس کی نوبت نہیں آئی تھی۔ اگر مد مقابل بہت زیادہ خطرناک ثابت ہوا تو پھر وہ حربے آزمائے جاتے جن سے اسے ہر قیمت پر زیر کیا جائے یہ تو ایک تفریحی مشغلہ تھا البتہ فوہا کی زیرک نگاہوں نے یہ جائزہ لے لیا تھا کہ نوجوان یہاں آیا ہے اور آس پاس بھی یہاں کوئی موجود نہیں ہے۔ یہ اندازہ لگانے کے بعد ایک شخص سے کھینا اس کے لئے کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ حالانکہ نوجوان بھی کافی پھر پڑا معلوم ہوتا تھا اس نے اب تک جتنے وار کئے تھے ان سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ جنگ و جدل کا ماہر ہے۔ اس کے قدم مضبوطی زمین پر جتے ہوئے تھے۔ ایک بار پھر اس نے فوہا پر ایک ایسا وار کیا جو فوہا کو کافی خطرناک محسوس ہوا اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ گویا اب یہ انفرادی جنگ خطرناک لمحات میں داخل ہوتی جا رہی تھی۔ اب اسے کچھ کرنا پڑے گا۔ چنانچہ اس بار وہ پیچھے ہٹ گئی اور اس نے مد مقابل دیکھتے ہوئے کہا۔

”تو تین وار کر چکا ہے اس کے بعد میری باری ہے۔“ اس نے اپنی کمر سے کھلاڑا نکال لیا..... نوجوان کھلاڑا تانے کھڑا تھا لیکن اچانک ہی فوہا نے دیکھا کہ اس کے بائیں شانے کے قریب سے باقاعدہ خون رسنے لگا ہے اور پھر یہی خون اس کی کمر کے پچھلے حصے سے بھی رسنے لگا۔ فوہا نے ایک لمحے کے لئے نگاہ بدل کر اپنے خون کو دیکھا اور اس کے چہرے پر کرب کی سی کیفیت ہو گئی اس نے کھلاڑے کو سامنے کر کے دو تین بار بلایا اور خون کے بننے کی رفتار بہت تیز ہوئی لباس کی سرحدوں کو عبور کر کے باہر آ گیا تھا۔ فوہا نے انداز بدل کر اسے دیکھا۔ دو قدم پیچھے گئی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

”تو زخمی ہے غالباً تو شدید زخمی ہے اور تو نے اپنے ان زخموں کو لباس سے ڈھانپ رکھا ہے۔“

فوہا نے حیرت سے یہ الفاظ سنے پھر تیزی سے آگے بڑھ کر چٹان کے عقب میں دیکھا پانی سے بھرے دو گھوٹے برتن رکھے ہوئے تھے۔ اس کا دل ہمدردی سے لبریز ہو گیا۔ اس نے ایک لمحے میں لڑکاکہ گھوٹے کو اشارے سے قریب بلایا نوجوان کو اس پر سوار ہونے میں مدد دی۔ پھر پانی کے گناہوں سے سنبھالے اور گھوٹے کی لگائیں بھل میں دبا کر ٹیپے کی جانب چل پڑی۔

○.....○.....○

”ہمارا تمام منصوبہ ملیا میٹ ہو گیا اب احساس ہوتا ہے کہ ہم نے صرف جذبات سے کام لیا۔ ایک مقصد ہم نے ذہن نشین کر لیا تھا لیکن ایک بہت مشکل کام کو آسان سمجھ لیا گیا تھا۔“

”کام بے حد مشکل ہے اکل لیکن آپ آہنی انسان ہیں اسے انجام دے سکتے ہیں۔“

”یہ کج گفت اگر درمیان میں نہ آتا تو شاید ہمیں اتنی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔“

”آپ نے ایک طویل زندگی میرے لئے وقف کی ہے اکل۔ اب اس مشکل عمل کے نکات ہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ آپ ان پاؤں میں ایک تاریخ رقم کرنے جا رہے ہیں تو غلط

نہیں ہو گا۔“

”وہ تاریخ شاید یہ ہے کہ ہم ایک شیطان کے لئے مزدوری کر رہے ہیں۔ ہم اس کے لئے آلہ کار بن گئے ہیں۔“ ولین بولا۔

”اور اب ایک اور شیطان اس کا ساتھی بن گیا ہے۔“ لیزا نے کہا۔

”نہیں آنٹی یہ پاڑاؤلوں پر احسان ہے آپ لوگوں کا بہت جلد آپ انہیں اس جہنم اور اپنے قدم جمارہ ہیں۔ آنٹی آپ لوگ یہاں ایک نئے نظام کی بنیاد رکھ رہے ہیں اور انہیں اپنی فرسودہ روایت بھی بدلنا ہوگی۔ انہیں چھوٹے چھوٹے قبیلوں میں بٹا دیا جائے گا ایک مشترکہ نظام اپنانا ہو گا ورنہ جس طرح کر شانہ پر قبضہ ہوا ہے اسی طرح ہمارے پورے پاڑی قبیلے ان کی زیر نگیں ہوں گے۔“

”کمال کرتی ہو تم..... آخر یہ ہم کیسے کر سکیں گے۔“ لیزا نے کہا.....

”اچھی انکل نے کہا تھا کہ اگر شاٹک درمیان میں نہ آتا تو ہمیں اتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔“

”ہاں..... میں نے کہا تھا۔“

”تو ہم اس کے درمیان سے نکل جاتے ہیں۔ اب یہ مشکل کام نہیں ہے پاڑاؤلوں میں جہاں اس نے نگرانی کا تخت نظام قائم کیا تھا ہمارے لئے کھانا بے شک مشکل تھا۔ لیکن کر شانہ میں ہمیں اس کی آسانی حاصل ہے۔“

”میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا کیسے ممکن ہے۔“ ولین نے کہا۔

”موسیو ولین..... میرے خیال میں وہ ٹھیک کہتی ہے۔“ بڑے گفتگو میں مداخلت کی۔

”میں بے دست و پا ہو کر بیمار ہو جاتا ہوں اپنی مشکلات سے خود نمٹنا میری ہالی ہے۔“

اس طرح۔

”نہیں انکل..... آپ یہ ذمے داری مجھ پر چھوڑ دیں۔ روزاں کیا تمہیں اس بارے میں کچھ معلوم ہے۔“

”یہ عقابوں کے ممکن سے اتنی دور کی بہتی ہے کہ ہم نے کبھی اس کا نام بھی نہیں سنا۔ اگر ہم پاڑوں میں بھٹکتے رہیں تو بالآخر میں کوئی ایسی جگہ ضرور پالوں گا جہاں سے میں اپنی نشان تلاش کر لوں۔“

”میں غافل نہیں ہوں۔ میں نے ایسے اختیارات شروع کر دیے ہیں جن کے تحت مختصر وقت میں یہاں سے نکل سکیں۔“

پھر اس رات..... زربدان نے فلیش سے ملاقات کی۔ ”اُٹھ کر آ جا“ سوا اور کوئی دوسرا جسے تم اپنے ساتھ لے جانا چاہو۔“

”کیا مطلب.....“ فلیش چونک کر بولا۔

”ہم یہاں سے فرار ہو رہے ہیں۔“

”کیا منڈب آبادیوں کی سمت۔“

”نہیں یہ ابھی مشکل ہے۔“

”بہر حال اگر ہمیں اس منحوس کے چنگل سے رہائی مل جائے تو باقی سب گوارا ہے۔ اور رہا ہر حال تو اشیاء تمہارے سوا میرا اور کون ہے؟“

زربدان نے کہا اور فلیش حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

”زربدان نے کہا اور فلیش حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔“

”زربدان نے کہا اور فلیش حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔“

”شکریہ ڈیری میں جانا چاہتا ہوں؟“

”اصل میں اتنے عرصے ساتھ رہ کر میں نے اس شخص کی فطرت کے بارے میں تھوڑا سا ڈاؤن لگایا ہے۔ حالانکہ میں نے ابھی اس سے گفتگو نہیں کی ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ میں اسے ڈاؤن لگا کر لوں گی کہ وہ ہمیں جانے دے۔“

”یعنی تم اس کے علم میں لا کر یہاں سے نکلو گی؟“

”ہاں۔“

”کیا تم ایک احمقانہ بات نہیں کر رہی۔“ فلیش پریشان تھا۔

○.....○.....○

زربدان نے شاٹک سے بات شروع کی۔ ”میرے خیال میں مسٹر شاٹک آپ بہت زیادہ ہوش کام کر رہے ہیں جو خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔“

”میں نہیں سمجھا ڈیری۔“

”وہاں پاڑوں میں بیشک آپ کے اعتماد کے لوگ موجود ہیں لیکن آپ خود تو وہاں نہیں۔“

”تو مجھ.....؟“

”وہاں ہمارا جس قدر قیمتی سرمایہ موجود ہے ہم اتنے عرصے سے تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔ اس کی لاشات اور وہاں کے حالات پر کنٹرول ضروری ہے۔“

”شاٹک نے کچھ دیر سوچ کر کہا۔“ پھر تمہارا کیا مشورہ ہے؟“

”آپ کو وہاں جانا چاہئے۔“ زربدان نے مشورہ دیا۔

”ہاں لیکن ہے میں یہاں کام کر رہا ہوں۔ یہ لوگ مستقبل میں میرے بازو بنیں گے۔ مجھے اس کام لینا ہے چنانچہ ان کی ریڈنگ ضروری ہے اور یہ کام میں کسی اور کے سپرد نہیں کر سکتا۔“

کیونکہ دنیا میں کوئی مجھ سے زیادہ ذہین نہیں ہے۔"

"آپ زیادہ مناسب سمجھتے ہیں۔" زربدان ادب سے بولی۔

"لیکن تمہاری نشاندہی کو میں نے نظر انداز نہیں کیا ہے۔ تمہارا کہنا واقعی درست ہے وہاں کی خبر گیری ضروری ہے۔ یہ کام تم بھی کر سکتی ہو۔ بلکہ اب یہ ڈیوٹی میں تمہارے ہوں۔ اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو لے جاؤ ان کا انتخاب کرلو، ویسے بھی اب یہاں غیر ضروری رہنا بیکار ہے۔ ہمیں طویل عرصہ یہاں رک کر آئندہ پروگرام کے انتظامات کرنے ہوں گے تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ ساتھ لے جانے والوں کو منتخب کرلو اور پہاڑوں میں چلی جاؤ۔"

"مجھے وہاں جا کر کیا کرنا ہوگا؟" زربدان نے پوچھا۔

"لوگوں کے رجحان کا جائزہ لو۔ ان کی کارکردگی کا اندازہ لگاؤ اور پھر مجھے رپورٹ بھیجیے۔"

"جو حکم جناب۔!" زربدان نے جواب دیا۔ البتہ اس نے جن لوگوں سے کہا تھا کہ وہ دن آدھی رات کو یہاں سے نکلتا ہے ان سے پروگرام تبدیل ہونے کا تذکرہ کیا اور کہا کہ بار انتظار کرنے کے بجائے دن کی روشنی میں کھلے عام یہاں سے نکلتا ہے۔ وہ رخت خربانہ اس کے ساتھ اس نے شاگ کے دو خاص آدمیوں کا انتخاب کیا اور ان سے کہہ دیا کہ انہیں چلنا ہے۔ گھوڑے تیار کر لئے گئے۔ شاگ نے دو الگ گھوڑوں پر کچھ سامان بار کر لیا تھا پہاڑوں میں بھیجتا چاہتا تھا۔ دوپہر کو جب سورج نے ڈھلان کا رخ اختیار کیا تو شاگ نے ان خود کرشنا کی سرحد سے رخصت کیا تھا۔ اس سفر کی حقیقت سے واقف لوگوں کی جان پر تھی۔ بے فکر اور آزاد فطرت کے مالک فلیش کے ہونٹوں پر البتہ مسکراہٹ تھی۔ اس نے ایک آنکھیں بند کر کے تقریبی انداز میں زربدان کو دیکھ کر گردن ہلائی تھی، جیسے اس کی برتری کر رہا ہو، زربدان بالکل سنجیدہ تھی۔

کرشنا کی سرحدوں کے کافی دور تک اس نے اپنے آپ کو بالکل مستعد رکھا تھا، کیونکہ تھی کہ شاگ کے آدمی اطراف کی بلند چوٹیوں پر موجود ہیں اور وہ حالات پر پوری نگاہ رکھے اس لئے اتنا فاصلہ ضروری ہے کہ ان کی نگاہوں سے دور ہو جایا جائے اور رخ پہاڑوں کے علاقے کی جانب رکھا جائے۔ جس طرف سے سفر کرتے ہوئے یہ لوگ کرشنا پہنچے تھے اور اور دوسرے تمام افراد بالکل سنجیدہ تھے اور زربدان کے آئندہ کے پروگرام کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ پھر جب زربدان کی منزل آگئی، یعنی وہ جگہ جہاں سے وہ رخ بدلنا چاہتی اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اپنے شانوں سے لٹکی ہوئی ہلکی رانٹل اتاری۔ یہ رانٹل خود جوئے اسے پیش کی تھی، کسی کو اس کے بارے میں اندازہ نہیں ہو سکا، ہاں جب فضاء میں ہوئے اور گھوڑے ہنسا کر الف ہو گئے، تو سب کے سب چونک کر دہشت زدہ لگے ہوں گے! طرف دیکھنے لگے۔ پھر ان کی آنکھوں نے شاگ کے دونوں ساتھیوں کے جسموں سے رنے خون کو دیکھا اور اس کے بعد انہیں گھوڑوں سے گرتے ہوئے۔ تب صورت حال ایک دم سمجھ میں آگئی۔ زربدان نے پھرتی سے اپنے گھوڑے کی پشت چھوڑ دی اور ان دونوں کے موجود اسلحہ اتار کر اپنے قبضے میں لے لیا اور اس کے بعد چھلانگ مار کر گھوڑے کی پشت ہو گئی۔ پھر اس نے کہا۔ "دوڑو! اپنے گھوڑوں کی رفتار طوفانی کر دو کیونکہ اب اس کے بعد"

کی حفاظت ہے، رخ تبدیل کر دو۔" بار بردار گھوڑوں کو البتہ نہیں چھوڑا گیا تھا۔ ہاں ان گھوڑوں کے حصول کی ضرورت نہیں محسوس کی گئی تھی جن پر شاگ کے آدمی سوار تھے اور زربدان کا یہ سفر رات تک جاری رہا۔ یہاں تک کے ایک ایسا پہاڑی جنگل نظر آیا جو ہلندی پر ایک اٹھ چلا گیا لیکن رات کو تاریکیوں میں اس جنگل کو عبور کرنے کا تصور تک نہیں کیا جاسکتا تھا۔ گھوڑوں کے لئے یہ ایک سرسبز چراگاہ تھی اور ممکن ہے انسانوں کے لئے بھی وہاں بہت بہتر ہو۔ لیکن رات کی تاریکی میں اس کی تلاش ممکن نہیں تھی زربدان نے پیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "دنیا کا سب سے مشکل کام کسی کے اعتماد کو دھوکا دینا ہے، چاہے وہ کسی کیوں نہ ہو، میں درحقیقت شاگ جو کے اعتماد کو قتل کرنا، اس کے دونوں آدمیوں کو قتل کرنے سے زیادہ کرنا تک سمجھتی ہوں۔" کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

○.....○.....○

ایک عمر گزر گئی تھی۔ اتنا طویل دور کہ اس کے بعد کسی ناکامی کا تصور بھی ذہن سے مٹ گیا ہاں اگر تھوڑے بہت متاثر تھے تو صرف شیر ماہ کے اہل خاندان، کیونکہ شمران ان سے ہمیشہ باپ بھائی، شمش کا کچھ خاص طور پر پھلتا تھا اور اس نے کئی بار آئسو بھرے لمبے میں اپنے شوہر ماہ سے کہا تھا کہ دنیا کی کوئی بھی دولت ماما سے بڑی نہیں ہوتی شمران بے شک عقابوں کا سردار ہے گا، لیکن جو فاصلہ ماں اور بیٹے کے درمیان رہا ہے، کیا وہ کبھی کم ہو سکے گا ماہ تخت بھی ماما انسان تھا۔ بیوی کو صحیح طور سے سمجھا بھی نہیں پایا تھا۔ باقی رہا سوماہ کا مسئلہ تو وہ ہر سے واقف ہو چکی تھی اور اس نے اپنی بقاء اسی میں سمجھی تھی کہ خاموشی اختیار کی جائے۔ ماہ اتنے طویل عرصے کے بعد زندگی کا ایک وسیع دور گزر جانے کے بعد جب کسی قسم کا کوئی ایسا عقد ہو گیا تھا یہ صورت حال پیش آگئی تھی اور اب وہ سب کف افسوس ملنے کے سوا کچھ بڑا رہے تھے۔ قید خانے کے تحفظ کی ذمہ داری ہندان کو دی گئی تھی، جو میان کا دیرینہ وفادار اور دوست تھا۔ ہندان بڑی مستعدی سے قید خانے کی حفاظت کر رہا تھا۔ الخت بانہ، اس کی نادر سوماہ لول ایک گوشے میں بیٹھے رہا کرتے تھے، شیر ماہ اپنی بیوی بیٹے اور بھوکے ساتھ ایک گوشے میں، دونوں نے ابھی تک ایک دوسرے سے کوئی بات نہیں کی تھی، لیکن شیر ماہ کی زبان میں الخت بانہ کے لئے نفرت کے آثار نمایاں تھے اور الخت بانہ اسے محسوس کر رہا تھا۔

زربدان بھی جھلاہٹ طاری ہو گئی اور اس نے شیر ماہ سے کہہ ہی دیا۔

"تم مجھے جن نگاہوں سے گھورتے ہو، میں ان کا اچھی طرح تجزیہ کر چکا ہوں اور تم جیسے کم مالک ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔"

زربدان اس قید خانے میں تم مجھ سے دشمنی چاہتے ہو الخت بانہ تو یہ تمہارے حق میں بہتر نہیں ہے، اپنی زبان کو لگام دو، میں اب اپنے اور تمہارے درمیان کسی بھی قسم کی مروت کے تعلیم نہیں کرتا۔ کیونکہ میں تمہاری ہی سازش کا شکار ہوا ہوں۔"

ہمت آسان ہے یہ سب کچھ کہہ دیتا۔ اور انسان جب کسی سے فائدے اٹھاتا ہے تو اسکے لئے اسے اور جب یہ سلسلہ ترک ہو جاتا ہے تو برا بھلا کہنے کے سوا اور کچھ نہیں کرتا۔ خیر تمام باتیں بے مقصد ہیں، ہم لوگ ایک سوڈے پر مشق ہوئے تھے کھانا ہو گیا، منصوبہ ختم ہو گیا

لیکن تم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ میان جیسے وحشی نے ہمیں زندہ رکھا ہے، حالانکہ جب اس نے فرار ہوتے ہوئے پایا تھا تو میں نے سب سے پہلا لمحہ اپنی موت کا لمحہ سمجھا تھا۔ یہ تعجب کی بات ہے کہ میان نے ہمیں اپنی گولیوں کا نشانہ نہیں بنایا۔ اس کی جو فطرت تھی اس کے مطابق حالات نے واقف ہو کر اسے یہی کرنا چاہئے تھا لیکن اس وقت سے لے کر اب تک اس نے جو کچھ کیا ہے اس کے پس منظر پر غور کر سکتے ہیں۔

”کیا ہے اس کا پس منظر؟“ سوال کیا گیا۔

”یہی کہ روشنی والے نے ابھی ہماری موت کا وقت متعین نہیں کیا اور ابھی اس نے زندگی عطا کی ہے۔“

”اس زندگی سے موت بدرجہا بہتر ہے جو قید خانے کی سنگین دیواروں میں گزرے اور یہ احساسات جن میں پچھتاوے کے سوا کچھ نہ ہو۔ سوامی سردار کی بیوی ہونے کا لطف انسانی مگر میری بہو اور میرے بیٹے کو کیلا سوائے اپنی اولاد کھونے کے۔ آج بھی سوامی کی بیٹی اپنے کے پاس محفوظ ہے اور شمران پھاڑوں میں بھگ رہا ہے۔ جواب دے الخت بانہ نقصان میں ہے۔“

”بوڑھے کتے رہے ہیں کہ وقت اپنا فیصلہ خود کرتا ہے ہمیں زندگی اس لئے ملی ہے کہ وقت کی کچھ کمائی باقی ہے ورنہ کم از کم اس کمائی سے ہمارے کردار الگ ہو جاتے، میں میرا دوست شیراہ انسان زندگی میں جدوجہد کرتا ہے، زمینوں میں مل چلا تا ہے، سچ بوتا ہے اب بارش ہی نہ ہو تو انسان کا اپنا کیا قصور۔ خیر میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بدل ہونے کی بجائے اس سے دور بیٹھ کر مجھے کینہ توڑ نگاہوں سے دیکھنے کی بجائے، کیوں نہ ہم باہم مشورہ کریں کہ ہمارے اس قید خانے سے نکلنے کا کیا بندوبست ہو سکتا ہے۔ یا وہ ایسا کون سا طریقہ کار ہے جس سے ہم نہ صرف اس قید سے گلو خلاصی حاصل کر لیں بلکہ کچھ فائدہ بھی ہو۔ کیا تیرے ذہن میں ایسا منصوبہ ہے۔؟“

”نہیں افسوس میں منصوبہ ساز نہیں ہوں، میں تو ایک سیدھا سادا کسان ہوں۔“

”مگر میں منصوبہ ساز بھی ہوں اور کسان بھی نہیں ہوں۔ ایک شخص کو دیکھا ہے میں۔ آہ کاش وہ میرے چنگل میں آجائے۔“ شیراہ نے کچھ پوچھنا ہی چاہا تھا کہ قدیموں کی سنائی دی اور الخت بانہ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش کر دیا۔ شیراہ نے خود بھی قید کے گمران کو اس طرف آتے دیکھا تھا۔

قوی پیکل اور لمبے چوڑے آدمی نے ان لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”تمہیں اور کسی حاجت تو نہیں ہے۔ تم اگر کسی اور چیز کے خواہش مند ہو تو مجھے بتاؤ۔؟“

”اگر تیرے پاس مجھ سے گفتگو کرنے کے لئے کچھ وقت ہے ہندان تو کیا تو وہ وقت مجھے سکے گا۔“ ہندان نے الخت بانہ کو دیکھا اور بولا۔ ”میرے ذہن میں کچھ ایسی بات ہے الخت جس میں تجھ سے رشتے داری کا بھی کچھ تذکرہ ہے۔ لیکن رشتے ناتے سب بعد کی چیز ہوتے انسان کو اپنی ذمہ داریاں پورا کرنا پڑتی ہیں۔“

”سہان کے بیٹے وہ رشتہ میں تجھے بتائے رہتا ہوں، ہم لوگ ایک ہی خاندان سے تھے۔“

سہان میرے دادا کے بھائیوں میں سے ایک کا بیٹا ہے، قبیلے میں ہم لوگ صدیوں سے آباد ہیں اور شاید تجھے اس بات کا علم ہو کہ ہمارا خاندان سرداروں کا خاندان کہلاتا تھا، پانچ بارے خاندان میں گزر چکے ہیں جن میں آخری سردار سارغہ تھا اور سارغہ کے بارے میں تو یہ جانتا ہے کہ وہ دوستی کا شکار ہوا اور میان نے اسے دھوکے سے ہلاک کیا۔ ورنہ آج اگر سردار نہ بھی ہوتا تو اس کے خاندان کا کوئی شخص سرداری کا نظام سنبھالے ہوئے ہوتا اور نہ ایک انوکھی اور دلچسپ بات بتاؤں، سارغہ کئی رشتوں سے گزر کر تیرا ماموں لگتا تھا اور یہ موجودہ دور کی نسل میں تو وہ فرد واحد کہ اگر سارغہ سے سرداری منتقل ہوتی تو صرف تجھے، نہ تو اپنے باپ سہان سے پوچھنا، اور اگر وہ اس بات کی تصدیق کرے تو پھر مجھ سے ہندان، بس یہ میری آرزو ہے، تو نے پوچھا کہ مجھے کچھ درکار ہے تو میں تجھے بتا رہا ہوں کہ یہ ذرا اس بارے میں سوال کرنا۔“

ہندان عجیب سی نگاہوں سے الخت بانہ کو دیکھ رہا تھا پھر اس نے کہا۔ ”تم بہت دور کی کوڑی بزرگ بانہ۔“

”ہاں خانی ملی، تو نظر آیا تو تیرے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو گیا۔ بس انسان کی سوچ ہی ہندان اپنے رخسار کو کھجاتا ہوا الخت بانہ کے پاس سے رخصت ہو گیا اور الخت بانہ کی اہمیں ایک تیز چمک لہرائے گئی۔ وہ مسکرا رہا تھا کچھ فاصلے پر بیٹھا ہوا شیراہ الخت بانہ کی نگاہیں اٹھ کر اسے دیکھ رہی تھیں۔ وہ الخت بانہ کی چال نہ سمجھ سکتا۔ تاہم اس نے خاموشی ہی اختیار کی لیکن الخت بانہ سے خاموش نہ رہا گیا۔ وہ مسکرا کر بولا۔

”انسان کو کبھی حالات پر انحصار کر کے خاموش نہیں بیٹھ جانا چاہئے۔ جدوجہد میں زندگی بھری ہے۔“

”اور کبھی بھی موت بھی۔“ شیراہ نے جلے کسے لہجے میں کہا۔ الخت بانہ تھکے مار کر ہنس پڑا۔

”ہو جی، چاند دن اور رات زندگی اور موت ہر چیز دہرا رخ رکھتی ہے، لیکن جدوجہد سب پر بے اثر دیکھا رہ، شاید میری کاوشوں کا کوئی نتیجہ نکل آئے۔“

○.....○.....○

نہا زنی نوجوان کو گھوڑے پر سنبھالے ہوئے ٹیلے کے دوسری جانب پہنچ گئی اور یہاں بھی اسے الفاظ کی تصدیق ہو گئی۔ اس کے الفاظ کی تصدیق تو ان دو برتنوں ہی کو دیکھ کر ہو گئی تھی۔ وہ بھرے ہوئے رکھے تھے۔ یہاں درحقیقت اس کے اہل خاندان موجود تھے۔ دو نوجوان لڑکے بوڑھی عورت، ایک توانا لیکن عمر رسیدہ شخص اور پانچویں شخصیت ایک اور نوجوان لڑکا سرواڑھی عورت کی آغوش میں تھا اور باقی افراد اس کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ سب بنگالوں سے فوہا، اس کے گھوڑے اور گھوڑے پر موجود نوجوان کو دیکھا، متحیر شخص بے ہو گیا۔

”کون ہے تو، میرا بیٹا، میرا بیٹا۔“ وہ گھوڑے کی جانب دوڑا، جہی نوجوان نے اسے دیکھا، اسے آگے بڑھ کر دیا اور متحیر شخص نے نوجوان کو گھوڑے سے اتار لیا۔

”تو کیک ہے ناں کاشان، تو ٹھیک ہے نا میرے بیٹے میں نے گولی چلنے کی آواز سنی

”یقیناً تم ان بچوں کے ماں اور باپ ہو“ میں تمہیں ان کی زندگی اور سلامتی کی خوشخبری دیتا ہوں۔“

فوپا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، دل میں تشویش کی جو تھوڑی بہت لہر تھی باتوں کے الفاظ سے دور ہو گئی اور باتو کا احترام اس کے دل میں اور بڑھ گیا۔ پھر اس کے بعد باتو اپنے محل سے گزرتا رہا فوپا کو بدایت مل گئی تھی کہ وہ لباس تبدیل کر لے اور غلامانہ اطراف کی نگرانی کے لئے محل جائے۔ سو اس کے بعد غلامانہ باہر چلی گئی اور فوپا لباس تبدیل کر کے آگئی، جب وہ غار کے اندر پہنچے ہوئے ایک اور غار کے دہانے سے نسوانی لباس میں باہر نکلی تو کاشان نے پچھنی پچھنی آنکھوں سے اسے دیکھا اور پھر ادھر ادھر دیکھنے لگا فوپا نے اس سے کہا.....۔

"گویا میرا اندازہ درست تھا، تم وی ہو جو ہمیں یہاں تک لائی ہو، مگر روشنی والے کی قم میں خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا کہ تم لڑکی ہو، ہاں تمہاری آواز مجھے کچھ عجیب سی لگی تھی لیکن تم نے کہیں بھی اپنے الفاظ سے بھی ظاہر نہ ہوئے وہا۔....."

”لیکن میرے پاس اور کوئی لباس نہیں ہے.....۔“ کا شان نے کہا۔

”باتو بابا ذرا تمہارے بھائی سے فراغت حاصل کر لے پھر وہ تمہارے زخموں پر مرہم لگائے گا۔ میں زخموں پر کئے گئے یہ کپڑا بھی لے آئی ہوں۔“

”اگر تم مریم مجھے دے دو تو میں تمہیں اس زحمت سے بچا لوں گا۔“ کاشان نے کہا اور لڑکا نے گردن خم کر دی۔

باتو سے کاشان کے زخموں کی تفصیل بتا کر اس نے مرہم طلب کیا، یہی مرہم باتو دوسرے نوجوان کے زخموں پر بھی لگا رہا تھا چنانچہ مرہم لے کر وہ کاشان کے پاس پہنچ گئی اور تھوڑی دیر کے بعد کاشان نے نیا لباس پہن لیا۔ دونوں نوجوان لڑکیاں، بوڑھا شخص اور عورت سمیت ہوئے اپنے تھے ان کی آوازیں بند تھیں، باتو نے اپنے کام سے فراغت حاصل کر کے کہا.....۔

”لیکن علم سیری کے بعد۔“ فوہ نے کہا اور واپس دوسرے غار میں چلی گئی تاکہ یہ اندازہ لگائے کہ سمنانہ اور شیرایہ نے خوراک کی تیاری کا کیا بندوبست کیا وہ دونوں اپنے کام سے فارغ ہو چکی تھیں، فوہ نے تمام انتظامات کئے اور کھانے کی عمدہ چیزیں لے کر دونوں بہنوں کے ساتھ باغیچہ میں آگئی۔ بیمار افغان کے علاوہ اس نے ان سب کو کھانا کھلایا۔ مقرر شخص نے جس کا نام بابا تھا کہا۔

”ہم لوگ جن مشکل لمحات سے گزر رہے ہیں اس کے بعد روشنی والے کی عطا کی ہوئی اس نئے ایک لمحہ گریز نہیں کر سکتے۔“ یہ کہہ کر وہ کھانے میں مصروف ہو گیا تھا۔ فوہا کی نگاہیں کئی لمحوں کی جانب انہی تھیں اور اسے بڑا لطف آیا تھا یہ دیکھ کر کہ انسان جب بھوکا ہو تو کس آسانی سے بے خبر ہو کر کھانے میں مصروف ہو جاتا ہے۔

○.....○.....○

ہندان بھگ گیا تھا، بوڑھے چالاک شخص نے بڑی زبان سے وار کیا تھا۔ بات کسی طرح نہ ٹھیک تھی حالانکہ میان لائی کا دوست اچھا خاصا عمر رسیدہ تھا۔ بیوی بچوں والا میان کے بھائیوں میں سے ایک تھا۔ بڑی اچھی حیثیت حاصل تھی، لیکن انسانی فطرت میں لالچ کا عنصر ہمیشہ رہتا ہے اور جو اس سے محفوظ رہ جائے وہ درویشانہ راہ کی جانب چل پڑتا ہے۔ ہندان اپنے

”ہاں باغہ تہ توج ہے، تم سب کو معلوم ہے کہ الخت باغہ اور شیراہ نے مل کر کیا کھیل کھلیا۔ کیا ہی خوب کھیل تھا۔ درحقیقت میان کو پسینہ ہی آگیا تھا وہ شمران کو قابو کرنے میں ناکام رہا اور آجے اے عنجائے کن کن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا۔ شاید تقدیر نے ہی اس پر احسان فرمایا۔ یہ سازش طشت ازبام ہو گئی اب ان دونوں میان نے قید خانے کی نگرانی میرے سپرد کی ہے۔ بات یہ بات تو میرے علم میں تھی کہ الخت باغہ اور شیراہ کا خاندان کہیں دور سے ہمارے قریب نہ شامل ہوتا ہے کیا ان کا تعلق بھی سارندہ سے تھا؟“

جاں۔ ایک قدیم خاندان ہے اور عقابوں کے ممکن میں بہت سے ایسے لوگ موجود ہیں جو
نے کے عزیز تھے جب کہ حیران کن بات یہ ہے کہ خود میان لائی کا خاندان عقابوں کے ممکن
موجود نہیں ہے بلکہ اس کے باقی بھائیوں نے بھی اپنے اپنے قبیلے قائم کئے ہوئے ہیں اور وہاں
برابر ہیں۔ الخت بانو، اور شیرماہ ہمارے بہت دور کے رشتے دار ہیں۔“

”ان دنوں وہ لوگ قید خانے میں ہیں۔ میرے ذہن میں کہیں یہ ہلکی سی بات موجود تھی کہ بے عقل ہمارے خاندان سے ہے اور پھر ویسے بھی میان لائی کا حکم نہیں تھا کہ ان کے ساتھ کسی غلطی برتی جائے چنانچہ میں نے ان سے بہتر رویت ہی رکھا اور اس کے بعد اہل بیت باغ نے مجھے کہہ کر اپنے اس رشتے سے روشناس کرایا اور یہ بات اس نے میرے کانوں میں ڈالی۔“

”میں دوسری بار تجھے بے وقوف کہتا پسند کروں گا۔ تو جانتا ہے کہ الخلت باغ کس قدر سازشی کا مالک ہے پہلے اس نے اپنی بیٹی سوماہی کو جس طرح بھی اس کا بن پڑا میان لائی کی زوجیت میں لیا۔ اس عرصے کے ساتھ کہ وہ میان کے بیٹے کی ماں بنے گی، حالانکہ روشنی والے کے حکم کے بغیر اس قسم کے فیصلے کیسے کئے جاسکتے ہیں؟ بعد میں جب سوماہی اپنا فرض پورا نہ کر سکی تو الخلت نے یہ ہیل کیا۔ وہ چالاک آدمی صرف اس لئے تجھے یہ سب کچھ یاد دلوا رہا ہے کہ تو اس کے فوٹا ساش میں شریک ہو جائے اور انہیں آزاد کر دے جس طرح شمران کو قید خانے سے فرار میں بلال حاصل ہو گئی تھی بے وقوف شخص کیا تو ایسا کرے گا؟“

ہندان ہنس پڑا۔ اس نے کہا۔ ”نہ میں ایک بے وقوف باپ کا بیٹا ہوں اور نہ ہی اس قدر بے فکر ایسا کوئی عمل کر بیٹھوں اگر تم یہ سوچ رہے ہو عظیم باغہ تو یہ تمہاری غلطی ہے.....۔“

”چہر تیری باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں۔“ ہندان کے بوڑھے باپ نے کہا۔

”یہ تصدیق ہو گئی کہ اگر کوئی خاص واقعہ نہ پیش آتا تو کسی نہ کسی طرح سرداری مجھے مل سکتی۔ لیکن اسے اس حق کو نہیں چھوڑ سکتا اور اس کے لئے وجود جمد کرنا چاہتا ہوں۔“

”لیکن کرمیے.....؟“

”تمہیں میان سے مبارغہ طلب کروں گا اور نہ الحث بانہ کی پذیرائی کروں گا، لیکن میرے پاس ایک ایسا راز ہے جس سے میں فائدہ اٹھا سکتا ہوں۔“

”تو کیا.....؟“

”میں میرے باپ اس بار تسورا جاتے ہوئے میں بھی میان کے ساتھ تھا جبکہ شمران قبیلے شمران کے ساتھ پہلے روانہ ہو گیا تھا اور اس نے بوستانہ میں شمرناک حرکات کی تھیں پھر وہ تسورا پہنچ گیا۔ تسورا کے جنگلات میں بھی اس نے اپنی فطرت کے مطابق عمل کیا اور

باپ سے ملا۔ یہاں بوڑھا ہو چکا تھا لیکن اس کی صحت قابل رشک تھی اور ہوش و حواس بہ نسبت معتدل، تنہائی میں ہندان نے اپنے باپ سے کہا۔ ”بائے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں؟“

”کو.....؟“

”سارے ہمارا عزیز تھا، تھوڑی بہت معلومات تو اس کے سلسلے میں مجھے حاصل ہیں لہٰذا یہ تفصیل نہیں معلوم۔“ تب ہندان کی ماں نے ہندان کو جواب دیا.....۔

”ہاں سارنہ ایک فریب کے رشتے سے میرا بھائی لگتا تھا۔ لیکن اس وقت اس کا نام تیز زبان پر کیے آگیا تو تو میان لائی کے دوستوں میں شمار ہوتا ہے اور بات اتنی پرانی ہو گئی ہے کہ اب جو لوگ سارنہ کی وجہ سے میان لائی سے دشمنی رکھتے تھے وہی بھی اس دشمنی کو بھول گئے ہیں۔“

”معزز باغہ اگر سارنہ اپنی سرداری قائم رکھتا اور یہ لمحات آجاتے کہ اسے اپنی سرداری خیر باد کہنا پڑا تو کیا اس بات کے امکانات تھے کہ یہ سرداری مجھے ملتی؟“

ہندان کی ماں نے کہا۔ ”یہ بات تو میں بہت پہلے تمہارے باپ سے کر چکی ہوں بلاشبہ کو کو سارنہ کی قہرمت میں ایسا کوئی نہ تھا، وہ بے اولاد تھا اور سرداری اسی طرح خاندان میں منتقل ہوتی چلی آتی تھی کہیں بھی کوئی ایسی مشکل پیش نہ آئی۔ پانچ سرداروں کے بعد چھٹا سارنہ تھا اور ساتواں وہ جس نے مبارنہ طلب کر کے سرداری حاصل کی۔ لیکن عقابوں کے مسکن میں ہر شخص جانتا ہے کہ میان نے سارنہ کے ساتھ غداری کی اور دوست بن کر بغلی گھونسہ مارا، ورنہ شاید سارنہ جیسے شیر دل سے میان اگر مبارنہ طلب کرتا تو اسے کامیابی حاصل نہ ہوتی۔ لیکن اس کے بعد میان کی زور آوری نے ہر زبان قابو میں کر لی۔ اور کوئی یہ کھل کر کہنے والا نہ رہا کہ میان لالہ نے اپنے دوست سے غداری کی ہے۔ چنانچہ بات ختم ہو گئی، لیکن اب یہ سوال تیرے دماغ میں کیوں آیا، ہندان۔“

”سرمداری کی شان ہی کچھ اور ہوتی ہے۔ ہر انسان کے دل میں ایک باریہ آرزو تو ابھرتی ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ اس آرزو کی تکمیل نہ کر پائے، لیکن بات خوب ہے میں بھی سرمدار کا حقدار ہوں ماں۔“

”تیرا دماغ خراب ہے ایسی بات سوچ رہا ہے“ تو نے طویل عمرمیان کی قہمت میں گزارا ہے۔ کیا اب اس سے غداری کرے گا۔“ یہاں نے کہا اور ہندان مسکرائے گا۔

”یہ تو تاریخ کا ٹھیل ہے بانہ ابھی تم نے بتایا ہے کہ میان نے سارنہ‘ اپنے دوست‘ غداری کی تھی اس کے ساتھ سازش کر کے اسے ہلاک کیا تھا۔“

”تو پاگل ہو گیا ہے۔ اول تو میان اب بھی بے حد طاقتور اور حاضر دماغ ہے جبکہ تو ہمارا طور پر اس سے برتر نہیں ہے اور پھر جانتا ہے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا۔ اے بے وقوف کیوں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتا ہے تو حتماً نہیں ہے، ہم دونوں ہیں جو اب اس دنیا سے جگ نہیں رکھتے۔ ہم بدھاپے کی سرحد عبور کر رہے ہیں۔ بھرتیری بیوی ہے، بچے ہیں۔ آخر یہ بات تیرے دامائے کیسے آئی تو تیرے ہی میان کے گمن گاتا رہا ہے۔“ یہاں شدید بے چینی سے بولا۔

”ضرور کسی نے تیرے کانوں میں یہ محرم بھونکا ہے۔“ ہندان کی ماں نے کہا۔

مجھ اس طرح متنگ کروں گا اس سے جیسے وہ لمحات میرے لئے بڑے جان گسل تھے، جب میان نے اپنے بیٹے کی زندگی کے لئے سولازریوں کو قتل کیا میں اسی وقت سے میان سے برگشتہ تھا، فولان کا نپٹا اٹنے فاصلے پر ہے کہ وہ کبھی عقابوں کی سرداری نہ چاہے گا اور اس وقت میں اس کے سامنے گردن جھکا کر کہوں گا کہ اگر وہ چاہے تو عقابوں کا مسکن میرے حوالے کر دے اور میں اس سے بے بدستی کا دم بھرتا رہوں گا۔“

”نہیں ہندان، تیرے منہ سے عقل کی بات نہیں نکل رہی، تو نے وقت سے پہلے وہ سب کچھ لے کر لیا جو تیرے دل میں ہے۔ یہ گنجائش نہ چھوڑی کہ وقت کا فیصلہ کیا ہوتا ہے، تجھے وقت سے پہلے یہ یقین کیوں ہے کہ فولان تیری بات پر اعتبار کرے گا اور وہ اس قدر جوش میں آجائے گا کہ عقابوں پر حملہ کر دے اور اس کے بعد اسے عقابوں پر فتح حاصل ہو جائے گی اور پھر وہ تیری خواہش پر سرداری تجھے دے دے گا۔ کیا اس پورے منصوبے کا تجھے یقین ہے؟“

ہندان نے بدستور نرم لہجے میں اپنے باپ سے کہا۔ ”ہاں باغہ..... انسان کو شش تو کرتا ہے اور اس کے بعد نتیجے کا انتظار کرتا ہے۔“

”لیکن یوں بھی ہو سکتا ہے کہ فولان اس کے لئے تیار نہ ہو، وہ سولازری جو تمہارا میں ارے مجھے اس کے لئے اتنی اہمیت نہ رکھتے ہوں کہ وہ ان کا انتقام لینے پر قتل جائے اور تجھے ناکامی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تیری بات مان کر عقابوں پر حملہ کرے اور میان اس کا بھرپور مقابلہ کرے اور وہ اسے شکست دے کر بھگا دے یا ہلاک کر دے۔ پھر اس کے بعد تحقیق ہو کہ سولازریوں کی کمائی اس تک پہنچانے والا کون ہے اور تیرا نام سامنے آجائے پھر؟“

”میں نے کہا عظیم باغہ کہ انسان کو ششیں کرتا ہے، الخت باغہ اور شیرماہ نے جو کوششیں کی ہیں کامیابی ان کی تقدیر میں نہیں تھی۔ میں کوشش کرنا چاہتا ہوں۔“

”آؤ الخت باغہ اور شیرماہ نے تیرے ذہن کو اتنا خراب کر دیا ہے کہ اب تجھے سمجھنا مشکل ہے۔“

”نہیں عظیم باغہ تم میری بات پر یقین کرو ان لوگوں نے مجھے یہ سب کچھ بے شک اس لئے کہا ہے کہ ان کی مدد کروں انہیں قید خانے سے نکال کر عقابوں کے مسکن سے فرار کرنے کی کوشش کروں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ میرے ذہن نے ذرا مختلف انداز میں سوچا۔ میں بھول کر بھی تم آزادی نہیں دوں گا، تاکہ میان مجھ پر غرداری کا شبہ نہ کرے، بلکہ میں خود ہی قید خانے کی آگاہی ساتھ کھینچ لوں گا اور اس کے بعد خفیہ طور پر عقابوں کے مسکن سے نکل جاؤں گا۔“

”اس کے لئے تو کیا طریقہ اختیار کرے گا؟“

”خفت بیمار پڑ جاتا ہوں میں۔ لوگ میرے بارے میں میان کو بتائیں گے کہ ہندان کی حالت اتنا خراب ہے۔ میان قید خانے کی نگرانی کے لئے کسی اور کا بندوبست کر دے گا اور میرا کام بن جائے گا۔“

”میان نے آنکھیں بند کر کے گردن ہلائی اور آہستہ سے بولا۔ ”میں تو بس تیرے لئے روشنی سے دعاں ہی کر سکتا ہوں کہ وہ تیری زندگی کی حفاظت کرے۔“ ہندان مسکرا کر باپ کے سامنے ہٹ گیا تھا۔

سولازریوں کے ایک گروہ کے بہت سے افراد ہلاک کر کے ان سے ان کے شکار جھین لے کر وہ میں سولازریوں کے دوسرے گروہ نے شتران کو قید کر لیا، تبھی میان اس جگہ پہنچ گیا اور اس نے سولازریوں کو ہلاک کر دیا تاکہ یہ پتہ نہ چل سکے کہ انہیں کس نے ہلاک کیا.....؟“

”عجب کمائی ہے.....؟“

”لیکن نہایت کار آمد.....!“ ہندان مسکرا کر بولا۔

”آخر کیسے.....؟“

”سولازری سردار..... فولان کو ہی کو جب اصل داستان معلوم ہوگی تو وہ اپنے جوش قابو نہ پاسکے گا اور انتقام لے گا.....!“ ہندان نے ہنس کر کہا۔

”اسے کون بتائے گا.....!“

”میں.....؟“ ہندان نے جواب دیا اور ہیبان پریشان ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔ ”تجھے اندازہ ہے کہ اس طرح عظیم خوریدی ہو سکتی ہے۔“

”ہاں باغہ..... مجھے اندازہ ہے لیکن اس کے نتیجے میں سرداری مجھے مل سکتی ہے۔“ ہندان نے جواب دیا۔

ہیبان نے بے چین نظروں سے بیٹے کو دیکھا۔ پھر پریشان لہجے میں بولا۔ ”تو ایک بڑا زندگی گزار رہا ہے۔ میان نے تجھے ہر طرح مراعات دی ہیں۔ تو اس کے مستند میں رہا ہے۔ ہر طرح کی آسائشیں تجھے اور تیری وجہ سے ہمیں حاصل ہیں۔ اس کے بعد اپنی زندگی کے لئے مشکلات کیوں خرید رہا ہے؟“ جواب میں ہندان نے مسکرا کر کہا۔ ”تمہیں اپنے بیٹے کو کتنا کا سردار دیکھ کر خوشی نہیں ہوگی؟ میں عقابوں کے مسکن میں سردار کے کوسٹے میں نظر آؤں گا، تمہارا سینہ فخر سے پھول نہیں جائے گا، اقتدار کا نشہ ہی کچھ اور ہوتا ہے، عظیم باغہ۔“

ہیبان کی پیشانی کی سلوٹوں میں اضافہ ہو گیا۔ اس نے کہا۔ ”سرداری کا نفع کتنا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اقتدار کا سرور انسانی دماغ کو گرفت میں لے لیتا ہے، پھر ذمہ داریاں سردار پر عائد ہو جاتی ہیں ان سے نبرد آزما ہونا مشکل ہوتا ہے۔“

”میں اپنی نسلوں کے لئے جدوجہد کرنا چاہتا ہوں، تاکہ سارغہ کے نام پر نہ سہی بیلا نام پر میری نسل سرداری کرے۔“

”لیکن یہ اس قدر آسان تو نہیں ہوگا، تجھے اندازہ ہے کہ بہت سال پہلے الخت باغہ یہی خواب دیکھا تھا اور اپنی بیٹی سوماہ کی بیوی بنا کر سرداری حاصل کرنا چاہی تھی، وہ قید خانے میں عمر گزار رہا ہے۔ دیکھ ہندان زندگی میں اگر تمام ضرورتیں پوری ہو جائیں مشکل باقی نہ رہے تو اس زندگی کو اپنا لیتا زیادہ بہتر ہے، بجائے اس کے کہ بے مقصد جدوجہد کرتے رہے اور نقصان کی حدوں میں داخل ہوجائے۔“

”نہیں باغہ یہ سب گزری عمر کی باتیں ہیں۔ میں جو کرنا چاہتا ہوں، مجھے اس میں پورا بھروسہ ہے۔“

”اندازہ ہو رہا ہے مجھے کہ تو باز نہ آئے گا، لیکن مجھے بتا تو سہی تو کرنا چاہتا ہے؟“

”سولازری سردار فولان کے پاس جاؤں گا اور فولان کو وہ ساری حقیقت بتاؤں گا۔“

”کئی بڑی خوش قسمی دل میں نہ لاؤ اشیاء، ہم ابھی ان پہاڑوں میں بھٹک رہے ہیں جن میں ہم اور موت بے پناہ ہے۔ اپنے آپ کو ہر برے وقت کے لئے تیار رکھو۔“

”اب سے بڑا وقت تو وہ ہوتا تھا سزولین جب میں اس قابل نفرت شخص کے ساتھ وقت گزارتی تھی اس کا وجود مجھے اپنی روح پر عذاب محسوس ہوتا تھا۔ روح کی آزادی ہی بنیادی حیثیت ہے۔ سزولین آپ یقین کیجئے یہ جذباتی جملے نہیں ہیں، جسم بعض اوقات بے حقیقت ہو جاتا ہے۔ لیزا ہماری سانس لے کر گردن ہلانے لگی تھی، وہ خود بھی پریشان کن احساسات کا شکار رہتی تھی۔“

”سزولین اس کے لئے اس کائنات میں محبت کا سب سے بڑا تصور تھا۔ زبردان کا طویل ساتھ بھی اتنی ہی مکمل محبت کا حامل بن گیا تھا، لیکن ایک جذبہ ایک ایثار ذہن میں چل رہا تھا۔ اس نے بے مل کر پروان چڑھایا تھا، چنانچہ محبت ہی کے رشتے سے وہ لوگ یہ نیک کام کرنے لگے تھے، لیکن انسان ہی تھے، آسٹرو لین کی اندرونی کیفیت کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ البتہ لیزا یہ قسمی کہ زندگی کے ان آخری لمحات میں جب سکون سے وقت گزارنا خواہش بن جاتا ہے، اتنی بہت شقت ذرا کچھ تکلیف دہ ہے۔ پتہ نہیں یہ فیصلہ درست تھا یا غلط؟ بہر حال یہ اشیاء اور ان کے اثرات تھے، باقی لوگ بڑی مستعدی سے اپنی اس آزادی کو قائم رکھنے کی فکر میں رہاں تھے۔ بڑا اور روزال نے ایسے مورچے دریافت کر لئے تھے، جو بلندی پر تھے، ان میں چھپا ہوا تھا اور چھپ کر دور دور تک راستوں کا جائزہ لیا جاسکتا تھا۔“

فلش زبردان کے ساتھ پہاڑوں کے دوسرے حصوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ بہت سرور نظر فائور اس کی کیفیت میں ایک نمایاں تبدیلی رونما ہو گئی تھی۔ اس نے زبردان سے کہا۔

”میں اس ذہنی کرب سے آزاد ہو گیا ہوں۔ ڈیزی جو مجھ پر ہمیشہ طاری رہتا تھا۔ اس تصور کا تھک کر میں موجود ہوں اور میری بہن ایک ایسی مکروہ شخصیت کے چنگل میں پھنسی ہوئی ہے، ابھی بھی شخص پسند نہیں کر سکتا۔ میں اس کی کوئی مدد کرنے سے قاصر ہوں، بس ڈیزی اس سے میں نیم دیوانہ ہو گیا تھا۔ دیکھو میں تم سے اپنے جذبات کا اظہار ہزاروں بار کر چکا ہوں اور وہ سب سناؤں نے الفاظ نہیں ہیں، لیکن ایک بار اور ان کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم اپنی روح پر احسان کیا ہے۔ میں درحقیقت جان کھو کر بھی اپنی بہن کو اس کے چنگل سے نہیں نکالتا تھا۔ اب آگے کے حالات کچھ بھی ہوں، لیکن میں خوش ہوں اور تم مجھے ایک مستعد لڑائی۔ میری ذمہ داریاں مجھے سوچنی رہتا اور ان میں کہیں تکلیف سے کام نہ لیتا۔“

زبردان نے مسکرا کر گردن ہلائی اور کہا۔ ”فلش ہمیں آگے بہت کچھ کرتا ہے، ابھی تو ایک منصوبہ ہے میرے سامنے، ایک عظیم دور ہے جس کے بارے میں بتانا بھی حماقت سمجھتی ہوں، اس کا آغاز بہت دور ہے۔“

”میں بڑا پرسکون وقت گزار رہا تھا اور یہ ایک دلچسپ تجربہ تھا کہ بجائے اس کے کہ غیر منظم سانس پہاڑوں میں آوارہ گردی کی جائے اور راستے تلاش کئے جائیں، بہتر یہ ہے کہ پہلے رک جائیں اور انتظار کر لیا جائے اور جب یہ یقین ہو جائے کہ اس سے نجات مل گئی ہے تو آگے قدم رکھیں۔“ بہر حال یہ ایک دلچسپ تصور تھا اور اس کے نئے پن کو سب نے محسوس کیا تھا۔

سفر جاری تھا۔ راتوں رات کرشنا سے مخالف سمت کا اتنا راستہ طے کر لیا گیا تھا کہ اس کو یقین تھا کہ کرشنا سے تیز رفتار گھوڑے ان کی تلاش میں نکلیں تو باسانی انہیں نہ پا سکتے۔ روشنی چھوٹنے لگی تھی اور پہاڑوں کا ایک ایسا سلسلہ ان کی نگاہوں کے سامنے تھا جن میں پہاڑ تین راستے بنے ہوئے تھے۔ ایسے ڈرے جو دوسرے نظر بھی نہ آئیں اور ان کے درمیان پہاڑ جاسکے۔ زبردان نے خود ہی یہاں قیام کا فیصلہ کیا تھا، اس نے اس جگہ کا جائزہ لے کر آسٹرو لین سے کہا۔

”انکل میرا خیال ہے ہمارے آرام کے لئے یہ جگہ بہت محفوظ ہے۔ گھوڑوں کو ہم غشی کر میں پتھروں سے باندھے دیتے ہیں، ان کی غذا کا یہاں معقول بندوبست ہے، یہ خشک جگہاں گھوڑوں کی مرغوب غذا ہیں، باقی اس جگہ سے ہم باسانی دور دور تک جائزہ لے سکتے ہیں۔ اس میں ہمیں طویل ترین سفر طے کرنے کی بجائے اس محفوظ جگہ رک کر کرشنا کی جانب سے ہونے والی کارروائیوں کا انتظار کرنا چاہئے۔۔۔۔۔ اور جب وہ لوگ اس سمت سے مایوس ہو جائیں تو یہاں سے آگے بڑھنا چاہئے۔“

ایک مہم جوئی کی حیثیت سے بے شمار بار آسٹرو لین کو ایسے دشمنوں سے سابقہ پڑ چکا تھا جو جنگوں اور پہاڑوں میں اسے تلاش کر رہے ہوں، چنانچہ اس حکمت عملی سے اس نے پورا انتظار کیا۔ باقی لوگوں کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا۔ زیادہ افراد تھے ہی کہاں، صرف وہ غشی کر لیا اور فلش۔ اشیاء سب سے زیادہ متاثر معلوم ہوتی تھی۔ وہ نیم غشی کی سی کیفیت کا شکار تھی اور اب تک کا سفر اس نے سحر کے نئے عالم میں کیا تھا۔ یہاں فوری طور پر انتظامات کیے جانے لگے۔ جن میں بڑا اور روزال پیش پیش تھے اور زبردان کا اس جگہ کے بارے میں اندازہ بہتر تھا۔

پہاڑوں کا یہ پیچیدہ سلسلہ ان کے لئے ایک مضبوط قلعے کی حیثیت رکھتا تھا اور یہاں قیام کیا جاسکتا تھا۔۔۔۔۔ بڑا اور روزال دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر تیاریوں میں مصروف ہوئے اور زبردان نے ہنس کر کہا۔

”آئی اشیاء کی مدد سے آپ براہ کرم ناشتے کا انتظام کریں، یہ ذمہ داری میری بھی ہے۔ صرف آج کی صبح مجھے انتظامات کی دیکھ بھال کے لئے بخش دیں، اس کے بعد میں آپ کے کاموں میں حصہ بنائوں گی۔“

لیزاسی نہ کسی طرح اٹھی، اشیاء کو ساتھ لیا اور ساتھ لائے ہوئے سامان سے صبح کے کارڈ باندوبست کرنے لگی۔ اشیاء نے سرسراتی آواز میں کہا۔

”کیا واقعی وہ سب کچھ ہو گیا ہے، جو نگاہوں کے سامنے ہے؟“

”کیا مطلب.....؟“ لیزا نے پوچھا۔

”آہ میں نے تو آزادی کے خواب دیکھنا بھی چھوڑ دیئے تھے۔۔۔۔۔ میرے ذہن میں اگر یہ تصور آتا کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب مجھے شاگد جو کی قید سے رہائی مل جائے گی تو میں غشی لگتی تھی۔ یہ تصور مجھے فریب محسوس ہوتا تھا، لیکن یہ ناقابل یقین عمل سامنے آ گیا ہے،“

تو وہ بتا چکا تھا کہ وہ ایک میسرہ کا رہنے والا ہے اور وہاں کا سردار بھی تھا، ازلان نے کہا۔
”بد نصیبی جب انسان پر مسلط ہوتی ہے تو واقعات خود بخود ترتیب پا جاتے ہیں۔“

آبادی مجھ پر جان دیتی تھی اور وہاں میرا مخالف کوئی بھی نہیں تھا۔ ہمارے اطراف بھروسہ درختوں اور اناج کے کھیتوں سے بھرے ہوئے تھے اور میسرہ کے جوان خوشحال زندگی گزار رہے تھے۔ شدید محنت سے حاصل ہونے والا رزق ان کا مطمح نگاہ تھا، لیکن کبھی ایسا بھی نہیں ہوتا جس کا خوابوں میں بھی تصور نہ کیا جائے۔ قصور وار میں ہی ہوں اور اپنے قصور کو تسلیم کرتا ہوں، تمسوراکے جنگلات میں موسم کا شکار ہوتا ہے اور وہاں ہونے والا اجتماع کبھی کبھی پھاڑوں میں ہوتا ہے۔ بڑے بڑے سانحوں کا سبب بن جاتا ہے، باری جو تمسوراکے سرحد ہے، لا تعداد فوجی واقعات ہوتے ہیں۔ ہم تمسوراکے جنگلوں میں شکار کھیل رہے تھے، کاشان اور افغان میرے ساتھ تھے۔ ایک انتہائی گہرا دوست جو میری ہی ہستی کا رہنے والا تھا اور جس کا نام شاہو تھا، میرے ساتھ لوگوں نے تمسوراکے تین دوے مارے تھے۔ بھوری لومڑیوں کی کھالوں کا ایک ڈھیر بنا پاس تھا، جیسی ہمیں شکار کے دوران میسا رو ملا، منحوس سیگارو جو تھماش کا سردار ہے، تھماش کی ایسی آبادی ہے جو آتش فشاںوں کے درمیان آباد ہے۔ وہاں کی زمینیں خنجر ہیں اور تھماش کے ذریعہ معاش بہت مشکل ہوتا ہے، لیکن بہر طور وہاں بھی زندگی ہے۔ تھخو سیگارو اتفاق سے میرے شکار سے محروم تھا اور چند کھالوں کے علاوہ اس کے پاس اور کچھ بھی نہیں تھا، وہاں غار ہماری ملاقات ہوئی۔ اس سے پہلے بھی ہم ایک دوسرے کے شناسا تھے۔ میرے دوست شاہو سیگارو کے پاس موجود کھالوں کو دیکھ کر فقہہ کر گیا اور کہا۔

”سردار سیگارو لگتا ہے تمسوراکے تین دوے سے تمہاری دوستی ہے اور جو تمہارے نہیں ہیں، صرف ان کی کھالیں تمہارے گھوڑے پر موجود ہیں۔“
سیگارو نے شاہو کو دیکھ کر کہا۔ ”میں نے ابھی شکار کا آغاز کیا ہے تمہارے گھوڑے ہوائی کھالوں کو دیکھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ شاید تم تمسوراکے زندگی گزارتے ہو۔“
”نہیں سردار سیگارو یہ بات نہیں ہے تم نے ان شیروں کو نہیں دیکھا یہ میسرہ کے تین دوے تمسوراکے تین دوے ان کے سامنے بے بس ہو جاتے ہیں۔“
سیگارو کی سرد نگاہیں کاشان اور افغان کی جانب اٹھیں اور اس نے میری طرف اشارہ کیا۔

”یہ تیرے بیٹے ہیں ازلان!“ مجھ سے پہلے شاہو نے جواب دیا۔
”ہاں، شیروں کی اولاد شیر ہی ہوتی ہے، لیکن وہ بیچارے کیا کریں جو اولاد سے ہوں۔“
”چہ نہیں شاہو کو کیا سوچھی تھی جو وہ اتنے سخت الفاظ کہہ گیا،“ سیگارو نے اولاد کا نام کے دل کو لگی اور اس نے طیش میں آکر کہا۔

”تو میری ذات پر کچھ اجمال رہا ہے شاہو اور ہم لوگ اسے کبھی نہیں معاف کر ذاتیات پر کچھ اچھالے، اگر میں بے اولاد ہوں تو میرا ذاتی معاملہ ہے اور کسی کو مجھ پر غور نہیں ہے، تیرے خیال میں میسرہ شیروں کی آبادی ہے۔ ٹھیک ہے میسرہ میں شیروں کی تعداد

سیگارو نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ میں ہکا بکا اسے دیکھتا رہ گیا۔ اس کے ساتھی بھی اس کے پیچھے چلے گئے تھے، تب میں نے شاہو کو بڑا بھلا کہا اور اس سے کہا کہ اس نے ایک بے مقصد سیگارو سے دشمنی مول لے لی ہے۔ تھماش کا تھخو سردار دل پر جو چوٹ لے کر واپس گیا، تھخو نے چوٹ بالآخر رنگ لائے گی۔“ شاہو نے شرمندہ ہو کر کہا کہ وہ تو محض مذاق کر رہا تھا، اسے برا محسوس کر لیا۔ میرا دل اچھا ہو گیا تھا۔ نجائے کیوں اندر سے یہ احساس ابھر کر کوئی مصیبت آنے والی ہے، چنانچہ میں نے شکار چھوڑ کر واپس کا فیصلہ کیا۔ بعد میں شاہو نے شرمندہ ہوا کہ اس نے اپنی حماقت سے ایسے الفاظ ادا کر دیے، بہت پیچ کر اس نے انتظام کیا، تھماش جانے گا اور سیگارو سے اپنے الفاظ کی معافی مانگے گا، بد بخت سے میں نے منع کیا، شاہو نے ہمارا اور اپنے چار ساتھیوں کو لے کر تھماش چل پڑا۔ پھر اس کا کوئی نام و نشان نہیں ملا، نہ اس کے ساتھیوں کا۔ افغان اور کاشان بھی پریشان تھے اور ہماری پریشانیوں سے مقصد نہیں تھا، میں جو احساس تھا اس کی عملی شکل سامنے آگئی۔ تھماش کے لشکر نے ایک سردرات کی سی تیز رفتار سفر طے کر کے میسرہ پر حملہ کر دیا۔ میسرہ کے جوان بھی مقابلے پر آئے، لیکن افغانوں کی کھردری زمین پر رہنے والے جھانکس میسرہ کے جوانوں پر بھاری پڑ گئے۔ ساری قتل عام ہوا اور ہماری تمام کاوشیں بے اثر رہیں۔

دوسری صبح روشنی نمودار ہوئی اور سیگارو نے حکم دیا کہ میسرہ میں عورتوں اور چھوٹی بچیوں کو رہا کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ ایسے بوڑھوں کو بھی چھوڑ دیا جائے، جو اپنی عمر گزار چکے ہوں اور ان میں زندگی شمار ہی ہو، باقی ایک ایک جوان اور ان بچوں کو قتل کر دیا جائے، جن کے جوانی کی امید ہو۔ اس کے احکام کی تعمیل ہونا شروع ہو گئی، جنگ میں مقابلے کا فیصلہ تورات کو ہی بنانا کیونکہ میسرہ کے جتنے جوان مقابلے پر آئے تھے، وہ ہلاک ہو چکے تھے، اب صرف وہ باقی ہیں جن میں شریک نہیں تھے اور باغہ تم خود اندازہ کر لو کہ میسرہ پر کیا قیامت ٹوٹی ہوگی، ہم ہر ہند میں ہاکم ہو گئے۔ میں نے لاکھ کوشش کی سیگارو کا سامنا کروں، اسے اس درندگی سے روکوں، لیکن سیگارو اپنی وحشت میں ڈوبا ہوا تھا۔ میسرہ کے ایک ایک نوجوان کو قتل کر دیا گیا۔ اور افغان بھی زخمی ہوئے، لیکن میں نے بمشکل تمام انہیں اپنی بیوی اور اپنی دونوں بیٹیوں کو لے کر اور ایک ایسی سرگرم سے فرار ہونے کی کوشش کی جو خشک پڑی ہوئی تھی اور اس کا کوئی اثر نہیں تھا، لیکن اس وقت یہ سرگرم ہماری زندگی کی ضامن بنی اور ہم ہزاروں دقتوں کے زخمی ہوئے نکل آئے۔ آہ سیگارو نے میسرہ کو تباہ و برباد کر دیا۔ بس اس کے بعد سے ہم بھگت گئے، میرے دونوں بچے شدید زخمی تھے۔ افغان کی حالت زیادہ خراب ہو گئی اور ہم گرتے پڑتے پھاڑوں تک آچکے۔ جہاں ایک نئی زندگی ہماری خنجر تھی۔ تم نے میرے بچوں کی جان بچا کر مجھ پر جو احسان کیا ہے باغہ اس کے لئے وہی الفاظ استعمال کر سکتا ہوں جو عام طور پر جانتے ہیں کاش میرے پاس ایسے کچھ الفاظ ہوتے جو سننے ہوتے اور میں ان سے اپنے

میں کچھ طور پر عکاسی کر سکتا۔
”یہ میرا ہی اور غلامن باتو کے ساتھ یہ داستان سن رہی تھیں، ان کے چروں پر افسوس کے

دیکھا۔ باتوں نے آہستہ سے کہا۔ ”بہت دلچسپ بہت پر لطف مستقبل کے لئے نیا راستہ لڑکیوں کا ایک ذمہ داری مل گئی ہے، کیا میں غلط کہہ رہا ہوں؟“ فوہا اور دونوں لڑکیاں باتو کا چہرہ دیکھ کر اور اذلان اور کاشان بھی حیران نگاہوں سے اس پراسرار بوڑھے کو دیکھ رہے تھے۔

○.....○.....○

کرشانہ میں مکمل امن و امان تھا۔ یہاں کے باشندے پورا تعاون کر رہے تھے۔ کور سے سرکشی کا اظہار نہیں ہوا تھا۔ شاگ اپنا کام کر رہا تھا۔ وہ کرشانہ کے چپے چپے کا جائزہ لے رہا تھا اور یہاں کے رہنے والوں کا تجزیہ کر رہا تھا۔ پھر ایک شام اس نے شران کو طلب کر لیا۔ لی کے ذریعہ گفتگو کا آغاز ہو گیا۔

”کرشانہ کے سردار..... تو نے یہاں کا نظام خوب سنبھالا اور مجھے تیری صلاحیتیں تعجب ہوتا ہے۔ تو درحقیقت سرداری کے لئے پیدا ہوا ہے۔“

”تیرا خیال درست ہے معزز دوست۔ میں ایک سردار کا بیٹا ہوں۔ سرداری میرا حق مجھ سے چھین لیا گیا۔ میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد تو یہی ہے کہ ایک دن میں عقابوں کا بیج کر اپنے سب سے بڑے دشمن کو مبارغہ کے لئے لگا دوں۔“

”وہ کون ہے؟“

”میرا باپ۔“ شران نے جواب دیا اور شاگ تقہ مار کر ہنس پڑا۔ اس نے کہا: ”بہت قریب ہے، عقابوں کا مسکن یہاں سے کتنی دور ہے؟“

”وہ بہت فاصلے پر ہے۔“ شران نے کہا۔

”اس کے درمیان کتنی بستیاں ہیں؟“

”بیشمار.....!“

”گو پہلے ہمیں ان بیشمار بستیوں کو تسخیر کرنا ہوگا۔ اگر یہ بستیاں تیرے زیر نگیں بھی ممکن ہے کہ عقابوں کا سردار خود تیرے سامنے آکر تجھ سے امان مانگے؟“

”ہاں میں اسے امان دوں گا“ اسے باقی زندگی اسی قید خانے میں گزارنی ہوگی جس نے مجھے قید کیا تھا۔“

”ایک فاتح فیملوں کا حقدار ہوتا ہے، لیکن اس کے لئے ابھی سے کام شروع کر۔ کرشانہ کے جوانوں کو اپنا ہم آواز کر لیا ہے۔ انہیں جوانی کی ضرورتوں سے دور نہ کرنا ہوا۔

دلوں میں یہ خیال پیدا کر کہ انہیں کرشانہ کی وسعتیں پھیلانی ہیں اور اس کے لئے انہیں جوار کے قبیلوں سے جنگ کرنی ہوگی۔“

”یہ خیال ان کے دلوں میں ڈالا جا چکا ہے اور وہ میرے اشارے پر ہتھیار اٹھائے ہیں۔“

”ہتھیار صرف اٹھائے نہیں، چلائے بھی جاتے ہیں۔ جوانوں کو ہتھیار صحیح چلانے کی دینی ہوگی اور یہ کام میرے آدمی کریں گے۔“

”ہم نے تجھے اپنا رہنما مانا ہے۔ تیرے ہر حکم کی تعمیل ہوگی۔“ شران نے جواب دیا۔ ”یہی تعاون مجھے عزیز ہے۔ میں اس کا انتظام کرتا ہوں تو انہیں حکم دے کہ:

”بہنوں سے تربیت حاصل کریں۔ ہاں کیا تیرے علم میں ہے کہ کرشانہ کی قریب ترین آبادی کون ہے؟“

”بزرگان.....!“ شران نے جواب دیا۔

”خوب تو معلوم کر چکا ہے۔“

”ہاں اس کا سردار..... ہارشا ہے۔ کرشانہ کے لوگ اس سے زیادہ نہیں جانتے۔“

”کیا یہ بھی نہیں جانتے کہ کرشانہ کے سابق سردار کے بزرگان والوں سے کیسے تعلقات بنائے؟“

”نہیں۔“

”سمجھ دار لوگوں سے معلوم کر۔ اس کے علاوہ چند ایسے لوگوں کا انتخاب کر جو میرے کچھ باتیں کو لے کر بزرگان کی سرحدوں تک سفر کر سکیں۔ میرے ساتھی اندازہ لگائیں گے کہ اگر کرشانہ کے جوان بزرگان پر حملہ آور ہوں تو ان کے لئے کون سے راستے محفوظ رہیں گے۔ اور کس

مقام پر بزرگان والوں کی لاعلمی میں ان کے سروں تک پہنچ سکتے ہیں۔ تاکہ حملہ کرنے سے پہلے انہیں تباہی کا موقع نہ مل سکے۔“

”لیکن اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ہارشا سے مبارغہ طلب کیا جاسکتا ہے اور میرے بازوؤں میں اتنی قوت ہے کہ میں ہارشا کو خاک و خون میں ملا سکوں۔“

”سردار..... مجھے تیرے بازوؤں کی قوت پر اتنا ہی بھروسہ ہے جتنا تجھے۔ لیکن ٹھنڈی یہی ہے جو قوت سے قبل ہر محاذ سنبھال لے۔ کرشانہ کے عیش کو ش تیرے مطیع ہو گئے۔ ہو سکتا ہے

بزرگان میں رسہ کشی ہو، لوگ تیری سرداری کو قبول نہ کریں، تیرے گرد کرشانہ کے جوانوں کا حصار ضروری ہوگا۔“

”ہاں ایسا ممکن ہے۔“

”بس تو پوری بات تیری سمجھ میں آگئی ہوگی۔ لیکن یہ کام جلد ہونا چاہئے۔ مجھے آٹھ جوان دیئے جائیں جو میرے چار ساتھیوں کے ہمراہ بزرگان کی سرحد تک جا سکیں۔ انہیں راستوں کا علم ہو۔

ان کے علاوہ جوانوں کی ٹولیاں بنائی جائیں جو ہتھیار چلانے کی تربیت لیں۔“

شاگ جو کہ جانے کے بعد لاگائے شران سے کہا۔ ”مجھے اس شخص کے احکامات پسند آئے ہیں، احکامات دیتے ہوئے مجھے یہ احساس ہوا ہے جو خود کو ہم سے برتر سمجھتا ہو۔“

”لیکن اس نے جو کچھ کہا ہے اس کی افادیت سے تو انکار نہیں کیا جاسکتا۔“ شران بولا۔

”یہ بات میں مانتا ہوں اور پہاڑوں کی تاریخ میں ایسا اکثر ہوا ہے یہ صورت حال عقابوں کے مسکن میں بھی پیش آسکتی ہے جہاں میان کے پرستار موجود ہیں۔ اور ہمارا ہمنوا کوئی نہیں۔“

”میرا مرکز وہی ہے لاگا۔“ شران نے کہا۔

”یقیناً عقابوں کے مسکن کی سرداری حاصل کرنا ہمارا نصب العین ہے کیونکہ وہ شران کی ملکیت ہے۔ لیکن یہ شخص۔ شران ہمیں یہ کبھی نہیں بھولنا چاہئے کہ وہ پہاڑ پار کا شاطر ہے پہاڑوں میں اپنے قدم جمانا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے اپنے مقصد کی تکمیل کے بعد وہ ایک دم چلا

نشانہ دی کرو، جہاں تم نے لاشیں دیکھی تھیں۔“

”وہ جگہ اب بہت قریب ہے، مسٹر شاگ، ادھر اس طرف۔“ ان لوگوں نے اشارہ کرتے ہوئے بتایا جو پہاڑوں کی طرف جانے والے قافلے میں شریک تھے اور شاگ کو اس جگہ لے کر پہاڑوں سے انہوں نے لاشیں اٹھائی تھیں۔ شاگ گھوڑے سے اتر گیا۔ یہاں بہت سے نشانات تھے جن کے دھبے کچھ اشیاء۔ شاگ زمین پر اکڑوں بیٹھا رہا، پھر اس نے زمین دیکھنی شروع کر دی۔ نشانات دیکھے اور پھر چوپایوں کی طرح ادھر سے اُدھر گھومنے لگا۔ بہت سی جگہوں پر اس نے بے ناک لگا کر اسے سونکھا بھی تھا، پھر مٹا اپنے بال نوچتا ہوا بولا۔

”رخ بدل لیا تھا انہوں نے۔ آہ وہ اس طرف گئے ہیں۔ غداری ہوئی ہے، ہوئی ہوگی، تھی، دھوکا کھائے، لبا دھوکہ کھائے۔“ وہ لڑکھڑاتا ہوا اٹھا اور مضطرب قدموں سے اپنے گھوڑے کی طرف چل پڑا۔ پھر بڑی مشکل سے اس پر سوار ہوا اور مردہ سے لمبے میں بولا۔ ”پہاڑوں کی طرف پہاڑوں کی طرف.....!“ سب لوگ اس طرف چل پڑے تھے۔

پہاڑوں میں سکون تھا۔ شاگ کے ساتھی یہاں کا مکمل نظام سنبھالے ہوئے تھے۔ انہوں نے بلند یوں سے شاگ کو دیکھ لیا اور اس کے استقبال کے لئے جمع ہو گئے۔

”یہاں کیا ہو رہا ہے؟“ شاگ نے سرد لمبے میں پوچھا۔

”خوشخبری ہے شاگ، چھ گروہ چھپنے میں، چالیس افراد کا اضافہ ہوا ہے جن میں آٹھ ہیں۔“

”پرانے پیچھے؟“ شاگ نے پوچھا۔ ”سب ٹھیک ہیں۔“

”مسند ہیں اور سر جھکا کر کام کر رہے ہیں۔“ شاگ کے دوسرے ساتھی نے کہا۔

”سب کو دی کوئل میں جمع کرلو.....! ایک ایک کو نکال لاؤ.....! ایک ایک کو۔“

گھوڑے سے اتر کر اپنی آرام گاہ کی طرف بڑھ گیا۔ شاگ کے ساتھی دوسروں سے پہلے پیش آنے والے واقعات کے بارے میں پوچھنے لگے، لیکن کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ شاگ رد عمل نے سب کو شدید خوفزدہ کر دیا تھا۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب وہ کیا کرنا چاہتا ہے اس کے موذی کوئی انداز نہیں ہو پا رہا تھا۔

دی کوئل پہاڑوں کے درمیان ایک وسیع جگہ تھی۔ ہر طرف سے پہاڑوں میں گہری شاگ کے ساتھیوں نے اس کے حکم کی تعمیل شروع کر دی۔ ہر جگہ سے لوگوں کو نکال کر نئے آنے والے بھی ان میں شامل تھے۔ لیکن انہیں دوسروں سے الگ رکھا گیا تھا۔ شاگ تو شاگ ان کے درمیان آگیا۔ دی کوئل کے پتوں بچ کھڑے ہو کر اس نے چاروں طرف اپنے آدمیوں سے بولا۔ ”کڑی کی وہ ٹھنکی یہاں اٹھا لاؤ جس پر مجھے دماغ والوں کو ٹھیک ہے۔“

لوگ دوڑ گئے، کچھ بے چارے خوفزدہ ہو گئے تھے۔ خوفناک ٹھنکی دی کوئل کے پتوں پر گرنے لگی۔ اس پر چڑے کا چابک بھی لٹکا ہوا تھا۔ شاگ نے آنے والوں کے پاس پہنچنے پر ”خزانوں کی تلاش میں آئے ہو، ملیں گے خزانے ضرور ملیں گے۔ شاگ کا وعدہ محنت کے بعد شاگ کی وفاداری کے بعد۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔ تمہارا بادشاہ معزز“

”میں اس کا ٹائپ سمجھ رہا ہوں، وہ جنوں کی ایک نئی اور انوکھی قسم کا حامل ہے، جو اذیت دیتا ہے اور اذیت پسندی کی منازل سے گزر چکا ہوتا ہے۔ ہم بیک ایک خطرناک جال میں گرفتار ہیں۔“

”میں اس کا ٹائپ سمجھ رہا ہوں، وہ جنوں کی ایک نئی اور انوکھی قسم کا حامل ہے، جو اذیت دیتا ہے اور اذیت پسندی کی منازل سے گزر چکا ہوتا ہے۔ ہم بیک ایک خطرناک جال میں گرفتار ہیں۔“

”میں اس کا ٹائپ سمجھ رہا ہوں، وہ جنوں کی ایک نئی اور انوکھی قسم کا حامل ہے، جو اذیت دیتا ہے اور اذیت پسندی کی منازل سے گزر چکا ہوتا ہے۔ ہم بیک ایک خطرناک جال میں گرفتار ہیں۔“

”میں اس کا ٹائپ سمجھ رہا ہوں، وہ جنوں کی ایک نئی اور انوکھی قسم کا حامل ہے، جو اذیت دیتا ہے اور اذیت پسندی کی منازل سے گزر چکا ہوتا ہے۔ ہم بیک ایک خطرناک جال میں گرفتار ہیں۔“

”میں اس کا ٹائپ سمجھ رہا ہوں، وہ جنوں کی ایک نئی اور انوکھی قسم کا حامل ہے، جو اذیت دیتا ہے اور اذیت پسندی کی منازل سے گزر چکا ہوتا ہے۔ ہم بیک ایک خطرناک جال میں گرفتار ہیں۔“

شاہک نے لٹکے لٹکے کہا۔ ”لوک‘ میرے دونوں پستول لوڈ کر کے مجھے واپس کر دو۔“ لوگ نے فوراً اس کے نئے حکم کی تعمیل کی تھی، شاہک نے پھر کہا۔ ”وہ پہلی کو بلاؤ، وہ کہاں ہے؟“ جواباً ایک تومند شخص آگے آیا۔ ”پندرہ ہنٹر، پندرہ ہنٹر پوری قوت سے میرے جسم پر مار رہا ہے۔“ شاہک نے تھوک نکل کر چاروں طرف دیکھا، پھر تھکنے سے ہنر اتار لیا۔ وہ شاہک کا مزاج آشنا معلوم ہوا تھا، چنانچہ شاہک کی آوازوں کے ساتھ شاہک کے لباس پر خون کی لکیریں ابھرنے لگیں۔ پندرہ ہنٹر پورے ہو گئے۔ تب شاہک نے سب سے منتشر ہونے کے لئے کہا۔

رات ہو گئی۔ شاہک کے ساتھی اس سے کچھ فاصلے پر موجود تھے، لیکن ساری رات شاہک اسی طرح لٹکا رہا۔ صبح کو اس نے قید لوگوں کو اشارہ سے قریب بلایا اور بولا۔ ”شاہک کا جرم ثابت ہو گیا ہے؟ گھروسہ..... اعتماد..... غلط لوگوں پر وہ لڑکی اشیاء جس نے محبت کے نام پر اسے یونہی بنایا، لیکن درحقیقت وہ اپنی اور اپنے بھائی کی زندگی کی بقاء چاہتی تھی۔ دوسری لڑکی ڈیزی سب سے بڑی مجرم جس نے ایک مملکت کے سربراہ کو خنجر بنادیا۔ اس نے کہا تھا مسٹر شاہک، پہاڑوں کو ٹھہر انداز کرنا مناسب نہیں ہے۔ آپ کا وہاں جانا ضروری ہے اور میں نے کہا کہ آپ ٹھیک کسی ہی مس ڈیزی، آپ وہاں چلی جائیے۔ اس نے کامیاب چال چلی۔ ارے جن لوگوں کو ساتھ لے جانے کے لئے اس نے منتخب کیا تھا، انہیں ہر شاہک کو چونکنا چاہئے تھا۔ سب اس کے ساتھی تھے، سوائے اشیاء اور فلیش کے، لیکن وہ بھی اس کے ساتھ ہی دیکھے جاتے تھے۔ شاہک بے وقوف بن گیا، لیکن شاہک اب وعدہ کرتا ہے کہ آئندہ اس سے ایسی حفاظت کبھی نہ ہوگی۔ وہ اپنی حفاظت کی معافی مانگا ہے۔“ پھر وہ کچھ دیر خاموش رہا۔ اس کے بعد اس نے کہا۔ ”شاہک کو تھکنے سے اتار دیا جائے۔“ اس کے ساتھی دوڑ پڑے اور اسے بڑی احتیاط سے تھکنے سے نیچے اتار گیا، لیکن اتارنے کے دوران ہی وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

○.....○.....○

تسمورا کے وسیع و عریض جنگلات صدیوں سے سیکڑوں روایتوں کے حامل تھے۔ موسم بار میں جہاں شکاری ٹولیاں ان میں چاروں طرف بکھر جاتی تھیں، وہیں ان میں نئی داستانوں کا آغاز بھی ہو جاتا تھا۔

یہ بیشمار لاشیں فاراب نے دیکھی تھی۔ وہ بھی تسمورا میں شکار کھیل رہا تھا اور اس وقت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ادھر سے گزر رہا تھا۔ لاشیں دیکھ کر متاثر ہو گیا۔

”روشنی والے کی قسم، یہ سولازری ہیں۔“ اس نے کہا۔
”آہ یہ تو زنگان ہے۔ سردار اعظم اس کے خیمے پر سولازریہ کا نشان ایستادہ تھا۔“
”زنگان، فلان کا ہی کا بیٹا.....؟“

”ہاں اور یہ اس کا دوسرا بیٹا سوراہ ہے۔“
”انہیں گولیاں مار کر ہلاک کیا گیا ہے۔“
”کوئی دشمنی نکالی گئی ہے۔“
”کیا فلان کو ہی باری میں موجود ہے؟“
”شاید نہیں۔“

”بہت دکھ بھری بات ہے۔ ہم ان لاشوں کو یہاں نہیں چھوڑ سکتے۔ ان کے گھوڑے تلاش کیے جاتے گھوڑے مل سکے، حاصل کئے گئے ان پر لاشوں کو بار کیا گیا اور پھر یہ سب باری کیے۔“ فاراب باری میں داخل ہوا تو کھرام بچ گیا۔ جتنے لوگوں نے دیکھا سب پیچھے لگ گئے۔ ان میں سے ایک تھا، یہ تھاریہ کا سردار تھا اور تھاریہ سولازریہ کی سب سے قریبی ہستی تھی۔ اس کے ذہن فلان کوئی اور فلان گھرے دوست تھے۔ فلان دنگ رہ گیا.....!

”افسوس فلان تو زندہ درگور ہو گیا یہی دونوں بیٹے تھے، اس کے وہ ان کی موت برداشت نہ کر پائے گا۔“ اس نے غمزہ لہجے میں کہا۔
”اب کیا کریں معزز سردار.....؟“ فاراب نے پوچھا۔
”تم اگر چاہو تو یہ لاشیں میرے حوالے کر دو، میں تسمورا میں اپنی مشغولیات ختم کر کے سولازریہ چلا جاتا ہوں۔“

”میں تمہارا ساتھ دوں گا سردار..... اب میرے لئے بھی تسمورا کی تقریبات غیر دلکش ہیں۔“ فاراب نے کہا۔ حالانکہ اس کی ہستی دور تھی لیکن انسانی رشتے بہت قریب ہوتے ہیں۔
”بول زین سکر کے یہ سب سولازریہ پیچھے۔ سردار فلان کو خبر ہوئی تو اس نے سینہ پیٹ لیا۔

”آہ، کس نے بھجائے ہیں میرے چراغ، آہ کس نے سولازریہ تاریک کر دیا۔ روشنی والے کی تم میں اس قبیلے کو مشعل بنادوں گا۔ یہ مشعل اس وقت تک جلتی رہے گی جب تک وہاں ایک بھی راز سناٹی دے گی اور جب یہاں تاریکی چھنے لگی تو کبھی روشنی نہ ہوگی۔ کون تھے وہ کون ہیں وہ؟“

لیکن کوئی نہ بتا سکا۔ فاراب نے تسمورا کی کمائی سناٹی اور غمزہ فلان ہاتھ ملتا رہ گیا۔ اس نے ”سولازریہ تاریک ہو گیا ہے“ ایک سال تک کسی گھر میں چراغ نہ جلے۔ ایک سال تک سولازریہ مارو روشنی نہ ہو۔“ اس سے زیادہ فلان کچھ نہ کر سکا۔ دشمنوں کا کچھ سراغ ہی نہیں ملا تھا۔ پھر دن کے بعد ایک رات سولازریہ کی سرحد کے پاس روشنی چمکی اور لوگ چونک چونک کر ادھر بھاگے۔ سولازریہ کی ریت ہی بدل گئی تھی۔ سرشام سارے کام بند ہو جاتے تھے۔ گھروں کے دروازے بند ہو جاتے تھے کہ سردار کی حکم عدولی نہ ہو، پھر یہ کون دیوانہ تھا جس نے ناموت نگر میں روشنی جلانے کی ہمت کی تھی۔ سولازریہ کے سپاہی دوڑ پڑے اور انہوں نے ہمسافر کو پایا جس کا تھکا ماندہ گھوڑا سرسبز ہوڑا لٹکھا تھا اور اس نے جھاڑ جھنکار جمع کر کے آگ لگائی تھی۔

”حق شخص اصولی طور پر تیری گردن اڑا دینی چاہئے، لیکن تو کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے۔“
”کیا جھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے؟“ مسافر نے پوچھا۔
”تب واقعی تو بے خبر ہے، لیکن ہم درگزر نہیں کر سکتے، تیری گرفتاری لازمی ہے۔ سولازریہ روشنی منوع قرار دی گئی ہے۔ سردار کا حکم ہے کہ ایک سال تک سولازریہ میں کسی طرح کی روشنی نہیں ہوگی۔“

”میں ایک ناواقف مسافر ہوں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ میں طویل مسافت طے کر کے یہاں پہنچا ہوں۔ دن کی روشنی میں، سولازریہ کا پتہ پوچھتا ہوا بمشکل یہاں تک آیا، لیکن جیسے ہی رات

ہوئی سولاز یہ گم ہو گیا۔ میں نے سوچا کہ شاید پہاڑوں کی بھول بھلیوں میں راستہ گم کر بیٹھا ہو۔ بہت سی روشنیاں ضرور نظر آئیں۔ بس صبح کے انتظار میں یہاں بیٹھ کر انتظار کیا اور تم لوگ خود کو یاد رہا کہ موسم سرد ہے۔ ناواقفیت میں آگ روشن کر لی، لیکن کیا تمہارا تعلق سولاز یہ کی ہے.....؟

”ہاں۔“

”تب بیشک تم مجھے گرفتار کرلو، کیونکہ اس طرح تم مجھے سولاز یہ ہی لے جاؤ گے!“

”یقیناً۔“

”میں تیار ہوں، کیونکہ اس طرح مجھے سردار کے سامنے ہی پیش کیا جائے گا۔ میں طویل طے کر کے سولاز یہ کے سردار ہی سے ملنے آیا ہوں۔“

آگ بجھادی گئی اور سپاہی، مسافر کو لے کر سولاز یہ کی آبادی میں آگئے۔ اسے قیام کے جگہ دی گئی اور صبح کو اسے سردار کے کوسٹے کے سامنے لے آیا گیا۔ دن چڑھے فوٹان باہر آئے۔ بہت سی اور کوئی مقدمہ نہیں تھا، اس لئے مسافر کو فوٹان کے سامنے پیش کر کے اس کے بارے میں بتایا گیا۔

”نہیں، یہ مسافر ہے ہم اسے مجرم نہیں قرار دے سکتے، مگر تم کون ہو اور مجھ سے کیوں چاہتے ہو؟“

”میرا نام ہندان ہے اور میں عقابوں کے مسکن سے آیا ہوں۔“

”میان لائی وہاں کا سردار ہے؟“

”ہاں۔“

”آگے کو، کیا کہنا چاہتے ہو؟“

”عظیم سردار..... میں تسورا کے جنگلوں کی بات کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں سے انوکہ واقعات رونما ہوتے ہیں۔ بہت سے سانحہ اور بہت سے حادثے ہوتے ہیں۔ کیا سولاز یہ سردار آج تک اپنے قبیلے کے ان جوانوں کی کشدگی کا علم نہیں ہوا جو تسورا میں شکار کھیلنے گئے تھے۔“

فولان دہل کر رہ گیا۔ اس کے منہ سے آواز نہ نکل سکی، اس کا غم پھر سے تازہ ہو گیا تھا۔ غم آلود نگاہوں سے ہندان کو دیکھتا رہ گیا۔ اس کے ایک مشیر نے اس کی کیفیت محسوس کر کے ہندان سے کہا۔ ”تو ان جوانوں کے بارے میں کیا کہنا چاہتے تھے؟“

”بہت سے جوان تھے۔ ایک ایک کو چن چن کر قتل کر دیا گیا تھا۔ میں ان کی ہلاکت کا دید گواہ ہوں اور چشم دید گواہ ہونے کی وجہ سے مجھے زنداں میں ڈال دیا گیا تھا، کیونکہ وہاں کو جو قاتلوں کی نشاندہی کر سکتا تھا، میرے سوا۔“ ہندان نے کمال چالاکی سے اپنے مقصد کا کر دیا۔

”میں ان قاتلوں کو بخوبی جانتا ہوں۔“

”تم بتا، ہمیں ان کے نام بتا۔ ہم پر زندگی حرام ہے، جب تک ہم اپنے ہونٹوں سے ان خوروں کا خون نہ پلے۔“

”تھیل سے بتاؤ گا سردار.....!“ ہندان نے کہا، وہ اپنی کامیابی سے خوش تھا۔

”تھیل سے بتا۔“

”میان لائی کا بیٹا شمران عقابوں کا نشان لے کر بساری کے لئے نکلا، لیکن وہ سرکش اور بد خو مجرم شمران بہت سی غلامتوں کے نشان چھوڑا ہوا بالآخر تسورا پہنچ گیا۔ تسورا میں اس نے جوانوں سے ان کے شکار چھین لئے، جس کے نتیجے میں جنگ ہوئی اور کچھ سولاز یہ مارے۔ لیکن بالآخر سولاز یہ جوانوں نے شمران پر قابو پایا اور اسی دوران میان لائی شمران کا باپ اس نے سولاز یہ جوانوں سے بظاہر ہمدردی کا اظہار کیا اور جو خونی وہ غافل ہوئے اس نے ان کیوں کی بوجھاڑ کر دی اور ہر ایک کو قتل کر کے اس جرم کے نشان چھپا دیئے۔“

”میان لائی.....!“ فوٹان کی چٹانی آواز ابھری۔

”تو اس وقت کہاں تھا اے شخص.....!“ فوٹان کے مشیر نے پوچھا۔

”میان کے ساتھ، کیونکہ میں عقابوں کے نشیمن میں رہتا ہوں۔“

”تو نے اپنے سردار کا یہ جرم آج ہم پر کیوں ظاہر کیا؟“

”یہ ایک طویل کہانی ہے۔ اس انکشاف کے نتیجے میں نہ تو مجھے کوئی انعام درکار ہے نہ کوئی بدلہ۔ یہ ایک خاندانی معاملہ ہے، یوں سمجھ لو باغہ اگر میان چور دروازے سے آکر سردار نہ بن، تو اس وقت عقابوں کا سردار میں ہوتا۔“ ہندان نے کہا۔

”کیا تو سارنڈ کے خاندان سے ہے.....؟“

”ہاں۔“ ہندان نے غمزہ لہجے میں کہا۔

”سارنڈ کی کہانی میں جانتا ہوں۔ کیا میان نے تجھے زنداں میں ڈال دیا تھا؟“

”ہاں، اسے صرف مجھ سے خطرہ تھا۔ اس نے مجھے ہی نہیں سارنڈ کے خاندان کے کچھ اور لوگوں کی زنداں میں ڈال دیا ہے۔ میں بمشکل وہاں سے نکل سکا ہوں۔“

”عظیم فوٹان۔ ہم غیر انشددی سے کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے۔ ہو سکتا ہے یہ شخص اپنی ناشدنی کی بناء پر یہ من گھڑت کہانی لایا ہو۔ اس کی تحقیق کی جاسکتی ہے۔ تفصیل معلوم ہونا ضروری ہوگا۔“ مشیر نے کہا۔

”تفصیل معلوم کرو۔ تادشان سے کہو لشکر کو تیار کر لے۔ اگر میان میرے بچوں کا قاتل ہے۔ روشنی والے کی قسم یا تو عقابوں کے مسکن کو اجاڑ کر واپس آئیں گے یا پھر..... سولاز یہ ختم آئے گا۔ اس شخص کو معزز مہمان کا درجہ دو.....!“

○.....○.....○

پہاڑوں میں اذلان کے خاندان کی تیمارداری ہو رہی تھی۔ لڑکیوں کا ایک دلچسپ مشغلہ تھا۔ انہیں کوئی مشکل نہیں تھی۔ باگ کے حالات تسلی بخش تھے۔ باتو زیادہ تر اذلان کے ساتھ رہتے تھے۔ اپنے بارے میں اس نے چاروں لڑکیوں کے سامنے اذلان کو بتایا تھا کہ وہ انہیں لشکر رہتا تھا۔

”میرا تم شک گئے ہو تو اب بیٹھ جاؤ، دیکھو وہ جگہ کتنی خوبصورت ہے۔“
”میں کچھ اور چلنا چاہتا ہوں۔“

”میں کچھ اور چلنا چاہتا ہوں۔“ وہاں میرے پسندیدہ پھول اُگے ہوئے ہیں، ان کی خوشبو بہت اچھی ہوتی ہے۔“ افغان آمادہ ہو گیا۔ وہ مطلوبہ جگہ پہنچے تو ایک پتھر لے راستے پر افغان کی پهل چل گئی۔ وہ بری طرح گرتا، لیکن شیرایہ نے اس کے پورے بدن کو سنبھال لیا۔
”ایسا گر پڑی تھیں، لیکن شیرایہ نے افغان کو نہ گرنے دیا، وہ اسے سمیٹ کر احتیاط سے زمین پر لیٹا۔ افغان پر غشی سی طاری ہو گئی۔ یہ زخموں کا کرب نہیں تھا، بلکہ شیرایہ کے وجود کا لمس تھا۔
”اس کی آنکھیں بند کر دی تھیں۔ ادھر شیرایہ کی کیفیت بھی اس سے مختلف نہیں تھی۔ وہ اپنی توانائی کو زمین پر لٹا سکتی تھی، لیکن اس وقت وہ خود بھی اپنی چھوٹی سی عمر کے انوکھے زمانے سے دوچار ہو رہی تھی۔ چنانچہ وہ اس وقت تک افغان کو خود میں سمیٹے بیٹھی رہی، جب تک اس کی خودی نہ کسمایا۔ بعد میں اس نے سمنانہ اور غلمانہ سے کہا۔

”زخمی نوجوان ساحر معلوم ہوتا ہے؟“

”جادو کرنے والا ہے۔“ غلمانہ حیرت سے بولی۔

”ہاں یقیناً تم یوں کرو کہ پہلے اسے زمین پر دھکا دو، جب وہ گرنے لگے تو اسے سنبھال لو، انہی تم سے سنبھالو گی یوں لگے گا جیسے تمہارا اپنا بدن بے جان ہونے لگا ہے۔ پہلے سر آہستہ آہستہ اٹائے گا، پھر دل زور زور سے دھڑکے گا اور تم اسے زمین پر بٹھانے کے بجائے اسی طرح سنبھالے گی۔ تم کو شش بھی کرو گی کہ اسے زمین پر لٹا دو، لیکن یہ تم سے ہو ہی نہیں سکے گا۔ تمہیں بس ہانگے گا جیسے تمہاری آنکھوں پر کسی نے بہت سا وزن رکھ دیا ہو۔ کان اور گردن گرم کر دی ہو۔“

”یہ تو عجیب بات ہے۔“ سمنانہ نے کہا۔

”فوا کو بتاؤ۔“ غلمانہ نے مشورہ دیا اور تینوں بہنوں نے اپنا تجربہ فوا کو سنایا۔ فوا پر خیال لے کر

”ایسا کیا یہ صفت کا شان میں بھی ہے؟“

”اس کے بارے میں تو معلوم نہیں۔“

”تجربہ کر کے دیکھنا ہو گا اور اگر یہ سچ ہے تو باتو بابا کو بتانا ضروری ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہر چیز کو تیار رہنا ضروری ہے۔“ فوا نے نہ جانے کب اور کس ترکیب سے کا شان پر تجربہ کر ڈالا اور اس نے بہنوں کی مجلس مشاورت طلب کر کے شیرایہ کے بیان کی تصدیق کی اور کہا۔ ”شیرایہ نے اہل درت کہا ہے۔ کا شان بھی بالکل ویسا ہی ساحر ہے۔ اس کا لمس تو ذہن کو مٹھی میں جکڑ لیتا ہے۔“

”شیرایہ کیا تمہارے ہونٹ بھی خشک ہو گئے تھے اور گلا سوکھ گیا تھا؟“

”یہ تو مجھے یاد نہیں۔“

”میرے ہونٹ بالکل خشک ہو گئے تھے۔ آؤ بہتر ہے کہ کوئی نقصان اٹھانے سے پہلے باتو بابا کو نصیحت دلا دی جائے۔“ چاروں بہنیں باتو کو اپنے رہائشی غار سے بہت دور لے گئی تھیں۔ پھر سمنانہ نے سنسنی خیز انکشاف بڑی تفصیل سے کیا۔ ان کے چہرے پر جوش تھے اور آنکھیں چمک رہی تھیں، لیکن باتو پر عجیب رد عمل ہوا۔ پہلے تو وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں دیکھتا رہا، پھر حلق پھاڑ

نہ لگایا اور پھر بیٹ پکڑ کر ہنسنے لگا۔

بستی باگ کے رہنے والے ہیں اور باتو ان چاروں لڑکیوں کا استاد ہے اور انہیں جنگل میں فنون حرب سکھا رہا ہے، تاکہ وہ ہمدرد لڑکیاں بن جائیں اور باگ کی حفاظت کریں۔ بعد میں لڑکیوں کو سمجھا دیا تھا کہ اس سے زیادہ انہیں اور کچھ بتانا مناسب نہیں ہو گا۔ ابھی ان کے سر میں کوئی فیصلہ کرنا قفل از وقت ہے۔ یہ بعد میں سوچیں گے کہ ان کے لئے کیا کر سکتے ہیں۔
کا شان کے زخم تو بھر گئے تھے، لیکن افغان زیادہ زخمی تھا۔ اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ چکی تھی، جس کی وجہ سے وہ چل نہیں پاتا تھا۔ دوسرے لوگوں کو چلنے پھرتے دیکھ کر اس کے چہرے پر کسی پھیل جاتی تھی۔ اس کی ماں نے اس کی دلجوئی کرتے ہوئے کہا۔
”تو بہت خاموش رہتا ہے افغان، خود کو سنبھال میرے بیٹے تجھے غمزدہ دیکھ کر مجھے ہنس

ہوتا ہے۔“

”میں معذور ہو چکا ہوں ماں۔ میرا ایک پاؤں بالکل کام نہیں کرتا۔ کیا اس حال میں گزارنے سے میری موت زیادہ بہتر نہیں تھی؟“

ماں رو پڑی۔ ”ایسا نہ کہہ میرے لعل، روشنی والے نے ہمیں نئی زندگی دی ہے۔ یہ زخم بھر جائیں گے، تو ٹھیک ہو جائے گا۔“

”شاید ایسا کبھی نہ ہو۔“ افغان نے غم سے کہا۔ ”میں اکتا گیا ہوں، میرا دل گھبرا گیا ہے۔ چلنا پھرنا چاہتا ہوں۔ میرا بدن دکھ گیا ہے، بیٹھے بیٹھے۔“

”بس کچھ دن اور صبر کر لے، سب ٹھیک ہو جائے گا۔“

کچھ فاصلے پہ شیرایہ سب کچھ سن رہی تھی۔ عمر سیدہ عورت کے آنسوؤں اور افغان کی آنسوؤں نے اسے بہت متاثر کیا۔ اسے بچپن یاد تھا۔ باتو کے پاؤں چلنا چور ہو گئے تھے۔ اس نے خال کی لکڑیاں بنا کر ان کے سارے چلنا سکھا تھا۔ شیرایہ نے جنگل کے درختوں سے ایسی لکڑیاں حاصل کیں اور انہیں ایک ٹاپ دیا اور پھر وہ افغان کے پاس پہنچ گئی۔

”انہیں اپنے پاؤں کے سچ دباؤ اور ان کے سارے چلنے کی کوشش کرو۔ میں تمہیں ما دے کر باہر لے چلوں گی۔“

”روشنی والا تمہیں ہمیشہ خوش رکھے بیٹی۔ زمین پر تم ہمارے لئے روشنی والے کی فرمائش بن گئی ہو۔“ ازلان کی بیوی نے مومنیت سے کہا۔

”چلو..... تمہیں بہت سے کام لیتا چاہئے۔“ شیرایہ نے افغان سے کہا اور افغان اٹھ کر شیرایہ نے اسے سارا دے کر کھڑا کیا۔ پھر بیٹھا کھیاں اس کی بظلوں میں دے کر اسے آہستہ آہستہ

باہر لے گئی۔ افغان کے چہرے پر خوشیاں بکھر گئی تھیں۔ آبشار کے کنارے پہنچ کر اس نے کہا۔ ”مجھے یوں لگتا تھا جیسے میں کھلا آسمان کبھی نہ دیکھ سکوں گا۔ میری آنکھیں تک روشنی

محروم ہونے لگی تھیں، شیرایہ تم سب نے باتو بابا نے، ہم پر بہت احسان کیا ہے۔“

”باتو بابا کہتا ہے انسان سب کچھ کر سکتا ہے۔ تمہارے زخم تو عارضی ہیں، ٹھیک ہو جائے گا۔ باتو بابا کے تو پاؤں ہی نہیں ہیں۔“

”ہاں وہ بہت بڑا انسان ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ ہم بے بس لوگ تمہارا احسان کیسے ادا

کرتے ہیں؟“

○.....○.....○

مقامی شخص نے ٹوٹی پھوٹی انگلش میں کہا۔
”تم انگریزی بول سکتے ہو؟“

”ہاں۔“ ولین نے جواب دیا۔

”کیا تمہارے پاس ہتھیار ہیں؟“

”ہاں۔“

”کہاں ہیں؟“

”ہاں ہمارے سامان میں۔“

”ہتھیار ہمارے حوالے کر دو۔۔۔۔۔!“

”ہمیں اعتراض نہیں ہے، تم انہیں لے سکتے ہو۔“ ولین نے موقع کی نزاکت کا اندازہ لگایا۔
”کہا۔ کوئی اور راستہ نہیں تھا، چنانچہ ان میں کچھ لوگوں نے گھوڑوں سے اتر کر ان کا تمام نفعے میں لے لیا۔ اسی انگریزی داں نے پھر کہا۔

”اب تم ہمارے ساتھ آگے بڑھو۔۔۔۔۔! بہتر تعاون کے بہتر نتائج برآمد ہوں گے۔ تمہیں چلنے کی تکلیف نہ ہوگی۔ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو سکتے ہو۔“

ولین نے گردن ہلا دی۔ پھر سرگوشی میں اپنے ساتھیوں سے بولا۔ ”تمہیں کوئی اعتراض تو ہے؟“

”نہیں، ہم صورتحال محسوس کر رہے ہیں۔“ فلیش نے جواب دیا۔ وہ سب گھوڑوں پر سوار ہو کر زبدان نے سرگوشی میں کہا۔

”میاں ہمیں زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا انکل، کیونکہ مقامی لوگ انگلش بول رہے ہیں۔“

”اس سے ایک اور نتیجہ اخذ ہوتا ہے زبدان، یہ جو کچھ بھی ہیں، شاگ سے زیادہ مضبوط اور شاید زیادہ عرصہ سے یہاں موجود ہیں۔ انہوں نے مقامی لوگوں کو انگلش سکھا دی ہے۔“
لنے افسوس سے کہا۔

”یوں لگتا ہے مسٹر ولین کہ پہاڑوں کا سحر اب ختم ہو چکا ہے۔ ان پہاڑوں کی صدیوں کی آواز اب سب سے زیادہ اس بات کا خیال رکھا جاتا تھا کہ بدیسی میاں داخل نہ ہونے پائیں۔“

”لے کے لئے سب سے زیادہ مستعدی کا مظاہرہ کیا جاتا تھا۔ لیکن اب تو چاروں طرف سے ان کا ہجوم ہو گیا ہے۔ اب تک جو کچھ نظر آیا ہے، وہ میرے خیال کا ثبوت ہے۔“

”اس کی وجہ بھی سامنے ہے روزال۔“ زبدان بولی۔

”وہ کیا آقا زادی۔۔۔۔۔!“

”شران جیسے غدار جو اقتدار کے لئے ہر طرح کا تسلط قبول کر لیتے ہیں۔ شران نے کرشنا کی بددیسیوں کے نشانوں پر سوار ہو کر بخوشی قبول کر لی۔ اگر وہ پہاڑوں کا فیور جو ان ہوتا تو اپنی

اپنے پہلے شاگ کے مقابلے پر صرف کر دیتا۔“

”بال یہ سچ ہے۔“ روزال غم آلود لہجے میں بولا۔

”اپنی ثقافت، اپنے اقدار، اپنی روایات اور شخص کو زندہ رکھنے کے لئے بجکتی سب سے

کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ روشنی تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھی اور زمین کا چہرہ روشن ہو گیا تھا۔ مناظر اتنے حسین ہو گئے تھے کہ ان پر نگاہ نہ ٹھہرا رہی تھی۔ پھر یہ روشنی ان کے سروں سے گزر گئیں۔ وہ سب اس طرح سبز رنگ میں نہا گئے کہ زمرہ کے لئے مخصوص ہونے لگے۔ تاہم وہ سحرزدہ تھے۔ کوئی آدھے گھنٹے تک یہ سبز روشنی چمکتی رہی۔ عقب میں وہ اتنی دور چلی گئی تھی کہ اس کی حد کا اندازہ بھی نہ ہو۔ پھر وہ ایک دم بجھ گئی اور سب کے حلق سے تکلیف برقی آوازیں نکل گئیں۔ ہر ایک نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ تاریکیاں آنکھیں چھوڑے دے رہی تھیں اور پتلیوں پر شدید دباؤ پڑ رہا تھا۔

”کوئی آنکھیں نہ کھولے۔“ آسٹر نے گھبرائی ہوئی آوازیں کہا۔ کسی نے جواب نہیں دیا تھا۔

”خدا کی پناہ۔“ بہت دیر کے بعد لیزا کی آواز سنائی دی۔

”یہ سب کیا ہے مسٹر ولین۔۔۔۔۔؟“ اشیا خوفزدہ لہجے میں بولی۔

”کوئی سانس عمل۔۔۔۔۔!“ آسٹر نے جواب دیا۔

”میاں ان پہاڑوں میں؟“

”میں انکل سے اتفاق کرتی ہوں۔ پہلے میرے ذہن میں کچھ اور خیال ابھر رہا تھا، لیکن تجزیے نے میرے خیال کی تردید کر دی۔“ زبدان نے کہا۔

”کیا خیال آیا تھا تمہیں۔۔۔۔۔؟“

”میں نے سوچا تھا انکل شاید یہاں زمرہ کے پہاڑ ہوں۔ چاند روشن ہوا تو ہیروں کے ہزار چمک اٹھے، بیشک اس وقت چاند خوب چمک رہا تھا اور وہاں اب بھی روشن ہے، لیکن روشنی غالب ہو گئی اور وہ بھی اچانک۔“

”ممکن ہے چاندنی اس مخصوص حصے سے گزر چکی ہو، جو شعاعوں سے روشن ہوا تھا۔“ ولین نے کہا۔

”اس کے باوجود انکل، چاند اب بھی روشن ہے، کچھ روشنی باقی رہنی چاہئے تھی۔“

”لیکن یہ کیسا سانس عمل ہو سکتا ہے۔ تم جیالو جسٹ ہو، کیا یہ کوئی قدرتی سانس عمل ہو سکتا ہے۔“

”قدرتی۔“ زبدان نے آہستہ سے کہا۔ پھر خاموش ہو گئی۔ ولین نے بھی خاموشی اختیار کر لی تھی۔ اس کے بعد دن ہونے کا انتظار کیا جانے لگا اور اجالے نے انہیں نئی صورتحال پیش کر دی۔ وہ مقامی لوگ ہی تھے۔ تو مند اور چاق و چوبند، لیکن ان کے نچلے جیسوں پر پتلیں تھیں، چست اور مخصوص طرز کی۔ اوپری جسم برہنہ تھے۔ ہاتھوں میں جدید ساخت کی راتھیں تھیں، جن سے وہ ان کا نشانہ لئے ہوئے تھے۔

”کوئی اور شاگ۔“ آسٹر ولین کے منہ سے نکلا۔ پھر اس نے ساتھیوں سے کہا۔ ”ہاتھ نہ کرو۔۔۔۔۔!“ سب نے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔ ان کے اس عمل کا مناسب رد عمل ہوا۔ ان لوگوں کی راتھیں بھی جھک گئیں اور وہ گھوڑے سے آگے بڑھ کر ان کے پاس آ گئے۔ پھر ان میں

کرکیں گے سوائے زندگی کھونے کے۔“

”ہاں انہیں اپنی حقیقت بتا دو گی؟“

”ابھی نہیں، لیکن کبھی نہ کبھی بتانی ہو گی۔“

”مجھے اعتراض نہیں ہے۔“ ولین نے کہا۔ اسی وقت کچھ لوگ انہیں اپنی طرف آتے نظر آئے جو ککڑی سے بنی ہوئی کئی ٹرے اٹھائے ہوئے تھے۔ وہ شخص سب سے آگے تھا جو فزنی بولنا جاتا تھا۔ ان کے لئے ناشتہ آیا تھا۔ بہت عمدہ پھل، ڈبل روٹیاں اور ایک خاص قسم کا دھان۔ اس نے کہا۔

”ہمیں افسوس ہے کہ ہم تمہیں چائے نہیں پیش کر سکتے، کیونکہ ہمیں دودھ نہیں حاصل ملتا۔“ ہم نے قہوہ ایک خاص پودے سے بنایا گیا ہے، تمہیں یقیناً پسند آئے گا۔“

”شکریہ، تم پہاڑوں کے باشندے ہو، لیکن یوں لگتا ہے جیسے تمہیں جدید دنیا سے خوب آفت ہے؟“

”یہ سب الاٹوشیہ کی عنایت ہے۔“ اس نے کہا۔

”الاٹوشیہ کون ہے؟“

”وہ خود تمہیں خود سے روشناس کرائے گی۔“ اس نے کہا اور واپسی کے لئے پلٹ گیا، پھر بل شخص کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ ”یہ تمہاری خدمت گزاری میں رہے گا، لیکن افسوس یہ ماری زبان نہیں بول سکے گا۔ تم اسے اشارہ سے اپنی ضرورت بتا سکتے ہو!“ جس شخص کو وہ چھوڑا تھا وہ ایک معصوم صورت مقامی نوجوان تھا۔ سب نے ناشتہ کیا۔ قہوہ واقعی بے مثال تھا۔ نئے سے فراغت کے بعد زربدان ٹہلنے والے انداز میں آگے بڑھ گئی۔ خدمتگار احاطے کے دروازے کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اسے دیکھ کر جلدی سے کھڑا ہو گیا۔

”نہیں، بیٹھے رہو۔ تم مجھے بے حد شریف انسان معلوم ہوتے ہو۔“ زربدان نے مقامی زبان ناکار اور وہ ہکا بکا رہ گیا۔ پھر بہت خوش نظر آنے لگا۔ اور بولا۔ ”تم ہماری زبان بول سکتی ہو؟“

”بول رہی ہوں تم سے۔ تمہاری یہ بستی اور تم سب بہت اچھے ہو، کیا نام ہے تمہاری بستی“

”پہلے اس کا نام لاسیہ تھا، اب الاٹوشیہ ہے۔“

”الاٹوشیہ؟ اس کا مطلب ہے آسمان کی بیٹی یا برکتوں والی!“ زربدان نے کہا۔

”ہاں۔ ہم سب مقدس الاٹوشیہ کی برکتوں سے سرشار ہیں۔“

”الاٹوشیہ کا سردار کون تھا؟“

”زر توش۔“

”زر توش کہاں ہے؟“

”اب وہ ہنز درویش بن چکا ہے۔ ہنز درویش اور توشیہ کے نام خاص ہوتے ہیں۔“

”تمہارا نام کیا ہے؟“

”ادبا۔“

”ادبا تم مجھے بہت ہی اچھے انسان معلوم ہوتے ہو۔ میرے خیال میں تو تمہیں بھی ہنز درویش

پہلا عمل ہے۔ یہ پہاڑ صدیوں سے آباد ہیں۔ اپنی طاقت کے بل پر انہوں نے سیکڑوں سال سے غیروں کو یہاں داخل ہونے سے روک رکھا، لیکن ان میں بنیادی خامی یہ رہی کہ انہوں نے اپنے اپنے نولے الگ بنائے رکھے۔ ایک دوسرے سے خاصیت کی راہ اپنائے رکھی۔ ان کے خزانوں نے بستی عرصے ان کی حفاظت کی، لیکن بالآخر انہیں شکست کھانی پڑی اور اب غیر ملکی ان آہستہ آہستہ تسلط جارہے ہیں۔“

اس کے بعد گفتگو کا یہ سلسلہ خود منقطع ہو گیا۔ پہاڑوں کا یہ سفر اچانک ختم ہو گیا اور انہوں نے ایک عظیم الشان آبادی دیکھی۔ یہ آبادی شاید پہاڑوں میں سب سے جدید آبادی تھی جن میں کوسٹوں کی ترتیب تھی۔ بیشتر افراد باقاعدہ لباس میں نظر آرہے تھے۔ عظیم الشان احاطے بنے ہوئے تھے، جن میں مٹی کے مکانات نظر آرہے تھے۔ انہیں ایک احاطے کے پاس لے جایا گیا اور یہاں انہیں گھوڑوں سے اترنے کے لئے کہا گیا۔ گھوڑے اپنی تحویل میں لے کر انہوں نے انہیں احاطے میں جانے کے لئے کہا۔ پھر اس شخص نے ولین سے کہا۔

”عارضی طور پر تمہیں یہاں رہائش اختیار کرنی ہے۔ اپنے لئے بہتر جگہ منتخب کر سکتے ہو لیکن ابھی احاطے سے باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ ایک بار پھر یہ کتنا ضروری ہے کہ بہتر طریقہ ہر طرح سودمند رہے گا۔“

”ہماری طرف سے مطمئن رہو، تمہیں شکایت نہیں ہو گی۔“

یہ احاطہ غالباً مسلمان خانہ کا درجہ رکھتا تھا۔ پہاڑی پتھروں کو جن کر مٹی کی مدت کر جیسی جگہیں بنادی گئی تھیں۔ جن میں گھاس پھوس کے گدے بڑے ہوئے تھے۔ یہ گدے جانوروں کی کھال سے بنائے گئے تھے۔ یہاں کی زندگی بہت مختلف نظر آتی تھی۔ وہ سب آرام کی ضرورت محسوس کر رہے تھے، چنانچہ یہ جگہ انہیں بہت غنیمت محسوس ہوئی اور ایک بڑی جگہ انہوں نے ڈیرہ جمالیا۔ سب خاموشی سے صورتحال کا جائزہ لے رہے تھے۔ ولین مسکرا کر بولا۔

”ہینک یہ میری زندگی کی آخری مم ہے، لیکن جن واقعات سے سابقہ پڑ رہا ہے، میں اپنی تمام تر مسماتی زندگی میں سب سے انوکھے واقعات کہہ سکتا ہوں۔“

”اس وقت دنیا جس قدر جدید ہو چکی ہے، اس میں ایسی کسی جگہ کا تصور واقعی ناقابل فہم لگتا ہے۔“ فلیش نے کہا۔

”انسان نے اپنے طور پر خود کو زمین پر زمین کے ہر راز سے واقف سمجھ لیا ہے اور اب

خلاء میں مصروف ہے۔ لیکن کیا وہ زمین کے ہر راز سے واقف ہے انکل؟“

”ہرگز نہیں۔ ایسے لاتعداد علاقے اب بھی موجود ہیں جہاں کے بارے میں وہ کچھ نہ جانتا۔“

”انکل کیا میں یہاں اپنی زبان دانلی سے فائدہ اٹھاؤں؟“ زربدان نے پوچھا۔

”کیا مطلب؟“

”مقامی لوگوں سے یہاں کے بارے میں معلومات حاصل کروں؟“

”ایسا کیا جا سکتا ہے، لیکن فلیش اور ایشیا پر یہ انوکھا انکشاف ہو گا۔“ ولین نے کہا۔

”ہم بعد میں ان سے کچھ کہیں گے۔ یوں بھی اب وہ ہمارے ساتھی ہیں، لیکن وہ ہے؟“

ہونا چاہئے تھا۔ تم مجھ سے کتنی محبت سے بات کر رہے ہو۔“

”تم مجھے بہت اچھی لگتی ہو، کیونکہ تم ہماری زبان بول رہی ہو۔“ ادبا نے کہا۔

”اؤ بیٹھو، میرا دل چاہتا ہے تم سے بہت سی باتیں کروں۔ تمہاری اس حسین بے بارے میں۔ آسمان زادی کے بارے میں۔ تم تو بہت ہی اچھے انسان معلوم ہوتے ہو۔“ ادبا نے اس کے پاس بیٹھ گئی۔ دور سے فلیش وغیرہ اسے دیکھ رہے تھے۔ فلیش نے اپنی جگہ سے اٹھ کر دلیں نے اسے روک دیا۔

”نہیں ڈیر فلیش اسے تھوڑی دیر کے لئے وہاں رہنے دو۔ وہ اہم کام میں مصروف ہے۔“ فلیش تعجب سے دلیں کی طرف دیکھنے لگا، وہ کچھ نہ سمجھ سکا تھا.....!

ادبا نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔ ”اور جب سے الاوشیہ نے لاسیہ کو الاوشیہ ہماری زندگیاں ہی بدل گئیں۔ اصل میں ہم بہت بے کسی اور بے بسی کی زندگی گزار رہے تھے۔ سردار زرتوش بہت اچھا آدمی تھا، لیکن ہمارے پاس وہ ذرائع نہیں تھے جس سے ہم اپنی خوشحالی بخش سکتے۔ ہماری زمینیں سخت پتھریلی اور ناقابل کاشت تھیں، ہم سب فاقہ کشی کی زندگی گزار رہے تھے، بستی میں بھوک سے مرنے والوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی کہ سبز درویش نزل ہوا۔ پہلے پانچ درویش نمودار ہوئے تھے اور ان کے جسموں سے سبز روشنی پھوٹتی تھی۔ انہوں نے بستی کے درمیان کھڑے ہو کر ہم سے کہا کہ الاوشیہ کا نزل ہونے والا ہے اور اس بعد بستی میں خوشحالی پھیلے گی۔ زرتوش نے سردار کی حیثیت سے ان نوواردوں کے خلاف کارروائی کا حکم دیا، کیونکہ قبیلوں میں غیروں کا داخلہ اچھا نہیں سمجھا جاتا، لیکن جب زرتوش خاص آدمیوں نے سبز درویشوں پر کندیس ڈالیں تو یہ کندیس ان کے جسموں سے گزر گئیں۔ وہ ان شکل میں نہیں تھے اور انہیں گرفتار کرنے والے ان کے جسموں کو چھو نہیں سکتے تھے۔ وہ زرتوش میں نہیں تھے، تب ان پر لرزہ طاری ہو گیا اور وہ دہشت سے بے ہوش ہو گئے۔ ساتھ ہی بستی نے زرتوش کے اس عمل کے خلاف احتجاج کیا اور کہا کہ اگر برکتوں کی دیوی اس بستی پر کرنا چاہتی ہے تو سردار زرتوش کو اس میں مداخلت نہیں کرنی چاہئے اور زرتوش نے کہا کہ والے اگر یہ چاہتے ہیں تو وہ اپنے آپ کو الاوشیہ کی غلامی میں دیتا ہے اور درویشوں سے کرتا ہے..... تو پھر یوں ہوا کہ برکتوں کے پہاڑ سے الاوشیہ کا وجود ظاہر ہوا۔ اس رات بستی گہری نیند سو رہے تھے کہ ساری بستی سبز روشنی میں نہا گئی۔ آسمان سبز ہو گیا۔ چاند نے سبز اگٹنا شروع کر دی اور بستی کا ایک ایک فرد جاگ اٹھا..... برکتوں کے پہاڑ سے یہ روشنی تھی اور پوری بستی پر احاطہ کئے ہوئے تھی۔ تب پہاڑ پر الاوشیہ کا سایہ نظر آیا ایک عظیم سایہ زمین سے لے کر آسمان تک قدو قامت رکھنے والی دیوی جو سبز روشنی میں نہا ہوئی۔ ہمارے درمیان موجود تھی۔ اس نے کہا کہ اگر بستی والے اس کی برتری قبول کریں اور احکامات پر عمل کرنے کا وعدہ کریں تو میدان میں جمع ہو کر جبرہ ریز ہو جائیں۔ اس کے انہیں زندگی کی تمام نعمتوں سے مالامال کر دے گی اور زرتوش پہلا آدمی تھا جس نے اس کے پیشانی نکادی۔ تب یوں ہوا کہ آسمان پر چیخنے والے پرندوں کا ظہور ہوا۔ یہ پرندے مرنے فضاء میں نمودار ہوئے تھے اور ان کے پیٹ سے کچھ برآمد ہوا وہ ناقابل یقین تھا۔ اجناس

نے اپنے کی اشیاء کے ایسے ایسے ذخیرے، جو بستی والوں نے خوابوں میں بھی نہیں دیکھے تھے، سبز درویش میدان میں ان کے انبار لگ گئے، تب سبز درویشوں نے کہا۔ ”یہ سب الاوشیہ کے ہیں، وہ اس میں سے حساب سے اپنا اپنا حق وصول کر لیں اور یوں ہی کیا گیا۔“

بستی والوں کو بہت کچھ ملا، عظیم الشان ذخائر تھے، مگر بستی ہوئے پرندے واپس چلے گئے، لیکن ارباب آتے اور ہر بار بستی والوں کے لئے اتنا کچھ لے کر آتے کہ بستی کا ہر فرد نہال ہو جاتا۔ ہر گھر میں جسم ڈھک گئے تھے، وہ سب کچھ مل گیا تھا جس سے برسوں کی محرومی تھی۔ پھر بھلا یہ کاشکر گزار کون نہ ہوتا اور اس کے احکامات پر عملدرآمد شروع ہو گیا۔ سبز درویشوں نے واپس کو بتایا کہ انہیں کیا کرنا ہے اور بستی والے الاوشیہ کے احکامات کی تعمیل کرتے رہے۔ یہ ہماری بستی کی کمائی اور اب ہم سب الاوشیہ کے خادم ہیں۔ اس کا ظہور جب بھی وہ چاہتی ہوتا ہے اور وہ نئے احکامات دیتی ہے، بستی میں اب کوئی شخص بھوکا نہیں ہے، ہم ان قدرتی آسمانی آفات سے بھی محفوظ ہو گئے ہیں، جن کے تحت شدید برف باری میں ہماری ہاں تباہی نہ آتی، اب ہم سب پر سکون زندگی گزار رہے ہیں۔“

”الاوشیہ اور یہاں کیا کیا کرتی ہے؟“

”دیویوں کے کام دیوی ہی جانے، پوری بستی میں امن و امان ہے، کوئی کسی سے جنگ نہیں لگتی کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا، کیونکہ سب خوشحال ہیں۔“

”ہوں۔ کیا ہم سے پہلے بھی یہاں اور لوگ آئے ہیں اور انہیں ہماری طرح گرفتار کیا گیا؟“

”نہیں یہاں آنے والے صرف الاوشیہ کے خادم ہوتے ہیں۔ تم لوگ پہلے لوگ ہو جو بستی کے خادم نہیں ہو۔“

”ادبا! تمہارے بارے میں جو کچھ میں نے سنا تھا تم اس سے بھی اچھے انسان نکلے، میں الاوشیہ پر ادا کرتی ہوں۔“ زربدان نے یہ معلومات اپنے ساتھیوں کو فراہم کیں۔ اس کے ہا پر ایک عجیب سی باریک نظر آدمی تھی۔ آسٹرو لین نے کہا۔ ”تمہارا کیا خیال ہے زربدان الاوشیہ کے بارے میں.....؟“

”روزانہ بابا مجھے بتایا کرتا تھا کہ پہاڑوں میں بڑے سخت قوانین رائج ہیں، وہ سب روشنی کی عبادت کرتے ہیں اور ان کے درمیان باہر کا کوئی شخص کبھی نہیں آسکتا، لیکن آسٹراب محسوس کر رہی ہوں کہ زیادہ وقت نہیں گزرنے والا، جب ان پہاڑوں میں غیر ملکیتوں کی دیوی اور اس کے بعد پہاڑوں میں رہنے والے غلام بنائے جائیں گے، ان کی زندگی ٹھکری ہوگی، ان کی روایات پامال ہو جائیں گی اور یہ بے بسی اور بے کسی کی زندگی گزاریں گے۔ اس سے یہ پہاڑ اپنی روایات کی حفاظت کرتے رہے، لیکن یہ بھی سچ ہے کہ ریشہ دوانیاں تو رہتی ہیں، اگر نیکوئی نہ ہو، بیچتی نہ ہو تو رفتہ رفتہ بیرونی قوتیں بڑی سے بڑی طاقت کو پامال نہ کریں۔ یہاں بھی یہی سب کچھ ہو رہا ہے اور اب یہ روجہ زوال ہیں۔“ آسٹرو لین معنی خیز سے زربدان کو دیکھ رہا تھا، فلیش نے کہا۔

”ہم میں جائیں یہ سب ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں ہے، میرا تو یہ خیال ہے کہ جس

طرح بھی بن پڑے یہاں کے معاملات میں اچھے بغیر یہاں سے نکل جانے کی کوشش کی جائے۔ ہمارے حق میں بہتر ہے۔“

زردبان تڑپ گئی، اس نے آہستہ سے کہا۔ ”نہیں مسٹر فلیش میرا ان پہاڑوں سے اکیلے تعلق ہے۔ میں، آج آپ کو یہ بتانے میں حق بجانب ہوں کہ پہاڑ والوں کو اس بے کسی کے بارے میں چھوڑنا میرے لئے ممکن نہیں ہے اور اب تو اٹکل آسٹرو لٹین، آنی لیزا، مائی ڈیرا، ایشیا اور سوزو کی یہ ضروری ہو گیا ہے کہ میں آپ سے دل کی بات کہہ دوں۔ میں معذرت خواہ ہوں مسٹر فلیش، یہ معصوم بچے کی حیثیت سے آپ کی آغوش میں پہنچتی تھی، لیکن مجھے جو کچھ بتایا گیا، جو کچھ میرا دل نے میرے دل میں بہت گہرائیوں تک جگہ بنالی اور اب میرا سارا وجود میری ذات کا ہر ذرہ پہاڑوں سے محبت کرتا ہے، میں ہر حال میں ان کی بہتری کی خواہاں ہوں۔ اٹکل آسٹرو لٹین آپ سے جو کچھ کیا اس کی نیک نیتی سے میں اچھی طرح واقف ہوں۔ اس میں صرف انسانیت کے جذبے تھے۔ میں ان جذبوں کو سلام کرتی ہوں اور آپ سے سوال کرنا چاہتی ہوں۔“

”کیا ڈیر ڈیری.....؟“

”وہ سوال یہ ہے کہ اگر آپ لوگوں کو اپنی دنیا میں واپس جانے کا کوئی ذریعہ مل جائے؟ میں اس کے لئے کوشش کر سکتی ہوں۔ میری خواہش ہے کہ اب آپ یہاں بہت زیادہ وقت نہ کریں۔ میرا مشن بڑھ گیا ہے، اب میں صرف اپنے ماں باپ تک ہی پہنچنا نہیں چاہتی بلکہ پہاڑوں میں جو کچھ شروع ہو گیا ہے ان کا تحفظ کرنا بھی میری ذمہ داری ہے۔ میں نے یہ غمزدہ ہے کہ اس ذمہ داری کو پورا کرنے میں میرا بھی حصہ ہونا چاہئے، مجھے افسوس ہے کہ آج میں لوگوں سے ہٹ کر یہ بات کہنے پر مجبور ہوئی ہوں۔“ آسٹرو لٹین سے پہلے فلیش نے حیرت سے کہا، ”تم کیا کہہ رہی ہو ڈیری۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔ میں کچھ بھی نہیں سمجھ پایا۔“

ان پہاڑوں سے کیا تعلق ہے.....؟

”افسوس فلیش میں نے تمہیں اپنی زندگی سے متعلق بے شمار باتیں بتادی ہیں، لیکن ضروری ہو گیا ہے کہ میں تمہیں وہ بات بھی بتا دوں جو صرف میرے سینے میں بل رہی ہے، اٹکل، مسٹر ڈی آپ لوگ براہ کرم اس بات پر غور کر لیجئے تاکہ آگے جو منصوبہ میرے ذہن میں اس میں اس بات کو مد نگاہ رکھوں.....“

آسٹرو لٹین ہنس پڑا پھر بولا۔ ”بے وقوف لڑکی، اپنے آپ کو بہت آگے رکھ کر سوچو، ہم تجھ سے اس موضوع پر گفتگو کریں گے، ابھی کوئی جواب دینا مشکل ہے.....؟“

”لیکن مجھے تو بتایا جائے ڈیری یہ سب کچھ کیا ہے۔“ فلیش نے کہا اور زردبان نگاہوں سے فلیش کو دیکھا پھر بولی۔ ”میں تمہیں بتا دوں گی فلیش لیکن ابھی اس وقت میں فلیش نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھتا رہا تھا۔“

○.....○.....○

شاگ بہت مضحل نظر آ رہا تھا۔ اس کا چہرہ اترا گیا تھا اور وہ دو دن تک اپنی تپا نہیں نکلا تھا۔ اس کے ساتھی اس کے لئے پریشان تھے۔ ویسے بھی دیوانہ سا آدمی تھا جس کا ذہن پر اور وہ اس کے تحت ساری کارروائیاں سرانجام دیتا تھا۔ اس نے اپنے ساتھی کی بات سے اتفاق کیا تھا، اس کے بعد اس نے بیرونی دنیا سے آئے لوگوں کو اپنے سامنے طلب کر لیا اور کھل کر ان سے کہہ دیا کہ اگر وہ زندہ رہتا چاہتے ہیں تو انہیں محنت کرنا ہوگی، ہر اس شخص کو ختم کر دیا جائے گا جسے نشان زدہ جگہ سے ادھر ادھر دیکھا

شاگ نے اپنے ساتھی کی بات سے اتفاق کیا تھا، اس کے بعد اس نے بیرونی دنیا سے آئے لوگوں کو اپنے سامنے طلب کر لیا اور کھل کر ان سے کہہ دیا کہ اگر وہ زندہ رہتا چاہتے ہیں تو انہیں محنت کرنا ہوگی، ہر اس شخص کو ختم کر دیا جائے گا جسے نشان زدہ جگہ سے ادھر ادھر دیکھا

شاگ نے اپنے ساتھی کی بات سے اتفاق کیا تھا، اس کے بعد اس نے بیرونی دنیا سے آئے لوگوں کو اپنے سامنے طلب کر لیا اور کھل کر ان سے کہہ دیا کہ اگر وہ زندہ رہتا چاہتے ہیں تو انہیں محنت کرنا ہوگی، ہر اس شخص کو ختم کر دیا جائے گا جسے نشان زدہ جگہ سے ادھر ادھر دیکھا

”ہم شاگ کے موضوع پر پہلے ہی بت ہی باتیں کر چکے ہیں لیکن شران راستے اگر اچھے ہوں تو جس قدر جلد صاف ہو جائیں، بہتر ہے۔ ہاڑو الے تھی یہ بات نہ چاہیں گے کہ باہر کی ہاڑوں پر حکمران ہوں اور یہ شخص چہرے سے مکار نظر آتا ہے۔ میرا دعویٰ ہے شران ہاڑوں میں اس نے بے مقصد سیرا کیا ہوگا، اپنا وسیع تر مفاد حاصل کرنے کے لئے اس نے کرشنا کے سردار بنایا ہے اور ایک وقت ایسا آجائے گا جب یہ تجھ سے تیری سرداری چھیننے کے لئے قتل ہی کر دے۔“

”مکن ہے کہ ایسا ہو لاگا، لیکن اب تیرا مشورہ کیا ہے، تو مجھے بے دھڑک بتا.....؟“

”میں سمجھتا ہوں اب ہمیں اس سے چھٹکارا حاصل کر لینا چاہئے۔ کرشنا پر تیری گرفت بہت بوجھ ہے، یہاں تو اپنی سرداری مستحکم کر کے اپنے آئندہ کے منصوبے پر غور کر۔ تیرے خیال میں خیال ہے ناکہ تو عقابوں کا سردار ہو یا پھر کرشنا پر اکتفا کرے گا.....؟“

”نہیں وہ میری زندگی کا سب سے اہم مقصد ہے۔“

”تو پھر اس شخص کا حکوم بن کر تو یہ کام بھی نہیں کر سکے گا۔ سن، بے شک ہمیں طاقتور ہونا ہے، لیکن ان جوانوں کے بندوبست کر کے ہاڑوں میں شاگ کی خواہش کے مطابق پہنچانا ہے، پوری طرح یہ سمجھا دے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ یہ ہاڑوں ہی میں ہمارے مقصد کی تکمیل کریں۔“

شران نے انھیں کی نگاہوں سے لاگا کو دیکھا اور بولا۔ ”وہ کس طرح.....؟“

جواب میں لاگا اسے آہستہ آہستہ اپنے منصوبے کی تفصیل سمجھانے لگا۔

○.....○.....○

فولان کوئی کے مشیروں نے کمال کارنامہ سرانجام دیا تھا۔ فولان کی خواہش پر وہ چل پڑے اور اپنے طور پر معلومات جمع کرتے پھر رہے تھے۔ پھر انہوں نے واپسی میں بہت عرصہ نہ لگایا اور فولان کے پاس پہنچ گئے۔ مشیروں کے آنے پر فولان نے انہیں اپنی خلوت میں طلب کر لیا اور ان کے کوسٹے کے اندرونی حصے میں مجلس مشاورت ہوئی۔ فولان نے سوالیہ نگاہوں سے انہیں دیکھا تو ان میں سے ایک نے کہا۔

”ہاں فولان، ہندان نے جو اطلاعات فراہم کی ہیں وہ حرف بحرف درست ہیں۔ ان سب کی بات میرے پاس منتقل ہوئی ہیں اور میں تجھے اس بارے میں تفصیل بتا رہا ہوں۔ بدکار شران ہمارے جنگلات میں شکار کھیلنے کے لئے نکلا، لیکن اس نے بوستانہ کی جانب رخ کیا اور بوستانہ اس نے اپنی بدکاری کے جھنڈے گاڑے۔ ہر چند کہ بوستانہ کا سردار میان لائی کا بھائی تھا، اسے ایسے ثبوت فراہم ہو گئے جن کی بناء پر اسے پتہ چل گیا کہ عقابوں کا ولی عہد اس تباہی کا شکار ہے اس نے میان لائی سے رابطہ قائم کرنا چاہا، لیکن میان لائی بھی تسورا چل پڑا تھا۔ پھر ان کے جنگل میں میان لائی نے شران کو گرفتار کیا اور اسے گھوڑے سے باندھ کر واپس لایا اور انہوں نے ممکن لے گیا۔ اس وقت تسورا میں شکار کھیلنے والی جو ٹولیاں موجود تھیں، انہوں نے انہیں اتار کر ان کی تصدیق کی ہے۔ تسورا کے جنگلات سے لاشیں ہی اٹھائی گئی تھی سولازریوں کی۔“

”تباہی بربادی اب عقابوں کا مقدر ہے، لشکر کو تیار کرو۔ طوفان کی طرح عقابوں پر ٹوٹ پڑو۔“

گیا۔ فرار ہونے کی کوشش کرنے والے ہر شخص کو یہ پوچھنے بغیر کہ اس کا مقصد کیا تھا؟

گیا۔ چنانچہ اب یہ فیصلہ انہی کے ہاتھ میں ہے کہ ان میں سے کون کون زندہ رہتا چاہتا ہے؟

لوگ خوفزدہ تھے، ہر ایک نے آمادگی کا اظہار کیا اور اس کے بعد شاگ نے اپنا مقصد

معلومات سے کام لیتے ہوئے ان تمام لوگوں کو ایک مخصوص ایریا میں کھدائی کرنے پر مجبور کیا۔ وہ پہلی بار اپنے ساتھ لائی ہوئی ان مٹیوں کو استعمال کر رہا تھا، جنہیں اس نے اس کے

حاصل کیا تھا۔ پھر وہ کرشنا کی جانب چل پڑا، تاکہ یہاں سے محنت کش جوان حاصل کرے

اس کے ساتھی محسوس کر رہے تھے کہ شاگ کا دل ٹوٹ گیا ہے، شاید وہ اشیاء کی محبت

ہو گیا تھا یا پھر اچانک ہی اس کی ذہنی رو بدلتی گئی تھی اور اسے احساس ہوا تھا کہ یہ سب

ناپائیدار بنیادوں پر ہو رہا ہے اسے اس کا مارگٹ نہیں مل سکا ہے۔ بہر حال شاگ کی غلط

سبھی واقف تھے، وحشی قسم کا انسان تھا۔ ذہن پر کوئی بھی جنون طاری ہو جائے، اسے اپنا

پہنچانے کا خواہشمند ہوتا تھا، خواہ اس کے لئے کتنے ہی نقصانات اٹھانے پڑیں۔

کرشنا پہنچ کر شاگ نے صورتحال کا جائزہ لیا۔ پھر یوآن لی کے ساتھ شران کے پاس

گیا، شاید وہ شران کے بارے میں صحیح تعین نہیں کر سکا تھا، شیطان کسی ایک ہی ذہن پر مرکوز

کر لیتا، بلکہ اسے اپنی نسل بڑھانے کا بہت شوق ہے اور وہ اپنے پیروکاروں کی تلاش میں ہر

سرگراں رہتا ہے۔ زبان کا رشتہ نہ ہونے کی بناء پر اسے شران کے بارے میں کچھ بھی معلوم

تھا اور وہ یہی سوچ رہا تھا کہ ہاڑوں کا یہ سادہ دل اس کے اشاروں پر ناچتا رہے گا اور جب

اس کی ضرورت رہی، اسے آسانی سے استعمال کیا جاسکے گا۔ شران نے اپنے منصوبے کے

پر تپاک انداز میں شاگ سے ملاقات کی تھی۔ شاگ نے کہا۔

”کرشنا کے سردار میرے اور تیرے درمیان جو مفاہمت چل رہی ہے، میں اسے

کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور تو بھی یہ جانتا ہے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں اس میں تیری اور میان

کی بھلائی ہے۔ میں ایک فرمائش کرنا چاہتا ہوں تجھ سے، وہ یہ کہ مجھے کرشنا کے زیادہ

نوجوانوں کی ضرورت ہے۔ ایسے نوجوان جو طاقتور ہوں، ہاڑوں کا سینہ چیر سکتے ہوں، میں

بہتری کے لئے ایک اور قدم اٹھانے کا خواہشمند ہوں۔“

شران نے لاگا کی جانب دیکھا اور لاگا نے غیر محسوس اشارہ کیا کہ یہاں بھی شاگ کی

کی جائے چنانچہ یوآن لی کی مدد سے شران نے وعدہ کیا کہ جتنے بھی جوان شاگ کو درکار

یہاں سے لے جاسکتا ہے، شاگ نے مطمئن انداز میں کہا۔

”میں چاہتا ہوں کہ تو انہیں ذہنی طور پر تیار کرے کہ جو کچھ اور جس طرح بتایا جا

طرح اس پر عملدرآمد کیا جائے، میرا یہ قدم بہت ہی طاقت میں ہے پناہ اضافہ کرے گا۔ ان

میں تجھے وقت دیتا ہوں، طاقتور ترین نوجوانوں کا انتخاب کر اور انہیں میرے حکم کے

کرنے پر آمادہ کر دے۔“

”ایسا ہی ہوگا معزز دوست۔“ شران نے جواب دیا۔

شاگ تو مطمئن ہو گیا، لیکن تنہائی میں لاگا، شران اور ان ساتھیوں کے درمیان

جو شران کے ہمراہ عقابوں کے ممکن سے فرار ہوئے تھے۔ لاگا نے کہا۔

نہ کہ وہ میری اولاد نہیں ہے، حقیقت میں وہ میری اولاد نہیں تھا اور میں خود بھی ایک برے
انکار رہا ہوں۔ میرے بھائی سمنانہ کی ہستی میں بھی اس نے تباہی پھیلانی تھی۔ میں نے اس
سنا اور کیا۔ سولازیب کے سردار میں تجھے بھی تاوان کی ادائیگی کرنا چاہتا ہوں۔ ورنہ جنگ میں
میرے علاوہ اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ میں تاوان ادا کر کے تجھ سے اس جنگ کی تباہ کاریوں
میں کی درخواست کرتا ہوں۔“

فولان نے غرائے ہوئے لہجے میں کہا۔ ”عقابوں کے سردار بڑی شرمناک بات ہے کسی سردار
نے کہ وہ زندگی بچانے کے لئے تاوان کی ادائیگی کی پیشکش کرے، اگر عقابوں میں لڑنے کی
میں ہے تو پھر وہ اپنے آپ کو ہمارے سامنے پیش کر دیں۔ یہ فیصلہ ہم کریں گے کہ آئندہ
بیکرنا ہے۔“

”میری خواہش ہے فولان کہ جنگ سے گریز کر۔“

”اور میری خواہش ہے میان لائی کہ تو مجھ سے جنگ کر یا پھر اپنے آپ کو اپنے اہل خاندان
پر چھوڑ دے۔ تیرے قاصدوں سے کہا میری تحویل میں دے دے۔ روشنی والے کی قسم
پورے خاندان کو میں سولازیب کی سرحد پر موت کی سزا دوں گا اور وہ بھی اس طرح کہ سولازیب
خوار کے تیرے اور تیرے اہل خاندان کے جسم کو مٹھنہ ڈر چبا جائیں گے اور اس کے بعد
لوگوں کی بچی ہوئی ہڈیاں اپنے بیٹوں کے قدموں میں دفن کر دوں گا تاکہ ان کی روح کو بھی
ہاصل ہو۔“ فولان کوئی نئے جواب دیا اور میان لائی سردنگا ہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر اس

”تو پھر ٹھیک ہے تو بے شک ایسا کرنا، لیکن عقابوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد“..... اور
کے بعد میان لائی اپنے بیس ساتھیوں کے ساتھ عقابوں کے مسکن واپس چل پڑا..... فولان
اپنے لشکر کی جانب قدم بڑھادیے تھے۔ اگر کوئی اور معاملہ ہوتا تو شاید فولان بھی اتنا سخت دل
نہ ہوتا، لیکن جوان بیٹوں کی موت کے بعد اس کے پاس اس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہا
انعام لے کر دل کی آگ بجھائے یا پھر خود بھی قتل ہو جائے۔

○.....○.....○

لوگ پشیمان ہو گئیں۔ باتو کی ہنسی رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی، بمشکل وہ خاموش ہوا تو
کہا۔ ”جب تم ہستے ہو باتو باتو ہمیں خوشی ہوتی ہے، کیونکہ ہنسنا خوش ہونے کی علامت ہے“
ان وقت تم کس بات سے خوش ہوئے یہ ہماری سمجھ میں نہیں آیا تم ہمیں اس سحر کے بارے
میں

”یہ سحر فطرت ہے، میری بچیو!“

”سحر فطرت؟ ہم اس کے بارے میں نہیں جانتے بابا؟“

”تمہاری ماں کا بھی یہی خیال ہے۔ تمہیں دیکھتے ہوئے اس کی پیشانی کی کھنڈوں میں جو تحریر
ہے، اس سے آسانی پڑھ لیتا ہوں۔ اس کا خیال ہے کہ میری صحبت میں تم اپنی سوانیت
بہت سے ہمارے اندر سے عورت گم ہو چکی ہے۔ میرے سینے میں پلنے والے جذبے اپنی جگہ
تم سے بھی الفت ہے۔ تمہارے سوا اب میری زندگی میں کیا ہے۔ میں تمہارے لئے وہ

ہم اس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھیں گے جب تک کہ میان لائی سے سولازیبوں کا
نہ لے لیا جائے، تیاریاں کرو۔“ اور فولان کا لشکر تیار ہونے لگا۔

سولازیب بہت بڑا قبیلہ نہیں تھا، لیکن نوجوان اپنے سردار کے حکم پر جان دینے کو تیار
لشکر تیار ہو گیا اور فولان اپنے بیٹوں کا انتظام لینے کے لئے نکل پڑا۔ وہ تمام اقدامات دیکھ کر
گئے تھے جو ایسی جنگوں کے لئے کئے جاتے ہیں۔ فولان کے دل میں جو نفرت اہل ری رہی تھی
اسے دوبارہ کیا ہوا تھا۔ ہندان کو اس نے ساتھ رکھا تھا اور ہندان کی کیفیت بہتر نہیں تھی
کوئی شک نہیں تھا کہ وہ ایک مشکل وقت سے گزرنے والا تھا۔ اب اس کی تقدیر فولان کے
سے وابستہ ہو گئی تھی۔ اگر فتح حاصل ہوئی تو اعزاز ملے گا اور اگر شکست ہوئی تو میان لائی
کے خاندان کو جیتا نہیں چھوڑے گا، کیونکہ یہ بات میان کو یقیناً معلوم ہو جائے گی کہ اس کے
اصل مقصد کیا ہے۔ یہ لشکر طوفان برق و باد کی مانند عقابوں کے مسکن کی جانب رواں دواں
پھر عقابوں کی سرحد سے کچھ فاصلے پر اس نے قیام کیا۔ فولان جانتا تھا کہ قبیلے اتنے بڑے
ہوتے کہ ایسے لشکروں کی آمد کا پتہ ہی نہ لگ سکے۔ یہ خبر میان تک یقیناً پہنچ چکی ہوگی اور فولان
اندازہ درست ہی لگا، میان نے دس قاصد بھیجے تھے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ اس لشکر
مقصد کیا ہے۔

قاصد کا ہمیشہ احترام کیا جاتا تھا، فولان کو یہی نے ان قاصدوں کو خوش آمدید کہا اور ان
سوال کے جواب میں انہیں بتایا۔

”تمہارا سردار میان لائی ایک قاتل اور مجرم ہے، اس نے سولازیب کے بہت سے
قتل کیا ہے اور مجرمانہ طور پر اس کی پردہ پوشی کی ہے، لیکن اس کے جرم کا راز افشاں ہو گیا
اب ہم اس سے انتقام چاہتے ہیں۔ اگر وہ اپنے قبیلے کو موت سے بچانا چاہتا ہے تو اپنے
اپنے اہل خاندان کے ساتھ فولان کے سامنے پیش کرے۔ اسے گرفتار کر کے اس جرم کی
جائے گی اور عقابوں کو نیا سردار۔“

یہ خبر میان لائی تک پہنچی تو میان لائی چند لمحوں کے لئے گنگ رہ گیا۔ پھر اس کے
کی فطری کیفیت ابھر آئی اور اس نے ایک بار پھر مشیروں کو بھیجا، اس نے کہا کہ عقابوں کی
سے دور اور لشکر سے اتنے ہی فاصلے پر جتنا فاصلہ عقابوں کی سرحد اور لشکر کے درمیان ہو
ہی بیس آدمیوں کے ساتھ اس سے ملاقات کرے۔ ادھر سے آنے والے بھی ہیں ہی ہوں۔
کسی بھی قسم کی بد عمدی نہیں کی جائے گی۔ ہاڑوں میں کچھ قوانین رائج تھے اور میان کا
ان قوانین کی حدود میں ہی تھا۔ چنانچہ فولان نے اسے منظور کر لیا اور سخت نگرانی میں
جگہ پہنچ گئے، جہاں انہیں ملاقات کرنا تھی۔

فولان کو یہی نے خونی نگاہوں سے میان لائی کو دیکھا اور کہا۔ ”میان لائی کیا تو اس
انکار کرتا ہے کہ جو کچھ تیرے قاصدوں کو بتایا گیا، تو نے نہیں کیا.....؟“

میان لائی نے پروقار لہجے میں کہا۔ ”پہلے میں نے ہی سوچا تھا سولازیب کے سردار
بات سے منکر ہو جاؤں گا کہ میں نے یہ عمل نہیں کیا ہے، لیکن میں سچ بولنا چاہتا ہوں۔
مجھ سے سرزد ہوا اور اس کی وجہ ایک ایسا بدکار نوجوان تھا، جس نے مجھے بھی رسوا کر دیا

سب کچھ چاہتا ہوں جو شہ بدان چاہتی ہے اور اس کا آغاز ہو چکا ہے۔“
 فوہانے لڑکیوں سے کہا۔ ”باتو بابا کی باتیں تمہاری سمجھ میں آئیں گی.....؟“
 ”بالکل نہیں۔“ سب نے بیک وقت کہا۔

”سنو فوہا، لڑکیوں کی شادیاں ہوتی ہیں، وہ اپنے پسند کے مردوں کی بیویاں بن جاتی ہیں، سحر کے بارے میں تم نے بتایا ہے وہ پسندیدگی کا سحر ہے۔ تم کا شان کو اور شیرایہ افغان کو پسند نہیں لگی ہے، چنانچہ مستقبل میں تمہاری شادیاں ان سے کروئی جائیں گی۔ ویسے بھی دونوں لڑکے اچھے ہیں اور مجھے بھی پسند ہیں۔“

لڑکیاں حیرت زدہ رہ گئیں۔ غلام نے معصومیت سے کہا۔ ”اور ہم کیا کریں باتو بابا۔“
 اس سوال پر باتو پھر ہنس پڑا۔ اس نے کہا۔ ”دو اور لڑکے کیسے ملیں گے اور تم بھی سحر فطرت کا ہوا جو لڑکی، پھر میں تمہاری شادی ان کے ساتھ کروں گا۔“
 ”اوہ تب ٹھیک ہے۔“ سنانہ نے مطمئن ہو کر کہا۔

ازلان، اس کی بیوی، دونوں بیٹیاں اور دونوں بیٹے، معصوموں کی وجہ سے جس کیفیت کا ہونے لگے تھے، اب وہ دور ہو گئی تھی۔ یہاں انہیں ہر طرح کا سکھ ملا تھا۔ باتو بہترین حکیم تھا، اس نے دونوں بھائیوں کے زخموں کا علاج کیا تھا اور ان کے زخم ٹھیک ہوتے جا رہے تھے۔ ان کا دل رواں ان بے لوث میزبانوں کا احسان مند تھا، جنہوں نے انہیں موت کی قربت سے کھینچ لیا تو ازلان نے اپنی بیوی سے کہا۔

”روشنی والے کے فرستادوں کے بارے میں کسی برے انداز میں سوچنا گناہ ہے، لیکن تمہیں ان پر حیرت نہیں ہوتی؟“

”بے پناہ.....!“ ازلان کی بیوی نے جواب دیا۔
 ”ویران جنگل، یہ پہاڑی غار، ان میں بھرے ہوئے اجناس اور قیمتی اشیاء کے انبار، یہ کیا ہے؟“

”کچھ مجھ میں نہیں آتا.....“
 ”باتو کتا ہے کہ وہ باگ کے رہنے والے ہیں، مگر وہ اپنی بستی کیوں نہیں جانتے؟“
 ”ممکن ہے اپنی بستی سے بدل ہو گئے ہوں۔ کسی نے ان کے ساتھ برا سلوک کیا ہو انہوں نے یہ ویرانے اپنائے ہوں۔“

”ہاں یہ ممکن ہے!“
 ”کبھی بتایا نہیں اس بارے میں۔“
 ”نہیں، مجھے پوچھنے کی جرات بھی نہیں ہوئی۔“
 باتو نے لڑکیوں سے کہا۔ ”ہم بہت دن سے خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ کچھ کرنے کا ارادہ یا نہیں؟“

”یہ فیصلہ ہمیشہ تم کرتے ہو باتو بابا۔“ فوہانے کہا۔
 ”باگ میں خوشحالی کا دور دورہ ہے۔ وہاں جو کچھ ہو رہا ہے تسلی بخش ہے۔ البتہ تبدیلی کرنا چاہتا ہوں۔ باگ کے جوان فنون حرب میں ماہر ہو گئے ہیں اور وہ ایک جنگجو قبیلہ

ہے، ہر طرح اپنا تحفظ کر سکتے ہیں۔ اب انہیں زراعت کی طرف توجہ دینا چاہیے۔ اس نے کہا۔ ”اس اجڑے ہوئے خاندان کی مدد نہیں کرو گی؟“
 ”میرا دل چاہتا ہے باتو بابا کہ ان کے لئے کچھ کیا جائے۔“
 ”لیکن کیا.....؟“

”یہ میں نہیں جانتی۔“
 ”میں نے ان کے لئے ایک منصوبہ بنایا ہے۔ ابھی تمہیں اس کے بارے میں کچھ نہیں

”لیکن بہت جلد۔ اس سے قبل ہمیں باگ چلنا ہے اور یہاں واپسی سے قبل کچھ بستیوں میں جا کر رہنا ہے۔“
 ”ٹھیک ہے، لیکن کیا تم انہیں بھی باگ لے چلو گے۔“
 ”نہیں۔“ باتو نے جواب دیا۔ پھر اس نے ازلان سے کہا۔ ”تمہارے بیٹے اب تندرست

”افغان سارے کے بغیر چل سکتا ہے، چنانچہ ازلان تمہیں کچھ وقت ہمارے بغیر گزارنا ہو گا۔“
 ”میں حاضر ہوں۔ مگر میں کچھ سمجھا نہیں؟“
 ”میں اپنی بیچوں کے ساتھ باگ جا رہا ہوں۔ واپسی میں بہت سے دن لگ جائیں گے۔ اس

”تم یہاں قیام کرو گے کچھ بدلتی تمہارے لئے ضروری ہیں۔ ہماری غیر موجودگی میں تمہیں واقف اور رکھنی ہے۔ اپنے بچوں کو کہیں دور نہ جانے دینا۔ زیادہ وقت غار میں گزارنا تاکہ کسی کو تمہاری موجودگی کا پتہ نہ چل سکے۔“
 ”ایسا ہی ہو گا باتو..... لیکن.....؟“ ازلان نے کہا۔
 ”ہاں کوئی کیا کتا چاہتے ہو۔“

”ہم اپنے مستقبل کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں۔ تم نے ہم پر جو احسانات کئے ہیں ہم ان کا کچھ نہیں دے سکیں گے، لیکن ہمیں احساس ہے کہ ہم بہت وقت یہاں گزار چکے ہیں۔“
 ”مستقبل کے لئے تمہارے ذہن میں کوئی تصور ہے.....؟“
 ”نہیں، لیکن ہمیں اپنا کوئی ٹھکانہ تو بنانا ہو گا۔“

”ضروری نہیں، سنو ازلان میں نے تمہیں اپنے ساتھیوں میں شامل کر لیا ہے۔ تم ہم پر بار دے رہے ہو، ہم نے تمہیں خوشدلی سے اپنے ساتھ رکھا ہے، اجنبی بن کر نہ سوچو مستقبل کے فیصلے مل جائیں گے۔“

”باتو لڑکیوں کے ساتھ چل پڑا۔ باگ میں اس کے داخلے پر جشن کا سماں ہوتا تھا۔ باگ والے نے نجات دہندہ کہتے تھے۔ اب بھی ایسا ہی ہوا۔ باتو نے دوسرے دن فوجیوں کو طلب کر لیا۔
 ”باتو اب ناقابلِ تغیر بن چکا ہے۔ میں تمہاری کارکردگی سے بہت خوش ہوں۔ اب میری ہے کہ تم باگ کو اناج اور پھلوں کی بستی بنادو۔ اس کے اطراف میں باغ لگائیں اور ان سے بھرے کھیت ایسے ہوں کہ کہیں ان کا تصور نہ کیا جاسکے۔ کیا تم ایسا کر سکو گے؟“
 ”تم تمہارے ہر حکم کی تعمیل کریں گے، نجات دہندہ.....!“ فوجیوں نے جواب دیا۔
 ”دوسرے دن ہی دن بستی خالی ہو گئی۔ جوان بوڑھے یہاں تک کہ بیشمار عورتیں اوزار لے

تھے کہ تم اپنی ہمت گنہداشت کر رہے ہو یا نہیں۔“
 ہم تمہاری ہدایات سے سرمو انحراف نہیں کریں گے.....! لڑکیاں باتو کے حکم کو اپنے
 باک صبر سمجھتی تھیں۔ انہیں اس کی ہدایت کائنات کی ہر شے سے زیادہ عزیز تھی، چنانچہ باتو
 نے دوبارہ سفر کا آغاز کر دیا۔ پہاڑوں میں پانچ خوریزوں کی خوریزی کچھ عرصہ کے لئے رکی ہوئی
 تھی اس بار رخ بیک بدلا ہوا تھا، لیکن کمائیاں مختلف نہیں تھیں۔ ظالموں کو نشانہ بنایا جاتا تھا یا
 انہیں جو خراج کی ادائیگی سے گریز کرتے۔ باتو نے جب پہاڑوں کا رخ کیا تو اس کے ساتھ
 لڑکوں کا ایک لشکر عظیم تھا، جس میں سازو سامان کے انبار لدے ہوئے تھے۔ توانا جوانوں نے
 کے ساتھ ان کا استقبال کیا۔ اور عام ذخائر پہاڑوں میں منتقل کئے۔ شیرایہ نے ہنس کر افغان
 کا۔

”تم بالکل تندرست ہو گئے ہاں ذرا یہ تو بتاؤ کیا تم مجھے یاد کرتے تھے؟“
 ”ہاں شیرایہ، میں تمہارے بغیر ایک رات بھی سکون سے نہ سو سکا۔“
 ”عجیب بات ہے، بہت عجیب۔ گویا سارے خود بھی اپنے سحر کا شکار ہو جاتا ہے۔“
 بالآخر باتو نے تمام تیاریاں مکمل کر لیں۔ پھر اس نے اذلان سے کہا۔ ”اور اب ہم میسرہ کی
 طرف سفر کریں گے۔ ممکن ہے تمہاری بستی دوبارہ آباد ہو گئی ہو۔ اگر وہ غیر آباد بھی ہوئی تو ہم اسے
 آباد کریں گے اور اسے دوبارہ خوشنما بنائیں گے۔“

”اے کیا بیگوارو! یہ دے گا.....؟“ اذلان نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔
 ”بیگوارو کا برا وقت آچکا ہے، جس طرح اس نے میسرہ کو برباد کیا ہے اسی طرح قشماش پر
 ہتھیار ڈال دیں گے اور جو ہتھیار ڈال دیں گے انہیں غلام بنایا جائے
 غلاموں میں خودیگا رو بھی شامل ہو گا میرا وعدہ ہے۔“

”میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔ کیا باگ کا لشکر ہماری مدد کرے گا؟“
 ”ہاں، باگ کا لشکر تمہارے ساتھ ہے اور یہ ایک دلچسپ جنگ ہوگی۔ ایسی انوکھی کہ اسے
 پہچاننا یاد کیا جائے گا.....! باتو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں خون کی سرفی پھیل
 تھی اور چہرہ مسرت سے سرشار نظر آ رہا تھا۔ خون بہانے کا ایک بہترین موقع نصیب ہوا تھا اور
 اس کا مسلک تھا۔

فہما اور دوسری لڑکیوں نے اپنے جنگی لباس پہن لئے۔ اس غار میں بھی سازو سامان کے انبار
 تھے جو گھوڑوں پر بار کر دیئے گئے۔ اذلان، کاشان اور افغان بھی آتشیں ہتھیاروں سے لیس
 تھے، بڑلہ اور اذلان کی بیوی کے لئے پر آسائش سفر کا انتظام کیا گیا تھا۔ بے پناہ گھوڑے
 سے لدے ہوئے تھے۔ پھر پہاڑ چھوڑ دیئے گئے۔

بڑلہ نے دوران سفر غلام سے کہا۔ ”تم لوگوں کو اس شکل میں دیکھ کر دل میں دو احساس
 ہیں۔“

”کیا.....؟“ غلام نے مسکرا کر پوچھا۔
 ”اس لباس میں یہ پتہ نہیں چلتا کہ تم لڑکی ہو یا کوئی پرکشش نوجوان لڑکا۔ آرزو پیدا ہوتی
 کہ تم لڑکے ہو۔“

کر زمینوں کو سنوارنے نکل پڑے۔ جو مایہ نے جپتے ہوئے سلابہ سے کہا۔ ”باگ کا اصل کردار یہ
 ہے۔“

”میں اسے ضرور قتل کر دوں گی۔ اس سے زیادہ اسے زندگی نہیں ملنی چاہئے۔“ شربان
 نے کہا۔

”تو پاگل ہے، اسے کوئی نقصان پہنچا تو بستی کے لوگ ہمیں زندہ دفن کر دیں گے۔ ہمارے
 لئے موت نہ بن۔“

”اس نے میری بچیاں مجھ سے چھین لی ہیں۔“
 ”صرف ماں بن کر نہ سوچ، لڑکیاں اگر خود دار نہ ہوتیں تو یہ سب کچھ کبھی نہ ہوتا جو پہچان
 ہے۔“

”لیکن میں کیا کروں..... میری بچیاں مجھ سے اتنی دور ہو گئی ہیں کہ اب مجھے ان کی سرنگر
 یاد کرنی پڑتی ہیں۔“

”اس کا کوئی حل نکل آئے گا لیکن خبردار اپنی مانتا سے مجبور ہو کر کوئی دیوانگی نہ کر بیٹا۔“
 سلابہ نے اسے سمجھایا۔

○.....○.....○

فہما نے شیرایہ سے کہا۔ ”تجھے افغان یاد آتا ہے.....؟“
 ”ہاں، میں اس کے لئے پریشان ہوں۔“

”اوہ، میں سمجھی تھی کہ شاید یہ ابھن صرف مجھے لاحق ہے، مگر میں کاشان کو یاد کرتی ہوں
 اس سے قبل ہم نے کبھی کسی کو یاد نہیں کیا تھا، اب ایسا ہر روز ہوتا ہے۔ غلامانہ اور سنانہ کیائیں
 بھی وہ دونوں یاد آتے ہیں؟“

”بالکل نہیں۔“ دونوں معصومیت سے بولیں۔
 ”تب پھر ہم دونوں ہی اس کے سحر کا شکار ہوئے ہیں۔ کیا نام بتایا تھا باتو بابا نے اس سحر کا
 ”سحر فطرت۔“ شیرایہ نے بتایا۔

”ہاں اور یہ سحر اس وقت کارگر ہوتا ہے جب کوئی کسی کو چھوئے، وہ گرنے لگے تو
 سنبھالے رکھے، عجیب سحر ہے.....!“

”ہم لوگوں کو احتیاط رکھنی ہوگی۔“ غلامانہ نے سنانہ کو ہوشیار کیا۔
 باتو نے اپنے گھوڑے پہ سوار ہو کر شربان، جو مایہ اور سلابہ سے کہا۔ ”اس بار تم
 واپسی کا عرصہ بت طویل ہو سکتا ہے۔ کوئی فکر نہ کرنا باگ کے جوان ان زمینوں کو سونے کا
 گئے، مجھے یقین ہے۔ میں چاہتا ہوں اب ان کا ردوائیوں سے گریز کروں جو کرتا رہا ہوں اس
 اس جنگجو قبیلے کو اب خود پر انحصار کرنا ہوگا۔“ پھر ان کے گھوڑے اپنے ممکن کی سمت
 لگے۔ فہما اور شیرایہ سب سے آگے تھیں اور اپنے گھوڑوں کی رفتار سے مطمئن نظر آتی تھیں
 مسکرا رہا تھا، تب وہ پہاڑوں میں داخل ہو گئے۔ یہاں اذلان باتو کی ہدایت پر پوری طرح عمل
 تھا۔ باتو نے اذلان سے کہا۔

”ابھی تمہیں یہی طریقہ کار اختیار کرنا ہے، کیونکہ ہمیں فوراً واپس جانا ہے، ہم یہ جاننا
 ہے۔“

”ابھی تمہیں یہی طریقہ کار اختیار کرنا ہے، کیونکہ ہمیں فوراً واپس جانا ہے، ہم یہ جاننا
 ہے۔“

”ابھی تمہیں یہی طریقہ کار اختیار کرنا ہے، کیونکہ ہمیں فوراً واپس جانا ہے، ہم یہ جاننا
 ہے۔“

”تو کیا ہوتا.....؟“ غلام نے مصیبت سے پوچھا۔

”تمہارے اوپر مرنا جاتا۔ تمہارے عشق میں زندگی قربان کر دی جاتی۔ تم ان کی خوبصورت ہو؟“

”مرنا جاتا۔ عشق میں زندگی قربان کر دی جاتی۔ میں تمہاری باتیں نہیں سمجھ سکتا۔“

”تم نے کبھی محبت کی ہے؟“

”نہیں۔ ہم جو کچھ کرتے ہیں باتو بابا کے حکم سے کرتے ہیں محبت کے بارے میں باتو بابا نے ہمیں کچھ نہیں بتایا۔“ غلام نے کہا ”تم مجھے محبت کے بارے میں بتاؤ.....“

اور بڑا اسے انوکھی کہانیاں سنانے لگی۔ غلام بڑی دلچسپی سے یہ سب کچھ سن رہی تھی۔ وہ چونک کر بولی۔ ”روشنی والے کی قسم میں سمجھ گئی تم نے ایک مشکل مسئلہ حل کر دیا۔ اچھا یہ محبت کرنے سے پہلے اس نوجوان کو زور سے دھکا دیا جاتا ہے جب وہ گرے لگے تو اسے سنبھال دیا جاتا ہے اور محبت کر لی جاتی ہے۔ اور بڑا فوہا اور شیرایہ محبت کر چکی ہیں لیکن انہیں اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہے۔ سنو تم انہیں کچھ نہ بتانا میں ان پر انکشاف کروں گی کہ اصل معاملہ کیا ہے۔“ غلام نے پر جوش لہجے میں بولی۔

”نہ جانے تم کیا کہہ رہی ہو.....؟“

”شیرایہ اور فوہا نے کاشان اور افغان سے محبت کر لی ہے۔“ غلام نے کہا اور ان کی کمان سنانے لگی۔ بڑا بہت خوش ہوئی تھی اس نے کہا۔ ”ہاں میرے بھائی اتنے ہی خوبصورت ہیں۔“

”کاش تمہارے دو بھائی اور ہوتے؟“

”تو پھر.....؟“

”میں اور سمنانہ بھی محبت کر لیتے۔ ویسے تم بتاؤ ایک نوجوان سے ایک لڑکی ہی محبت کرنا ہے نا.....“ بڑا نے غلام کی باتوں پر خوب قہقہے لگائے۔ پھر بولی۔ ”دوسرا احساس میرے دل میں یہ ابھرتا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح دلیر اور جنگجو ہوتی۔ تم سب اس لباس اور اس انداز میں پیاری لگتی ہو۔“ غلام نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ محبت کے بارے میں غور کرنے لگی تھی۔

افغان راستوں کا تعین کر رہا تھا اور باتو کو جتنا تار جاتا تھا کہ وہ فرار ہو کر کون سے راستوں گزرا ہے۔ سفر کی جو بھی صبح انہیں پہاڑی ڈھلانوں سے اترتے ہوئے چار قبیلوں کے شہر محافظوں کی ایک ٹولی نظر آئی۔ جو نیچے ایک درے کے موڑے اچانک نمودار ہوئی تھی۔ یہ ڈھلان سے اتنے نیچے اتر چکے تھے کہ واپس جا کر روپوش بھی نہیں ہو سکتے تھے۔ ادھر یہ غلام پچیس افراد پر مشتمل سازو سامان سے لدے ہوئے گھوڑوں کی یہ فوج دیکھ کر اگشت بدندان بن گئے۔ اس موقع پر باتو بھی گھبرا گیا تھا۔ لیکن اس نے دیکھا کہ چاروں لڑکیوں نے ایک شہر منصوبے کے تحت خود کو گھوڑوں کی پشت پر لیٹ کر چھپا لیا اور پھر فوراً ہی اپنے گھوڑوں کو سامان سے لدے ہوئے گھوڑوں کے درمیان چھپا لیا اس طرح کہ وہ بھی سامان بردار گھوڑ محسوس ہوں۔ باتو جو گھبرا گیا تھا لڑکیوں کی اس حکمت عملی سے شیر ہو گیا اور آگے کا منصوبہ فوہا اس کی سمجھ میں آگیا۔ افغان کا چہرہ بھی اتر گیا تھا۔ اس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔ ”نہ جانے وہاں ہیں۔ ان کے تیور اچھے نہیں لگتے۔“

”تم میرے قریب آ جاؤ۔ کاشان اور افغان کو ساتھ لے لو اور تینوں عورتوں کو اپنے قریب لے کر آ جاؤ۔“

”ہاں میں اسے شہر کی سمت لیکن بہت فاصلے پر بستی تیرا ہے جس کا سردار سانوس ہے اور اس نے..... ملا ہے۔“ افغان نے جواب دیا۔

”جس ٹھیک ہے مجھے ان سے باتیں کرنے دیتا۔“ باتو نے کہا۔ کاشان اور افغان نے اس بات پر عمل کیا پھر کاشان چونک کر بولا۔ ”ارے فوہا وغیرہ کہاں گئیں؟“

”انہیں بھول جاؤ۔ اطمینان سے نیچے اترتے رہو۔“ سب نے ایسا ہی کیا۔ نیچے رک کر کرنے والے اپنے ہتھیاروں کو سنبھالے تیز لگا ہوں سے انہیں گھور رہے تھے۔ باتو سب سے بڑا۔ پھر یہ لوگ ان کے قریب پہنچ گئے۔ ایک قوی پیکل شخص آگے آگیا اور اس نے کڑی باتیں کہیں گھور کر کہا۔

”تم لوگ کون ہو اور اس عظیم سازو سامان کے ساتھ کہاں جا رہے ہو؟“

”روشنی والے کا نام اونچا۔ ہم باگ کے رہنے والے ہیں میرا نام دایان ہے میں باگ کا ہوں اور نقل مکانی کر کے تیرا جا رہا ہوں تاکہ وہاں اپنے اہل خاندان کے ہمراہ بودو باش کروں۔ سردار سانوس نے مجھے اس کی اجازت دی ہے وہ میرے دوستوں میں سے ہے۔“

”یہ سب سامان تمہارا ہے۔“

”ہاں ہم دونوں بھائیوں کا ہے ہم تمام عمر کی اساس لیکر جا رہے ہیں مگر تم کون ہو.....“

”ہمارا تعلق مختلف بستیوں سے ہے مگر ہم جنوبی بستیوں کے رہنے والے ہیں مختلف قبیلوں کے جنہیں آبادیوں میں تباہ کاری چانے والے ڈاکوؤں کی خبر گیری کے لے بھیجا گیا ہے۔ ہم بنگلہ کرادھر آ گئے ہیں اور ان آبادیوں کے بارے میں نہیں جانتے۔“

”ان ڈھلانوں کو عبور کر کے اوپر چلے جاؤ۔ وہاں سے بائیں سمت اختیار کرنا تم باگ پہنچ جاؤ۔ اس سے تمہاری رہنمائی کر دی جائیگی.....“

قوی پیکل شخص نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر خباثت پھیلنے لگی تھی۔

”لوگ بھی مسکرانے لگے۔ پھر اس شخص نے کہا۔

”عظیم باغ۔ اس رہنمائی کا شکریہ۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہمیں تمہاری کچھ اور مدد بھی ہے۔“

”بتاؤ۔“ باتو نے پوچھا۔

”تمہارے پاس خوراک ختم ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ ہمارا تعلق ایسی چار بستیوں سے ہے جن کا نام ڈاکوؤں مار کر چکے ہیں چنانچہ وہاں بھی قہر و فتنے کا دور دورہ ہے کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم تمہارے دیکر ان نادار بستیوں کی کفالت کرو۔“

”کیا تم ہم سے ہمارا مال و اسباب چھیننا چاہتے ہو۔“

”نہ ہے کہ ہمیں اس کا موقع نہ دو۔“

”غلام نے کہا۔ لیکن خود ہم کمزوروں کا اسباب لوٹنا چاہتے

ہو۔

”یہ مجبوری ہے بانہ۔“ غیث شخص نے کہا۔

”اگر ہم اس سے انکار کریں تو.....؟“

”تو تمہاری داستان انہیں پہاڑوں میں ختم ہو جائیگی۔“

”تب تو ہم بھی مجبور ہیں۔“ باتو نے افسردگی سے کہا۔ اور اچانک دونوں ہاتھ لڑکھنڈے

چار وحشت ناک چیخیں ابھریں۔ پانچویں بیچ باتو کی تھی جس نے بیجان خیز لمبے میں کہا۔ ”مگر یہ

اپنے گھوڑوں کی پشت سے چٹ جاؤ۔“ میت ناک نسوانی چیخوں کے ساتھ ہی چار گھوڑے

گھوڑوں کو پھلانگتے ہوئے آگے بڑھے اور دھاکیں دھاکیں کی آوازوں سے فضاء گونج اٹھی۔

سے پہلے وہی غیث شکار ہوئے تھے جن کی نیت سامان دیکھ کر خراب ہو گئی تھی۔ دوسرے بھی

بھی نہ پائے تھے کہ باتو نے خود بھی ان پر گولیاں برسائی شروع کر دیں۔ اور اس کا ساتھ کاشان

افغان نے بھی دیا۔ اذلان دم بخود رہ گیا تھا وہ بھی پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ لڑکیاں ان

میں گھس گئی تھیں اور گولیاں چلنا بند ہو گئی تھیں لیکن اب وہ کھڑوں اور خاص طرح سے

لکڑیوں سے جنگ کر رہی تھیں۔ دوسری طرف کے گھوڑوں کی نقشیں تیزی سے غائب

تھیں۔ کاشان اور افغان بھی گھوڑوں سے کود گئے اور لڑکیوں کا ساتھ دینے لگے۔ کچھ گڑبگڑ

نے فرار کی کوشش کی تو باتو نے انہیں نشانہ بنالیا۔ اور چشم زدن میں میدان صاف ہو گیا۔

میں دور تک بکھرے ہوئے پتھر لالہ زار ہو گئے تھے۔ مڑی تڑی لاشیں اور کچھ دم توڑے

آخری ہچکیاں لے رہے تھے۔ پھر ان کی کراہیں بھی خاموش ہو گئیں اور فضاء میں ایک بیت

سکوت طاری ہو گیا۔ اونچے اونچے پہاڑ خوفزدہ نگاہوں سے اس خونی منظر کو دیکھ رہے تھے۔

باتو گھوڑے سے اتر گیا اور اس نے کہا۔ ”احتیاط سے ان گھوڑوں کو قبضے میں لے لو

مرنے والوں کے اس علیے کا شکر گزار ہونا چاہئے واہ ان کے ہتھیار بھی جوں کے توں ہیں۔

اور افغان۔ تم میرے ساتھ آکر ہتھیار سمیٹو۔ ہمیں ابھی ایسے اور بہت سے ہمدردوں کی ضر

ہے جو میسرہ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے عطیات دیں۔“

اذلان نے گہری گہری سانسیں لیتے ہوئے اپنی بیوی سے کہا۔ ”آہ یہ لڑکیاں کس قدر

ہیں اچانک ہی انہوں نے ایک نئی شکل اختیار کر لی ہے۔“

”وہ کس قدر چالاک بھی ہیں بابا۔ انہوں نے اس طرح اپنے آپ کو گھوڑوں پر چم

خود بھی گھوڑوں پر لدنا سازد سامان محسوس ہوں؟“ شاہانے کہا۔

”وہ لوگ بچ سکتے تھے جن کی نیت لوٹ مار کی نہ تھی۔ مگر وہ بھی شکار ہو گئے۔“

بیوی نے کہا۔

”میرا خیال ہے کہ میسرہ کی تقدیر کے ستارے گردش سے نکل آئے ہیں۔ کیونکہ

ہمارے دوست ہیں۔“ اذلان کی آواز خوشی سے لرز رہی تھی۔ ”فوا اور باقی ہمیں اپنے

تھیں۔ تمام گھوڑے پکڑ لئے گئے لیکن انہیں خالی نہ رکھا گیا جن گھوڑوں پر زیادہ سامان

سامان ان پر منتقل کر دیا گیا اور کچھ دیر کے بعد آگے کا سفر شروع ہو گیا۔

ہاگ شران کا حقیقی دست راست تھا وہی سب کچھ کر رہا تھا ایک ایک جوان کو چھانٹ چھانٹ

نے منتخب کیا تھا۔ پھر انہیں خفیہ طور پر سمجھایا تھا کہ ان کا اصل کام کیا ہے۔ اس نے انہیں

تاک پہاڑ پار کے لوگ درپردہ کر شانہ پر اپنا اقدار قائم کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہیں ان

نات حاصل نہ کی تو وہ انہیں غلام بنالیں گے۔ پھر ان کی عورتیں بھی ان کی خدمت گاری

نے مجبور ہو جائیں گی۔ لاگائے چالاکی سے ان بوڑھوں کو بھی اپنا ہمنوا بنالیا جو کر شانہ میں

نے والی یہودیوں سے سخت ٹالناں تھے۔ اس نے دل سوزی سے کہا۔

”آپ لوگوں نے ہمیں برا قرار دیا ہے لیکن آپ نہیں جانتے کہ ہم نے کتنا صبر کیا ہے۔

ابھی پہاڑی حصار توڑ کر داخل ہو گئے اور انہوں نے اپنا مقام بنالیا لیکن کر شانہ کے سابق

لوگوں کا خبر نہ ہوئی کیا ہماری صدیوں کی روایت نہیں ہے کہ ہم آپس میں جو بھی کریں

فریاد کو اپنے درمیان نہ آنے دیں۔ مگر وہ آگئے ہیں ہم صرف پانچ تھے اور وہ بیٹھار۔ تب ہم

ہالکی سے کام لیا اور بظاہر ان کے ساتھی بن گئے ایسا نہ کرتے تو کبھی ان سے نجات حاصل نہ

ہم یہاں آئے اور آپ لوگوں کو ناکارہ سردار سے نجات دلائی۔ ہاں کچھ ایسے کام بھی کرنے

جو صرف گورے اجنبیوں کو خوش کرنے کے لئے تھے۔ جیسے عرق انگوڑا کا استعمال۔ مگر وہ صرف

نا تھی اور اب ہم ان پر ضرب لگانے کے قابل ہو گئے ہیں۔ ہمیں آپ کی مدد درکار ہے؟“

کر شانہ کے بزرگ شرمسار ہو گئے کچھ نے کہا۔ ”آہ ہم واقعی یہ حقیقت نہ سمجھ پائے تھے

اب ہم شرمندہ ہیں۔ ذہن جوانوں ہمیں یقین ہے کہ تم پہاڑوں کی تقدیر نہ بگڑے دو گئے۔ ہم

ہمارے ساتھ ہیں۔“ یوں ساتھ افراد تیار کئے گئے جن میں شرمان نے اپنے دو ساتھی بھی

کر لئے جن کے شانوں پر بھاری ذمہ داری ڈالی گئی تھی۔ ان سے کہا گیا تھا کہ پہاڑوں میں

نام بگڑوں پر نظر رکھیں جہاں سے ضرورت کے وقت شاٹنگ کے آدمیوں سے مقابلہ کر سکیں

کے علاوہ سب سے اہم ذمہ داری انہیں یہ سونپی گئی تھی کہ وہ شاٹنگ کے ہتھیاروں کے ذخائر پر

غنی ماکہ شاٹنگ انہیں کر شانہ والوں کے خلاف استعمال نہ کر سکے۔ ہر طرح کی ذمہ داریاں

ان کے بعد یہ گروہ اس چٹائی دیوار کی جانب روانہ ہو گیا جہاں شاٹنگ کا مسکن تھا۔

شاٹنگ اور اس کے ساتھیوں نے اس گروہ کو خوش دلی سے خوش آمدید کہا تھا شاٹنگ نے

نبیل سے کہا۔

”تم نے دیکھا میرا جادو کس طرح سرچڑھ کر بول رہا ہے۔ کر شانہ کا بیوقوف نوجوان میرے

نہ اپنے ایمان کا درجہ دیتا ہے اب کام کی رفتار تیز ہو جانی چاہئے کیونکہ ہمیں مضبوط اور

خالوں کا سہارا مل گیا ہے۔“ شاٹنگ کا نظریہ شاید کچھ تبدیل ہو گیا تھا اور وہ یہ محسوس کر رہا

تھی منصوبہ کو لیکر وہ پہاڑوں میں داخل ہوا تھا اس کی تکمیل اس طرح ممکن نہیں ہاں یہ

ہے کہ مستقبل میں نئے طریقہ کار اختیار کر کے وہ زیادہ قوت حاصل کرے اور بھاری اور

خوب کا سہارا لیکر اپنے اس کام کا آغاز کرے۔ لیکن جس طرح اس نے یہ موجودہ آغاز کیا

تھی محض تھا اور اس کا یہ منصوبہ ناکام رہا تھا۔ جن جوانوں کو کر شانہ سے یہاں بھیجا گیا تھا

اپنی ہی طرح سمجھنے کے بعد یہاں تک آئے تھے۔ یو آن لی ان کے درمیان رابطہ ۱۵ ذریعہ

انہیں ہدایات دی تھیں کہ انہیں یہاں کیا کرنا ہے۔

یو آن لی شرمان کے الفاظ کا ترجمہ کرتا جا رہا تھا اور شاگ کے انداز میں تبدیلیاں پیدا ہوتی تھیں نہ جانے کیوں اسے ایک لمحے میں یہ احساس ہوا تھا کہ شرمان کے لہجے میں مکاری ہے۔ اس نے یو آن لی کی مدد سے کہا۔
”اس بات میری سمجھ میں نہیں آئی شرمان۔“

شران نے جواب دیا۔ ”اصل میں شاگ پناہ گاہ کے لوگوں میں مکاری کی صفت ضرورت زیادہ ہوتی ہے۔ لیکن انسان یہاں بھی رہتے ہیں اپنے تحفظ کیلئے سب کچھ کرنا جانتے ہیں۔ میں اپنی فطرت کے خلاف پہاڑوں کی اس روایت کے لئے کام کرتا ہوں اور جو کام کیا ہے وہ ایک عظیم تیری نگاہوں کے سامنے آجائیگا۔“ شران نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا اور وہ بھرامار کے ساتھ اور اس کے ساتھیوں پر ٹوٹ پڑے۔ یہ ایک بڑی سچائی تھی کہ شاگ جیسا شاطر شران کے لئے بات کھا گیا تھا۔ یہ لوگ تو اختیار لیکر بھی نہیں آئے تھے کہ کم از کم مدافعت ہی میں کچھ نہ بچا ہی ان کی جسمانی قوتیں پہاڑ والوں کے برابر تھیں جبکہ پہاڑی جوان مسلح ہو کر بھی آئے شاگ کے ساتھیوں کی ٹکا ہوئی ہو گئی۔ شران نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ یو آن لی کو محفوظ باجائے اور چند افراد یو آن لی کو گھیر کر ایک جانب لے گئے اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر ایک جانب ڈال دیا۔ عقب سے شران کے وہ تمام ساتھی اپنا کام شروع کر چکے تھے جو لوگ بطور پر استقبال کیلئے آنے سے باز رہ گئے تھے انہیں ان کی جگہوں پر ختم کر دیا گیا تھا باقی وہ دوسرے افراد تھے جن کا تعلق شاگ سے نہیں تھا لیکن یہ بھی شران کی ذہانت تھی کہ ان لوگوں کو نشانہ نہیں پہنچایا گیا تھا۔ شاگ کو پتھروں سے کچل کچل کر ہلاک کر دیا گیا تھا۔ وہ آخری وقت بچتا تھا کہ میں ان پہاڑوں کا شہنشاہ ہوں۔ میں یہاں اپنی مملکت قائم کروں گا، یہاں میری قائم ہوگی اور اس کے بعد اس کی آواز دیر انوں میں گم ہو گئی تھی۔ شاگ کے تمام ساتھیوں کو اٹھ کر بری حالت میں پڑی ہوئی تھیں اور شران ہنس رہا تھا۔ پھر اس نے چاروں طرف دیکھتے دیکھتے کہا۔

”ہم پہاڑ والے باہر کے لوگوں کو کبھی قبول نہیں کرتے۔ یو آن لی ان لوگوں کو بلاؤ جو شاگک
نہی ہیں اور مجھ سے زیادہ کون یہ بات جان سکتا ہے کہ یہ لوگ بھی شاگک کے ہاتھوں مجبور
ہئے۔“

یوآن لی نے جب شمران کے الفاظ سفید فاموں کو سنائے تو وہ خوشی سے روتے ہوئے شمران ہائے آئے اور انہوں نے اپنی پیتا اسے سنائی۔ شمران نے کہا۔

”میں نے اپنی زندگی میں نیکیوں کا تصور نہیں کیا لیکن شاید سردار بننے کے بعد انسان کے تبدیلیاں رونما ہو جاتی ہیں۔ تم لوگ یہاں سے اپنا سازو سامان اٹھاؤ۔ اگر ان عاروں میں ایسا شے ہیں جنہیں تم قیمتی سمجھتے ہو تو انہیں اپنے گھوٹوں پر بار کر کے چند لمحوں کے اندر سے نکل جاؤ، لیکن اس بات کو سب لوگ یاد رکھیں کہ تم لوگوں کے جانے کے بعد یہ درہ ٹوٹی بنائوں سے اٹ جائیگا اور اس کے بعد یہاں سے داخلے کا کوئی راستہ باقی نہیں رہے گا چنانچہ تم لوگ دوبارہ سے اس سمت آنے کی کوشش نہ کرنا۔ یو این لی تھیں بھی میں واپس آئی اجازت دیتا ہوں۔ خیال رکھنا کہ اگر کوئی اس طرف آنے کی کوشش کرے تو اسے تباہ کر دیتا

کر شانہ کا ہر جوان حیرت انگیز طریقے سے اپنے نئے سردار کے منصوبے کی تکمیل کو اور شاگ کو ایک بار پھر خوشیاں حاصل ہو گئی تھیں کیونکہ وہ جس بنیاد پر کام کر رہا تھا اس کے بارے میں اسے نظر آنے لگے تھے۔ گرتی دیوار کو سہارا مل گیا تھا اور شاگ نے اپنے انتہائی اہم کام کے لیے اپنے نئے منصوبے کی تفصیلات بتاتے ہوئے کہا تھا۔

”حقیقی معدنیات کے انبار لیکر ہمیں ایک بار پھر مذہب آبادیوں کی جانب سفر کرنا پڑے گا۔ معدنیات کے ذریعے ہم دولت حاصل کریں گے اور پھر وہیں رک کر ایسے لاتعداد افراد بنائیں گے جو یہاں زیادہ موثر اور کارآمد طریقے سے اپنے فرائض سرانجام دے سکے۔ مملکت ضرور تعمیر ہوگی لیکن یوں لگتا ہے کہ اس کے لئے طویل وقت درکار ہے لیکن میرے ہاتھ بدول نہ ہونا، بالآخر ایک دن یہ منصوبہ پایہ تکمیل تک پہنچے گا۔ اور یہ جوان جو کشائے نے اسے نہایت سخت جان ہیں اور خوب محنت سے کام کر رہے ہیں۔ لیکن ہمیں اور جوانوں کی ضرورت ہوگی.....؟“

شاہگ کو اس کیلئے کر شانہ جا کر دوبارہ شہران کو ہدایت دینے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ ایک دن اس کے خاص آدمی نے بتایا ”کر شانہ کے تقریباً سوجان شہران کی رہنمائی میں ادرہ ہیں۔۔۔۔۔۔“ شاہگ نے پر مسرت انداز میں کہا۔

”یقیناً یہ دوسرا گروپ ہو گا جسے شمران خود لے کر یہاں آ رہا ہے۔ آؤ اس کا انتہ کر س۔“ اور شاگ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ پھاڑوں کی بلند یوں سے اتر آیا۔

شمران سب سے آگے آگے اپنے گھوڑے پر سوار تھا یو آن لی شاگ کے قریب موجود تھا۔ تمام ہی افراد جو شاگ کے خاص خاص آدمی تھے۔ شمران کے استقبال کیلئے تیار تھے شمران لاگ ساتھ شاگ کے سامنے گھوڑے سے اتر گیا اور اس نے یو آن لی کو پکارا۔ یو آن لی سامنے شمران نے اس سے کہا۔

”میرے بہترین دوست اور ہمارے رہنما شامک کو میرا پیغام دو کہ طاہور جو انوں کی بنا
تجھے کے طور پر میں خود لے کر آیا ہوں اور میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پہلے جو جوان بھیجے تھے
شامک کی توقع کے مطابق کام کر رہے ہیں۔“ یو آن لی نے ترجمہ کیا اور شامک مسکرا کر بولا۔

”اس میں کوئی شک نہیں ہے کرشانہ کے سردار کہ تیری اور میری دوستی مضبوط ہے ترہوتی جا رہی ہے اور وہ وقت دور نہیں ہے جب میں پہاڑوں میں تیرے نام کا ڈنکا بجواؤں لوگ تجھے ایک طاقتور سردار کی حیثیت دیں گے۔ وہ لوگ بالکل ٹھیک کام کر رہے ہیں اور سوچ رہی ہا تھا کہ کچھ اور لوگوں کے لئے تیرے پاس پیغام بھجواؤں.....“

شمران نے ایک بہت ناک قلعہ لگایا اور بولا۔ "لیکن عظیم شاہک پہاڑوں میں ایک غریب روایت ہے اور وہ روایت یہ ہے کہ ہم بیرونی دنیا کے لوگوں کو قبول نہیں کرتے۔ ہم مسائل کا شکار ہوں، کتنی ہی مشکلات میں گرفتار ہوں لیکن اگر پہاڑ پار کے لوگ ہمارے آجائیں تو ہم اپنے مسائل بھول کر ان پہاڑوں کو ان سے پاک کرنے میں مصروف ہو جائیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں عظیم شاہک کہ تو نے کرشنا کی سرداری مجھے دلانے میں ایک ادا کیا ہے۔ لیکن ہم میں سے کوئی اپنی روایت سے منحرف ہونے کو تیار نہیں ہے۔"

کہ کرشانہ کی آبادی اب ان پھاڑوں تک ہو گئی ہے جہاں انہیں داخلے کا راستہ نظر آتا تھا۔ ان میں سے ایک شخص بھی ادھر پہنچا تو ہم سب اس کا استقبال کریں گے۔“

ان لوگوں کو تو جیسے زندگی کی خوشخبری مل گئی تھی سارے کے سارے جشن منانے بجائے شمران کی فطرت کا یہ کون سا پہلو سامنے آیا تھا کہ اس نے جانے والوں سے کوئی بات نہیں کی اور وہ شمران کو دعائیں دیتے ہوئے غیر متوقع طور پر زندگی بچا کر موت کے اس دروازے پر نکل گئے جس میں وہ غلطی سے آگئے تھے۔ تب شمران نے لاگائے کہا۔

”لاگائیں نے غلط نہیں کہا تھا جو کچھ ان پھاڑوں میں ہے اسے کرشانہ منتقل کر دے اور کے بعد اپنے ان بیٹاں جو انوں کو اس کام پر مصروف کر دے وہ پھاڑی چٹانیں توڑ توڑ کر اس کو پر کر دیں اور ادھر سے آنے کا راستہ بند کر دیں تم جانتے ہو کہ اب یہ ذمہ داری ہم پر عائد ہے۔“

”کرشانہ کے سردار کے حکم کی تعمیل ہو گئی تم واپس جانا چاہو تو واپس جاسکتے ہو شمران جب ادھر آؤ گے تو یہ راستہ بند دیکھو گے۔“ لاگائے جواب دیا اور شمران مسکراتا ہوا یہ کہنے کی جانب بڑھ گیا شاگ کی مملکت خون میں نہا گئی تھی اور اب وہاں ان لاشوں کے سوا کچھ نہیں تھا جن کی ضیافت خور پرندے اڑانے والے تھے۔

○.....○.....○

عقاب فطرتاً جگمگو تھے حالانکہ طویل عرصے سے ان کی کسی سے قوت آزمائی نہ ہوئی تھی لیکن میان کے اشارے پر اتنی برق رفتاری سے جنگ کی تیاریاں ہوئیں کہ خود میان بھی حیران گیا۔ غلام ہنگ میان کا بہترین دست راست ثابت ہو رہا تھا۔ اب جب یہ جنگ عقابوں پر مسل ہو گئی تھی تو وہ عزت کی جنگ لڑنا چاہتے تھے۔ حملہ آور میان نہیں تھا بلکہ سولازریہ والے تھے ان میں ساتھیوں نے جن میں سے بے شک کچھ لوگ میان کے ہمنوا نہیں تھے۔ لیکن جو میان نے سولازری سردار سے کی تھی اس نے انہیں آتش بٹایا تھا اور ان کی شعلہ جیانی کی کام تھی یا پھر ابھی میان کی تقدیر یا واقعی کچھ ایسی کیفیت پیدا ہو گئی عقابوں میں کہ ہر شخص مرنے پر نظر آنے لگا۔ ویسے بھی یہ سامنے کی بات تھی کہ سولازری سردار اپنے بیٹوں کا انتقام عقابوں لینا چاہتا تھا اور اگر اسے فتح حاصل ہو گئی تو عقابوں کے مسکن میں کسی سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ وہ میان کا ہمنوا تھا یا نہیں۔ ہر ایک کے ساتھ ایک ہی سلوک کیا جائیگا اپنے گھروں کو بچانا مقصود تھا چنانچہ سب کے سب ہر طرح کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ہر نکل آئے۔ اور اس کے وہ سولازری لشکر کی جانب بڑھنے لگے۔

میان ایک بہادر سردار کی مانند اپنے ساتھی غلام ہنگ کے ہمراہ مردانہ وار اس جنگ میں سے آگے آگے تھا، سولازری سردار نے بھی اپنا لشکر تیار کیا اور اس کے بعد خون بہانے کا جذبہ انسانوں میں منتقل ہو گیا اور گھسانے کی جنگ ہونے لگی، یہ جنگ شدید ترین تھی اور ہندان بھی اس وقت سولازری لشکر کے ساتھ تھا چنانچہ بحالت مجبوری جنگ کے لئے نہ سہا دفاع کے لئے ہی سہی اسے بھی ہتھیار اٹھانے پڑے اور اس نے اپنے دفاع کے لئے جنگ لیکن عقابوں میں اس کے شٹا سبھی موجود تھے اور ابتداء میں وہ یہی سمجھے کہ ہندان عقابوں

سے لڑ رہا ہے کیونکہ کسی کو ہندان کی گمشدگی کا علم نہیں تھا لیکن جب انہوں نے ہندان کو سے لڑتے ہوئے دیکھا تو ششدر رہ گئے بلکہ دو افراد ہندان کے ہاتھوں ہلاک بھی ہو گئے اس غلط فہمی میں کہ وہ یہ نہ سوچ پائے کہ ہندان ان کے خلاف لڑ رہا ہے۔ اس کے بعد سب مجھے۔

عقاب انتہائی دلیری سے یہ جنگ کر رہے تھے اور نتیجہ برق رفتاری سے سامنے آتا جا رہا تھا۔ لشکر اس تیزی اور جگمگو یا نہ مہارت کا مظاہرہ نہیں کر سکا جو عقابوں میں تھی۔ چنانچہ تیزی سے قتل ہوتا رہا اور میدان میں لاشوں کے انبار لگ گئے۔ سولازری سردار کو تھوڑی ہی دیر میں یہ ہو گیا تھا کہ وہ عقابوں کی قوت کا غلط اندازہ لگا کر یہاں آیا ہے اور اس نے بہت بڑا دھوکا ہے۔ تاہم وہ اپنی آگ میں جل رہا تھا اور اس وقت تک وہ لڑتا رہا جب تک کہ سولازریوں یار نہ پیچھے دیئے اور زمین پر اوندھے منہ نہ لیٹ گئے۔ یہ امان کی طلب تھی۔ پھاڑوں میں

بالی جنگوں میں ایسے لوگوں پر ہتھیار نہیں اٹھائے جاتے تھے جو سجدہ ریز ہوں۔ فلان ایک ایک کو غیرت دلا رہا تھا، لیکن اب کوئی جنگ کرنے پر آمادہ نہیں تھا، یہاں تک ان نے بھی فرار ہونے کی کوشش کی لیکن عقاب دیکھ چکے تھے کہ ان کے قبیلے کا یہ شخص یوں کی جانب سے لڑ رہا ہے، کچھ لوگوں نے وہ منظر بھی دیکھا تھا جب عقاب دھوکا کھا کر کے ہاتھوں شکار ہو گئے تھے۔ چنانچہ بے شمار گھوڑے اس کی جانب دوڑے اور کندیں ڈال کر بکڑیا گیا۔ ہندان کو موت سامنے نظر آگئی تھی۔ فلان اب بھی اپنے گھوڑے پر اپنا کھلاڑا نہ کھڑا ہوا تھا اور اپنے بزدل ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا جن کی تعداد اب بھی اتنی تھی کہ اگر وہ نے کی کوشش کرتے تو عقابوں سے بہت دیر تک لڑ سکتے تھے۔

ادھر میان خاموشی سے جنگ کے اس خاتمے کا منظر دیکھ رہا تھا اس کا پورا جسم دشمن کے زخموں سے زبردست تھا اور عقابوں نے اپنے سردار کو جس دلیری سے لڑتے ہوئے دیکھا تھا اس پر ان کے لئے بے پناہ ہو گئے تھے۔

فلان نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اپنا کھلاڑا لگا۔ ”سولازری سردار، فلان اور اس کے لشکر کو شکست ہو چکی ہے، میں اپنے بیٹوں اور بے گناہ انتقام لینے کے لئے جنگ پر آمادہ ہوا تھا اور اس جنگ میں مجھے شکست ہو گئی ہے، روشنی ایسی حکم تھا لیکن ابھی میرے پاس ایک ذریعہ باقی ہے۔ عقابوں کے سردار، قاتل میان لائی اسے پھاڑوں کی رسم کے مطابق مبارغہ طلب کرتا ہوں اور یہ میرا حق ہے اگر اس مبارغے مجھے شکست دے دی تو میری موت لازمی ہو جائے گی اور اگر میں نے تجھے شکست دے دی ہے بعد پھاڑوں کے قانون کے مطابق میں عقابوں کا سردار ہوں گا اور اس پورے علاقے سے ہر حکم کی تعمیل ہوگی۔ بول میان لائی کیا تو میرا مبارغہ قبول کرتا ہے؟“

میان لائی نے رحم بھری نگاہوں سے فلان کو دیکھا اور کہا۔ ”معزز فلان، سولازریوں کے مبارغہ تیار ہے اور یہی میں نے تجھ سے پہلے بھی کہا تھا۔ میں یہ جنگ جیت چکا ہوں لیکن اس میں تم بھی شامل ہو کر رہے، جو ہوا وہ ایک حادثہ تھا جو اب ہوا ہے وہ تیری سزا ہے مبارغے میں مجھ سے جیت نہ پائے گا لیکن میں تیری زندگی چاہتا ہوں اور اس کے علاوہ

تیری ہر بات ماننے کے لئے تیار ہوں۔“

”لیکن میں تجھ سے مبارغہ طلب کرتا ہوں اور اگر تو یہ سمجھتا ہے کہ تو میرے جوش کی آگ نہ لاسکے گا تب بھی تجھے مبارغہ نہ قبول کر کے اپنی یہ سرداری چھوڑنا ہوگی۔ بول کیا کہتا ہے؟“

عقابوں نے کہا..... ”تو اس احمق سردار کا مبارغہ قبول کر میان لائی اور اس فتنے کو بیز کے لئے ختم کر دے۔“ میان لائی نے آمادگی کا اظہار کر دیا اور فلولان اس کے مقابلے پر آمادہ ہو گیا۔ میں کوئی شک نہیں تھا کہ فلولان بڑی دلیری سے میان لائی سے لڑا، اس نے اپنے تجربے کا مظاہرہ آزمایا اور میان کو قتل کرنے کی کوشش کی، لیکن عقابوں نے یہ بھی دیکھا کہ میان نے جو دھوکا دیا تھا وہ غلط نہیں تھا وہ اب بھی شیروں کا شیر تھا اور مبارغہ طلب کرنے والے کو شکست دینے کی اہلیز رکھتا تھا، ایسی خوفناک جنگ ہوئی دونوں کے درمیان کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں بند ہونے لگیں تھیں۔ پھر فیصلہ ہو گیا۔ میان کے کھلاڑے نے فلولان کے سر کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا اور فلولان اپنے گھوڑے سے گر پڑا، یوں اس جنگ کا خاتمہ ہو گیا، سولازریوں کے لشکر کو جس بدترین ہزیمت سامنا کرنا پڑا تھا زندہ بچ جانے والے اس کا احساس کر کے تھر تھرا کر رہے تھے اور عقابوں نے سولازری لشکر کے ہتھیار ڈالنے والوں کو گھیر لیا تھا۔ قبیلوں کی جنگ میں یہ فیصلہ بھی کموں ہو جاتا تھا کہ ہتھیار ڈالنے والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے..... بے شک لوگوں نے جنگ کر کے امان مانگی تھی لیکن شکست خوردگان کی زندگیاں کم ہی بچتی تھیں، میان مبارغے سے بچنے کے بعد اپنے گھوڑے پر کھڑا ایک بار پھر خاموش نگاہوں سے ان ساری کارروائیوں کا جائزہ لے رہا تھا۔ تب اس کی فوجوں کے سالار نے اس سے کہا.....

”عقابوں کے سردار، عظیم میان لائی شکست کھانے والوں کے قتل کا حکم دے گا مگر غروب ہونے سے قبل ہم اس جنگ کو آخری حد تک پہنچا دیں۔“

میان نے گردن ہٹھا کر چاروں طرف دیکھا اور پھر پر اعتماد لیجے میں بولا۔ ”سولازریوں نے زندہ بچ جانے والوں، میان لائی تمہیں زندگی کی خوشخبری دیتا ہے، جو کچھ اپنے ساتھ لائے تھے اپنے گھوڑوں پر بار کر دو اور واپس سولازریہ چلے جاؤ۔ وہاں جا کر اپنے لئے نیا سردار منتخب کرنا۔ تمہارے سردار سے درخواست کی تھی کہ وہ جنگ نہ کرے لیکن وہ اس پر آمادہ نہ ہوا۔ بے شمار انسانوں کا خون بہا..... لیکن اب میں تم سے ایک فاتح کی حیثیت سے کوئی انتقام نہیں گا۔ اپنے ساتھیوں کی لاشوں کو دفن کر دو یا ساتھ لے جاؤ یہ تم پر منحصر ہے لیکن خیال رہے کہ ان لاشوں کو ساتھ نہ لے جا سکو تو ان کا قبرستان بنانے سے پہلے واپسی کی نہ سوجنا۔ عقابوں شیردل تمہارے اس عمل کی نگرانی کریں گے۔ ہاں تمہیں ہر سہولت دی جائے گی بس اتنا زیادہ میں تمہارے لئے اور کچھ نہیں کر سکتا اور تمام عقابوں کے لئے میرا حکم ہے کہ اب سولازری کے جسم پر ایک ہلکی سی ضرب بھی نہ لگائی جائے۔“ تب ایک شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”میان لائی ایک شخص کے لئے تو معافی کا اعلان نہ کر، وہ عقابوں کے قبیلے کا خاندان ہے۔“ میان کا بیٹا ہندان جو سولازری لشکر کے ساتھ آیا تھا اور اس نے عقابوں سے جنگ کی روشنی والے کی قسم ہمارے کئی ساتھی اس کے ہاتھوں صرف اس لئے مارے گئے کہ وہ عقابوں کی طرف سے جنگ کرنے والا سمجھ رہے تھے، یہ غداران میں کیسے شامل ہوا ہے۔“

خود بتائے گا اس کی گرفتاری کی اجازت دے۔“

میان نے جراتی سے اپنے اس شناسا کو دیکھا اور اس کے چہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”آہ روشنی والے کی قسم، میں اس بات پر شدید حیران تھا کہ سولازری سردار کو یہ تمام جنتیں کسے معلوم ہوئیں لیکن یہ راز، راز نہیں رہا۔ ہندان کو گرفتار کر کے عقابوں کے مسکن میں لے جاؤ، لیکن باقی لوگوں کے ساتھ وہی سب کچھ ہونا چاہئے جو میں نے کہا.....“ پھر میان نے سرداروں سے اپنے غلام ہنگا کو دیکھا اور آہستہ سے بولا.....

”آؤ واپس چلیں، یہ جو کچھ بھی ہوا ہے اس پر میں خوش نہیں افسردہ ہوں۔ آؤ.....“ اس نے اپنا گھوڑا عقابوں کے مسکن کی جانب واپس موڑ دیا۔

○.....○.....○

”آخر تم کیا کہنا چاہتی ہو؟“ لیزا نے بے چینی سے پوچھا۔

”کوئی خاص بات نہیں آئی۔ میں صاف صاف کہہ رہی ہوں۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں بے خوف ہوں۔ بچی نہیں ہوں میں۔ ان جذبات کو سمجھتی ہوں جو انسانیت کا بلند ترین مقام رکھتے ہیں آپ لوگ مجھے اسی سرزمین سے لے گئے تھے۔ آپ نے پوری عمر میری پرورش میری بڑائی میں بسر کر دی۔ روزانہ میری کمائی آپ کو سنائی تو آپ نے ایک ماں کا درد محسوس کیا اور اپنی ایک فطرت کے تحت فیصلہ کیا کہ مجھے واپس میری سرزمین پر پہنچائیں گے، آپ کا مشن پورا ہو گیا۔ میں اپنے ماں باپ کی سرزمین پر آگئی ہوں۔ اب آپ میرے لئے اور کہاں تک پریشان رہیں گے۔ آپ کی واپسی بہتر ہے۔“

”ہاں رشتوں کی اس دنیا میں ہم کب تک بھٹکتے رہیں گے۔ آسٹر میں واپس جانا چاہتی ہیں۔“ لیزا نے کہا۔

”ہم میں سے کون واپس نہیں جانا چاہتا لیزا..... لیکن کیا اس کا کوئی ذریعہ دریافت کیا ہے؟“

”کوشش کرو، خواہ زندگی ختم ہو جائے۔ میں اب ہر قیمت پر یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے۔ ایسا ہی کریں گے۔“

”اپنے والدین کو تلاش کرنا اب زربدان کی ذمہ داری ہے.....! لیزا نے کہا۔

دن گزر گیا۔ زربدان کی گفتگو کے بعد کچھ عجیب سی فضاء ہو گئی تھی ان کے کھانے پینے کا خیال رکھا گیا تھا۔ حیران کن بات یہ تھی کہ انہیں نہایت جدید خوراک دی گئی تھی۔ بہت سے بچی ہوئی اور لذیذ۔ پھر فضاء میں رات کے اندھیرے اتر آئے۔ وہ ڈنر سے فارغ ہوئے کہ فطرت نے زربدان سے کہا۔

”ڈیڑی..... مجھے تمہاری میں تم سے کچھ بات کرنی ہے۔“

”ہاں۔ میں خود بھی یہی کہنے والی تھی۔ آؤ.....“ زربدان نے کہا اور دونوں الگ الگ ٹیبل چاہیٹھ۔

”تم لوگوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے اس سے کچھ باتیں میری سمجھ میں آگئی ہیں لیکن وہ

”یہ اچھی بات ہے کہ تم نے خود چھپانے کی کوشش نہیں کی حالانکہ تم نے مقامی لوگوں کا سا بہار کھا ہے۔ خیر یہ ان علاقوں میں خود کو محفوظ رکھنے کی کوشش ہو سکتی ہے۔“
 ”تم سے چھپنا شاید ممکن بھی نہ ہوتا۔ دیے تم نے بھی ہمیں انگلش میں مخاطب کیا ہے۔“
 ”ہاں۔ یہ سچ ہے۔ مجھ سے کسی کا چھپنا ممکن نہیں ہے لیکن ان پہاڑوں میں تمہیں انگلش سمجھنا عجیب نہیں محسوس ہوئی۔“
 ”ہم پہاڑوں میں ایک طویل سفر طے کر کے یہاں تک پہنچے ہیں۔ اس علاقے کو دیکھتے ہی یہاں پر احساس ہوا تھا کہ یہ علاقہ دوسری جگہوں سے بالکل مختلف ہے اور ہم نے یہی سوچا تھا کہ یہاں پر مذہب دنیا کے کسی ذہین ترین شخص کا سایہ ہے۔“ ولیم نے کہا اور الاوشیہ ہنسی پھر اس نے

”تم لوگ مجھے اچھے لگے۔ یوں کرو میرے پاس آجاؤ۔ میں تم سے براہ راست بات کروں گا۔ ابھی کچھ دیر کے بعد سبز روشنی تمہارے پاس آئیں گے۔ وہ مجھ تک تمہاری رہنمائی کریں گے۔ تم میرے پاس آجاؤ!“
 ”تیرے حکم کی تعمیل ہوگی۔“ ولیم نے کہا۔ سبز روشنی معدوم ہو گئی اور وہ پھر آنکھیں اڑنے لگے۔ آستر نے جلدی سے کہا۔ ”کون جانے وہ کتنی دیر میں یہاں پہنچ جائیں اس سے گفتگو کرنے کے لئے لائحہ عمل طے کر لیا جائے تو بہتر ہے۔ زردبان تم بتاؤ کیا بات کرنی ہے۔“
 ”میری رائے ہے کہ اسے سب کچھ بتادیا جائے۔ سوائے میرے مشن کے۔ ہم یہاں صرف پہنچنے کے لئے آئے تھے۔“ زردبان نے کہا۔
 ”شانگ کے بارے میں بھی.....؟“

”بالکل۔ اس سے اسے یہ اندازہ ہوگا کہ ہم نے اس پر حیرت کا اظہار کیوں نہیں کیا۔“
 ”وہ بات ہے۔ کسی کو کوئی اعتراض.....؟“ لیکن کوئی کچھ نہیں بولا۔ آستر نے درست ہی باک جلدی سے بات کر لی کیونکہ کچھ ہی لمحوں میں سبز روشنی میں نمائے ہوئے پانچ افراد اچانک دوبارہ ہونے لگے تھے ان میں سے ایک نے کہا۔
 ”الاوشیہ نے تمہیں طلب کیا ہے؟“

”ہم حاضر ہیں۔“ ولیم نے کہا اور سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ روشن ہیولوں کے ساتھ انہیں بائیں طرف سے گزرا اور پھر ایک تنگی دیوار کے اندر قدرتی غار کے دہانے میں داخل ہو کر دور روشنی کے جگہ جا کھڑے ہوئے۔ وہ سب بھی رکے تھے۔ پھر انہیں فوراً ہی خود کو سنبھالنا پڑا کیونکہ ان کے سر پر ہونے لگے تھے۔ ان کے قدموں کے نیچے زمین چل پڑی تھی۔ کچھ لمحات میں انہیں پتہ چل گیا کہ وہ ایک ڈھلوان ٹاپ کی چیز ہے جو یقیناً مشینی عمل سے چل پڑی ہے کوئی کچھ نہیں بولا۔ یہ سفر بالکل سیکڑ کا تھا پھر ڈھلوان ایک کمرے جیسی چوکور جگہ جاری اور اچانک اس نے لفٹ کی طرح اٹھ کر بائیں طرف گھوم کر دوبارہ سبز روشنی میں داخل ہوا اور بس انہیں صرف ایک بات کا احساس ہوا کہ جس نے بھی ان خطرناک پہاڑوں میں یہ سب کچھ کر ڈالا ہے وہ معمولی شخصیت نہیں ہے۔ ڈھلوان جہاں رکے تھے وہ بھی ایک بے مثال جگہ تھی۔ اس کی وسعتیں بے پناہ تھیں جگہ جگہ

سب غیر مربوط تھیں اور ایسی کہ مشکل سے یقین آئے۔ کیا تم مجھے اس قابل سمجھتی ہو کہ مجھے ان کے بارے میں تفصیل سے بتاؤ۔“
 ”میں عمر کی اس منزل میں ہوں فلیش کے فطرت کے ہر جذبے کو سمجھتی ہوں۔ آج میں اعتراف کرنے سے گریز نہیں کرتی کہ میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں، لیکن تمہیں چاہئے کہ میرے دل میں کبھی یہ تصور نہیں پیدا ہوا کہ میں تمہیں پا بھی لوں گی۔ میں جانتی تھی کہ ایسا ممکن نہیں ہوگا لیکن تمہاری چاہت پر مجھے اختیار نہیں تھا۔ آئی لیزا نے جو کچھ کہا اس کی تعمیل یہ ہے کہ میری نمودارنی پہاڑوں میں ہوئی ہے۔ میرے ماں باپ یہیں موجود ہیں..... وہ زندہ ہیں یا مر گئے ہیں میں نہیں جانتی لیکن انکل اور آئی مجھے ان کے پاس پہنچانے ہی یہاں آئے تھے۔ یہ کہانی کہاں سے شروع ہوئی میں بتاتی ہوں۔“

زردبان نے اپنی داستان حیات فلیش کو سنائی پھر بولی۔ ”مجھے اپنی زمین سے عشق ہے۔ میں اس کی روایات سے پیار کرتی ہوں میں ان روایات کی زندگی چاہتی ہوں کیونکہ میں یہ جدید دنیا کا بھیا تک روپ دیکھ چکی ہوں، لیکن اب مجھے یہ روایات پامال ہوتی نظر آ رہی ہیں۔ میری آرزو ہے کہ میں ان کے تحفظ کے لئے کوشش کروں۔ شانگ جیسے لوگوں سے اپنی زمین کو بچاؤ۔ میں یہاں سے جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی۔“
 فلیش پر دیر تک سکتہ طاری رہا تھا۔ پھر وہ ہنسنے لگا۔
 ”تمہیں یہ احساس نہیں تھا کہ میں بھی تم سے محبت کرنے لگا ہوں۔“
 ”ہاں مجھے احساس تھا“ ہے..... اور یہ فیصلہ میں نے بڑے کرب سے گزر کر کیا ہے۔“
 ”اس میں میری وجہ سے تبدیلی ممکن ہے۔“
 ”نہیں فلیش.....!“

”اے..... کے۔ میرے خیال میں مجھے اب تمہیں ڈیڑی کہہ کر نہیں مخاطب کرنا چاہئے..... بلکہ مس زردبان کہنا چاہئے۔ مجھے یہ نام جس قدر اچھی محسوس ہو رہا ہے اسی طرح تمہاری شخصیت بھی۔ میں اس لڑکی سے محبت کرتا تھا جو ڈیڑی تھی۔ اور اب وہ..... وہ نہیں ہے۔ اوکے.....!“

فلیش اپنی جگہ سے اٹھ اٹھی تاکہ وہ فحشہ تاریک ماحول روشن ہو گیا۔ بلند یوں سے روشنی کی ایک سبز شعاع نمودار ہوئی۔ آج اس نے چاروں طرف کا احاطہ نہیں کیا تھا بلکہ اس کا سناٹا کی سمت جاری تھا۔ اس طرف جہاں یہ لوگ موجود تھے۔ چند لمحات میں وہ ان کے سروں پر پہنچ گئی اور وہ سب سبز روشنی میں نمائے ہوئے.....!
 روشنی اتنی تیز تھی کہ ان کی آنکھیں چونہ ہیائی جاری تھیں۔ وہ سب پلکیں جھپکے۔ تب ایک نسوانی آواز ابھری۔ ”الاوشیہ تمہیں مزے مہمانوں سے مخاطب ہے۔ مجھ سے بات کی جائے۔ سب ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگے۔ زردبان فلیش کو اشارہ کر کے ولیم کے قریب آگئی۔ نسوانی آواز نے پھر کہا۔ ”میں تم لوگوں کو دیکھ بھی رہی ہوں اور تمہاری آواز بھی سن سکتی ہوں۔ نیلے لباس والے تم مجھ سے بات کرو.....!“ نیلا لباس آسٹرو لین کا تھا۔
 ”ہیلو الاوشیہ۔“ ولیم نے خود کو سنبھال کر کہا۔

جھروکے بنے ہوئے تھے جن کے دوسری طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی لیکن اندر کی مدھم مدھم روشنی وہ نظر آرہے تھے۔ پیروں کے نیچے شفاف زمین تھی جسے ہموار کر کے ایسا بنانا معمولی بات نہیں تھی۔ ایک جگہ نیم دائرے کی شکل میں فرنیچر بچھا ہوا تھا دائرے کے سامنے ایک سفید پلیٹ کارپس آ رہا تھا جس پر رزنگار کرسیاں بچھی ہوئی تھیں۔ روشنیوں نے اسی سمت رہنمائی کی تھی۔ وہ فرنیچر کے پاس پہنچ گئے۔

”آپ لوگ بیٹھ جائیے۔“ ایک درویش نے کہا اور وہ خاموشی سے بیٹھ گئے۔ انہوں نے مکمل خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ چند لمحات کے بعد سامنے والی دیوار سے دو انسانی وجود نمودار ہوئے اور سب حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر انہیں دیکھنے لگے۔ دیوار میں کوئی دروازہ نہیں تھا یہاں ہوا تھا جیسے بس سپاٹ دیوار نے دو انسان اگل دیئے ہوں۔ ان میں ایک تندرست اور دلکش قامت کی مالک کوئی تیس سالہ عورت تھی۔ دوسری دبلے پتلے بدن کی معمر عورت۔ دونوں نے سفید ملبے کی قیمتی لباس پہنے ہوئے تھے۔ ان کی چال چڑو قار تھی۔ جوان عورت کے ہونٹوں پر دلکش مکران پھیلی ہوئی تھیں اور وہ جھکدار آنکھوں سے انہیں دیکھ رہی تھی۔

سب احتیاطاً کھڑے ہوئے اور دونوں پلیٹ فارم نما جگہ کے عقب میں پہنچ گئیں۔ ”مہر مہمانوں کو خوش آمدید۔ براہ کرم تشریف رکھئے۔“ وہ خود بھی بیٹھ گئیں۔ پھر جوان عورت نے کہا۔ ”مسٹر آپ ان سب لوگوں اور اپنا مکمل تعارف کرائیے۔“ اشارہ آسٹروولین کی طرف تھا۔ آخر دوبارہ کھڑا ہو گیا۔

”ٹینک یو میڈم۔ میرا نام آسٹروولین ہے نسلاً برٹش ہوں۔ لندن میں میرے بہ کاروباری وسائل ہیں جن سے معاشی ضروریات پوری ہو جاتی ہیں۔ میں نوجوانی کی عمر سے ہی کاشانق رہا ہوں اور دنیا کے بے شمار ممالک میری مہم جوئی کا مرکز رہے ہیں میرا ایک ہاتھ بھائی کا شوق کا شکار ہو گیا ہے۔ یہ میری بیوی لیزا آسٹر ہے۔ یہ ہمارے خاندان کے قدیم ساتھی مسٹر۔ یہ لندن کے ایک معزز کاروباری مسٹر سڈلر ہیں اور یہ ان کی بھتیجی ڈیزی ہے۔ یہ مسٹر فلیش اور ان کی بہن ایشیا۔“

”آپ سب سے مل کر بہت خوشی ہوئی۔ پھولا کھا نہج کے اس ناقابل عبور علاقے میں آپ لوگوں کی آمد کی کوئی خاص وجہ.....؟“

”ہاں.....!“ آسٹر نے جواب دیا۔

”کیا.....؟ جتنا پسند کریں گے؟“

”خزانہ.....؟“

”جی میڈم۔ دریائے شرنگ میں بہتے ہوئے ہیرے۔ جن کی تعداد اتنی کہ کوئی سب سے سکے۔“

”لیکن ان علاقوں میں ایسا کوئی دریا نہیں ہے۔“

”یہ ہمیں یہاں آکر معلوم ہوا۔“

”تفصیل بتائیے۔“

”مسٹر سڈلر کو نہایت پُر اسرار طریقے سے ایک نقشہ حاصل ہوا جس میں ان علاقوں

لی ہیروں کے حوالے سے کی گئی تھی۔ یہاں تک داخلے کا راستہ بھی بتایا گیا تھا جو پھولا کھا نہج کی پہاڑی دیوار کے ایک مشکل درے سے گزرتا ہے۔ مسٹر سڈلر نے یہ ٹیم بنائی اور ہم نقشے فائنل اندر آ گئے۔ درے کے دوسرے سرے پر ہمارا استقبال رانکلوں سے کیا گیا۔ یہ مذہب ایک جتنی شخص شاگ جو تھا جو یہاں ایک عظیم مملکت کی داغ بیل ڈال رہا ہے۔ نقشے اس بلانے ہوئے تھے اور اس نے لوگوں کو جمع کرنے کے لئے ایک جال تیار کیا تھا۔ بہت سے

س جال میں پھنس چکے ہیں اور مزید پھنس رہے ہیں۔“

”اور..... یہ رہنمائی کے بیان کی تصدیق ہے۔ تمہیں یاد ہو کہ اس نے ہمیں تفصیلی حوالہ

”ہوڑھی عورت نے پہلی بار زبان کھولی۔

”بہت دلچسپ۔ یقیناً فنٹا سنک۔“ عورت نے مسکرا کر کہا۔ ”اس کے بعد کیا ہوا۔“

”ہم چند افراد شاگ کے اس جال سے نکل بھاگے اور بھٹکتے ہوئے یہاں تک آ پہنچے۔“

”شاگ کے بارے میں کچھ اور بتائیے مسٹر ولین.....!“ عورت نے کہا اور ولین نے

ذہانت سے شاگ کی کہانی دہرا دی۔

”ہیروئی دنیا کے بہت سے لوگ اب ان علاقوں میں قسمت آزمائی کر رہے ہیں۔ ویسے اس

کی ٹنگ نہیں کہ یہ زمین بے حد قیمتی ہے اور مٹر کو ششوں سے یہاں بہت کچھ مل سکتا ہے۔

”سولین آپ نے بڑے خلوص سے سچ بولا ہے اس کی وجہ بتائیں گے۔“

”ایک مہم جو کو آپ احقر نہ سمجھیں گی میڈم۔ آپ نے جس پٹانے پر یہاں خود کو مستحکم کیا

معمولی نوٹیں۔ ہم بیکار جھوٹ بول کر کیا حاصل کر سکتے تھے۔ پھر اب تک ہمارے ساتھ جو

اختیار کیا گیا ہے ہم اس کے شکر گزار بھی ہیں۔ اس کے بعد ہم نے جو کچھ دیکھا ہے اس نے

احساس دلایا ہے کہ ہم نے سچائی اپنا کر غلطی کی ہے۔“

”یہ سب کچھ آپ کو کیسا لگا؟“

”اس نے ہمیں محرزہ کر دیا ہے۔ اس سے قبل ہم اسے صرف فلمی کہانیوں اور فینٹسی

کے بھد بھد سمجھتے تھے۔“

”جب آپ ہرزوشتی کے سائے میں آئے تھے تو آپ نے کیا محسوس کیا تھا؟“

”ہم نے سمجھ لیا تھا کہ یہ ایک سائنسی عمل ہے اور اس کے پس پردہ کوئی عظیم داغ کام

ہے۔ اب اس کی مکمل تصدیق ہو گئی۔“ ولین نے جواب دیا اور انسان کی ازلی کمزوری کو

نکسے چرے پر محسوس کیا وہ ان الفاظ سے خوش ہوئی تھی۔

”اس کے بعد ضروری ہے کہ میں اپنا تعارف کرا دوں۔ تم لوگ مجھے الاوشیہ کے نام سے

میرا اصل نام زیمیل بی ہارنوس ہے۔ لیچا ہارنوس کا نام سائنس کی دنیا میں اجنبی نہیں

ہم لوگ ڈونکا کے رہنے والے ہیں۔ ڈونکا کے کپٹنل روسید میں ہارنوس کو دیوتا کی طرح پوجا

میں میرا باپ کچھ بڑے ملکوں کے حسد کا شکار ہو گیا جو چاہتے تھے کہ عظیم سائنس دان ان

کا قتل کر لے اور ان کے لئے کام کرے۔ میں اپنے باپ کی جیتی اور اس کی اسٹنٹ تھی

”کچھ تم لوگ دیکھ رہے ہو میں نے اپنے باپ سے حاصل کیا ہے۔“

”جی میڈم..... آپ یہاں کیا کر رہی ہیں.....!“ ولین نے سوال کیا۔

”اس جراث مندانه سوال سے مجھے خوشی ہوئی۔ آؤ جو کچھ کر رہی ہوں تمہیں دکھانے۔“ اس نے کہا اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ وہ سب بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ اس عظیم الشان پارٹی میں مشرقی حصے میں پہنچ کر اس نے دیوار پر لگے ہوئے ایک ٹن کو دبایا اور ایک دروازہ نمودار ہو گیا۔ دروازے کے دوسری طرف شیشے کا پنا ہوا چوکور کمرہ تھا جس کی ایک دیوار تاریک تھی۔ اس اشارے پر وہ سب اس کمرے میں داخل ہو گئے۔ خود زہیل بی ہارنوس باہری رو گئی۔ کمرہ جنبش ہوئی اور وہ سیدھا چل پڑا۔ ان کے چہرے فنی ہو گئے وہ اس سائنسی طلسم سے خوفزدہ تھے۔ کمرے میں مدھم مدھم روشنی تھی جو شیشے کی دیواروں سے منعکس ہو رہی تھی۔ پانچ سیکنڈ کے بعد رک گیا۔ زہیل بی ہارنوس شیشے کے دوسری طرف نظر آ رہی تھی۔ بوڑھی عورت اس کے منہ تھی۔ ہال میں لاتعداد مشینیں نظر آ رہی تھیں جن پر بے شمار لوگ کام کر رہے تھے۔ انہیں زہیل کی آواز سنائی دی۔

”یہ میرا آپریشن ہال ہے۔ اپنے باپ کی موت کے ذمے داروں کو قتل کرنے کے بعد ایک بہتر نگاہ کی ضرورت محسوس ہوئی اس کے علاوہ ایک ایسا ذریعہ معاش بھی جو مجھے اپنی حیثیت دے بہت سے عوامل میرے ذہن میں یکجا تھے۔ مجھے اپنے باپ کی موت کے ذمے داروں سے مسلسل انتقام بھی لینا تھا چنانچہ میں نے ان کی نسلوں کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کے ان جگہوں پر ریسرچ شروع کر دی۔ دنیا کے بے شمار خطوں کا جائزہ لینے کے بعد بے پناہ خصوصیات کی بناء پر میں نے اس علاقے کو منتخب کیا اور یہاں اپنے کام کی داغ بیل ڈال دی۔ یہاں کے لوگ سادہ لوح لیکن ذہین ہیں میں نے انہیں بہترین کارکن پایا بس انہیں متاثر کرنے کے لئے ایسی چیز کا سارا ایلان جو ان کی سمجھ میں نہ آئیں۔ میں نے برکتوں کی دیوی الاوتشہ کا نام تراشا اور ہزاروں کے ذریعہ خود کو ان سے روشناس کرایا۔ یہ سب روشنی ریتلک ریز ہے جو ایک خاص سائنسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس کی زد میں آنے والی ہر شے ایک مخصوص جگہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ اس کے ذریعے میں اس کی زد میں آئی ہوئی حشرات الارض کی آوازیں سن سکتی ہوں اور اپنی آواز نشر کر سکتی ہوں یہ میرے عظیم باپ کی دریافت ہے جسے یہ شکل میں نے دی۔ اس پروجیکشن ہال کے علاوہ میری ذاتی تجربہ گاہ بھی انہیں پہاڑوں میں ہے جہاں میں کام ہوں۔ کوئی سوال مشرولین؟“

”جی میڈم..... لیکن ان ساری کاوشوں سے آپ کو کیا حاصل ہے؟“ ولین نے پوچھا۔ ”جنتی ہوں۔“ اس نے کہا اور اچانک وہ عجیب لہٹ پھر متحرک ہو گئی۔ اس بار مدھم مدھم سفر کر رہی تھی کوئی دس سیکنڈ کے سفر کے بعد وہ رکی اور گمرائیوں میں اترنے لگی۔ لہذا کچھ بولنا چاہا لیکن جیسے ہی اس کے ہونٹ کھلے آہستہ پھرتی سے اس کا منہ بھیج لیا اور اس سے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ لہذا آنکھیں پھاڑ کر رہ گئی۔ لہٹ رک گئی۔ انہوں نے اس کے دوسری طرف دیکھا اور ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ان کے دوسری طرف گمرائیاں تھیں جن میں جگہ جگہ مدھم مدھم روشنیاں نظر آ رہی تھیں ایک جگہ کافی وسعت میں بہت سی روشنیاں یکجا اطراف میں جنگل نظر آ رہا تھا۔ وہ مدھم مدھم اس جگہ کو دیکھتے رہے۔ پھر زہیل کی آواز ابھی ”یہ میرا سنا یہ حیات ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں نے اپنے باپ کے قاتلوں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ زہیل بی ہارنوس باہری رو گئی۔ کمرہ جنبش ہوئی اور وہ سیدھا چل پڑا۔ ان کے چہرے فنی ہو گئے وہ اس سائنسی طلسم سے خوفزدہ تھے۔ کمرے میں مدھم مدھم روشنی تھی جو شیشے کی دیواروں سے منعکس ہو رہی تھی۔ پانچ سیکنڈ کے بعد رک گیا۔ زہیل بی ہارنوس شیشے کے دوسری طرف نظر آ رہی تھی۔ بوڑھی عورت اس کے منہ تھی۔ ہال میں لاتعداد مشینیں نظر آ رہی تھیں جن پر بے شمار لوگ کام کر رہے تھے۔ انہیں زہیل کی آواز سنائی دی۔

”یہ میرا آپریشن ہال ہے۔ اپنے باپ کی موت کے ذمے داروں کو قتل کرنے کے بعد ایک بہتر نگاہ کی ضرورت محسوس ہوئی اس کے علاوہ ایک ایسا ذریعہ معاش بھی جو مجھے اپنی حیثیت دے بہت سے عوامل میرے ذہن میں یکجا تھے۔ مجھے اپنے باپ کی موت کے ذمے داروں سے مسلسل انتقام بھی لینا تھا چنانچہ میں نے ان کی نسلوں کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کے ان جگہوں پر ریسرچ شروع کر دی۔ دنیا کے بے شمار خطوں کا جائزہ لینے کے بعد بے پناہ خصوصیات کی بناء پر میں نے اس علاقے کو منتخب کیا اور یہاں اپنے کام کی داغ بیل ڈال دی۔ یہاں کے لوگ سادہ لوح لیکن ذہین ہیں میں نے انہیں بہترین کارکن پایا بس انہیں متاثر کرنے کے لئے ایسی چیز کا سارا ایلان جو ان کی سمجھ میں نہ آئیں۔ میں نے برکتوں کی دیوی الاوتشہ کا نام تراشا اور ہزاروں کے ذریعہ خود کو ان سے روشناس کرایا۔ یہ سب روشنی ریتلک ریز ہے جو ایک خاص سائنسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس کی زد میں آنے والی ہر شے ایک مخصوص جگہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ اس کے ذریعے میں اس کی زد میں آئی ہوئی حشرات الارض کی آوازیں سن سکتی ہوں اور اپنی آواز نشر کر سکتی ہوں یہ میرے عظیم باپ کی دریافت ہے جسے یہ شکل میں نے دی۔ اس پروجیکشن ہال کے علاوہ میری ذاتی تجربہ گاہ بھی انہیں پہاڑوں میں ہے جہاں میں کام ہوں۔ کوئی سوال مشرولین؟“

”جی میڈم..... لیکن ان ساری کاوشوں سے آپ کو کیا حاصل ہے؟“ ولین نے پوچھا۔ ”جنتی ہوں۔“ اس نے کہا اور اچانک وہ عجیب لہٹ پھر متحرک ہو گئی۔ اس بار مدھم مدھم سفر کر رہی تھی کوئی دس سیکنڈ کے سفر کے بعد وہ رکی اور گمرائیوں میں اترنے لگی۔ لہذا کچھ بولنا چاہا لیکن جیسے ہی اس کے ہونٹ کھلے آہستہ پھرتی سے اس کا منہ بھیج لیا اور اس سے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ لہذا آنکھیں پھاڑ کر رہ گئی۔ لہٹ رک گئی۔ انہوں نے اس کے دوسری طرف دیکھا اور ان کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ ان کے دوسری طرف گمرائیاں تھیں جن میں جگہ جگہ مدھم مدھم روشنیاں نظر آ رہی تھیں ایک جگہ کافی وسعت میں بہت سی روشنیاں یکجا اطراف میں جنگل نظر آ رہا تھا۔ وہ مدھم مدھم اس جگہ کو دیکھتے رہے۔ پھر زہیل کی آواز ابھی ”یہ میرا سنا یہ حیات ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں نے اپنے باپ کے قاتلوں کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا ہے۔ زہیل بی ہارنوس باہری رو گئی۔ کمرہ جنبش ہوئی اور وہ سیدھا چل پڑا۔ ان کے چہرے فنی ہو گئے وہ اس سائنسی طلسم سے خوفزدہ تھے۔ کمرے میں مدھم مدھم روشنی تھی جو شیشے کی دیواروں سے منعکس ہو رہی تھی۔ پانچ سیکنڈ کے بعد رک گیا۔ زہیل بی ہارنوس شیشے کے دوسری طرف نظر آ رہی تھی۔ بوڑھی عورت اس کے منہ تھی۔ ہال میں لاتعداد مشینیں نظر آ رہی تھیں جن پر بے شمار لوگ کام کر رہے تھے۔ انہیں زہیل کی آواز سنائی دی۔

”یہ میرا آپریشن ہال ہے۔ اپنے باپ کی موت کے ذمے داروں کو قتل کرنے کے بعد ایک بہتر نگاہ کی ضرورت محسوس ہوئی اس کے علاوہ ایک ایسا ذریعہ معاش بھی جو مجھے اپنی حیثیت دے بہت سے عوامل میرے ذہن میں یکجا تھے۔ مجھے اپنے باپ کی موت کے ذمے داروں سے مسلسل انتقام بھی لینا تھا چنانچہ میں نے ان کی نسلوں کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کے ان جگہوں پر ریسرچ شروع کر دی۔ دنیا کے بے شمار خطوں کا جائزہ لینے کے بعد بے پناہ خصوصیات کی بناء پر میں نے اس علاقے کو منتخب کیا اور یہاں اپنے کام کی داغ بیل ڈال دی۔ یہاں کے لوگ سادہ لوح لیکن ذہین ہیں میں نے انہیں بہترین کارکن پایا بس انہیں متاثر کرنے کے لئے ایسی چیز کا سارا ایلان جو ان کی سمجھ میں نہ آئیں۔ میں نے برکتوں کی دیوی الاوتشہ کا نام تراشا اور ہزاروں کے ذریعہ خود کو ان سے روشناس کرایا۔ یہ سب روشنی ریتلک ریز ہے جو ایک خاص سائنسی سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس کی زد میں آنے والی ہر شے ایک مخصوص جگہ نمایاں ہو جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ اس کے ذریعے میں اس کی زد میں آئی ہوئی حشرات الارض کی آوازیں سن سکتی ہوں اور اپنی آواز نشر کر سکتی ہوں یہ میرے عظیم باپ کی دریافت ہے جسے یہ شکل میں نے دی۔ اس پروجیکشن ہال کے علاوہ میری ذاتی تجربہ گاہ بھی انہیں پہاڑوں میں ہے جہاں میں کام ہوں۔ کوئی سوال مشرولین؟“

○.....○.....○

اجناس، لباس اور ضرورت کی دوسری اشیاء کے انبار لے کر وہ طویل ترین سفر طے کرتے ہوئے ان بھوری پہاڑیوں کے پاس پہنچ گئے جنہیں دور ہی سے دیکھ کر اڈلانے مرد آہ بھر کر

”اے انہی پہاڑیوں کے دوسری طرف میری جنت آباد تھی.....!“ کسی نے جواب نہیں دیا۔ اس کا سلسلہ شروع ہوتے ہی انہیں چند مفلوک الحال عورتیں نظر آئیں جن کی حالت تباہ تھی۔ وہ تباہ لباس تھیں ان کے ساتھ تنگ دھڑنگ بچے بھی تھے جن کے جسم ڈھانچے بنے

اور باتو غرا کر پلٹا۔ اس نے اذلان کی بات کاٹ کر کہا۔

”غلطی میری ہے میں تمہیں سب سے اہم بات بتانا بھول گیا۔ میں جہاں متحرک ہوتا ہوں باہر پلٹ کر بھی ہوتا ہوں۔ اسی جنون میں زندگی گزار رہی ہے میں نے۔ بولنے کی اجازت صرف پلٹ کر ہوتی ہے کسی اور کو نہیں۔ براہ کرم صرف مجھے بات کرنے دو۔۔۔۔۔!“ اذلان خاموش رہا۔

”عورت۔۔۔۔۔ اسے دیکھو یہ تمہارا سردار اذلان ہے۔ وہ تمہارے لئے زندگی تلاش کرنے جا رہا ہے۔ وہ تمہارے لئے سب کچھ لے آیا ہے۔ اب تمہاری نئی زندگی کا آغاز ہوگا۔ اس کے لئے جاؤ۔ مگر اس سے قبل شکم سیری کرو۔ فوہان سب کے جسم ڈھکوا اور انہیں ایسی خوراک دے یہ تقسیم کرکیں اس کام کی تکمیل کے بعد بستی میں آجاؤ۔“ باتو نے اپنا گھوڑا آگے بڑھا دیا۔ ساتھ کاٹھان، افغان اور شیرایہ بھی رک گئے تھے۔ سمنانہ نے شیرایہ سے کہا۔

”ہاں خوش نصیب لڑکیو۔ تم یہاں روکو ہم چلتے ہیں کیونکہ ہمارے ساتھ ہمارے ز نہیں۔“ جوڑوں کی بات انہیں افغان نے بتائی تھی اس نے شیرایہ کو پرندوں کے بارے میں بتایا تھا میں ز اور مادہ ہوتے ہیں اور مل کر رہتے ہیں۔ شیرایہ نے سمنانہ کو اور سمنانہ نے غلامانہ کو۔ عمر ساتھ فطرت ان کے اندر شوخی اور جذبے بیدار کر رہی تھی۔

شیرایہ مسکرا دی۔ پھر باقی لوگ آگے بڑھ گئے انہوں نے میسرہ کو دیکھا بھوتوں کی مگر معلوم نہیں ملے ہوئے جھوپڑے۔ ٹوٹے ہوئے گھر۔ دور دور تک بکھرے ہوئے عورتیں اور بچے۔ اسے بیزار، بھوک سے نڈھال۔

”سامان گھوڑوں سے اتار دو۔ کیا یہاں پانی بھی نہیں ہے۔“ باتو نے پوچھا۔

”وہ آبشار گر رہا ہے مگر یہ تمہیں بتا چکے ہیں کہ انہوں نے ہر طرح کی روئیدگی کو خوراک بنالیا۔“

”ان کے اندر بے ہمتی پیدا ہو گئی ہے ورنہ یہ اپنی محنت سے دوبارہ یہ بستی آباد کر سکتے تھے۔“ اذلان نے سامان اتار کر انبار کر لیا گیا۔ اور دور سے عورتیں بچے اس طرف دوڑ پڑے باتو ان کی طرف دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ وہ سب دیوانہ وار یہاں آ رہے تھے۔ باتو نے رائفل سیدھی کی اور نہ کرنے لگا۔ دوڑنے والے سسم کر رک گئے۔ لیکن وہ حریف نگاہوں سے اترتے ہوئے سامان کے پاس پہنچے۔ اس کے بعد وہ آگے نہ بڑھے۔ لیکن فائرنگ کی آواز اور بچوں کے شور سے دور سے مگر مٹی ہوئی عورتیں بھی بچوں کے ساتھ سسم کر ادھر آ گئیں۔ وہ سب حیرت سے آنے لگیں۔ سب سے پہلے خوراک بچے اتار دی گئی تھی۔ باتو نے اپنا گھوڑا سنبھالا اور باہر چڑھ کر اس عظیم الشان گروہ کی طرف بڑھنے لگا۔ کچھ عورتیں سسم کر واپس بھاگی تھیں۔ ان کی آواز نے ان کے قدم روک دیئے اس نے کہا۔

”سمنانہ۔۔۔۔۔ تم سب سنو۔ تمہارا سردار اذلان واپس آ گیا ہے وہ تمہارے لئے خوراک لایا ہے۔ اپنی اپنی جگہ بیٹھ کر انتظار کرو۔ سب کو خوراک ملے گی۔ تمہاری پریشانیاں ختم ہو گئیں۔“ سردار واپس آ گیا ہے۔ سب بیٹھ جاؤ۔ سب بیٹھ کر انتظار کرو۔۔۔۔۔ کوئی جلد بازی نہ کرے۔“ سردار ان کے سامنے سے گزرنے لگا بات ان کی سمجھ میں آگئی تھی وہ باتو کی ہدایت کے مطابق

ہوئے تھے وہ انہیں ویران نگاہوں سے دیکھنے لگیں۔ اذلان نے گھوڑا روک لیا۔ دوسرے لوگ رک گئے تھے۔ اذلان کا چہرہ درد و کرب کی تصویر بن گیا تھا۔

”یہ میسرہ کی عورتیں ہیں۔“ کاٹھان شرم سے بولا۔

”آؤ۔ ان کی مزاج پریری کریں۔“ باتو ہمدردی سے بولا اور اس نے اپنا گھوڑا آگے بڑھا دیا۔ لڑکیوں نے اس کی تھلید کی تھی وہ عورتوں کے قریب پہنچ گئے۔ باتو گھوڑے سے اتر کر عورتوں کے پاس پہنچ گیا۔ ”تم کون ہو بازغہ؟“ اس نے ایک عورت سے کہا۔

”آہ اجنبی۔ تم نے ہمیں احترام سے پکارا، تمہارا شکریہ ویسے ہم اس قابل نہیں ہیں۔ ہم پہاڑوں کی سب سے ذلیل مخلوق ہیں۔“ عورت نے جواب دیا۔

”کیوں؟“

”اس لئے کہ ہم بے خانمان، اور کسی سرپرستی کے بغیر ہیں۔ ہمارے مرد قتل ہو چکے ہیں اور ہمارا بزدل سردار جان بچا کر بھاگ گیا ہے۔“

”تمہارے مردوں کو کس نے قتل کیا۔“

”طاقتور اور بہادر سردار سیگا زو کے لشکر نے۔“

”تم یہاں پہاڑوں میں کیا کر رہی ہو؟“

”زمین سے بھیک مانگ رہے ہیں۔ زمین کے نیچے کھودنے سے ہمیں کہیں کہیں ایسی جڑ مل جاتی ہیں جنہیں ہم صاف کر کے چالیا کرتے ہیں یا پھر کپڑے کوڑے دستیاب ہو جاتے ہیں۔“

”کیا تم انہیں بھی غذا ہٹالیا کرتے ہو؟“

”ہاں۔۔۔۔۔۔“ عورت کھوکھلے سے لمبے میں ہنسی۔

”اب تمہیں دور تک سانپ بچھو یا دوسرے حشرات الارض نہیں ملیں گے۔ ہم نے سب بڑپ کر لئے ہیں۔ یہاں تمہیں روئیدگی بھی نہیں ملے گی۔ ہم نے سب کچھ کھالیا ہے۔“

”زہریلے کپڑے کھانے سے تمہیں نقصان نہیں ہوتا؟“

”بست ہی عورتیں اور بچے مر چکے ہیں لیکن موت تو بھوک سے بھی آ جاتی ہے اس طرح از کم معدے میں کچھ سکون حاصل کر کے مرنے ہیں۔“

”تمہاری بستی کے دوسرے لوگ کہاں ہیں؟“

”ہماری کوئی بستی ہی نہیں ہے پہلے کبھی ان پہاڑوں میں میسرہ نامی بستی آباد تھی مگر تمہیں اس کے بارے میں بتا چکی ہوں۔ سیگا رونے صرف ان لوگوں کو قتل نہیں کیا تھا جو زہر لیا اور کمزور تھے یا پھر اس نے عورتوں اور بچوں کو چھوڑ دیا تھا۔ لاغر بوڑھے مر گئے۔ عورتیں اور

مارے مارے پھرتے ہیں اور جہاں رات ہو جاتی ہے وہیں زمین پر سوجاتے ہیں۔“

”تم یہاں سے نہیں اور جا کر کیوں نہیں آباد ہو گئے؟“

”ہمیں کون قبول کرے گا کون سیگا رو کا عتاب مول لے گا؟“

”تم نے کہا تھا تمہارا بزدل سردار بھاگ گیا۔ ممکن ہے وہ تمہارے لئے زندگی تلاش کر گیا ہو۔“

”نہیں باتو۔۔۔۔۔ وہ ٹھیک کہتی ہے اس کا کیا۔۔۔۔۔“ عقب سے اذلان کی گھبراہٹ آواز۔

نہ دیکھی کی طرف دوڑ گئی اس نے لڑکی کا راستہ روک لیا تھا۔ ازلان اور باتو ادھر کھتے رہے پھر
 ان کے سامنے کاشا سے لپٹے ہوئے دیکھا وہ زار و قطار رو رہی تھی۔ باتو نے مسکرا کر کہا۔

ہیں۔ فوہا ہمیں ان کے لئے بھاگ سے زیادہ محنت کرنی ہوگی۔ کام شروع ہو گیا بڑے دلدادہ ہو کر دیکھنے کو مل رہے تھے۔ وہ انسان سے زیادہ جانور لگ رہے تھے خشک اناج چارے تھے جو کہ کھانا تھا کھا رہے تھے۔ باقی لوگ بھی آگے اور کام میں مصروف ہو گئے۔ نیم مردہ انسانوں میں زندگی دوڑنے لگی۔ وہ ہر چیز سے بے نیاز تھے۔ کسی نے اڑکان کا نام بھی نہیں لیا تھا۔ وہ کسی کا منہ نہ

رہے تھے۔ پورا دن اور اس کے بعد ساری رات تقسیم کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ لباس سب کیلئے پورے نہیں ہو سکے تھے لیکن انکے بدن کسی نہ کسی طرح ڈھک دیئے گئے تھے۔ البتہ خوراک سب

دوسرے دن باتوں نے اعلان سے کہا۔ ”تم خوب غور کر کے مجھے اطراف کی آبادیوں کے بارے میں بتاؤ۔ ان کی حیثیت کیا ہے اور یہاں سے ان کے فاصلے کتنے ہیں؟“

”میری معلومات کے مطابق شمالی پہاڑوں میں دریاں ہے اور شمال مشرق میں آبادی کا
 طویل سلسلہ ہے وہ شہری بستیاں کھلاتی ہیں کیونکہ ان کے وسائل بہت ہیں۔“

ان آبادیوں کے راستے کے نقشے بنا کر باتو کو سمجھاتا رہا۔ پھر بقیہ دن باتو میسرہ کے نزدیکی ہماڈول کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ میسرہ میں چند لاغریوں والوں کے علاوہ صرف عورتیں اور بچے تھے۔ علم بری کے بعد ان کا عمل صرف یہ تھا کہ وہ اپنے حصے کی بچی ہوئی خوراک چھپانے میں مصروف رہتے تھے۔

”یہ سب ایسے نہیں تھے ہنسنے بولنے سمجھدار لوگ تھے زندگی میں پوری طرح دلچسپی لیتے تھے کئی ایسی عورتیں میرے سامنے سے گزر رہی ہیں جن کا تعلق میرے دوستوں کے گھرانے سے ہے۔“

وہ مجھے اچھی طرح جانتی ہیں لیکن کوئی مجھ سے مخاطب نہیں ہوئی۔ نوجوان لڑکیاں شرم و جاکہ پتلیاں تھیں لیکن اب وہ اپنے بے لباس جسموں کو چھپاتی بھی نہیں ہیں۔“

”وہ کائنات کے سب سے بھیانک المیے سے گزر رہے ہیں بھوک نے ان سے ہر احساس چھین لیا ہے۔ انہیں ہوش میں آنے میں وقت لگے گا۔“

”ابھی کچھ نہیں۔ پہلے انہیں انسان بن جانے دو..... ہاں.....“ قشماش یہاں سے نکل

”تمہارا خیال میں یہ سب کچھ زبیر اور مسعود کا خیر کا ہی ہے؟“

”مشکل ہے..... اول تو تھماش کا فاصلہ۔ پھر وہ اپنا کام مکمل کر کے گیا تھا۔ تو شاہ! تمہاری دوست سنا سکتے تھے.....“ ازلان نے ایک گزرتی ہوئی لڑکی کو دیکھ کر اخی بنی سے کہا۔

”ہاں..... وہی ہے۔“ شاہا نے سسکی لی۔
”زرا اس سے بات کرو۔ تمہیں پہچان جائے تو اسے یہاں بلا لاؤ۔“ ازلان کے حکم پر شاہا نے

مینم کہاں حارے ہو؟“

”میسرو کی ان مظلوم عورتوں کیلئے زندہ رہنے کا بندوبست کرنے۔“
”میں نہیں سمجھا۔“

”سمجھنا ضروری نہیں ہے۔“ باتو نے کہا۔

چاروں لڑکیاں اپنے مخصوص لباس میں آگئیں۔ کاشان نے فوہا سے کہا۔

”اگر ہم بھی تمہارے ساتھ ہوں تو کیا خرچ ہے۔“

”اگر ممکن ہو تا تو با تو با تم سے کہتے۔“

”تم کہو۔ اور اگر وہ انکار کریں تو تم بھی جانے سے انکار کر دو!“

”سنو۔ اس کے بعد کوئی ایسی بات نہ کہنا جو با تو با کے بارے میں ہو ورنہ شاید میں تمہاری طرف رخ کر کے کھڑے ہوتا پسند نہ کروں۔“ فوہا نے سر دیچے میں کہا۔

○.....○.....○

سولازریوں کی شکست کو آٹھ روز گزر چکے تھے وہ اپنے ساتھیوں کی لاشیں اسی طرح چھوڑ
بھاگ گئے تھے بعد میں عقابوں نے انہیں تاریک کنوئیں کی نذر کر دیا تھا۔ میان نے کوئی یا تم نہیں
دیا تھا وہ ہر شام سوچ کی پہاڑی پر چلا جاتا اور پھر کسی کو اس کی واپسی کے بارے میں کچھ نہ معلوم
ہوتا۔

اس وقت بھی وہ پہاڑی پر موجود تھا اور خاموش کھڑا موت کے تاریک سناٹوں کو گھور رہا
دفعۃً اسے قدموں کی چاپ کا احساس ہوا۔ اور وہ چونک کر ادھر دیکھنے لگا۔ غلام ہنگا کے ساتھ نذر
بھی تھی وہ تعجب سے انہیں قریب آتے دیکھتا رہا۔ پھر جب وہ نزدیک آگئے تو اس نے کہا۔ ”کیا بات
ہے تم دونوں یہاں کیوں آئے ہو.....؟“

”شامہ کچھ کہنا چاہتی ہے آقا.....۔“

”یہ جگہ صرف میرے لئے ہے تم جانتے ہو کہ میں یہاں تنہائی کی تلاش میں آتا ہوں۔“

”ہم تیرے وجود سے قائم ہیں آقا۔ تو پریشان ہے تو ہم بھی سکون کھو بیٹھے ہیں۔“

”ہاں..... میں بے سکون ہوں۔ لیکن میری بے سکونی کا حل کسی کے پاس نہیں ہے نہ

کوئی مشورہ مجھے سکون نہ دے سکے گا۔“

”اس کے باوجود ہم تجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں۔“

”کہو.....۔“ میان بولا۔

”عظیم ہانہ..... میرے باپ۔ وہ جس پر میں ناز کرتی ہوں میدان جنگ میں فوجی بڑا

سولازری سردار کو کو تو نے جس مہارت اور دلیری سے شکست دی ہے اس کے چرچے عقابوں کے

مکمل میں ہر شخص کر رہا ہے۔ تیرے بی خواہ فر کر رہے ہیں اور وہ جو تجھ سے دل میں لکھ رہے

رکھتے ہیں اب کہہ رہے ہیں کہ آہ میان تو جوں کا توں ہے اس کے بازوؤں میں شیروں جی تو

ہے اور اس کے بدن میں جیتوں جیسی پھرتی۔ مگر نے والے وقت نے اس کا کچھ نہیں بگاڑا۔ مگر

تیرے اندر چھپے ہوئے غم سے آشنا ہیں۔ ہمیں تیری دیران تنہائیوں کا احساس ہے۔ اور ہم ان

حل دریافت کرنا چاہتے ہیں۔“

”اس کا کوئی حل نہیں ہے۔“ میان نے کہا۔

”جے عظیم آقا۔“ ہنگا نے کہا۔

”نہیں ہے۔ میں جانتا ہوں۔“

”ہم نے اس کا حل تلاش کیا ہے ہانہ.....۔“ شامہ نے کہا اور میان سرد لگا ہوں سے اسے

ہنگا نے۔

”کیا حل تلاش کیا ہے۔“

”ہنگا..... تم بتاؤ۔“

”ایک عورت، عظیم آقا ایک عورت جو تیری زندگی کو نئے سرے سے سنوارے۔“

”وہ عورت سوما یہ ہرگز نہ ہوگی ہر چند کہ میں نے اس کے وجود سے جنم بھی لیا ہے لیکن وہ

میں مجھے ہاں کی صورت میں نظر نہ آئی۔ نہ وہ مٹا کی لاج رکھ سکی اور نہ ایک باوقار بیوی کی۔

پہلی فیملی میں اور عورتیں ہیں جو میان کے قدموں میں آنا فخر سمجھیں گی۔ میں اسے پورے اعتماد

ہاں کہوں گی۔“ شامہ نے کہا۔

”نہ جانے کیوں میان کو ہنسی آگئی۔ ساتھ ہی شامہ پر پیار بھی۔ اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

”میری عمر یہ ہے شامہ۔“

”پورا قبیلہ سولازری سردار سے تیری جنگ کا گواہ ہے۔“

”وہ جنگ ہرگز نہ تھی تم لوگ نہیں جانتے۔ آہ میرے دل پر ایک اور چکر لگا ہے اسے قتل

کے۔ اس کے بیٹے میرے ہاتھوں مارے گئے تھے وہ ان کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ وہ ان کا غم

بانت نہ کر کے موت کو گلے لگانا چاہتا تھا۔ وہ صرف موت کا طلب گار تھا۔ اسے قتل کر کے میں

نے غم سے نجات دلائی تھی۔ اور تم جانتے ہو کہ آج تک میں نے ہندان سے باز پرس کیوں نہیں کی

بہ جانتے ہو تم یہ بات۔“

”قبیلے کا ہر شخص اس بات پر حیران ہے۔“

”ہاں..... قبیلہ حیران ہوگا۔ لیکن کسی نے غور نہ کیا ہوگا کہ ہر صبح جب میں اپنے کوسے

باہر نکلتا ہوں تو ہندان کا باپ یہاں مجھے اس درخت کے نیچے کھڑا نظر آتا ہے جو کوسے سے کچھ

مٹا رہے۔ وہ غم آلود نظروں سے مجھے تنکنا رہتا ہے۔ نہ وہ کبھی آگے بڑھتا اس نے مجھ سے کچھ

کہا۔ لیکن مجھے اس کا سارا وجود بولتا نظر آتا ہے۔ وہ اپنے چراغ کی روشنی چاہتا ہے لیکن اس کے

ناک جاتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ جس دن میں نے ہندان کا مقدمہ طلب کیا اسے سزائے

موت کے سوا کچھ نہ دے سکوں گا۔ میں ایک اور باپ کی آنکھوں کی روشنی ختم کرنے کی ہمت نہیں

ہاں۔ اتنا بڑا۔ اتنا کمزور ہو چکا ہوں میں اور تم لوگ کسی اور عورت کو میری زندگی میں شامل

کے کی بات کرتے ہو۔“

”لیکن ہندان قابل سزا ہے اس نے جو کچھ کیا ہے اسے سزا ملنی چاہئے آقا۔“ ہنگا نے کہا۔

”میں جانتا ہوں۔ لیکن ایک اور باپ اس کے ساتھ مرجائیگا۔ میں یہاں کو موت کی سزا

نہ دیتا ہوں۔ میں آج تک اس کے بارے میں فیصلہ کرنے سے قاصر ہوں۔“

”لیکن ہم یہ چاہتے ہیں ہانہ۔“

”نہیں پیاری بیٹی۔ یہ ممکن نہ ہوگا۔“

”تب ایک اور حل ہے باغ۔ تو اگر ناراض ہو جائے تو میں ہر سزا کے لئے تیار ہوں۔“ منظر نے کہا اور میان شامہ کو دیکھنے لگا۔ شامہ نے کہا۔ ”میں باگ چلنا ہو گا۔“

”کیا.....؟“ میان اچھل پڑا۔

”باگ میں ہم شہ بدان سے ملیں گے۔ میں شہ بدان سے معافی مانگوں گی۔ میں اس سے کہوں گی کہ میرے باپ سے غلطی ہو گئی تھی اب اس غلطی کو معاف کر دیا جائے۔ میں اس سے کہوں گی کہ میں اس کی پانچویں بیٹی ہوں۔ وہ مجھے اس نے غلام روزال کے ہاتھوں ہلاک کرنے کیلئے روانہ کیا تھا لیکن میں زندہ بچ گئی اور اب اپنی ماں کو واپس لے جانے آئی ہوں۔ مجھے یقین ہے باغ۔ میں کامیاب ہو جاؤں گی۔“

میان کے ذہن میں طوفان اُٹھ اُٹھا۔ وہ شدید بیجانی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا کتنی عجیب بات ہے شامہ نے۔ کیا ایسا ممکن ہے کیا ایسا ہو سکتا ہے۔ آہ..... کیا یہ ممکن ہے ہزاروں بار یہ خیال اس کے دل میں آیا تھا۔ اور ہر بار ماضی بھی اس کے سامنے آ جاتا تھا۔ شہ بدان ہمیشہ اس کے انتقام کا نشانہ رہی تھی اس نے ہر طرح اس پر مشق ستم کی تھی۔ ایک ایک لمحہ اسے یاد تھا ہاں شہ بدان ہمیشہ ایک باوقاف بیوی ثابت تھی لیکن میان نے کبھی اسے محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھا تھا یہاں تک کہ بیٹیوں کی پیدائش بھی اسے شہ بدان کی سازش ہی محسوس ہوئی تھی اور ہر بیٹی کی پیدائش پر شہ بدان کو شدید ذہنی سزا دی گئی تھی۔ اور اب۔

”اگر تیرا خیال ہے عظیم آقا کہ قبیلے میں یہ جھوٹ کھل جائیگا تو ایسا نہ ہو گا خود شامہ کبھی قبول نہ کرے گی کہ سومیہ اس کی ماں ہے۔ ہم ایک کمائی گھڑیں گے اور یہ ثابت کریں گے کہ شامہ شہ بدان کی بیٹی ہے۔“ ہنگامے لگا۔

”میں اپنے عمل سے ثابت کر دوں گی کہ میں اس کی بیٹی ہوں۔“ شامہ نے کہا۔

”تم بہت سادہ لوح ہو۔ بالکل احمق۔ جانتے ہو کتنا وقت گزر گیا۔ وہ سب بچیاں جوان ہو گئیں۔ شہ بدان نے ساری عمر گزاری۔ وہ دیوانی تو نہیں ہے کہ ایک بار پھر میری ذات کے ختم کی قبول کرے گی۔“

”ہم کوشش کرنا چاہتے ہیں سردار.....“ ہنگامے لگا۔

”کون جانے وہ باگ میں ہے بھی یا نہیں۔ کبھی اس کی کوئی خبر بھی نہیں ملی۔“

”ہم تقدیر آزمائیں گے باغ۔ تو کسی عورت کو اپنے قریب نہیں لانا چاہتا لیکن اگر شہ بدان دوبارہ تمہارے پاس آجائے تو تمہاری تنہائیاں دور ہو سکتی ہیں۔“

”آہ..... میں اسے بہت یاد کرتا ہوں میں نے اس پر بہت ظلم کیا ہے۔ میں ان مظالم کی بھگت رہا ہوں۔ آہ میری زندگی کا ہر لمحہ اب اس احساس کے بوجھ تلے دب چکا ہے کہ میں نے شہ بدان اور اپنی بچیوں پر بہت ظلم کیا ہے۔ وہ مجھے معاف نہیں کرے گی وہ.....“ میان نے رخ بدل لیا۔

اس کی آواز بھاری ہو گئی تھی۔ وہ اپنے آنسو کسی کو نہیں دکھانا چاہتا تھا۔

”تو عقابوں کا سردار ہے عظیم آقا.....“ تو نے دوسروں کے فیصلے ہمیشہ کئے ہیں۔ آج بار۔ صرف ایک بار دوسروں کو اپنا فیصلہ کرنے دے۔ اور اپنے لئے کئے گئے اس فیصلے کو فائدہ کر لے۔ ہو سکتا ہے کسی کا کیا گیا یہ فیصلہ تیرے حق میں بہتر ہو۔“

میان کو یہ بات بہت پسند آئی۔ اس نے رخ بدل کر کہا۔ ”..... ہاں انوکھی بات ہے۔ انوکھی۔ میں نے ہمیشہ دوسروں کیلئے فیصلے کئے ہیں کوئی میرے لئے فیصلہ کرے۔ ایسا کبھی نہ ہو گا۔ یہ بھی تو ہو۔ ایسا بھی تو ہو۔ ٹھیک ہے ہنگامے۔ مجھے تم دونوں کا فیصلہ قبول ہے۔“

ہنگامے اور شامہ کے چہرے خوشی سے کھل اُٹھے۔ شامہ مسرت کے عالم میں میان لائی سے لپٹ کر اس نے جذباتی لہجے میں کہا۔ ”میں شہ بدان کو یقین دلادوں گی کہ میں اس کی گمشدہ بیٹی ہوں۔ اب کب کچھ بھول جائیگی۔ وہ ماضی کے ہر قصے کو فراموش کر دی گی۔“

”آؤ تو کس قدر باوقاف اپنی ماں سے کتنی مختلف۔“

جب تم مجھے سومیہ کی بیٹی کہتے ہو باغ تو میرا دل خون ہو جاتا ہے۔ مجھے اس ماں پر شرمندگی ہے جو نہ شوہر سے وفادار رہی نہ اپنی اولاد سے۔ یہ کتنا چھوڑ دو کہ میں سومیہ کی بیٹی ہوں مجھے اپنی بیٹی کا کمرہ۔“

”آئندہ ایسا ہی ہو گا میری روح۔“

”واپس چلو آقا۔ تم جب اداس ہوتے ہو۔ جب پریشان ہوتے ہو تو اس پہاڑی پر آتے ہو۔ ہمارے سامنے ایک تابناک مستقبل ہے جس میں تمہاری خوشیاں ہماری مسرتیں چھپی ہوئی ہیں۔ ہم تمہیں اس پہاڑی پر نہ رہنے دیں گے۔“

”چلو..... آج تم دونوں میرے سردار ہو.....“ میان نے کہا اور پہاڑی سے واپس چل کرے میں وہ دیر تک ان دونوں سے باتیں کرتا رہا۔ آج اس کی اداسی دور ہو گئی تھی۔ رات وہ شامہ سے باتیں کرتا رہا تھا۔ پھر اس نے شامہ سے آرام کرنے کیلئے کہا۔ لیکن باپ بیٹی اب ایک دوسرے کو جاگتا پارہے تھے۔ یہاں تک کہ صبح کے اجالے نمودار ہو گئے۔ میان نے کہا۔ ”مجھے علم ہے تم نے بھی پلک نہیں بھجوائی، تم کیوں جاگ رہی تھیں شامہ۔“

”میں سوچ رہی تھی کہ جب شہ بدان کو یہ علم ہو گا کہ میں اس کی بیٹی ہوں تو وہ کتنا خوش ہو گا۔ وہ مجھے اپنی بیٹی سمجھ کر مجھے سینے سے لگالے گی۔ میں..... میں نہیں جانتی ماں کے سینے کی کیا ہوتا ہے۔ عشاء نے مجھے کبھی سینے سے نہیں لگایا۔ میں نے تو باغ۔ میں نے تو شفقت کا اس وقت محسوس کیا تھا جب تم نے مجھے سینے سے لگایا تھا۔ آہ مجھے بہت اچھا لگا تھا۔ بہت اچھا لگا تھا۔ میرے دل میں ایک اعتماد پیدا ہوا تھا پہلی بار مجھے احساس ہوا تھا کہ اس کائنات میں میں کی کوئی ہے۔“

میان کی آنکھوں میں نمی اتر آئی۔ اس نے کہا۔ ”آؤ..... نکلے سورج کو دیکھیں۔ وہ منظر دُعا صورت ہوتا ہے۔“

”چلو باغ.....“ شامہ خوشی سے تیار ہو گئی۔ دونوں کو سے باہر نکل آئے۔ نرم اجالا سحر آتا۔ لیکن دو قدم چل کر میان ٹھٹھک گیا۔ شامہ نے اسے محسوس کیا اور بولی۔ ”رک کیوں نہ۔“ پھر اس کی آنکھوں نے میان کی نظروں کا تعاقب کیا۔ کچھ فاصلے پر درخت کے نیچے میان کھڑا ہوا تھا۔ شامہ ساکت رہ گئی۔ پچھلی ہی رات میان جیساں کا تذکرہ کر چکا تھا۔

”آؤ.....“ میان نے کہا اور درخت کی جانب قدم بڑھا دیئے۔ دونوں نے محسوس کیا کہ جیساں اپنا طرف آتے دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا ہے۔ وہ کچھ دور آگے بڑھے تو جیساں پیچھے ہٹنے لگا۔ پھر

بہتی کے لوگ جلدی جلدی آکر سردار کے کوسنے کے سامنے جمع ہونے لگے یہ معمول کے مطابق ہندان کو قید خانے سے نکال کر لایا گیا اور اس کی حالت بھی بہتر نہ تھی ایک عجیب سی مہمان خانہ خوف اس کے چہرے پر طاری تھا۔ میان لائی نے کہا۔

”ہندان تو میرا بہترین ساتھی تھا۔ تمورا کے جنگلات میں تو میرے ساتھ تھا۔ سولازروں کے ساتھ جو کچھ ہوا جیسے بھی ہوا تو اس کا گواہ تھا۔ وہ کون سا خیال تھا تیرے دل میں جو تجھے سردار کے پاس لے گیا جواب دے۔“

”میان لائی میرے دل میں یہ احساس پیدا ہوا تھا کہ عقابوں کے قبیلے کی سرداری کروں۔ سردار کو حملے کی ترغیب دوں اور وہ اپنے بیٹوں کا بدلہ لینے کیلئے عقابوں پر چڑھ دوڑے۔ میں کو زیر کر کے تجھے ہلاک کر دے اور اس کے نتیجے میں سرداری مجھے مل جائے کیونکہ میں نے اس کے بیٹے کے قاتل کی نشاندہی کی تھی۔“

”کیا یہ مجھ سے غداری نہ تھی۔“

”ہاں میان لائی غداری تھی اور اس کے نتیجے میں مجھے عقابوں کی سرداری ملنے والی تھی۔“

”لیکن تو ناکام رہا۔“

”ہاں مجھے میری بری سوچ کی سزا مل گئی۔ ملنی چاہئے تھی میں نے انہوں سے غداری کی۔“

”تو اپنے والدین کا اکلوتا بیٹا ہے۔“

”ہاں..... میں نے یہ بھی سوچا تھا کہ سردار بننے کے بعد میں اپنے ماں باپ کو اتنا عیش و آرام دلانے کا ایک مثال بن جائے۔“

”دیکھ وہ تیری ماں کھڑی ہے اور وہ تیرا باپ، کئی دن سے یہ تیری وجہ سے فائدہ کشی کا شکار کیا تجھے اس طرح سوچنا چاہئے تھا۔ کیا اپنے لوگوں کے ساتھ یہی سب کچھ کیا جاتا ہے۔“

”جو ہوتا تھا وہ ہو چکا۔ اب اگر میں شرمندگی یا معذرت کا اظہار کروں گا تو وہ میری بے غیرتی ہے۔“

”قبیلے کے لوگو، سردار کو وہی فیصلہ کرنا ہوتا ہے جس جو پہاڑوں کے قانون کے مطابق ہوں اور نہ پڑتی ہوں، لیکن کبھی کبھی سرداروں کو بھی یہ حق ملتا چاہئے کہ وہ اپنے دل کی آواز پر فیصلے نہ بہت بار ایسا ہوا ہے کہ سرداروں نے اپنے دل کی آواز پر فیصلے کئے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا۔ بہت انصاف پسند ہوں یا میں نے تمام فیصلے درست کئے ہیں۔ میرا ایک اور غلط فیصلہ قبول نہ کرار کی حیثیت سے میں تمہارا شکر گزار ہوں گا۔“

لوگوں کو یہ الفاظ کچھ عجیب سے محسوس ہوئے۔ وہ سب خاموش تھے میان لائی نے سردار کے

”ہندان بدترین مجرم ہے میں نے اپنے دل میں اسے اس کے جرم کی سزا دے دی ہے، وہ اس کی سزا پا چکا ہے اور اب میں اس کی لاش اس کے ماں باپ کے حوالے کر رہا ہوں۔ ہاں اسے اپنے بیٹے کو، زندہ سلامت لے جا۔ اسے دیکھ کر خوش ہو، خود بھی کھانا کھا، اپنی بیوی اور اس مردود کو بھی کھا۔ ہندان عقابوں کو مشکل میں ڈالنے کی بجائے کیا یہ بہتر طریقہ نہیں

اس نے فرار ہونے کیلئے رخ بدلا تھا کہ میان نے اسے پکارا۔ ”میان رک جاؤ۔“

”مکانی چاہتا ہوں باغ.....“

”ہاں!“

”تم روز یہاں کھڑے نظر آتے ہو۔“

”ہاں!“

”میان لائی بغور یہاں کا چہرہ دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا۔ ”تیرے بیٹے کو کیا سزا دی جائے“

”کیونکہ پہلا فیصلہ..... ہندان کے بارے میں ہو گا۔“

”نہیں..... میں نہیں جانتا تھا کہ اس کے ذہن کی گمراہیوں میں یہ سب کچھ ہے“

”تیری آواز کیوں کانپ رہی ہے۔ کیا بیٹے کی سزا کے خوف سے.....“

”ہاں ہم نے فائدہ کشی اختیار کر لی ہے، کیونکہ گھر کے چراغ بجھ جانے کے بعد سے۔“

”کھانا پینا چھوڑ رکھا ہے تو نے.....“

”ہاں سردار، میرا اور میری بیوی کا دل نہیں چاہتا کھانے کیلئے، پھر اور بھی بہت احساسات ہوتے ہیں۔ اصل میں ہم ماں باپ ہیں، اولاد یہ سب کچھ نہیں سوچتی۔“

”تو جانتا ہے تیرے بیٹے کو کیا سزا ملے گی۔“

”ہاں میں جانتا ہوں، اسے موت کی سزا ملے گی اور ملنی چاہئے۔ انصاف کا تقاضا کیا لیکن دیر نہ کر میان لائی، فیصلہ کر دے تو بہتر ہے تاکہ موت کا تعین ہو جائے۔“

”میان لائی نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے بولا۔“

”ٹھیک ہے میں تیری مشکل حل کئے دیتا ہوں۔“ اور اس کے بعد میان لائی وہاں سے چل پڑا۔ غلام ہنگا کو ہدایت کی کہ بہتی والوں کو جمع کر کے کہہ دے کہ ہندان کے بارے میں ہونے والا ہے اور ہنگا اس کی ہدایت پر عمل کرنے نکل کھڑا ہوا۔

تھیں۔ نکل جانے کی پیشکش کرے گی۔ اگر ایسا ہوتا تو وہ ہمیں وہ سب کچھ نہ دکھاتی جو ہمیں دیکھنا تھا۔ وہ کبھی نہ چاہے گی کہ اس کا راز منہ دینا تک پہنچے۔ اگر مذہب دنیا کو یہ معلوم کرنے کے پھاڑوں میں اس طرح ہیروئن کی کاشت ہو رہی ہے اور یہاں سے مذہب دنیا کے لئے وہ بلی بیجا جاتا ہے، جو دنیا کے نوجوانوں کو ختم کر رہا ہے تو میرا تو یہ خیال ہے کہ مشرکہ طور پر ملانے کے خلاف کارروائی کی جاسکتی ہے اتنا سب کچھ بتانے والی اس قدر احمق تو نہیں ہوگی اپنے راز کو اس طرح باہر نکال دے۔“ آسٹرو لین پُر خیال انداز میں گردن ہلانے لگا لیکن لیزا نے بازو میں بولی۔

”تم غفلت باتیں کرتے ہو۔ میں دعوے سے کہتی ہوں کہ وہ ہمیں یہاں نہیں رکھے گی۔ ہم کام کے بھی نہیں ہیں اور پھر ہم تو بے ضرر لوگ ہیں کیا وہ اتنی غفلت نہ ہوگی کہ ہمارے میں اندازہ لگا سکے۔ بلکہ میں تو دعوے سے یہ کہتی ہوں کہ اس ملاقات میں اس نے یہ اندازہ ہوگا اور ہمیں اپنے لئے بے ضرر پایا ہوگا۔ جن پہلی کاڈروں کا اس نے ذکر کیا ہے تم دیکھ لینا وہ انسانی کے ذریعے واپس بجھوا دی گئی۔“ لیزا نے کہا۔ بڑ خاموش ہو گیا۔ آسٹرو لینن بولا۔

”اس کے ساتھ وہ بوڑھی عورت کون تھی.....؟“

”یہ نہیں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔“

”بہر حال وہ ہمیں ضرور یہاں سے جانے کی اجازت دے دے گی۔“ لیزا نے کہا اور پھر وہ ان کی جانب دیکھ کر ہولی۔

”تمہارا چہرہ کیوں اترا ہوا ہے زربدان۔ بھی دیکھو ہم تمہاری اس دنیا میں زندہ نہیں رہ سکتے۔ ہم نے اس بات کو دل سے مان لیا ہے کہ ہم تمہیں خلوص دل کے ساتھ میاں تک پہنچانا چاہتے تھے۔ لیکن زربدان یہاں وہ سب کچھ نہیں ہو سکتا۔ جو تم چاہتی ہو ہم تو تمہیں بھی یہی مشورہ دے رہے ہیں کہ اب تم یہاں سے نکلنے کے بارے میں سوچو۔“

”نہیں آئی“ میں ایک بار پھر اپنے الفاظ دہراؤں گی۔ قصور میرا تو نہیں ہے آپ نے میرے ایمان پر ہاؤں کے لئے اس قدر محبت جگا دی ہے کہ اب یہاں غیر ملکیوں کا تسلط دیکھ کر میرا دل بے آسودہ رہتا ہے میں نے پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ اگر میرے بس میں ہوا تو میں آپ کو سب پہلے یہاں سے نکل جانے کا موقع فراہم کروں گی۔ میری بات رہنے دیجئے۔ آئی“ میں اپنے دل کی بھڑکی کی جدوجہد کرتے ہوئے یہیں مرنا چاہتی ہوں۔ ان ہاؤں کی سرملندی ان کا وقار ٹٹہ رہا ہے کہ یہاں ہاؤڈالوں کی حکومت قائم رہے۔ ورنہ آپ دیکھ لیجئے۔ یہ لوگ میری اس نازنین کو جراثیم کا اڑہ بنانے میں مصروف ہیں کیا کیا کچھ کر ڈالا ہے انہوں نے یہاں۔“

”آہ خاموش ہو جاؤ۔ خاموش ہو جاؤ“ تمہیں خدا کا واسطہ، کہیں تمہارے الفاظ نہ سن لئے، ہم سب بھی عذاب میں مبتلا ہو جائیں گے۔“

”میں اس لئے خاموش تھی آنٹی اور آپ کے حکم کی تعمیل میں اب پھر خاموش ہو جاتی

نصائح پر ایک بوجھل سائنس طاری ہو گیا تھا اور اس کے بعد کسی نے کچھ نہ کہا۔ وہ آرام کے بیٹ گئے۔ دوسرا دن معمول کے مطابق تھا۔ کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی جو قابل ذکر ہوئی۔

تھاکہ تو مجھ سے مبارزہ طلب کرتا، اپنی قوت بازو کو آزماتا اور سرداری حاصل کرتا۔ دو ایک بار سرداری ہوتی۔ نجب ہے عقابوں میں تجھ جیسا بے غیرت انسان کیوں پیدا ہو گیا۔ یہاں اسے جاکر اپنے گھر کا چراغ جلا، میں نے اس کا فیصلہ تجھے سنا دیا ہے۔“

ہندان کو آزاد کر کے یہاں کے حوالے کر دیا گیا اور یہاں پاگلوں کی طرح اپنے پیسے چٹ گیا..... لوگ حیرانی سے ایک دوسرے کی صورت دیکھ رہے تھے میان نے بڑا عجیب فیصلہ کیا تھا اور اس کے بارے میں چہ یگوئیاں ہو رہی تھیں ہر حال سردار کا فیصلہ تھا، قبول کر لیا گیا۔ لیکن ایک بزرگ نے کہا۔ ”میان لائی نے بے شک اپنا حق استعمال کیا ہے۔ لیکن ہندان کو اب عتہ میں کبھی عزت کا کوئی مقام حاصل نہیں ہو سکے گا۔ بلاشبہ یہ اس گھرانے کیلئے سزائے موت ہے۔“ اور اس کے بعد یہ مجمع منتشر ہو گیا۔ شام نے کو تے میں اپنے باپ کے بازو پر سر رکھتے ہوئے کہا۔ ”آہ باغہ میں بیٹی کی حیثیت سے تو تجھ سے محبت اور تیرا احترام کرتی ہی ہوں۔ لیکن آج ایک انسان کی حیثیت سے میرے دل میں تیرا مقام اتنا بلند ہو گیا ہے کہ شاید میں الفاظ میں بیان نہ کر سکوں۔“

”میرے دل میں جو خوشیاں اتر آئی ہیں شام۔ اب دل چاہتا ہے کہ کسی کو دکھوں میں مبتلا دیکھوں۔ میں بہت جلد تیاری کر کے باگ کا رخ کرنا چاہتا ہوں اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔ مجھے شہ بدن یاد آتی ہے اپنی بیٹیاں یاد آتی ہیں۔ بہت بڑی ہو گئی ہوں گی وہ۔ نجانے کتنی بڑی ہو گئی ہوں گی۔“ میان لائی کی آنکھیں سوچ میں ڈوبتی چلی گئی۔

○.....○.....○

ان سب کو زیہیل بی ہارنوس کی ہدایت پر عزت و احترام کے ساتھ ان کی رہائش گاہ پر پہنچا دیا گیا پہلے بھی زیہیل بی ہارنوس کا روئے ان کے ساتھ خراب نہیں رہا تھا اور اب اس نے نو مہمانی کا ثبوت دیا تھا ان لوگوں کے دلوں میں امید کے چراغ روشن ہو گئے تھے۔ لیکن زہرا بن کاہر بجا ہوا تھا۔ لہذا نے خوشگوار لمحوں میں کہا۔

”وہ جو کوئی بھی ہے لیکن نہایت باکمال عورت ہے کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ ان ہاؤلز میں کسی نے ذہانت کا ایسا مظاہرہ کیا ہوگا۔ یہ سب کچھ کرنے میں اسے نجانے کیسے کیسے مشکل حالات سے گزرنا پڑا ہوگا۔ آہ وہ ایک عظیم عورت ہے۔ میں تو ایک اور بات محسوس کر رہی ہوں۔“

آسٹرنے مسکراتی نگاہوں سے اپنی بیوی کو دیکھا اور بولا۔ ”کیا؟“
 ”وہ جس مہمانی سے ہم سے پیش آئی ہے شاید وہ ہمیں یہاں سے نکل جانے کا موقع ہے۔“
 اس کی گفتگو سے یہ اندازہ ہوتا ہے۔

”ہاں اس نے بہت نرم رویہ اختیار کیا ہے۔“
 ”میرا خیال اس سے مختلف ہے مسٹر ولیم۔“ مڈ نے کہا اور لیڈا جی اسامہ بنا کر بڑا کرکے

ملکی۔
 ”تم یقیناً کوئی ایسی بات کہو گے جو ہمیں مایوسی کے اندھیروں میں دھکیل دے۔“
 ”نہیں! حققتاً غور کرتا ہوں اور حققتاً غور کرنا چاہئے۔ آپ کے خیال!

سب کے سب خاموشی اور اداسی کا شکار رہے تھے البتہ ان کے لئے کچھ اور آسائشیں فراہم کر دی گئی تھیں۔ لیکن دوسری رات سبز شعاعوں نے ایک بار پھر ان کی جانب سفر کیا اور وہ ہزاروں کمرے نما گئے اب انہیں علم ہو چکا تھا کہ یہ روشنی زیبیل بی ہارنوس کو ان سے اس قدر قریب کر دے گی کہ ان کے سانسوں کی آوازیں بھی سنی جاسکیں۔ تب انہیں زیبیل کی آواز سنائی دی۔

”الاقوشیہ تم سے مخاطب ہے باہر کے دوستو۔ کل کی ملاقات کے بعد یقیناً تم نے میرے بارے میں بہت سے اندازے لگائے ہوں گے اور مجھ پر تبصرے کئے ہوں گے۔ بہر حال تم انہیں لوگ ہو تم سے ملاقات کر کے خوشی ہوئی۔ اب جو سوال میں تم سے کرنا چاہتی ہوں مجھے غور کر کے اس کا جواب دو کیا تم یہاں سے نکلنا چاہتے ہو۔“

”ہاں ڈیر زیبیل بی ہارنوس..... ہاں ہم تمہاری مہمانیوں سے ایک بار پھر زندگی کی جانب دیکھنے لگے ہیں۔“ لیزا نے جلدی سے کہا اور جواب میں اس کی ہنسی سنائی دی پھر اس نے کہا۔

”بہتر ہے کہ اب تم مجھے الاقوشیہ کہہ کر ہی مخاطب کرو“ کیونکہ یہاں میرا یہی مقام ہے۔ ایک ذاتی ملاقات تھی جو میں نے مذہب دنیا کی ایک عورت ہونے کے ناتے تم سے کی اور تم نے اپنا اصل تعارف کرایا۔“

”سوری مقدس الاقوشیہ ہم نے تجھے اپنے دل کی بات بتادی۔“ لیزا نے کہا۔

”مسٹر آسٹروملین تم ایک شاندار مہم جو ہو مجھے ایسے لوگوں سے مل کر بیشہ خوشی ہوتی ہے جنہوں نے اپنی زندگی ایک خوبصورت دفتر میں بیٹھ کر نہیں گزاری ہوئی۔ بلکہ وہ دنیا کے ہر درگم سے لڑتے ہیں، تمہارے لئے یہ خوشخبری ہے کہ میں تمہیں جانے کی اجازت دیتی ہوں۔“

لیزا کے حلق سے قلقاری نکل گئی تھی۔ آسٹروملین اور بڈ بھی عجیب سی کیفیت کا شکار ہوئے تھے الاقوشیہ نے پھر کہا۔ ”تمہیں خوراک کے بہتر ذخائر اس طرح پیک کر کے دیئے جائیں گے کہ خراب نہ ہو سکیں اور یہاں سے نکلے ہوئے تم انہیں استعمال کر سکو اس کے علاوہ ڈیر سبز شعاعیں تمہیں تمہاری تعداد کے مطابق خیر فراہم کر دوں گی۔ یہ پہاڑوں کی بلندیوں کو عبور کرنے میں بہت معاون ثابت ہوتے ہیں تمہیں ایسے ہتھیار بھی دے دیئے جائیں گے جن سے تم راستے میں ہٹ آنے والے کسی بھی حادثے سے نمٹ سکو۔“

”کیا یہ نہیں ہو سکتا مقدس الاقوشیہ۔“ لیزا نے کہا..... لیکن الاقوشیہ کی آواز ابھری۔

”میری گفتگو ختم ہو جانے دو اس کے بعد میں تمہاری بات سنوں گی۔“

”میں معافی چاہتی ہوں الاقوشیہ، زندگی پانے کی خوشی میں یہ گستاخی ہو گئی تھی۔“

”ٹھیک ہے تو میں کہہ رہی تھی مسٹر آسٹروملین کہ اگر تم یہاں سے نکل جاؤ تو مجھے خاموشی ہوگی۔ یہ تمہاری جدوجہد پر منحصر ہے کہ تم بیرونی دنیا کا راستہ تلاش کرلو۔ لیکن اگر تم یہاں سے نکلنے میں دقت پیش آئے اور تم اپنے اس مقصد میں کامیاب نہ ہو سکو تو پھر تمہیں وہاں بیٹھنا ہوگا جب تم یہاں آ جاؤ گے تو میں تمہیں الاقوشیہ کے مقدس شہر میں خوش آمدید کہوں گی۔ تمہیں یہاں اپنی خدمات سرانجام دینا ہوں گی۔ اصل میں میرا مقصد اس سے صرف یہ ہے کہ اپنی کاوشوں سے باخبر رہنا چاہتی ہوں۔ میں یہ اندازہ لگانا چاہتی ہوں کہ میری مرضی کے بغیر کیا سے کوئی باہر نکل سکتا ہے۔ کیا میرے خلاف ایسی کوئی سازش ہو سکتی ہے جس سے یہاں

○.....○.....○

کچھ عجیب نظام تھا ان آبادیوں کا۔ یہاں اقدار تھے، پہاڑوں کے قانون تھے لیکن بچکتی نہیں تھیں۔ انسانی ہمدردی کے وہ جذبے نہیں تھے جن سے انسانیت کو فروغ ملتا ہے۔ بے مقصد دشمنیاں نہیں تھیں لیکن وہ جذبات بھی نہیں تھے جن سے جینے میں آسانی ہوتی ہے۔

سنہری بستیوں کا سلسلہ طویل تھا۔ اور درحقیقت انہیں یہ نام غلط نہیں دیا گیا تھا۔ یہ آبادیاں اندازاً سولہ سو سال پہلے آباد ہوئی تھیں یہاں سرسبز کھیت، پھلوں سے ڈھکے باغات، خوبصورت جنگلات، بہت سی کھالوں کے چہروں سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ خوشحال ہیں لیکن ان خوشحال آبادیوں میں بھی ایسا نہ تھا جس نے میرو کی حالت زار پر توجہ دی ہو۔ کسی نے سیگار کے ظلم کی مذمت نہیں کی تھی۔ وہ ایسا کیوں کرتے۔ وہ خوشحال تھے۔

چنانچہ پہلی خوشحال بستی کو پہلے حادثے سے دوچار ہونا پڑا۔ جب تاروں بھری رات کے

چنانچہ پہلی خوشحال بستی کو پہلے حادثے سے دوچار ہونا پڑا۔ جب تاروں بھری رات کے

پرسوز سنائے کو گولیوں کی آواز سے چھلنی کر دیا۔ سردار برزانہ سمجھ بھی نہ پایا تھا کہ یہ کیسی بھاری ہوئی ہے اور گولیاں چلانے والے کون ہیں کہ چند دیوبیکل افراد اس پر چھا گئے۔

اسے اور اس کے بیوی بچوں کو گردنوں اور بالوں سے پکڑ کر کھلے میدان میں لے آیا۔

جدھر سے مزاحمت ہوئی وہاں لاشیں گریں۔ چند لمحات میں دہشت چھا گئی اور ساری بستی دہشت ہو گئی۔

”اگر اپنی اور اپنے خاندان کی زندگی چاہتے ہو تو سو گھوڑے اناج اور پھلوں سے لاد کر ہمارے حوالے کر دو۔ دو سو کھالیں اور لباس، پچاس ہندو قہیں اور یہ کام اتنی جلدی ہو کہ تمہیں رنگ نہ بدلنے پائے۔ دیر لگی تو صبح سورج کا رنگ سرخ ہو گا۔“ خوفناک آواز نے کہا۔

”تمہارے ایسا ہی کر۔۔۔۔۔۔“ دہشت زدہ سردار نے کہا۔

اور یہ کام شاید حکم دینے والوں کی توقع سے جلدی کر دیا گیا تھا۔ ساز و سامان کا جائزہ لیا اور اس کے بعد گھوڑے بستی سے باہر ہٹائے جانے لگے۔ لیکن لوٹ مار کرنے والے افسر تھے۔ ایک گھوڑے پر برزانہ کو بھی سوار کرایا گیا تھا۔ اس سے کہا گیا تھا کہ بستی کی سرحد سے آگے نکلنے کے بعد اسے واپسی کی اجازت دیدی جائیگی تاکہ عقبہ سے کوئی بد معاملگی نہ ہو۔ سردار نے برزانہ سے کہا۔

”ایک بھی شخص پیچھے آنے کی کوشش نہ کرے۔ ہمارا اس کی نگرانی کرنا۔“

وعدے کی پابندی کی گئی۔ اور برزانہ خیریت سے بستی واپس آگیا لیکن دوسری جنگ عالمی بستی کے کام معطل ہو گئے ہر شخص حیران تھا کہ یہ کیا ہوا۔ وہ کون تھے۔ دشمن بستیوں پر غور کیا۔ کیا تحقیقات کے فیصلے کئے گئے۔ لیکن شمارا خود ویسی ہی مصیبت سے گزری تھی وہی اندازہ نہ تھا۔ طریقہ کار..... سو گھوڑے اناج، دو سو کھالیں اور لباس، پچاس ہندو قیدی مع کار توں۔ چنانچہ برزانہ کا یہ خیال تو باطل ہو گیا کہ یہ حرکت شمارا کے سردار ابریساکا تھی البتہ دوسری بستیوں کو ہتھیار کرنے کی ضرورت کسی نے نہ محسوس کی جس حادثے سے وہ گزرے ہیں دوسرے کیوں نہ گزریں۔ وہ بھی اس نقصان سے کیوں نہ گزریں۔ کون کسی کا نقصان پورا کر دے گا۔ چنانچہ خاموشی ہی اٹھائی کی گئی اور یکے بعد دیگرے سات بستیاں اسی طرح لٹ گئیں اب صورتحال کی سنگینی کو محسوس جانے لگا تھا لیکن کام کرنے والوں کا کام بن گیا تھا۔ اس سے زیادہ سازو سامان کو نہ تو سنبھالا جاسکا تھا نہ ان گھوڑوں کو قابو میں رکھا جاسکا جو مسلسل شہت کر رہے تھے۔ چنانچہ باتوں نے واپس کارخانہ اختیار کیا اور بے شمار لشکر جبار جو پانچ انسانوں کے علاوہ سات سو گھوڑوں پر مشتمل تھا ان سازو سامان سنبھالے ہوئے تھا کہ سفر کرنا مشکل ہو جائے۔ میسرہ کی سرحد میں داخل ہو گیا۔ جہاں شہر آباد کی توں تھی البتہ ازلان نے ایک بار پھر وہاں کی آبادیوں کو زندگی کی جانب متوجہ کر دیا تھا۔ شک باتوں کی ہدایت کے مطابق ابھی ساری آبادی میسرہ کے اطراف میں قدرتی مکانات تک جمع تھی۔ لیکن اب ذرا ان میں خود اعتمادی پیدا ہوتی جا رہی تھی۔ جس قدر لباس تقسیم کئے جاتے تھے۔ کر دیئے گئے جو ذخیرہ باتو لیکر آیا تھا وہ بھی ابھی کاٹا تھا کہ کافی عرصے ساتھ دے سکے۔ کاشانہ افغان اپنی نئی دنیا تعمیر کرنے میں مصروف تھے۔ لیکن چروں کی اداسی ابھی دور نہیں کی جاسکے تھی۔ جانتے تھے کہ عورتوں کی اس آبادی میں مردوں کا فقدان ہے۔ اور وہ سب اپنے اپنیوں کو زندہ

بہول پائیں گے جو سیگارو کے ظلم کا شکار ہوئے تھے اور بھی بہت سے ایسے عوامل تھے جو اسے سامنے آرہے تھے لیکن ان سے چشم پوشی اختیار کرنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ اب پاڑی بلندیوں سے کسی نے گھوڑوں کے اس سمندر کو میسرہ کی جانب بہتے ہوئے دیکھا تو انسانی اذلان کو اطلاع دی گئی اور اذلان نے بھی بلندیوں سے وہ سب کچھ دیکھا اور چکرا کر فریادیں اُٹھائیں۔ اذلان کو وہ کیسے نہ پہچان سکتا تھا جن کی تعداد پانچ تھی اور ان کے سوا صرف تھانہ جلا ان شہسواروں کو وہ کیسے نہ پہچان سکتا تھا جن کی تعداد پانچ تھی اور ان کے سوا صرف وہی گھوڑے تھے جو بوجھل قدموں سے اس سمت آرہے تھے زندگی کی بدترین مشقت کرنے والے تھے۔ اس طرح تھک گئے تھے کہ انہیں سنبھل کر چلنا مشکل ہو رہا تھا۔ لیکن انہیں لانے نہایت چابک دست تھے اور جانتے تھے کہ گھوڑوں کو کیسے سفر کرایا جاسکتا ہے۔ اذلان نے انہیں بیٹوں کو طلب کر لیا اور لرزتے ہوئے لمبے میں بولا۔

”آہ وہ اور تو شے ہیں۔ برکتوں کے دیوتا اور دیکھو۔ وہ گھوڑوں کی فوج لے آئے ہیں۔ آہ
 جب کچھ ہمارے لئے ہیں۔“
 ”ان کا استقبال کریں۔“ کا شان نے کہا۔
 ”ہاں چلو۔“

اڈلان باتو سے ملا اور کاشان اور افغان شیرایہ اور فوہا سے۔ اڈلان نے خوشی سے لرزتی ہوئی کہا: ”آسمان سے اترنے والے کاش میسرہ کی تقدیر میں تو اس وقت شامل ہوتا، جب میسرہ

انٹان نے شیرایہ سے کہا۔ ”اب اس وقت تو اپنے چہرے کو پوشیدہ نہ رکھو جب تم یہاں آگئی
 بری آنکھوں کی بینائی مٹا رہی ہو گئی ہے۔“

نبرایہ نے کھال کا نقاب اتار کر کہا۔ ”کیوں تمہاری بینائی کو کیا ہوا ہے؟“

”ایک عرصہ گزر گیا ہے۔ سورج کی چلی کرن: جب زمین کا رخ کرتی ہے تو میری آرزو ہوتی
 اس کرن کا منہ دیکھنے سے قبل میں تمہارا چہرہ دیکھوں۔ اور میں کسی نہ کسی طرح اس میں
 بوجھتا ہوں۔ لیکن آہ یوں لگتا تھا جسے وہ سب خواب ہو گیا ہو۔ میں نے بار بار سوچا کہ
 نہ پوچھوں۔ کیونکہ وہ چہرہ ہی گھبرا گیا تھا۔“

کاشان بے قراری سے کہہ رہا تھا۔ ”کیا تم دوبارہ اسی طرح جاؤ گی فوہا۔“

”سب کچھ باتو پایا جانتا ہے۔“

”اگر دوسری بار مجھے ساتھ نہ لیا گیا تو میں اس پہاڑ کی سب سے اونچی بلندی سے کود کر خود کو نشان کر لوں گا۔“

”میرا کیلئے یہ سب کچھ دیکھ کر تمہیں خوشی نہیں ہوئی۔“

”ہوئی ہے کیونکہ اس کے ساتھ تم بھی ہو۔“

اپنے گھوڑا آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”نوجوان اور طاقتور لڑکیوں کو مشقت پر آمادہ کرو۔ ہمیں بڑے بڑے غاروں میں محفوظ کرنے ہوں گے۔ ان کی تقسیم کا ایک نظام قائم ہونا سب سے اہم مسئلہ گھوڑوں کی پرورش کا ہے۔ ان کیلئے سب سے پہلے ہمیں گھاس کی تلاش کرنی ہوگی۔ اور اس سے پہلے ان کے قیام کیلئے مناسب بندوبست فی الحال ان کی خوراک

ماہ کوئی رعایت برتی کیا اس نے باپ ہونے کے ناتے مجھے کوئی فوقیت دی۔ سردار بے وہ قبیلے کا۔ اس کے حکم سے کوئی سر تابی نہیں کر سکتا۔ جنگ ہے طاقتور ہے۔ لیکن جس طرح وہ مجھے سمجھو کے بنگات سے گرفتار کر کے لایا اس نے میرے دل میں اپنے لئے ہر جذبے کو فنا کر دیا۔ ایک عورت کا تصور بھی ہے میرے دل میں اور وہ میری ماں ہے لیکن نجائے کیوں؟ نجائے کیوں لاگا۔ میں نے اس سے بھی وہ محبت نہیں پائی، میں سوچ اور جذبات سے محروم انسان نہیں ہوں کبھی کبھی کچھ لمحات ایسے بھی آتے ہیں جب میں مختلف باتوں پر غور کرتا ہوں تب مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میری زندگی میں ایک خلاء ہے ایک ایسا خلاء جس میں مجھے کچھ نظر نہیں آتا۔ ”شران نے کہا۔

”میرا خیال ہے ہم ان لوگوں کی مانند گفتگو کرنے لگے ہیں جو احمقانہ قسم کے جذبات رکھتے ہیں۔ ہمارا منصب کچھ اور ہے ہماری منزل کچھ اور ہے۔ اب یہ بتا شران کہ آئندہ کیا کیا جائے۔

”میرا منصوبہ وہی ہے کرشنا سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے اور یہاں کی سرداری میرے لئے بے مقصد..... میں یہاں نہیں رہنا چاہتا۔ ہمارے پاس ہتھیاروں کے کافی ذخائر ہیں۔ کرشنا کے سو جوانوں کا انتخاب کراہ تو بوڑھے بھی ہمارے ہمنا ہو گئے ہیں ہم نیک جذبوں کا اظہار کر کے ان ہر نیت یافتہ جوانوں کو اپنے ساتھ لے کر چلیں۔ عقابوں کے مسکن کے اطراف ہمیں اچھی طرح معلوم ہیں انکو نے پہاڑ پستی ان لوگوں کو چھپا سکتے ہیں۔ یہ سو مسلح افراد ہمارے نگران اور محافظ کی حیثیت سے ہمارے ساتھ چلیں اور انکو نے پہاڑوں میں جا چھپیں جہاں سے عقابوں کے مسکن کو ہائی ٹیکنائٹ بنا یا جاسکتا ہے۔ اور یہ بات بھی مجھے ایک بار میان لائی ہے ہی بتائی تھی کہ یہ پہاڑی علاقوں کیلئے سب سے محفوظ پہاڑی ہے اور اگر کبھی ہمارے دشمنوں کو ہم پر حملہ کرنے کا خیال آیا اور ان کا ذہن اس پہاڑی کی جانب متوجہ ہو گیا تو یہ ایک مشکل جگہ بن جائیگی اور وہ جگہ واقعی عقابوں کے لئے مشکل بن جانی چاہئے۔ پھر یوں ہو گا کہ میں عقابوں کے مسکن میں جا کر میان لائی سے ہمارے طلب کروں گا۔ اور اسے مجھ سے جنگ کرنا ہوگی اس مبارکے میں، میں ضرور اسے شکست دے دوں گا۔ ہاں اگر میان لائی درمیان میں یہ شوشا چھوڑنے کی کوشش کرے کہ میں ایک آدمی ہوں اور آبادی کا مفروضہ..... تو پھر اسے راہ راست پر لانے کیلئے ہمارے یہ سوجان ایک ایک شخص کو بھون کر رکھ دیں گے۔ انہیں یہی ہدایت دینا ہوگی اور اس انداز میں ان کی تربیت کرنا ہوگی۔“

لاگا سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر بولا۔ ”ہاں بہترین منصوبہ ہے۔ لیکن کیا تو کرشنا کیلئے سردار نب کے جا رہا ہے۔“

”یہ سوچنا پڑے گا۔“ شران نے کہا۔

”نہیں۔ یہ سوچنے والی بات ہی نہیں ہے کرشنا والے بھی فرشتے نہیں ہیں۔ ہو سکتا ہے تو ان کو سردار مقرر کر دے اور نیا سردار ہمیں سوجان دینے کیلئے تیار نہ ہو۔ نہیں یہ کسی طور مناسب نہیں ہے۔ تو سردار کی حیثیت سے ان جوانوں کو تیار کر۔ اور انہیں یہ نہ بتا کہ تیرا مقصد کیا ہے۔ جس طرح یہ شاہ کیلئے کام کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے اسی طرح اب بھی انہیں تیار کر لے بعد نیا ضروری ہے کہ ہم کرشنا کے بارے میں سوچیں۔“

آس پاس کے جنگلوں سے حاصل کی جائیگی۔“ اذلان نے باتو کے احکامات سنے اور گردن خم کرنا۔ پھر اس کے بعد گھوڑے آگے بڑھائے جانے لگے۔ چاروں طرف سے میسرہ کی عورتیں باہر نکلیں تھیں۔ یہ سب کچھ جو آیا تھا۔ ان کے لئے ناقابل یقین تھا۔ باتو کے ساتھ ساتھ لڑکیاں کائنات افغان اور اذلان بھی مصروف ہو گئے۔ باتو بڑی مہارت سے احکامات دے رہا تھا۔ اس کے اندر بے شک حکمرانی کی صلاحیتیں تھیں۔ سارا دن کام ہوتا رہا۔ رات کے قیام میں باتو نے اذلان سے کہا۔

”تمہیں نہایت محنت سے میسرہ کو دوبارہ آباد کرنا ہے ہمارا سب سے پہلا کام یہ ہو گا کہ میسرہ کے گرد پہاڑی پتھروں کی ایک بلند دیوار بنائی جائے اس کے تین دروازے رکھے جائیں۔ اگر بہت سی آباد ہونے سے پہلے ہم اسے بری نگاہوں سے محفوظ رکھ سکیں۔“

اذلان نے آہستہ سے کہا۔ ”بے شک ایسا ہی ہو گا حالانکہ ہمارے پاس مردوں کی کمی ہے۔“

”میرے ساتھ یہ سب کچھ حاصل کرنے والی چاروں لڑکیاں ہیں اگر تم ان عورتوں کو احساس دلاؤ گے کہ وہ صرف عورتیں ہیں کمزور اور ناتواں، تو ان کی ناتوانی بڑھ جائیگی۔ وہ اپنے مردوں سے محروم ہیں اور جینے کی خواہش ہر دل میں ہے۔ ان سے کہو کہ اگر جینا مقصود ہے تو یہ والوں کی طرح کام کریں۔ ہمیں سختی کرنا ہوگی۔ جو محنت سے گریز کریں انہیں پتلی اور بد نما لباس کی طرح کاٹ دو۔ چند عورتیں ہلاک ہوں گی تو دوسری عورتوں کے اندر خود بخود کام کرنے کا جذبہ ہو جائیگا۔ یہ حکم نافذ کر دو کہ شدید محنت نہ کرنے والے کو زندہ رہنے کا کوئی حق نہیں ہے زندہ سے محروم کر دیا جائیگا.....“ اذلان نے خوف کی نگاہوں سے باتو کو دیکھا اور اس کے لیے کاپڑ پن اس بات کا اظہار کرتا تھا کہ اگر خود اذلان اس حکم سے گریز کرے تو اس کے لئے بھی زندگی مشکل ہو جائے گی۔

○.....○.....○

مذہب دنیا سے شیطانی ارادے لیکر آنے والا شاہک زندگی بار چکا تھا۔ اور شران نے نیک جذبے کے تحت نہیں بلکہ اپنی شیطانی فطرت کے تحت ایسا کیا تھا۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک اچھا کام تھا۔ البتہ اس کام کی انجام دہی کے بعد بھی شران مطمئن نہیں تھا۔

”لاگا..... کیا تجھے عقابوں کا مسکن یاد آتا ہے۔“ شران نے لاگا سے پوچھا۔

”ہاں۔ میں پچھلے بہت دنوں سے یہ سوچتا ہوں۔ انسان کی عظمت میں کتنی ہی تبدیلیاں نہ رونما ہو جائیں وہ اپنی اصل کبھی نہیں بھولتا۔ ہماری اصل عقابوں کا مسکن ہے۔“

”زمین سے جو رشتہ قائم ہوتا ہے وہ کبھی نہیں ٹوٹتا۔ لیکن ہماری زمین ہمارے لئے فز جگہ بنادی گئی ہے اور اس کا محرک صرف میان لائی ہے۔“

لاگا نے مسکراتی نگاہوں سے شران کو دیکھا اور کہا۔ ”کیا تیرے دل میں اس کے لئے نرم گوشہ موجود ہے۔ بالآخر وہ تیرا باپ ہے شران.....“

”نہیں..... میں دل کی بات تجھ سے کہنے میں کبھی کوئی مشکل محسوس نہیں کرتا لاگا۔“

نے جب بھی اس کے بارے میں سوچا اپنے اور اس کے درمیان اجنبیت کا ایک ایسا رشتہ میری سمجھ میں کبھی نہیں آ سکا اور اس نے ثبوت بھی ایسے ہی دیے۔ مجھے بتایا کہ اس نے

لے گئے۔ شران لاگا کے مشورے سے ایسے راستے اختیار کر رہا تھا کہ آبادیوں سے فاصلے رہیں۔ غوجے کے مطابق انہوں نے سمورا کے جنگلات کو راہنما بنایا تھا اور جب وہ باری کے نزدیک سے گزرے تو عقابوں کے نشین کے درست راستے کا قلعین ہو گیا۔ چونکہ یہ شکار کا موسم نہیں تھا اس لئے راستے سنان ملے۔ یہاں تک کہ وہ مقام آگیا جہاں ان جوانوں کو پوشیدہ کرنا تھا۔ یہاں نے کے بعد ان جوانوں کو ان کا کام سمجھایا گیا اور وہ آنکھیں بند کر کے اپنے کام پر آمادہ ہو گئے۔ شران بہت پرجوش نظر آ رہا تھا جبکہ لاگا کسی قدر پریشان تھا۔ ”میں تیرے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھ رہا ہوں لاگا۔“

”ہاں۔ ایک خیال مجھے الجھائے ہوئے ہے۔“

”کیا؟“

”جہاں تک ہمارا کام ہے وہ تو ہم سرانجام دے سکتے ہیں لیکن اس وقت تیری ذمہ داری صرف تجھ پر عائد ہوتی ہے۔ شران میرے دوست، تجھے خطرناک مقابلہ کرنا ہو گا۔“

”میں خود کو فلاح قرار دے چکا ہوں، تو فکر نہ کر.....!“ شران نے اعتماد سے جواب دیا۔

○.....○.....○

اذلان کا خیال تھا کہ ناتواں لڑکیاں، نحیف و نزار بوڑھے اس سخت کام کو سرانجام نہیں دے سکیں گے اور اسے باتو سے شرمندگی ہوگی لیکن صورت حال بالکل مختلف رہی۔ میرو کو آباد کرنے کا اعلان کیا گیا۔ فوہا نے سب سے پہاڑی غاروں سے نکل آنے کے لئے کہا۔ پھر انہیں بتایا کہ انہیں میرو کے گرد حصار قائم کرنا ہے اور وہ طریقہ کار بتائے گی۔ تب فوہا اور اس کی بہنوں نے پہاڑی پتھر کاٹنے کی مہم کا آغاز کیا اور میرو کی عورتیں چٹانوں کی دشمن بن گئیں۔ بوڑھے اور گارہ لوگوں نے گردہ بنائے اور جوانوں سے زیادہ محنت سے کام شروع کر دیا۔ انہوں نے اپنے اپنے کپڑے کو بونے کا رلاتے ہوئے درختوں سے تنے کاٹ کر جوڑے اور بڑی بڑی رسیاں ان تلوں میں نہ کر انہیں گھوڑوں سے منسلک کر دیا۔ اس طرح باتو نے میرو کو مزید وسیع کر کے اس کی اردوں کے لئے جوشان بنائے تھے وہ پہاڑی چٹانوں سے اٹ گئے اور جگہ جگہ تراشی ہوئی چٹانوں پہاڑ بن گئے۔ پھر ان پتھروں کی کٹائی کا کام شروع ہوا اور بچے تک اس کام میں مصروف گئے۔ ان سب کی دلچسپی اذلان کے لئے باعث حیرت تھی۔ عورتیں، مردوں سے زیادہ محنت دیتی تھیں۔ سورج نکلے کام شروع ہو جاتا اور سورج ڈھلے بند۔ لیکن دیکھا یہ جاتا کہ لوگ آدمی ان کو اٹھ گئے اور کام شروع۔ باتو نے اذلان کی حیرت کے جواب میں کہا۔

”انسان کی فطرت ہے..... وہ پالیتا ہے تو بھول جاتا ہے اور کھونے کے بعد یاد کرتا ہے۔ یہ دیکھانے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ یہ اپنی تعمیر چاہتے ہیں۔“

پتھروں کی کٹائی ہو گئی۔ مٹی کے آئیرے سے کھڑے جوڑنے کا کام شروع ہوا۔ افنان، ننان اور اذلان خود بھی کام میں شریک تھے۔ چٹانی حصار کی تکمیل ہوئی۔ درختوں کے تنوں کے دانے بنائے گئے اور حصار کے اندر بستی تعمیر ہونے لگی۔ جھانٹ لڑکیاں معمار بن گئیں۔ ہر گھر مکمل ہوا۔ سردار کا کوسہ الگ بن گیا۔ کام ختم ہوا تو بدن ٹوٹنے لگے۔ انہیں کام چاہئے

”اور اگر وہ جوان کرشانہ واپس آنا چاہیں۔“

”تو وہ واپس آجائیں۔ انہیں انعام و اکرام کے ساتھ واپس آنے دیا جائے۔ بلکہ تو انہیں میں سے کسی بہادر کو سردار منتخب کر کے کرشانہ روانہ کر دے۔“

”دلچسپ بات ہے وہ ہمارا شکر گزار رہے گا۔“ شران مسکرا کر بولا۔

”ایک اور بات پر تو نے غور نہیں کیا شران۔“ لاگانے کہا۔

”وہ کیا۔“

”کیا تو میان لائی کو مبارخے میں شکست دے سکے گا۔“ لاگانے کہا اور شران سوچا میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے چہرہ اٹھایا تو اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔

”ہاں۔ میں ایسا کر سکتا ہوں۔ میری تربیت میان نے ہی کی ہے۔ میں اس کے لئے کانٹا جانتا ہوں۔ وہ بوڑھا ہو چکا ہے اور مجھ سے زیادہ پختہ نہیں ہے۔ میں اسے اسی کی تربیت سے شکست دوں گا۔ اس کے علاوہ لاگا۔ اگر میں اپنی زندگی کے اس سب سے بڑے کام کی تکمیل نہ کر سکا تو مجھے جینے کا کوئی حق نہیں ہے مجھے یقین ہے کہ اس مبارخے میں مجھے فتح حاصل ہوگی۔“

”تو پھر ہمیں تیاریوں میں دیر نہ کرنی چاہئے۔“ لاگانے مسکراتے ہوئے کہا۔

”میری طرف سے اجازت ہے تیاریاں شروع کر دے۔“ شران نے آہستہ سے کہا۔

لاگانے شران کی ہدایت کے مطابق کرشانہ کے بہترین جوانوں کا انتخاب شروع کر دیا۔ کرشانہ والے شران سے بہت خوش تھے۔ خاص طور سے اس وقت کے بعد سے جب شران نے شاہک کو ختم کر دیا تھا۔ کرشانہ کے بوڑھے بھی شران کے گرویدہ ہو گئے تھے۔

”ہمارا سردار جو قدم اٹھائے گا۔ وہ پہاڑوں کی روایات کے تحفظ اور پہاڑ والوں کی بہتری کے لئے ہو گا۔ اس لئے کرشانہ کا ہر جوان سردار شران کے ہر حکم کی تعمیل کرے۔“

”مجھے ان لوگوں کی محبت اور تعاون حاصل ہے لاگا۔ لیکن میں اپنے آپ کو بیش قدر محسوس کرتا ہوں۔ میری یہ فتنگی عقابوں کے ممکن جا کر ہی دور ہوگی۔“

”میں سمجھتا ہوں شران۔ تو ان لوگوں کا جائزہ لے لے جنہیں میں نے منتخب کیا ہے۔“

شران نے ان طاقتور اور جنگ وجدل میں مشاق جوانوں کو دیکھا اور بہت خوش ہوا۔ اس نے کہا۔

”ان جوانوں کے ساتھ تو میں اور بھی کئی قبیلوں کی سرداری حاصل کر سکتا ہوں۔“

”یہ تیار ہیں شران۔ اب صرف تیرے حکم کی ضرورت ہے۔“

”ان جوانوں کو تو نے کیا بتایا ہے؟“

”ان میں سے کسی نے نہیں پوچھا کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ وہ ہم پر اتنا ہی اعتماد کرتے ہیں۔“

لاگانے کہا اور شران مسکراتے لگا۔ اس نے کہا۔ ”تو پھر ان سے کہہ دے کہ ہم برسوں اپنے سرور روانہ ہو رہے ہیں۔“ وقت مقررہ پر شران نے اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر کرشانہ کے لوگوں سے کہا۔ ”اور ممکن ہے اس بار ہماری واپسی میں طویل وقت صرف ہو جائے۔ میرے پیچھے کرشانہ کے جوان کرشانہ کا تحفظ کریں اور غفلت نہ رہیں۔“

”جب تو واپس آئے گا شران، تو کرشانہ کو ایسا ہی پاسے گا جیسا اس وقت چھوڑ رہا ہے۔“

”لوگوں نے کہا تب شران نے اپنے گھوڑے کو آگے بڑھا دیا۔ کرشانہ کے جوان اس کی طرف

تب باتو نے ہتھیار ان کے سامنے اٹھا کر دیئے۔ فوہا نے کہا۔ ”زمین پر گر گھاس کا بیج بھی ایک مؤثر ہتھیار ہے اگر اسے درست جگہ استعمال کیا جائے۔“

”وہ کیسے؟“ باتو سے قریب کھڑے ازلان نے پوچھا۔

”تم اسے پوری مہارت سے دشمن کی آنکھ میں داخل کر سکو تو۔“ باتو نے جواب دیا۔

تریت دینے والی لڑکیاں شیرایہ، فوہا، سمانہ اور غلامہ تھیں..... اور ان کی جنگی مہارت دیکھ کر ازلان دنگ رہ گیا۔

”ان کا تربیت کنندہ کون ہے۔“ اس نے پوچھا۔

”وقت.....!“ باتو نے جواب دیا۔

”کیا تم نہیں؟“

”میں انہیں صرف راستہ دکھانے والا ہوں۔“

”آہ بڑے بڑے سورما ان کے مقابل نہیں ہو سکتے۔“ ازلان نے کہا۔

میسرو کی تعمیر جاری رہی۔ ہر ذی روح متحرک تھا بستیوں اسی لگن سے تعمیر ہوتی ہیں میسرہ کے اطراف بستیوں اور درختوں کے جھنڈ لگ گئے۔ خربو لڑکیاں آتش بن گئیں۔ فوہا اور باقی لڑکیوں نے میسرہ کی ہر ضرورت پوری کر دی اور سنہری بستیوں کے سردار مجبور ہو گئے کہ ایک دوسرے سے اتحاد کریں۔ سرداروں کو دعوت دی جانے لگی کہ اپنے اختلافات بھول کر یکجا ہو جائیں اور طلبہ

گرد دسے بنائے جائیں کہ آخر وہ پانچ طوفان کون ہیں جو ان آبادیوں کو کنگال کئے دے رہے ہیں۔ کئی قبیلوں کا ایک وفد میسرہ کے سامنے سے بھی گزرا۔ وفد کے ایک رکن نے کہا۔

”تمہیں یاد ہو گا کہ ان علاقوں میں ایک آبادی میسرہ کے نام سے بھی تھی۔“

”ہاں..... اس کا سردار ازلان تھا۔“

”اور آس پاس کی آبادیوں پر سیگار کا خوف طاری ہو گیا تھا۔ ہر سردار اس خوف کا شکار

ہو گیا تھا کہ کہیں سیگار اس سے ناراض نہ ہو جائے۔“

”سیگار نے اعلان بھی کیا تھا کہ میسرہ دس بار بھی آباد ہو تو اسے دس بار تباہ کر دیا جائے گا۔

دوسری بستیوں سے بھی کہا گیا تھا کہ وہ میسرہ میں موجود عورتوں کی نہ تو مدد کریں اور نہ انہیں اپنے

گھروں میں آباد کریں۔ کسی بھی قبیلے کے مرد میسرہ کی لڑکیوں سے شادی نہ کریں۔“

”ایک بار میں ادھر سے گزرا تھا۔ میں نے میسرہ کے باہر کئی انسانی ڈھانچے دیکھے تھے۔

بھوک سے مرنے والی عورتوں اور بچوں کے ڈھانچے تھے۔ آہ میری روح کانپ گئی تھی۔“

”ارے دیکھو..... وہ کیا ہے؟“

”کہاں.....؟“

”وہ اس طرف..... وہ دیکھو۔“

”احق شخص پہاڑی سلسلہ ہے اور کیا ہو سکتا ہے۔“ ان میں سے ایک نے کہا۔

”آہ روشنی والے کی قسم..... وہ پہاڑیاں نہیں۔ یہ تو میسرہ کا علاقہ تھا اور یہ قدرتی ہوا

نہیں تم ان کا انداز نہیں دیکھ رہے۔ ذرا قریب چلیں حقیقت معلوم ہو جائے گی۔“ اور انہوں نے

وہ عقیم الشان پتھر کا حصار دیکھا جو میسرہ کے گرد قائم تھا۔ وہ انگشت بندناں رہ گئے تھے۔

چہ میسرہ ہے۔ کیا اس دیوار کو میسرہ کی عورتوں نے تعمیر کیا ہے۔ بھوکی اور لاچار عورتوں

ہاں نہیں ہے۔“

میں کچھ نامکن نہیں ہے۔ روشنی والے نے انسان کو کبھی نظر انداز نہیں کیا۔ وہ اسے

بچہ کہہ دے بڑے سے بڑے حالات میں جینے کی راہ نکال لے۔ اگر ایسا نہ ہو تو توکل انسانی

بیتا پر تباہ نہ ہوتی۔“ وفد میں شامل ایک تجربے کار بزرگ نے کہا پھر بولا۔ ”آؤ..... اپنا

ہمارا مقصد کچھ اور ہے میسرہ کے بارے میں تحقیقات نہیں۔“ اور وہ آگے بڑھ گئے۔

بڑے افغان، کاشان اور ازلان کے علاوہ چاروں لڑکیوں کا اجلاس طلب کیا۔ پھر انہیں

بولا۔ ”میسرہ میں موجود عورتوں کی تعداد کتنی بھی ہے ہم انہیں ایک پورے قبیلے سے جنگ

باتے ہیں۔ چنانچہ میں سمجھتا ہوں کہ اب سیگار روپر حملے کا وقت آگیا ہے۔ کیا تم لوگ اپنا

بے کے لئے تیار ہو۔“

ہاں! مدا احترام باتو۔ تو نے اپنی نیک نفسی سے کام لیتے ہوئے آج تک مجھے میسرہ کا سردار

میں توکل اس قابل نہیں ہوں۔ نہ میرے بیٹے..... ہم شکست خوردہ تھے۔ میسرہ تو نے

بے لوگ کسی کو سردار کہیں لیکن ہمارا سردار تو ہے۔“

یہ باتیں میرے لئے ناپسندیدہ ہیں۔ سیگار روپر حملے کے لئے لڑکیوں کو تیار کیا جائے۔“ باتو

غلل میں ازلان نے اپنے بیٹوں سے کہا..... ”بات خنک پہاڑوں میں رہنے والے

کی ہے وہ جنگجو اور خونخوار ہیں۔ کیا عورتیں ان سے لڑ سکیں گی؟“

انہیں شکست دیں گی! کاشان نے کہا۔

یہاں تو لوگ مطمئن ہو.....!“

بالاپوری طرح۔“ افغان نے کہا۔

نئے ہدایات دیں اور پہاڑوں کی تاریخ کا سب سے اٹھان لنگر میسرہ کے حصار سے باہر

نہیں نوجوان لڑکیاں جن کے سراپا نسوانیت کی تمام رعنائیوں کے منظر، جنہیں دیکھ کر

نہر مکمل ہو جائے، لیکن جو بد صورت کھانڈوں، نیزوں، تیرو ترکش سے آراستہ، بندوقیں

بوزوں کی پشت پر اس طرح چست کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہو۔ باتو نے سپاہ کے لئے

نیا تیار کرانے تھے کہ ان کے حسن میں بے پناہ اضافہ ہو جائے۔ سب سے اونچی بات یہ

تو دوسری لڑکیاں بھی ایسے ہی لباس زیب تن کئے ہوئے تھیں یہ باتو کا حکم تھا.....!

میں صرف چند افراد تھے جو اس سپاہ کی کمان کر رہے تھے۔ ان کے گھوڑے سے تماش

اپنے لگے۔ ازلان رہبری کر رہا تھا اور لشکر کی رفتار تیز تھی۔ پھر جب ازلان کے کہنے کے

نہی کا قائلہ کم رہ گیا تو باتو نے لشکر روک لیا۔

جو کچھ میں کہہ رہا ہوں اس پر توجہ دی جائے..... میسرہ کی لڑکیو! جب ہمیں

انہی نظر آجائے تو اپنے گھوڑوں کو اتنی رفتار سے دوڑاؤ کہ تماش والوں کو اپنے

منزل سے کھولنے کا موقع بھی نہ مل سکے۔ آبادی میں داخل ہو کر صرف عورتوں اور

”سالادور کی کمائی ختم ہو چکی ہے۔ اب تو میرا مالک ہے میان۔“
 شہ بان نے یہ سچ کہا تھا۔ مگر میان نے بھی اس سچ کو قبول نہیں کیا۔ اس نے بیشہ شہ بان
 اس باگ سے اذیت دی۔ یہاں تک کہ اس نے اسے در بدر کر دیا۔ اس نے کہا تھا کہ میں باگ
 نہ پاؤں گی۔ سوچ کی پہاڑی پر میان نے دعا مانگی۔

”دروشنی والے! میں تجھ سے مانگنے کے قابل نہیں ہوں۔ لیکن بوڑھے کہتے ہیں کہ تجھ سے
 مال میں مانگا جائے، میری آرزو ہے کہ شہ بان باگ میں موجود ہو، زندہ ہو، خوش ہو۔ میری
 جان زندہ سلامت ہوں اور وہ بھی جسے اس کے باپ نے اس دنیا میں آنکھ کھولنے میں سزا بخشے میں
 ختمی۔ آہ! روز ال تو کہاں ہے۔ میری بچی کہاں ہے؟“

”تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں۔ باغہ..... ہم سفر کے لئے تیار ہیں۔“

”بہتی والوں کو اس سفر کے بارے میں کیا بتاؤ گے؟“

”باپ بیٹی غلام کے ساتھ سیر کرنے جا رہے ہیں اور کیا؟“

”ہاں ٹھیک ہے۔“ میان لائی نے کہا۔

”ہمیں کب روانہ ہونا ہے؟“

”کل کسی بھی وقت۔“ میان نے جواب دیا۔ شامہ اس خوشی میں رات بھر نہ
 سکی تھی، صبح اس نے جلدی جلدی تیاریاں کیں، میان پر لرزہ سا طاری تھا اور بمشکل خود کو
 بالے ہوئے تھا کہ اچانک ہنگاموں کی طرح کوستے میں گھستا چلا آیا۔ اس کا سانس پھول رہا
 چہرہ سرخ ہو رہا تھا، اس نے پھولے سانس کے ساتھ کہا۔

”آقا! وہ..... وہ آگیا ہے، وہ بہتی میں داخل ہو گیا ہے۔ اور..... اور.....“

”خود کو سنبھال ہنگا۔ کس کے بارے میں کہہ رہا ہے؟“ میان نے سر دلچسپی میں کہا۔

”شران..... شران۔“ ہنگا نے کہا اور میان کے بدن کو زور دار جھٹکا لگا۔ چند لمحات کے
 بعد جھک کر رہ گیا۔ اسے اپنی ساعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ ہنگا نے کہا..... ”مبارعہ طلب کر رہا

ہے۔ بہتی والوں نے اسے گھیر لیا ہے۔ وہ اسے اسی طرف لا رہے ہیں۔“

آہستہ آہستہ میان کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔ اس نے خود کو سنبھال کر
 ”اسے گرفتار نہیں کیا گیا؟“

”وہ خنزیری پر آزاد ہے۔ بہتی کے لوگ تیرے حکم کے بغیر خنزیری کا آٹماز نہیں کر سکتے۔“
 لائی یہ گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ کوستے کے باہر شور ابھرنے لگا۔ شران کوستے کے سامنے پہنچ گیا

”تو باہر جا ہنگا۔ میں تیار ہو کر آتا ہوں۔“ ہنگا باہر نکل گیا، شران اپنے چار دوستوں کے
 تھکنے لباس میں لمبوس اپنے گھوڑے پر سوار تھا اور کہہ رہا تھا۔

”پہاڑوں کے قانون کے مطابق میں سردار میان لائی سے مبارعہ طلب کرتا ہوں۔ میان
 مجھ سے مقابلہ کرے۔“

کچھ لمحوں کے بعد میان لائی کوستے سے برآمد ہوا..... اور مجمع پر سکوت طاری ہو گیا۔
 لائی آہستہ آہستہ بڑھا اور کوستے کے سامنے بلند جگہ کھڑا ہو گیا پھر اس نے گرد آواز میں

بوڑھوں کو نشانہ بناؤ۔ دوبارہ سنو! صرف عورتوں اور بوڑھوں کو خبردار ایک بھی گورت نہ
 بچے۔ مقابلہ کرنے والے جوان ہوں گے انہیں صرف زخمی کرو، لیکن اس طرح کہ وہ اپنا خون
 انہیں فوراً گرفتار کر لیں..... انہیں باندھنے کے لئے رسیوں کے انبار ساتھ لے گئے گئے یہ
 میرے تمام احکامات کا خیال رہے.....!“

اذلان اور دوسرے اس حکم پر ششدر رہ گئے تھے، لیکن باتو کے حکم پر تہوارے خور
 ناگوار گزر رہا تھا، البتہ کاشان نے فوہا سے کہا۔

”کیسا انوکھا حکم ہے، ناقابل یقین۔ کیا تمہیں اس کی وجہ معلوم ہے؟“

”نہیں! لیکن ایسا ہی کیا جائے گا۔“ فوہا نے کہا اور کاشان گہری گہری سانسیں لے لے لے

سخت، سیاہ آتش زدہ پہاڑی چٹانوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ بے آب و گیاہ زمین کا آواز
 ہوتے ہی فوہا کے گھوڑے نے زقند بھری اور تینوں لڑکیوں کے حلق سے ہولناک چیخیں بلند ہونے
 لگیں۔ انہوں نے اپنے گھوڑے فوہا کے پیچھے لگا دیئے وہ ابتداء سے ہی لڑکیوں کی کمانڈر تھیں۔
 چنانچہ میسرہ کی لڑکیوں کے گھوڑے بھی ان کے پیچھے دوڑنے لگے۔ اذلان اور اس کے بیٹوں نے
 اپنے گھوڑوں کو سنبھالا ہی تھا کہ باتو نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

”ہم لوگ ان کے ساتھ لڑتے ہوئے اچھے نہیں لگیں گے ہماری تعداد ہی کیا ہے؟ مزہ
 چار مرد..... چھوڑو یہاں رک کر جنگ کے نتیجے کا انتظار کرو۔ آہ دیکھو جنگ شروع ہو گئی۔“

”لیکن باتو!“..... کاشان بے چینی سے بولا۔

”انتظار کرنا زیادہ بہتر ہے کاشان۔“ باتو بولا۔

”ہم فوہا وغیرہ کی حفاظت تو کر سکیں گے۔ انہیں نقصان نہ پہنچ جائے۔“

”جنگ میں نقصان پہنچتا ہے، کسی نہ کسی کو نقصان ضرور پہنچتا ہے، اگر وہ مر گئیں تو پھر
 ہوگی۔ انہیں خود اپنی حفاظت کرنے دو۔“ باتو نے جواب دیا۔

”ہم دونوں کو ہی جانے دو۔“ افغان نے کہا۔

”اذلان! انہیں بتاؤ، پارٹی لیڈر میں ہوں۔“ باتو کھٹ لہجے میں بولا۔ پھر اس نے فوہا
 کرتے ہوئے کہا..... ”جس طرح کی جنگ وہاں ہو رہی ہے وہ تمہارے لئے پریشان کن ہوگی،
 نہ دیکھ پاؤ گے جو وہاں ہوگا۔“ باتو کے لہجے پر وہ کانپ گئے تھے۔ قشماش میں شور قیامت برپا ہو
 اور ان کے دل کانپ رہے تھے۔ لیکن باتو کے چہرے پر آسودگی تھی، وہ اس طرف متوجہ ہو گئی
 تھا اور اس کا چہرہ آسمان کی طرف اٹھا ہوا تھا.....!

○.....○.....○

میان نے راتوں کو سوتا چھوڑ دیا تھا۔ ہنگا باگ جانے کی تیاریاں کر رہا تھا، شامہ فوہا
 مناری تھی اور میان سوچوں میں گم رہنے لگا تھا۔ اس کے ذہن میں ماضی کی پرچھائیاں رقص
 رہتی تھیں۔ بات تو بہت دور سے شروع ہو جاتی تھی، لیکن وہ ان لمحات پر زیادہ غور کرتا
 شہ بان اس کے کوستے میں آئی تھی۔

”میں جانتا ہوں تو ماضی نہ بھول سکے گی، لیکن میں تجھے سالادور سے زیادہ چاہتا ہوں
 تجھے اس سے زیادہ خوش رکھوں گا۔“

نہ دوسرا مجرم اس سے مبارغہ طلب کر سکتا ہے۔ ایک جراث مند مشیر نے کہا اور میان دیکھا۔ اس کے سینے میں چنگاریاں دوڑ رہی تھیں۔ اس نے خونی نظروں سے شران کو دیکھا۔

میان اب بھی اپنے سرداری کے حق کو استعمال کرتے ہوئے تجھے گرفتار کر سکتا ہوں، لیکن تیرا اور سوچا ہے۔ میں تیرا مبارغہ قبول کرتا ہوں، ایک مجرم کو مزارعہ میرا فرض ہے اور یہ مبارغہ میں تجھے قتل کر کے پورا کر سکتا ہوں، لیکن سن! اس مبارغہ میں تجھے شکست لے نہیں کروں گا، میں تجھے زندہ گرفتار کر کے بوستانہ کے حوالے کر دوں گا تاکہ میرے بھائی کے تعلقات بہتر ہوں، مجھے یہ مبارغہ قبول ہے۔

شران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے میان کی بات پر خاموشی ہی اختیار کئے۔ ان کے اپنے آدمیوں سے کہا..... "مبارغہ کی تیاری کی جائے....." اور اس کے بعد پانچ گھنٹے میں داخل ہو گیا۔ شدید سنسنی پھیل گئی تھی اور ہر شخص اعصابی کشیدگی میں قید ہو چکا تھا۔ کیوں لوگ محسوس کر رہے تھے کہ آج عقابوں کے مسکن میں کسی نئی داستان کا آغاز ہے۔ مبارغے کا میدان تیار کیا جانے لگا۔

عقابوں کے نشین میں یہ سب سے زیادہ سنسنی خیز دن تھا حالانکہ سولازریوں کا حملہ بھی اپنی اہمیت سے خطرناک تھا لیکن اس میں سب شریک تھے بات ایک غیر فیملی کی تھی جسے اگر ہوجاتی تو ہر گھر پر تباہی نازل ہوتی۔ انہوں نے مل کر بے جگری سے اپنے گھروں کا تحفظ کیا یہ معاملہ بالکل مختلف تھا اور یہ بھی سچ تھا کہ اگر کچھ لوگ میان کے طرفدار تھے اور اس کی باتوں کو بہت سے ایسے تھے جو شران کی فتح چاہتے تھے۔ بہت طویل عرصہ ہو گیا تھا جب عقابوں کا سردار تھا اور بہت سے لوگوں کو اس سے اختلاف تھا۔

پندرہویں میدان میں قتل دھرنے کی جگہ نہیں تھی۔ لوگ اس سنسنی خیز مبارغے کا انتظار تھے۔ شران کا گھوڑا میدان کے درمیانی حصے میں کھینچ کر رہا تھا وہ ہتھیاروں سے لیس تھا۔ ان سے اپنے گھوڑے کو کدرا رہا تھا۔ جب کچھ دیر کے بعد میان اپنے گھوڑے پر سوار کے میدان میں داخل ہوا اور اسے دیکھ کر لوگوں کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ بڑی شان تھی۔ انہوں نے اس کی چوڑی کلاں دیکھ کر احساس ہوتا تھا کہ گزرا ہوا وقت میان پر اثر نہا ہو گا تھا اور ان کلائیوں کی ضرب شران برداشت نہیں کر سکے گا۔ ایک بزرگ نے

نشان، شران پر حاوی رہے گا، تم دیکھ لو، اس جوان لڑکے میں وہ شان نہیں ہے جو میان

کو دے تجربے کا رہی ہے۔ دوسرے شخص نے کہا۔

اس کی ایک اور وجہ بھی ہے۔

شران، میان کی اولاد نہیں ہے۔ ورنہ اس وقت لوہے کی کاٹ دیکھنے کے قابل ہوتی۔

نہایت بات بھی درست ہے۔

کہا..... "مشیر قریب آجائیں! عقابوں کے مسکن کے زیرِ بوڑھے میان کے نزدیک آگئے۔ میان نے پاٹ لیجے میں کیا۔

"پہاڑوں کے قانون میں مبارغے کی رسم احرام کا درجہ رکھتی ہے اور اسے ہر قریب پرانا کرنا ہوتا ہے۔ میں اس کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتا، لیکن..... ایک شخص اگر مجرم ہو، منظور ہو تو کیا وہ مبارغے کا حق رکھتا ہے؟"

"ہرگز نہیں! پہلے وہ اپنی سزا پوری کرے پھر اسے مبارغے کا حق حاصل ہو سکتا ہے۔ بوڑھے مشیروں نے کہا۔

"یہ عذر ٹنگ ہے، سردار میان لائی میرے خوف سے عذر تراش رہا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میری رگوں میں اسی کا خون گردش کر رہا ہے وہ بوڑھا ہے اور میں جوان۔ اسے صرف اپنی شکست کا خوف ہے....." شران نے کہا۔

میان کے ہونٹوں پر زہریلی مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے زہر خند سے کہا..... "آؤ! اوٹنی والے کا شکر ہے کہ اس نے مجھے اس شرمساری سے دوچار نہ کیا کہ میرا خون اتنا گدا ہے، ورنہ آج مجھے دہری شرمندگی سے دوچار ہونا پڑتا۔" شران۔ میان کی بات نہ سمجھ سکا تھا، لیکن دوسرے سمجھ گئے۔ شران پھر بولا۔

"میان لائی! تم نے مجھے مجرم قرار دے کر مجھ سے سرداری کا حق چھین لیا ہے۔ لیکن..... اگر ایک مجرم کو سرداری کا حق حاصل نہیں ہے تو میں عقابوں کے سمجھ داروں سے سوال کرتا ہوں کہ کیا سارے کے ساتھ دھوکہ دہی کر کے سرداری حاصل کرنے والا مجرم نہیں ہے؟ کیا ایک مجرم عقابوں کا سردار نہیں ہے؟ وہ کمائی مجھ سے پہلے کی ہے اور میں اس کا گواہ نہیں ہوں۔ لیکن ایک اور کمائی بھی ہے جس کا چشم دید گواہ میں ہی نہیں بلکہ میرے یہ چار دوست بھی ہیں۔ معزز سردار! روشنی والے کی قسم کھا کر کہو کہ کیا تصور کے جنگلات میں بے گناہ سولازریوں کو تم نے دھوکے سے اپنی گولیوں سے نہیں بھون ڈالا؟ کیا تم نے ایسا نہیں کیا.....؟"

میان تھملا گیا..... یہ کاری ضرب تھی اور اب تو یہ کمائی عقابوں کو بھی معلوم ہو چکی تھی۔ ہر چند کہ سولازریوں کو شکست ہو گئی تھی۔ لیکن جنگ میان کے اس عمل کی وجہ سے ہوئی تھی اور عقابوں کو اس کی بھاری قیمت چکانی پڑی تھی۔ اس بات سے بہت سے لوگ میان کے مخالف ہو گئے تھے۔ لیکن کسی نے سردار کی دشمنی مول لینے کی بہت نہیں کی تھی۔

"تم نے جواب نہیں دیا معزز سردار....." شران نے پوچھا۔

"بزرگوں! تم جواب دو....." میان خوشخوار لیجے میں بولا۔

"کم از کم اس سلسلے میں شران جو کچھ کہتا ہے وہ ٹھیک ہے میان۔ اس وقت تو نے اپنے بچے کو بچانے کے لئے ایک چال چلی تھی جو ہر طور جرم ہے اور تیرے اس جرم کی سزا عقابوں کو ملنی پڑی۔ یہ دوسری بات ہے کہ بعد میں وقت نے کچھ اور ثابت کر دیا۔ بے شک تو سردار ہے اور تیرے فیصلے آخری ہوتے ہیں۔ لیکن تیرے کچھ فیصلے بھی غلط ہیں جیسے بوستانہ کے مجرم کے لئے صرف قید، جبکہ اسے اس کے گندے جرم کی سزا موت کی شکل میں ملنی چاہئے تھی۔ الخ باغ اور دوسرے لوگوں کی زندگی، ہندان کے لئے سزا معاف کرنا، جب ایک مجرم سرداری کے منصب پر فائز

شرمان نے اپنا گھوڑا روک لیا۔ پہلی بار اس نے میان پر غور کیا تھا۔ اس سے پہلے اس نے مختلف تھی لیکن اس وقت کا میان وہ تھا جو اسے قتل کر سکتا ہے۔ شمران کچھ ہیبت زدہ سا ہوا اور خاموش نگاہوں سے میان لائی کو دیکھنے لگا۔

لاگا خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہوا بولا۔ ”روشنی والے کی قسم یہ وقت شمران پر ہی نہیں ہم پر بھی کھٹن ہے اگر شمران کو شکست ہو گئی تو تم کیا سمجھتے ہو، ہم بچ جائیں گے۔ میان شمران کو شکست دے کر گرفتار کر لے گا اور ہم بھی اس کے جرم کے شریک قرار دیئے جائیں گے۔“

”کیا شمران شکست کھا جائے گا؟“ دوسرے ساتھی نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

”روشنی والا جانے۔“

غیب نے مبارغے کے آتماز کا اعلان کیا۔ اور میان نے اپنا کھڑا سنبھال لیا۔ شمران نے کھڑا سنبھال کر تیار ہو گیا۔ اس نے خود کو خوف سے آزاد کر کے زمین میں ایک طریقہ کار اختیار کیا اور دونوں گھوڑے ایک دوسرے کی طرف بڑھنے لگے۔ میان ست روی سے آگے بڑھا تھا اور اچانک اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور بجلی کی طرح شمران کے گھوڑے کے نزدیک پہنچ گیا اس کے ساتھ ہی اس نے کھڑے والا ہاتھ چلایا اور شمران اپنے..... گھوڑے کی بازو پر لیٹ گیا لاگا کے منہ سے ”واہ“ نکل گئی۔ اس کی آنکھوں میں چمک لوٹ آئی۔ اس کا مطلب یہ کہ شمران جاگ رہا ہے اور موقع کی نزاکت کو سمجھ رہا ہے اگر وہ جوانی اور طاقت کے جوش میں ہوتا تو میان کے کھڑے کی ضرب کو اپنے کھڑے پر روکتا اور اس کے نتیجے کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا تھا۔

میان کئی گز آگے نکل گیا پھر گھوڑا سنبھال کر واپس پلٹا۔ پوری قوت سے چلائے ہوا کھڑے کی جھونک نے اس کے بدن کو شدید جھٹکا دیا اور اس کی پائیں پہلی چڑھ گئی تھی۔ لیکن اس نے بالکل توجہ نہیں دی اور گھوڑے کو دوبارہ شمران پر چڑھا دیا۔ شمران تیار تھا۔ میان نے اس کی پہلے کی طرح وار نہیں کیا تھا۔ بلکہ قریب آکر وہ شمران پر کھڑا گھممانے لگا۔ اس عمل سے پہلے ہی شمران کی طرف سے ایک تیز دھچکا لگائی تھی۔ شمران نے اپنا کھڑا جوابی حملے کے لئے استعمال نہیں کیا بلکہ اس کی تیز نگاہیں صرف میان لائی کے کھڑے پر جمی ہوئی تھیں اور وہ دُورے دُورے سے اس میں اپنے آپ کو میان لائی کے حملوں سے بچا رہا تھا۔ لاگا کا چہرہ ایک بار پھر اترا گیا جب اس محسوس کیا کہ شمران کسی قدر خوفزدہ نظر آئے لگا ہے۔ اگر اس پر میان لائی کا خوف ملتا ہو گیا تو اس کا پتہا حال ہے۔ دیکھنے والوں کو بھی یہی اندازہ ہو رہا تھا کہ شیردل میان لائی اپنے مقابلہ خاطر میں لائے بغیر اسے حملہ کرنے کا موقع نہیں دے رہا اور شمران صرف اپنا دفاع کر رہا ہے اس میں بھی کوئی شک نہیں تھا کہ شمران کے دفاع کرنے کا انداز نہایت ماہرانہ تھا اور میان ایک بار بھی اس کے جسم کو نہیں چھو سکا تھا۔ یہ ایک نوجوان کے بدن کی چمک تھی جب کہ اگر انداز میں شمران اس پر تباہ توڑ حملے کرتا تو میان لائی کو اس برق رفتاری سے اپنے بدن کو دینے میں تکلیف ہوتی۔ میان لائی دانت جھینچے اپنے مقابلہ پر حملے کرتا رہا اور اس کا بازو شمران نے اپنے گھوڑے کو ایک ایڑی اور گھوڑا میان لائی کی زد سے نکل گیا۔ میان نے اپنے گھوڑے کو سنبھالا اور اس کا رخ سامنے کی سمت کر کے شمران کو خونی نگاہوں سے

پہلی چڑھ جانے کی وہ تکلیف تھی جو ابھی تک رفع نہیں ہوئی تھی دوسرے یہ کہ اس میں برق رفتاری سے مسلسل حملے کئے تھے اور وزنی کھڑے کو ہر سمت گھمایا تھا اس سے اس کی ہڈیاں ٹھکن پیا ہو گئی تھی، شمران اپنا کھڑا لہرانے لگا۔ ایک بار پھر اس نے گھوڑے کو دھکا دیا اور میان لائی نے پوری قوت سے شمران پر آخری وار کیا لیکن اس کا نتیجہ میان لائی کے بدن میں ہی بڑا نکلا۔ شمران تو پہلے ہی یہ کوشش کر چکا تھا کہ اس کی ضرب کی زد میں نہ آسکے۔ چونکہ وزنی کھڑا بہت زیادہ قوت سے گھوما تھا اور میان لائی نے اپنے طور پر یہ آخری حملہ بھی اس لئے وہ گھوڑے پر اپنا توازن قائم نہ رکھ سکا اور پائیں سمت زمین پر آ رہا۔ تب اس نے سمجھا کہ اصل میں اس چالاک نوجوان کا مصلح نگاہ کیا تھا شمران نے گھوڑے پر سے زندقہ اس کا ایک پاؤں میان لائی کے کھڑے پر جم گیا۔ اس نے اپنا کھڑا بلند کیا اور لوگوں کی بند ہو گئیں۔ میان لائی اس کے کھڑے کی زد میں تھا اور شمران کا ہاتھ آہستہ آہستہ جھک

میان لائی کے ہاتھ سے کھڑا نکل گیا اور اس نے جت ہو کر اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کی۔ شمران نے اپنا پاؤں اس کے پیٹ پر رکھ دیا اور کھڑا اس کے سینے پر۔ میان کی آنکھیں پھٹی رہ گئی تھیں اور کوئی سمجھا ہو یا نہ سمجھا ہو۔ لیکن میان لائی کو اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ اس نے بے حد ذہانت کے ساتھ یہ مقابلہ کیا اور اس بات کا پورا پورا خیال رکھا کہ میان لائی اس کے بدن تک مہلت دے سکتی ہے۔ اور وہ کتنی دیر میں تھک جائے گا۔ وہ اس خشک دھات کا چاہتا تھا۔ اب میان لائی کا ہاتھ کھڑے سے دور تھا اور دیکھنے والے یہ اچھی طرح دیکھ کر اس ایک جنبش میان لائی کو زندگی سے محروم کرنے کیلئے کافی ہے۔

ان اس پر سوار تھا اور اب میان لائی اس کے رحم و کرم پر۔ تب شمران نے غراتے ہوئے لوگوں سے سوال کیا۔

”کیا میں مبارغہ جیت چکا ہوں، کیا تمہارے سردار کی زندگی اب اس کھڑے کی دھار پر ہے۔“

”میان لائی کو ختم کر دے شمران، اسے قتل کر دے، یہ مبارغہ ہار چکا ہے۔“ بے شمار آوازیں اٹھیں اور میان لائی کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ درحقیقت وہ مبارغہ ہار چکا تھا۔

شمران نے فاتحانہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر میان لائی کے بدن پر سے ہٹا ہوا

میں مبارغہ جیت چکا ہوں اس کے باوجود اگر بزدل سردار زمین سے اٹھ کر میرا مقابلہ کرنا چاہتا ہے تو اسے اس قسم میں اس سے اس وقت تک مقابلہ کرنے کیلئے تیار ہوں، جب تک اس کے جسم میں جان ہے۔ ہاں اگر یہ اپنی شکست تسلیم کرتا ہے تو میں اعلان کرتا ہوں کہ میں اس کو جیتا ہوں۔“

میان لائی بدستور آنکھیں بند کئے زمین پر پڑا ہوا تھا اور مجمع پر سکوت طاری ہو گیا تھا۔ دُور سے اس کے ساتھیوں نے خوشی سے نعرے لگائے اور اپنے گھوڑوں کو آگے نکال لائے۔ وہ غزلی تھے چنانچہ کوئی بھی انہیں نہیں روک سکتا تھا ان کے گھوڑے میان لائی کے گرد

چکرانے لگے اور پھر چاروں طرف سے آوازیں ابھرنے لگیں۔ لوگوں نے شرمان کو قافح کر دیا تھا۔ بہت سی خوشی کی آوازیں سنائی دیں اور بہت سی غمناک آوازیں، جن میں ہنگامی پتیلی شامل تھی۔

میان لائی چند لمحات اپنی جگہ بے سدھ پڑا رہا، کلباڑاس کے ہاتھ سے زیادہ فاسطہ پر غمزدہ آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے اٹھا اور کھڑا ہو گیا۔ اس نے کہا۔
”میں مبارغہ ہار چکا ہوں۔ حقیقت چھپائی نہیں جاسکتی شرمان نے مجھے نہایت کمزورتی ساتھ شکست دی ہے۔“ ایک بار پھر لوگوں کی آوازیں بلند ہوئیں ہر شخص کچھ نہ کچھ کہہ رہا تھا۔ کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی۔ میان لائی نے شرمان سے کہا۔

”اور اب تو اپنا آخری کام سرانجام دے شرمان مجھے قتل کر دے، مبارغے کے بعد زندگی تیرے حق میں بتر نہیں ہے، ہو سکتا ہے مجھ سے محبت کرنے والے تیرے خلاف بغاوت کر دیں۔“

جواب میں شرمان ہنس پڑا۔ اس نے کہا۔ ”ہاں مجھے اس بات کا شبہ تھا میرے باپ کی طرح میں بھی تیری ہی اولاد ہوں اور شاید تجھ سے زیادہ چالاک، تو نے میرا جنگ کرنے کا اندازہ نہ کیا۔ سارے گرمیوں نے تجھ سے ہی سیکھے ہیں۔ مقابل کو پہلے تھکا دو، اس کے بعد اس پر وار کر۔“ دیکھ لے، میں نے تجھ پر وار نہیں کیا۔ حالانکہ تو نے میرے ساتھ رحم کا کوئی سلوک نہیں کیا۔ ایک باپ بیٹے کے رشتے کو ختم کر دیا، تو آج یہ رشتہ میں نے بھی ختم کر دیا ہے اور جہاں تک جہاد کا سوال ہے تو اگر میں اپنا داہنا ہاتھ اٹھا کر فضاء میں لہراؤں تو یہاں جتنے بھی لوگ ہیں وہ ہندو کی گولیوں سے چھلنی ہو جائیں گے۔ میرے ساتھ بے شمار افراد ہیں جو پامائوں میں پوشیدہ ہیں، انہیں بھی دیکھ لے۔“ شرمان نے ایک مخصوص انداز میں دونوں ہاتھ اٹھائے اور آہستہ آہستہ انہیں زمین کی طرف جھکا تا چلا گیا۔ تب ہی کٹونی پہاڑیوں کی جانب سے گولیاں چلنے لگیں۔ لیکن دھماکے فضاء میں کسے جارہے تھے اور پھر بے شمار افراد پہاڑیوں سے نیچے اترتے ہوئے نظر آئے۔ شرمان نے انہیں دیکھ کر قہقہہ لگایا اور بولا۔

”اور یہ عقابوں کے مسکن میں میری سرداری کا نظام سنبھالیں گے۔ تجھے یقیناً اپنے ذہانت پر خوشی ہوئی ہوگی میرے باپ؟“

جواب میں میان لائی ہنس پڑا۔ اس نے کہا۔ ”آج میرے لئے سب سے بڑی خوشی کا ہے کہ شرمان کو تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو میرا سرفرط غم سے جبک جاتا۔ مجھے قتل کر مبارغے کے بعد میری زندگی میرے لئے ناخوشگوار ہے۔“

”گویا میں اب بھی تیرے احکامات کی پابندی کروں۔ میان لائی اگر تو مجھے اپنا بیٹا نہ گریز کرتا ہے تو اس سے میرے اور تیرے درمیان یہ رشتہ ٹوٹ نہیں سکتا اور یہ بھی سن کہ نے تجھے قتل نہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں بھلا تیرا یہ حکم کیوں مانوں گا۔ اب تجھے اس قید خانہ اپنی زندگی کے بقیہ دن پورے کرنا پڑیں گے جس میں تو نے مجھے قید رکھا تھا۔“ ایک بزرگ نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”تو نے دیکھا میان تاریخ کس طرح اپنے آپ کو ہے۔ سارغہ کی کمائی آج یہاں آکر ختم ہوئی اور تجھے وہی صلہ ملا جو ملنا چاہئے تھا سارغہ نے

شرمان نے لاگا سے کہا۔ ”میرے معزز باپ کو اس قید خانے میں پہنچایا جائے جہاں مجھے قید رکھا گیا تھا۔“ لاگا اور اس کے ساتھیوں نے فوراً ہی میان لائی کے ہاتھ اس کے پشت پر کس دیئے اور اسے دھکیلتے ہوئے لے چلے۔ شرمان کے فرشتے بھی اس بات پر یقین نہیں کر سکتے تھے کہ میان لائی کا باپ نہیں ہے وہ میان لائی کے الفاظ کو سن کر یہی سوچ رہا تھا میان لائی غصے کی شدت کی بنا پر اسے اپنا بیٹا تسلیم کرنے سے انکار کر رہا ہے۔

○.....○.....○

تشمائش کی آبادی میں شور و غوغا بدستور جاری تھا۔ اور یہاں اعلان شدید ہیجان کا شکار نظر آتا تھا۔ اس کی بیوی اور بچوں کی حالت خراب تھی۔ بارہا انہوں نے خوف زدہ نگاہوں سے آبادی کی طرف دیکھا تھا اور ان کے دل میں خیال گزرا تھا کہ ابھی سیگار رو اپنے گھوڑے پر سوار اسی طرف نظر آنے کا اس کے ہمراہ تشمائش کے خوشخوار جوان ہوں گے اور یہ لشکر ان پر آپڑے گا۔ فروری تو نہیں ہے کہ عورتوں کی فوج وحشی قبیلے پر قابو پائی لے۔ لیکن مجبور تھا باتو جنونی انسان تھا اس کے سامنے کچھ کتنا خطرناک ثابت ہو سکتا تھا یوں بھی اس نے میسرہ کے لئے جو کچھ کیا تھا ان کے بعد تو اس کے لئے صرف جان دی جاسکتی تھی۔

سورج نے پورا سفر طے کر لیا اور شام کے سائے لہرانے لگے۔ تب آبادی کی طرف سے چھ ٹوٹے سوار اس طرف آتے نظر آئے جن میں سے دو سمانہ اور غلامہ تھیں۔ وہ سب مضطرب ہوں سے انہیں دیکھنے لگے۔ آنے والوں کے لباس خون سے چھلے ہوئے تھے لیکن ان کے چہروں وحشی مسکراہٹیں تھیں۔

”ہم نے کھیت کاٹ لئے ہیں باتو بابا۔ سیگار کو رسیوں سے جکڑ لیا ہے باقی کام تمہاری بات کے مطابق کئے گئے ہیں۔“

”کام مکمل ہو گیا۔“

”ہاں اب بالکل مکمل ہے۔“

”تھک ہے قیدیوں کو اسی طرف ہانک لاؤ۔ ضرورت کا تمام سامان نکال کر گھوڑوں پر لادلو۔ پوری بستی نذر آتش کر دو۔“ باتو نے حکم دیا۔ اور لڑکیوں نے گردن جھکادی پھر وہ اسی برق

تندی سے واپس پلٹ گئیں۔ باتو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”تشمائش کا جائزہ لو گے اعلان۔“

”نہیں باتو۔ روشنی والے کے نام پر مجھے یہ منظر دیکھنے کے لئے مجبور نہ کر۔ میں شقی القلب ہوں۔“ باتو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔

”تب مجھے کچھ دیر کے لئے ضرور اجازت دو۔ میرے لئے یہ مناظر بہت دلکش ہوتے ہیں۔ ان سے میرے دل کے تار بندھے ہوئے ہیں۔“ اس نے اپنے گھوڑے کا رخ بستی کی تبدیلی کر کے اسے ایڑ لگا دی۔

اعلان اور اس کے اہل خاندان اس طرح بے حواس تھے کہ باتو پر تبصرہ بھی نہ کر سکے۔ انہوں نے بستی سے دھویں کے بادل بلند ہوتے دیکھے۔ اور اعلان نے آنکھیں بند کر لیں۔ اعلان کی آوازیں بولیں۔

نہا جراتی رہی۔ قیدی روتے پیتے رہے۔ صبح کو باتو نے میسرہ واپسی کا اعلان کر دیا۔ سہرے سے جاری ہو گیا کیونکہ قیدیوں کو بیدل سفر کرنا تھا۔ البتہ سیگارو کو گھوڑا دیا گیا تھا۔ اس کے ساتھ پرانہ دے گئے تھے۔ اذلان کے چہرے پر غم کے نقش نظر آگئے تھے۔ وہ دشمن کی تباہی سے نہیں تھا۔ کاشان اور افغان البتہ اس سے متفق نہیں تھے۔

میسرو کی طرف سفر کا چوتھا دن تھا۔ وہ اونچے نیچے پہاڑی ٹیلوں کے درمیان سفر کر رہے تھے۔ بے سہل کر لیا تھا اور بہت دور نظر آنے والے پہاڑوں کی چوٹیوں کے پیچھے منہ چھپانے کا حکم سیگارو کے حلق سے چیخ نکلی اور اس نے اپنے گھوڑے کو ٹھوکریں لگائیں۔ وحشی نے ایک زقہ بھری اور آن کی آن میں بہت دور نکل گیا۔ سیگارو کی وحشیانہ چیخ نے سب کو رنج و جدہ کر لیا۔ پھر انہوں نے اسے بھاگتے ہوئے دیکھا۔ کاشان دور سے چیخ کر بولا۔

”وہ بھاگ رہا ہے۔“ اس کے ساتھ ہی اس نے شانے سے بندوق اتار کر اس کا نشانہ لے لیا۔ باتو نے اس کی رائفل کی ٹال اوپر کروی۔

”نہیں! اس پر گولی نہیں چلائی جائے گی۔“

”وہ فرار ہو رہا ہے باتو بابا۔“

”اس کا فرار ہمارے لئے خطرناک ہو سکتا ہے۔“ افغان نے کہا۔

”وہ اپنے دوست قبیلوں سے مدد لیکر میسرہ پر حملہ آور ہو سکتا ہے! اسے ہلاک کرنا ضروری ہے۔“ افغان اور کاشان مسلسل بول رہے تھے۔ باتو نے انہیں گھور کر سرد لہجے میں کہا۔

”یہ بات بھی نہ بھولا کرو کہ پارٹی لیڈر میں ہوں۔“ کاشان نے بندوق جھکا لی۔

سیگارو بہت دور نکل گیا تھا۔ پھر اس نے ایک بلند پہاڑی کا رخ کیا اور اس کا گھوڑا اسے بہت دور تک لے گیا۔ اس کے بعد وہ گھوڑے کی پشت سے اتر گیا اور اس نے بلندی پر ٹوٹ کر دیا۔ اذلان نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا پھر بند کر لیا۔ باتو سرد آنکھوں سے سیگارو کو دیکھا۔ سیگارو پہاڑی کی سب سے بلند چوٹی پر پہنچ گیا ایک لمحے وہاں رکا اور دوسرے لمحے اس نے بلندی سے نیچے چھلانگ لگا دی۔

”پلے رہو۔ ہمیں طویل سفر کرنا ہے۔“ باتو آہستہ سے بولا۔ اور انہوں نے اپنے گھوڑے پر چڑھ کر اپنے۔

○.....○.....○

ٹھکانہ پہاڑی غاروں میں بنے قید خانے کا وزنی دروازہ کھلا اور میان لائی کو اس میں دھکیل دیا۔ ”شیرماہ، سومایہ وغیرہ حیرت سے آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہے تھے۔ انہیں اپنی تعین نہیں آتا تھا لیکن وہ میان لائی ہی تھا۔ سو فیصد میان لائی تھا۔ الخبت باغہ نے شیرماہ کو گولی کی۔

”کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی دیکھ رہے ہو۔“

”شیرماہ نے کہا۔“

”جس طرح یہاں آیا ہے اس پر غور کیا۔“

”جس طرح جیسے قیدیوں کو لایا جاتا ہے۔“

”روشنی والے کی قسم اگر مجھے سیگارو کے خلاف جنگ کرنے کی قدرت حاصل ہو تو تیرے بھی میں یہ سب کچھ نہ کرتا جو باتو نے کیا ہے۔ حالانکہ سیگارو نے یہی سب کچھ کیا تھا۔“

کافی دیر گزر گئی۔ پھر انہوں نے شام کے اترتے ہوئے سایوں میں قیدیوں کی قطاریں دیکھیں جو اسی طرف آ رہی تھیں۔ چلتے ہوئے تھماش کی روشنی فضاء کو سرخی بخش رہی تھی۔ قیدیوں کے ساتھ ان کی آہ و بکا کی آوازیں قریب آتی جاری تھیں ان کے عقب میں میسرہ کی قلع عورتیں انہیں ہانکتی لاری تھیں جن کے ساتھ مال و اسباب سے لدے ہوئے گھوڑے تھے۔ تھماش کی تباہی مکمل ہو گئی تھی۔ اذلان نے سیگارو کو پہچان لیا اس کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور وہ ایک گھوڑے پر سوار تھا۔

قیدیوں کو یہاں لا کر روک دیا گیا۔ باتو اذلان کے پاس آگیا اور اس نے کہا۔ ”آؤ اذلان۔ سیگارو سے ملاقات کرو؟“ کاشان اور افغان بھی اذلان کے ساتھ آگے بڑھ گئے تھے۔ سیگارو نے تھماش کی نظروں سے اذلان کو دیکھا۔ اذلان نے کہا۔

”بات بہت چھوٹی تھی سیگارو۔ مذاق کیا تھا میں نے۔ تم نے اس مذاق کو کیا رنگ دیا۔“

”ایک چھوٹی سی غلطی کا خیا زہ بھگتا ہے میں نے کاش میں میسرہ سے ہر ذی روح کا نشان منادیتا لیکن تو نے ان عورتوں سے خوب کام لیا اذلان میں تجھے داد دیتا ہوں اور ان کے انداز جنگ کی تعریف کرتا ہوں۔ البتہ ایک سوال ضرور کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیا؟“ اذلان نے کہا۔

”جس غلطی نے مجھے اس تباہی سے دوچار کیا ہے وہی غلطی تو کیوں دہرا رہا ہے۔“

”کوئی غلطی؟“

”ان جوانوں کو قیدی بنانے سے کیا حاصل ہوگا۔ عورتوں کی فوج نے تھماش میں کی عورت، کسی بچے کو زندہ نہیں چھوڑا۔ اس نے مردوں کو مارنے سے گریز کیا ہے کیا تو نے ان کے قتل کے لئے کوئی اور طریقہ سوچا ہے۔“

”اس کا جواب میرے پاس ہے سیگارو۔“ باتو نے مسکرا کر کہا اور سیگارو کی نظریں باؤ کی طرف اٹھ گئیں۔ باتو بولا۔ ”طریقہ کار الٹ دیا گیا ہے تم نے میسرہ میں عورتوں کو بے کس اور لاچار کر کے چھوڑ دیا تھا، ہم نے تھماش سے میسرہ کے لئے غلام حاصل کئے ہیں تھماش کے ذیف میسرہ کو سنواریں گے۔ وہ میسرہ میں بیچ جانے والی عورتوں کی غلام کریں گے۔ ان کے لئے کچھ باڑی کریں گے۔ میسرہ کو خوبصورت ترین آبادی بنانے کے لئے وہ گلدھوں کی طرح کام کریں گے۔ پھر جب وہ اپنی عورتوں اور بچوں کا غم بھول جائیں گے تو میسرہ کی عورتوں سے شادی کریں گے۔ میسرہ آباد ہو جائے گا لیکن تھماش ہمیشہ کے لئے ختم ہو گیا۔ پہاڑوں سے تھماش کی تاریخ ختم ہوئی۔ تم نے کہا تھا کہ میسرہ میں دوبارہ کوئی کوسہ نہ بنے لیکن آؤ تمہیں آباد میسرہ دکھاؤں۔ دیکھو اب کتنا محفوظ ہے؟“

سیگارو نے فرط غم سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

رات بھر چلتے ہوئے تھماش کے شعلے پہاڑوں کو سرخ کئے رہے۔ جلتی ہوئی لاشوں کی چٹا

”آہ دیکھو وہ لوگ قید خانے کا دروازہ بند کر کے واپس چلے گئے ہیں۔“

”کیا یہ میان کا کوئی نیا کھیل ہے؟“

”روشنی والا ہی جانتا ہے۔“

میان لائی نے ایک نگاہ ان لوگوں پر ڈالی اور ایک گوشے میں جا بیٹھا۔ وہ سب دروازے دیکھ رہے تھے۔ شیرماہ نے کہا۔

”الخت بانہ۔ تم اس سے ملاقات کرو۔ یہ تو کچھ عجیب سی بات لگ رہی ہے۔“

”میں۔ شاید میں ایسا نہ کر سکوں۔ ہاں سوایہ اگر ہمت کر لے تو۔ سوایہ تو اس کی مزاحمت ہے۔“

”تھی۔ اب میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔“

”کوئی تو کچھ کرو۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔“ الخت بانہ بڑبڑانے لگا لیکن ان پر میان کا بڑا تھی وہ اس کے پاس جانے کی ہمت نہیں کر پارہے تھے۔ اس وقت ماہ لخت نے سب سے بڑا جرات کا ثبوت دیا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

”میں اس سے بات کرتا ہوں؟“ وہ میان کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے قریب پہنچ کر ماہ لخت نے کپکپاتی آواز میں کہا۔

”میں نے تجھ سے رحم کی کوئی درخواست نہیں کی سردار معظم۔ نہ میں اس سازش کا شریک تھا نہ میری بیوی۔ ہم تو بے گناہی کی قید بھگت رہے ہیں لیکن ہم اس سے انکار بھی نہیں کر سکتے۔ شمران ہمارا ہی بیٹا ہے۔ الخت بانہ اس لئے صاحب اختیار تھا کہ وہ سردار کی بیوی کا باپ تھا اور نہ ماننے والوں کے خلاف سخت قدم اٹھا سکتا تھا۔ میرا باپ اس کا دوست اور میری ہی طرف سے حکم ماننے کے لئے مجبور تھا۔ ہم نے جو کچھ کیا مجبوری کے عالم میں کیا۔ لیکن ہم برابر کے مجبور پائے۔ ہم آج بھی خود کو بے گناہ سمجھتے ہیں بانہ؟“

میان نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ دیکھتا رہا پھر آہستہ سے بولا۔ ”وہ تیرا بیٹا ہے شیرماہ بیٹے لیکن جو بے گناہ اولاد شیر نہیں ہوتی اس کی تحقیق میں نے کی ہے۔ اسے میں نے پروا نہیں ہے ایک کم ظرف کو سرداری کے قافل میں نے بنایا ہے۔ اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا۔“

”اگر ہو سکے تو ہمیں بے گناہ سمجھنا سردار۔ ہم پر غور کرنا۔ ہمیں رحم کی نگاہ دے دیکھا۔“

”اب اس کی ضرورت نہیں ہے شیرماہ کے بیٹے کیونکہ اب تو صاحب اختیار بے گناہ عقابوں کا سردار بن چکا ہے۔ اس نے مجھ سے ہی دغا کر کے مجھے شکست دی ہے اور اب ماہ لخت نے قیدی ہوں۔“

ماہ لخت تو سکتے میں رہ گیا لیکن الخت بانہ کے کان اسی سمت لگے ہوئے تھے۔ نہ قافلہ تھا اور نہ میان لائی کی آواز اتنی مدد کم نہ سنی نہ جاسکے۔ الخت بانہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”تو نے سنا شیرماہ جو کچھ میں نے سنا تو نے بھی وہی سنا ہے۔“

الخت بانہ خوشی سے لرزتی آواز میں بولا۔ پھر چچ کر اس نے ماہ لخت سے پوچھا۔

میان لائی شمران سے مبارکباد ہار گیا ہے۔

”ہاں۔ وہ یہی کہتا ہے؟“ ماہ لخت نے کہا۔

”یقیناً جھوٹ نہ کہتا ہوگا۔ آہ شمران عقابوں کا سردار بن گیا۔ اگر ایسا ہے تو پھر ہم یہاں قید ہیں۔ محافظوں پر بے موجود لوگوں۔ سنو اور ادھر آؤ۔ کیا تم اپنی موت چاہتے ہو فوراً قید خانے کا دروازہ کھولو۔ تمہیں علم نہیں تمہارے نئے سردار کے ماں باپ یہاں قید ہیں۔ ارے بڑا قہقہہ فوراً دروازہ کھولو۔ تم نے دیر کی تو تمہیں سزا ملے گی۔ جلدی سے دروازہ کھول کر ہمیں باہر نہ سزا پاؤ گے۔“

قید خانے کے محافظ اس چیخ و پکار سے پریشان ہو گئے۔ وہ ایک ایک کر کے دروازے کے نچے جمع ہونے لگے۔

قید خانے میں میان کی آمد ہی محافظوں کے لئے سخت حیرت اور پریشانی کا باعث تھی۔ انہوں نے عالم ہوش میں میان کے حکم سے قیدیوں کو قید خانے میں آتے ہوئے دیکھا تھا۔ میان کی قیدی حیثیت سے آمد ان کے لئے ناقابل یقین تھی۔ لیکن جو لوگ اسے لائے تھے انہوں نے نئے قیدی کی داستان سنی تھی۔ محافظ ابھی تک انہیں میں تھے لیکن میان نے خود بھی کچھ نہیں کہا تھا۔ انہوں پر اس کی اس قدر ہمت تھی کہ اگر اس وقت بھی میان انہیں حکم دیتا تو وہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے۔

محافظوں کے سردار نے کہا۔ ”جو کچھ تم کہہ رہے ہو بانہ وہ ہماری سمجھ میں نہیں آ رہا۔ ہم تم کو شور نہ مچاؤ۔ اور آنے والے وقت کا انتظار کرو۔“

”دیکھو، حماقت کی باتیں نہ کرو، وہ عمل کرو جس سے مستقبل میں تمہیں عزت و سرفرازی ملے۔ فرض کرو تم ہمیں احترام کے ساتھ یہاں سے نکالو اور ہمارے گھروں تک پہنچا دو تو آنے والے وقت میں تم نئے سردار کے پہلے وفاداروں میں شمار کئے جاؤ گے اور جب اسے علم ہوگا کہ تم ہاں کے ماں باپ کو اس قدر احترام دیا ہے خود سوچو کیا وہ خوش نہ ہوگا۔“

”یہ تو ٹھیک ہے لیکن۔“

”الحق، اپنی تقدیر تاریک کر رہے ہو، ادھر دیکھو، وہ شیرماہ ہے اور وہ اس کا بیٹا ماہ لخت، نئے ہوا ماہ لخت کون ہے، شمران کا باپ اور وہ عشم، تمہارے سردار کی ماں اور تم نے سردار کے باپ کو قید کر رکھا ہے لیکن دیکھو کچھ نہ کرو فوراً انہیں آزاد کر دو۔“

”آخر کس کے حکم سے، جن لوگوں کو میان لائی کے ساتھ قید خانے بھیجا گیا تھا وہ نئے سردار کے حکم بھی لا سکتے تھے کہ شیرماہ اور دوسرے قیدیوں کو آزاد کر دیا جائے۔“

”ابو قوف، نئے سردار کو ابھی ان امور کیلئے فرصت کہاں ملی ہوگی، کیا تو اس وقت تک تاخیر رکھے گا جب تک سردار اپنے ضروری امور نہ نٹالے۔“

”یہ تو مجبوری ہے الخت بانہ، تیرے حکم سے تو میں تجھے یہ رہائی نہیں دے سکتا۔“

”گویا تو حکم عدولی کر رہا ہے، نا فرمانی کر رہا ہے، اس کی سزا جاتا ہے، دیکھ اپنی آنکھوں سے، یہ میان لائی ہے، اسی کے حکم سے ہمیں یہاں قید کیا گیا تھا۔ اب یہ خود قیدی ہے اور اس نے قید کیا ہے، شمران نے۔ اور اس نے خود سب کو بتایا ہے کہ شمران اس کا نہیں

نہ کا بیٹا ہے اور اب شمران سردار ہے۔ ہے کہ نہیں؟“

”جو کچھ بھی ہے الخت بانہ میں تم لوگوں کو رہا نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ سردار کا حکم نہ

دوسری صبح الاوشیہ نے اپنا وعدہ ایفا کر دیا۔ زرد جو اہر اور دوسری اشیاء سے بھرے قجر مع
بازار وازنات کے ان کے پاس پہنچا دیئے گئے۔ اور حکم دیا گیا کہ وہ یہاں سے روانہ ہو جائیں۔ یہ
کچھ دیکھ کر ان پر دیوانگی طاری ہونے لگی تھی۔ زرد بان نے ایک سنگین خاموشی اختیار کر لی
تھی۔ اس کے بعد ایک وحشت ناک سفر کا آغاز ہو گیا۔ اور وہ موت کی وادیوں سے گزرنے
لگے۔ لیکن زندگی کہیں بھی ان کے استقبال کے لئے موجود نہ تھی۔ اس وقت بھی وہ خطرناک
طائفوں کا سفر کر رہے تھے۔

ظاہر خطرناک نظر آنے والے یہ ڈھلان ناقابل عبور نہ ثابت ہوئے اور وہ گہرائیوں میں اتر
پڑے۔ باجمیرہ وجہ بھی تھی کہ برف کے جنم میں یہ سفر ان کے لئے اتنا دشوار گزار تھا کہ وہ صوبوں
وہل گئے تھے۔ گھاس پر پڑنے والے پہلے قدم نے ان کے دلوں میں خوشی کی لہر دوڑا دی اور وہ
بگھاس پر لوٹیں لگانے لگے۔ سب خوش نظر آرہے تھے۔

لیزائے کہا..... "ہم یہاں رک کر تھکن دور کریں گے پھر آگے بڑھیں گے۔"

"برفانی بلندیاں یہاں سے قریب ہیں جس کی وجہ سے یہاں سردی زیادہ ہے۔ بہتر ہے تھوڑا
زیر کے جنگل میں داخل ہو جائیں گے وہاں ہمیں درختوں کے درمیان گرمی ملے گی۔" آسٹرنے
پورچس کی اور سب نے یہ تجویز مان لی۔ درحقیقت درختوں کے نیچے سرد ہواؤں کا گزر نہیں تھا۔
نہیں یہاں سکون ملا اور انہوں نے وہیں ڈیرے لگا دیئے۔ خوفناک برف سے نجات کی یہ پہلی
ات تھی۔ انہوں نے آگ روشن کر لی تھی اور اس کی حرارت سب کو لطف دے رہی تھی۔ سب
بامدھ ہو گئے اور جنگلی خطرات سے بے نیاز گہری نیند سو گئے۔ رات بے خطر گزر گئی۔ دوسری
صبح خوشگوار تھی۔ ایک ایک کر کے سب جاگ گئے۔

آسٹرنے ہنستے ہوئے بڑے کہا۔ "بڑیا رات کو کسی نے جاگ کر پہرہ دیا تھا؟"

"مثالیہ سب ہی سو گئے تھے مسٹر ولیم....." بڑیا مسکرا کر بولا۔

"انسان کے اندر کتنی چلک ہے مسلسل مصائب موت تک سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔ ہمیں
ناہنگوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم لیکن ہم نے کوئی پروا نہیں کی۔"

"پیشک۔"

"آہم، ہمیں یہ علم ہو گیا کہ یہاں ہم بے خطر رہ سکتے ہیں۔ اس لئے ایک دن اور ایک
ات یہاں اور گزارا جاسکتی ہے۔" لیزائے کہا۔

"کیوں لیزا!..... تم تو جلد سے جلد یہاں سے نکل جانا چاہتی ہو۔"

"میں بہت تھک گئی ہوں آسٹرن....."

"میزم کی بات مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہے مسٹر ولیم....." بڑنے سفارش کی۔

"اوکے..... اوکے..... میں ہمیشہ دوسروں کی رائے سے اتفاق کرتا ہوں۔" ولیم نے مسکرا
کر کہا۔

پورا دن خوشگوار گزارا تھا۔ خوب آرام کیا گیا تھا۔ شام ہو گئی۔ رات کے کھانے سے
لٹ حاصل کر کے فلیش نے زرد بان کو اشارہ کیا اور دونوں ٹھٹکتے ہوئے دوسروں سے دور نکل
کر فلیش مسکرا کر بولا۔

موصول ہو۔
"خیال رکھنا اس بات کا خیال رکھنا اور اس حکم عدولی کی سزا کے لئے تیار رہنا۔" الخت بانڈ
نے دھمکی دے کر کہا۔

"حماقت کی باتیں تم کر رہے ہو بانڈ، شران نیا سردار ہے کیا۔" محافظ نے کہا۔

"مجھے علم نہیں۔"

"مجھے علم ہے، شران نیا سردار ہے وہ شیراہ کا پوتا ہے اور ماہ لخت کا بیٹا۔ لیکن یہ حکم نہ
شیراہ نے دیا ہے نہ ماہ لخت نے۔ تو آخر کون ہے ایک سازشی۔ وی تاجس کی بیٹی عقابوں کو سردار
دے سکی اور میان کے کوستے سے نکالی گئی۔ اب تو تو سابق سردار کا سر بھی نہیں ہے پھر تیرا حکم کیا
معنی رکھتا ہے۔"

"اس۔" الخت بانڈ کا منہ کھلا رہ گیا۔ محافظ کے ان الفاظ نے اسے لاجواب کر دیا تھا۔ اس
کے بعد وہ کچھ نہ بول سکا اور محافظ واپس چلا گیا۔ پھر وہ شیراہ کے پاس جا بیٹھا کچھ دیر خاموش رہنے
کے بعد اس نے کہا۔ "تیری خاموشی مجھے عجیب لگ رہی ہے شیراہ۔"
"آہ جو کچھ ہوا ہے مجھے اس پر یقین نہیں آیا الخت بانڈ۔"

"ٹھیک ہے پڑے رہو قید خانے میں، میرا کیا ہے صرف میں ہی تو قیدی نہیں ہوں وہ بد بخت
کہتا ہے کہ میں کون ہوں کیا تم اسے نہیں بتا سکتے تھے کہ میں کون ہوں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے بانڈ..... مگر میں کسی سے کیا کہہ سکتا ہوں تم جانتے ہو میں سیدھا سارا آدمی
ہوں۔ میں نے تو پہلے بھی تمہارے حکم کی تعمیل کی تھی ورنہ اس سازش میں میرا کوئی حصہ نہیں
تھا۔ میرا بیٹا اور بھو بھی یہ سب کچھ نہیں جانتے تھے۔ مگر سزا ہمیں بھی ملی....." شیراہ نے کہا۔

"اب جب سردار کے کوستے میں رہو گے۔ سردار کے دادا کھلاؤ گے تو مجھے پوچھو گے گی
نہیں۔ دیکھ لو وہ کرد کھایا جو منہ سے کہا تھا۔ تھوڑی سی قید بھگت لی تو جب مجھے بڑا بھلا کہتے رہے کہ
میرے گناہوں کا نتیجہ بھگت رہے ہو۔"

"آہ کون جانے اب کیا ہوگا۔ کون جانے شران نے اس حقیقت کو قبول کیا ہے یا نہیں۔"
شیراہ نے کہا اور الخت بانڈ پھر اچھل پڑا۔

"اوہو..... ارے اب میں سمجھا۔ اب سب کچھ میری سمجھ میں آ گیا۔ اچھا تو یہ بات ہے تم
نے خوب یاد دلایا..... شران تو اس وقت یہاں موجود نہیں تھا جب اس راز کا انکشاف ہوا۔ گویا
اسے ابھی تک یہ نہیں معلوم ہے کہ اس کے اصل ماں باپ کون ہیں۔ آہ یہی بات ہے ورنہ سب
سے پہلے وہ ہمارے لئے قید خانے کے دروازے کھولتا۔ تو یہ بات ہے۔"

"اسے یہ بات کون بتائے گا۔" شیراہ نے کہا اور الخت بانڈ ہنس پڑا۔
"بہت سیدھے ہو، بہت بے وقوف ہو۔ وہ سردار بنا ہے اس وقت ہر شخص اس سے قوت
خواہشمند ہوگا۔ ہر شخص اس کے لئے سب کچھ کرنے پر آمادہ ہوگا۔ کوئی نہ کوئی اسے اس بارے
میں ضرور بتا دے گا۔ ہم اس وقت تک قید خانے میں ہیں جب تک اسے اصلیت کا علم نہیں
ہوتا۔" شیراہ نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

”بے حد دلچسپ تجربات ہو رہے ہیں زردبان.....“

”تمہارے منہ سے اپنا نام سن کر مجھے بہت خوشی ہوتی ہے فلیش۔“

”میں کہہ رہا تھا کہ انسانی فطرت کے بہت دلچسپ پہلو سامنے آرہے ہیں۔“

”ہاں تمہیں علم ہے کہ ہیروں کا صندوقچہ کہاں ہے۔“

”میں نے غور نہیں کیا۔“

”وہ دیکھو..... وہ جو خچرے سامان اتار کر رکھا گیا ہے صندوقچہ اس سامان میں رکھا ہے اور دوبارہ کسی نے اس صندوقچہ کو کھول کر ایک بار بھی ان ہیروں کو نہیں دیکھا۔ حالانکہ وہ بے حد عجیب ہیں اور مذہب آبادیوں میں ان کے حصول کے لئے دس بیس قتل آسانی سے ہو سکتے ہیں۔“

”یہ سچ ہے زندگی سے زیادہ قیمتی کوئی شے نہیں ہوتی فلیش.....“ زردبان نے کہا۔

”ہوتی ہے زردبان“ فلیش بولا۔

”میرے؟“

”نہیں..... محبت“ فلیش نے کہا۔ اور زردبان مسکرانے لگی۔

”ہاں میں مانتی ہوں۔“

”تمہارے عمل پر مجھے حیرت ہوتی ہے زردبان۔ تم نہایت سکون کے ساتھ ان کے ہزار ہو۔ تمہارا کیا خیال ہے برف کے اس خوفناک علاقے کو عبور کرنے کے بعد کیا ہم ان ہولناک پہاڑوں کی سرحد عبور نہ کر لیں گے۔“

”نہیں.....“ زردبان نے کہا۔

”مجھے تم سے اختلاف ہے۔ مذہب آبادیوں میں جانے کے لئے اس خوفناک برقرار کے علاوہ اور کوئی چیز مانع نہیں ہو سکتی۔“

”شاید تم نے ان پہاڑوں کے بارے میں تفصیل نہیں پڑھی ہے شاہ گانگ اور پھولا گانگی کی چوٹیاں برفانی مہم جو ابھی تک سر نہیں کر سکے ہیں۔ یہ خطے دنیا کے پراسرار ترین علاقوں میں شمار ہوتے ہیں اور یہاں ابھی تک قدرت کے راز انسان کی پہنچ سے دور ہیں۔“

”تو تمہارا خیال ہے کہ ہمیں ان جنگلوں کے دوسری طرف مذہب آبادیوں کے راستے نہیں ملیں گے۔“

”مشکل ہے.....“

”اگر مل گئے تو.....؟“

”مجھے خوشی ہوگی۔“

”انہیں دیکھ کر تمہارے دل میں یہ آرزو نہیں پیدا ہوگی کہ تم بھی سب لوگوں کے ساتھ سرحدیں عبور کر کے مذہب دنیا میں چلو۔“

”نہیں فلیش..... یہاں میرا سب کچھ ہے۔ میری ماں باپ اور بہنیں ہیں میرا گھر۔“

”فلیش میں ان سب سے ملنا چاہتی ہوں۔ میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا۔ میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں۔“

”لیکن تم تو ان کا ساتھ اس طرح دے رہی ہو جیسے تمہیں اس مشن سے پوری دلچسپی ہو۔“

”مجھے دلچسپی ہے۔ ان کی ہر کاوش میں حصہ لینا مجھ پر فرض ہے۔ اگر انہیں مذہب آبادیاں نہ مجھے بے حد خوشی ہوگی۔ میں ان آبادیوں کی سرحد پر انہیں خدا حافظ کہوں گی۔“

”اور مجھے.....؟“ فلیش نے کہا۔ اور زردبان چونک کر اسے دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ سے ”نہیں بھی۔“

دوسری رات بھی گزر گئی۔ تیسری صبح تیز رفتاری سے درختوں کے درمیان سفر شروع ہو گیا لیکن دور دور ہو گئی تھی خچر تک تازہ دم ہو گئے تھے۔ پہاڑوں سے گزرنے والے آبشاروں سے پانی کے زخاں لے گئے تھے۔ سارا دن سفر میں گزر گیا۔ رات تو درختوں کے درمیان ہی ہوئی پانی نکلنے تک سفر کیا گیا پھر قیام اور دوسری صبح پھر سفر جاری ہو گیا۔ دوپہر کے بعد درختوں کا چھدرا ہو گیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی آسٹریلیئن کے چرے پر تشویش کے آثار نمودار ہونے لگے بڑے محسوس کیا اور بولا۔

”کوئی خاص بات ہے مسٹر ولیم۔“

”ہاں..... شاید تم میں سے کسی نے یہ بو محسوس نہیں کی۔ یا پھر تم اس کے بارے میں ہی نہیں ہو۔“

”ہاں.....؟“

”ہاں.....“ ولیم نے کہا اور بڑھری گہری سانسیں لینے لگا پھر آہستہ سے بولا۔

”اب مجھے احساس ہو رہا ہے لیکن آپ کے خیال میں یہ کیسی جڑ ہے۔“

”گندھ کی..... اور عین ممکن ہے درختوں کا سلسلہ ختم ہوتے ہی ہمیں گرم دلدلیں نظر آئیں گی یہ بو انہیں کھولتی دلدلوں سے اٹھتی ہے۔“ ولیم آہستہ سے بولا بڑھا موش۔ ایک مہم جو کے تجربے کو چیلنج نہیں کر سکتا تھا۔ مزید چند گھنٹوں کے سفر کے بعد آسٹریلیئن پانی کی تصدیق ہو گئی جنگلوں کا سلسلہ ختم ہو گیا اور اب ان کے سامنے ویرانے پھیلے ہوئے تھے۔ گھاسٹلے کے بعد ناہموار ٹیلوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ یہ ٹیلے دلدلوں میں ابھرے ہوئے رقبہ میں جگہ جگہ سفید دھواں اٹھتا نظر آ رہا تھا۔ جس سے گندھ کی بدبو منتشر ہو رہی تھی۔ ان ٹیلوں اور میدانوں کا اختتام ان سرمئی لکیروں پر ہو رہا تھا جو زمین و آسمان کی سرحد کے غم آری تھیں اور ان کا تسلسل نظر کی حد تک نہیں ٹوٹتا تھا۔ گویا ناقابل عبور پہاڑوں کا دیباہ جن سے گزر کر وہ ان پہاڑوں میں داخل ہوئے تھے اور یہاں انہیں ایک اتفاقیہ درہ مل گیا۔ ان پہاڑوں تک پہنچنے میں انہیں ایسی دلدلوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔

ولیم کے منہ سے بے اختیار نکلا..... ”آہ اس شیطان عورت نے غلط نہیں کہا تھا۔“ کسی نے آواز نہیں نکل سکی کیونکہ حقیقت سب کے سامنے تھی۔ انہوں نے یہ پڑھتے سفر کر لیا تھا..... اور یہ تصور سب سے زیادہ جان لیوا تھا کہ اب یہاں سے واپس جانا پڑا تو وہی دوبارہ کرنا پڑے گا۔

”ایک آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے رندھی ہوئی آوازیں کہا۔“ آگے جانا تو ممکن ہی نہیں۔“

”لیکن تم تو ان خوفناک دلدلوں کے عبور کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔“

”اوہ بڑے..... کیا تم یہ آواز سن رہے ہو۔ غور کرو یہ کسی دریا کے بننے کی آواز ہے۔ آسٹرو لین نے کہا اور بڑے اس آواز پر کان لگا دیے۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔

”ہاں..... یہ دریا کے بننے کی آواز ہے اور اس سمت سے آ رہی ہے۔“ بڑے دانش ور اشارہ کیا۔

”نہیں مسٹر بڑے..... آپ کا خیال غلط ہے دریا اس طرف ہے۔“ روزال نے اصرار کیا۔

”بائیں سمت.....؟“ بڑے تعجب سے بولا۔

”ہاں دریا اسی طرف ہے۔“ روزال نے کہا۔

”نہیں روزال آواز اس طرف سے آ رہی ہے۔“ بڑے بغور اس آواز کو سن کر کہا۔

”نہیں بڑے..... روزال کا کہنا درست ہے پہاڑوں اور دیرانوں میں آواز سے زیادہ اس کی بازگشت ہوتی ہے۔ آواز کی سانس پر غور کرو تو بات سمجھ میں آجائے گی۔ دریا کی آواز کئی

یکساں ہے جبکہ اس کی بازگشت ذخیرہ ہوتی ہے اور جہاں سے ٹکرا کر لوٹتی ہے وہاں زیادہ سناؤ

ہے۔“ ولین نے کہا اور بڑے زمین چران ہونے لگا۔

”یہ واقعی ایک مہم جو کا تجربہ ہے۔“ فلیش دلچسپی سے بولا۔

”آؤ.....“ آسٹرو لین نے کہا۔ اور ان لوگوں نے بائیں سمت کا رخ کیا۔ لیزا روٹے ہوئے

بولی۔

”اگر دریا مل جائے تو اب اصولی طور پر ہمیں خود کشتی کر لینی چاہئے۔ میں واپسی کا مرکز

کے بجائے مرقانا پسند کرتی ہوں۔ میں دریا میں ان راستوں پر بھی سفر نہ کروں گی۔“

”نہیں لیزا..... تمہیں روٹے دیکھ کر مجھے شرمندگی ہوتی ہے۔ تم ایک ایسے مہم جو کی ہو

جس کے بارے میں لوگوں کا خیال تھا کہ اس کے سینہ میں دل کی جگہ پتھر کا ٹکڑا رکھا ہوا ہے۔

وہ بدترین حالات میں بھی خوف کا شکار نہیں ہوتا۔ بد نصیبی نے مجھ سے میرا ایک ہاتھ چھین لیا۔

کے علاوہ زربدان نے ہماری زندگی کا رخ بدل دیا ورنہ میری سمات کی کچھ اور داستانیں رقم

ہوتیں۔“

”میرے اعصاب ٹوٹ چکے ہیں آسٹرو..... میں تھک گئی ہوں۔“ لیزا نے سسکتے ہوئے کہا۔

”نہیں ڈیر..... حالات کیسے بھی ہوں میں تمہارے ساتھ ہوں اور جہاں ہم دونوں بچا

وہیں زندگی ہے۔ کیا یہ تمہارے ہی الفاظ نہیں ہیں۔“

”ہاں..... میں“ لیزا نے سسکی لے کر کہا۔

”پلیز خود کو سنبھالو.....“ آسٹرنے محبت بھرے لہجے میں کہا اور لیزا کی سسکیاں بند

فاصلہ طے ہوتا رہا اور پھر وہ ٹھنڈا تیز دریا نظر آنے لگا جس کی آواز انہوں نے سنی تھی۔ وہاں

قریب پہنچ گئے۔ لیزا نے کہا۔

”ہم کیس بھی چلے جائیں..... بیکار ہی ہے۔ اب میں تم سے اتفاق کرتی ہوں آسٹرنے

نے کہا تھا کہ وہ پتہ لگانا چاہتی ہے کہ کوئی اس کے متعین کردہ ذریعے کے علاوہ کسی اور طریقے

اس تک پہنچ سکتا ہے یا نہیں۔ میرے خیال میں ناممکن ہے۔“

”ہاں ایسا ہی لگتا ہے..... بڑے..... تمہیں بات یاد ہے۔“ آسٹرنے کہا۔

”وہ دیوانہ پارٹی لیڈر.....؟“ بڑے نے کہا۔

”ہاں۔“ آسٹرنے مسکرا کر بولا۔

”اچھی طرح یاد ہے موسیو بلکہ ان علاقوں میں آکر وہ مجھے کئی بار یاد آیا ہے۔“

”وہ درحقیقت ایک تجربے کا مہم جو تھا اس نے ہمیں ایک ترکیب بتائی تھی جو بہر حال نہ

ہماری زندگی کا باعث بنی تھی بلکہ اسی سے ہمیں زربدان حاصل ہوئی تھی۔“

”میں سمجھا نہیں مسٹر ولین.....“

”اس نے کہا تھا کہ دریا بہترین راہبر ہوتا ہے۔ اس کا بہاؤ سمتیں مقرر کرتا ہے کیا ہم ایک

راہبر ہی کو کوشش کر سکتے ہیں۔“ آسٹرنے مسکرا کر بولا۔ اور بڑے رخسار کھجائے ہوئے سوچنے لگا۔ پھر اس

نے جنگ کی طرف نظر دوڑائی جو زیادہ دور نہیں تھے اور پھر وہ اچھل پڑا۔

”اوہائی گاڈ..... کشتی۔“

”ہاں بڑے..... ہم ایک کشتی باسانی بنا سکتے ہیں۔ یہاں درخت بھی ہیں موٹے رے اور ایسے

ازار بھی جو لکڑی کاٹنے کے کام آسکتے ہیں پتھر بھی ہیں جن سے کام لیا جاسکتا ہے۔ ہم اسے اسی

طریقہ پر بن کر سکتے ہیں جس طرح باتو نے کہا تھا۔“

”ہم ایسا ہی کریں گے ہمیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کرنا چاہئے آسٹرو..... آہ یہ سب سے

بہتر ہے گا۔ ہمارا حشر کچھ بھی ہو لیکن اس طرح ایک امید تو بندھتی ہے کہ ہمیں واپسی کا سفر اس

طریقہ پر کرنا پڑے گا جس طرح یہ سفر کر کے ہم یہاں پہنچے ہیں۔“ لیزا نے پرجوش لہجے میں کہا۔

”بس دوستو..... پتھروں کی پشت خالی کر دو..... یہاں ہمارا قیام طویل ہوگا.....“

آسٹرو لین نے کہا.....!



سردار سیگا رو کی موت نے ری سہی کسری پوری کر دی۔ تھماش کے جوانوں کی ہمت بالکل

تو ہو گئی۔ ان کی کیفیت ہر طرح خراب تھی۔ سب ایک دوسرے کا چہرہ دیکھ کر شہاتے تھے۔

اب عورتوں کی فوج ان پر حملہ آور ہوئی تھی وہ خوب ہنستے تھے۔ فخرے بازی ہوئی تھی کسی نے کہا

تاکہ یہ جنگ تو عمر بھر لانے کو بجی چاہتا ہے۔ کسی نے کہا تھا اس حسین فوج کے سامنے تو ہتھیار

ٹانے سے شرم آنے لگی۔ پہلے تو کوئی مقابلے میں سنجیدہ نہیں تھا لیکن تھوڑی دیر بعد تہا پی پھیل

پہ لڑکیاں زیادہ تر ان کے گھوڑوں کو زخمی کر دیتی تھیں اور ان کے جسموں پر ایسی ضربیں لگا رہی

تھیں کہ وہ کھڑے ہونے کے قابل نہ رہیں جبکہ زیادہ تر ان کے گھروں کو نشانہ بن رہی تھیں اور جب

انہوں نے عورتوں اور بچوں کا قتل عام کیا وہ غیر سنجیدہ نہ رہ سکے اور دہشت زدہ ہو گئے۔ لیکن ان

کی غفلت رنگ لائی اور انہیں شرمناک شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ شکست ان کے تصور سے

بہت دور تھی۔ جس حسین فوج کو دیکھ کر وہ بدست ہو گئے تھے وہ تو قاتل فوج ٹکلی اور اس نے

تھماش کا نام صفحہ ہستی سے مٹا دیا وہ گرفتار ہو کر بے بسی سے اپنے سگتے کو ستے دیکھتے رہ گئے۔ پھر

ان کی حیثیت بھیجی بکری سے زیادہ نہ رہ گئی۔ انہوں نے اپنے بے جگر سردار کو بھی ایک لڑکی کے

جس شکست کھاتے دیکھا۔ اس کا طریقہ جنگ بھی انہوں نے دیکھا تھا اور دم بخود رہ گئے تھے۔

”کون ہے باتو..... آخر تو کون ہے؟“

”ہارٹی لیڈر..... اگر میرے راستے میں مزاحمت نہ ہو اگر مجھ سے تعاون کیا جائے تو لوگ بے شمار رہتے ہیں۔“

”جوتے ان لڑکیوں کو کیا بنا دیا ہے یہ ہر وہ کام کر لیتی ہیں جس کا تصور بھی نہ کیا جاسکے۔“
 ”ہاں شاید میں نے زندگی میں سب سے بڑا کام ہی کیا ہے اس پر مجھے بیش خوشی ہوتی ہے۔
 ”میری اپنی آرام گاہ میں جا رہا ہوں فرصت ہو تو ذرا لڑکیوں کے کام کا جائزہ لے لیتا۔ ہمیں قیدیوں پر جن سلوک کرنا ہے۔“

”اذلان پورے خلوص کے ساتھ باتو کی ہر بات پر عمل کرتا تھا اور یہ حقیقت بھی تھی کہ باتو سے دوبارہ سرداری کا منصب دے دیا تھا۔ ورنہ وہ تو اپنی اور اپنے خاندان کی زندگی بھی بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔ سب کچھ باتو ہی کا کیا ہوا تھا اور وہ باتو کی ہر بات کو اپنے لئے حرف آخر قرار دے دیتا تھا۔ اس کے حکم کے بغیر کوئی جنبش بھی کرنا پسند نہیں کرتا تھا۔“

”اور فوہ اور اس کی تینوں بہنیں باتو کی ہدایت کو اپنے لئے ایک فریضہ سمجھتی تھیں اور کبھی کوئی بھی نہیں کہ باتو نے کیا کہا ہے۔ وہ صرف یہ جانتی تھیں کہ جو کچھ اس نے کہا ہے اس پر کیا ہے چنانچہ تھماش کے جوان بے شک یہاں قیدی کی حیثیت سے آئے تھے لیکن ان کی نگہداشت ہو رہی تھی تھماش ویسے بھی ایک اجازت قبیلہ تھا جس میں زندگی گزارنے کے بغیر مسائل تھے۔ نہ وہاں خوشحالی تھی نہ سبزہ زار..... لیکن یہاں آنے کے بعد ان کی جس ناظر مہارت ہوئی تھی وہ ناقابل یقین تھی اکثر جوان آپس میں باتیں کرتے رہتے تھے۔ ان کا خاکہ سردار اذلان انہیں کھلا پلا کر مارے گا اس کے ذہن میں انتقام کی شدید آگ بھڑکی ہوئی تھی۔ لوگوں کے ساتھ جو بے بسی کا کھیل کھیل رہا ہے اور جب ہم اس بات پر یقین کر لیں گے کہ وہاں جان بخشی کر سکتا ہے تو وہ ہم سب کو موت کے گھاٹ اتار دے گا۔ بس اپنے اپنے طور پر سب کچھ سوچا کرتے تھے۔ ویسے میسرہ کو تو دیکھ کر ہی ششدر رہ گئے تھے۔ رفتہ رفتہ انہیں باتو کی حاصل ہو گئی تھیں کہ میسرہ نے سرے سے کس طرح آباد ہوا۔ بہر طور یہ انوکھی باتیں اور باتو کی ہی تقریحات کا قائل جس میں دوسروں کو صحیح صورت حال کا اندازہ نہ ہونے پائے۔
 ”میرے قیدیوں کو تھوڑی سی آزادی دے دی گئی۔ اب انہیں میسرہ میں ہر جگہ گھومنے پھرنے کا مل تھا۔ یہاں آنے کے بعد جنگجو عورتیں اور لڑکیاں بہترین دوست بن گئی تھیں۔ اور ان کے جوانوں کے ساتھ ان کا رویہ بہت ہی محبت آمیز ہوا کرتا تھا۔ وہ ذہنی طور پر بالکل ہی ہل گئے تھے۔ سوالات بھی کئے جاتے اور لڑکیاں ہنس کر کہتیں کہ فیصلہ تو سردار اذلان ہی کر لیں گے۔“

”میرے باتو کی ہدایت کے مطابق سردار اذلان نے تھماش کے قیدیوں کو جمع کیا اور کہا۔
 ”تھماش کے جوانوں میں میسرہ میں آکر تمہارے ساتھ جو رویہ اختیار کیا گیا ہے کیا تم اس سے غموں کرتے ہو۔ چند جوان اپنے آدمیوں کی نمائندگی کریں مجھ سے آکر بات کریں۔“ یہ باتیں سن کر وہ جوانوں نے بول رہا تھا۔ پانچ افراد سامنے آ گئے اور ان میں سے ایک نے کہا۔

”ہمیں اندازہ ہے سردار اذلان کہ ہم نے میسرہ برباد کیا تھا اور سیکارو کے ساتھ یہاں آکر اگلا کار کیا تھا کہ میسرہ دوبارہ کبھی آباد نہیں ہو گا۔ سردار سیکارو نے بعد میں میسرہ کا جائزہ

یہاں تک کہ ان کی امیدوں کا آخری چراغ بھی بجھ گیا۔ سیکارو نے خود کشی کر لی تھی۔
 لیکن جو سیکارو نے سنا تھا انہوں نے نہیں سنا تھا۔ سن بھی لیتے تو فیصلہ نہ کر پاتے کہ اس خبر کو خوشی کی خبر سمجھا جائے یا غم کی جو اپنے گھر کو کھو چکے تھے انہیں تو کیا خوشی ہوتی ہاں جن کا کوئی نہیں تھا ان پر شاید بہتر رد عمل ہوتا۔ کم از کم یہ علم تو انہیں ہو ہی جاتا کہ ان کی زندگی کو خطرہ نہیں ہے۔

”طویل ترین سفر نے انہیں خستہ حال کر دیا۔ پھر انہوں نے میسرہ دیکھا۔ یہ ناقابل یقین منظر شاید پہاڑوں کی تمام آبادیوں میں کیسے نہیں تھا۔ پھر یہی ناقابل تصخیر دیوار نظر کی حد تک چلی گئی تھی۔ یہ تو جادو تھا۔ پھر ایسی دیوار انسان کس طرح بنا سکتے تھے جس کا کوئی سرا ہی نہ ہو۔ انہیں غار کی شکل میں اس احاطے سے اندر داخل کیا گیا اور وہ ایک دوسرے سے کے بغیر نہ رہ سکے۔“

”ناممکن..... یہ سلسلہ ہی کچھ اور ہے۔“
 ”کیا ہو سکتا ہے؟“
 ”میسرہ کو ہم نے اپنے ہاتھوں سے برباد کیا تھا۔ کیا یہ میسرہ کا علاقہ ہی نہیں ہے۔“
 ”ہاں بالکل وہی ہے۔“
 ”اور عورتوں کے اس شر کا سربراہ اذلان ہے چنانچہ کوئی شک باقی نہیں رہ جاتا۔“
 ”اذلان نے زندہ بچ کر ضرور کوئی طلسم سیکھ لیا ہے۔ یہ سب انسانی ہاتھوں کا کمال نہیں ہے۔“

”ہم نے میسرہ میں ہر مرد کو قتل کر دیا تھا۔ انہوں نے تھماش میں کوئی عورت نہیں چھوڑی۔“
 ”باتو نے فوہ سے کہا۔ ”قیدیوں کو مشرقی گوشے میں اکٹھا کر دیا جائے۔ ابھی سب خود کو مار جنگ میں سمجھیں اور قیدیوں کی خبر گیری کے لئے خود کو وقف کر دیں ان کے لئے خوراک کا بندوبست کیا جائے۔ یہ کام تمہیں اپنی نگرانی میں کرانا ہے۔“

”جی ہاں باتو بابا.....“
 ”کاشان اور افغان تمہارے ہمراہ ہوں گے۔“ اذلان نے کہا..... اپنے کونے میں آکر اذلان نے باتو سے کہا۔ ”تو تم نے وہ کر دکھایا باتو جس کا تم نے مجھ سے وعدہ کیا تھا۔“

”کیا تجھے میرے وعدے پر یقین نہیں تھا۔“
 ”یقین تھا باتو..... لیکن میں سوچتا تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟“
 ”میں صرف وہ سوچتا ہوں جو ممکن ہو۔“
 ”تمہارا منصوبہ بے حد عجیب ہے باتو۔“

”بڑا ہے؟“
 ”نہیں لیکن سخت حیرت ناک ہے کیسی انوکھی تجویز ہے۔ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی۔“ اذلان نے کہا اور ہاتھیں پڑا۔
 ”اس کے بعد یہ جوان تجویز کریں گے کہ یہ جنگ ان کے حق میں کیسی رہی اور وہ کوئی فیصلہ نہ کر پائیں گے۔“

یہ کردوئوں لڑکیوں کو دیکھا ان کے چروں کی سادگی اور بھول پن یہ بتاتا تھا کہ جو کچھ انہوں نے اس میں کسی گہرائی کا کوئی دخل نہیں ہے۔ وہ اتنی ہی معصوم تھیں۔ تاہم وہ کچھ دیر کے بعد میں ڈوب گیا۔ پھر اس نے کہا۔

”میری پیاری بیجو، تم لوگوں کے لئے میرے دل میں جو جذبات ہیں شاید میں انہیں الفاظ کی مدد سے نہ سکوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں نے شہ بدن کے تمام حقوق سلب کر لئے ہیں تم نے بیکر آج تک صرف میرے احکامات مانے ہیں۔ لیکن میں کم از کم اس سلسلے میں تمہیں نہیں چھین سکتا۔ یہ فیصلے اس کے ہوں گے اور اسے ان کا پورا پورا حق ہے۔ ہم بہت جلد سے روانہ ہونے والے ہیں باگ سے دور ہوئے ایک طویل عرصہ گزر گیا ہے ویسے تو مجھے کہ باگ میں میں نے جو نظام قائم کیا ہے اس نے باگ کو بھی وہی شکل دیدی ہوگی جو میسرہ کو ہے۔“ سنانہ خاموش ہو گئی اور باتو اب اس سلسلے میں بالکل تیار ہو گیا تھا۔ لیکن روانگی کے اثناء اور افغان سب سے زیادہ طول تھے۔ کاشان نے دکھ بھرے لمحے میں کہا۔

”یہ تو کچھ نہ ہوا، ہمیں میسرہ واپس مل گیا۔ لیکن فوہا شاید میں میسرہ میں تمہارے بغیر خوش نہ رہا۔“ عرصے کے بعد تم سے جدا ہوتے ہوئے مجھے بہت عجیب لگ رہا ہے لیکن باتو بابا کا حکم اپنی وقت رکھتا ہے۔“

○.....○.....○

کرشانہ سے آئے ہوئے جوان شمران کے لئے بے حد کار آمد ہوئے وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کے مسکن میں کون اس کے حق میں ہے اور کون مخالف بلکہ اس کا تو خیال تھا کہ وہاں ہر شخص اس کا مخالف ہوگا اور اس مخالفت کو ختم کرنے کیلئے وہ کرشانہ سے ان لوگوں کو ساتھ لایا

لیکن عقابوں نے حیرت انگیز طریقے سے مہارنہ کے نتیجے کو قبول کر لیا تھا اور شمران کی تعلیم کی گئی تھی اسے کسی مخالفت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا پھر بھی اس نے لاگاتے کہا۔

”اگاہان جوانوں کی ٹولیاں بنا۔ اور انہیں پوری آبادی میں پھیلا دے ان میں سے دس بچے ساتھ رکھ تاکہ وہ میری دیکھ بھال کریں۔ ویسے اندازہ ہوتا ہے کہ عقاب میری مخالفت کرے۔“

”بھائیہ ثابت ہو چکا ہے۔“

”کب میں کیا کرنا چاہئے؟“ شمران نے کہا۔

”میرا خیال ہے میان کے کوستے پر قبضہ کرنا چاہئے وہاں تیری ماں سوما یہ بھی ہوگی۔“

”اہاں میں اسے بھول ہی گیا اچھی عورت ہے۔ میرا خیال رکھتی تھی لیکن میرے خیال پر اس نے عمل کیا جائے۔“

عقابوں کے مسکن کے بزرگوں کو جمع کر کے ان سے رہنمائی طلب کی جائے اور انہیں بتائے کرشانہ میں تو اس کا تجربہ کر کے دیکھ چکا ہے۔ یہ روایتی بوڑھے بہت کار آمد ہوتے

بھی لیا تھا اور میاں کسمپرسی اور بے کسی دیکھ کر بہت خوشی سے قہقہے لگائے تھے۔ یہ سچ ہے کہ میسرہ کے مجرم ہیں اور یہ بھی سچ ہے سردار کہ تو نے ان بے کس اور بے خانمان لڑکیوں کو فوہا دیکھا تو تیرا تماشہ کو تباہ و برباد کر دیا اس پر ہم تیری برتری کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ اب بہت جلد ہماری تقدیر کا فیصلہ ہو جائے گا اور ہمیں تمہیں تہ تیغ کر دیا جائیگا سردار اعلان تمہیں کر رہے ہیں۔ یہ انتظار ہمارے لئے بڑا مشکل ہے اور بلاشبہ تو ہم سے ایسا انتقام لے رہا ہے کہ وہ ذہن میں انتقام کا یہ طریقہ کبھی نہیں آسکتا۔“ اعلان نے کہا۔

”گویا تم ہر صبح جاگ کر اپنی موت کا انتظار کرتے ہو.....۔“

”آہ ہم ہر رات یہی سوچتے ہیں اور ہر صبح یہی سوچتے ہیں کہ اب ہماری زندگی کا کتنا دن اور کم ہو گیا۔“

اعلان نے خاموشی اختیار کر لے باتو کی جانب دیکھا اور باتو کا اشارہ پا کے بولا۔

”تو پھر سنا تماشہ کے جوانوں کے سردار اعلان میسرہ کے سردار کی حیثیت سے اپنے مجاہدینہ کے اشارے پر جو کچھ کہہ رہا ہے اس کا وہی مطلب ہے اور کبھی یہ نہ سوچنا کہ کوئی ایسا کبھی جائیگی جس میں دھوکا ہو اور جو کما جائیگا وہ نہ ہوگا سنو۔ تمہارے لئے یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ تم میں سے ایک کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچایا جائیگا۔ تم زندہ رہو گے اور میسرہ کے باعث باہر کی حیثیت سے یہاں وقت گزارو گے۔ لیکن اس طرح جیسے تم تماشہ میں ہو۔ میسرہ کی سرسبز شاہد زمینیں تم نے دیکھ لیں۔ ان زمینوں کو انہی لڑکیوں نے دوبارہ شاداب بنایا ہے لیکن اب یہ اپنے گھروں کو چلی جائیں گی اور تم ان زمینوں کی دیکھ بھال کر دو گے۔ تماشہ کے جوانوں جہیں یہ شدید محنت میں کمی برداشت نہیں کی جائیگی۔ لیکن اس کے صلے میں تمہیں یہاں ہر طرح کی آزادی ہوگی۔ اپنی وفاداریاں میسرہ کو سوچ دو اور تم میں سے ہر شخص سن لے کہ کسی کے دل میں اپنی بناوت کا کوئی خیال آئے۔ کسی کے اندام میں غدا رے کا کوئی نشان پیدا ہو تو وہ اسی لئے اپنے آپ زندگی سے دور سمجھ لے۔ میسرہ دوبارہ اس لئے نہیں آباد کیا گیا کہ وہاں سازشیں ہوں اور کوئی نقصان پہنچے۔ اگر تم نے اپنے آپ کو میسرہ کا بہتر رکھوالا ثابت کر دیا تمہیں وہ تمام جو حاصل ہوں گے جو آبادیوں میں رہنے والوں کو حاصل ہوتے ہیں تم ان لڑکیوں سے شادیاں کرو اور میسرہ کو نئے سرے سے آباد کرو گے لیکن غدا رے کرنے والے کو ایک لمحہ معاف نہیں جائیگا۔“

اعلان کے اس اعلان نے تماشہ کے جوانوں کو شدید حیران کر دیا اور جب انہیں اعلان بات پر یقین آیا تو وہ خوشی سے پاگل ہو گئے۔ انسان کی سرشت ایسی ہی ہے وہ انہیں بھلا بیٹے جن کی لاشیں اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آئے تھے۔ اپنی زندگی سب سے قیمتی چیز ہوتی ہے۔ تماشہ کے جوان چاروں طرف پھیل گئے۔ انہوں نے اجنبی نگاہوں سے میسرہ کو دیکھا جو مستقبل کی ملکیت تھی اور وہاں انہیں سارے حقوق حاصل ہو گئے تھے۔ لیکن تنہائی میں بڑی بے تکلفی سے باتو سے پوچھا.....!

”باتو بابا فوہا کے لئے کاشان موجود ہے۔ شیرایہ حالانکہ سب سے چھوٹی ہے لیکن افغان پسند کرتا ہے ہم دونوں کو کیا ہوگا ہم بھی تماشہ کے جوانوں میں سے کسی کا انتخاب کر لیں۔“

ہیں۔ وہ کہاں ہے کیا اس نے اپنے بیٹے کی سرداری قبول نہیں کی۔“ ایک بزرگ آگے بڑھ کر

”کیا تو اب تک یہ بات نہیں جانتا شران کہ تو میان کی اولاد نہیں ہے حالانکہ میان نے

یران مبارغہ بھی یہ الفاظ کہے تھے۔“

”کیا۔؟“ شران حیرت سے بولا۔

”آہ شاید تو اب تک اس حقیقت سے ناواقف ہے۔“

”کیا حقیقت ہے میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔“ شران پریشانی سے بولا۔

”حقیقت یہ ہے شران کہ یہ بہت قدیم سازش ہے جو سوامیہ کے باپ الخت بانہ نے کی تھی

بناپ ماہ الخت ہے اور ماں شمرہ یہ شیرماہ کا خاندان ہے سازش اس وقت کی گئی تھی جب تو

الخت کے ہاں اور شامہ سوامیہ کے ہاں پیدا ہوئی تھی لیکن تجھے سردار کے کوسے میں لے آیا گیا

شامہ کو شیرماہ کے کوسے میں پہنچا دیا گیا اور تم دونوں غیر جنگوں پر پلے لیکن میان کو یہ خبر نہ تھی

نہ اس کا انکشاف تو تیرے یہاں سے چلے جانے کے بعد ہوا۔“

شران چکرائے ہوئے دماغ کے ساتھ یہ کہانی سن رہا تھا اس نے لاگ سے کہا۔ ”یہ

بےوقوف شخص کیا کہتا ہے میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا لاگا۔“

”آہ تو فکر نہ کر، مجھے سمجھنے دے یہ تو بے حد عجیب کہانی ہے اور نہایت ہی دلچسپ ہاں معزز

برگ کچھ اور تفصیل سے بتاؤ لیکن دوسروں کی تصدیق کے ساتھ.....“ لاگ نے کہا۔

لاگا خود بھی سخت حیران ہوا تھا۔ یہ تو بڑی عجیب بات سن رہا تھا یہ بوڑھا شخص۔ اس نے چند

برگوں کو دعوت دی اور عقابوں کے مسکن میں رہنے والے معزز بوڑھے نے سردار کے حکم پر اس

خدمت میں حاضر ہو گئے۔ کوسے کے سامنے انہیں احترام کے ساتھ بٹھایا گیا۔

شران بھی ان کے درمیان موجود تھا اور اس کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آرہے تھے

”بوڑھوں کو مخاطب کر کے لاگانے کہا۔“

”عقابوں کے مسکن کے واجب الاحرام بزرگو، پہاڑوں کی تاریخ میں اس طرح کی تبدیلیاں

بنا ہوتی رہتی ہیں اور سردار شران خوش ہے کہ پہاڑ والوں نے اپنی روایات کو پامال نہیں کیا اور

شران تو اسی ہستی کا نوجوان ہے، آپ لوگوں کی نگاہوں کے سامنے پروان چڑھنے والا ہے،

بناگ نوجوان کی عمر میں کچھ لغزشیں ہوتی ہیں اور انہیں ناپسند کیا جاتا ہے، ہم سب بھی اس کا

لڑتے جو واقعات پیش آئے، ان میں ہماری غلطیاں بے شک ہیں، لیکن جب ہم اپنی آبادی سے

نہایت دور گئے اور ہماری سرزمین ہم سے چھن گئی تو ہم نے اپنے آپ پر غور کیا اور یہ سوچا کہ اپنی

زمین چھن جانا تو سب سے بڑی بد نصیبی کی بات ہے ہمیں علم تھا کہ اگر ہم یہاں واپس آکر میان

نہ معافی کے طالب ہوتے ہیں تو ہمیں کبھی معاف نہ کیا جائے گا۔ میان لائی اپنے بھائیوں

نہی خود فزودہ تھا اور خود اس کے دل میں بھی شران کے لئے رحم کا کوئی جذبہ باقی نہیں رہا تھا۔

ت مجبوری یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ واپس آکر پہاڑوں کے قانون کو استعمال کیا جائے۔ مبارغہ طلب

نہائے اور تقدیر کے فیصلے کا انتظار کر لیا جائے۔ مبارغہ میں اگر شران کو شکست ہوئی تو لازمی امر

نہ میان اسے کبھی معاف نہ کرنا لیکن عقابوں کا وقت بدلنے والا تھا شران کو فتح حاصل ہوئی اور

ہیں جب تک ہم نے کرمانہ میں ان کا تعاون نہیں حاصل کیا تھا ہمیں آسمانیاں نہیں حاصل ہوتیں

تو ٹھیک کہتا ہے ویسے بھی کرمانہ کی بات اور تھی وہ ایک عارضی ٹھکانہ تھا اور ہمیں

مسکن ہمارے خوابوں کی تعبیر، یہاں ہمیں ایک پائیدار حیثیت حاصل کرنی ہے۔“

”اس کا بہترین طریقہ ہے کہ پہلے خود کو فرشتہ صفت ثابت کر دیا جائے بعد میں مکمل فرشتہ

گے۔“

”بالکل ٹھیک ہے۔“

چنانچہ ٹولیاں پورے قبیلے میں پھیل گئیں۔ اور شران نے لاگا کے ساتھ میان کے کوسے

رخ کیا شران کے ہمنوا اس کے ساتھ ہوتے تھے اور رسم کے مطابق کوسے کے باہر بہت سے

لوگوں نے شران کا استقبال کیا۔ جن میں عقابوں کے مسکن کے معزز بزرگ بھی تھے۔ شران ہاں

پہنچ کر گھوڑے سے اتر گیا۔ اس نے بزرگوں کو تعظیم دی اور کہا۔

”معزز بزرگوں..... میں تم سے پہلا سوال یہ کرنا چاہتا ہوں کہ کیا تم نے میری سرداری کو قبول

کر لیا ہے۔“

”پہاڑوں کی رسم کے مطابق تو مبارغہ کا فاتح ہے شران اور میان لائی نے اپنی شکست جبر

کر لی اس لئے اب تو ہمارا سردار ہے۔“

”تم دیکھو گے سردار بن کر میں ایک نئے انسان کی حیثیت اختیار کر لوں گا۔ میرے لوگوں

مجھ سے کوئی شکایت نہیں ہوگی میں ہر قدم پر تجربے کا روم سے مشورے طلب کروں گا اور اس

وقت بھی میری خواہش ہے کہ میری رہنمائی کی جائے۔“

”سب سے پہلے اپنے کوسے میں قدم رکھ شران اب یہ حیرت ملکیت ہے اس کے بعد باہر

اپنے مشیروں کا تقرر کر۔ تاکہ آگے تیری رہنمائی کی جائے۔“

شران نے اس ہدایت پر عمل کیا کوسے خالی تھا ہنگامہ کو لے کر سوچ کی پہاڑی پر چلا گیا

شران نے کوسے میں داخل ہو کر چاروں طرف دیکھا پھر لاگا سے کہا۔

”اصل میں میان کو خود بہت ناز تھا اس نے نہ باپ بن کر سوچا اور نہ کسی زیرک انسان

کی طرح حالانکہ اس نے یہ طریقہ جنگ خود ہی مجھے بتایا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ اگر انفرادی جنگ

رہے ہو تو پہلے یہ دیکھو کہ مد مقابل کا تجربہ کیا ہے اس کی عمر کیا ہے اگر وہ کوئی تندہ خواہش

جوان ہو تو رکے بغیر اتنے حملے کرو اس پر کہ وہ بوکھلا جائے اور دفاع اختیار کرنے پر مجبور ہو جائے۔

اگر وہ کوئی تجربہ کار عمر شخص ہے تو اس سے جنگ کرتے ہوئے خوف کا اظہار کرو اور اس

تک حفاظتی انداز اختیار کرو جب تک اس کے اندر تھکن نہ پیدا ہو جائے وہ خود اپنے دینے

سبق کو یاد نہ رکھ سکا آہ لیکن میری ماں کہاں ہے کیا وہ اپنے بیٹے کے بجائے شوہر کی سرداری

خواہاں تھی اور اس کی شکست کے بعد کوسے چھوڑ کر چلی گئی ہے۔“

”شاید ایسا ہی ہوا ہے۔“

”اے ماں کی حیثیت سے اپنے سردار بیٹے کا استقبال کرنا چاہئے تھا آؤ باہر چلیں۔“

موجود لوگوں سے اس نے پہلا سوال یہی کیا۔ ”قبیلے کے معزز لوگوں کو کوسے میں میری ماں سوامیہ

ہفتوں کے ساتھ اس کے پاس پہنچ گئی تو اس نے جرم کرنے والوں کو گرفتار کر لیا اور تین ماہ لخت تیری ماں عثمہ اور تیرے نانائانی میان کی قید میں تھے ساتھ ہی لخت اس کی بیوی بھی..... وہ لوگ اب بھی قید خانوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں..... اور میان کچھ کماچ کما تھا..... تو اس کی اولاد نہیں ماہ لخت کا بیٹا ہے اور یہی ساری سچائیاں ہیں جن میں تو کسی سے بھی کر سکتا ہے۔“

شران شدید حیرت کا شکار تھا اور اس نے متعجب نگاہوں سے لاگا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ”لاگا“

”ہاں..... حالات اور یہ معزز لوگ جو کچھ کہہ رہے ہیں مجھے اس کی سچائی میں شبہ نظر نہیں آتا ہے۔“

شران نے دونوں ہاتھوں سے سر پکڑ لیا۔ چند لمحات خاموش بیٹھا رہا اور پھر بولا۔

”گویا اب مجھے ایک ایسے شخص کی صورت‘ باپ کی شکل میں دیکھنا ہوگی جسے میں نے کبھی نہ دیکھا ہی نہیں۔ دیکھو لخت بانہ نے کیا ہی عجیب ٹھیل کھیلنا ہے اور ماہ لخت یقین کر لاگا مجھے ٹھیک کی صورت بالکل یاد نہیں ہے اور میری ماں عثمہ۔ کمال ہے۔ لیکن خوشی کا باعث بھی۔ اگر میان لائی کی حیثیت سے میں اپنے باپ کو اس قید خانے میں دیکھتا تو ہو سکتا ہے کبھی مجھے برم آجاتا، لیکن اب اس کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی گویا ایک غیر شخص نے میرے ساتھ رک گیا اور میں نے اس غیر شخص کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ یہ ایک دلچسپ بات ہے اور بہت دلچسپ بھی واہ لاگا مجھے اس پر افسوس تو بالکل نہیں کرنا چاہئے..... لیکن کیا میں جذباتی بن گیا میں عقابوں کے مسکن کے معاملات سنبھالنے اور سدھارنے کی بجائے خود اپنی شناخت عموماً ہوجاؤں۔ نہیں یہ تو مناسب نہیں رہے گا معزز بزرگوں تمہارا شکریہ بے حد شکریہ کہ تم نے ایک انوکھی سچائی سے روشناس کرایا اور ایک بار پھر میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ عقابوں میں جس نئی زندگی کا آغاز ہوگا وہ تم سب کے لئے خوشگوار ہوگی۔ میں پہاڑوں کی کسی نہ کو پہاڑ نہیں کروں گا۔ ہر شخص آزاد رہے گا لیکن وہ جس نے کبھی تنہائیوں میں بھی میرے کسی سازش کے بارے میں سوچا میں اسے معاف نہیں کروں گا‘ اسے سازش کا انکشاف نہی موت کی سزا دی جائے گی۔ عقابوں کے مسکن کا ایک بھی جوان کسی بھی شکل میں متاثر نہ ہوگا لیکن میرے خلاف بولا ہوا ایک بھی لفظ اس کی زندگی اسی لئے ختم کر دے گا اس کا اعلان ہو لوگ کر دیں۔ ہاں میں اپنی کوتاہیوں کے لئے آپ کی مدد کا طالب رہوں گا اور اگر آپ دیکھیں کہ میں نے کوئی غلط راستہ اختیار کیا ہے تو مجھے اس کے بارے میں ضرور بتادیا۔ میں اپنی اصلاح کروں گا۔“

جب بزرگ چلے گئے تو لاگا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”واہ شران یہ تو واقعی بڑی دلچسپ بات سنائی لیکن تو نے ان بوڑھوں سے جو کہا ہے اس سے کرمبت سے دلوں میں مایوسی کی لہر مچ گئی۔“

”میان تو کم عقلی کا مظاہرہ کر رہا ہے لاگا۔ جب نئی نئی سرداری سنبھالی جاتی ہے تو ہر شخص کو سنبھالنا پڑتا ہے۔ پہلے میں یہاں ایک نیک نام سردار کی حیثیت سے اپنا اقتدار حاصل کر لوں

وہ عقابوں کا سردار بنے..... فوجوان سردار اپنے دل میں عقابوں کے لئے بہت سے جذبے لے کر واپس آیا ہے اور آنے والا وقت بتائے گا کہ آپ لوگوں کے مشوروں کے ساتھ عقابوں کے مسکن میں ایک نئے دور کا آغاز ہوگا اور آپ اسے پسند کریں گے لیکن اسی دوران آپ میں سے ایک بزرگ نے انکشاف کیا ہے کہ شران درحقیقت میان کا بیٹا نہیں ہے اور یہ بھی کہا ہے اس بزرگ نے کہ یہ بات بہتی والوں کو معلوم ہے ہم چونکہ اس دوران عقابوں کی آبادی سے اتنی دور تھے کہ یہاں کے بارے میں ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ یہ حیرت انگیز انکشاف اگر درست ہے تو براہ کرم ہمیں اس کی پوری تفصیل بتائی جائے اور اگر غلط ہے تو افسوس ہے اس بزرگ پر جس نے ایسے الفاظ کہہ کر نئے سردار کو ذہنی طور پر پریشان کیا۔ بزرگوں میں رہنمائی چاہتا ہوں اپنے سردار کے لئے آپ سب مل کر براہ کرم ہمیں حقیقت حال سے روشناس کرائیں۔“

”آہ کیا واقعی شران نہیں جانتا لیکن یہ حقیقت ہے یہ ایک سچائی ہے اور تیری اجازت سے ہم اس کی تفصیل بتاتے ہیں۔ ہوا یوں تھا کہ باگ کی شہدان‘ میان لائی کی بیوی بننے کے بعد اسے بیٹا نہیں دے سکی اور یکے بعد دیگرے اس نے لڑکیوں کو جنم دیا‘ تب میان اس سے برگشتہ ہو گیا اور اس نے اپنی بیوی کو لڑکیوں کے ساتھ عقابوں کے مسکن سے باہر نکال دیا اور اس سے لاعلم ہو گیا..... لیکن ساتھ ہی ساتھ اس نے بہتی والوں سے کہا کہ وہ شادی کرنا چاہتا ہے اور اس نے کہ اس کی بیوی اسے عقابوں کے مسکن کا سردار دے۔ میان نے شرط عائد کر دی کہ اس کی زندگی میں شامل ہونے والی عورت بیٹے کی ماں نہ بن سکی تو اسے میان کی زندگی سے دور ہو جانا پڑے گا اس شرط کے لئے میان نے کسی کو مجبور نہیں کیا تھا بلکہ ایک دعوت دی تھی اور اس دعوت کو بہتی کے ایک شخص نے قبول کر لیا اس کا نام لخت بانہ تھا۔ لخت بانہ نے اپنی بیٹی سوماہ کو میان کی بیوی کی حیثیت سے پیش کر دیا اور سوماہ نے دعویٰ کیا کہ وہ میان کو بہتی کا سردار دے گی، لیکن بد نصیبی یہ ہوئی کہ سوماہ کے ہاں بھی بیٹی پیدا ہوئی، لخت بانہ کے دل میں خواہش تھی کہ کسی بھی طرح عقابوں کی سرداری اس کے خاندان میں منتقل ہو جائے اور اس کے لئے اس نے کچھ انوکھے انتظامات کئے تھے مثلاً یہ کہ اس کے بہت ہی قریبی عزیزوں میں سے ان دونوں جب سوماہ کے ہاں ولادت ہونے والی تھی۔ اگر کوئی بیٹا پیدا ہوا تو وہ بیٹا سوماہ کے حوالے کر دیا جائے۔ لیکن اس شکل میں کہ اگر سوماہ بیٹے کی ماں نہ بن سکے۔ سو بد نصیبی نے یہی وقت دکھایا کہ سوماہ بیٹی کی ماں بنی اور لخت بانہ کو بحالت مجبوری شیراہ کے بیٹے ماہ لخت کے ہاں پیدا ہونے والے بچے کو ماہ لخت اور شیراہ کی اجازت کے ساتھ سوماہ کے کوسے میں پہنچا دیا اور سوماہ کے ہاں پیدا ہونے والی بیٹی کو شیراہ کے گھر منتقل کر دیا اور جب میان نے اپنے کوسے میں واپس آکر نومولود کے بارے میں معلوم کیا تو اسے یہی بتایا گیا کہ وہ بیٹے کا باپ بن چکا ہے اور وہ بیٹا تو تھا شران۔ تو ماہ لخت کا بیٹا ہے اور شیراہ کا پوتا لیکن یہ کام بڑی رازداری سے کیا گیا تھا اس لئے کسی کو پتہ نہیں چلا کہ اس دوران عقابوں کے سردار کی رہنمائی میں پروان چڑھتا رہا۔ بالآخر تو جوان ہو گیا اور اس کے بعد جو واقعات تھے ساتھ پیش آئے ان کے تحت یہ راز راز نہ رہ سکا اور میان کو تیری حقیقت معلوم ہو گئی۔ لیکن اب وقت جب تجھے یہاں سے نکالا جا چکا تھا میان نے تیرے ساتھ جو کچھ کیا اسی خیال کے تحت کیا کہ اس کا بیٹا ہی ہے اور وہ اس کے لئے مضلل تھا، لیکن بعد میں جب اسے اس بات کا علم ہوا اور اس

اور اپنے اختیارات پر قابو پالوں اس کے بعد عقابوں کے مسکن میں صرف ہماری خواہشات کو منر چلے گا۔“

لاگا قلمہ مار کر بڑا پھر بولا۔ ”ماہ لخت کے بیٹے، عثمہ کی اولاد اپنے ماں باپ کے بارے میں تو نے کیا سوچا؟“

”نہیں..... میں جذباتی احق نہیں ہوں۔ جب میں نے باپ کی حیثیت سے میان لائی کو باپ اور ماں کی حیثیت سے سوما یہ کو، تو میں نے کبھی نہ سوچا کہ ان دونوں کے پاؤں جانوں بلکہ باپ کی حیثیت سے میں نے میان لائی کو اس کے حربے سے شکست دی۔ ارے واہ کیا ہی دلچسپ بات ہے ایک ایسے احق نے میری تربیت کی، جسے میری تمام عمر کے ساتھ ساتھ احق بنایا گیا تھا، یہ الف باغہ کون ہے، ملیں گے لاگا۔ ان سب سے ملیں گے۔ ہاں تو اتنا تو کر کہ یہ تو تجھ پر فرض عائد ہوتا ہے کہ میرے ماں باپ اور اس شخص کو جس نے مجھے شران بنایا، قید خانے سے نکال کر ان کے کوسٹوں میں پنچا دے اور انہیں سردار کے ماں باپ کی حیثیت سے ہر وہ سہولت فراہم کر جو ان کی آسائش کے لئے ہو۔ انہیں عزت و احترام کا درجہ دے اور ان سے کہہ دے کہ وہ لوگ سکون سے رہیں نئے سردار کو حقیقت معلوم ہو چکی ہے لیکن عقابوں کے مسکن میں نظام سنبھالنے کے لئے اسے کچھ وقت درکار ہے۔ جب وہ اپنے وسائل کو لپیٹ لے گا تو ان لوگوں کی خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔ تو یہ کر کہ اس سب کو قید خانے سے نکال لا اور ایک بات کا خاص خیال رکھنا، میان کے گرد پہرہ سخت کر دے ہمارے وہ ساتھی جو کرشنا سے آئے ہیں بہتر پہرے دار رہیں گے ان میں سے چار آدمیوں کو وہاں پہرے پر متعین کر دے اور ساتھ ہی اپنے ایک آدمی کو بھی۔ میان کو نہیں لگتا چاہئے اس کی کڑی نگرانی ضروری ہے۔ ممکن ہے اس کے کچھ ہمدرد اسے فرار کرانے کی کوشش کریں۔ میان کا قیدی رہنا ضروری ہے۔“

”تو اسے ہلاک کیوں نہیں کر دیتا شران؟“

”یوں سمجھ لاگا کہ میرے وجود میں کہیں کوئی کمی ہے ابھی میرا دل اسے ہلاک کرنے کو نہیں چاہتا اور پھر نئی کمائی کے تحت تو اس کی زندگی اور بھی ضروری ہے کہ از کم کبھی بھی اسے ہلاک ذلیل و خوار تو کر لیا کریں گے۔ یہ ایک دلچسپ مشغلہ ہو گا میرے لئے۔“

”کرشنا والوں کے لئے کیا کہتا ہے شران؟“

”کرشنا والے ہمارے دست راست ثابت ہوئے ہیں عقابوں کو ان کی بہت محسوس ہوئی ہے، ہمیں طویل عرصے نہیں ساتھ رکھنا ہوگا۔ ان پر مراعات کے دروازے کھول دے لاگا۔ خوش رہیں..... واہ یہ میان میرا باپ نہیں ہے، تب تو وہ بے موت مارا گیا اور ہاں کیا وہ لڑکی جو قید خانے میں ہے جو سوما یہ کی بیٹی ہے۔ میان سے متعلق اور کون کون سے افراد ہیں۔ ذرا اب بارے میں معلوم کر اور سب کا پتہ لگا کر مجھے اطلاع دے۔ ویسے یہ کمائی میری تو ہے کہیں نہ لپچ ہے۔ میں سوچتا ہوں تو مجھے شدید حیرت ہوتی ہے۔“

شران بہت زیادہ مسرور نظر آنے لگا تھا۔ لاگانے اس کے احکامات پر گردن ہلا دی اور پھر شران کے احکامات کی تعمیل کرانے نکل پڑا۔ کرشنا کے جوان اس نئی سرزمین پر بہت خوش تھے عقابوں کا مسکن کرشنا۔ سے بہت خوبصورت تھا اور یہاں انہیں خوف کی نگاہ سے دیکھا جا رہا تھا۔

ان سے کہا۔

”تم نے دیکھا تمہارے دلیر سردار نے مبارک جیت کر ایک اور بہتی کی سرداری حاصل کی۔ اس سے پہلے اس نے پھاڑوں میں گھس آنے والے شیطانی قوتوں کے مالک گردہ کو نیست و کیا تھا۔ اس سے بھی پہلے کرشنا کو ایک ناکارہ سردار سے نجات دلائی تھی۔“

”بے شک شران عظیم ہے۔“ کرشنا والوں نے کہا۔

”اور تم اس عظیم سردار کے اپنے ساتھی۔ شران نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہارے عیش و کمال رکھوں۔ تم اپنے سردار کے مفادات کا خیال رکھو اور پھر اس ضرورت کا اظہار کر دو نہیں ہو۔ ہاں مجھے چار ایسے جوان درکار ہیں جو اس قید خانے کی نگرانی کریں جہاں عقابوں کا سردار قید ہے۔ اسے سازش کر کے قید خانے سے نکالا جاسکتا ہے۔“

”اس کے لئے ہماری تجویز ہے کہ صرف چار جوانوں کے سپرد یہ کام نہ کیا جائے بلکہ بارہ بچے کئے جائیں جو باری باری اپنا فرض سرانجام دیں۔ ہم میں سے ایک کو حافظ اعلیٰ مقرر بنائے جسے سب جواب دہ ہوں۔ اس طرح ہم بہتر نگہداشت کر سکیں گے۔“

”تمہاری تجویز بہتر ہے۔ میں اس سے اتفاق کرتا ہوں۔“ شران نے کہا۔ تیرہ افراد منتخب ہوئے اور لاگا انہیں لے کر قید خانے میں چل پڑا۔

میان مضطرب ایک گوشے میں موجود تھا۔ وہ اب سوچوں کے لائق تباہی سمندر میں ڈوبا رہتا تھا

ان لوگوں سے کوئی بات نہیں کی تھی۔ لخت باغہ وغیرہ خود بھی محتاط رہتے تھے کیونکہ میان بتان پر سوار تھی وقت کی کمائی آگے کیا ہو کون جانے۔ آنے والوں کے گردہ کو انہوں نے غلطوں سے دیکھا۔ لاگانے آگے بڑھ کر کہا۔

”لخت باغہ۔ عظیم المرتبت شیرماہ۔ ہمارے سردار کے باپ ماہ لخت، سردار کی محترم والدہ۔ اٹھے۔ آپ لوگوں کی جگہ قید خانہ نہیں بلکہ آپ کے کوسٹے ہیں۔ برے دن ختم ہوئے اب

الاحزام کی نئی زندگی آپ کی منتظر ہے۔“

لخت باغہ سب سے پہلے اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے خوشی سے ناچنے ہوئے کہا۔ ”دیکھا تم

دیکھا۔ ارے بے وقوف تو کبھی تسلیم نہ کرتا مجھے۔ کبھی میرا احسان نہ ماننا۔ میں نے کہا تھا تا تم

بولیں نے کہا تھا۔ چلو میرے طفیل باہر نکلو۔ آؤ میرے پیچھے۔“ لخت باغہ اکڑتا ہوا آگے

گرا اس نے سب سے پہلے باہر نکلتا چاہا لیکن لاگانے اس کا گریبان پکڑ کر اسے زور سے ایک

دھکا دے دیا۔ لخت باغہ گرتے گرتے بچا تھا۔

”سردار کے ماں باپ سب سے آگے ہوں گے۔ شیرماہ اور اس کی بیوی پیچھے، بعد میں

لوگ۔ تو سردار کے ماں باپ سے پہلے باہر نکل رہا ہے۔!“

”اے شخص۔ میں ہی تو ہوں جس نے شران کو سردار بنایا۔ دیکھ یہ میری بیٹی سوما یہ ہے جس

ان کی پرورش کی۔“

”آہ۔ یہ سوما یہ ہے۔“ لاگانے پوچھا۔

”تو اور کیا۔ میری بیٹی ہے یہ۔“ لخت باغہ بولا۔

”اور میان لائی کی بیوی۔“

”ہاں۔ بالکل۔“ الخت باغہ نے گردن ہلا کر کہا۔

”تب اسے قید سے نہیں نکالا جاسکتا کیونکہ یہ شکست خوردہ سردار کی بیوی ہے۔“ لاہور
کہا اور الخت باغہ کا دم نکل گیا۔

”ہے نہیں تھی۔ اب بالکل نہیں ہے۔ اب تو یہ دونوں ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ اور
تو جی کہتا ہے اے شخص۔ ہمیں ان کے پیچھے ہی چلنا چاہئے۔ چلو..... سردار کے والد محترم اسے
چلو۔“ اس نے ماہ الخت سے کہا۔

○.....○.....○

جنگلوں کے درمیان ایک بہتر جگہ منتخب کر کے خچروں سے سامان اتار لیا گیا۔ آرام کے
عمدہ قیام گاہ تیار کی گئی گھاس کے انبار جمع کر کے نرم بستریاں کئے گئے تاکہ آئندہ کے پرمعونہ سفر
کے لئے خود کو تروتازہ کر لیا جائے۔

”خچروں کو آزاد چھوڑ دو۔ یہ بھی اچھی بات ہے کہ انہیں چھوڑتے ہوئے ہمیں کسی غیر
انسانی اقدام کا احساس نہیں رہے گا۔ یہ اس جنگل میں اپنے لئے بہتر کھانے تلاش کر لیں گے
کیونکہ یہاں ان کے لئے خوراک اور پانی کا معقول انتظام ہے۔“ آسٹرو لین نے کہا اور اس کی
ہدایت پر عمل کیا گیا۔ اس جگہ کی جغرافیائی نوعیت نے یہ بتا دیا تھا کہ اب اس کے سوا اور کوئی چارہ
کار نہیں ہے۔ سب مرجانا پسند کریں گے لیکن جن راستوں سے گزر کر یہاں تک آئے ہیں ان سے
واپسی گوارہ نہیں کریں گے۔ چتہ نیچے باتو کے قدیم تصور کو ذہن میں رکھ کر کام شروع کر دیا گیا۔ لہذا
چونکہ کچھ امید بندھ گئی تھی اس لئے وہ بھی اس کام میں دلچسپی لے رہی تھی کیونکہ وہ اور بڑی باتو
کے عمل کے چشم دید تھے۔ روزاں نے مسکرا کر کہا۔

”میں نے بھی تو اس کشتی پر سفر کیا ہے مسٹرولین۔ آپ شاید بھول گئے۔“

”نہیں۔ مجھے یاد ہے۔ مگر تم اس وقت خالی روزاں تھے۔“

”اب خالی روزاں نہیں ہوں۔“ روزاں نے کہا۔

”تب پھر مصروف ہو جاؤ۔“ یہ مشغلہ سب کے لئے دلچسپ تھا باتو کی بنائی ہوئی کشتی کا ڈھانچہ
ذہن میں رکھا گیا تھا۔ اب اس کی تیاری میں ولین کی مہارت بھی شامل تھی۔ اوزار موجود تھے
چنانچہ ایسے درختوں کا انتخاب کیا گیا جن کے تنے لمبے گول اور ہموار تھے اور ان کی کٹائی مشور
ہو گئی۔ دور دور کے علاقوں سے درختوں کا ذخیرہ جمع کر لیا گیا۔ ایشیا، زربدان اور لہذا انہیں ہموار
کرنے میں مصروف رہتی تھیں۔ بڑے اہتمام سے کام ہوتا تھا اس کے بعد آرام کیا جاتا تھا۔
فلش نے ایک دن کہا۔ ”تم شاید مجھ سے پھر ناراض ہو گئی ہو!“

”کیوں؟“ زربدان مسکرا کر بولی۔

”محسوس ہوتا ہے۔“

”بالکل نہیں۔“

”اچھا ایک سوال کروں۔“

”ضرور.....“

”ان کو ششوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے۔“

”میرا جواب تمہارے لئے ناپسندیدہ ہو گا۔“

”نہیں۔“

”تب پھر تم میرا جواب جانتے ہو۔“

”یعنی ان کاوشوں کا کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا۔“

”مشکل ہے۔“ زربدان نے جواب دیا اور فلیش کچھ سوچنے لگا پھر مسکرا کر بولا۔

”غرض کرو زربدان، تمہیں تمہارے ماں باپ مل جاتے ہیں۔ میں اور ایشیا تمہارے ساتھ
ہے۔ باقی افراد کا نام میں نے اس لئے نہیں لیا کہ ان کا نقطہ نگاہ کچھ اور ہے۔ ویسے بھی وہ
میں تمہاری منزل تک پہنچانے آئے تھے اور انہیں واپس جانا تھا۔ ایشیا کو میں نے اس لئے اپنے
بڑے شامل کیا کہ میرا اور اس کا زندگی موت کا ساتھ ہے وہ جہاں بھی رہے گی میرے ساتھ رہے
تو پھر ہم دونوں کا تمہاری دنیا میں کیا مقام ہو گا۔“

”تم دونوں میرے وجود کے دو حصے ہو گے۔ تمہیں وہی مقام حاصل ہو گا جو مجھے۔“

”تمہارے قبیلے کے لوگ ہمیں کیسے قبول کریں گے۔“

”جیسے مجھے۔“

”کیا یہ آسان ہو گا؟“

”میں اسے آسان بناؤں گی۔“

”نہ بنا سکیں تو؟“

”تمہارے ساتھ فنا ہو جاؤں گی۔“ زربدان نے کہا اور فلیش بری طرح متاثر ہو گیا۔ دیر تک
وہ رکتا رہا۔

”زربدان۔ مجھے اور ایشیا کو یہاں کی زبان سکھا دو۔ پوری توجہ اور دلچسپ کے ساتھ۔“

”آج سے ہی۔“ زربدان نے جواب دیا۔

درختوں کے تنے جوڑے جانے لگے۔ ایک سرے سے دوسرے سرے تک سوراخ کر کے
بائیں مضبوط لکڑیاں ڈال دی گئیں۔ پھر ان کے درمیان درختوں کی مضبوط چھالوں سے بنائی گئی۔
ان کے بعد باڈو بنانے کا کام شروع کیا گیا۔ چوار بنائے گئے۔ چھت بنائی گئی۔ اس پر خیموں سے
بان کے گئے۔ خیموں کی سلائی کر کے مضبوط بادبان بنائے گئے۔ آسٹرو لین نے باتو کی بنائی ہوئی
کشتی سے کہیں زیادہ پائیدار کشتی تیار کر لی تھی۔ اس کی محنت اور مہارت کا ثمر تیار ہو گیا تو سب
دھکیلے ہوئے تیز رفتار دریا کے ساحل تک لے آئے۔ ایک امنگ متحرک تھی۔ کشتی پر سامان
لایا گیا۔ اس سامان کو رسیوں سے کس دیا گیا۔ کشتی پر سفر کرنے والوں کے لئے دریا کے تند
نیلے سے بچنے کے لئے ایسے خانے بنائے گئے تھے جہاں وہ شدید جھکوں سے محفوظ رہیں۔ غرض
مبارک نظام تیار کر لیا گیا۔ پھر کشتی کو پانی میں اتارا گیا اور سب اس میں سوار ہو گئے۔ آسٹرو
لین کے رستے کا سفر کا آغاز کیا اور مبارک رفتار دریا اس انوکھے کھلونے کو لے بھاگا۔ پانی کی
تیز رفتار نے کچھ وقت کے لئے تو سب کے حواس چھین لئے بادبان استعمال کرنے کی نوبت
آئی۔ وہ بس اس برق رفتار سفر میں خود کو قائم رکھنے کے لئے سرگرداں تھے۔ رفتہ رفتہ وہ ان
نہا کے عادی ہو گئے۔ کافی سفر کے بعد دریا کا پھیلاؤ بڑھنے لگا اور اس سے رفتار میں کمی واقع

بہر آہستہ آہستہ رات زمین پر اتر آئی۔ وہ سب خاموش زمین پر دراز تھے۔ سب جاگ رہے تھے۔ رات کے سونے میں سوچ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ پھر ان کی پلکیں جڑنے لگیں۔ ایک ایک کر کے شاید سو گئے تھے۔ رات کا نہ جانے کونسا پہر تھا۔ آسٹری کی آنکھ کھلی تھی۔ آسمان پر پورا چاند نکلا تھا۔ اس کے اطراف ستارے مسکرا رہے تھے لیکن چاند کی روشنی میں کچھ فرق تھا۔ پتہ نہیں، کیا حقیقت، ماحول کچھ سبز سبز سا محسوس ہو رہا تھا۔ آسٹری نے آنکھیں پینچ کر کھولیں اور اچھل کر کہا۔ یہ دہم نہیں حقیقت تھی آسمان اور زمین کے درمیان سبز روشنی حائل ہو رہی تھی اور یہ نئی شام تھی۔ آسٹری نے قریب سوئے ہوئے بڈ کو جھنجھوڑ دیا اور بڈ بڑا کر اٹھ بیٹھا۔

”ہاں۔ کیا ہے۔ کیا ہو گیا ہے؟“ بڈ نے گھبراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

”کچھ نہیں بڈ۔ جو اس سنبھالو۔“ آسٹری نے آہستہ سے کہا۔

”کیا بات ہے۔ ضرور کچھ ہوا ہے موسیو۔“

”محسوس کرو بڈ۔ کیا ہوا ہے۔“ آسٹری بولا..... اور بڈ گردن اٹھا کر چاروں طرف دیکھنے لگا پھر مل کر بولا۔

”اوہ۔ یہ سبز روشنی۔ آہ وہ تو پہاڑوں کے دوسری سمت سے آ رہی ہے مگر سبز روشنی، اوہ بے خدایہ تو ذیل بی ہارنوس.....“ وہ جملہ ادھر اور اچھوڑ کر خاموش ہو گیا۔ باقی لوگ ابھی بے ہند سو رہے تھے، سبز روشنی اس وقت کچھ عجیب سا انداز اختیار کئے ہوئے تھی۔ وہ پہلے کی صرف فضاء میں نظر نہیں آ رہی تھی، بلکہ زمین کو چھوتی ہوئی چل رہی تھی۔ پھر اچانک ہی وہ ہو گئی اور ایک دم ہی فضاء سے وہ سبز کیفیت غائب ہو گئی، لیکن انہوں نے ایک سایہ سا دیکھا، انسانی شکل کا سایہ جو آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا۔ آسٹری نے بڈ سے کہا۔

”بڈ کو چکا دو، سوتے رہنا مناسب نہیں ہے۔“ لیکن ان دونوں کی آوازوں سے غالباً بی کی آنکھیں کھل گئی تھیں۔ سب سے پہلے زردبان اٹھ کر بیٹھ گئی۔ پھر فلیش اور ایشیا، لیزا و ڈال سب ہی جاگ گئے تھے۔ لیزا نے حیران لہجے میں کہا۔

”کیا ہوا آسٹری کیا بات ہے۔ خیریت..... خیریت.....؟“

”وہ دیکھو۔ وہ کون ہے۔“ آسٹری نے کہا اور سب کی نگاہیں اس کے اشارے کی جانب اٹھ گئیں۔ فاصلہ اچھا خاصا تھا لیکن آنے والے کو وہ بغور دیکھ رہے تھے۔ وہ مدھم مدھم سبز روشنی میں ایک سایہ تھا جو آہستہ آہستہ ان کی جانب بڑھ رہا تھا۔

”میرے خدا سبز روشنی۔“ لیزا کے منہ سے نکلا۔ سبز روشنی اسی طرح آیا کرتے تھے، کسی نے جواب نہ پا کر لیزا نے پھر وحشت بھرے انداز میں کہا۔

”ذیل بی ہارنوس۔ آہ کیا ہم اب بھی اس کے تسلط میں ہیں، کیا ہم اب بھی اس کی گرفت میں کھل پائے؟“ فلیش اور زردبان ساتھ ساتھ تھے وہ بالکل خاموش تھے۔ فلیش نے زردبان کو دیکھا تو زردبان کے ہونٹوں پر ایک تکیسی سی مسکراہٹ نظر آئی۔ جیسے وہ کہتا چاہتی ہو کہ میں تمہارے ہم ذیل بی ہارنوس کی مملکت سے باہر نہیں نکل سکتے۔ بہر حال اس وقت وہ سب اس روشنی کو دیکھ رہے تھے جو آہستہ آہستہ ان کے قریب پہنچ گیا، لیکن ان کے لئے دوسرا لہجہ سننے والے کے خد خد خد تھے۔ قریب آنے پر اس کے نقوش واضح ہو گئے تھے اور انہوں نے

ہوتی گئی اور جب رات ہوئی تو دریا خاصا پرسکون ہو گیا تھا لیکن چونکہ کشتی بہاؤ پر تھی اس لئے کئی مشکل پیش نہ آئی۔ دونوں سمت کے کناروں پر گھٹے جنگل نظر آ رہے تھے اور یہ سلسلہ سب تک جاری رہا۔ دوسری صبح جنگل چھوڑ دے ہونے لگے اور ان کے عقب میں پہاڑی ٹیلے نظر آنے لگے لیکن یہاں آکر دریا کا بہاؤ بے حد ست ہو گیا تھا چنانچہ ہوا کے رخ کا تعین کر کے بادبان چڑھا دیئے گئے اس طرح رفتار کچھ بہتر ہوئی لیکن آسٹریوں کے چہرے پر تشویش پیدا ہونے لگی تھی۔ اس نے آہستہ سے بڈ سے کہا۔ ”بڈ..... تم کچھ محسوس کر رہے ہو۔“

”کیا موسیو ولیمین.....؟“

”یہ ست رفتار کی بتاتی ہے کہ آگے چل کر دریا کا پھیلاؤ اور بڑھ جائے گا؟“

”اوہ۔ ہاں ممکن ہے۔“

”اس کے بعد تو کشتی کا سفر جاری نہ رہ سکے گا۔“ ولیمین نے کہا اور بڈ بھی تشویش کا شکار ہو گیا۔ وہ پُر خیال انداز میں گردن ہلاتے لگے۔ دوپہر ڈھلی تو ولیمین کے خیال کی تصدیق ہونے لگی۔ دریا کا بہاؤ بالکل ختم ہو گیا اور اس کے کنارے نامعلوم وسعتوں میں پھیلے نظر آنے لگے۔ یہاں تک کہ کشتی زمین پر جا پڑی۔ شفاف زمین صاف نظر آ رہی تھی اور دور دور تک پہاڑوں کے نیلے ٹکڑے ہوئے تھے۔ وہ سب خوف بھری نگاہوں سے اپنے اطراف دیکھ رہے تھے۔ ولیمین ہونٹ کھنکھراتے بولا۔ ”یہاں یہ سفر ختم ہو گیا۔“

”اب کیا ہو گا ولیمین! لیزا نے کہا۔

”ممکن ہے ان پہاڑوں کے دوسری طرف زردبان کی بہتی آباد ہو۔ یا پھر ہم ایسے راستے دیکھیں جو ہمیں مذہب دنیا تک لے جائیں۔“

”تب پھر کشتی چھوڑ دو۔“

”ہاں۔ ہمیں جلدی کرنی چاہئے کیونکہ ایک طویل سفر اس دریا کے اٹھلے پانی میں کرنا ہے۔ سب جانتے تھے کہ انہیں کیا کرنا ہے۔ سامان کے بڈل باندھے گئے انہیں شانوں پر کٹایا اور وہ کشتی سے نیچے آکر بائیں سمت چلنے لگے کیونکہ ادھر کا سفر کم تھا۔ سورج مغرب میں جگ گیا تب دریا کی حدود سے باہر قدم رکھتے ہی پاؤں جواب دے گئے اور وہ سامان سمیت زمین پر ڈھے گئے۔ آسٹری نے ہنستے ہوئے کہا۔ ”آج رات قیام کے لئے یہ بہترین جگہ ہے۔“

بہت دیر تک وہ بے سدھ پڑے رہے۔ لباس بیگ کر خراب ہو گئے تھے۔ ایک آؤ بیکر لباس تبدیل کئے گئے اور کھانے پینے کا بندوبست کیا جانے لگا۔ کھانے سے فراغت ہوئی تو ان علاقے کے بارے میں تبصرہ ہونے لگا۔ لیزا نے کہا۔

”تمہارا تجربہ کیا کہتا ہے آسٹری۔ کیا ہمیں ان پہاڑوں کے دوسری طرف آبادی ملے گی۔“

”آثار نظر نہیں آتے۔ میں فضا میں دھواں تلاش کر چکا ہوں۔“

”ممکن ہے کچھ فاصلہ ہو۔“

”ہاں۔ ہو سکتا ہے؟“

”مگر ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے تو کیا کریں گے۔“ لیزا نے کہا۔

”سفر۔“ ولیمین مسکرا کر بولا اور لیزا ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ سورج چھ

اسے پہچان لیا تھا۔ یہ وہ بوڑھی عورت تھی جسے انہوں نے اس وقت زہل بی بارنوس کے مامو دیکھا تھا جب زہل نے انہیں طلب کیا تھا۔

بوڑھی عورت سبز روشنی میں لپٹی ان کے قریب پہنچی۔ پھر اس نے مسکرا کر کہا۔ "سوئ والوں کے لئے اس وقت جاگنا ہی بہتر ہے۔" اس نے ایک نگاہ سب پر ڈالی اور پھر قریب ہونے ایک پتھر پر بیٹھ گئی۔ "میرا نام روزا ایکب ہے۔ تم لوگوں نے مجھے ضرور پہچان لیا ہو گا۔" آسٹرن نے فوراً خود کو سنبھال لیا۔ وہ جانتا تھا کہ دوسرے جواب دینے کے قابل نہیں ہیں۔ اس نے کہا۔ "ہاں معزز خاتون بھلا ہم آپ کو کیسے بھول سکتے ہیں۔"

"گڈ..... کو..... ان خوبصورت علاقوں کی سیر کر لی۔ یہ سیاحت تمہیں کیسی لگی۔" ہنر نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا وہ خود ہی بولی۔ "یہ حقیقت ہے کہ یہ علاقے ناقابل عبور ہیں اور دوسری طرف کی سرحدوں سے ادھر آنا انسانی پہنچے سے باہر ہے صرف ہیلی کاپٹر ادھر آ سکتے ہیں۔"

"جی.....!" آسٹرن نے آہستہ سے کہا۔

"میرے خیال میں تم نے اچھا خاصا سفر کر لیا ہے۔"

"جی محترمہ روزا ایکب..... لیکن ہمیں حیرت ہے۔ کیا سبز روشنی کی پہنچ یہاں تک ہے؟"

"یہاں تک....." روزا ایکب ہنسنے لگی، پھر بولی۔

"تمہارے خیال میں تم الاوشیہ کی مملکت سے کتنی دور نکل آئے ہو۔"

"صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے۔" آسٹرن بولا۔

"وہ..... وہ پہاڑ دیکھ رہے ہو۔ وہ روشنی میں نہاتے ہوئے پہاڑ۔ وہ تین چوٹیاں جو قریب قریب نظر آ رہی ہیں۔"

"ہاں۔" آسٹرن نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

"ان کے دوسری طرف الاوشیہ کی مملکت ہے۔ وہ جگہ جہاں سے تم نے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا۔"

○.....○.....○

باگ کی طرف سفر جاری تھا باور دہ حقیقت ایک عجیب و غریب شخصیت کا مالک تھا۔ اس نے دل میں انتہائی جذبے بھی طوفانی حیثیت رکھتے تھے اور یہ بالکل سچ ہے کہ اس نے ان اطراف داخل ہونے کے بعد انسانی خون بے دریغ بہایا تھا۔ فوہا اور باقی تینوں لڑکیوں کی مدد سے اس نے وغارت گری کا جو بازار گرم کیا تھا اس کی نوعیت کچھ بھی ہو..... لیکن اتنے عرصے میں شاید کبھی پہاڑ والوں میں اتنا خون بہا ہو۔ باتو کی وجہ سے بہت قتل و غارت گری ہوئی تھی۔ لیکن اس نے ایک انوکھا طریقہ کار اختیار کیا تھا، اپنے انتقام کے لئے، جیسے اس نے باگ کی قدر پل تھی اور جس طرح اس نے میسرہ دوبارہ آباد کیا تھا۔ شاید پہاڑ والوں میں کوئی ایسا نہ ہو جو اس طرح یہ کارنامہ سرانجام دیتا۔ دوران سفر غلامانہ اور سمنانہ نے فوہا اور شیرایہ کو مسلسل غمزدہ پایا تھا۔ دونوں آپس میں باتیں کرنے لگی تھیں۔

"اور کیا تمہیں اس بات کا اندازہ ہے غلامانہ کہ ہماری ہمیشہ کیوں افسردہ ہیں؟"

"کاشان اور افنان کے لئے۔" غلامانہ نے بے دھڑک جواب دیا۔
"یہ عجیب بات ہے، ہے کہ ہمیں؟ پھر تو یہ بہتر نظر آتا ہے کہ ہم دونوں ابھی اس مشکل کا نہیں ہوئے۔"

"پھر بھی ہم فوہا کے لئے افسردہ ہیں۔"

"باتو بابا کا حکم ہر حال میں افضل۔ ورنہ ہم میسرہ میں بھی رہ سکتے تھے۔"

"باتو بابا سے صرف یہ کہا جاسکتا ہے کہ باتو کاشان اور افنان کو میسرہ سے باگ لے آیا ہے۔ یا پھر ان دونوں لڑکیوں کو اجازت دے دی جائے کہ یہ وہاں جا کر رہیں۔" غلامانہ اور سمنانہ کو اس بات کا قیام کے دوران ان کے عقب میں موجود بڑی چٹان کے پیچھے ہے اور ان کی نگاہیں رہا ہے۔ وہ تو اس وقت چونکیں جب انہیں باتو کی آواز سنائی دی۔

"پیاری بیٹیو! میں نہ تو فوہا اور شیرایہ کو کوئی دکھ دینا چاہتا ہوں اور نہ ہی تم دونوں کے متعلق میں کوئی رکاوٹ ہوں گا۔ میں جانتا ہوں کہ ایک عمر حاصل کرنے کے بعد فطرت کے تقاضے پا جاتے ہیں اور وہ تقاضے تمہارے اندر نمودار ہو چکے ہیں، لیکن مجھے احساس ہے کہ تمہارے لئے میں نے جو کچھ سوچا تھا، تم سے حاصل کر لیا ہے۔ گویا میری محنت کا صلہ مل چکا ہے۔ اب میں جانتا ہوں کہ تمہاری ماں کے تم پر جو حقوق ہیں اسے ملیں۔ بہتر ہے کہ تمہارے مستقبل کے فیصلے وہ کرے۔ فوہا اور شیرایہ کی پسند انہیں ضرور ملے گی لیکن تمہاری ماں کے ذریعے۔"

"کیا ہم یہ بات انہیں بتا دیں باتو بابا۔" سمنانہ نے معصومیت سے پوچھا اور باتو ہنس پڑا۔

"تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ دونوں اس دوسری چٹان کے پیچھے ہیں اور ہماری نگاہیں ان پر نہیں ہیں۔" دوسری چٹان کے پیچھے ایک دم سرسراہٹیں سنائی دیں اور فوہا اور شیرایہ زمین پر گر کر اس طرح ہونٹیں جیسے گہری نیند سو رہی ہوں۔

بالآخر باگ نظر آ گیا۔ سرسبز و شاداب کھیت لہلہا رہے تھے۔ نئے لگائے ہوئے پھلوں کے پائے انسانی قد کے برابر ہو چکے تھے۔ دور سے دیکھنے سے ہی اندازہ ہو جاتا تھا کہ وہ نہایت مضبوط و زرخیز آبادی ہے۔ جو ایہ کو حکمرانی کرتا آگئی تھی۔ اسے مضبوط سارے حاصل ہوئے تھے۔ شگالی کا اندازہ بہت سی کے ہر شخص کے چہرے سے ہو جاتا تھا۔ سب خوش نظر آتے تھے۔ اس بار باتو نے مختصر سپاہ کے ساتھ بہت عرصہ کے بعد باگ کی طرف لوٹا تھا۔ وہ بہت فاصلے پر تھا کہ اس کی آمد ناخبر بہت سی کو مل گئی تھی۔ چنانچہ جو ایہ بے شمار افراد کے ساتھ اس کے استقبال کے لئے موجود

سلاہ نے اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ بڑے ہڑتاک انداز میں باتو اور لڑکیوں کا خیر مقدم دیا۔ باتو نے آسودہ نگاہوں کے اطراف میں پھیلے ہوئے کھیت اور باغات دیکھ کر کہا۔

"یہ سب کچھ دیکھ کر مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ اس کا مطلب ہے کہ باگ کے نوجوانوں نے مکمل نیا تیکہ لیا ہے۔"

"اور وہ یہ کبھی نہیں بھولیں گے باتو کہ ایک نجات دہندہ دور سے آیا تھا اور اس نے اجڑے باگ کو نئے سرے سے تعمیر کر دیا۔ اس بار تمہاری واپسی بہت عرصے کے بعد ہوئی۔" سلاہ نے ان کے ساتھ باتو کو باگ کے اندرونی علاقے کی جانب لے جاتے ہوئے بولا۔

”ہاں یہ پہاڑ طویل وسعتوں میں پھیلے ہوئے ہیں اور قیلوں کی کمائیاں مختلف میری پھندہ اور میری بچیوں کے لئے بھی۔ شہ بدان نہیں آئی، اس کا کیا حال ہے؟“

”وہ کچھ دنوں سے بیمار ہے، بچیوں کو بہت یاد کرتی ہے۔“ سلاہ نے جواب دیا اور ہاتھ مسکرانے لگا۔

بڑے کوسے میں داخل ہونے کے بعد چاروں لڑکیاں اپنی ماں کے پاس پہنچ گئیں، شہ بدان بستر پر دراز تھی اس کے چروں پر غم و غصے کے تاثرات تھے، اسے باتو اور چاروں لڑکیوں کی آمد کی اطلاع مل گئی تھی۔ لڑکیوں نے ماں کے ہاتھ پاؤں چھوئے لیکن شہ بدان کے انداز میں پاک نہیں پیدا ہو سکا۔ اس نے سرد انداز میں باتو کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”میرا تو خیال تھا کہ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اپنی بچیوں سے محروم ہو چکی ہوں۔ تمہارا شکر باتو بابا کہ تم نے آخری بار مجھے ان کی صورت دکھادی۔“

باتو اس کے لیے کے طنز کو محسوس کر کے مسکرانے لگا۔ اس نے کہا۔ ”کیوں آخری بار کیوں شہ بدان.....؟“

”زندگی کا کیا بھروسہ، میں بیمار ہوں کوئی بھی لمحہ میری موت کا لمحہ بن سکتا ہے اور پھر یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہاری اجارہ داری میں تمہارا کوئی بھی غلط حکم ان لڑکیوں کو موت سے ہٹا کر دے، جن کا اب مجھ سے کوئی تعلق نہیں رہ گیا ہے۔ باتو میرا باپ اور میرے بھائی مجھ سے کہے ہیں کہ تم باگ کے نجات دہندہ ہو اور تم نے ایک اجڑی ہوئی بستی آباد کی ہے لیکن میرے دل کی بستی تم نے جس طرح ویران کر دی ہے میں اس دکھ کو کبھی نہیں بھول سکوں گی، بے شک تم نے بہت سی تعمیر کی ہے لیکن میری دنیا کو جس طرح تم نے کھنڈر بنا دیا ہے کاش کوئی اسے دیکھتا۔ تم نے درحقیقت اپنی خدمات کی اتنی بڑی قیمت وصول کی ہے کہ شاید کسی کو کبھی اتنی بڑی قیمت نہ ادا کر پڑی ہو۔“ باتو کی پیشانی شکن آلودہ ہوئی۔ اس نے کہا۔

”اگر تم سمجھتی ہو شہ بدان کہ میں اپنی محنت کا صلہ وصول کر چکا ہوں تو چلو میں تسلیم کرتی ہوں۔ اب تم اپنی محنت کا صلہ وصول کرو۔.....؟“ شہ بدان نے نگاہیں اٹھا کر باتو کو دیکھا اور بولی۔

”میرا کیا رہ گیا ہے اب۔ میں تو یہ سوچتی ہوں کہ کسی دن یہ لڑکیاں تم سے میرے بارے پوچھیں گی کہ باتو بابا یہ عورت کون ہے؟“

باتو ہنسا پھر بولا۔ ”میں انہیں تمہاری تحویل میں دے سکتا ہوں لیکن کیا تم انہیں سنبھال سکتی ہو۔“

”یہ میری اولادیں ہیں باتو۔ میرا خون ہیں۔ تمہیں روشنی والے کا واسطہ اب میری بچیاں مجھے دے دو۔ زندگی کے کچھ لمحات میں بھی ان کے ساتھ بسر کرنا چاہتی ہوں۔“

”ٹھیک ہے شہ بدان۔ اب یہ تمہارے حوالے۔ لیکن تمہیں علم ہے کہ میں نے اپنی زندگی ان کے ساتھ گزاری ہے۔ مجھے ان کے ہر احساس سے محبت ہے۔ تمہارے ہر اختیار کے بارے میں بھی ان کے لئے کچھ فیصلے کرنا چاہتا ہوں۔“

”میں تمہارے فیصلوں کا احترام کروں گی۔ وقت نے مجھے سرفرو کیا ہے تو میں چاہتی ہوں کہ اپنی بچیوں کو وہی درجہ دوں جو پہاڑوں میں عزت دار لڑکیوں کو حاصل ہوتا ہے۔“

”ٹھیک ہے۔ میں تم سے تعاون کروں گا۔ فوہا اور شیرایہ کے لئے میں نے دو لڑکوں کا انتخاب ہے۔ دو ددنوں بھی ان لڑکوں کو پسند کرتی ہیں اور لڑکے بھی انہیں چاہتے ہیں۔ وہ ایک مضبوط لڑکا اور طاقتور آبادی، میسرہ سردار کے بیٹے ہیں اور مستقبل کے سردار۔.....!“

شہ بدان نے حیرت و مسرت سے باتو کو دیکھا اور بولی۔ ”کیا تم سچ کہہ رہے ہو باتو بابا۔ کیا ابی توجہ اس طرف بھی رہی ہے۔ کیا ان جنگجو لڑکیوں میں یہ حس باقی ہے۔“

باتو کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے اس بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس نے اس خاموشی کو محسوس کیا اور ندامت آمیز لہجے میں بولی۔

”مجھے معاف کرنا باتو بابا۔ زندگی بھر جس آگ میں جلتی رہی ہوں تم جانتے ہو۔ بہت سی باتیں ہیں میرے دل میں۔ میں نے بارہا خوابوں میں میان لائی کو دیکھا ہے۔ وہ مجھے ہمیشہ زینت نظر آتا ہے۔ اس کی آواز میں بڑا درد بڑی حسرت ہوتی ہے۔ ایک بار..... بس ایک بار اسے دیکھنا چاہتی ہوں۔ اپنی بچیوں کے ساتھ اس سے ملنا چاہتی ہوں بس ایک بار۔“ شہ بدان انگوٹوں سے آنسو بہنے لگے۔

باتو نے کہا۔ ”اب تو یہ مشکل کام نہیں ہے۔ تم تیار ہو جاؤ۔ ہم عتاہوں کے مسکن چلیں۔ ان بچیوں کے ساتھ۔.....“

شہ بدان محروم ہو گئی۔ باتو نے جتنی آسانی سے یہ الفاظ کہہ دیئے تھے اسے امید نہیں تھی۔ واقعی یہ مشکل کام نہیں ہے۔ میان لائی تو اب خواب بن گیا تھا اس کے لئے ایک ایسا خواب کی کوئی تعبیر نہیں تھی۔ لیکن ایسا تصور جس سے وہ اپنی تنہائیاں سجالیتی تھی..... اور بس۔ یہ بات کی فطرت کا ایک مڑا سرا پہلو ہے۔ نادانی کی عمر میں اس نے سالہا زور کو چاہا تھا، سالہا زور نرم، بل فطرت کا مالک تھا وہ ایک موسیقار تھا جو صرف محبت کرنا جانتا تھا۔ شہ بدان نے سالہا زور محبت کی، لیکن اپنے حسن و جمال کی وجہ سے وہ میان لائی کی مرکز نگاہ بن گئی اور میان لائی نے اس کے لئے مبارک کر کے اسے جیت لیا۔ جب وہ میان لائی کی بیوی بن کر اس کے گھر پہنچی تو زور اس کے لئے نقطہ سیاہ کی مانند رہ گیا اور پھر میان لائی کی قربتوں نے اسے سیاہ نقطے کو بھی اندک کر دیا۔ ہاں میان لائی کے دل میں وہ سیاہ نقطہ ایک سیاہ دھبے کی مانند ہمیشہ کے لئے منقش ہو رہا تھا۔ شہ بدان کو ہمیشہ اس کا طعنہ دیتا رہا۔ حقیقت یہ تھی کہ اب صرف میان لائی ہی زور کے تصور کو زندہ رکھے ہوئے تھا۔ ورنہ شہ بدان اسے بھول چکی تھی، میان لائی نے اسے یاد رکھا کہ بالآخر اس نے شہ بدان کو اس کی خونخوار نادانی کی سزا دے دی۔ لیکن اس کے بعد میان لائی کی زندگی میں میان کے سوا اور کوئی تصور نہ رہا تھا۔ بعد کو اس پر جو کچھ ہتی وہ ایک الگ عالم تھی۔ لیکن اب جب چاروں طرف سکون کا لامتناہی سمندر موجزن ہوا تو اس میں میان لائی ابھرے ابھرنے لگا۔ البتہ اس نے ہمیشہ یہی سوچا کہ اس خواب کی اب کوئی تعبیر نہیں ہے، باتو نگار کو باتو نے اس طرح اس مشکل کو آسان کر دیا جیسے یہ کوئی مشکل ہی نہیں تھی اس نے اسے باتو کو دیکھا اور بولی۔

”باتو بابا کیا یہ واقعی ممکن ہے؟ کیا میری اس آخری آرزو کی تکمیل ہو سکتی ہے؟“

”اُس سے پہلے بھی اگر تیرے دل میں یہ تصور جاگتا اور تو مجھ سے اس کا اظہار کرتی شہ بدان

تو یہ کوئی ایسی بات نہیں تھی، جو مشکل کا باعث ہوتی، ہم نے اپنا ہدف پایا ہے اور جیسا کہ میں نے تجھ سے ذکر کیا کہ اب میں ان بچیوں کو ایک ایسا مستقبل دینا چاہتا ہوں جو ہر عورت کا خواب ہے۔ شہ بدن بد نصیبی یہ ہے میری کہ میری زندگی میں ہمیشہ ایک آگ روشن رہی اور تو اس آگ کا پانی منظر جاتی ہے، میں نے اس آگ میں بہت کچھ جلادیا۔ لیکن انسانی فطرت کو نہ جلا سکا۔ میں بھی ان بچیوں کو اتنا ہی چاہتا ہوں جتنا تو چاہتی ہوگی۔ تیرے شوہر کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا میں بہر حال سلاہ اور جومایہ سے مشورہ کر لے میرے خیال میں ہمیں عقابوں کے مسکن تک جانے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ تو ان لوگوں سے بات کر کے روانگی کی اجازت لے لے۔ اور سن کی لٹکر ساتھ لینے کی ضرورت نہیں ہے، جو انتظامات میں کروں انہی کے تحت چلنا ہے اور میرا ساتھ جانا ضروری ہے ورنہ لڑکیوں کو کنٹرول کرنا مشکل ہو جائے گا۔“

شہ بدن سلاہ کے سامنے پہنچی اور اس سے اس خواہش کا اظہار کیا۔ جومایہ بھی موجود تو جومایہ نے کہا۔

”اور میں ہمیشہ روشنی والے کی پناہ مانگتا ہوں لیکن باگ جس قدر مضبوط ہو چکا ہے اور اس کے جوانوں کو جو جنگجویانہ قوتیں حاصل ہو گئی ہیں اب یہ موقع ہے کہ ہم اپنی بہن کی توہین کا انتقام لے سکیں اور میان لائی کو اپنے قدموں میں جھکا سکیں تو کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ ہم عقابوں پر لشکر کشی کریں؟“

”یعنی..... یعنی میرے گھر پر.....“ شہ بدن نے شعلہ بار لگا ہوں سے جومایہ کو دیکھتے ہوئے کہا اور جومایہ کی نگاہیں جھک گئیں۔ پھر وہ آہستہ سے بولا۔ ”تم آج بھی اسے اپنا گھر سمجھتی ہو؟“

”ہاں..... میں زندگی کی آخری سانس تک اسے اپنا ہی گھر سمجھوں گی۔“

سلاہ نے کہا..... ”وہ ٹھیک کہتی ہے جومایہ..... پھاڑوں کی بیٹیاں اپنی قدریں رکھ رہی ہیں اور تو نے بہت غلط بات کہی۔ لیکن شہ بدن ایک خیال میرے دل میں ہمیشہ رہتا ہے میان لائی کو کبھی اپنی بیٹیاں یاد نہیں آئیں اس نے کبھی تیری جانب رخ نہیں کیا.....؟“

شہ بدن نے محبت بھرے لہجے میں کہا..... ”وہ اس مزاج کا انسان ہے لیکن میرا شوہر ہے میں اگر کسی سہمی کے عالم میں زندگی گزار رہی ہوتی اور اتنی ہی بے بس ہوتی، جتنی پہلے تھی تو شاید عقابوں کے مسکن میں بھیک مانگنے نہ جاتی لیکن اب اس بدلے ہوئے وقت میں میری آرزو ہے کہ ایک بار میان سے ملوں اور اسے اس کی بیٹیوں سے ملا دوں..... پھر بھی اگر اس نے ہم سے اس نفرت کا اظہار کیا تو ہم واپس باگ آجائیں گے۔ پہلے باگ کی جانب رخ کرنا میرے لئے باعث توہین تھا لیکن اب باگ میرے لئے مختلف ہے۔“

”ٹھیک ہے شہ بدن ہم تجھے خوشی سے عقابوں کے مسکن جانے کی اجازت دیتے ہیں۔“

باتوں نے فوہا اور تینوں دوسری لڑکیوں سے کہا۔ ”میں تمہیں تمہارے باپ کے پاس لے رہی ہوں..... پیری بچیوں ایک بار میان سے ملنا ضروری ہے۔ تمہارا باپ اگر تمہیں محبت سے لگاتا ہے تو بہتر ہے کہ تمہارے مستقبل کے سارے فیصلے اسی کے ہاتھوں ہوں، کیونکہ وہ اپنے ہتھوڑے اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر تم اپنے نئے مستقبل کا آغاز کرتے ہوئے اپنے باپ سے

اپنے باتو بابا کا نام بتانا۔ میں تمہیں شفقت کے سائے میں تمہارے گھروں کو روانہ کروں گا۔“

چاروں لڑکیاں خاموش رہیں۔ نجانے ان کے سینوں میں کیا جذبات موجزن ہوئے لیکن روانگی کی تیاریوں میں انہوں نے جس خوشدلی کا مظاہرہ کیا اس سے یہ اندازہ ہوا کہ ان کے سینوں میں بھی باپ سے ملنے کی آرزو ہے، کافی سازو سامان کے ساتھ اس بار ذرا مختلف رہیں سفر کا آغاز ہوا..... وہ ایک ایسی گاڑی میں شہ بدن کو بٹھا کر لے چلے تھے جسے چار بارے پہنچ رہے تھے لیکن لڑکیوں کو اپنے مخصوص انداز میں سفر کی عادت تھی اور انہوں نے وہی بہتر اختیار کیا۔ باتوں نے اعتراض نہیں کیا۔

وہ باگ سے بہت دور نکل آئے۔ یہ علاقہ ان کے لئے اجنبی نہیں تھے اور شہ بدن باگ کے عقابوں کے مسکن کا راستہ بخوبی جانتی تھی۔ ہاں جب پہلی منزل آئی اور انہوں نے پہلا پڑاؤ کیا ان کے آرام کے دوران باتوں نے چاروں لڑکیوں اور شہ بدن کو اپنے قریب جمع کر کے کہا۔

”میری بد قسمتی ہے کہ جب بھی کوئی سہم درپیش ہوتی ہے تو میں اس سہم میں شریک افراد سے ہال کرتا ہوں کہ پارٹی لیڈر کون ہے ویسے تو یہ بچیاں میرے احکامات کی اس طرح پابندی کرتی ہیں کہ میں ان کے بارے میں اپنے جذبات کو الفاظ میں نہیں بیان کر سکتا۔ لیکن اس بار بات کچھ اور ہے۔ یہ ایسے خون کے رشتوں کا معاملہ ہے جن میں مداخلت تقریباً حماقت تصور کی جانی ہے۔ شہ بدن میرا یہ سوال ضروری ہے کہ پارٹی لیڈر کون ہے؟“

شہ بدن ہنس پڑی۔ اس نے کہا۔ ”تم باتو بابا..... تم صرف تم.....“

”شکریہ شہ بدن تو پھر اب وہ ہو گا جو میں چاہتا ہوں۔“

”باتو باتو بابا.....“

”ہم دیے بھی کسی شان و شوکت کے ساتھ سفر نہیں کر رہے یہ ضرورت ہے جو سفر کی باتوں کے لئے پوری کر لی گئی ہے، لیکن اب لڑکیوں کو لڑکیوں کی شکل میں آنا ہو گا۔ یہ زمانہ لباس پہناؤ کی۔ اور گاڑی میں سفر کریں گی ان کا انداز بالکل لڑکیوں جیسا ہو گا۔ مرد صرف میں ہوں اس کا سالار..... اصل میں جو معلومات عقابوں کے مسکن کے بارے میں، میان لائی اور اس لڑکیوں کے بارے میں مجھے تم لوگوں سے حاصل ہوئی ہیں، ان کے تحت میں ذرا مصلحت سے ہاتھ پاتا ہوں۔“

”ٹھیک ہے باتو بابا ایسا ہی ہو گا لیکن تم کرنا کیا چاہتے ہو؟“

”سنو میان لائی سے جدا ہوئے کتنا عرصہ گزر گیا ہے تمہیں شہ بدن کہ اب تم عقابوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں جیسا کہ تم نے بتایا کہ میان لائی کے بھائی ہمیشہ اس سے محسوس کرتے رہے، لیکن پھر بھی وہ اس کے بھائی ہیں، کم از کم تم اپنے دور کی بات کر سکتی ہو کہ تم نے کہا کہ بھائیوں نے ایک دوسرے پر طنز بے شک کیا۔ لیکن ایک دوسرے کو نقصان نہیں پہنچایا۔ میری خواہش ہے کہ پہلے ہم کسی بھائی کے پاس جائیں اور اس سے میان لائی کے حالات معلوم کریں۔ وہ یقیناً یہ حالات مناسب طور پر بتائے گا اور ہم یہ فیصلہ کریں گے کہ ہمیں اس سے کس انداز میں ملنا ہے لیکن جیسا کہ ان کا مزاج ہے وہ لوگ بھی یہ بات جانتے ہوں لیکن میان لائی نے تمہیں پانچویں بیٹی کی پیدائش کے بعد اپنی آبادی سے نکال دیا تھا تو اگر تم شان

و شوکت سے ان میں سے کسی کے پاس پہنچو گی تو وہ حد کا شکار ہو جائیں گے۔ یہ انسانی فطرت کا ایک پہلو ہے ہاں اگر تم ایک مفلوک الحال ایک تباہ شدہ خاندان اور چار مفلک بیٹیوں کی ماں اور ایک اپاج بوڑھے کی بہن کی حیثیت سے میان لائی کے بھائی کی کسی بستی میں داخل ہوگی تو تمہیں دو تین حاصل ہوں گی..... ایک تو انسانی ہمدردی کی بنیاد پر ایک مفلوک الحال مظلوم کی دوسرے بھائی کی ستانی ہوئی بیوی کی اور اس وقت وہ یقیناً تمہیں کسی نہ کسی شکل میں خوش آمدید کہیں گے اور تم ان سے میان لائی کے بارے میں وہ سب کچھ سچ سن سکو گی جس کا جاننا ہمارے لئے ضروری ہے۔“

شہدان خاموش نگاہوں سے بات کو دیکھنے لگی اور پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”تم بہت چالاک ہو باتو بابا..... میں اس بات کو کھیلے دل سے تسلیم کرتی ہوں کہ تمہاری ذہانتوں نے ہی باگ کو باگ، میری بیٹیوں کو وہ بنادیا ہے جس کا شاید ہم میں سے کوئی تصور نہیں کر سکتا تھا۔“

”تو پھر بائی لیڈر میں ہوں ناں؟“

”صرف اور صرف تم ہو باتو بابا.....“

”ٹھیک ہے..... اچھا تو اب مجھے یہ بتاؤ کہ میان لائی کا سب سے بڑا بھائی کوہ بخت کمار رہتا ہے اور اس کی بستی کا نام کیا ہے۔ اصل میں یہ بھی ایک نفسیاتی نقطہ ہے، بچپن ہی سے مصو ہوتا ہے اور بچپن کے نقش کتنے ہی بگڑ جائیں، لیکن بڑے پائیدار ہوتے ہیں۔ ننھے ننھے بچے پار باپ کی آغوش سے نکل کر زمین پر چلنا سیکھتے ہیں تو ان کا محور ان کی دنیا ان کی کائنات صرف مار باپ ہوتے ہیں اس کے بعد ان کی زندگی میں ماں باپ کا کوئی اور بچہ آتا ہے تو وہ اسے زندگی کی ناز ہی چاہنے لگتے ہیں وہ مصوم محبت ہوتی ہے اس لیے بڑا بھائی سب سے زیادہ چاہنے والا ہوتا ہے باقی پھر رشتے تقسیم ہوتے رہتے ہیں اور نفسیاتی طور پر ان میں وہ شدت باقی نہیں رہتی۔ کیونکہ دوسروں کا واسطہ دوسروں سے ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے کوہ بخت خواہ میان کا کتنا ہی مخالف کیوں ہو لیکن اس کے دل کے کچھ گوشے ضرور نرم ہوں گے۔ ہم انہی نرم گوشوں کو چھو کر اس سے ملنا لائی کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے اور وہ ہمیں سچ بتائے گا۔“ شہدان عقیدت بھر نظروں سے بات کو دیکھ رہی تھی۔ پھر اس نے کہا۔

”کوہ بخت کی بستی تیرا یہ ہے اور تیرا یہ کے بارے میں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ وہ کوہ سے رخ پر ہے.....؟“

”تو پھر تیرا یہ کی جانب ہماری راہنمائی کرو جب ہم تیرا یہ میں داخل ہوں گے تو ہماری حالت اتنی خستہ ہوگی کہ ہم پر رحم کھانے والوں کی تعداد ہماری توقع سے کہیں زیادہ ہوگی۔“

○.....○.....○

لاگائے قہقہہ لگایا اور بولا۔ ”یہ بات ہے تو ٹھیک ہے لیکن جیسا کہ میں نے کہا سب آگے ہمارے سردار کے ماں باپ باہر نکلیں گے اور اس کے بعد باقی لوگ۔“

”ہاں وہ تو نا سمجھی کی بات تھی جو میں نے یہ الفاظ کہہ دیئے تھے ٹھیک ہے عالی مقام تمہارا“

”سچ ہے کبھی کبھی انسان سے غلطی ہوئی جاتی ہے۔“ لاگائے بیس پر بس نہ کیا، عشر، شیرماہ، شہزاد اور شیرماہ کی بیوی رانیہ کو لے کر وہ ان کے گھر کی جانب چل پڑا اور انخت باغہ سے کہہ کر وہ اپنے گھر جائے انخت باغہ گردن جھکائے اپنے کوستے کی جانب چل پڑا۔ یہی کیا کہ تقدیر نے جی جی ورنہ باقی زندگی قید خانے میں گزرنے کے انتظامات ہو چکے تھے اور یہ بھی تقدیر ہی کا ہتھ تھا کہ میان لائی نے شدید انتقامی کارروائی نہیں کی تھی ورنہ اصولی طور پر تو اس سازش نام موت ہی ہونا چاہئے تھا وہاں زندگی بچی اور یہاں آزادی مل گئی۔ انخت باغہ خوش بھی تھا غم زدہ بھی۔ بیوی اور بیٹی کے ساتھ وہ کوستے میں داخل ہو گیا۔ اس کا کوستہ جوں کا توں بڑا ہوا ارادہ نے طنز یہ نگاہوں سے چاروں طرف دیکھا اور پھر انخت باغہ کی طرف دیکھ کر مسکراتی بولی۔

”توہیں تمہاری تمام تر کاوشوں کا اختتام ہوا، واقعی تمہاری اعلیٰ ذہانت بے مثال ہے انخت شہزاد کو بے شک تم نے سردار بنوایا، شیرماہ کو سردار کا دادا، ماہ تخت کو سردار کا باپ اور رکو سردار کی ماں اور خود واپس اپنے کوستے میں آگئے۔ یہ اعتراف کرتے ہوئے کہ غلطی انسان ہوتی ہے۔“ انخت باغہ نے کرخت نگاہوں سے اپنی بیوی کو دیکھا اور بولا.....

”کچھ عورت مجھ پر فضول طنز نہ کر، میری یہ بوڑھی کھوپڑی آج بھی بڑی کار آمد ہے، ارے عورت، جنگیں لڑی جاتی ہیں، حکمت عملی اختیار کی جاتی ہے اور نتائج کا انتظار کیا جاتا ہے، ذہنی ہوتا ہے جو تقدیر کا فیصلہ ہو، لیکن اپنی سی کوششیں تو کی جاتی ہیں نا اور تو کیا سمجھتی ہے نا تم ہو گیا، احق عورت کل تجھے اپنے اس طنز خود افسوس ہو گا، ابھی تو سب کچھ ہمارے لیے ہے شیرماہ، اس کا بیٹا بیوی اور ہو گیا یہ بات بھول جائیں گے کہ یہ پودا انخت باغہ ہی نے بھول جائیں تو ناپاس ہیں اور ناپاسی کا انجام ان کے حق میں بہتر نہیں ہو گا، میں نے ہار مانی ہے تقدیر نے ہمیں جتنے موقع عطا کئے ہیں اس کی وجہ جانتی ہے؟“

”نہیں میں نہیں جانتی.....“ ارادہ بدستور طنز یہ انداز میں بولی۔

”دیکھ زندگی تو اس وقت ہی ختم ہو جاتی چاہئے تھی جب ہمارا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا تھا، سچ گئے تھے میں نے رے کوئی امید تھی سچ جانے کی..... نہیں تھی۔ قید خانے سے نکل جانے کی امید ابھی نہیں تھی، بھلا دیکھ سارا کام ختم ہو گیا تھا لیکن ہم اب اپنے کوستے میں موجود ہیں اور ان کی مت سے کوئی خطرہ بھی نہیں ہے تو اس کا مطلب جانتی ہے کہ اس کا کیا مطلب ہے؟“

”نہیں جانتی۔“ ارادہ اسی انداز میں بولی۔

”یہ خوف جو ہے، عورت ہے کم عقل احق، اس کا مطلب یہ ہے کہ منصب ہمیں ضرور ملے گا حاصل کروں گا یہ میرا عزم ہے۔“

ایکایک سوایہ پھٹ پڑی اس نے کہا۔ ”بد نصیبی ہے ان بیٹیوں کی جو ماں باپ کے ہاتھوں سے مجبور ہیں، باغہ میرے دل میں نہ سردار کی بیوی بننے کی خواہش کبھی جاگی تھی اور نہ مستقبل ان کی ماں بننے کی۔ یہ لاچ تمہارے ہی دل میں ابھرا تھا اور تمہاری دن رات کی نصیحتوں، خزاں سے میرے دل میں بھی اگا دیا تھا۔ مجھے بتاؤ وہ کونسا تصور تھا تمہارے دل میں جس نے مجھ سے کہا تھا کہ سوایہ تو عقابوں کے سردار کی ماں بنے گی کیا ترکیب تھی تمہارے پاس

نے ایسا کیا شیرماہ تو دیکھو تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے۔ اندازے لگا لو کہ کیا ہو چکا ہے
زند کیا ہو سکتا ہے۔ مجھے میرا منصب دلانا نہ بھولنا ہمیں عزت و توقیر دلانے میں کوئی کسر نہ
پڑنا یہ فرض تم پر عائد ہوتا ہے۔“

”ہم نے اس وقت بھی تجھ سے تعاون کیا تھا الخت بانہ اور تیرے ہی کہنے پر سب کچھ کر ڈالا
لیکن نتیجہ کچھ بہتر نہیں نکلا وہ نہیں ہو سکا جو ہماری خواہش تھی۔ بات کس انداز میں آگے بڑھی
تو بھی جانتا ہے الخت بانہ اور اب ہم یہ محسوس کر رہے ہیں کہ اس سازش میں شریک ہو کر ہم
اچھا نہیں کیا۔“

”جو قوفوں کے سر پر سینگ نہیں ہوتے ارے احمق یہ الفاظ قید خانے میں تو نے کہے تو نے
اب جبکہ شمران وہ بن چکا ہے جو ہم چاہتے تھے اور یہ بات تمہارے علم میں بھی آچکی ہے کہ
سین سردار کا دادا اور ان دونوں کو سردار کا ماں باپ کہا جاتا ہے تو تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔“

”اگر شمران کے دل میں ہمارا وہ مقام ہوتا تو کیا سب سے پہلے وہ اپنی ماں اور اپنے باپ کی
ہوئی کے لئے نہ آتا۔ یہ بات وہ بے شک جانتا ہے کہ وہ میان لائی کا بیٹا نہیں ہے لیکن اس کے
میں ہمارا کوئی مقام نہیں ہے کیونکہ اس نے اپنی زندگی کا ایک بھی دن ہمارے ساتھ نہیں گزارا
یہ ایک ٹھوس سچائی ہے الخت بانہ کہ اولاد اگر والدین کے سائے میں لے لیا کوئی بھی ہو جس
ساتھ اس کی زندگی گزرتی ہے اسے اسی سے محبت اور دلچسپی ہوتی ہے، باقی سارے کھیل بس
ناتو رہ جاتے ہیں۔“

”تو تمہارا خیال ہے شیرماہ کہ شمران تمہارے لئے کچھ نہیں کرے گا؟“

”کیا کرے گا۔ ایک اچھا کوستہ بنادے گا ہمارا، لوگ ہمیں سردار کے خاندان سے متعلق
دعوت و احترام کریں گے۔ لیکن شمران سے ہمارا وہ رشتہ ختم ہو چکا ہے جو حقیقی معنوں میں
ارثہ کہا جاتا ہے۔“

”یہ سب فصول باتیں ہیں اس چکر میں نہ پڑو، دیکھو جو کچھ ہوا ہے اسے خوشدلی سے
ٹٹ کرو، بس خیال رکھنا ہمیں دیکھو ہم سے کیا کچھ نہیں چھن گیا، نہ کوئی منصب ملا، نہ کوئی
ملکہ سواہی کی بیٹی سواہی سے چھن گئی۔ آج وہ کیا ہے اور ہم کیا ہیں، نہیں شیرماہ اگر تم نے
خیال نہ رکھا تو وقت تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا وہ عثمہ کا بیٹا ہے ماں کے پاس ضرور
آگاہ الخت کو عزت کا مقام ضرور دے گا تم ہمارا خیال رکھنا۔ بس یہی کہنا تھا مجھے۔ ہاں کیا تم
نے کسی کو شامہ کے بارے میں کچھ معلوم ہے، میں سواہی سے وعدہ کر کے آیا ہوں کہ شامہ کو
لے کر کوستے میں لے آؤں گا، سواہی اپنی بیٹی سے ملنے کے لئے بے چین ہے۔“

”میں قید خانے سے رہا ہونے کے بعد ہم کوستے پر ہی آئے ہیں اور ابھی باہر بھی نہیں

”نہ ہی سردار کی طرف سے کوئی پیغام تمہارے لئے آیا.....؟“

”کوئی پیغام نہیں آیا، بہر حال ہو سکتا ہے وہ ہم پر توجہ دے۔“

”اے گاؤ فیصد توجہ دے گا۔ اچھا میں چلتا ہوں بس تم سے یہی کہنے آیا تھا کہ کہیں سب
ال کرنے کے بعد اپنے اس دوست کو نہ بھول جانا جو ان حقیقتوں کا بانی ہے اور غور کرو تو ہر

کہ تم نے اتنی بڑی بات مجھ سے کہہ دی۔ میں تو معصوم تھی نہ بھی ہوتی تو تمہارے احکامات کی بناء
کیونکہ تم میرے باپ ہو وہ کونسا ذریعہ تھا جس کی بناء پر تم نے دعویٰ کر دیا تھا کہ میں میان لائی کے
بیٹے کی ماں بنوں گی اور یہ الفاظ تم نے مجھ سے میان لائی کے سامنے کھلوائے تھے۔“

”لو اسے دیکھو..... یہ بھی اپنی ماں کی طرح مجھ پر طنز کرنے پر تلی ہوئی ہے، یوقوف ہنسی کی
میں نے وہ نہیں کر دکھایا جو کہا تھا وہ تو بد قسمتی نہ کھیل بدل دیا ورنہ ہو چکا تھا وہ سب کچھ جو ہم
چاہتے تھے۔“

”اور وہ سب کچھ نہیں ہوا میرے باپ سوائے اس کے کہ میری بیٹی مجھ سے چھن گئی۔ سنو
الخت بانہ سنو! یہ بات کان کھول کر سن لو میری بیٹی مجھے واپس لا دو۔ میں ساری زندگی اس کے لئے
ترستی رہی ہوں میری جگر گوشہ ہے وہ۔ میں نے صرف تمہاری سازش کی بناء پر ایک غیر لڑکے کہا
اپنی بیٹی سے دور رہ کر میں نے کبھی اسے بھرپور طریقے سے یا زوروں میں لے کر نہیں چوما ایک ماں
کے دل میں یہ پیاس ہے الخت بانہ، میری شامہ کو واپس لا دو ورنہ میں جو کچھ کروں گی وہ تمہارے
حق میں بہتر نہیں ہو گا۔“

”ہاں ہاں ہاں، کچھ لمحات ایسے آجاتے ہیں جب چاروں طرف سے لوگ کسی ایک شخص کو
صرف دھمکیاں دیتے ہیں تو بھی مجھے دھمکی دے ٹھیک ہے لیکن شامہ ہے کہاں؟ اس کے بارے
میں کچھ بھی نہیں معلوم۔ دیکھتا ہوں میں جاتا ہوں۔ تلاش کرتا ہوں شامہ کو یقیناً اب تو وہ بھی بے
سارا رہ گئی ہوگی۔ بھلا شمران سے اس کا کیا تعلق۔ شمران تو کچھ بھی نہیں جانتا ہو گا اس کے بارے
میں..... میں دیکھتا ہوں سواہی شامہ کو لے آؤں گا اپنے کوستے میں۔ تیری یہ آرزو بھی پوری
کروں گا، لیکن اس لئے نہیں کہ تو مجھے دھمکی دے رہی ہے بلکہ اس لئے کہ وہ میرا ہی خون ہے۔
میں جانتا ہوں پہلے شیرماہ کے گھر جانا ہو گا، ٹھیک ہے تم لوگوں کو بتانے کی کیا ضرورت ہے جو کام مجھے
کرنے سے وہ میں ہی کروں گا۔“ الخت بانہ نے کہا اور تیاریاں کرنے کے بعد باہر نکل آیا۔

کچھ دیر کے بعد وہ شیرماہ کے کوستے میں داخل ہو گیا شیرماہ اس کی بیوی اور بیٹا الخت ابھی
کوستے کی صفائی میں ہی مصروف تھی جو منتشر ہو گیا تھا الخت بانہ کو دیکھ کر شیرماہ نے کہا۔

”آؤ الخت بانہ کو تم نے اپنے کوستے کی صفائی کر لی.....؟“

”ہاں تقریباً لیکن تم ہمیشہ کے احمق ہو شیرماہ، تمہیں اپنا منصب پہچاننا چاہئے، تمہیں
نہیں لاگاتے تمہیں کتنا احترام دیا تھا ارے باہر نکلو لوگوں سے کہو کہ تم سردار کے دادا ہو اور
کوستہ سردار کے ماں باپ کا کوستہ ہے۔ اگر اس کی صفائی کرو لیکن تم میں اتنی جرأت ہی کہاں؟“

”ہاں الخت بانہ ہمیں اپنی اوقات کا احساس ہے اور یہ تمام چیزیں ہمارے لئے غیر
ہیں۔“

”تو شیرماہ جس کام کے لئے ہم نے زندگی کا ایک طویل حصہ وقف کر دیا ہے اب وہاں بھی
کو پہنچا ہے تو تم اس طرح بددلی کا اظہار کر رہے ہو اب تو وقت آگیا ہے۔ شمران یقیناً تمہارے
جانب متوجہ ہو گا۔ بلکہ ہو چکا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو بھلا ہمیں قید سے رہائی کیوں حاصل ہوتی۔
سے ایک بات یہ کہنا چاہتا ہوں اور اسی لئے یہاں آیا ہوں شیرماہ کہ عزت و توقیر حاصل کرنے
بعد الخت بانہ کی ان کاوشوں کو نہ بھول جانا۔ یہ نہ بھول جانا کہ یہ درخت الخت بانہ ہی ہے۔“

طرح سے الخت بانہ کا نام ہی سامنے آتا ہے، شمران اگر اس طرح میان تک نہ پہنچ جاتا تو وہ بچہ جوان نہ بننا جو میان جیسے شیر دل کو شکست دے سکے۔ اسے وہاں تک پہنچانے والا الخت بانہ ہی اسے اپنے سینے سے لگا کر سردار کے کوستے میں چھوڑ کر آیا تھا اور اپنی بیٹی کے دل کے ٹکڑے کو ہمارے گھر منتقل کیا تھا۔ چلنا ہوں اتنا ہی کہنا تھا تم سے۔“

الخت بانہ وہاں سے باہر نکل آیا..... شمران کے کوستے کی جانب رخ کرنا تو حماقت کی بات تھی کافی چالاک آدمی تھا ایسے لوگوں سے معلومات حاصل کرنے لگا جو کسی طرح میان لائی سے متعلق رہے تھے۔ تب اسے علم ہوا کہ شامہ اس پہاڑی پر موجود ہے جہاں میان اپنی ختمائی کے لمحات گزارتا تھا الخت بانہ اپنا کانپتا پہاڑی پر پہنچ گیا اور اس کے بعد اس نے پہاڑی کی بلندیوں پر چلے گئے اور وہاں جا پہنچا جہاں ہنگا خاموش ایک پتھر بیٹھا ہوا تھا۔ غلام ہنگا سے الخت بانہ کو دیکھا اور اس کے چہرے پر ناگواری کی شکنیں نمودار ہو گئیں۔

”کہو الخت بانہ میاں کیسے آتا ہوا.....؟“

”ہنگا تم تو میان لائی کے خادم خاص تھے.....“

”آج بھی ہوں، میرا رواں رواں اپنے مالک کی وفاؤں سے سرشار ہے مگر تم کو تم یہاں کیسے آئے؟“

”شامہ یہاں ہے.....؟“

”وہ اندر موجود ہے اس جگہ جہاں میان لائی اس کا باپ اکثر بیٹھا رہتا تھا اپنے باپ کے زوال کے بعد وہ یہیں رہتی ہے۔“

”ہنگا کیا تو یہ نہیں جانتا کہ شامہ میری نواسی ہے، میری بیٹی سوماہ کی اولاد.....؟“

”ہاں شامہ مجھ سے کتنی رہتی ہے کہ بد قسمتی سے اس کا تعلق الخت بانہ کے خاندان سے ہے۔“

”غلام ہنگا، کیا اپنی اوقات سے بڑھ کر بولنا جائز ہوتا ہے؟“

”میری اوقات میرا مالک جانتا تھا تم مجھے کیا بتانا چاہتے ہو الخت بانہ.....؟“

”شامہ کو میرے پاس بلاؤ میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔“ الخت بانہ نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ شامہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی وہاں آگئی اس کے چہرے پر قہر و غضب کی جگلیاں کڑک رہی تھیں اس نے سرد آواز میں کہا.....

”کہو الخت بانہ، مجھ سے کیا کہنا چاہتے ہو.....؟“

”شامہ میری بیٹی، مجھے معلوم ہے تیرے جسم میں دوڑنے والا خون میرا ہی خون ہے۔“

”اگر ایسا ہے تو میرے لئے اس سے زیادہ شرم کی بات کرنا چاہتا ہوں۔“ الخت بانہ نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ میرے جسم میں دوڑنے والا خون تمہاری بیٹی کا ہے ایک غدار عورت کا خون جس نے اپنے شوہر سے غداری کی جس نے اپنی اولاد سے غداری کی، جس نے صرف ایک منصب حاصل کر کے لئے شوہر کو بیوقوف بنایا اور اپنی نومولود اولاد کو غیروں کے حوالے کر دیا۔ میں جانتی ہوں کہ میں نے کیا کیا ہے لیکن جب میں اپنے خون کا تجربہ کرتی ہوں تو مجھے اپنی رگوں میں اپنے باپ کے خون کی سرد محسوس ہوتی ہے لیکن اس میں کچھ گند اخون میری ماں کا بھی شامل ہے کاش میں اس خون کو

نہیں بہا سکتی۔“

”شامہ شامہ، تیری باتیں تو بہت سخت ہیں میری بیٹی تیری ماں تیرے لئے تڑپ رہی ہے۔ ماہی کی گود خالی ہے وہ تیرے لئے بے قرار ہے۔ چل اس سے ملاقات کر۔ بھلا ماں سے بڑھ کر بے لگے اس کائنات میں اور کون ہو سکتا ہے؟“

”افسوس اے شخص میں تجھے احترام کا درجہ نہیں دے سکتی نہ ہی تجھے تیرے نام سے پکارنا ہوتا ہے۔ لیکن کیا اس عورت کا کوئی مقام ہے اس کائنات میں جو صرف اپنے مقصد کے حصول کے لئے اپنی نومولود اولاد کو دوسروں کے حوالے کر دے۔ مجھے اس سے نفرت ہے۔ میں اس ماں کی شدید نفرت کرتی ہوں اور اسے ماں کا محترم نام دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہوں۔ سوماہ سے کہنا کہ اگر اس دنیا میں سب سے زیادہ کوئی تجھ سے نفرت کرتا ہے تو وہ شامہ ہے۔ میں بھلا اس کے پاس جاؤں گی میں نے تو غلام ہنگا سے کہا ہے کہ جب شمران اپنی سرداری کے کھونٹے مضبوط کر لے تو اس سے کہنا کہ ایک غدار لڑکی کو فوراً قید خانے میں پہنچا دیا جائے اگر وہ قید نہ کی گئی تو اپنی لڑکی کی آخری کوشش تک اس بات میں صرف کر دے گی کہ نئے سردار کو اس کے منصب سے اڑا جائے وہ کوشش کرے گی کہ سردار کا قتل کر دے۔ اگر عقابوں کے سردار کی سب سے بڑی ٹمن کو ختم نہ کیا گیا تو مستقبل میں وہ نقصان اٹھائے گا۔ میں صرف اپنے باپ میان لائی کے پاس جا رہی ہوں۔ وہ قید خانے میں ہو یا موت کے چنگل میں۔ اگر اسے موت کی سزا دی جائے تو اس کے ساتھ شامہ کو بھی ضرور ہلاک کر دیا جائے ورنہ وہ اپنے باپ کی موت کا انتقام لئے بغیر نہ رہے گا اور یہ بات معمولی نہ سمجھی جائے کیونکہ چیونٹی بھی طاقتور ہوتی ہے اگر وہ عقل و دانش سے کام لے۔“

الخت بانہ بری طرح خوف زدہ ہو گیا اور اس نے دونوں ہاتھ سامنے کرتے ہوئے کہا۔ ”نہیں اسے بیوقوف لڑکی اور اے احق غلام ہنگا! کیا سوچ رہے ہو تم لوگ کیسی بیوقوفی کی بات ہے یہ سب کچھ یہ لڑکی کہہ رہی ہے اگر شمران کے کانوں تک پہنچ گیا تو تم کیا سمجھتے ہو وہ اس کے کئے پر لے کرے گا، وہ ضرور یہ بات سوچے گا کہ ایسے جذباتی انتقام کارگر ہو جاتے ہیں۔ اے بوڑھے! کیا تو بھی اس معصوم بچی کو نہیں سمجھتا، ایسا کبھی نہ کر، مصیبت دوسروں تک منتقل ہو سکتی ہے.....“ غلام ہنگا ہنسنے لگا پھر اس نے کہا۔

”یہ اس کا ہی نہیں میرا بھی فیصلہ ہے الخت بانہ، ہم لوگ صرف انتظار کر رہے ہیں اور اس بعد ہمارا بہتر ٹھکانہ یا تو میان لائی کے ساتھ قید خانہ ہو گا یا پھر موت کی وہ منزل جس کی جانب انہیں ایک ساتھ سفر کریں گے۔“ الخت بانہ سر پکڑ کر وہیں پتھر پر بیٹھ گیا۔ بہت دیر تک سوچتا رہا.....

”کیسے سمجھاؤں میں تم لوگوں کو کیسے سمجھاؤں.....؟“

”جاؤ الخت بانہ اپنا کام کر بلکہ بہتر یہ ہے کہ یہ اطلاع شمران کو تم ہی دو تاکہ شمران کی نین میں تمہیں وقعت حاصل ہو سکے۔“

”اوہ لیکن میں اپنی بیٹی کا کیا کروں سوماہ مجھے نفرت کی نگاہ سے دیکھتی ہے وہ کتنی ہے کہ میں اسے واپس کر دوں۔“

”جاؤ غداروں کے اس خاندان سے میرا غلام ہنگا کا کوئی تعلق نہیں ہے چلے جاؤ یہاں

روز ایک بولی۔

”نہیں، نہ معذرت کے الفاظ کو اور نہ مجھے اپنی جانب سے مطمئن کرنے کی کوشش کرو۔ کچھ ایسے ہی ہیں، میں تمہاری مدد کرنے پر آمادہ ہوں، لیکن اس کے لئے تمہیں میری ہدایت کرنا ہوگا۔“ آسٹر ایک گہری سانس لے کر بولا۔

”جامل احترام خاتون یہ بیشک سچائی ہے کہ ہم اپنی دنیا میں جانے کے خواہشمند ہیں، لیکن یہ ممکن ہو سکتا ہے؟“

”میری ہدایت پر عمل کر کے کیا سمجھے؟“

”ہم دل و جان سے آپ کی ہدایت پر عمل کرنا چاہتے ہیں، کیونکہ اس تصور سے زیادہ اور عزیز نہیں ہے کہ ہم یہاں سے نکل جائیں آپ براہ کرم یہ بتائیے کہ ہمیں کیا کرنا ہوگا؟“

”یہ لڑکی کیا نام ہے اس کا؟“

”ڈیزی۔“ آسٹر نے جواب دیا۔

”صرف یہ لڑکی تم سب کی مدد کر سکتی ہے۔ لڑکی کیا تم اپنے اندر ایسی صلاحیتیں باقی ہو کہ تم ایک کو قتل کرو؟ بولو، کیا تم اپنے ہاتھوں سے تین افراد کو ہلاک کر سکتی ہو؟“

آسٹر کا خیال تھا کہ زردان بھی حیرت کا شکار ہوگی، لیکن زردان کا لہجہ نہایت مستحکم اور اتھاں سے نکلا۔

”ہاں میڈم میں یہ کام کر سکتی ہوں۔“

”تب پھر تم مرچاؤ۔“ پراسرار عورت نے کہا اور سب ایک بار پھر چونک پڑے۔ آسٹر نے کہا۔

”یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں میڈم؟“

”ہاں اسے معنوی موت مرنا ہوگا تم جب الاؤشیہ کی مملکت میں واپس جاؤ گے اور وہ تم سے سفر کا حال پوچھے گی تو تم تمام سچائیاں بتاتے ہوئے یہ افسوسناک خبر بھی اسے دو گے کہ ماحی نو جوان لڑکی اس سفر میں ہلاک ہو گئی۔“

”ایلا الاؤشیہ کو ہمارے سفر کے بارے میں تفصیلات معلوم نہیں ہیں؟“

”اس حد تک نہیں کہ تم پر کیا گزری ہے، البتہ وہ اتنا جانتی ہے کہ تم ان علاقوں سے باہر نکلے اور اب واپسی کے سفر میں ہو۔“

”اس لڑکی کی ہلاکت سے آپ کی کیا مراد ہے، میڈم روز ایک؟“

اسے میں اپنے ساتھ لے جاؤں گی اور اس کے تحفظ کا میں تم سے وعدہ کرتی ہوں۔ تم جانتے ہو کہ مجھے فریب دینے کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ میرا تعلق اس ہستی سے ہے جو اب اقتدار ہے۔“

”ایلا میڈم ہم یہ بات اچھی طرح سمجھتے ہیں، لیکن ڈیزی کو جن افراد کو ہلاک کرنا ہے، وہ.....؟“

”ن میں سے دو نام میں تمہیں بتائے دیتی ہوں۔ ایک کا نام رینڈی ہے اور دوسرے کا نام..... یہ دونوں زہیل بی ہارنوس کے وہ خاص آدمی ہیں، جو زہیل بی ہارنوس کے ساتھ اس

سے.....“ شامہ نفرت سے منہ پٹا کر واپس پلٹ گئی اور الخت بانہ اس راستے کو گھور رہا تھا جہاں سے شامہ واپس گئی تھی۔

○.....○.....○

آسٹر کو یہ سن کر چکر اٹھ گیا، وہ جانتا تھا کہ ان الفاظ پر دوسروں کی کیفیت کیا ہوئی ہوگی۔ یہ لوگ تو اپنی دانست میں اتنا طویل اور مشکل سفر طے کر کے نجانے کہاں سے کہاں نکل آئے تھے، لیکن بوڑھی عورت کے الفاظ نے ان کے ہوش و حواس چھین لئے تھے، اس کی یہاں موجودگی اس بات کا ثبوت تھی۔ دیر تک خود آسٹر کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔ وہ بس خاموش نگاہوں سے بوڑھی روز ایکب کو دیکھتا رہا تھا۔ بمشکل تمام اس نے اپنے آپ کو سنبھالا اور پھینکی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

”مجھے یقین ہے میڈم کہ آپ غلط نہ کہہ رہی ہوگی۔“

”ہاں تمہیں اس وقت میرے ہر لفظ پر یقین کرنا ہے اور میں نے تم سے یہ الفاظ غلط نہیں کہے تھے کہ اس وقت جاگنا سونے سے کہیں بہتر ہے۔ جو لمحات وقت کی تعبیر کرتے ہیں ان سے زیادہ قیمتی لمحات اور کوئی نہیں ہوتے۔ تمہیں یقیناً یہاں سے نکل جانے کی خوشی ہوگی اور اس تمام پر صعوبت سفر کے باوجود ابھی تک تمہارے دل میں یہی آرزو ہوگی کہ تم یہاں سے نکل جاؤ۔“

”یہ کہتے ہوئے ہم ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہیں کیونکہ الاؤشیہ نے بھی یہی کہا تھا۔“

”ہاں، کیونکہ وہ جانتی تھی کہ تمہارے نکلنے کے لئے کوئی راستہ نہیں ہے۔ وہ صرف اپنے اس خیال کی تصدیق چاہتی تھی کیونکہ یہاں زیادہ تر وہی لوگ ہیں جو اس کے جاں نثار اور اس کی ہدایت پر عمل کرنے والے ہوتے ہیں۔ مذہب دنیا کے لوگ اس سے پہلے کبھی یہاں نہیں پہنچے۔

اس کی خواہش تھی کہ ایسے کچھ لوگوں سے ان علاقوں کا سروے کرائے جو بہترین صلاحیتوں کے حامل ہوں، تاکہ اگر مذہب دنیا کے ایسے افراد جن کا تعلق زہیل بی ہارنوس سے نہیں ہے یہاں پہنچنے کی کوشش کریں تو ان مشکوک راستوں کو بند کر دیا جائے۔ تمہاری کاوشوں سے اسے بہت سکون ہوگا، کیونکہ اب تک کی انتھک کوششوں کے باوجود باہر جانے کے راستے تلاش نہیں کر سکے۔“

”یہ سچ ہے میڈم روز ایکب۔“ آسٹر نے کہا۔

”لیکن وہ فرد واحد میں ہوں جو تمہیں یہاں سے نکال سکتی ہے۔“

روز ایکب کے الفاظ نے ایک بار پھر انہیں چونکا دیا، آسٹر گہری نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا، لیزا کے ہونٹ کھلے تھے اور اس نے کچھ کہنا چاہا تھا، لیکن آسٹر کی تندہ نگاہوں نے اسے خاموش رہنے پر مجبور کر دیا۔ البتہ روز ایکب کی نگاہیں حیرت انگیز طور پر تیز تھیں اس نے آسٹر کی آنکھوں کو بھانپ لیا تھا، وہ مسکرا کر بولی۔

”نہیں، میرے پیارے بچو۔ اس وقت میں جن جذبات کے ساتھ آئی ہوں اگر تم نے میری پذیرائی نہیں کی تو میں بدل ہو جاؤں گی۔ وہ جو کچھ بول رہی ہے اسے بولنے دو اسے اپنی آنکھوں سے ڈرانے کی کوشش مت کرو، غالباً تم یہ سوچ رہے ہو گے کہ میں اس وقت الاؤشیہ کی نمائندہ ہوں اور اس کے بارے میں تمہارے خیالات اس انداز میں جاننا چاہتی ہوں۔“ آسٹر نے کچھ کہنا

وقت یہاں آئے تھے، جب وہ ان علاقوں کا سروے کر رہی تھی اور یہی اس کے تمام ذاتی معاملات کنٹرول کرتے ہیں۔“

”ان کی تعداد صرف دو ہے؟“

”ہاں۔“ روزا ایک نے جواب دیا۔

”اور باقی لوگ، میری مراد ان لوگوں سے ہے جن کا تعلق مذہب دنیا سے ہے اور جو زیبل لی ہارنوس کے لئے پروڈکشن کرتے ہیں اور وہ جو بیلی کاپڑوں سے آکر یہاں سے مال لے جاتے ہیں۔ دو افراد کے علاوہ اور کوئی اس کا صورت آشنا نہیں ہے، وہ صرف اس کا نام اور اس کی آواز پہچانتے ہیں۔“

”تیسری شخصیت کون ہے جسے قتل کرنا ہو گا؟“ آسٹرنے سوال کیا اور روزا ایک چوک کر اسے دیکھنے لگی۔

”کیا تم اس قدر احمق ہو مہم جو.....؟“

”مم..... میں نہیں سمجھا میڈم.....“ آسٹرو لین نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔

”کیا تیسری شخصیت انڈر اسٹوڈ نہیں ہے؟“

”یا..... یعنی.....؟“

”زیبل لی ہارنوس..... جس کی ہلاکت کے بعد ہی تم یہاں سے نکلنے کی صلاحیت حاصل کر سکتے ہو۔“

ان سب کے جسموں میں سنسنی دوڑ گئی۔ وہ ان خوفناک الفاظ سے دہشت زدہ ہو گئے تھے۔ روزا ایک نے کہا۔ ”میرے پاس مکمل منصوبہ ہے جو میں تمہیں اسی وقت بتا دیتا چاہتی ہوں۔ اگر تم اس منصوبے کو قبول نہ کرو گے تو میں تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گی اور تم سے کون گی کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اسے بھول جاؤ۔ تم واپس پہنچو گے وہ تمہیں تمہارے مزاج کے مطابق زندہ داریاں سونپ دے گی۔ تمہاری باقی زندگی یہیں گزر جائے گی، اگر تم نے کبھی اسے یہ بتایا کہ میں نے تم سے ملاقات کر کے تمہیں کوئی منصوبہ پیش کیا تھا تو میں اس سے کون گی کہ تم نے کسی سازش کا آغاز کیا ہے اور وہ تمہاری نسبت میری بات پر یقین کرے گی۔ میں کو شش کر کے تمہارے لئے موت کی سزا تجویز کرادوں گی، اگر تم خاموش رہے تو میں بھی تم سے اس ملاقات کو بھول جاؤں گی، دوسری صورت یہ ہے کہ تم میرا منصوبہ قبول کرلو۔“

”کیا ان تین شخصیتوں کو قتل کیا جاسکتا ہے۔“

”ہاں، میری مدد سے۔“

”ہم منصوبہ سننا چاہتے ہیں۔“ زردان نے بے خوفی سے کہا۔

روزا ایک نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ ”تمہارے بارے میں اندازہ لگایا تھا میں نے تم ایک نڈر اور بے خوف لڑکی ہو۔ میرا منصوبہ یہ ہے کہ میں تمہیں اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔ تمہیں پوشیدہ رکھنے کے انتظامات میرے پاس ہیں۔ وہاں میں تمہیں بتاؤں گی کہ تم ریڈی اور گرہور کو کس طرح قتل کر سکتی ہو۔ تمہارا آخری شکار زیبل لی ہارنوس ہوگی۔ ہم ان کی لاشوں کو بھٹانے لگانے کا بندوبست بھی بآسانی کر سکتے ہیں۔ اس کے بعد تم خاموشی سے زیبل لی ہارنوس کی

جانی۔ ہر مہینے کی تیرہ تاریخ کو زیبل لی ہارنوس ان تمام بیرونی نمائندوں سے میٹنگ کرتی ہے ان سے مارکیٹ کے حالات کی رپورٹ لیتی ہے۔ تمہیں یہ کام تیرہ تاریخ سے پہلے کر لینا ہو گا۔ زیبل لی کاپڑوں سے یہ نمائندے یہاں آئیں گے۔ اس وقت یہ باقی لوگ بھی موجود ہوں گے۔ بیرونی نمائندوں کا خاتمہ مشکل نہ ہو گا۔ یہی بیلی کاپڑ تمہیں تمہاری دنیا میں لے جائیں گے اگر تم نے کوئی بیلی کاپڑ یا ٹکٹ کرنا نہ جانتا ہو تو ایک نمائندے کو زندہ رکھ کر تم اسے یہاں سے نکلنے کے لئے استعمال کر سکتے ہو۔ بعد میں اسے بھی ٹھکانے لگا دینا! اس کام میں چپے چپے پر میں تمہاری مدد کروں گی۔ میرا تم سے مخلصانہ وعدہ ہے۔“

ان کے اعصاب چیخ رہے تھے اور وہ شدید ہچان کا شکار نظر آرہے تھے، آسٹرو لین نے کہا۔ ”کیونکہ میڈم نے تمام پلو ہمارے سامنے رکھ دیئے ہیں اور ہمیں فیصلہ اسی وقت کرنا ہے، اس لئے تم لوگوں کی رائے چاہتا ہوں۔“

”میں میڈم کا یہ منصوبہ منظور ہے۔“ بیڈ نے کہا۔

”مجھے بھی.....! لیزا کی بھینچی، چھٹی آواز ابھری۔

”ہم سب بھی اس آخری بازی کے لئے تیار ہیں۔“ ایشیا نے لب کشائی کی اور روزا ایک نے اسے دیکھ لیا۔

”یہی دانشمندی ہے۔“ اس نے سا۔

”لیکن میڈم..... خدارا ایک بات بتا دیجئے، اس منصوبے سے آپ کو کیا فائدہ پہنچے گا؟ طرح ہم نے آپ کو الاوتیہ کے ساتھ دیکھا تھا اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ آپ سے اس کی نفرت ہے، آپ کا اس سے کیا رشتہ ہے؟“ آسٹرو لجا جت سے بولا اور بوڑھی کا چہرہ تھمتانے لگا۔ نفرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں اس کی ماں ہوں، سگی ماں.....! لوگ جسے آسمان زادی کہتے ہیں اس نے میری کوکھ سے پیدا کیا تھا..... میری کوکھ سے.....“

یہ الفاظ ناقابل یقین تھے۔ انہیں اپنی سماعت پر دھوکا ہونے لگا۔ سب نے ایک دوسرے کی نگاہیں دیکھا جیسے وضاحت چاہتے ہوں۔ پوچھنا چاہتے ہوں کہ جو کچھ انہوں نے سنا ہے وہی سچ ہے یا اسے سننے میں غلطی ہوئی ہے۔

روزا ایک کا چہرہ نفرت کی تصویر بننا ہوا تھا۔ اس نے ان لوگوں کی حیرت پر توجہ نہیں دی تھی کیونکہ انہیں میں کھوئی تھی۔ کچھ دیر کے بعد اس نے کہا۔

”لیجا ہارنوس شروع ہی سے غلط انسان تھا، زیبل لی ہارنوس نے اس کی عظمت کی جو کمائیاں انہوں نے ان میں صداقت نہیں ہے کیونکہ وہی اس کی جینی پیر وکار ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہارنوس شیطانی ذہانت کا مالک تھا سائنس کی دنیا میں ایک بے مثال شخصیت جس کی تھیوری اپنی اپنی انوکھی اور حیرت انگیز تھیوری تھیں اور اس نے دنیا کے سامنے جو نظریات پیش کئے تھے نئے تھے لیکن یہ بات بہت کم لوگ جانتے تھے کہ جو کچھ وہ کہتا ہے وہ اصلیت نہیں ہے اگر اس نے اپنی تھیوری کے لئے کوئی منصوبہ پیش کیا تو اس وقت جب اس منصوبے کا دوسرا رخ اس کے لئے اس کی اپنی تھیوری کا مخالف حصہ اس کے ہاتھ میں ہو، یہ بات کچھ لوگوں نے

جان لی تھی اور وہ لپچا ہارنوس سے ہوشیار رہنے لگے تھے۔ یہ صرف ذہیل بی ہارنوس کی غلط بیانی ہے لپچا ہارنوس ایک عظیم سائنس دان تھا۔ دنیا کی بہتری اور بقاء کے لئے ذہیل بی ہارنوس نے میرے بعد لپچا ہارنوس کو جانا اس لئے وہ اس کی صحیح شناخت کی دعویٰ داری نہیں ہو سکتی۔ ہاں ہوش سنبھال کر لپچا ہارنوس کی قربت جسے حاصل ہوئی وہ ذہیل بی ہارنوس ہی تھی کیونکہ دونوں ذہنی طور پر یکساں تھے، لاپچی دولت کے انبار جمع کرنے کے شوقین، وحشی فطرت کے مالک، بے رحم، سنگدل اور اس بے رحمی اور سنگدلی کا پہلا شکار میرے دونوں بیٹے ہوئے جو ہمیشہ باپ بیٹی کی نفرتوں کا شکار رہے اور جنہوں نے ہمیشہ بے کسی اور بے بسی کے عالم میں زندگی گزار دی، جن کی شخصیت کو جن کی ذہنیت کو اتنا کھلا گیا کہ وہ نیم دیوانے اور پھر تقدیر نے انہیں ایک موقع دیا اور لپچا ہارنوس زندگی سے محروم ہو گیا۔ وہ مجرم تھا۔ جرم کی جانب مائل شخص، بے شک وہ اچھا انسان نہیں تھا اور ذہیل بی ہارنوس ہمیشہ اس کی دست راست رہی۔ اس نے اپنے بھائیوں کو اتنا پیچھے دھکیلا کہ لپچا ہارنوس ان سے نفرت کرنے لگا۔ پھر وہ مر گیا اور مجھے یہ امید پیدا ہوئی کہ میرے دونوں بیٹے اب اس بے کسی کی زندگی سے نجات پالیں گے جس میں انہوں نے ہوش سنبھالا تھا اور نوجوانی کی عمر تک اس بے بسی اور بے کسی کا شکار رہے تھے۔ ذہیل بی ہارنوس ان پر مسلط تھی اور اسے اپنے باپ کی زندگی میں ہمیشہ اس کا تعاون حاصل رہا۔ لپچا ہارنوس کی موت کے بعد میں نے اپنے بیٹوں کی طرنداری کھل کر شروع کر دی۔ میں نے ذہیل بی ہارنوس سے کہا کہ اسے اپنے بھائیوں کو خود سے برتر مقام دینا چاہیے۔ ذہیل بی ہارنوس نے میری بات پر توجہ نہیں دی۔ لیکن میں خواہوں میں بھی نہیں سوچ سکتی تھی کہ اس کے دل میں کیا لاوا پک رہا ہے۔ نوجوان لڑکے بہن کو بہتر مقام دیتے تھے۔ لیکن وہ ذہیل بی ہارنوس کی سوچ کے مخالف تھے۔ جو ہمیشہ اپنے باپ کی لیبازرئی میں ایسے تجربات کرتی رہتی تھی جو انسانیت کی بقاء کے خلاف ہوں۔ اس نے جرائم پیشہ لوگوں سے تعلقات بڑھائے۔ اور انہیں اس قسم کی ایجادات کر کے دیں، جن سے ان کے جرم میں آسانیاں ہو جائیں اور انسانیت کو ایسی سائنسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے جو مجرمانہ ہوں اور ان کے ذریعے لوگوں کو لوٹنے اور ان کے خلاف عمل کرنے کے ذرائع حاصل ہو سکیں۔ سو جب یوں ہوا تو میرے دونوں بیٹوں نے شدید مخالفت شروع کر دی اور ذہیل بی ہارنوس کو دھمکی دی کہ اگر اس نے اپنی یہ کارروائیاں ترک نہ کیں تو مجبوراً انہیں قانون کا سامنا لینا پڑے گا اور وہ یہ بھول جائیں گے کہ ذہیل بی ہارنوس ان کی بہن ہے۔ تب اس شاطر لڑکی نے شرافت کا لبادہ اوڑھ لیا اس نے بھائیوں سے تعاون کا اظہار کیا اور کہا کہ ٹھیک ہے اب وہ ان تمام کارروائیوں سے دست بردار ہوتی ہے اور ایک عورت بن کر زندگی گزارنا شروع کرتی ہے اور دونوں بھائی اب گھر کے بیڑوں کی بنیاد اختیار کریں اس کے لئے احکامات دیں۔ وہ بیچارے کہتے خوش ہوئے تھے اور انہوں نے ذہیل کو کس طرح اپنے تعاون کا یقین دلایا تھا، لیکن پھر اچانک دونوں کو حادثہ پیش آگیا اور وہ دونوں ایک ٹریفک حادثے میں ہلاک ہو گئے۔ انہیں ایک بھاری گاڑی سے اس وقت کچل دیا گیا جب وہ اپنی کار سے واپس آرہے تھے یہ جانکا حادثہ میرے لئے موت ہی ثابت ہوا۔ میں زندگی اور موت کے درمیان معلق ہو گئی۔ شوہر کی موت کے بعد بیٹوں کی موت نے مجھے جو اس باختہ کر دیا، نجانے کتنے عرصے میں ہسپتال میں رہی اور کبھی زندگی نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا، اپنے نوجوان بیٹوں کی موت

میں بھی مجھے زندہ رہنا پڑا۔ بہر حال ذہیل بی ہارنوس میری دلجوئی کرتی تھی اور اس نے بظاہر وہ کام ترک کر دیئے تھے جن سے میرے بیٹوں کو اختلاف تھا اور مجھے بھی تو پھریوں ہوا کہ بہن میں نے سنبھال لیا، میں ہوش و حواس کی دنیا میں واپس آگئی لیکن میں نے یہ بھی محسوس کیا کہ ذہیل بی ہارنوس نے اپنے مشاغل ترک نہیں کئے ہیں بلکہ اب اس کا زیادہ تر وقت اپنے لیبازرئی میں گزرتا ہے اور وہ سخت محنت سے کچھ ایسے کام کر رہی ہے جو عام لوگوں کی سمجھ نہیں اس کے یہ کام جاری رہے۔ میں نے بار بار اس سے سوالات کئے لیکن اس نے مجھے اپنی تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ پھر کچھ لوگ اس سے ملاقات کے لئے آئے گئے۔ وہ ان کے منہ میں مینگ کرتی رہتی تھی۔ میں بظاہر ان تمام باتوں سے غیر متعلق بنی رہتی تھی لیکن جاننا نمی کہ میری بیٹی کے مزاج میں کیا تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں اور کس کس طرح اس نے اپنی ڈھارنے کا انتظام کیا ہے سو مجھے کچھ ایسے نقشے دریافت ہوئے کہ ان کا تعلق ایشیاء سے تھا مانجھی سے تھا، شاہ کاگ سے تھا، ان علاقوں کے بارے میں نجانے کیا کیا پلاننگ کی جا رہی شاید یہاں کام بھی شروع ہو گیا تھا، لیکن اس وقت تک مجھے معلوم نہیں تھا۔ بہر حال وہ بیٹی تھی اور اب میرے لئے زندگی گزارنے کا واحد ذریعہ، لیکن اس وقت میرے دل میں ایک خوفناک شعلہ بھڑک رہا تھا جس میں نے مینگ کے دوران اس کی دو آدمیوں کے ساتھ گفتگو جانتے ہو یہ کون تھے ان میں سے ایک ریڈی تھا دوسرا گریو..... یہ دونوں اس کے مددگار تھے اس کے حکم کے غلام اس کے ہر اشارے پر گردن خم کر دینے والے، گریو اور اسے بتا رہے تھے کہ کس طرح انہوں نے بیوی گاڑی سے حادثہ کر کے میرے دونوں بیٹوں کو باقیا۔ انہوں نے کہا کہ محترمہ ہم نے آپ کے احکامات کی تعمیل آپ کی خواہش کے مطابق کی ہے اس کا صلہ نہیں مل سکا جس کے ہم آرزو مند تھے، تب ذہیل بی ہارنوس نے کہا کہ اپنے بیٹوں تو انہوں نے جواب دیا کہ پہاڑوں کی مملکت میں سب سے بڑا درجہ جو الاوشیہ کے ہے میں نے پہاڑوں کی مملکت کے بارے میں کچھ جانتی تھی نہ الاوشیہ کے بارے میں لیکن بیٹوں میں دل کی جگہ آگ کا ایک پتہ ہوا نکلا اس وقت آمو جو ہوا جب مجھے یہ علم ہوا کہ دونوں بیٹوں کو ذہیل بی ہارنوس ہی نے اپنے راستے سے ہٹایا ہے ان دونوں کے ذریعے ہاں اور بے بس عورت، بوڑھی عورت کیا کر سکتی تھی۔ انتقام کا یہ شعلہ دل میں چھپائے میں ہارنوس سے تعاون کرتی رہی اور پھر اس کے ساتھ یہاں منتقل ہو گئی، یہاں اس نے جس پلانے پر اپنی مملکت کا سنگ بنیاد رکھا تھا میں اسے دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ اس نے اپنے باپ کی لیبازرئی سے جو کچھ حاصل کیا تھا وہ درحقیقت ایسا تھا کہ لپچا ہارنوس کبھی یہ سب کچھ حاصل کر سکا تھا۔ اس بے رحم و گمان میں بھی ایک ایسی مملکت نہیں آسکی ہوگی جہاں کوئی شکر العنان ہو، وہ بے شک دولت حاصل کرنے کا خواہشمند تھا لیکن دولت کے ساتھ ساتھ نہ حاصل ہو جائے یہ اس کے ذہن میں کبھی نہیں آیا تھا اور اس کی شیطان بیٹی نے یہ سب ناپا، اسے قوت حاصل ہو گئی اور یہاں اس نے جو کاروبار شروع کیا وہ نہایت گھناؤنا تھا سب کچھ دیکھا، دیکھتی رہی۔ لیکن جب بھی اس سلسلے میں غور کیا اپنے آپ کو بے بس نہیں بھلا اس کا کیا بگاڑ سکتی تھی اس نے جن لوگوں پر اقتدار قائم کیا تھا وہ سب اس کے ہم

نواختے کوئی بھی اس سے مخالفت مول لینے والا نہیں تھا۔ مقامی لوگ تو بچارے بالکل ہی سبیل اور بے کس تھے اس نے بڑی آسانی سے انہیں قابو میں کر لیا تھا۔ بیرونی دنیا سے جو لوگ آتے ہیں وہ سب اس کے حاشیہ بردار ہیں ایک بھی ایسا نہیں تھا جس سے کم از کم میں دل کی بات ہی کر سکتی۔" بوڑھی روزا ایک اپنے جنون میں بولے جارہی تھی اور وہ سب تصویر حیرت بنے اس کی کہانی سن رہے تھے۔ پھر اچانک روزا ایک چوکی۔ اس نے اس انداز میں ان لوگوں کو دیکھا جیسے ان کی موجودگی ہی بھول گئی ہو۔ چند لمحات بے خیالی کے انداز میں انہیں دیکھتی رہی۔ یاد کرتی رہی کہ وہ ان کے سامنے کیوں بیٹھی ہوئی ہے اور ان سے کیا کہہ رہی ہے پھر شاید اسے سب کچھ یاد آیا اور وہ ہوش و حواس کی دنیا میں واپس آگئی چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔

"اور مذہب دنیا سے آنے والوں میں نے تمہیں ذہیل بی ہارنوس کے سامنے دیکھا اس کے اور تمہارے درمیان ہونے والی گفتگو سنی اور نجانے کیوں میرے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ جو جذبہ انتقام میرے سینے میں برسوں سے پل رہا ہے اس کی تکمیل کے لئے تم میرے معاون ہو سکتے ہو مجھے اس بات کا اچھی طرح علم تھا کہ یہ راستے واپسی کے راستے نہیں ہیں اور تم یہاں سے کبھی نہیں نکل سکو گے" ذہیل بی ہارنوس صرف تم سے جو بے پل کا کھیل کھیل رہی ہے بعد میں تمہیں اپنے غلاموں میں شامل کر لے گی چونکہ اسے غلام بنانے میں بہت دلچسپی ہے لیکن میرے دل میں یہ تصور اسی وقت بیدار ہو گیا تھا کہ اگر مجھے کوئی موقع مل سکا تو میں خود تمہیں ایک ڈنگر کر دوں گی اور آج وہ پیشکش میں نے تمہیں کردی ہے تم بآسانی اپنی دنیا میں واپس جا سکتے ہو پھاڑوں کے رہنے والے آج نہیں توکل کسی نہ کسی طرح ذہیل بی ہارنوس کی یہ جنت تباہ کر دے گا۔ ہمیں ان پر تسلط جمانے سے کوئی دلچسپ نہیں ہے اور جو گھناؤنا کاروبار یہاں ہو رہا ہے وہ ہم ایسا نہیں ہے کہ اس سے دلچسپی رکھی جائے انسان کو قتل کرنے کی سازش دنیا بھر میں ہو رہی۔ مختلف ذرائع سے مختلف طریقوں سے یہ زہر جو ان کی روح میں اتارا جا رہا ہے قاتل زہر ہے اور اس سے میرے بچوں جیسے نجانے کتنے بچے ہلاک ہو جائیں گے۔ اور ان کی مائیں خرتی رہ جائیں گی۔ سب کچھ ختم ہو سکتا ہے صرف اس طرح کہ ذہیل بی ہارنوس کا وجود اس دنیا سے مٹ جائے۔ میرے دل میں اس کے لئے اماتا کا ایک ذرہ باقی نہیں رہا ہے۔ میں صرف انتقام کے سانسوں پر رہی ہوں سمجھے۔ تم نے ایسا بھی پہلے کبھی نہیں دیکھا ہو گا مجھے دیکھ لو میرا جائزہ لے لو۔ ایک انوکھی ماں ہوں جو اپنی زندگی کے واحد سارے سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہے لیکن اپنے دل میں اس کے لئے اماتا کے تمام جذبے سلا چکی ہوں۔ اب میرے ذہن میں میری جات آخری لمحے تک اس کی محبت کا کوئی تصور نہیں جاگ سکا کیونکہ میں نے اپنے بیٹوں کی لاشوں کھڑے دیکھے ہیں ان کی لاشوں کے ٹکڑے جنہیں میں نے جہنم دیا تھا اور ان کی قاتل ذہیل ہارنوس ہے میرے اور اس کے درمیان صرف انتقام کا رشتہ ہے صرف انتقام کا۔" بوڑھی کا شدت جذبات سے کانپنے لگا۔

آسرو ملین اور دوسرے لوگ اسے ساکت نگاہوں سے دیکھ رہے تھے تب زردان نے قدم آگے بڑھا کر گردن خم کی اور آہستہ سے بولی۔

"میں تمہارے ہر حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہوں روزا ایک اور میں تمہاری بات

نہ تمہارے ساتھ چلنے کا فیصلہ کر چکی ہوں۔" تمام لوگوں نے سننی خیز نظروں سے زردان کو قلمش سب سے زیادہ مضطرب نظر آیا تھا۔ لیزا نے کچھ کہنا چاہا لیکن آسنر نے ہاتھ اٹھا کر اسے بچا۔ پھر خود بولا۔ "ہمیں کیا کرنا ہے میڈم روزا ایک۔"

"اسی کیفیت میں آگے بڑھتے رہو تھوڑی دور چلنے کے بعد تم اس کی وژن رینج میں آ جاؤ گی کیا اس وقت ہم اس کی وژن رینج میں نہیں ہیں؟"

"نہیں۔"

"پھر تمہیں ہمارے بارے میں کیسے معلوم ہو گیا؟"

"اتفاق سے..... اس کی تفصیل تمہارے لئے بیکار ہے۔" روزا ایک نے جواب دیا۔

"ہمارا مقصد کچھ اور ہے میڈم کیا ذہیل بی ہارنوس اس بات پر یقین کر لے گی کہ ہماری ماضی لڑکی موت کی آغوش میں جا چکی ہے؟"

روزا ایک مسکرائی پھر اس نے کہا۔ "اور یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اگر تم زندہ سلامت پہنچ جاؤ تو وہ تمہاری طرف سے ہوشیار ہو جائے گی۔ وہ سوچے گی کہ تم لوگ اعلیٰ ترین ذہانتوں والے ہو کہ ان جیٹانک راستوں پر تمہارا کچھ نہیں بگڑا اور پھر اس کا رویہ کیا ہو۔ اس بارے میں کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ اور سنو یہاں سے آگے بڑھتے ہوئے تم مزید خستہ حالی اختیار کرو اور اس وژن رینج میں تم بے ہوشی کی کیفیت میں پہنچو۔ یہ تمہارے حق میں بہتر رہے گا۔" پھر روزا ایک لالہ..... "میں اس سے زیادہ وقت نہیں دے سکتی لڑکی اگر تم میرے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو رہی نہ کہ....."

"اؤکے میڈم..... زردان اٹھ کھڑی ہوئی۔"

○.....○.....○

شہر بان کبھی کبھی سخت حیران ہو جاتی تھی باتو بے حد ذہین انسان تھا اس کے منصوبے ناقابل تہمت ہوتے تھے۔ وہ جو کچھ کہتا تھا اس قدر پناہ دیتا تھا کہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی اس کی اپنی زندگی کیا تھی۔ وہ اس بات پر غور کرتی تو کچھ نہ سمجھ پاتی۔ ایسا انوکھا انتقام اس کی نہیں دیکھا تھا جو تاریخی بدل دے۔ کبھی کبھی اسے یہ احساس ضرور ہوتا تھا کہ اس کی لاشیں باتو کی غلام ہیں۔ وہ صرف اس کے اشارے پر متحرک ہوتی ہیں اور اس کے سامنے کوئی غلطی نہیں لائیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت تھی کہ باتو نے انہیں تعمیر کیا تھا وہ خود انہیں کچھ دینی اور نہ جانے ان کا مستقبل کیا ہوتا۔

اس وقت باتو سے اس کے سارے گلے ختم ہو گئے تھے جب باتو نے عقابوں کے مسکن جانے والی برلی تھی۔ اس کے لئے اس نے جو طریقہ کار وضع کیا تھا وہ بھی جذبات سے بھرپور تھا۔ اس نے مسکن کے مسکن میں کیا تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں۔ میان اس کے بعد کس رنگ میں نظر آ رہا ہے۔ اسے کچھ نہیں معلوم تھا۔ وہ اگر براہ راست اس کے سامنے پہنچ جائے تو نہ ان اس کے ساتھ کیا سلوک کرے۔ یہ زیادہ بہتر ہے کہ تیرا یہ میں اسے میان کے بارے میں غلط فہم حاصل ہو جائیں۔ اسے بہتر فیصلہ کرنے میں آسانی ہوگی۔ باتو نے دور ان سفر اس سے

جہان لائی تک پہنچوں اور تم اس سے میری نہیں ان بچیوں کی سفارش کرو اور کہو کہ یہ تو اس کا خون ہیں۔ اس کی عزت اور آبرو ہیں، مجھے بے شک دھکے مار دے لیکن اپنی بچیوں کے ہاتھ رکھ دے۔ تاکہ ان کا مستقبل بہتری کی جانب گامزن ہو۔“

شہ بان نے اپنی گفتگو مکمل کر لی اور کوہ بخت کے چہرے پر عجیب تاثرات پھیل گئے۔ جس میں ہمیشہ اختلاف رہا تھا، بلکہ بھائیوں میں کیا..... باقی بھائی تو ایک دوسرے سے ملتے جلتے تھے بس میان لائی ہی کی سیاہ بختی تھی کہ وہ سارے بھائیوں سے الگ تھلگ رہا تھا اور وہ بابتد کرتے تھے۔ لیکن بہر طور کوہ بخت سب سے بڑا بھائی تھا ایک دوسرے کے لئے دل میں بے بہت نرم گوشے ابھی باقی تھے۔ وہ افسردہ ہو گیا تھا کیونکہ اسے میان لائی کی ساری کمائی تھی۔ البتہ اس کی بیوی کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ کی ایک پتلی سی لکیر ابھری ہوئی تھی۔ انکھوں میں شرارت آمیز چمک ناچ رہی تھی۔

کوہ بخت نے کچھ دیر توقف کیا پھر بولا۔ ”آخرین ہے تجھ پر شہ بان تو یقیناً پہاڑوں کی آبرو اور تو نے جس طرح زندگی کے یہ ماہ و سال بسر کئے ہیں کسی اور کے لئے ممکن نہیں تھا۔“

”لیکن کیا باغہ..... کیا تم میری مدد نہیں کر دے گے.....“

”ضرور کرتا..... لیکن میان اب سردار کہاں.....“ کوہ بخت نے افسوس بھرے لہجے

کہا۔

”باگ کے بارے میں تو میں کچھ نہیں جانتی باغہ۔“

”کیا.....؟ باگ جو تیرے باپ سلابہ کی بستی تھی.....؟“

”ہاں بھلا اس بستی کا نام میرے دل سے کبھی اتر سکتا ہے لیکن باگ کے بارے میں مجھے، بھی نہیں معلوم۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو باغہ کہ جب میرے شوہر میان لائی نے مجھے عقابوں کے ما سے نکال دیا تھا تو میں باگ چلی گئی تھی..... نہیں ایسا نہیں تھا۔ اس نے مجھے طعنہ دیا تھا کہ:

اپنے باپ کی بستی میں چلی جاؤں اور سالازور کی قبر پر مجاور بن کر بیٹھ جاؤں..... باغہ ہاں! کی بیٹیاں بدکار نہیں ہوتیں شوہروں سے وفاداری تو ان کی تقدیر کا ایک حصہ ہوتی ہے۔ میر سالازور کو اسی دن بھول گئی تھی، جب میان نے میرا ہاتھ پکڑا تھا۔ سو میں میان سے کہہ چکی تھی باگ کبھی نہیں جاؤں گی اور اس کے بعد باغہ میں تقدیر کے راستوں پر چل پڑی اور ایک دیر اپنا مسکن بنایا۔ اس دیرانے میں ان معصوم لڑکیوں کی پرورش کی میں نے اور میرے ساتھ وہ بوڑھا میرا معاون رہا۔ جو خانماں برباد تھا اور اس کا بھی اس بھری دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ میں زندگی کا یہ طویل عرصہ اسی طرح گزارا ہے لیکن جب بچیاں جوان ہو گئیں اور میں اور میرا غلام یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ جنگلوں اور دیرانوں میں ان کی زندگی گزارنا مشکل ہے تو میں ہو گئی اور بالآخر میں نے عقابوں کے مسکن کا رخ کیا۔ یہ سوچ کر کہ ایک بار باپ سے یہ فر کر لوں کہ اگر میرا گناہ عظیم تھا تو یہ بچیاں تو گناہ گار نہیں ہیں کیا وہ انہیں اپنی سرپرستی میں کر لے گا۔ اور باغہ میں جاتی ہوں کہ میان لائی شدت پسند آدمی ہے اور کبھی کسی بات سے نہیں ہوتا۔ لیکن باغہ تم اس کے سب سے بڑے بھائی ہو اور لازمی امر ہے کہ وہ اپنے باپ کی تمہاری عزت کرتا ہے سو میں پہلے تمہارے خدمت میں حاضر ہوئی کہ تم سے مدد مانگوں اور تمہا

”پوری داستان کیا ہے باغہ؟“

”میان کبھی بہتر انسان نہیں رہا۔ اس نے جس طرح سارے کو دھوکا دے کر سرداری حاصل کر کے جانتے ہیں بھائیوں کے درمیان بھی وہ ایک ناپسندیدہ شخص رہا۔ تجھے نکالنے کے بعد اس اعلان کیا کہ وہ اس عورت سے شادی کرے گا جو اسے بیٹا دے گی اور الخت باغہ نامی ایک ماں نے اپنی بیٹی سوماہ کو اس دعوے کے ساتھ اس کی زوجیت میں دیا کہ وہ عقابوں کو مستقبل میں ارسہ گی اور ایسا ہی ہوا لیکن درحقیقت الخت باغہ نے سازش کی تھی۔ تقدیر نے اب بھی نا کوئی ہی دی تھی۔ الخت باغہ نے چالاکی سے ایک دوسرے لڑکے کو اپنی بیٹی کی آغوش میں ڈال دیا۔“

کوہ بخت نے پوری کمائی شہ بان کو سادی اور شہ بان ششدر رہ گئی۔ اس کی آنکھوں میں روواں تھے۔ لڑکیاں بالکل ساٹ نظر آ رہی تھیں۔ آخر میں کوہ بخت نے کہا۔ ”اب تیرے نکال کے مسکن جانے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ میان تو خود قیدی ہے۔ وہاں تو اس کے ساتھ اس میں پرکشتی ہے تجھے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔“ شہ بان سر ہٹائے روتی رہی۔ کوہ بخت کی

بیوی طفرے بغیر نہ رہ سکی۔ اس نے کہا۔
 ”میان لائی نے دھوکے اور فریب سے سرداری تو حاصل کر لی لیکن اسے کسی بھی طرح جانا نہ
 حاصل ہو سکا۔ یہاں تک کہ وہ چھٹی بیٹی کا باپ بھی بن گیا۔“
 ہارنی لیڈر میں ہوں شہ بد ان یہ کبھی نہ بھولا کر۔۔۔۔۔ لڑکیو پارٹی لیڈر کون ہے۔۔۔۔۔؟“
 چھا۔
 ”ہم باتو بابا۔۔۔۔۔؟“ چاروں لڑکیاں بیک وقت بولیں۔

”میں نے سارے حالات تجھے بتادیئے ہیں میان نے اپنے کئی کئی سزا پائی ہے کون ہے جو اس کی مدد کرے گا اور اب کوئی فائدہ نہیں ہے تیرے لئے میرے دو مشورے ہیں۔“

”کیا مانع؟“

”میں تجھے حیرایہ میں جگہ دے سکتا ہوں اپنی بیٹیوں کے ساتھ کسی گوشے میں اپنا کمرہ بنالے۔ میں تیری کفالت کروں گا۔ اس کے بعد تو حیرایہ کے مناسب گھرانوں میں اپنی بیٹیوں کی شادیاں کرلے۔ دوسری تدبیر یہ ہے کہ وہ کرجو تو نے اپنی حماقت سے پہلے نہ کیا۔“

”وہ کیا نغمہ۔“

”اصولی طور پر تجھے اپنے باپ کے پاس باگ جانا چاہئے وہ سب تیرے اپنے ہیں۔ وہاں تجھے بہتر سہولتیں حاصل ہوں گی۔ اس وقت تو نے وہ نہ کیا لیکن اب تیرے لئے یہی بہتر ہے۔ وہاں تجھے ہر طرح آرام ملے گا۔“

”یہی زیادہ بہتر ہے۔“ کوہ بخت کی بیوی لقمہ دیئے بغیر نہ رہ سکی۔

”باغہ.....مجھے ایک اجازت دوگے۔“

”بول کیا جاتی ہے۔“

”غلام باتو ہمیشہ میری مشکلات کا ساتھی رہا ہے کیا میں اس سے مشورہ کر سکتی ہوں۔“

”ہاں ضرور..... اے مہمان خانے میں رکھا گیا ہے۔ تو اس سے وہاں جا کر مل سکتی ہے۔“

شہ بدن چاروں لڑکیوں کے ساتھ باتو کے پاس پہنچ گئی۔ اس کی آنکھیں ابھی اٹلبار میں

بھری آواز میں اس نے باتو کو پوری داستان سنا دی اور باتو حیرت و دلچسپی سے یہ کہانی سنا رہا تھا۔

بے اختیار ہنس پڑا۔ اس وقت پوشہ بدن کے ساتھ کڑیاں جی سیران رہی ہیں۔ باؤں کی

”غناک کہ از اس کہ افسر گداور غم کا اظہار تہ اک عام رست سے شہر ان..... میں۔

کہا: "اے میرے بھائی! کچھ تیرے لیے لکھا جائے گا۔ سو میرے بھائی!۔"

”مذاق اڑا رہے ہو یا تو ماما۔“ شہمدان نے شاکی لہجے میں کہا۔

”بالکل نہیں..... ویسے میں نے فیصلہ کر لیا۔“

”کیا۔“

”ہمیں باگ چلنا چاہئے۔ بھلا ان حالات میں عقابوں کے مسکن جانے کا کیا فائدہ۔“

”میان مصیبت میں ہے۔ اے اب پہلے سے زیادہ ہماری ضرورت ہے۔“ شہ بد ان بولا

”باک صرف باک۔“ بانو بولا۔

”ہرگز نہیں..... میں میان کو اس عام میں میں چھوڑی۔ سہ بدلتا۔“

کا چہرہ سٹڑ گیا۔

ہارٹی لیڈر میں ہوں شہ بان یہ کبھی نہ بھولا کہ..... لڑکیو پارٹی لیڈر کون ہے.....؟“

○.....○.....○

شران نے اپنے کھوئے مضبوط کر لئے۔ کر شانہ کے جوان در حقیقت اس کے لئے بہترین بات ہوئے تھے۔ کچھ تو ان کی ہیبت، کچھ عقابوں کا ملا جلا رد عمل..... اول تو پہاڑوں کے والے زیادہ تر پہاڑی روایتوں کو اولیت دیتے تھے اور ان روایتوں کی تکمیل سے انحراف لاتے تھے۔ دوسری بات یہ کہ میان عام لوگوں کے لئے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ وہ سب کا مخلص نہیں تھا کہ اب اس کی حمایت میں ہم آواز ہو جاتے چنانچہ شران کو اپنا اقتدار قائم رکھنے کی خاطر اس کی حمایت میں آگے نہیں پیش آئی تھی..... پھر لاگا شیطان صفت تھا اور یہ بھی ایک بات تھی کہ اپنی تمام تر شیطنت کے باوجود وہ شران کا نہایت مخلص دوست تھا اور اس کے کچھ کوئی بات نہیں سوچتا تھا۔

شران نے ملے شدہ منصوبے کے تحت اپنا ابتدائی روئیہ عقابوں کے ساتھ بہت بہتر رکھا تھا۔ یہ محسوس کر رہے تھے کہ کیا سرداران کے حق میں مجرا نہیں ہے چنانچہ شران کے لئے کوئی مخالفت سامنے نہیں آئی جو پائیدار ہوئی۔ غرض یہ کہ اس کی دیرینہ خواہش کی تکمیل نہایت طریقے سے ہوئی تھی۔ لاگائے البتہ ایک آدھ بار اس سے کہا تھا کہ میان لائی کو زندہ رکھنے کی اجازت نہیں ہے تو شران نے ہنس کر جواب دیا تھا کہ کسی مناسب موقع پر اس کی زندگی کا چراغ جلا دیا جائے گا۔ ذرا تھوڑے دن تو یہ احساس باقی رہنے دے لاگا کہ اس نے میرے باپ کی اسے میرے اوپر کچھ احسانات بھی کئے ہیں۔ چاہے وہ غلط فہمی ہی میں کیوں نہ ہوں۔ پھر ایک دن اسے دوسرے موضوع پر بھی بات ہوئی۔ شران نے کہا.....

”اور ایک ماں بھی ہے میری جسے میں صحیح طور سے جانتا بھی نہیں اور ہاں لاگا تو نے ان کو قید خانے سے نکال کر ان کے دوستوں میں واپس پہنچا دیا ہے نا؟“

”میں صرف واپس پہنچا ہوا ہے شمران بلکہ سردار کی ماں باپ دادا اور دادی کو میں نے ان کے بیٹے ہی سے وہ ساری مراعات فراہم کر دی ہیں جو انہیں حاصل ہونی چاہئے تھیں۔“ شمران کے پارٹنر کا ہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔ ”تو ایک بہترین ساتھی ہے۔“

”بڑی دلچسپ اور انوکھی کہانیاں ہیں شمران تجھے تو ساری حقیقتیں معلوم ہو ہی گئی ہوں گی۔“
 ”ہاں..... لیکن میں انہیں بار بار سننے میں بڑا لطف محسوس کرتا ہوں اور وہ بھی تفصیل کے
 لگے ہوئے تھا کہ اس شخص میان لائی کے ہاں بیٹھا نہیں ہوتا تھا اور الٹ باغ نامی شخص

ماری سازش کی کہ سوا یہ کہ میان لائی کی زوہیت میں دے کر بیٹے کا قصور اس کے ذہن کو
 زبردستی میری ماں کی آغوش سے نکال کر ماں پر بچا دیا گیا۔ ایسا ہوا ہے نا..... کیا یہی دلچسپ
 ہے۔ واقعی بڑی مہر لطف اور قابل غور لیکن حیرت کی بات ہے کہ جس عورت کو میں نے ماں
 جیسی محبت باغہ کی بیٹی وہ میری ماں نہ تھی اور جسے باپ سمجھا وہ باپ نہ نکلا..... جیسی وہ ایک
 غمگین کمانی ہے تاہم میں سوچ رہا ہوں کہ ایک بار اپنی ماں عثمہ اور اپنے باپ سے ملاقات

کروں کیا بیٹے کی حیثیت سے ان کے کوٹے پر جا کر یا سردار کی حیثیت سے انہیں بلا کر۔
”یہ تو تیری مرضی پر منحصر ہے۔“

”اصولی طور پر میرے ماں باپ کو میرے کوٹے میں ہی ہونا چاہئے تھا۔ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں انہیں ماں اور باپ کہہ کر کیسے مخاطب کروں گا، خیر یہ اتنا ضروری نہیں ہے۔ تو نے جو کچھ کر دیا ہے وہ کافی ہے اور فی الحال اتنا ہی بہتر ہے ارے ہاں سوما یہ اب کہاں ہے کیا میان لائی ہے اس کے تمام ذہنی روابط ختم ہو چکے ہیں۔“

”ہاں وہ اپنے باپ الخت بانگہ کے ساتھ اس کے کوٹے میں ہے۔“

”الخت بانگہ..... میں ان سب سے ملنا چاہتا ہوں لاگا اور میرے خیال میں یہ مناسب وقت ہے کہ میں ان سے مل سکتا ہوں۔“

”ہاں..... اطراف کے حالات بالکل اطمینان بخش ہیں اور زیادہ بہتر یہ ہے کہ تو ان سب لوگوں کو سردار کے کوٹے پر بلا لے یہ کہہ کر کہ سردار کی طرف سے اپنے ماں باپ کے اعزاز میں دعوت دی جا رہی ہے۔“

شرمان کچھ دیر سوچتا رہا پھر اس نے مسکرا کر کہا۔ ”تو میری جانب سے دعوت کا یہ پیغام ان لوگوں کو پہنچا دے۔ میں سب سے پیش ملنا چاہتا ہوں۔ یہ زیادہ بہتر رہے گا۔“ اور لاگا سب سے پہلے الخت بانگہ کے کوٹے میں پہنچا کیونکہ یہ شخص اسے کافی دلچسپ نظر آیا تھا اس وقت جب قد خانے سے ان لوگوں کو رہائی دلائی گئی تھی۔ الخت بانگہ نے لاگا کو دیکھا تو ایک دم مستعد ہو گیا..... وہ جانتا تھا کہ یہ خطرناک شخص شمران کا دست راست ہے اور اس کا منہ چڑھا۔ چنانچہ اس نے تعظیمی انداز اختیار کیا اور بولا۔ ”ہر چند کہ تم میرے لئے اپنے بچوں کی مانند ہو لیکن تمہیں روٹو والے نے مرتبہ دیا ہے اس لئے تمہیں تعظیم پیش کرتا ہوں۔“

”شکریہ بانگہ..... میں شمران کی طرف سے تمہاری طلب کا پیغام لایا ہوں۔ اس نے نہایت عزت و تکریم کے ساتھ تمہیں تمہاری بیوی اور تمہاری بیٹی سوما یہ کو ضیافت پر طلب کیا ہے۔“

الخت بانگہ خوشی سے اچھل پڑا۔ اس نے فخریہ انداز میں بیٹی اور بیوی کو دیکھ کر کہا۔ ”جانتا تھا کہ شمران ناپاس نہ ہوگا۔ اسے سردار گر کا خیال ضرور آئے گا۔ لوگ مانتے ہی نہ تھے ارے جو شخص اپنی قوت بازو سے کسی قبیلے کی سرداری حاصل کر لے وہ اتنا بے دماغ تو نہ ہوگا ماضی کے عوامل کو نظر انداز کر دے۔ ہمیں کس وقت پہنچنا ہے بانگہ۔“

”دوپہر کی ضیافت میں۔“

”ہم نے سردار کی دعوت قبول کی۔ ہم حاضری دیں گے۔“

”بیوی اور بیٹی کے ساتھ۔“

”بے شک۔“ الخت بانگہ نے کہا۔

دوسرا پیغام شیرماہ اور اس کے اہل خاندان کو دیا گیا تھا۔ افسردہ گھرانے کی کیا مجال تھی انکار کرتا۔ میاں بھی سب گمو گمو کے عالم میں تھے شمران نے ابھی تک ان پر کوئی خاص توجہ نہیں تھی۔ حالانکہ ان کی طلب کچھ نہ تھی لیکن عشرہ اور ماہ الخت کما کرتے تھے کہ انہیں کیا حاصل؟

”ہوئیں ان کا بیٹا چھین لیا گیا ہے۔ بہر حال انہوں نے بھی اس دعوت کو قبول کر لیا تھا۔ لاگا نے شمران کو بتایا کہ انہیں دعوت دیدی گئی ہے۔ تو شمران نے کہا۔ ”اس دوران میں بات سوچتا رہا ہوں لاگا۔ اور تجھ سے اس بارے میں مشورہ کرنا چاہتا ہوں۔“

”کیا.....؟“ لاگا نے پوچھا۔

”الخت بانگہ ایک سازشی شخص ہے جو سازش اس نے طویل عرصہ میں کی تھی آج اس کی پہچان ہو چکی ہے کیا وہ ایک کامیاب سازشی انسان نہیں ہے۔“

”یقیناً ہے۔“

”اور کیا مستقبل میں وہ نئے سردار کے خلاف کوئی اور سازش نہیں کر سکتا۔“ شمران نے

اور لاگا اسے پُر خیال نگاہوں سے دیکھنے لگا پھر مسکرا کر بولا۔ ”تو کیا تیرا خیال ہے

نہ۔“

”ہاں میرا خیال وہی ہے جو تو سمجھا ہے۔“ شمران نے کہا۔

اور لاگا بے اختیار ہنس پڑا۔ پھر بولا۔ ”بلاشبہ یہ خیال بُرا نہیں ہے میں تجھ سے اتفاق کرتا

نہ۔“

دعوت کا اہتمام تمام روایات کو مد نگاہ رکھتے ہوئے کیا گیا تھا وہ خاص کھانے پکوائے گئے تھے بات معزز مہمانوں کیلئے پکوائے جاتے تھے۔ کوٹے کے سامنے شمران اپنے بہت خاص دوستوں ساتھ مہمانوں کے استقبال کیلئے موجود تھا۔

مہمان مقررہ وقت پہنچ گئے۔ الخت بانگہ نے اپنا سب سے قیمتی لباس زیب تن کیا تھا اور نہ کوافر کے ساتھ سردار کے کوٹے پر پہنچا تھا اس نے شمران سے معافہ کرتے ہوئے کہا۔

”اور میں نے برسوں قبل جو خواب دیکھا تھا آج اس کی تعبیر پائی ہے۔ میرے شیردل سردار! ان یاد آ رہا ہے جب میں رات کی تاریکیوں میں گوشت کے ایک نازک ٹوٹے کو اپنے ہاتھ چھپائے ہوئے اس کوٹے میں داخل ہوا تھا اور یہی تصور میری آنکھوں میں تھا جسے اس نہایت حقیقت میں تبدیل دیکھ رہا ہوں۔“

”آؤ بانگہ۔ میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں۔“ منتخب جگہ بیٹھے ہوئے شمران نے کہا۔

”شیروں کے انتخاب میں تھوڑی سی فراست ضروری ہوتی ہے شمران تیرے ساتھ چند بزرگ ضرور ہونے چاہئیں۔ مثلاً اگر میں تیرا مشیر ہوتا تو تجھے یہ ضرور بتاتا کہ جب کسی کو بل دعوت کا اعزاز دیا جاتا ہے تو قبیلے کے معزین کو ضرور بلایا جاتا ہے تاکہ ان پر مہمانوں کی ناکامی نہ ہو۔ میری آرزو ہے کہ تو مجھے اپنا بزرگ مشیر مقرر کر۔“

”یہ اہتمام میں نے صرف ان لوگوں کیلئے کیا ہے بانگہ جن سے میرا سب سے قریبی تعلق ہے۔ میں غیروں کی شرکت مجھے گوارہ نہ تھی کیونکہ عقابوں کی سرداری سنبھالنے کے بعد پہلی

نہایت خاندان سے مل رہا ہوں۔“ شمران نے کہا۔

”آہ یہ بات ہے تو تیرا یہ عمل مناسب ہے۔“ الخت بانگہ نے گردن ہلا کر کہا۔

”تم لوگوں سے مجھے جو باتیں کرنی ہیں ان میں دوسروں کی گنجائش کہاں۔“ شمران نے دوبارہ

ابن انوکھا انکشاف مجھ پر بیس آکر ہوا کہ میں میان کا بیٹا نہیں ہوں اور اس کی مکمل تصدیق بھی ہوتی ہے لیکن میں تھوڑی سی تفصیل سننا چاہتا ہوں۔“

”میرے سوا اور کون ہے سردار، جو یہ تفصیل بتا سکے..... اگر تو مجھے اجازت دے۔“

البتہ نے کہا۔

”ہاں بہتر ہے تم ہی بتاؤ۔“ شمران نے کہا۔

”میان کی بیوی شہبدان اسے بیٹا نہ دے سکی اور اس نے شہبدان کو بستی سے نکال دیا پھر ان نے اعلان کیا کہ وہ اس عورت سے شادی کرے گا جو اسے مستقبل کا سردار دے گی اور بس بے دل میں یہ منصوبہ آگیا اور میں نے عمل شروع کر دیا ایک طرف تو میں نے سوما یہ کو میان کی بیٹی بنادیا کہ میرے منصوبے کا آغاز ہو دوسری طرف اپنے حلقہ اثر میں ان لوگوں کا انتخاب کیا جو بے منصوبے کے لئے معاون ثابت ہو سکتے تھے اور خوش بختی نے یہ اعزاز شیرماہ کے گھرانے کو..... اگر یوں نہ ہوتا تو کوئی اور ہوتا۔ گویا یہ ثابت ہوا کہ وہ صرف میں ہوں جس نے شمران کا غیب کیا اور بالآخر اسے سردار بنوا دیا اور میان نے تو بہت سی غلطیاں کیں جن کے نتیجے میں تاہوں کو جنگ تک کرنی پڑی۔“

”ہاں..... میں اس جنگ کی تفصیل بھی سننا چاہتا ہوں۔“ شمران نے کہا۔

”ہندان بیٹان کا بیٹا ہے اور اس نے بڑا موثر قدم اٹھایا تھا میں بتاتا ہوں کہ سولازریوں کے ہاتھ کیا ہوا۔“ الخت باغ نے پوری تفصیل بتائی اور کہا۔ ”چالاک بیٹان نے اپنے بیٹے کو بڑی ناسلوی سے بچایا اور میں سمجھتا ہوں کہ ہندان کو میان کے قید خانے کا گراں مقرر کیا جائے تاکہ وہ میان کی رگ رگ سے واقف ہے۔ اور شیردل سردار نے کچھ لوگوں کو نظر انداز کر رکھا ہے، وہ لڑکی شاید جو تمام انکشافات کا ذریعہ بنی اور جس نے میان کی پناہ حاصل کی اور اب غلام کے ساتھ رہتی ہے اور کہتی ہے کہ اسے اپنی ماں سے نفرت ہے اور وہ شمران کے خلاف ضرور دت کرے گی۔“

”آہ..... واقعی لاگا اسے تو ہم بھول گئے۔“

”وہ سوچ کی پہاڑی پر رہتی ہے اور وہاں بیٹھی منصوبے بنا رہی ہے۔“

”وہ تو تمہاری نواسی اور سوما یہ کی بیٹی ہے۔“

”ہاں لیکن باغی۔“

سوما یہ نے نفرت سے اپنے باپ کو دیکھا لیکن خاموش رہی تب شمران نے کہا۔ ”اور یہ بے حیرت ناک اور عجیب کمائی ہے۔ ساری کی ساری سازشوں سے بھری ہوئی اور اس سازش کا اثر ایک چالاک بوڑھا الخت باغ ہے بلا کا سازشی اور شاطر..... لیکن میرے باپ ماہ الخت اور انہماں۔ تمہاری طرف سے شیرماہ کا شکوہ نامناسب ہے کیونکہ میں اپنے قدموں سے چل کر میان ناکے کوستے میں نہیں گیا تھا۔ نہ ہی جوان ہونے تک میں نے تمہارے بارے میں کچھ جانا بلکہ تو ہمیں صورتوں سے پہچانتا بھی نہیں ہوں۔ اس لئے میرے دل میں تمہارے لئے محبت کا ثبات کماں سے آگ سکتا ہے۔ تم نے چاہا تھا کہ تم لوگ مستقبل کے سردار کے ماں باپ بنو اور یہ ناکہ زندگی گزارو تو تمہاری یہ خواہش میں ضرور پوری کروں گا لیکن میرا دل تمہاری طرف بالکل

”میں سمجھ گیا اور تجھ سے اتفاق کرتا ہوں۔“

”میرا خیال ہے پہلے کھانا کھالیا جائے یہ زیادہ مناسب ہے لیکن میں شیرماہ اور اس کے اہل خاندان کو بہت مشکل پارہا ہوں اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟“

”میں معزز سردار..... ہم عقابوں کے مسکن کے وہ نادار لوگ ہیں جن کا عقابوں کی تاریخ میں کوئی نمایاں مقام نہیں ہے۔ یہ اعزاز ہماری اوقات سے بہت بڑا ہے اور ہم خود کو اس کا اہل نہیں پارہے اس لئے محتاط ہیں۔“ شیرماہ نے کہا اور شمران چونک کر شیرماہ کو دیکھنے لگا پھر اس نے ماہ الخت اور اپنی ماں عشمہ کو دیکھا۔ اس کے بعد خاموشی اختیار کر لی۔

مہمانوں کو دسترخوان پر بٹھایا گیا اور اس کے بعد کھانے چنے گئے۔ شمران خود بھی ان کے ساتھ شریک ہوا اور الخت باغ کھانوں کی تعریف کرنے لگا۔ بڑے اہتمام سے کھانا ختم ہوا۔ پھر شمران نے کہا۔

”اس میں کوئی شک نہیں کہ بچپن سے مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ جوان ہو کر مجھے عقابوں کے مسکن کی سرداری سنبھالنی ہے اور میں نے ہمیشہ خود کو عقابوں کا سردار سمجھا۔ میں دوسری باتوں کے بارے میں بالکل نہیں جانتا تھا۔ جب میان لائی نے مجھے گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا تو یہ قدرتی بات تھی کہ میرے دل میں میان کیلئے وہ مقام نہیں پیدا ہو سکا جو ایک باپ کے لئے پیدا ہونا ہے پھر مجھے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ میان مجھے سردار کبھی نہیں بنائے گا۔ لیکن میں اس خیال کو کبھی ترک نہ کر سکا حالانکہ میں قبیلہ کرشنا کا سردار بن چکا تھا اور جس کے گواہ وہ بیشتر لوگ ہیں جو کرشنا سے میرے ساتھ آئے ہیں۔ اس وقت میں دو قبیلوں کا سردار ہوں۔“

”آہ..... کیا واقعی..... یہ تو پہاڑوں کی تاریخ میں ایک نئی روایت اور انوکھی بات ہے لیکن یہ کیسے ہوا.....!“ الخت باغ نے حیرت اور دلچسپی سے کہا۔

”یہ واقعہ لاگا بتائے گا۔“ شمران نے کہا اور اس کی ہدایت پر لاگا نے مختصر کرشنا اور پہاڑوں کی داستان سنائی۔

الخت باغ کی بانجھیں کھلی ہوئی تھیں اس کی رال ٹپکی ہوئی تھی اس نے جلدی سے کہا۔

”لیکن یہاں آتے ہوئے تم نے وہاں کی سرداری کسے سوچنی ہے۔“

”وہیں کے لوگوں کے سپرد ذمے داریاں کر آیا ہوں۔“

”سخت عاقبت ناندیشی کی ہے تم فوراً یوں کرو کہ کسی دور اندیش بزرگ کو اپنا قائم مقام بنا کر وہاں بھیجو یہ بہت دلچسپ اور قابل تقلید عمل ہے دو قبیلوں کی سرداری..... واہ.....!“

لاگا کو ہنسی آئی۔ یہ الخت باغ خوب انسان ہے کبھی خود کو بزرگ شیر کی حیثیت سے نبھاتا ہے اور اب قائم مقام سردار بننے کے خواب دیکھ رہا ہے۔

شمران نے کہا۔ ”مشورے دینے سے گریز کرو باغ۔ اور مجھ سے پہلے نہ بولو..... جو کچھ پوچھتا ہوں پہلے مجھے اس کے بارے میں بتاؤ۔“

”آہ میں خیال رکھوں گا۔ اصل میں حد سے بڑھی ہوئی خوشی مجھ سے برداشت نہ ہو رہی۔“ الخت باغ نے کہا۔

”بالآخر..... میں نے عقابوں کے مسکن آکر وہ سب کچھ حاصل کر لیا جو میرے دل میں

نبی سوچوں میں ڈوبے ہوئے تھے۔ پھر آسٹرنے کہا۔ ”یہ خاموشی طویل نہیں ہو گئی۔“
 جب اس طرح چونک پڑے جیسے سوتے سے جاگ اٹھے ہوں۔ پھر لیزا نے کہا۔ ”اس نے ہم
 شہرہ تک نہیں لیا۔ آسٹرنہ..... کیا یہ لڑکی حد سے زیادہ خود سر نہیں ثابت ہوئی۔ اس نے
 پیٹھ دوسرے درجے کی حیثیت دی ہے۔“
 ”لیزا تمہیں اس کے الفاظ یاد ہونے چاہئیں۔ اس نے صاف صاف کہا تھا کہ انہی میں
 سے سامنے موم کی ناک تھی۔ جدھر موڑتے مڑ جاتی۔ اسے یہ مزاج ہم نے دیا ہے لیزا۔“
 ”پھر بھی ہم نے اس پر محنت کی ہے۔“

”اور اب وہ آپ پر محنت کر رہی ہے میڈم۔ میں آگے بڑھ کر بولنے کے لئے معافی چاہتی ہوں۔“ روزال نے کہا اور سب چونک کر اسے دیکھنے لگے۔ روزال واقعی بہت کم بولتا تھا۔ بہت محتاط ہو کر بولتا تھا۔

”کیا مطلب روزال؟“

”مگر..... آپ نے اس کی پرورش کا ایک بڑا حصہ مجھے دیا ہے۔ اس لئے میں اسے زیادہ
 ہوں۔ آپ کو علم ہے کہ اس کی زندگی کا مشن کیا ہے۔ وہ ماں باپ کی تلاش میں یہاں آئی
 لیکن یہاں کے ماحول نے اس کے راستے بدل دیئے اور اب وہ مقدور بھر اس ماحول کو بدلنے کی
 کوشش کرے گی۔ اس میں کامیاب ہوگی یا ناکام اس کا فیصلہ وقت کرے گا لیکن وہ ان کوششوں
 باز نہ رہے گی البتہ اس کی دلی آرزو ہے کہ آپ لوگ اس مصیبت سے نکل جائیں اور وہ اس
 لئے امکان بھر کوشش کر لینا چاہتی ہے۔ اس لئے اس نے اتنے اعتماد سے یہ پیشکش قبول کر لی
 “

”سب خاموش ہو گئے۔ پھر لیزا نے ہی متھکر لہجے میں کہا۔ ”لیکن وہ جس کام کے لئے مانی ہے

”اس کا اندازہ تو ہم سب لگا سکتے ہیں۔“ بڈ نے کہا۔
 ”اے نقصان بھی پہنچ سکتا ہے۔“

”ہاں ایسا ہو سکتا ہے۔“ روزال بولا۔
 ”اے فورایہ پیشکش قبول نہیں کرنی چاہئے تھی۔“
 ”فیصلہ تو اسی وقت کرنا تھا۔“

”پتہ نہیں وہ بوڑھی عورت کہاں تک چلی ہے اور یہ سب اتنی آسانی سے ہو بھی سکتا ہے یا
 ”دیکھو لیزا!..... مہم جوئی کا اصول ہے کہ زندگی کو اس لاپرواہی سے موت کے سامنے پیش
 کر موت خوفزدہ ہو جائے۔ جو ہو چکا ہے اس سے پریشان ہونے کے بجائے اب جو ہونے والا
 ناپر نور کرو۔ ہمیں آئندہ جو کرنا ہے وہ یاد ہے۔“
 ”سٹرولین ٹھکرتے ہیں۔“

”آہ۔ میں اس کے لئے پریشان ہوں۔“ لیزا نے ایک سسکی سی لے کر کہا اور آسٹرو لین
میں لگا ہوں سے دیکھنے لگا۔

مائل نہیں ہوتا کیونکہ مجھے تمہاری شفقت اور مانتا کا ایک لمحہ بھی نہیں حاصل ہو سکا۔ تاہم تم پُر عیش زندگی گزار دو گے اور تمہیں عقابوں کے مسکن میں فوقیت حاصل ہوگی۔ یہ میں نے غلط نہیں سوچا کیونکہ محبت نام کی کسی شے سے مجھے کوئی واقفیت نہیں ہے اس کے بعد میں سوا یہ کہ بارے میں بات کرتا ہوں اس عورت نے میرے لئے کیا کیا، میں نہیں جانتا لیکن یہ میری ماں نہیں تھی اس لئے میں نے اس کے اندر کبھی مانتا نہیں پائی۔ یہ تو میرے لئے اجنبی ہے نہ میری اس سے دوستی ہے نہ دشمنی۔ دشمنی اس لئے نہیں ہے کہ یہ میان کی ٹھکرائی ہوئی ہے۔ یہ جس طرح چاہے جے مجھے اعتراض نہیں۔ ہاں اس کی بیٹی شامہ پر میں اس لئے رحم نہیں کر سکتا کہ وہ بغاوت کی بات کرتی ہے اس لئے میان کے غلام ہنگا اور شامہ کو فوراً میان کے ساتھ قید کر دیا جائے گا۔ اس تمام گفتگو میں اس شخص نے مجھے کام کی ایک بات بتائی ہے۔ ”شران نے تخت بانہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ ”جس آدمی کا نام اس نے ہندان لیا ہے وہی میان لائی کی نگرانی کے لئے سب سے موزوں ہے اور خود اس کے لئے بھی۔“ آخر شران مسکرا کر تولا۔

”مہم..... میں نہیں سمجھا شیر دل سردار۔“ الخت بانہ گھبرا کر بولا۔
 ”میں سمجھاتا ہوں بانہ۔ تم بے حد شاندار دماغ کے مالک ہو، تم نے ایک ایسی سازش کی جس کا نتیجہ آج تمہاری توقع کے مطابق ہے۔ یعنی ماہ الخت کا مینا اب عقابوں کا سردار ہے۔“
 ”مجھے اس پر فخر ہے۔ مگر تم اسے سازش کیوں کہتے ہو سردار.....؟“ الخت بانہ نے کہا۔
 ”میں جانتا ہوں کہ اگر کسی کے ایما پر تم نے دوسری بار میرے خلاف سازش کی تب بھی تمہیں کامیابی حاصل ہوگی۔ میں اپنے لئے کوئی خطرہ زندہ نہیں رکھنا چاہتا۔“
 ”زر..... روشنی والے کی قسم..... مہم..... میں بھلا تمہارے خلاف کوئی سازش کیوں کروں گا۔“

”میں تمہارے سوال کا جواب دینا ضروری نہیں سمجھتا۔“ شمران نے کہا۔ پھر شمران کی طرف رخ کر کے بولا۔ ”مجھے معاف کر دینا باغہ۔ میں مختلف مزاج کا انسان ہوں۔ میری ماں نے مجھے مجھے اپنی قربت نہیں دی لیکن اس ساری داستان میں وہ مجھے دوسروں کا آلہ کار نظر آئی۔ یہی کیفیت تم سب کی ہے۔ اگر تم کو گھر کے شمران تمہارا خون ہے اور تم شمران کے ماں باپ ہو تو میں اس کی تردید نہیں کروں گا۔ تم لوگ کسی بھی ضرورت پر اس حقیقت سے میرے پاس آ سکتے ہو۔ اس سے زیادہ تمہارے لئے اور کچھ نہ کر سکوں گا۔“

”مم..... مگر میرے لئے کیا حکم ہے سردار.....“ الخت بانہ نے گھبرا کر کہا۔
 ”میرے مشیر خاص اور دست راست لاگانے تمہارے بارے میں میرا حکم لیا ہے۔ ہرگز
 سنو تمہارا انجام میان لائی کے ساتھ ہو گا اور قید خانے میں یقیناً تم اس کے بہترین مشیر ہو گے۔ لا
 ہر ایک کو اس کی منزل پر پہنچا دو۔ ضیافت ختم ہو چکی ہے۔“
 ”جو حکم سردار.....!“ لاگانے گردن جھکا دی۔

○.....○.....○
وہ سکتے کے عالم میں ان دونوں کو لٹا ہوں سے او جھل ہوتے دیکھتے رہے کچھ دیر کے بعد
زردبان اور روزا ایک کے ہیولے تاریکی میں گم ہو گئے۔ اس کے باوجود وہ گم صم رہے تھے۔

”اول تو ہمارے چلیے کافی خراب ہو چکے ہیں لیکن پھر بھی ہمیں مزید اداکاری کرنی ہے۔“
 ”اور زبردان کی موت پر آزرہ بھی ہوتا ہے۔“ بڈ نے کہا اور مسکرائے لگا۔ فلیش نے بکو
 کہنے کے لئے منہ کھولا پھر بند کر لیا۔

”تو پھر تیاریاں شروع کر دی جائیں۔“ آسٹرولین بولا اور سب سے پہلے اس نے اپنی مٹی
 پلید کرنی شروع کر دی۔ لباس ملگیا تو وہ بی چکا تھا اسے اور بوسیدہ کر دیا۔ بال منتشر کر لئے۔ دوسرے
 لوگوں نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔ دوسری صبح انہوں نے پھر سفر شروع کر دیا۔ دن کے گیارہ بجے
 کے قریب وہ ان پہاڑیوں کے پاس پہنچ گئے جن کے بارے میں روز ایکب نے بتایا تھا۔ روزانے
 بالکل ٹھیک کہا تھا۔ کیونکہ چند افراد ایک درویش کے ساتھ پہاڑیوں کے دوسری طرف سے نکل
 آئے۔ انہوں نے خالی پشت چٹروں کی لگائیں سنبھالی ہوئی تھیں ان چٹروں کی تعداد سے روز ایکب
 کے ایک اور بیان کی تصدیق ہو گئی۔ چٹرسات تھے جن میں ایک لازمی زبردان کے لئے تھا۔ ہر
 درویش نے کہا۔

”عظیم الاوشیہ جانتی ہے کہ تم واپس آچکے ہو اور اس سفر میں چٹر ہمارے ساتھ نہیں
 رہے۔ اس لئے اس نے اپنے علم سے کام لیتے ہوئے تمہاری آسانش کیلئے یہ چٹریجے ہیں اور
 ہمارے ساتھ خوراک بھی ہے۔ یہ گرم کافی تمہیں سکون دے گی۔..... لیکن تمہارا ساقاں
 ساتھی کہاں ہے۔“

”وہ ایک نوجوان لڑکی تھی.....! آسٹر نے سسکی سی بھری۔

”وہ کہاں ہے۔“

”وہ ہم میں نہ رہی۔“

”آہ۔ میں تم سے تعزیت کرتا ہوں۔“ بوڑھے شخص نے کہا اور پھر انہیں کافی پیش کی گئی۔
 کافی نے لطف دیا تھا۔ آسٹر نے کہا۔ ”تو کیا ہم ایک بار پھر الاوشیہ کی مملکت میں واپس آگئے ہیں۔“
 ”ہاں۔ پہاڑوں کے دوسری طرف وہی جگہ ہے جہاں سے تم نے سفر کا آغاز کیا تھا۔“
 بوڑھے نے فخریہ لہجے میں کہا۔

کافی ختم ہونے کے بعد وہ چٹروں پر سوار ہو گئے اور ان کے راہبر چل پڑے۔ پہاڑوں کے
 دوسری طرف پہنچ کر بھی انہیں خاصا طویل سفر طے کرنا پڑا تھا لیکن انہیں اس جگہ نہیں سے جا بڑا
 جہاں پہلے ان کا قیام تھا بلکہ وہ برکت کی پہاڑی کے آس پاس تھے اور انہیں پہاڑیوں میں سے ایک
 پہاڑی کے دامن میں نظر آنے والے غار کے دہانے پر چٹروں کے گئے۔ اس غار کے سامنے نہایت
 وسیع اور شفاف میدان نظر آ رہا تھا۔ راہبر نے کہا۔ ”اس غار میں تمہارا ممکن ہے“ اندر چلے
 جاؤ۔“

وہ غار کے دہانے سے اندر داخل ہوئے تو یوں لگا جیسے کسی ایئر کنڈیشنڈ جگہ پہنچ گئے ہوں
 زبیل بی ہارنوس نے وہ کر دکھایا تھا جس کا تصور بھی نہ کیا جاسکے۔ یہ غار بھی زندگی کی تمام
 آسانشوں سے مہر تھا اور یہاں انہوں نے بڑا سکون محسوس کیا تھا لیکن ہر شخص محتاط تھا۔ کسی
 ایسی کوئی بات نہیں کی جو مشکوک ہو۔

زبیل بی ہارنوس نے اسی رات انہیں طلب کر لیا۔ انہیں خود بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ

زیادہ دور نہیں ہیں۔ چنانچہ اس تک پہنچنے کے سلسلے میں انہیں تھوڑا سا سفر کرنا پڑا تھا۔ الاوشیہ
 اسی جگہ ان کا استقبال کیا تھا جہاں وہ پہلی بار ان سے ملی تھی۔ اس نے کہا۔
 ”تم لوگوں سے دوبارہ ملاقات کر کے مجھے خوشی ہوئی ہے لیکن مجھے علم ہوا ہے کہ تمہاری
 بہ ساتھی ہلاک ہو گئی۔“

”ہاں۔“ آسٹر ادا سی سے بولا۔

”تم میں سے کس کی اس سے زیادہ قربت تھی؟“

”ہم سب ایک دوسرے سے قربت رکھتے ہیں۔ وہ جیالوجی کی بہترین طالب علم تھی۔“
 ”مجھے اس نوجوان لڑکی کا چہرہ یاد ہے اور مجھے اس کی موت کا افسوس ہے۔ وہ کیسے ہلاک
 ہوئی۔“

”ایک برفانی ٹکڑے نے اسے نکل لیا۔“

”ہاں۔ سی کون ہیں میں تمہیں دیکھا گیا تھا۔ خیر یہ تو ہوتا تھا لیکن تم نے بہترین کاوشیں
 ہیں۔ میں نے تمہیں بتایا تھا نا کہ یہ سروے میرے لئے بہت ضروری تھا۔ مجھے تم جیسے ذہین لوگ
 سے پہلے نہیں ملے تھے۔ تمہارے اس سفر سے مجھے بڑی مدد ملی ہے۔“

اتنی دیر میں عقب سے روز ایکب نمودار ہوئی۔ اسے دیکھ کر سب کے جسموں میں سنسنی دوڑ
 لی لیکن انہوں نے اپنی جسمانی کھنچاؤ کا احساس نہیں ہونے دیا۔ روز ایکب کے چہرے پر بھی
 بالآخر نہیں تھا۔ وہ شیشی انداز میں وہاں آکر بیٹھ گئی۔ زبیل نے بھی اس پر کوئی توجہ نہیں دی
 تھی۔

”کیا تم مجھے اس سفر کی تفصیل بتاؤ گے۔ مسٹر آسٹر تم بہتر الفاظ میں بتا سکو گے۔“

”جی میڈم۔“ آسٹر نے کہا اور پھر اس نے بڑی تفصیل سے سفر کی پوری داستان سنا دی۔
 مامی اس نے وہ واقعہ شامل کر دیا تھا جو برف پر انہیں پیش آیا تھا لیکن تھوڑی سی فراست نے
 زندگی بچا لی تھی۔ البتہ آسٹر نے وہاں ڈیری کی موت ثابت کر دی تھی۔ پوری تفصیل سننے کے
 زبیل نے کہا۔

”مجھے یقین ہے کہ تم میرے الفاظ کوچ مانو گے۔ تمہاری اس عظیم جدوجہد کو میں بے حد
 شکر گزار ہوں۔ یہ عام لوگوں کا کام نہیں تھا۔ اس طرح تمہاری دلیری اور شاندار ذہنی
 ایجنوں کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ میں نے ان علاقوں کا فضائی سروے کیا ہے اور مجھے تمہارے اس
 سب سے حد اعتماد حاصل ہوا ہے۔ اصل میں ہم نے فضاؤں کے سفر کو ناکام بنانے کا معقول
 بہت کر لیا ہے جن علاقوں میں تم نے سفر کیا ہے اس کی فضاؤں میں اگر پرندے بھی داخل
 نہیں تو میں اپنے کنٹرول روم سے انہیں نشانہ بنا سکتی ہوں۔ میرے پاس ایسے میزائل ہیں لیکن
 ناکہ و سٹون کو ہم کنٹرول نہیں کر سکتے۔ یہ ہمارے لئے قدرتی تحفظ ہے جس کی تم نے تصدیق
 کی ہے تو دوستو..... اب میں تم سے وہ کہنا چاہتی ہوں جو میرا اصل مقصد ہے۔ کیا تم میری
 سنے کے لئے تیار ہو۔“

”ضرور میڈم۔“

”میں تم سب کو یہاں اعلیٰ مقام دینا چاہتی ہوں۔ تم سب میرا پروڈکشن ورگ سنبھالو گے۔

”ہمارے ایک سرویزر نے تمہارے آنے سے قبل ہمیں رپورٹ دی تھی اور ایسے ایک پ کے بارے میں بتایا تھا۔ بعد میں میں نے اس بارے میں تفصیل معلوم کرنے کے لئے کچھ فہات کئے تھے۔ مجھے دلچسپ رپورٹ ملی ہے۔“

”وہ کیا میڈم.....!“

”قبائلیوں کو بالآخر ان کے بارے میں معلوم ہو گیا اور اب وہاں ان کی لاشوں کے سوکھے بچے پڑے ہوئے ہیں۔ سب کچھ تباہ کر کے وہ درہ بند کر دیا گیا ہے۔“

”اوہ.....“ آسٹر نے آہستہ سے کہا۔

”تمہارے انداز میں افسردگی ہے۔“

”نہیں میڈم۔ میں ان کے لئے افسردہ ہوں جو ان کے جنگل میں پھنسے ہوئے کی وجہ سے لگے۔ کاش ہماری طرح وہ بھی نکل سکتے۔“

”مہم جوؤں کے انجام ایسے ہی ہوتے ہیں۔ وہ آئے کیوں تھے۔ خیر اب تم لوگ آرام کرو۔ بے بی.....“ آخری الفاظ اس نے روز ایک سے کئے اور دونوں اٹھ گئیں۔

○.....○.....○

شہ بدان نے غم ناک نگاہوں سے بیٹیوں کو دیکھا اور بولی۔ ”تمہارے جسموں میں میان کا ناکوش کر رہا ہے فوس اس خون میں ذرا بھی حدت نہیں ہے۔“

”ہم نے تمہارے سامنے کبھی زبان نہیں کھولی بازغ..... کیا ایسی باپ کے خون کی بات آئی ہو جس نے ہمیں پھاڑوں میں تباہ چھوڑ دیا تھا.....!“

”وہ میرا شوہر ہے۔“

”اور ایک سنگدل باپ۔“

”وہ مصیبت میں ہے۔“

”اب اس کی مصیبتوں کا دور ہے۔“

”آہ کاش، مجھے تم پر حق حاصل ہوتا۔“ شہ بدان غمزہ لہجے میں بولی۔

”اور ہمیں اس پر.....!“ فوہانے ترکی یہ ترکی جواب دیا۔ باتو شرارت سے مسکرا رہا تھا۔

”اکی یہ مسکراہٹ شہ بدان کو زہر لگ رہی تھی۔ وہ زچ ہو کر فوہا کو دیکھنے لگی۔ پھر اس نے ہمیں جانتی ہوں میں کچھ بھی نہیں کر سکتوں گی اور ٹھیک بھی ہے۔ میں ایک کمزور اور بے بس شہنشاہ کی خواہشات پوری نہیں کر سکتی۔“

”کوہ بخت کی بیوی نے شہ بدان سے کہا۔“ میرا بھی یہی مشورہ ہے تمہیں شہ بدان تیرا یہ میں ہٹانے کی طرح ایک اپناج بوڑھے اور چار لاکھ لڑکیوں کے ساتھ نہ پڑ جانا۔ اس سے بہتر باپ کا جس کے بارے میں تمہیں پہلے ہی فیصلہ کر لیتا چاہئے تھا۔“

”ہم بہت جلد یہاں سے چلے جائیں گے۔“ شہ بدان نے کہا۔ پھر اس نے کوہ بخت سے ہمیں اجازت درکارے باغ۔“

”آہ۔ کیا تمہارے اپناج مشیر نے بھی وہی مشورہ دیا جو میں نے کہا تھا۔ یہ سب سے بہتر ہے۔“ وہاں تمہیں باوقار زندگی حاصل رہے گی۔“

یوں سمجھ لو تمہیں اس کے عوض اتنی دولت ملے گی جتنی تمہارے تصور میں آئے۔ میں تم سے سال کا معاہدہ کروں گی۔ اس کے بعد اگر تم چاہو گے، تو تمہیں تمہاری دنیا میں بھیج دیا جائے گا۔ اس طرح کہ تمہارے داغ کے غلیوں سے اس علاقہ کے کی یادداشت گم کر دی جائے گی۔ میں اس کے انتظامات کر رہی ہوں اور اگر تمہارا میاں دل لگ جائے تو تم پوری زندگی یہاں گزار سکتے ہو۔ یہاں کوئی سازش نہ کرنا ورنہ تمہیں موت اپنانی ہوگی۔ اس سے زیادہ صاف الفاظ میں کچھ کہ میرے لئے ممکن نہیں ہے اور یہ بے حد ضروری ہے۔ دوسری شکل میں تمہیں زندگی نہیں دی جاسکتی کیونکہ وہ میرے لئے خطرناک ہوگی۔“

”دس سال کے بعد ہمیں جو زندگی ملے گی کیا اس میں ہم اپنے شناسا ہوں گے اور خود پہچان سکیں گے؟“ آسٹر نے پوچھا۔

”بلیا بارنوس کتنا بڑا سائنس دان تھا افسوس دنیا نہیں جان سکی۔ میں اس سے کچھ بھی نہیں حاصل کر سکی لیکن جو کچھ میں نے پایا ہے وہ اتنا ضرور ہے کہ میں یہ چھوٹے چھوٹے کام کر سکتی ہوں۔ تمہاری یادداشت کے صرف اس غلے کو تاریک کیا جا۔ نئے گاجس میں یہاں کے بارے میں معلومات ہوں گی۔ تم اس مہم کو یاد رکھو گے لیکن صرف اتنا سوچو گے کہ تمہاری زندگی کا طول عرصہ اس مہم میں صرف ہو گیا۔ تمہارے پاس دولت کے انبار ہوں گے اور تمہاری باقی زندگی باعث رشک ہوگی۔“

”ہمارے غلوں پر یقین کیا جائے گا؟“

”یہ تم مجھ پر چھوڑ دو..... اگر تم مطمئن ہو گے تو تم پر کبھی شک نہیں کیا جائے گا۔“

”ٹھیک ہے میڈم۔ میں اور میری بیوی لیزا تیار ہیں۔“

”مناسب بات کسی تم نے یہی سوال میں باقی لوگوں سے کرتی ہوں۔“

”ہم کسی بھی مرحلے پر مسٹر آسٹر سے الگ نہیں سوچیں گے میڈم۔“ بڈ نے جواب دیا اور لگا

جواب دوسرے لوگوں نے دیا۔

”تم لوگ دیکھو گے تمہیں ایک باعزت اور پہلے درجے کے کارکنوں کی زندگی ملے گی اور میرے رویے سے تم ناخوش نہ رہو گے۔“

”بے حد شکریہ میڈم۔“

”سات دن کے اندر یہاں خوب گھوم پھر کر اپنی پسند کے رہائشی مقام تلاش کر لو۔ یہ عرصہ بڑھایا بھی جاسکتا ہے تمہاری خواہش کے مطابق۔ اس کے بعد تمہیں تمہاری ذمہ داریاں سنبھالنی پڑیں گی۔“

”بہتر ہے۔“

”ارے ہاں ایک بات تو تمہیں بتانا بھول گئی، تم نے جن لوگوں کی شناخت کی تھی ان کی کھیل ختم ہو گیا ہے۔“

”کون لوگ میڈم؟“ آسٹر نے چونک کر کہا۔

”شاید تم نے ان کے سربراہ کا نام شناسا جو بتایا تھا۔“

”جی جی.....!“ آسٹر نے دلچسپی سے کہا۔

”کچھ مجھ سے کہہ رہے ہو؟“

”ہاں“ اور تم کہتی ہو میں نے تم سے سارے حق چھین لئے ہیں۔ کمال ہے۔ انسان ہر خطے میں سوچتا ہے۔ خود غرض، اپنے مفادات حاصل نہ ہونے پر سب کچھ بھول جانے والا۔ میں بڑیوں کی شادیاں کر دیتا۔ مگر میں نے ایسا نہ کیا۔ کیونکہ یہ صرف تمہارا حق ہے۔ میں نے تو کچھ بتایا..... وہ قائم رکھنے کے لئے سرگرداں رہا۔ ورنہ وہ بے سارا تھیں۔ لوگ یوں ہی ہیں۔ کوہِ بخت نے کیا۔ باگ تو ان کے لئے رہا ہی نہ تھا۔ لوگ کہتے، انہیں خدمت گاری پر..... خوبصورت ہیں کسی صاحبِ نظر کے سپرد کر دو۔ قدر کرے گا۔ لوگ پوچھتے، تمہیں کوئی بات ہو تو بتا دو.....!“

شہدان رو پڑی۔ اس نے کہا۔ ”ساری زندگی میں نے اسے یاد کیا۔ اس کی بے وفائی اس ارے مظالم کے تصور کے ساتھ۔ لیکن اب میرے دل میں اس کے لئے درد اٹھ رہا ہے۔ وہ ہے۔ ذلیل و خوار ہو رہا ہے۔ شیر تھا وہ۔ تھے ہوئے سینے کا مالک۔ وہ کیسے جی رہا ہو گا۔“

”میان.....؟“

”ہاں۔ وہی، میرا شوہر، میرا محبوب۔“ شہدان روتے ہوئے بولی۔
”اور جب اپنی خواہش پوری نہیں ہوتی۔ اپنے مفاد مجروح ہوتے ہیں تو سب کچھ بھول کر ہیں کہ تم نے مجھ سے باقی حقوق چھین لئے۔ ٹھیک ہے۔ یوں کہ لو۔ میں اپنے عمل سے مطمئن اور مرنے کے بعد حساب کروں گا تو منافع میں پاؤں گا خود کو..... سنو شہدان..... جو ہم نہیں وہ مختلف ہوتا ہے۔ ان سوچنے والوں سے اور کوئی تیار نہ ہوتا میان کے بھائیوں میں کی مدد کے لئے۔ کچھ کہنا ہی ہے کہ اب تمہارا اس لئے میں نے نہ کہا مگر تم نے خوب الزام لگا دیا۔“

”تم کیا کہنا چاہتے ہو باتو بابا؟“

”مردود جا رہا ہے باگ..... عقابوں کے ممکن چل رہے ہیں ہم لوگ اور منصوبہ یوں لڑکیوں کے یہی رنگ رہیں گے۔ مفلوک الحال اور بے کسی کی شکار۔ جب ہم عقابوں کے میں داخل ہوں گے تو تم کوگی کہ اب بول میان لائی۔ کہاں گیا تیرا غور۔ کہاں گئی تیری شان۔ ہاں ہے تیری وہ نر اولاد جو تیرے بعد تیری سرداری کا منصب سنبھالے گی۔ بول کہاں ہے وہ..... اور تو قید میں کیوں وقت گزار رہا ہے۔ لوگ پوچھیں گے کہ تو کہاں گئی تھی شہدان تو کہے گی کہ ویران پھاڑوں میں بسر کر رہی تھی۔ ان بے کس بچیوں کو پال رہی تھی اور کے زوال کا انتظار کر رہی تھی اور جب تجھے علم ہوا کہ ایک شیر دل سردار نے میان کے غور میں ہے تو اسے مبارکباد دینے آگئی کہ کوئی تو ہے جس نے اس کی زندگی کی بربادی کا انتقام لیا۔“

شہدان چھلانگ لگا کر باتو کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”باتو بابا.....!“

”ہاں۔ یہ عقل ہے جو طاقت کے ساتھ ضروری ہے۔“

”بھگ..... پھر کیا ہو گا باتو بابا۔“

”تو سردار سے کہے گی کہ بس تو یہی دیکھنے آئی تھی کہ وہ جواں مرد کون ہے جس نے تیرا انتقام لیا۔“

”ایک سوال کرنا چاہتی ہوں باغ۔“

”ہاں ہاں۔ اپنی ضرورت بیان کرو، اگر میرے لئے ممکن ہو سکا تو پوری کروں گا۔“

”نہیں باغ۔ میں کچھ مانگنا نہیں چاہتی، کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔“

”پوچھو۔“

”میان تمہارا بھائی ہے۔ اس نے تمہاری ماں کی آغوش میں ہی ہوش سنبھالا ہے میرے نے۔ کیا تمہارا خون جوش نہیں مارتا۔ وہ غیروں کی قید میں ہے۔ اذیتوں کے درمیان بھر کر رہا ہے۔ اگر بوستانہ، تیرا، باغانیہ وغیرہ مشترک ہو کر عقابوں پر حملہ کریں تو کیا وہ میان کو اس کا بھو بھو منصب واپس نہیں دلا سکتے۔“

”بے شک ایسا ممکن ہے، لیکن اس کا مطلب ہے تمام قبیلوں کی سخت جدوجہد اپنے آدمیوں کی زندگی کے لئے خطرات، جنگ میں دونوں فریقوں کی ہلاکت لازمی ہوتی ہے پھر خصوصی اخراجات بھی ہوتے ہیں۔ کیا میان نے ہم سے ایسے تعلقات رکھے۔ کیا اس نے اپنے دور افتادہ میں ہم سے کوئی واسطہ رکھا۔ کیا اس نے بھائیوں کا کبھی احترام کیا۔ اس نے اپنی قوت کے ذمہ کبھی یہ سب کچھ نہیں کیا۔ اس کے بعد بھلا اس کی کیا گنجائش ہے۔ تمہارا یہ سوچنا بھی بے کار ہے۔“

شہدان نے مغموم ہو کر گردن جھکا دی۔ ہاں جب تیرا یہ سے روانگی کے وقت کوہِ بخت۔ کہا کہ انہیں کچھ ضرورت ہو تو بتا دی جائے تو شہدان نے کہا۔ ”نہیں باغ۔ باگ میں تیار ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔“ اور کوہِ بخت نے بخوشی یہ بات مان لی کیونکہ اس کی بیوی نے سخت الفاظ میں بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔

سفر کے دوران باتو نے مسکرا کر کہا۔ ”بزرگ کوہِ بخت ایک مردہ خور گدھ کی مانند تھا۔ مٹ کر رہے ہوئے اس کی شکل ایسی ہی ہو جاتی تھی اور بڑی ہی مکار فطرت تھی اس کی پوچھ رہا تھا کہ ضرورت ہو تو بتا دی جائے۔ کیا خیال ہے فوہا، تیرا یہ میں کچھ یاد گاریں چھوڑ دیں۔“

”کیسی یاد گاریں۔“ شہدان نے پوچھا۔

”باگ کے لئے تیرا یہ سے تجھے لے چلیں۔ مثلاً سو گھوڑے، تیرا یہ کے خزانے اور اجناس کے انبار..... تمہیں علم ہے شہدان کہ..... بچیوں کے ضروری لباس اور ہتھیار اس سالوار گاڑی کی غلجی سطح پر محفوظ ہیں۔“

”آہ روشنی والے کے لئے یہ نہ کرو..... میری ایک بات تو مان لو باتو..... تم نے مجھ۔ باقی حق تو چھین لئے، ہاتھ جوڑ کر بھیک مانگنے کا حق تو نہ چھینو.....!“

دن کے سفر کا اختتام پہاڑی ٹیلوں کے درمیان ہوا۔ انہوں نے گاڑی سے گھوڑے کھول انہیں آرام کے لئے چھوڑ دیا۔ باتو اپنے نصف بدن کے ساتھ زمین پر دراز ہو گیا۔ لوگوں۔ خوراک کا بندوبست کیا اور کھانے سے فراغت ہو گئی۔ باتو نے پھر اپنی جگہ سنبھال لی۔ شہدان نے سے کچھ فاصلے پر تھی۔

”ان میں سے ایک کا نام کاشان، دوسرے کا افغان ہے۔ فوہا اور شیرا یہ انہیں چاہتی ہیں۔ اچانک باتو نے کہا اور شہدان چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

میان لائی سے لیا اور انسان کی فطرت..... وہ تجھ پر رحم کرے گا اور تجھے عقابوں کے مگر پناہ دے گا۔

”پھر..... پھر باتو بابا.....؟“ شہ بدان خوشی سے بے قابو ہوئی جاری تھی۔

”پھر یوں ہوگا کہ چار شیر عقابوں کے مسکن میں گر جیں گے اور ان میں سے ایک مردارے مبارغہ طلب کرے گا۔ مبارغہ ہوگا اور شمران کو نکلتے ہوگی۔ تب میان کو قید خانے سے نکال کر دوبارہ منصب دیا جائے گا اور تو اس سے کہے گی کہ یہی تیری وہ بیٹیاں ہیں میان جنہیں تو نے اپنے سائے سے محروم کر دیا تھا۔“

”باتو بابا..... باتو بابا.....“ شہ بدان چیخ چیخ کر رونے لگی۔

○.....○.....○

زردان بہت پر اعتماد تھی۔ روز ایک نے اسے جہاں رکھا تھا وہ بہت عجیب جگہ تھی۔ پہاڑی غار کے اندر ایک گہرا کنواں۔ جو اوپر سے اتنا تنگ تھا کہ بس ایک آدمی اس سے اندر داخل ہو سکے لیکن گہرائیوں میں اترنے کے بعد نیچے بے حد وسیع جگہ تھی جو بے حد شفاف اور ہوا دار تھی۔ ہوا کا ذریعہ وہ دراڑیں تھیں جو بلند پر بڑھتی تھیں۔ کنویں میں اترنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اول تو کوئی احمق ہی اس سوراخ سے اندر داخل ہونے کی کوشش کر سکتا تھا۔ کوشش بھی کرنا تو اس سے اندر داخل ہو کر اس کی زندہ واپسی کے امکانات نہیں تھے۔ روزانے زردان کو بتایا۔

”نیچے اترنے کیلئے تمہیں یہ رسی استعمال کرنی پڑے گی جس میں گرہ لگی ہوئی ہیں یہ نہیں پیچیں فٹ کی گہرائیوں میں اترنے میں مدد دیں گی چلو پہلے میں اترتی ہوں پھر تم میری طرف اشارہ داخل ہونا۔“ بوڑھی عورت نیچے اتر گئی اور اس کے بعد زردان نے بھی اس کے ہاتھ ہونے طریقے پر عمل کیا۔ وہ آسانی نیچے پہنچ گئی تب اس نے یہ انوکھا غار دیکھا تھا۔ ”یہاں زیادہ آسانی نہیں ہیں لیکن یہاں تمہارا قیام طویل نہیں ہوگا۔“

”بہت عمدہ جگہ ہے۔“

”ہاں بیکار اور بے مقصد۔ لیکن کبھی ایسی جگہیں بھی بے حد کار آمد ہوتی ہیں جیسے اس وقت حالانکہ ذمیل بھی اس کے بارے میں جانتی ہے لیکن اس نے اسے ناکارہ سمجھ کر چھوڑ دیا تمہیں بیشک یہاں تکلیف ہوگی لیکن تم محفوظ رہو گی۔“

”آپ بے فکر رہیں میڈم مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔“

”تم بہادر لڑکی ہو مجھے اس کا اندازہ تھا میں واپس جاری ہوں پہلے تمہارے لئے خوراک بندوقوں سے زیادہ نہ آجاسکوں گی کیونکہ بوڑھی عورت ہوں تمہیں یہاں تنہا رہنا ہوگا۔“

”میں آپ کی ہر ہدایت پر عمل کروں گی۔“ بوڑھی عورت واپس چلی گئی کوئی دو گھنٹے کے بعد ایک بڑا بنڈل رسی سے بندھا ہوا نیچے اتر آیا۔ اس میں شاندار کھانا پانی کی بڑی بوتل تھی لیکن اس وغیرہ سب موجود تھا زردان نے آہٹ پا کر بنڈل کھول لیا حالانکہ کھانے کا وقت نہیں تھا لیکن اس نے اس وقت بھی کھانا کھایا وہ اس حوالے سے ذرا بھی متاثر نہیں تھی۔ بنڈل کے ساتھ کچھ رمالے بھی تھے جو اس ماحول میں بہت عجیب لگتے تھے لیکن زردان جانتی تھی کہ بیرونی دنیا سے ان کا بار راست تعلق ہے اس لئے یہ حیرت کی بات نہ تھی اس نے دل میں بوڑھی عورت کے اس حوالے

”اور کیا تھا۔“

”روز ایک سے دوسری رات ہی ملاقات ہو سکی۔ گہری آتار کی میں وہ رسی کے ذریعے نیچے آئی

”ہوئی کیا تم سوری ہو۔“

”نہیں میڈم۔“

”مجھے افسوس ہے تمہیں رات کی تاریکی سے نہیں نکال سکتی روشنی کا بندوبست مشکل کام

”لیکن پہاڑیوں کے رخنوں سے اسے آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے۔“

”میں جانتی ہوں میڈم۔“

”اپنی ضروریات کے سلسلے میں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔“

”نہیں۔ یہاں ضروریات کا انتظام ہے۔“

”یہی وقت میرے یہاں رہنے کیلئے مناسب ہے کیونکہ اس وقت وہ دنیا سے بے خبر ہو جاتی

”اور خود کو ہر طرح محفوظ سمجھتی ہے۔“

”ایک سوال کروں میڈم۔“

”ہاں۔ بولو۔“

”آپ یہ کام خود بھی کر سکتی تھیں اگر آپ کے دل میں انتقام کا جذبہ اس قدر شدید تھا تو

”.....؟“

”روز ایک نے کچھ دیر تک جواب نہیں دیا اس کی گہری گہری سانسیں، ابھری تھیں پھر اس

”کہ ”تم یہاں نہیں ہو اسی لئے..... اسی لئے..... یہ کام میں نہیں کر سکتی۔“

”لیکن آپ کو بعد میں یہ سب کچھ برداشت کرنا پڑے گا۔“

”میرے بیٹے..... میرے دونوں بیٹے بہت اچھے تھے بہت پیارے اپنے باپ سے بالکل

”غیر اس کیفیت نے بے دردی سے انہیں قتل کر دیا ذرا بھی رحم نہیں کیا ان پر..... وہ

”ان کی موت نے ان کی موت نہیں بھول سکتی میں مجسم انتقام ہوں ان کی موت کے بعد

”ان کی زندگی کا ہر لمحہ اس سوچ میں گزرا ہے کہ میں یہ انتقام کیسے لے سکتی ہوں میں نے آج تک

”کامیاب صرف اسی لئے دیا ہے۔“

”موری میڈم..... میں نے یہ سوالات کر کے آپ کا دل دکھایا۔“ زردان نے کہا۔

”میں نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کافی دیر خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔ ”تمہارے ساتھی آگئے

”.....“

”ہاں اس نے انہیں بہت مراعات دی ہیں ان کی ہر آسائش کا بندوبست کر دیا گیا ہے۔

”میں نے لایا ہوا سامان سنبھال لو اس میں تمہاری ضرورت کا ہر سامان موجود ہے اب مجھے اجازت

”.....“

”روز ایک کے جانے کے بعد زردان آرام کیلئے لیٹ گئی وہ تیسری رات بھی اسی وقت آئی

”میں نے اس سے باتیں کرتی رہی۔“ اس کے فرشتوں کو بھی گمان نہیں ہے کہ میں اس کے

”.....“

”میں نے اچھی بات ہے میڈم۔“

”ہمیں خاص طور سے ان تاریخوں کا خیال رکھنا ہے جب وہ اپنے نمائندوں سے مل کر آتی ہے۔“

”آپ نے ہر ماہ کی تاریخ بتائی ہے۔“

”تمہیں یاد ہے۔؟“ وہ مسکرا کر بولی۔

”کیوں نہیں میڈم۔“

”یہ بہت اچھی بات ہے وہ ہال جہاں میٹنگ ہوتی ہے اس ہال کے نیچے ہے جہاں اس نے تم سے ملاقات کی تھی۔“

”میں اسے دیکھ لوں گی۔“

”اور وہ سب وہاں جمع ہو جاتے ہیں تب وہ بھی ان کے درمیان پہنچ جاتی ہے پھر وہ اسے رپورٹ پیش کرتے ہیں اور اہم بات یہ ہے کہ اس وقت ان میں سے کوئی مسلح نہیں ہوتا انہیں پوری چیکنگ سے گزرنا ہوتا ہے جس کے لئے اس نے خود کا نظام قائم کر رکھا ہے۔“

”یہ باتیں میرے لئے نہایت کارآمد ہیں۔“

”میں تمہارے لئے یہ نقشے لائی ہوں یہاں کے مکمل نظام کے نقشے ہیں ان سے تمہیں بہت آسانی حاصل ہو جائے گی۔“

دوسرے دن زبردان نے ان نقشوں کا جائزہ لیا اور سارا دن ان میں مصروف رہ کر بہت کچھ سمجھ لیا لیکن یہ رات بہت سستی خیز ثابت ہوئی اس رات وہ وقت سے کچھ پہلے آگئی اس نے کہا۔

”ڈیز..... اٹھو..... تمہیں اوپر چلنا ہے وہ وقت آگیا جب تمہیں عمل سے گزرنا ہے! اٹھو رسی کے ذریعہ اوپر چلو.....!“ زبردان اٹھ گئی۔

روز ایک پہلے خود رسی کے ذریعے اوپر چڑھی اور پھر اوپر جا کر اس نے زبردان سے اوپر آنے کے لئے کہا۔ چند لمحوں کے اندر زبردان بھی اوپر آگئی۔ روزا اسے ساتھ لے کر وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ کچھ دور پہنچ کر اس نے کہا۔

”تم خوفزدہ ہو؟“

”آپ نے محسوس کیا میڈم۔“ زبردان نے پوچھا۔

”نہیں..... تم غیر معمولی طور پر خاموش ہو۔“

”میں نہیں جانتی مجھے کہاں بولنا ہے اور کہاں نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ خوف نام کی چیز کا میرے پاس سے گزر نہیں ہے۔؟“

”ہاں..... مجھے بار بار اس کا احساس ہوا ہے۔ مہم جوئیوں بھی غیر معمولی ہی ہوتے ہیں لیکن تم بے حد نڈر ہو۔ سنو آج رات تم اپنا پہلا مرحلہ مکمل کر لو گی۔ تمہارا پہلا شکار گریور اور رینڈی ہوں گے۔“

”وہ اس وقت کہاں ہیں میڈم؟“

”اپنی عیش گاہ میں۔ دونوں ساتھ رہتے ہیں۔ اب اس وقت وہ اپنی ضروریات سے منہ کرنا غنیمت پرے ہوں گے کیونکہ وہ کوئی غیر معمولی رات نہیں ہے اور سب کچھ معمول کے مطابق ہے لیکن کل کا دن۔ آؤ ہمیں اس غار میں داخل ہونا ہے۔“ وہ ایک پہاڑی ٹیلے کے دامن میں

”جی پھر بولی۔“ اصل میں یہ ایک سرنگ ہے جس میں ٹھنڈی ہوگی۔ تم تازہ ہوا پھیپھڑوں میں

”اور کے میڈم۔“ زبردان نے کہا۔ پھر روز ایک ہی آگے بڑھ کر غار کے دہانے سے اندر چل ہوئی تھی۔ زبردان اس کے پیچھے چل پڑی۔ یہ سرنگ نہیں تھی بلکہ شاید کسی زلزلے نے زمین میں شکست و ریخت کی تھی اور یہ ٹھوس پہاڑ اندر سے پھٹ گیا تھا۔ یہ اس کا رخ تھا۔ جی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”وہ اپنے کاموں میں مصروف رہتی تھی اور میں بے چین چھپکلی کی مانند پہاڑوں میں لڑاں رہتی تھی۔ سنسان جگہیں تلاش کرتی تھی جہاں میں سب سے چھپ کر اپنے بچوں کو یاد کے رو سکوں۔ اس طرح میں نے بے شمار ایسے رخنے دریافت کر لئے جو اب تک کسی کے علم میں نہیں۔ سنبھلیو یہ ایک گڑھا ہے۔“

زبردان نے سکون سے گڑھا عبور کر لیا۔ پھر وہ رخنہ بلند ہونے لگا اور کچھ دیر کے بعد اس نے ہوا کے جھونکے محسوس کئے۔ چند لمحات کے بعد وہ دہانے سے باہر نکل آئے۔ یہاں سے آبادی چراغ نظر آتے تھے۔ پوری آبادی سکون کی نیند سو رہی تھی۔ کہیں کوئی تحریک نہیں محسوس کی تھی۔ زبردان نے پوچھا۔ ”میرے ساتھی کہاں ہیں؟“

”میں تمہیں یہی بتانے والی تھی۔ وہ معزز لوگوں کے علاقے میں ہیں۔ اس طرف جو نیلی ٹی نظر آ رہی ہے آؤ ہمیں اب اس غار میں داخل ہونا ہے۔“ نئے غار میں آگے بڑھتے ہوئے زاکب نے کہا۔ ”میں جو راستے اختیار کر رہی ہوں وہ محفوظ ترین ہیں اور ہمارے کام میں کسی غلط کاغذ نہ نہیں ہے۔“

”یہ مناسب ہے میڈم۔“ زبردان نے کہا۔

”تمہیں پریشانی پیشک ہوگی لیکن یہ واقعی محفوظ راستے ہیں۔“

غار، سرنگیں، ایک پیچیدہ جال بچھا ہوا تھا۔ بالآخر یہ طویل سفر ختم ہوا اور روزا ایک رک پر اس نے کہا۔ ”جہاں سے نیلی روشنی ابھر رہی ہے وہ ہماری منزل ہے۔“

”وہ دونوں وہیں ہیں؟“

”ہاں..... وہی ان کا ٹھکانہ ہے مگر رک جاؤ۔ یہاں سے ہمیں آس پاس کے ماحول کا جائزہ لینا چاہئے۔ کچھ دیر یہاں رک کر خود کو اعصابی طور پر تیار کر لینا بہتر ہوگا۔“

”جی میڈم!“

”تمہیں مجھ پر اتنا اعتماد کیوں ہے لڑکی؟“

”میں سمجھی نہیں میڈم؟“

”تم میری ہدایت پر آنکھیں بند کر کے عمل کر رہی ہو۔ کیا میں تمہیں دھوکہ نہیں دے

”نہیں میڈم۔“

”کیوں.....؟“ روزا نے پوچھا۔

”بہت سادہ سی بات ہے۔ آپ کو ہر طرح ہم پر فوقیت حاصل ہے۔ آپ جو کرنا چاہیں کھل

”لڑکی تم بتاؤ تمہارے ساتھیوں نے جھوٹ کیوں بولا۔ الا تو شہ یکی جانتی ہے کہ تم مر چکی اور جو کچھ اس کے علم میں ہو وہ مناسب ہوتا ہے۔ تمہاری موت تمہاری زندگی سے بہتر ہے۔“
 ”اس سے قبل تم ہمیں حقیقت حال سے روشناس کراؤ گی۔ ارے گریور میڈم کو دیکھو ان پر تو ہارایا ہے نہ جانے کیوں مجھے کچھ گزربز محسوس ہو رہی ہے۔“
 ”میں اسی بارے میں آپ کو بتانا چاہتی ہوں سر۔ واقعی شدید گزربز ہے۔“ زربدان بولی۔
 ”کیا بات ہے بتاؤ۔“

”مجھے یہاں آپ دونوں کے قتل کے لئے لایا گیا ہے۔“ زربدان نے کہا اور دونوں چونک کر رہ گئے۔
 ”روز ایک بستر ریٹ گئی اور سہمے ہوئے کبوتر کی طرح ایک ایک کو دیکھ رہی تھی۔“

”کیا کو اس ہے۔“ رینڈی نے کہا۔
 ”سر، اگر آپ مجھے جانتے ہیں تو آپ کو علم ہو گا کہ میں اس گروپ میں ایک عام لڑکی تھی۔ اپنی معلومات کہاں کہ میں یہاں تک پہنچ سکتی۔ میں تو میڈم کے منصوبے کے تحت یہاں پہنچی۔“

”کیسا منصوبہ.....؟“ گریور نے غصہ ناک لہجے میں کہا۔ اور زربدان نے انہیں پوری بنا بتادی۔ روز ایک اسے زور زور سے سانس لے رہی تھی کہ اس کی آواز غار میں گونج رہی۔
 ”رینڈی تخت حیران نظر آ رہا تھا۔ اس نے کہا۔“

”کیا یہ سچ ہے میڈم؟“ روزا کے منہ سے آواز نہیں نکل سکی۔
 ”رینڈی نے گریور سے کہا۔“ اب کیا کریں گریور؟“
 ”یہ زربدل باری ہارنوس کے خلاف سازش ہے۔ ایک بھیانک سازش۔ خوش قسمتی سے ہمارا رات کا پروگرام بدل گیا ورنہ اس لڑکی کو تو مجبور کر دیا گیا تھا۔“

”یقیناً ایسا ہے۔“
 ”ہم الا تو شہ کے وفادار ہیں، میڈم ہارنوس کے نہیں۔ ان دونوں کو زربدل کے سامنے پیش کر دے۔“

”سر، میں آپ سے کچھ عرض کرنا چاہتی ہوں۔“ زربدان نے عاجزی سے کہا۔
 ”کو۔“

”سر..... پلیز..... آپ مراحمیں..... یہ ضروری ہے۔“ زربدان مصومت سے کہتا تھا۔
 ”ساتم نے۔“ گریور نے کسی قدر مضحکہ خیز انداز میں کہا۔

”میں مرنے کا طریقہ بھی بتا دو۔“ رینڈی بولا۔
 ”وہ آپ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ میں بآسانی آپ کی گردنوں کی ہڈیاں توڑ دوں گی۔“
 ”آجھا..... واقعی.....؟ تو پھر چلو پہلے مجھ پر زبانی کرو! گریور نے اسے محبوط الحواس نہ کرنا۔ وہ کھلی جگہ آگیا۔

”سر..... آپ دونوں آجائیں۔ رینڈی سر آپ بھی..... پلیز! زربدان نے کہا۔
 ”کو..... ذرا آؤ۔“ گریور نے لطف اٹھاتے ہوئے کہا۔ اس نے زربدان کے چہرے پر غور

کر کر سکتی ہیں۔ پھر آپ دوسرے سہارے حاصل کرنے کی کوشش کیوں کریں گی۔“

روز ایک نے گردن گھما کر زربدان کو دیکھا۔ پھر بولی۔ ”اقتدار کے بارے میں وہ سب کچھ کہا چکا ہے جو کہا جاسکتا ہے۔ میرے پاس کہنے کے لئے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ یہ سن رہی تھی کہ جسے سونے کا زور سمجھ کر کبھی ہاتھ نہ لگانا۔ بڑا زہر ہے اس میں بڑی زہریلی چیز ہے یہاں تھے فزٹ حاصل ہو جائے تو یہ سب تباہ کر دیتا۔ ان پہاڑیوں سے کتنا ٹھیل ختم ہو گیا جیسے رہتے تھے دیے رہیں۔ اس کے بعد تو اس ماحول پر حکمرانی کرنے کے خواب نہ دیکھنا۔“
 ”میرا وعدہ ہے میڈم..... ایسا کبھی نہ ہو گا۔ آپ کی خواہش آپ کی موجودگی میں پوری کی جائے گی۔“

”آؤ..... ماحول بہتر ہے۔“ روز ایک نے کہا۔ اور زربدان بلی کی طرح پاؤں دبا کر اس کے ساتھ چل پڑی۔ دونوں غار کے دہانے پر پہنچ گئیں چند لمحات آئیں لینے کے بعد روز ایک نے اشارہ کیا۔ اور زربدان کے کان میں سرگوشی کرتی ہوئی بولی۔ ”اول تو اس وقت وہ مداخلت کی پوزیشن میں نہیں ہوں گے پھر بھی تم ان کی گردن پر قوت آزمائی کے بجائے ان کے نیچے ان کے منہ پر دبا کر سانس بند کر دیتا۔ یہ طریقہ سب سے آسان رہے گا۔“
 ”آس پاس کوئی اور ہوتا ہے میڈم۔“

”کوئی نہیں۔ مجھے علم ہے۔ دیکھو وہ اپنے بستروں پر موجود ہیں۔“ روزا نے اشارہ کیا۔
 کشادہ غار تھا۔ زندگی کی ضرورتوں سے آراستہ اور اس انوکھے ماحول میں ایک حسین خواب گاہ۔ وہ دبے پاؤں آگے بڑھیں تو اچانک وہ دونوں اٹھ گئے۔ روشنی اتنی کم بھی نہیں تھی کہ وہ ایک دوسرے کے نقوش نہ پہچان پاتے۔

روز ایک بڑی طرح نروس ہو گئی تھی۔ اس کے پورے بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔ دونوں حیرانی سے کھڑے ہو گئے تھے۔ انہوں نے آنکھیں پھاڑ کر انہیں دیکھا۔ پھر ان میں سے ایک بولا۔
 ”میڈم روز ایک..... خیریت آپ..... اس وقت اور یہ..... اوائی مائی گاؤ۔“

”لڑکی..... یہ تو یہی ہے مگر اس کے بارے میں اس کے ساتھیوں نے بتایا تھا کہ مر چکی ہے۔“
 روز ایک کی حالت دگرگوں ہو چکی تھی۔ اس کی آواز بند ہو چکی تھی۔ اور اگر اسے غار کی دیوار کا سہارا نہ مل جاتا تو وہ ضرور گر پڑتی۔ انہیں نشے کے بجائے ہوش و حواس میں دیکھ کر خود اس کے حواس رخصت ہو گئے تھے۔ زربدان ایک قدم آگے بڑھی اور گردن خم کر کے بولی۔ ”اگر آپ مجھے اجازت دیں سر تو یہ عقدہ کشائی میں کروں۔“

”تم زندہ ہو لڑکی کیا نام ہے تمہارا۔ غالباً زبیری۔“ ایک بولا۔
 ”جی سر۔“

”مگر کیسے..... اور میڈم..... پلیز..... آپ آگے آئیے پلیز..... آپ تو بڑی طرح کانپ رہی ہیں گریور میڈم کو سہارا دو!“ اس نے کہا تب زربدان کو معلوم ہوا کہ ان میں سے کون گریور ہے اور کون رینڈی۔
 گریور نے بڑے احترام سے روز ایک کا بازو پکڑا اور وہ لڑکھاتی ہوئی آگے بڑھ آئی۔ گریور نے اسے بستر بٹھا دیا تھا۔ رینڈی نے کہا۔

نہیں کیا تھا، وہ بھوک بلی کی طرح انہیں دیکھ رہی تھی اور اس کی آنکھوں میں ایک خطرناک ہند نمودار ہو گئی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ ان کے سامنے آئی۔ اور پھر اس نے کہا۔

”ہوشیار.....“ اس کے ساتھ ہی اس نے زمین پر جھک کر ہاتھ ٹکائے اور اس کی دونوں ٹانگیں گھوم گئیں۔ نشانہ دونوں کے سینے بنے تھے اور ضرب ان کے لئے ناقابل یقین تھی چنانچہ دونوں کوئی تین تین فٹ پیچھے ہٹے اور ایک دوسرے میں الجھ کر ڈھیر ہو گئے۔ زربدان اب سے ان کے سامنے بھگی اور سیدھی کھڑی ہو کر بولی۔

”سوری سر، شاید آپ تیار نہیں تھے لیکن سر میں نے آپ کو ہوشیار کیا تھا۔“ اور دونوں مذہب چوبے غیر مذہب ہو گئے نتیجے میں ان کے منہ سے غلیظ گالیوں کے سوا اور کیا نکل سکتا تھا۔ وہ وحشیانہ انداز میں ہاتھ ٹکا کر اٹھنے لگے لیکن جیسے ہی اپنے پیروں پر کھڑے ہوئے زربدان نے سوپ لگا کر ان کے پاؤں اٹھائے اور وہ دوبارہ ڈھیر ہو گئے۔

”یہی مارشل آرٹس کے قواعد ہیں سر، آپ گر پڑے ہیں اب آپ کو کھڑے ہونا نہیں ہوگا۔“ پھر یہی ہوا۔ وہ ان کے اور قریب آگئی۔ دونوں کھڑے ہونے کی کوشش کر رہے تھے اور وہ ہر بار ایک نئے طریقے سے انہیں دوبارہ زمین بوس کر رہی تھی۔ انہوں نے اس کے پاؤں پکڑنے کی کوشش بھی کی۔ نتیجے میں ہاتھ کچل گئے۔ ضربیں بے دردی سے چرے سر شانوں اور پیروں پر پڑ رہی تھیں اور وہ خاموشی سے پٹ رہے تھے حیرت اور خوف نے ان سے عقل بھی چھین لی تھی ورنہ کم از کم چننا ہی شروع کر دیتے۔ پھر شدید ضربوں نے انہیں جکرا بھی دیا۔ یہاں تک کہ زربدان نے گریو کو خود سارا دے کر اٹھایا۔ اپنے کھٹنے موڑ کر ایک خاص پوزیشن اختیار کیا اور اس کے چہرے کو گرفت میں لے کر حلق سے ایک ہلکی سی آواز نکال کر گردن موڑ دی۔ منکارتنے کی آواز صاف سنائی دی اس کے ساتھ گریو کی آخری سسکی بھی۔ اور اس کی گردن ٹیڑھی ہو کر ایک شانے پر جا چکی۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ریڈی نے غار کے دہانے کی طرف چھلانگ لگنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن زربدان غافل نہیں تھی اس نے اتنی بلند چھلانگ لگائی کہ ریڈی کے سر سے گزرتی ہوئی اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

”میں تھوڑا دن ہوں سر۔“ اس نے کہا۔

”معاف کر دو..... خدا کے لئے مجھے معاف کر دو۔“ ریڈی کا چہرہ دہشت کی تصویر بنا ہوا تھا۔

”سوری سر..... آپ کو میرا چیلنج قبول نہیں کرنا چاہئے تھا۔“ زربدان بولی اور پھر اس نے لپک کر ریڈی کو دبوچ لیا۔ ریڈی پہلی بار حلق پھاڑ کر چیخا۔ لیکن زربدان نے سیدھا ہاتھ اس کے منہ پر اس طرح رسید کیا کہ اس کے سامنے کے کئی دانت اس کے حلق میں داخل ہو گئے اور اس کا سانس رک گیا۔

روز ایک غیر اختیاری طور پر اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر یہ سب سمجھ رہی تھی۔ زربدان نے یہ کھیل زیادہ طویل نہ کیا اور ریڈی بھی آخری آواز نکال کر خاموش ہو گیا۔ تب زربدان روز ایک کی طرف متوجہ ہوئی۔

”میڈم..... یہ دونوں مر چکے ہیں۔“ روز ابھی تک حواس پر قابو نہیں پاسی تھی اور

کوشش میں مصروف تھی۔ بمشکل تمام اس نے کہا۔

”تم نے ان دونوں کو میرے بارے میں کیوں بتا دیا۔“

”کیا اس میں کوئی خطرہ ہے میڈم۔“ زربدان نے سرگوشیانہ انداز میں پوچھا۔ اور روزا زربانہ انداز میں ہنس پڑی۔ پھر وہ زربدان کو گھور کر بولی۔

”تم بے حد خطرناک ہو۔ جو نظر آتی ہو وہ نہیں ہو۔ تم..... آہ تم نے میرے حواس چھین لئے۔ تم نے مجھے اعصابی طور پر قتل کر دیا تھا مجھے اپنا راز کھل جانے کا خوف نہیں تھا۔ میں اس

بیت سے اس کا سامنا نہیں کر سکتی تھی۔ بس یہ بات تھی۔“

”مگر میڈم..... انہیں تو قتل ہونا تھا۔“

”نہیں لڑکی..... خود کو کبھی آسمانی مخلوق نہیں سمجھنا چاہئے۔ خود اعتمادی اچھی چیز ہے۔

بہت کوشش پر جگہ چھوٹی چاہئے۔ تم خود دیکھ لو..... اس کی حد سے بڑھی ہوئی خود اعتمادی نے آج اس کے لئے موت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ ورنہ..... اسے ایسی سکون کی نیند نہیں چاہئے۔ جلو اب اندازہ ہو گیا ہے کہ تم طاقتور بھی ہو۔ ہمیں ان دونوں کی لاشیں بھی ٹھکانے

پہن کی۔“

”کہاں.....؟“

”ایک گہرے پہاڑی سوراخ میں جس کی تہ نامعلوم ہے۔ دیا ہی سوراخ ہے وہ جیسے

انہیں تم نے پناہ لی تھی۔“

”اس کا فاصلہ کتنا ہے۔“

”زیادہ نہیں..... لیکن اس رات تمہیں مشقت کرنی ہوگی۔ ابھی اصل کام باقی ہے۔“

انے نے جھوٹانہ انداز میں کہا۔ اور زربدان نے ایک لاش اٹھا کر کاندھے پر ڈال لی۔ وہ جگہ زیادہ

نہیں تھی جہاں یہ لاش ٹھکانے لگانی تھیں۔ اس کام سے فراغت حاصل کرنے کے بعد روزا سے ساتھ آنے کا اشارہ کیا۔ اور زربدان کو چنکی بلی کی طرح اس کے ساتھ چل پڑی۔ ”اس

نو کا ناقابل تغیر سمجھا تھا۔ اکثر کہتی ہے کہ اسے نقصان پہنچانے کی یہ کوشش اسی طرح ناکام

ہوئی۔ جس طرح سرحدوں سے یہاں تک کا سفر ممکن نہیں ہے۔ لیکن آستین میں ساپ بھی تو

ہیں۔ صرف میں اس کی خواب گاہ کے بارے میں جانتی ہوں صرف میں۔ لیکن..... وہ

بچوں کی قاتل ہے۔ اس نے میرے جگر گوشوں کو مار ڈالا تھا..... اس نے..... اس

روز ایک بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ پھر رک کر کہنے لگی۔ ”میرا دل ڈانوا ڈول ہو رہا ہے۔

مائی موت کے خیال سے کانپ رہی ہوں۔ میرے اندر ماما ابھر رہی ہے۔ لڑکی میرے عزم

راہ..... کہیں ماما مجھ پر غالب نہ آجائے۔ میں نے یہ سوچا تھا کہ ممکن ہے تم اسے قتل

کریں گا کیاباں نہ ہو سکو۔ ممکن ہے وہ خود تمہیں قتل کر دے لیکن تم میری توقع سے کہیں زیادہ

اور عفاک ہو۔ تم ضرور اسے قتل کر دو گی آہ..... میں اسے کیسے بچاؤں۔“

”آسان طریقہ ہے میڈم..... شور مچاؤ..... آس پاس لوگ موجود ہیں جاگ جائیں

ان کے ہاتھوں مجھے گرفتار کر سکتی ہو۔ لوگ تمہاری سنیں گے میں تو تمہارے سامنے بالکل

نہت ہوں۔“ زربدان نے لاپرواہی سے کہا اور روزا اسے دیکھنے لگی پھر بولی۔

”اے بھی ٹھکانے لگا دے۔ وقت بہترین ہے۔۔۔۔۔ جلدی کر۔۔۔۔۔“ روزا نے خود کو جھپٹا لیا تھا۔ اب اس کی آوازیں لرزش نہیں تھیں۔

”اے کہاں ٹھکانے لگاتا ہے۔“ زربدان نے پوچھا۔

”وہی تاریک سوراخ۔۔۔۔۔ جس کی گہرائیاں لامحدود ہیں۔“

”میری راہنمائی کرو۔۔۔۔۔“ زربدان نے کہا۔ اور زہیل کی لاش کندھے پر اٹھالی۔ اس نے ان پیچیدہ راستوں کو پوری طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ فاصلے عبور کر کے وہ اسی کنویں کی پاس پہنچ گئی۔ پھر اس نے روزا کو دیکھا تو وہ نفرت سے بولی۔

”پھینک دے اس بد بخت کو۔ اس نے اپنے باپ کی طرح زندگی کے بد نما راستے منتخب کیے۔ فردی ہے کیا کہ تم دنیا میں انہیں لوگوں کی مانند چلو جو مطلق العنان ہوتے ہیں۔ اچھے اور بُرے کی شناخت تمہارے اندر ہوتی ہے۔ فیصلہ خود کر سکتے ہو۔ کوئی اور تمہیں کیوں بتائے۔ سب کی طرح ہیں تم ان کا طرز زندگی کیوں نہیں اپناتے۔ پھینک دے اسے ڈبڑی۔ پھینک دے۔“ زربدان نے لاش تاریک غار میں پھینک دی۔ روزا ایک گہری گہری سانس لے رہی تھی۔ ابھی تھی نظر آنے لگی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”ختم۔ میرا کام ختم۔ لیجا ہارنوس۔ اب تیرا نام لیوا کوئی نہ رہا۔ دیکھا تو نے اپنے باپاک نام کا انجام۔ دیکھ لیا۔۔۔۔۔! او کے ڈبڑی۔ ٹھیک یو، ٹھیک یو دیری بچ۔ میرے سب بچے اب میرا کوئی باقی نہیں ہے۔ میں بھی چلتی ہوں۔ ٹھیک یو ڈبڑی ٹھیک۔“ وہ آگے بڑھی ایک لمحے کے اندر غراب سے اس تاریک سوراخ سے اندر کود گئی۔

○.....○.....○

میان لائی قید خانے میں احساسات کے سفر سے گزر رہا تھا۔ زندگی کی طویل جدوجہد کے بعد ملے تھے اور وہ سوچ رہا تھا کہ کیا سرداری اچھی چیز ہے۔ کیا فائدہ ہے اس سے۔ زندگی اپنی رہتی۔ ہر ایک کا مسئلہ اپنے داغ کا روگ، دشمنان، الجھنیں، خوف، پریشانی۔ حاصل کیا تھا نے اپنے دوست سارنہ سے غداری کر کے کیسا حماقت کا سودا کیا تھا۔ کیا عام لوگ بہتر زندگی گزارتے۔ اپنی نیندیں، پرسکون، خوشگوار۔

زربدان..... آہ شہ بدان۔ کتنی خوبصورت تھی تو۔ میں نے تجھے دیکھا، تیری چاہت کی۔ اتنا بازو سے حاصل کیا اور پھر تجھے خاک میں پیٹ دیا۔ میرے پاس آکر اس نے کب مجھ سے کہا۔ کب میری پذیرائی نہ کی۔ کب میرے التفات سے مسرور نہ ہوئی۔ اس نے کئی بار ڈبڑی سے کہا تھا۔

”باغ۔“ سالا زور میری کچی عمر کی بھول تھی۔ وہ بانسری بجاتا تھا مجھے اس کی بانسری کی دھن کی تھی تم تمہیں کو باغ۔ مجھے اس سے نہیں اس کی بانسری سے محبت تھی۔ بانسری بجانے کی اور بھی ہوتا تو وہ بھی مجھے اچھا لگتا۔ مجھ پر شک مت کرو۔ مجھے اس کائنات میں تم سب سے عزیز ہو۔“

بات سمجھ میں نہیں آئی، نہ مانی۔ وہ محبت کے احساس سے نکل کر خوف کی دنیا میں آگئی۔ خوف کا نشان بن گیا۔ میان کی محبت نہ پا کر وہ سب سے خوفزدہ رہنے لگی۔ ہر لمحہ اسی کی

”تو موت سے زیادہ سفاک ہے۔۔۔۔۔ اور شیطان سے زیادہ چالاک ہے۔ آہ نہ جانے ان پھاڑوں کا مستقبل کیا ہو گا اس وقت جب یہاں کی حکمرانی تیرے ہاتھ آجائے گی۔ سب کچھ جنم لے جائے مجھے کیا۔۔۔۔۔ آگے بڑھ۔۔۔۔۔“ روزا ایک تیز قدموں سے آگے چل پڑی۔

پھر جن راستوں سے گزر کر وہ اس غار میں پہنچی تھی جہاں ایک پُر عیش آرام گاہ ترتیب دی گئی تھی۔ راستے اتنے پیچیدہ تھے کہ زربدان کی کھوپڑی چکرا کر رہ گئی تھی۔ بالآخر اس نے لالچ کو دیکھ لیا جو اس وقت ایک عام عورت تھی اور گہری اور پرسکون نیند سو رہی تھی۔ روزا ٹھٹھکی گئی۔ اس نے خوفزدہ نگاہوں سے زربدان کو دیکھا۔ پھر زہیل کی ہارنوس کو۔ زربدان آگے بڑھی اور اچانک روزا نے اسے پیچھے سے پکڑ لیا۔ اس پر پھر تھر تھری طاری ہو رہی تھی۔

زربدان نے سپاٹ نگاہوں سے اسے دیکھا۔ پھر لالچ کو طرف اس کے بعد اس نے اس سے آواز نکالی۔ ”زہیل کی ہارنوس۔۔۔۔۔ جاگ جاؤ تمہاری موت تم سے چند قدم کے فاصلے پر ہے۔ اٹھ جاؤ۔ زہیل۔۔۔۔۔ جاگ جاؤ۔“ اور زہیل کی ہارنوس جاگ گئی۔ اپنے بستر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر روزا کی اور زربدان کو دیکھا۔ پھر تڑپ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

”ڈبڑی۔۔۔۔۔ تو۔۔۔۔۔ تو زندہ ہے۔“

”ہاں بالکل۔۔۔۔۔ زندہ ہوں اور تیری موت بن کر آئی ہوں۔“ زربدان نے کہا۔

”میری موت؟“

”ضروری ہے زہیل۔۔۔۔۔ تو میرے بارے میں نہیں جانتی۔۔۔۔۔ جاننا ضروری بھی نہیں ہے وقت ضائع ہو گا۔“ زربدان نے کہا۔

”ماما۔۔۔۔۔ یہ سب کیا ہے۔ یہ لڑکی تو انہی مہم جوؤں کی ساتھی ہے اور اس کے بارے میں انہوں نے بتایا تھا کہ یہ مر چکی ہے۔“

”یہ موت ہے زہیل۔۔۔۔۔ یہی وہ موت ہے جو تو نے میرے بیٹوں پر نازل کی تھی۔ آج میں اسے تیرے پاس لے آئی ہوں۔۔۔۔۔ تو بھی اس کا مزا چکھ۔ اسی طرح جس طرح میرے دونوں معصوم بیٹے تیرے ہاتھوں میں دنیا سے چلے گئے تھے۔ تو نے مجھے میرے بیٹوں سے جدا کر کے مارا تھا۔ آج میری روح تجھ سے انتقام لینے آئی ہے۔ مار دے اسے ڈبڑی۔۔۔۔۔ مار دے اسے۔۔۔۔۔ مار دے اسے ڈبڑی جلدی کرور نہ۔“

”او کے میڈم۔۔۔۔۔“ زربدان نے زہیل پر چھلانگ لگادی۔ زہیل کے اعصاب اب تک سوئے ہوئے تھے۔ یوں بھی وہ ذہنی طور پر طاقتور تھی جسمانی طور پر نہیں۔ زربدان اسے لے ہوئے زمین پر آ رہی۔ پھر شاید اس خیال کے تحت اس نے زہیل کو موقع نہیں دیا کہ بہر حال یہاں کی حکمران تھی۔ ممکن ہے اس کے پاس بچت کی کوئی راہ ہو۔ اس نے اپنی انگلیاں زہیل کے حلقوم پر جمادیں اور زہیل کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اس کے ہاتھ۔۔۔۔۔ جسکی انداز میں کمزور دھت کرنے لگے لیکن ہاڑ زادی پر بس نہ چل سکا۔ اور وہ زندگی کی کوششوں میں کامیاب نہ ہو سکی۔ لہذا بعد اس کی آنکھیں بے نور ہو گئیں۔

”مر گئی۔۔۔۔۔؟“ روزا نے پوچھا۔

”ہاں۔“

باز رکھنے والا کوئی باقی نہیں ہے۔ چلو ٹھیک ہے کم از کم یہ احساس ہی میرے گناہوں کے کفارے کے طور پر مناسب ہے۔

قید خانے کے دروازے سے الخت بانغہ کو اندر لایا گیا تو میان شدید حیران ہوا۔ اس نے فیہ سے الخت بانغہ کو دیکھا تھا بلاشبہ اسے قیدی ہی کی حیثیت دی گئی تھی۔ حالانکہ ابھی کچھ وقت پہلے ہی تو اسے قید خانے سے نکالا گیا تھا۔ یہ دوبارہ واپس کیوں آگیا۔ جب اسے دوبارہ قید خانے میں داخل کیا گیا تو الخت بانغہ نے عاجزی سے کہا۔

”معزز لوگو! مجھے پھانسی دی جا رہی ہوتی ہے اس سے بھی اس کی آخری خواہش پوچھی جاتی ہے میرے ساتھ تو ظلم ہی ظلم ہوا ہے آہ دیکھو اسے کہتے ہیں نیکی کرکٹوں میں ڈال۔ ارے یہ غی ارے یہ شخص جو آج تمہارا سردار بن بیٹھا ہے، میری ہی کاوشوں سے سردار بنا ہے اور کب میرے ساتھ اس نے کیا سلوک کیا، تمہیں روشنی والے کا واسطہ، مجھے اس قید میں نہ ڈالو، اللہ اور جگہ میرے لئے منتخب کردو، میں اس شخص کے ساتھ نہیں رہ سکتا یہ مجھ سے سوالات کے میرا سینہ زخمی کر دے گا“ ارے سنو تو سہی قید خانے میں دوسری جگہیں بھی تو ہیں تم مجھے بال نقل کردو، مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو گا۔“

میان حیرت سے اس کی یہ باتیں سن رہا تھا اسے یہاں تک لانے والوں نے کہا۔

”بانغہ ہم کوئی بھی کام اپنی مرضی سے نہیں کرتے۔ تم ابھی یہاں رہو، ہم تمہاری یہ خواہشات اپنے داروغہ تک پہنچا دیں گے اور اگر وہ اجازت دے گا تو تمہیں کسی اور جگہ منتقل کر دیا جائے گا۔“

”اتنی دور“ اتنی دور کہ یہ شخص مجھے دیکھ نہ سکے۔ میری نگاہ اس پر نہ پڑ سکے۔ الخت بانغہ نکلا اور پھر میان لائی کی صورت دیکھ کر نگاہیں چرائیں۔ الخت بانغہ کو بند کرنے والے واپس چلے گئے۔ میان لائی اب بھی متعجب تھا۔ بہت دیر تک یہ خاموشی رہی۔ الخت بانغہ اس طرح رخ مار کھینچ گیا تھا کہ میان کی جانب اس کی پشت رہے، میان نے بھی خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔ جب یہ خاموشی خود الخت بانغہ کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی تو اس نے رخ بدل کر میان کو اور اور عجیب سے لہجے میں کہا۔

”ذائقہ اڑا رہے ہو نا میرا۔ ہنس رہے ہو نا مجھ پر میان میں جانتا ہوں تم دل ہی دل میں مجھ پر ہنس رہے ہو۔“

میان نے سر نہ لگا ہوں سے اسے دیکھا اور بولا۔ ”میں اپنے علاوہ کسی اور پر نہیں ہنسا الخت“

”میں کیا کہہ رہے ہو، کیا مطلب ہے تمہارا.....؟“

”نہ میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں نہ تم سے گفتگو کرنے کا خواہشمند ہوں، تم اپنے کام سے لگے رہو، مجھے مخاطب نہ کرو۔“

الخت بانغہ اسے تعجب سے دیکھنے لگا۔ بہت دیر تک خاموش رہا۔ پھر بولا۔ ”تو باطرف ہے نہ تو نے پہلے بھی مجھ سے کچھ نہ کہا۔ نہ کوئی شکایت کی نہ سخت دست کہا۔ مجھ سے باتیں کر رہا جانتا ہے کہ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے۔“ میان پھر بھی کچھ نہ بولا تو الخت بانغہ نے خود ہی

خدمت گزار کی کرتی، اس کی خلوتوں میں کیف و سرور کے لمحات سے گزرنے کی بجائے وہ غور و نگاہوں سے اس کی صورت دیکھتی رہتی تھی کہ کہیں کوئی لمحہ اس کی مرضی کے بغیر نہ گزر جائے اور اسے میان کے عتاب کا شکار ہونا پڑے۔ ہر بیٹی کی پیدائش پر وہ جان کنی کے لمحات سے گزرتی تھی اور جب میان اپنی بیٹی کو دیکھتا تو اس کے چہرے پر اس طرح موت کا عالم طاری ہو جاتا جیسے اسے سب سے بڑے گناہ سے گزری ہو اور اس کے لئے سزا تجویز کی جانے والی ہو۔ آہ شہ بدان جو مظالم میں نے تجھ پر کئے ان کے عوض یہ قید تو کسی بھی طرح میرے لئے موزوں نہیں ہے، مجھے تو بدترین سزا ملنی چاہئے تھی۔ میری بیٹیاں انہیں تو سالہا دور سے کوئی نسبت نہیں تھی۔ پھر وہ زندگی کی ان مشکلوں سے کیوں گزریں، کیسے کیسے قصور کئے ہیں میں نے اور اچھا ہی ہوا شہ بدان وقت سے میرے قدم روک لئے اب کیا منت لیکر تیرے پاس جاتا۔ کسی سے شرمندہ ہونے کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ ان مظالم کے بعد اور اتنا طویل عرصہ گزرنے کے بعد جب میں دنیا سے ہار چکا تھا تو تیری جانب رخ کرنا تجھ سے رجوع کرتا ہے بے غیرتی کی اعلیٰ مثال ہوتی۔ تو نبھانے کیسے کیسے کرب سے گزری ہوگی۔ اب جب یہ لمحات مجھ تک پہنچے ہیں تو مجھے تیرا احساس ہو رہا ہے یہ اچھا ہی ہوا کہ میں تجھ تک نہ پہنچ سکا۔ وہ بے وقوف ہنگام اور وہ معصوم لڑکی میرے آہنی ارادوں پر اثر انداز ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اصل میں اب مجھے سردار کا حق بھی حاصل نہیں رہا تھا۔ میں بے بسی کی منزل میں داخل ہو گیا تھا۔ اور یہ چالاک الخت بانغہ واہ کیا عمدہ چال چلی تھی اس نے۔ درحقیقت ہر انسان اپنے طور پر کچھ نہ کچھ کرنے کی کوشش کرتا ہے الخت بانغہ کو سازش کرنے کا حق حاصل تھا۔ میں نے بھی تو سامنے کے خلاف سازش کی تھی لیکن میری سازش نے مجھے کچھ زیادہ نہ دیا۔ بلکہ وہی بات کہ سرداری تو کانٹوں کا بستر ہوتی ہے انسان کتنے اہتمام سے اپنے لئے بستر بچھاتا ہے ارے اس سے زیادہ بے وقوف اور کوئی ہو سکتا ہے ہاں کام الخت بانغہ نے کیا، سوامیہ بدعت کو کس طرح مجھے فریب دینے کیلئے بھیجا۔ میری اولاد ہی بدل دی اور شمران۔ ابتداء کیا ہی حسین تھی، مجھ بے شرم! سینہ فخر سے پھول گیا تھا اور میں نے کہا تھا کہ شہ بدان کیلئے میرا فیصلہ بالکل موزوں رہا۔ اس بدعت نے مجھے اولاد دینے سے ہی محروم کر دیا تھا اور اس طرح مجھ سے انتقام لے رہی تھی۔ ہاں شہ بدان کو میں نے اپنا دشمن نہر ایک قرار دیا تھا اور وہ سوامیہ، ارے کیا حماقت میری ہی نہ تھی۔ آخر میں نے یہ بات کیوں تسلیم کر لی کہ سوامیہ کو اس بات کا پہلے سے علم ہے کہ وہ عقابوں کو مستقبل کا سردار ہی دے گی اگر ایسا ہی تھا تو میں مستقبل کا سردار شہ بدان سے کیوں نہ مانگا۔ وہ بھی تو دعویٰ کر رہی تھی، لیکن سوامیہ کا دعویٰ زیادہ مؤثر تھا کیونکہ اسے اپنے سازشی باپ کی حمایت حاصل تھی۔ یہ ہونے ہیں کامیاب لوگ۔ اور اب الخت بانغہ اپنے بونے بیج کا پھل کاٹ رہا ہے، سب لوگوں کو قید خانے سے نکال لیا گیا۔ وہ سردار کے عزیز و اقارب ہیں، لیکن اب میں کیا کروں، کیا کرنا چاہئے مجھے سوچا کے یہ لمحات تو بڑی طرح زخمی کر دیتے ہیں اور ان زخموں کی کک مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔ نبھانے شامہ کہاں ہے، ہو جائیگی وہ بھی ٹھیک ہو جائیگی۔ اب ایک قیدی سے رابطہ رکھنا تو کوئی عمل کی بات نہیں ہے، سوامیہ اس کی ماں ہے، سمجھا بھالے گی اپنی بیٹی کو، کہے گی کہ شامہ بیش کر رہی ہے چکر میں پڑی ہے، وہ بے شک تیرا باپ ہے لیکن تو سوچ اس نے اپنی پہلی پانچوں بیٹیوں کے ساتھ کون سا بہتر سلوک کیا۔ سب کچھ بے کار ہے اس کا مطلب ہے کہ اب اس کا نکات میں میرے لئے

نہا ہو گیا تھا۔

ہندان نے کہا۔ ”عظیم سردار نے مجھے قید خانے کا داروغہ بنایا ہے اور اب میں اس قید خانے کا داروغہ ہوں۔ واہ! ایک پورا خاندان ایک جگہ جمع ہو گیا ہے۔“

”آہ! تو بھی انکار کر دے ہندان۔ تو بھی میرے اس احسان سے انکار کر دے۔ جانتا ہے تجھے کس نے دلویا ہے۔ میں نے صرف میں نے۔ اس وقت شران کو میں نے یہ مشورہ دیا۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ اگر تو چاہتا ہے کہ میان پر تیری گرفت مضبوط رہے تو ہندان کو یہ سب سوچ دے۔ دو دشمن ہی ایک دوسرے پر کڑی نظر رکھ سکتے ہیں اور ہندان اس کیلئے سب ہرزوں ہے۔“

”مجھے علم ہے بانہ۔ اور میں تمہارا شکر گزار ہوں۔“ ہندان نے کہا۔
”روشنی والا تجھ پر برکتیں نازل کرے۔ ایک تو صاحب طرف نکلا جس نے میرا احسان قبول کیا۔“

”معزز بانہ۔ سردار کے حکم سے تمہیں قید کیا گیا ہے۔ میں تمہیں قید سے رہائی تو نہیں دے لیکن یہاں میں تمہاری ہر خدمت کیلئے تیار ہوں۔ مجھے بتاؤ تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔“
”نہت تکلیف ہے بہت پریشان ہوں میں۔“
”کیوں بانہ؟“

”پہلے ایک تھا۔ اب تین ہو گئے۔ اور تینوں مجھ سے نفرت کرنے والے ہیں ان کے ساتھ نہایت کاشکار ہوں۔“

”تمہیں دوسرے قید خانے میں منتقل کر دوں.....؟“
”یہی مناسب ہے۔ ان کی باتیں مجھے کچھ کے لگاتی ہیں۔ تم یہ کام جلد کر دو تو بہتر ہے۔“
”ابھی لیجئے بانہ۔“ ہندان پُر احترام لمبے میں بولا۔ پھر اس نے سپاہیوں سے کہا۔ ”بانہ کو نہت کی ہر چیز پیش کی جائے۔ خبردار ان کے احترام میں کوئی کمی نہ ہو۔“ کچھ دیر کے بعد الخت آکر دوسرے قید خانے میں منتقل کر دیا گیا تھا ہنگ نے کہا۔

”اور تو نے اسے معاف کر دیا تھا مالک۔ کس قدر ناپاس ہے یہ، روشنی والا اس پر لعنت ہے۔“ ہنگ کے لمبے میں بے پناہ نفرت تھی۔ میان مسکرانے لگا۔ پھر بولا۔

”اس لئے میں چاہتا تھا کہ ہنگ تم لوگ اس عذاب میں نہ پڑو آہ کاش شامہ فیصلہ نہ کرتی۔“
”ناچرب بڑا وقت پڑتا ہے تو کوئی کسی کا ساتھ نہیں دیتا اور پھر میں تو سزا کے دور سے گزر رہا ہوں۔ میرے گناہوں کی سزا کا آغاز ہوا ہے میری آرزو تھی کہ کوئی اور میرے ساتھ اس سزا میں نہ لگا ہوتا، میں شامہ کے فیصلے سے متفق نہیں ہوں۔ یہاں قید خانے میں اسے میرے ساتھ لے گیا سوا اور کیا لے گا۔ آہ شامہ تو نے واقعی غلط فیصلہ کیا ہے، مجھے بھلا ہندان سے کیا شکایت ہے، جو کچھ ہے میرا اپنا کیا ہوا ہے اور ہنگ تو پاس گزاری کی بات نہ کر۔ بہر حال میں اس سزا کو برداشت کر رہا ہوں اور میں نے ان لوگوں میں سے کسی کے ساتھ کوئی ایسا برا سلوک بھی نہیں کیا۔“

”مالک شامہ کا فیصلہ جو کچھ بھی تھا، لیکن تو سوچ ہمارے لئے اور کون سا ٹھکانہ تھا، ہم کہیں

کہا۔“ وہ زیرک سردار کہتا ہے کہ الخت بانہ سازشی آدمی ہے۔ اسے زندہ نہیں رہنا چاہئے کیونکہ وہ مستقبل میں بھی سازش کر سکتا ہے دیکھ یہ نتیجہ نکلا میری کاوشوں کا۔ اور..... وہ سردار کے ماں باپ بن گئے اور قابل احترام ٹھہرے جنہوں نے کچھ نہیں کیا تھا۔ آہ! بڑی نا انصافی ہوئی ہے میرے ساتھ۔“

الخت بانہ نے میان کی طرف سے کوئی پذیرائی نہ پائی تو خود ہی خاموش ہو گیا۔ پھر زمانہ وقت نہیں گزرا تھا کہ سپاہی دو اور قیدیوں کو لے آئے۔ انہیں دیکھ کر میان ششدر رہ گیا۔ یہ شامہ اور غلام ہنگ تھے۔ شامہ روٹی ہوئی میان سے لپٹ گئی۔ اور میان نے اسے اپنے سینے میں بچھ لیا۔ غلام ہنگ اپنے مالک کے قدموں سے چہرہ رگڑنے لگا۔

”تجھے، تجھے قید خانے میں کیوں بھیج دیا گیا شامہ۔ تجھ پر یہ ظلم کیوں کیا گیا۔“ میان نے پوچھا۔

”یہی تو رحم کیا ہے انہوں نے مجھ پر۔ یہی تو ایک انصاف کیا ہے نئے سردار نے۔“ شامہ نے کہنے کی کوشش کی۔

”میں نہیں سمجھا شامہ۔“
”میں تم سے دور رہ کر کیسے جیتی بابا۔ میں کیا کرتی اجنبیوں میں رہ کر۔ باہر میرا کون تھا۔“
”اس کی سفارش بھی میں نے کی تھی۔ میں نے تیرا پیغام شران کو دیا تھا۔“ الخت بانہ نے کہا۔

”شامہ تجھے یہاں تکلیف ہوگی۔“ میان بولا۔

”نہیں بابا۔ تمہارے قدموں میں ہی میری زندگی کی شام ہو جائے میری آرزو ہے۔“
”آہ! میں نے اپنی بیٹیوں کو دکھ کے سوا کچھ نہیں دیا ہے۔“ میان رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

”نہیں بابا۔ تیری قربت میرے لئے سب سے بڑا سکھ ہے۔“
”سوما یہ نے تجھے اپنے پاس نہیں بلایا۔“

”کون ہے سوما یہ..... اس شیطان بوڑھے کی شیطان بیٹی۔ میرا اس سے کیا واسطہ۔ مجھے اس کی صورت سے نفرت ہے۔“

”دیکھا دیکھا۔ یہ تو اسے کہتا تھا ٹھیک کیا تو نے شامہ۔ ٹھیک کیا۔ وہ کم بخت ہی منوں تھی۔ میں نے پہلے ہی تیرے قتل کی تجویز پیش کی تھی اسے۔ مگر وہ رحم دل بن گئی تھی بد بخت اس قابل تھی اگر وہ اس وقت میری بات مان لیتی تو آج جو کچھ ہوا ہے وہ نہ ہوتا۔ سارا کھیل دیں گے گبڑا۔“ الخت بانہ بولا۔

میان نے نفرت بھری نظروں سے اسے دیکھا لیکن خاموش ہی رہا۔
”میں پُر سکون ہوں بانہ۔ میری بالکل فکر نہ کرو۔ میرے لئے اس سے بہتر جگہ کوئی نہیں ہے جہاں تم ہو۔“

پھر دوسرے دن ایک اور واقعہ رونما ہوا۔ ہندان داروغہ کے لباس میں چند پہرے داروں کے ساتھ قید خانے کے دروازے پر آیا اور سب اسے دیکھ کر چونک پڑے۔ الخت بانہ تو اچھل کر

”آج رات سردار میان لائی، آج رات میری کاوشیں مکمل ہو جائیں گی۔ میرا باپ بیٹان، نانا، کنوئی پھاڑیوں کے پاس گھوڑوں اور دوسرے سازو سامان کے ساتھ ہمارا انتظار کریں۔ میں تجھے، غلام بھگا اور تیری بیٹی شامہ کو لے کر کنوئی پھاڑیوں کے پاس جاؤں گا اور ہم عقابوں میں چھوڑ دیں گے۔“

”جوڑھے سانپ کو میں نے اسی خیال کے تحت یہاں سے ہٹایا ہے انکار نہ کرنا میان۔ یہ تیرا آخری احسان ہوگا۔ اس کے بعد وعدہ کرتا ہوں کہ تجھ سے کسی اور احسان کا طالب نہ ہوں

”میں نے صرف اس خیال سے یہ منصب قبول کیا ہے میرے دوست۔ انکار کر کے مجھے نہ کہتا۔“

”میں نے اسے آسان بنالیا ہے میان۔ روشنی والے کے لئے، میری التجا قبول کر لے۔“

میان متعجب نظروں سے ہندان کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے غلام ہنگا کو دیکھا۔ ہنگا فوراً بول پڑا۔
 ”گزرے ہوئے ہمیشہ یہی کہتے رہے ہیں کہ نیکی کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ تو نے کسی بھی
 باندگاہ رکھ کر ہندان کو زندگی دی ہو لیکن بات روشنی والے کی تھی اور جو روشنی والا سمجھتا
 ہی بہتر ہوتا ہے، میرے آقا۔ تو جانتا ہے کہ نہ مجھے زندگی کی طلب ہے اور نہ رہائی اور
 نکول کی۔ میں تیرے مزاج کو بھی سمجھتا ہوں لیکن ہمارے ساتھ یہ بچی بھی ہے اگر ہم ہندان کا
 نشان قبول کر لیں، تو کوا، ارج، جنہ ہو گا۔“

”یہ میرا احسان نہیں ہے غلام نہگا۔ یہ تو قرض کی ادائیگی ہے اور اگر کسی کو قرض کی ادائیگی نازل جائے تو وہ خوش نصیب ہوتا ہے اس بات کو میرا احسان بالکل نہ سمجھا جائے۔“ ہندان

”تم سب اگر ایک ہی بات پر متفق ہو تو پھر ٹھیک ہے۔“ میان نے آماجگی کا اظہار کر دیا۔
 ”رات کو میرے دوست، میرے سردار، میں تمام تاریاں مکمل کر لوں گا۔ میرا باپ، میری
 سب ل جائیں گے اور اس کے بعد، ہم عقابوں کے مسکن کو خرابہ کدہ دس گئے۔“

فیلک سے میں تجھے تیار ملوں گا لیکن قید خانے کے دوسرے لوگ۔“
خوش بختی نے مجھے قید خانے کا داروغہ بتایا ہے میں سارے انتظام کروں گا، اب میں چلتا ہوں ان نے کہا اور خوشی خوشی وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

کیا عجیب نگاہیں تھیں! اس نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا۔

”اس سوچتے ہیں کہ جو کچھ کر رہے ہیں ہم کر رہے ہیں، لیکن یہ تو بہت بڑی سچائی ہے اور

بھی سکون کی زندگی نہیں گزار سکتے تھے۔ اگر تجھے کوئی جسمانی نقصان پہنچا ماک تو میرا اور مارا! فیصلے کہ ہم تیرے لئے جنگ کر گئے تاکہ ہمارا اعتقاد بچ ہی رہے ساتھ ساتھ یہاں تک

”ہنگا تو احمق ہے بے وقوف ہے، میری بچی نے ابھی دنیا میں کیا دیکھا ہے، محروموں کا بھلا رعبی ہے وہ، میں نے یہ تصور اپنے ذہن سے نکال بھیجنا ہے کہ اس کا وجود سوامیہ کے جسم کا ایک حصہ ہے میں بالکل یہ بات بھول گیا ہوں اور میں ہر لحاظ سے شامہ کی بہتری چاہتا ہوں۔ اگر ہندوان سے میں نے کبھی کوئی رعایت مانگی تو وہ صرف یہ ہوگی کہ شامہ کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔“

شاہ پھر آنسو بہانے لگی تھی۔ بہر حال الحوت باغہ کو دوسرے قید خانے میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ ہندان کا رویہ ان کے ساتھ بالکل اچھا نہیں تھا۔ جیسے عتاب زدہ قیدیوں کے حالات ہوتے ہیں ایسے ہی ان کی گزربزرتھی ہندان دوبارہ ان کے سامنے بھی نہیں آیا تھا۔

لیکن اس شام وہ قید خانے کے دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ اس وقت ہنگا تھا اور کوئی اس کے ساتھ موجود نہیں تھا۔ اس نے میان لائی کو دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

”سردار میان لائی کچھ بات کرنا چاہتا ہوں تم سے.....۔“ میان لائی خاموشی سے اپنی جگہ سے اٹھ کر قید خانے کے دروازے کے قریب پہنچ گیا تھا۔ ہندان اسے گھورنے لگا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔

”کچھ وقت قبل ہم دوست تھے‘ میں تیرے حاشیہ برادران میں شمار ہوتا تھا۔ اس کے بعد مجھے ہٹایا گیا اور جانتا ہے مجھے ہٹانے والا کون تھا۔ یہی بد بخت کیمین انسان جس کا نام اللہ بازہ۔ سارغہ کے حوالے سے اس نے کہا تھا کہ میان کے خلاف سازش کر اور عقابوں کی سرداری حاصل کر کے سارغہ کی روح کو سکون دے‘ سو اس بوڑھے سانپ نے میری ذہنی کیفیت بدل دی اور میں سولازیریوں کے پاس جا پہنچا۔ پھر جو کچھ ہوا اس کا تذکرہ بے سوہے میان لائی تو نے میرے ساتھ جو کچھ کیا۔ اس نے مجھے ہزاروں بار قتل کیا اگر تو مجھے سزائے موت دیدیتا تو مجھے ایک بار مبرا ہوتا۔ لیکن زندگی دے کر تو نے مجھے سب سے بدتر سزا دی۔ میں انسان ہوں۔ تیرا یہ احسان‘ تیری بدائی نے مجھے زندہ در گور کر دیا۔ مجھے احساس ہوا کہ بڑے لوگ کیسے ہوتے ہیں سرداری کا منصب کس کیلئے ہوتا ہے؟“

”وہ احسان تجھ پر نہیں تھا ہندان۔ تیری زندگی بچانے میں تیرے باپ کی کیفیت کا دل
 ہے۔ میں نے اس بوڑھے باپ کی آنکھوں میں وہ مایوسی کی تڑپ دیکھ لی تھی جو تیری زندگی کی آرزو
 تھی۔“

”تو نے ہم سب پر احسان کیا تھا میان۔“
”وقت گزر گیا ہے ہندان۔ اب اس کا کیا تذکرہ۔“

”وقت تو اب شروع ہوا ہے میان۔ میں نہیں جانتا کہ میں نے زندگی میں کب اور کہاں موت بہتر کام کیا تھا کہ روشنی والے نے مجھے زندگی دینے کا ایک اور موقع عطا کیا۔“

”تمہاری بات میری سمجھ میں نہیں آئی ہندان۔“

”مجھے روشنی والے نے یہ منصب عطا کر کے موقع دیا ہے کہ ایک بار پھر تیری کچھ خدمت

کرے اپنے ساتوں کو بوجھ بنا کر۔

ایک کتا دیکھ کر میان اپنی بیوی اور چند گھوڑوں کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر میان کا جوش استقبال کیا اور مسرت بھرے لہجے میں بولا۔

”آہ میان لائی اس وقت تیری یہ خدمت انجام دیتے ہوئے میرا سینہ فخر سے پھولا ہوا ہے۔ اب ہمیں دیر نہیں کرنی چاہئے“ صبح ہونے سے قبل ہم اتنا فاصلہ طے کر لیں گے کہ پھر عقاب کی گرد بھی نہ پا سکیں گے۔“

میان نے کوئی جواب نہیں دیا۔ ہندان نے آگے بڑھ کر میان کو اس کا گھوڑا پیش کیا۔ میان غلام ہنگا اور شامہ کی جانب دیکھا۔ شامہ بھی اب گھوڑے پر سوار ہو گئی اور اس کے بعد میان گھوڑے پر سوار ہوا۔ پھر باقی تمام افراد اور اس کے بعد رات کی تاریکیوں میں وہ ایک سمت ار کے چل پڑے۔..... لیکن تھوڑی سی دور جانے کے بعد میان نے کہا۔

”ہندان“ تیرے ذہن میں کوئی ایسی خاص بات ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کسی ایسی جگہ جانا ہے جس کا انتخاب تو نے پہلے سے کر لیا ہو۔“

”نہیں میان لائی، اگر تو کچھ بہتر سمجھتا ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔“

”تو پھر ہمیں وہ رخ اختیار کرنا چاہئے جس کی جانب ان لوگوں کا ذہن نہ جائے یعنی عقابوں کے اور وہ عقبی حصہ جو ناقابل عبور اور دشوار گزار گھاٹیوں کی سمت جاتا ہے ہوش مند لوگ اندر کا رخ نہیں کرتے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ شران جیسا شاطر ہمیں تلاش کرنے کے لئے ہر نہیں چھوڑے گا۔ میں اسے دھوکا دیتا چاہتا ہوں۔“

”نہایت مناسب خیال ہے ہمیں وہی سمت اختیار کرنی چاہئے۔“ ہندان نے میان سے اتفاق کیا۔ درحقیقت یہ راستے عام نہیں تھے اور ان پر سفر کرنا تھوڑے ہی وقفے کے بعد مشکل تصور کیا جاتا تھا۔ لیکن یہ محفوظ ترین راستے تھے، چنانچہ وہ اسی سمت چلتے رہے، گویا زیادہ تیز نہ رکھی جاسکتی تھی لیکن دشوار گزار گھاٹیوں سے گزرنے کے بعد وہ اپنے آپ کو کافی اچھٹے تھے اور صبح تک یہ سفر اسی انداز میں جاری رہا۔ عقابوں کے مسکن سے ان کا فاصلہ بے انتہائی ہو گیا تھا۔ لیکن جس طرح ان راستوں سے گزر کر وہ یہاں تک پہنچے تھے وہ ان کا دل بہت قائل تھا۔ خصوصاً ہنگا، شامہ کا خیال رکھ رہا تھا لیکن شامہ اپنے گھوڑے کی پشت پر مضبوطی سے بیٹھی تھی۔ یہاں تک کہ جب صبح سورج نمودار ہوا تو وہ ایک ایسے انوکھے دیرانے میں تھے جس کی اپنی مثال آپ تھی چاروں طرف سیاہ رنگ کی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں، سنگ موسیٰ کے بڑے بڑے ٹکڑے زمین پر پڑے تھے۔ زمین پر جگہ جگہ گھاس پھوس کی بوٹی تھی جن کے درمیان سانپ اور دوسرے حشرات الارض بے دھڑک تے پھرتے تھے کیونکہ یہاں انہیں انسانوں کا خوف نہیں تھا۔ انہوں نے ایک صاف ستھری ٹھکانہ کی۔ ہموار جگہ لیکن ایسی کہ دور دور تک سانپوں وغیرہ کو دیکھا جاسکے، کوڑیالے پیلے پتھر کی روشنی میں بھی گھومتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ میان نے کہا۔

”ان سے بچنا مشکل کام نہیں ہے، اگر تھوڑی سی مہارت استعمال کی جائے اور میرا خیال یہ ہے کہ ہمارا مقصد آرام کرنے کے بعد اگر ہم آگے کا سفر جاری رکھیں تو ایک تھوڑا سا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہمیں ایک پر فضاء مقام ملے گا۔“

اس میں کبھی کسی کو شک نہیں ہو سکا کہ فیصلے آسمانوں پر ہوتے ہیں، کب کیا ہوگا، کس طرف ہوا روشنی والا ہی جاتا ہے حالانکہ میں ہزار بار لعنت بھیجتا تھا اس زندگی پر جس سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے مگر دیکھو شامہ بھی میرے پاس آگئی اور ہنگا تو بھی آگیا، اگر ہندان مجھ سے کہتا کہ تو کل میں میان تو میں یہ بات کبھی قبول نہ کرتا، مجھے اپنی زندگی سے درحقیقت اب کوئی دلچسپی باقی نہیں رہی لیکن شامہ میری بچی، میری زندگی۔“ میان نے شامہ کا سر اپنے سینے سے لگالیا۔ غلام ہنگا خاموش رہ رہا تھا۔

اس طرح کافی وقت گزر گیا اور پھر رات ہو گئی۔ وہ سب سنسنی کا شکار تھے۔ ہندان کی انتظامات کرتا ہے کس طرح کرتا ہے اس کا صحیح طور پر اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ یہاں دوسرے سانپ بھی تھے اور قیدی بھی، لیکن جب چاند چڑھے ہندان قید خانے کے دروازے پر آگیا اور اس نے بڑے اطمینان سے قید خانے کا دروازہ کھول کر ان لوگوں سے باہر آنے کی درخواست کی تو میان بھی کسی قدر حیران رہ گیا۔ اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”کیا باہر لوگ جاگ رہے ہیں؟“

”نہیں آقا“ میں نے ان سب کو گہری نیند سلا دیا ہے۔“

”تھک..... کیا قتل کر دیا؟“

”نہیں آقا، بس آج رات کی خوراک میں بے ہوشی کی ایسی دوا ملا دی ہے کہ وہ ساری رات سکون کی نیند سوتے رہیں گے اب صبح کو ہی ان کی آنکھ کھلے گی۔“

میان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے بہت عرصے کے بعد انہیں لگا ہوں سے ہندان کو دیکھا جن لگا ہوں سے پہلے اپنے دوست کو دیکھا کرتا تھا اور مسکراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہاں میں جانتا ہوں تو بڑا شاطر ہے۔“ ہندان مسرت سے جھوم اٹھا اس نے بھی سرگوشی کے انداز میں کہا۔

”اور آج میرا دل خوشی سے جھوم اٹھا ہے کیونکہ مجھے اپنے اس دوست کی آواز سنائی دی ہے جو پہلے مجھے ایک مخصوص انداز میں مخاطب کرتا تھا، لیکن جو آواز میں نے اپنی مذموم حرکت سے کھودی تھی۔“

قید خانے میں چاروں طرف خاموشی ہی طاری تھی۔ بے چارہ اللہ بانہ بھی اسی خوراک کے زیر اثر گہری نیند سو رہا تھا اور میان کو اس بات پر ہنسی آگئی تھی کیونکہ اللہ بانہ بھی بہت شخصیت کا مالک تھا۔ اپنی شاطرانہ چالوں سے زندگی کے کسی بھی لمحے باز نہ آنے والا۔ یہ حال اب یہ ساری دوسو زیاں بے مقصد تھیں۔ دشمن کے ساتھ دوستی بھی بعض اوقات نقصان دہ ثابت ہو جاتی ہے۔ عقابوں کے مسکن میں مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی بس کہیں کہیں آواز نہ آتی تھی۔ وہ ان سے بچتے ہوئے بستی سے باہر جانے والے راستے پر چل پڑے۔ حالانکہ عقابوں کے مسکن میں بھی طلاہے گردی ہوا کرتی تھی لیکن وہ جانتے تھے کہ یہ طلاہے کوئے راستہ کی نگرانی کرتے ہیں چنانچہ وہ ان سے بچتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔

وہ سب خاموشی سے فاصلے طے کرتے ہوئے بالا خرہ کسی دقت کے بغیر کوئی پھاڑوں کے پار جا پہنچے جو کافی فاصلے پر تھیں اور یہاں تک پہنچنے میں وقت بھی خاصا صرف ہوا تھا، کوئی پھاڑوں کے

پا تھا جب وہ مجھ سے جنگ کر رہا تھا۔ درحقیقت اس نے مجھ سے جو جنگ کی وہ میری ہی کاوشوں کا نتیجہ تھی۔ یعنی اس نے وہ تمام حربے مجھ پر آزمائے تھے جو میں نے اسے سکھائے تھے کہیں ایسا نہ ہو جی بھی وہ میرے مزاج ہی کو مدنگاہ رکھتے ہوئے اسی سمت کا رخ کرے اس لئے ہمیں فوراً ہی سفر شروع کرنا چاہئے۔“

”میں میان لائی سے اتفاق کرتا ہوں۔“ میان نے کہا اور سب کے سب گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ شام بھی اب دلچسپی سے ہر کام میں حصہ لے رہی تھی اور نجانے کیوں ان سب کے اندر اس فرار سے کچھ غفلت سی پیدا ہو گئی تھی۔ طبیعتوں میں فرحت ہو تو کسی کام میں تنگ نہیں ہوتی۔ شام ہونے تک انہوں نے طویل سفر طے کر لیا تھا اور اس دشوار گزار اور غیر معمولی راستے کو عبور کر گئے تھے۔ اب ان کے سامنے ایک شاداب وادی تھی۔ میان نے کہا۔

”اگر ہم اب بھی اسی سمت سفر جاری رکھیں تو شیرانیہ جا پہنچیں گے اور اگر بائیں سمت کا راستہ اختیار کریں تو سمورا کے جنگلوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ لیکن..... میں بزرگ میان کے رائے ماننا چاہتا ہوں۔“

”ہم اپنے سردار کے ساتھ ہیں۔ اس کا ہر فیصلہ ہمیں قبول ہو گا۔“

میان ہنسنے لگا۔ اس نے مسکرا کر کہا۔ ”یہ سچائی ہے باغہ کہ میرے دل میں ہندان کے لئے کدورت تھی۔ اس نے نہ صرف دوستی کو داغدار کیا تھا بلکہ میں نے اپنی آنکھوں سے اسے عقابوں کو ہلاک کرتے ہوئے دیکھا تھا اور میرے جیسے دوسرے بھی تھے لیکن تمہاری آنکھوں کی یا سیت نے میرے دل کو ڈوب دیا تھا۔ میں نے سردار کی حیثیت سے فائدہ اٹھا کر ہندان کی زندگی کا فیصلہ کر لیا تھا اور ہر مخالفت کو رد کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ حیران کن بات تھی کہ کوئی شدید مخالفت نہیں ہوئی۔ بحال وہ وقت گزر گیا۔ تم نے باغہ اور ہندان نے میرے اس چھوٹے سے عمل کا بہت بڑا صلہ دیا۔ مجھے خصوصاً اس لئے کہ تمہاری وجہ سے میری بیٹی صوبتوں سے بچ گئی اور یہ معمولی بات نکم ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اب میں ویرانوں کا مسافر ہوں میرے لئے کہیں پناہ نہیں ہے۔ نہ نہیں کسی آبادی کا رخ کرنا چاہتا ہوں کیونکہ آبادیوں کے سردار مجھے عقابوں کے سردار کی حیثیت سے جانتے تھے۔ میں ایک پناہ گزین کی حیثیت سے ان کے سامنے جا کر شرمندہ نہیں ہونا چاہتا۔“

”بائیں سمت چلے جاؤ اور وہاں بودو باش اختیار کرلو.....! ہنگام تم بھی اب میرے غلام نہیں رہے۔“

”اور تو آقا.....؟“ ہنگام نے پوچھا۔

”میں کائنات میں اپنے لئے کوئی سناں گوشہ تلاش کر لوں گا۔ بس میری بیٹی میرے ساتھ

”میں کچھ کرنا چاہتا ہوں آقا.....!“ ہنگام نے کہا۔

”ہاں کمو.....“

”ہم باگ جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ کیا اب یہ بہتر ہو گا۔“

”ہرگز نہیں۔ اب یہ تصور بھی میرے لئے گالی ہے۔ اپنا سب کچھ لٹا کر ایک بے بس انسان

”میں نے ان راستوں کو کبھی نہیں دیکھا میان، لیکن جس طرح تو نے ان کے بارے میں کہا اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ تو ان راستوں کو دیکھ چکا ہے۔“

”ہاں ایک بار، صرف ایک بار میرے دل میں یہ بات آئی تھی کہ ذرا دیکھوں تو سہی اور سے عقابوں کے ممکن کے تحفظ کا کیا بندوبست ہے اور جب میں یہاں تک پہنچا تو مجھے یہ اندازہ ہو گیا کہ ہوش مند لوگ ادھر آنے کی جرات نہیں کر سکتے کیونکہ یہاں لمحہ لمحہ زندگی کے خطرات ہیں۔“

”بے شک یہ جو کچھ نظر آ رہا ہے۔ واقعی کیسی انوکھی بات ہے، ہم پیدا ہونے کے بعد زندگی کا ایک طویل عرصہ گزار دیتے ہیں لیکن بعض جنگلوں کے بارے میں ہمیں کچھ نہیں معلوم ہوتا۔ بس کلیئر کا فقیر ہونے کی بات ہے، ہم میں سے کبھی کسی نے نہیں سوچا کہ ان علاقوں کو بھی ایک بار دیکھا جائے لیکن میان یہ علاقے دیکھ چکا ہے۔“

گھوڑوں پر سے کھانے پینے کی اشیاء اتار لی گئی تھیں۔ بوڑھے میان اور اس کی بیوی نے خوب کھانا تیار کیا تھا وہ کئی دن تک بڑے آرام سے استعمال کیا جاسکتا تھا۔ میان کا مزاج اب بگ بگ بدلا بدلا نظر آ رہا تھا اور وہ مسکرا بھی رہا تھا اور باتیں بھی کر رہا تھا۔ کھانا کھاتے ہوئے اس نے کہا۔ ”واہ خوب ضیافت ہے اور بلاشبہ اپنے اندر انفرادیت رکھتی ہے۔ بھی میرے غدار دوست تو نے اپنی غداری کا ازالہ کر دیا ہے۔“

”آہ میان مجھے تو اس وقت خوشی ہو گی جب تو اپنے پاؤں سے جوتا اتار کر میرے سر پر اس وقت تک مارتا رہے گا جب تک تیرے دل کی تمام کدورت نہ دھل جائے۔“

”شاید میرے دل میں اب تیرے خلاف کوئی کدورت نہیں ہے ہندان اور تو ایک بات جانتے ہو کہ میں جھوٹا آدمی نہیں ہوں۔“

”میں جانتا ہوں۔“

”یہ میری خوش بختی ہے۔“

”نہ صرف تیری بلکہ میری بھی کیونکہ صبح معنوں میں یہ احسان مجھ پر کیا گیا تھا۔ مجھے معاذ کرنا عظیم سردار تو نے جس طرح ایک بوڑھے باپ کے اور ایک ماں کے دل کو ٹھنڈا کیا تھا میں۔ اسی وقت تیرے لئے دعا کی تھی کہ روشنی والا تجھے کبھی کسی مشکل میں گرفتار نہ ہونے دے۔“

میان مسکرایا پھر بولا۔ ”ہاں میں سچ سچ کسی مشکل میں گرفتار نہ ہوسکا، اگر میرے ساتھ شام نہ ہوتی تو شاید میں قید خانے کو ہر چیز پر ترجیح دیتا۔“

وہ خاموش ہو گئے کھانا دلچسپی سے کھایا گیا اور اس کے بعد میان نے ان لوگوں سے کہا۔ ”اب ایک بار جب پھر میرے اوپر ذمے داریاں عائد کر دی گئی ہیں تو نجانے کیوں میرا چاہ رہا ہے کہ سرداری کی زبان میں بات کروں۔“

”تو ہمارا سردار ہے اور اس وقت تیری رعایا میں ہم تین ماں باپ اور بیٹے اور غلام ہیں۔“

”ہے شامہ تو بہر حال تیری بیٹی ہی ہے۔“

میان مسکرایا پھر بولا۔ ”تو پھر میری رعایا چلو ہمیں یہاں سے فوراً ہی رخصت فرما دے۔“

کی حیثیت سے میں اس کے پاس جاؤں گا جسے میں نے بے کسی کے عالم میں نکال دیا تھا۔" میان گلوگیر لمبے میں بولا۔

"تم میرے دوست بھی ہو بیسان۔ اب جبکہ تم نے مجھے معاف بھی کر دیا ہے تو میرے دل میں تمہاری دوستی ہزار گنا بڑھ گئی ہے۔ ہم ہر جگہ ساتھ ہوں گے کسی دیرانے میں ہم اپنا چھوٹا خاندان بنا کر رہیں گے خوشی اور محبت کے ساتھ۔" ہندان نے کہا اور اس کے ماں باپ نے بھی تائید کر دی۔ میان ٹھنڈی سانس لے کر خاموش ہو گیا تھا۔

○.....○.....○

وہ سب شدید ذہنی بحران کا شکار تھے۔ کئی دن گزر چکے تھے۔ مقررہ تاریخ بھی بالکل قریب آچکی تھی لیکن زربدان کا کوئی پتہ نہیں چل سکا تھا۔ روزا کیب کو انہوں نے اس دن زہیل کے ساتھ دیکھا تھا جب وہ زہیل کے سامنے پیش ہوئے تھے۔ بوڑھی کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ وہ بالکل بے تعلق نظر آتی تھی جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔ جو کچھ بھی تھا وہ بوڑھی عورت پر مکمل عبور نہیں کر سکتے تھے۔ اور اب اتنا وقت گزر جانے کے بعد ان کا پتا نہ ممبر لبرز ہونے لگا تھا۔

"کچھ تو ظاہر ہوتا۔ کوئی نشان تو ملتا۔ آخر ہمارے پاس کیا ذریعہ ہے اس کے بارے میں معلوم کرنے کا۔" فلیش نے کہا۔

"کوئی ذریعہ نہیں ہے۔" "سوری مسٹر آسٹریوں لگتا ہے جیسے آپ نے اس لڑکی کو قربان کر کے کوئی نتیجہ دیکھنا چاہا تھا۔"

"نہیں فلیش۔ ایسی بات نہیں ہے۔ ہم خود اس پر قربان ہونے نکلے تھے۔" آسٹرنے طلحی سے کہا۔

"میں تسلیم نہیں کرتا۔ آپ اسے بے وقوف بناتے رہے ہیں۔" "تم سے مطلب۔ تم کون ہوتے ہو اس کے لئے تردد کرنے والے۔" لیزا سے برداشت نہ ہو سکا۔

"سب کچھ ہوں میں اس کا اور وہ میری سب کچھ ہے۔ آپ لوگ خود کو اس کا مالک کیوں سمجھتے ہیں۔" "مسٹر فلیش۔ خود کو قابو میں رکھو۔ اپنا لہجہ نرم کر دو یہ میرے لئے ناقابل برداشت ہے۔" بڈ نے تیوریاں بدل کر کہا۔

"نہیں بڈ..... پلیز..... وہ زربدان سے محبت کرتا ہے۔ اسے برداشت کر دو۔ ہم اس کے دشمن نہیں ہیں فلیش..... لیکن تمہیں علم ہے کہ فیصلہ اس نے کیا تھا اور یقین کر دو کہ ہم نے پوری زندگی اسے آزادی سے فیصلے کرنے دیے ہیں۔" آسٹرنے سٹور نرمی سے بولا۔

"اور مسٹر آسٹرنے اسے گواہ ہیں کہ وہ غلط فیصلے نہیں کرتی۔" روزال نے کہا۔ "تم لوگوں میں سے کوئی میری سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر میں اس کے بارے میں کیسے معلوم کروں۔" فلیش نے پریشانی سے کہا۔

"میری بات غلط نہیں ہوئی مسٹر فلیش۔ زربدان انہیں پہاڑوں کی تخلیق ہے۔ اتنی ہی

جتنی پراسرار یہ وادیاں ہیں۔ ہم میں سے کوئی اسے مکمل طور سے سمجھنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اس نے پوری زندگی میں کبھی دھوکا نہیں کھایا۔ پیشتر ایسے مواقع آئے جب ہم اسے سمجھنے پر مجبور تھے۔ اب آئی تو ہم حیران رہ گئے۔ بوڑھی کیب کے ساتھ جانے کے لئے اس نے فیصلہ کیا تھا اس کے پس پردہ کچھ ضرور تھا اور..... میں آپ لوگوں کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ بے اور اپنے کام میں مصروف ہے۔" روزال کا لہجہ عجیب تھا۔

"کیسے کہہ سکتے ہو۔" فلیش بولا اور روزال اسے مضحکہ خیز نظروں سے دیکھنے لگا پھر بولا۔ "اے چند روز یا چند ہفتے قبل دیکھا ہے مسٹر فلیش۔ میرے ساتھ وہ پیدائش کے پہلے دن ہے۔"

"یہ کیا جواز ہوا بھلا۔" "سمجھ میں آجائے تو مکمل جواز ہے۔ نہ سمجھنے کی صلاحیت ہو تو میرے لئے خاموشی۔" روزال نے جواب دیا۔

الاتوشیہ نے انہیں بہترین مراعات سے نوازا تھا۔ عہدہ ہائش..... ہر چیز کی فراہمی۔ ہر نئی سے آزاد۔ انہیں تحفے اتارنے کے لئے وقت دیا گیا تھا اس کے بعد انہیں اپنی وادیاں سنبھالنی تھیں۔ دوسرے لوگ ان سے بے نیاز ہو گئے تھے وہ کہیں بھی آجاسکتے تھے ہانڈرنے سب سے درخواست کی تھی کہ چونکہ وہ مشکل حالات میں ہیں اس لئے سبکداری تو ہے۔ کون جانے کب کوئی اہم ضرورت پیش آجائے۔

پھر اہم ضرورت پیش آگئی۔ ہنڈر دیش انہیں تلاش کرتے ہوئے پہنچ گئے تھے۔ "عظیم بڈ نے آپ لوگوں کو طلب کیا ہے۔" "کب.....؟"

"ابھی..... ہم آپ کی رہبری کریں گے۔ وہ آپ کو آپ کا منصب سونپنا چاہتی ہے۔" بھی کے دل دھڑک اٹھے۔ آسٹرنے کہا۔ "ہم تیار ہیں۔"

"آئیے.....!" الاتوشیہ کے ہر کارے آگے بڑھ گئے۔ ان کی رگیں کھینچ رہی تھیں اب سچ رہے تھے۔ نہ جانے کیا کیا خیالات دل میں آرہے تھے۔ یہ طلبی موت کی طلبی بھی ناممکن۔ ممکن ہے زربدان کا راز فاش ہو گیا ہو۔ ممکن ہے اسے نقصان پہنچ گیا ہو۔ یہ بھی ممکن۔ ایسی کوئی بات نہ ہوئی ہو، اور زہیل نے انہیں ان کا منصب دینے کے لئے بلایا ہو۔ یا یہ بھی ہے کہ زربدان اپنے مشن میں کامیاب ہو گئی ہو۔

انہیں تمام راستوں سے گزارا گیا تھا جہاں سے وہ دوبار گزر چکے تھے اس کے بعد اسی ہال بنایا گیا تھا۔ زہیل موجود تھی لیکن وہ زہیل نہیں زربدان تھی انہیں آنکھوں پر یقین نہیں رہ کر زہرہ سے اسے دیکھتے رہے۔ زربدان مسکراتی ہوئی قریب آگئی اور اس نے آسٹرنے کے ہاتھ کا دیا۔

"زربدان....." آسٹرنے رزقی آواز میں بولا۔ "کی انکل!" "یہ تم ہی ہو!"

”میں ہوں انکل۔“

”تمہیں کامیابی حاصل ہوگئی..... تمہیں..... زربدان..... تمہیں۔ میرا مطلب ہے۔“

”یعنی زربدل بی.....“

”ہاں۔ وہ مرچکی ہے انکل۔“

”کب.....؟“

”کئی دن ہو گئے۔“

”یعنی منصوبے کے تحت؟“

”ہاں انکل۔“

”اور تم نے اس کی جگہ سنبھال لی ہے؟“

”جی انکل۔“

”اور..... اور روزا کیب۔ وہ تمہارے ساتھ ہے۔“

”آپ لوگ آرام سے بیٹھیں انکل۔ اب یہاں میرا مکمل کنٹرول ہے، کوئی خطرہ نہیں ہے۔“ زربدان نے کہا۔

”اوہ۔ میرے خدا۔ یہ سب اتنا آسان تھا۔ یقین نہیں آتا۔ میرا مطلب ہے کہ تم نے یہ سب کچھ کر لیا؟“

”اس میں کوئی شک نہیں انکل۔ یہ سب میری توقع کے برعکس اتنا مشکل نہیں ثابت ہوا۔ اس کی سب سے بڑی وجہ زمیل کی خود سری اور اپنے آپ پر حد سے بڑھا ہوا اعتماد تھا۔ اس نے صرف دو افراد پر انحصار کیا تھا۔ باقی سب دور دور سے اس کے احکامات کی تعمیل کرتے ہیں۔ یہ میرے لئے بہت آسان ہوا..... ہاں یہاں کے نظام کو سمجھنے میں خاصی مشکلات سے گزرنا پڑا ہے۔“

”اب کچھ سمجھ لیا ہے۔“

”اتنا ضرور سمجھ لیا ہے جتنے کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔“

”روزا کیب تعاون کر رہی ہے۔“

”وہ مرچکی ہے۔“ زربدان نے جواب دیا۔

”اوہ۔ تم نے اسے بھی.....! لیزا کانپ کر بولی۔

”نہیں آئی۔ میں تفصیل بتاتی ہوں۔“ زربدان نے کہا اور پوری کمائی سادی۔ لیزا نے کہا۔

”میرے خدا..... تم نے تین انسانوں کو قتل کر دیا۔ تمہارے اندر یہ وحشت کہاں سے آگئی زربدان۔“

”ضروری تھا آئی۔“ زربدان سرد لہجے میں بولی۔

”یہاں کا نظام اب تمہارے کنٹرول میں ہے۔“ آسٹرنے پوچھا۔

”ہاں انکل آپ کو یہی کاپیروں کے آنے کی تاریخ معلوم ہے۔“

”ہاں!“

”اب مجھے آپ کی ضرورت ہے۔“

”میں بتاؤ زربدان۔“ آسٹرنے کہا۔

”طہیمان سے بتاؤں گی انکل۔ تمام لوگ پُر سکون رہیں۔ انکل مجھے آپ کی اور روزا کی خبر ہے۔ آپ کو میرے ساتھ رہنا ہوگا۔ مسٹرڈ باقی لوگوں کے ہمراہ رہیں گے۔ اس تاریخ تک ہم اپنا آخری کام سرانجام نہیں دے لیتے۔“

”میں بھی تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں زربدان۔“ فلیش نے کہا۔

”نہیں مسٹر فلیش۔ یہ ممکن نہیں ہے۔“ زربدان سپاٹ لہجے میں بولی۔

”اوکے زربدان، میں حاضر ہوں۔“ آسٹرنے کہا۔

○.....○.....○

قید خانے کے محافظوں نے میان لائی، اس کی بیٹی اور غلام کے فرار کی اطلاع سب سے پہلے دی تھی اور لاگا حیرت سے اچھل پڑا تھا۔

”کیا بکواس کرتے ہو تم، کیسے آخر کیسے؟“ اس نے شدید وحشت کے عالم میں کہا تھا۔

”میں نہیں جانتے باغہ۔ لیکن صبح کو جب ہم نے اس کے قید خانے میں بھانکا تو وہ وہاں موجود تھا اس کا غلام اور بیٹی بھی قید خانے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔“

”تمہارا داروغہ کہاں ہے، ہندان کہاں ہے۔“ لاگا نے دھاڑتے ہوئے کہا۔

”ہم نے پہلے اسے ہی اطلاع دینی چاہی تھی باغہ، لیکن وہ ہمیں نظر نہیں آیا۔“

”اسے لاؤ، اسے میرے پاس لاؤ، تم سب کو، تم سب کو موت کی سزا دی جائے گی، خبردار مجھ کی رعایت کی توقع نہ رکھنا اور ہندان کہاں ہے، اوہ میرے ساتھ، ہندان کو تلاش کرو اس کا ہتھکڑیاں۔“

لاگا کو احساس تھا کہ میان لائی کا فرار کوئی معمولی بات نہیں ہے اور ممکن ہے اس بات پر ان کے بھی معاف نہ کرے وہ اس سنگین صورت حال سے اچھی طرح واقف تھا۔ پھر جب ان کے کوستے پہنچا تو اس پر دو سرا انکشاف ہوا۔ ہندان اس کا باپ، یہاں اور اس کی ماں بھی غائب تھے اور کوستہ خالی اور کھلا ہوا پڑا تھا۔ تب ہی لاگا کو احساس ہو گیا کہ صورت بہت سنگین ہو گئی ہے۔ شران کو اطلاع نہ دینا بھی غلط تھا لیکن شران نے یہ سنا تو شدت سے دیوانہ ہو گیا۔

”یہ غلط ہے لاگا یہ غلط ہے۔ میں نے یہ ذمہ داری تیرے سپرد کی تھی۔ یہ تو میرے خلاف ظلم ہوئی ہے۔ کس کی سازش، شاید کسی ایسے شخص کی جس کا مجھ سے گہرا تعلق ہے۔“

”اسے تلاش کر، اسے نکلتا نہیں چاہئے۔“ شران نے کہا اور اس کے بعد اس نے خود پر زورام کر لیا، اس نے اپنے ہاتھ سے قید خانے کے دو محافظوں کو گولی مار دی جو اس وقت سامنے موجود تھے۔

”ایک ایک کو قتل کر دوں گا، ایک ایک کو فنا کر دوں گا۔ میان کے نکل جانے کا مطلب یہ ہے کہ سزا داری صرف چار دن کی رہ گئی۔ وہ ذریعہ ہے کچھ نہ کچھ کر کے رہے گا۔ لاگا یہ لہجہ یہ تیری دوستی کا کوئی مناسب ثبوت نہیں ہے۔“

”ایک ایک کو قتل کر دوں گا، ایک ایک کو فنا کر دوں گا۔ میان کے نکل جانے کا مطلب یہ ہے کہ سزا داری صرف چار دن کی رہ گئی۔ وہ ذریعہ ہے کچھ نہ کچھ کر کے رہے گا۔ لاگا یہ لہجہ یہ تیری دوستی کا کوئی مناسب ثبوت نہیں ہے۔“

”ایک ایک کو قتل کر دوں گا، ایک ایک کو فنا کر دوں گا۔ میان کے نکل جانے کا مطلب یہ ہے کہ سزا داری صرف چار دن کی رہ گئی۔ وہ ذریعہ ہے کچھ نہ کچھ کر کے رہے گا۔ لاگا یہ لہجہ یہ تیری دوستی کا کوئی مناسب ثبوت نہیں ہے۔“

”ایک ایک کو قتل کر دوں گا، ایک ایک کو فنا کر دوں گا۔ میان کے نکل جانے کا مطلب یہ ہے کہ سزا داری صرف چار دن کی رہ گئی۔ وہ ذریعہ ہے کچھ نہ کچھ کر کے رہے گا۔ لاگا یہ لہجہ یہ تیری دوستی کا کوئی مناسب ثبوت نہیں ہے۔“

بنت غدار نکلا عجیب لوگ ہوتے ہیں اس دنیا میں۔ پہلے وہ میان لائی کا گھرا دوست تھا۔ بعد میں اس نے میان لائی کے خلاف سولازریوں سے مل کر سازش کی اور میان لائی نے بھی اسے معاف کر دیا۔ یہ خوب کھجوری پکی..... اور اب وہ میان لائی کو نکال لے گیا۔ بھلا اس کے علاوہ کون ہو سکتا ہے۔“

لاگا کو شدید غصہ آیا وہ وہیں رک گیا۔ اس نے شران سے کہا۔

”شران کیا ہندان کو قید خانے کا سردار بنانے کی رائے اسی شخص نے نہیں دی تھی.....؟“

”ایں..... ہاں..... بالکل۔“

”اور کیا ہم نے اسے اس لئے قید نہیں کیا تھا کہ ہمیں یہ خوف تھا کہ بوڑھا سازشی پھر کوئی

مازاش کرے گا۔“ لاگا نے تخیل لہجے میں کہا۔ ”بے شک ایسا ہی ہوا تھا۔“

”اور شران کیا اس شخص نے یہ نہیں کہا تھا کہ میان کی بیٹی شامہ اور اس کے غلام ہنگا کو

قید کر دیا جائے ان کی آزادی خطرناک ہوگی۔“

”بے شک، بے شک مجھے اچھی طرح یاد ہے۔“

”اور کیا ہم نے بوڑھے سازشی کو اس لئے قید خانے میں نہیں پہنچایا تھا کہ یہ سازش کرے گا

اور ضرور کرے گا۔“

شران نے خونی نگاہوں سے الخت باغہ کو دیکھا۔ الخت باغہ کے چہرے پر تبدیلی رونما ہوتی

باری تھی۔ اس نے کہا۔

”عظیم باغہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ میں تو خود یہاں قیدی ہوں اور بھلا میں کوئی سازش کر کے

کیا کروں گا؟ اور یہ سازش میری بھلا کیسے ہو سکتی ہے۔ تم خود بھی سوچ سکتے ہو دماغ رکھتے ہو۔ کیا یہ

مازاش اگر میں بنانا اور اس پر ہندان سے عمل کرنا تو میں اس قید خانے میں ہوتا۔ ارے میں ان

کے ساتھ کیوں نہ نکل گیا ہوتا۔ یہ تو اتنی بات ہوگئی۔ یعنی یہ کہ غلطی تم لوگوں نے کی اور الزام مجھ

پر رکھ رہے ہو۔“ الخت باغہ نے کہا۔

”بوڑھے شخص ہر اس سانپ کو واقعی کچل دیتا چاہئے جس سے ذرا سے بھی ضرر کا خدشہ

ہو۔ مجھے کچھ نہیں معلوم میں نہیں جانتا لیکن اتنا جانتا ہوں میں کہ ہندان کو داروغہ بنانے کی

مازاش تو نے کی تھی اور کیا عجب کہ تو اتفاقاً طور پر اپنے منصوبے میں ناکام ہو گیا ہو۔ بوڑھے

کوہ تجھ سے ہر بات کی توقع رکھی جاسکتی ہے۔“

”عظیم باغہ..... یہ بھی تیری نا تجربے کاری ہے۔ واقعات و حالات کا جو صحیح تجزیہ نہیں کر

سکتا وہ نقصان اٹھاتے ہیں۔ تیری سوچ اب بھی غلط ہے۔“

”اسے باہر نکالو۔“ شران نے کہا اور محافظوں نے فوراً اس کے حکم کی تعمیل کی۔ شران

خامسے گھورتے ہوئے کہا۔ ”موزی کو نقصان پہنچانے سے پہلے قتل کرنا ضروری ہوتا ہے!“

”مگر اس کی شناخت ضروری ہے۔“ الخت باغہ بولا۔

”تیری شناخت تو ہو چکی ہے الخت باغہ۔“ شران نے اپنا کھانا کمرے نکال لیا۔

”مم..... میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے باغہ۔“

”میری بھی ایک بات سن لے الخت باغہ..... ضرورت سے زیادہ چالاک بننے والے اور۔“

لاگا شران کے چہرے پر پھیلی ہوئی دوا لگی دیکھ چکا تھا، کرشنا سے آئے ہوئے جوان اور

خانے کے وہ تمام افراد جو وہاں ذمہ داروں کی حیثیت رکھتے تھے اس کے علاوہ جس قدر بھی لوگ

میاں کئے جاسکتے تھے گھوڑوں پر سوار کر کے چاروں طرف دوڑا دیئے گئے۔ انہیں حکم دیا گیا تھا کہ

میان، ہندان اور اس کے ساتھ جو کوئی بھی ملے، انہیں زندہ یا مردہ گرفتار کر لیا جائے علاقے میں

چاروں طرف گھوڑے دوڑائے جائیں کسی سمت کو بھی نظر انداز نہ کیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ

خود شران بھی اپنی گھوڑے پر سوار ہو کر نکل کھڑا ہوا تھا اور اس نے مختلف سمتوں میں اتنی تر

رفتاری سے شہ سواری کی تھی کہ لاگا اور اس کے دوست بھی اس کا ساتھ نہیں دے پائے تھے۔

شران دیوانوں کی طرح کبھی ایک سمت جاتا کبھی دوسری جانب۔ لاگا وغیرہ اس کا ساتھ بہر طور دے

رہے تھے، خود لاگا کو بھی اس سنگین واقعہ سے شدید وحشت ہو رہی تھی۔ میان لائی معمولی آدمی

نہیں تھا۔ اس کا نکل جانا ایک بھیاں تک خطرے کا پیش خیمہ ہو سکتا تھا۔

پورا دن گزر گیا۔ شام ہو گئی شران نے ایک گھونٹ پانی بھی نہیں پیا تھا۔ وہ شدید دوا لگی

شکار تھا، شام کو وہ واپس آیا اور قید خانے پہنچ گیا۔ لاگا وغیرہ اس کے ساتھ تھے، پوری آبادی میں

میان کے فرار کی خبر پھیل گئی تھی..... لیکن تبصرہ کرنے والوں نے اپنی زبانیں بند رکھی تھیں۔

میان کے ہم نوا بھی تھے، لیکن اب ان کے لئے کچھ بولنا ممکن نہیں تھا۔ انہوں نے خاموشی اور ضرور

اختیار کر رکھی تھی۔ قید خانے میں ویرانی برس رہی تھی۔ الخت باغہ کو بھی میان کے فرار کا علم ہو گیا

تھا لیکن تبصرہ کرنے کیلئے کوئی اس کے پاس موجود نہیں تھا..... البتہ بد نصیبی نے اس وقت اس

پر حملہ کیا، جب شران اس کے سامنے سے گزرا، الخت باغہ نے کہا۔

”عظیم سردار..... رک میرے سامنے رک میں تجھے کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ آہ دیکھا میں نے

کہا تھا موزی کا سرجس قدر جلد کچل دیا جائے اتنا ہی اچھا ہوتا ہے۔“ شران رک کر الخت باغہ کو

دیکھنے لگا۔ پھر اس نے لاگا سے کہا۔

”یہ شخص اس بارے میں کچھ بتا سکتا ہے؟“

”مجھ سے زیادہ بہتر اور کون بتائے گا۔ اصل میں میری تو قدر ہی نہ کی گئی۔ میں نے کہا تھا کہ

مجھے اپنا مشیر مقرر کر، میری تجربہ کارانہ رائے اور مشورے تیرے ہر کام پر رہنے اور تجھے یہ وقت

دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ آہ میں تو اسی وقت سمجھ گیا تھا جب تو نے میان کو زندگی دی تھی۔ اے تو کیا

لے قتل کر دیتا چاہئے تھا، لیکن نوجوانی کا جوش عجیب ہوتی ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ

رات کو ہم لوگوں کو کوئی ایسی خواب آور شے دے دی گئی تھی جس کے نتیجے میں ہم بدمعاش

سو گئے تیرے قید خانے کے محافظ بھی.....“

شران آہستہ آہستہ الخت باغہ کے پاس پہنچ گیا۔

”خواب آور شے.....؟“

”ہاں..... سو فیصد..... قید خانے کے ان محافظوں سے معلوم کر لے۔ تو ایسا ہی ہوا تھا۔“

یقیناً ایسا ہی ہوا تھا.....

”لیکن وہ خواب آور شے دی کس نے؟“

”ہندان نے۔ سو فیصد ہندان نے، یہ سازش اس نے کی ہے عظیم سردار..... اور۔“

سے بڑھ کر بولنے والے ہمیشہ نقصان میں رہتے ہیں..... اور تو اس وقت اپنی انہی دونوں صفات کا شکار ہوا ہے۔“ شران کا کھٹاڑا بلند ہو گیا۔

”میری بات تو سنو شران۔ میں واحد شخص ہوں جو میان کے.....“ الخت باغ کا ہلر ادھورا رہ گیا۔ شران کا کھٹاڑا اس کی گردن پر پڑا اور اس کا خون اڑاتا ہوا سر دور جا کر ا۔ قید خانے کے محافظ کتے کے عالم میں کھڑے تھے۔

شران قید خانے سے باہر آ گیا۔ لاگا اس کے ساتھ تھا۔ اسے شران کی اس وقت کی کیفیت کا پورا احساس تھا۔ اب شران نے اپنے کوسے کا رخ ہی کیا تھا۔ کچھ دیر کے بعد وہ کوسے میں داخل ہو گیا۔ لاگ نے آہستہ سے کہا

”اس قدر پریشان ہونا مناسب نہیں ہے شران۔ میان کے ساتھ کوئی فوج تو نہیں ہے۔ ہمارے ساتھی اسے تلاش کر رہے ہیں۔ کتنا فاصلہ طے کرے گا وہ۔ بالآخر ہمارے ہاتھ آجائے گا۔ تو نے کچھ کھایا یا نہیں ہے، خود پر اتنی سختی نہ کر۔“

”میری پریشانی کی بہت سی وجوہات ہیں لاگا.....! یہ معلوم ہونے کے بعد کہ وہ میرا باپ نہیں ہے مجھے خوشی ہوئی تھی اور میں پُر سکون ہو کر اس کی موت کا لطف لینا چاہتا تھا لیکن مجھے زیادہ پریشانی اس بات کی ہے کہ تو اس اعتماد پر پورا نہیں اترا جس کا میں نے تصور کیا تھا۔“

لاگا چونک کر شران کو دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے بولا۔ ”میں.....؟“

”ہاں۔ اگر تو میان کے تحفظ کا معقول بندوبست کرتا تو ہمیں یہ وقت نہ دیکھنا پڑتا۔“ لاگ نے خاموشی اختیار کر لی۔ شران کچھ دیر سوچتا رہا پھر بولا۔ ”اور اب تیری ذمہ داری ہے کہ اسے تلاش کر.....!“

”ٹھیک ہے باغ..... وہ مل جائے گا۔“ لاگ نے کہا۔

بعد میں لاگ نے اپنے دوستوں سے کہا۔ ”شران کا لہجہ بدل گیا ہے ساتھیو، عقابوں کا مردار بن کر وہ بہت مغرور ہو گیا ہے۔“

”کیا بات ہے لاگا؟“ ایک دوست نے کہا اور لاگا کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

”وہ میان کے فرار کا ذمہ دار مجھے ٹھہرا رہا ہے۔“

”کیا.....؟“

”ہاں۔ اور اس نے مجھے پابند کیا ہے کہ میں میان کو تلاش کر کے اس کے سامنے پیش کروں۔“

”میان کو تلاش تو کیا جا رہا ہے۔“

”اسے اس سے غرض نہیں ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں اس کے معیار پر پورا نہیں اترا۔“ لاگا کی آواز میں غراہٹ تھی۔

”شران نے یہ کہا ہے۔“

”ہاں، لیکن کوئی بات نہیں۔ وہ میرے بچپن کا دوست ہے۔ اس وقت پریشان ہے۔ جذباتی ہو رہا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ میں نے اس کے یہ سخت الفاظ دوستی کے حساب میں درج کر لئے

”میان کا نکل جانا خطرناک ہے۔“ دوسرے دوست نے کہا۔

”وہ گرفتار ہو جائے گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور پکڑا جائے گا اس کے پاس بہتر وسائل ہیں۔ کل تک وہ ضرور گرفتار ہو جائے گا۔“ لاگ نے کہا۔

دوسرے دن علی الصباح شران خود لاگا کے کوسے پر پہنچ گیا۔ لاگا اسے دیکھ کر حیران ہو گیا۔

”کہا۔“ میں خود تیرے پاس آنے والا تھا شران۔“

”شاید تو نیند بھر سوا ہو لیکن مجھے ایک بل نیند نہیں آئی۔“

”نہیں۔ میں بھی نہیں سو سکا۔“ لاگ نے آہستہ سے کہا۔

”رات کو میں میان کے بارے میں بہت کچھ سوچتا رہا ہوں۔ ایک بڑی غلطی ہوئی ہے.....!“

”کیا.....؟“

”میان کے ذہن کو سامنے رکھ کر نہیں سوچا گیا۔ وہ چالاک ہے۔ ہم نے تمام آسان سمتیں کیں اور ان راستوں پر گھوڑے دوڑاتے رہے جن پر سفر ممکن ہے کیا میان نے یہ نہ سوچا۔ زار کے انکشاف کے بعد ہم اسے انہیں راستوں پر تلاش کریں گے۔“

”ہاں۔ ضرور سوچا ہو گا۔“

”اور اس نے عقبی سمت کے دشوار گزار راستے اختیار کئے ہوں۔“

”ضرور ممکن ہے۔“

”زندگی بچانے کے لئے ہر خطرہ مول لیا جاسکتا ہے۔ تو فوراً تیار ہو جا۔ ہم اسی سمت اسے دے رہے۔“ شران نے کہا۔

بچہ دیر کے بعد بہت سے گھوڑے عقبی سمت کے دشوار گزار راستوں پر چل پڑے اور دوپہر کے بعد انہیں اپنی محنت کا ثمر حاصل ہو گیا۔ یہ پھلوں کے چھلکے اور کھانے پینے کی اشیاء کے ساتھ جو ایک جگہ پڑے ہوئے تھے۔

لاڈلنی والے کی قسم۔ ہم نے صحیح سمت اختیار کی ہے۔ وہ اسی طرف آئے ہیں اور انہوں نے..... پھیل جا..... اور ایک ایک گھائی ایک ایک چٹان کو نظر میں رکھ کر آگے.....

شران نے جرجوش لہجے میں کہا اور اس کے ہمراہی دور دور تک پھیل کر تنظیم سے نکلے۔ شام جبگی اور پھر رات ہو گئی۔ پھر رات ایک نہایت بلند پہاڑی چرگزار نے کا باور وہ میان قیام پذیر ہو گئے۔ رات کا پہلا پہر تھا جب دور ایک گھائی پر آگ روشن ہوئی نے گردش کرتے نظر آئے۔ شران نے اسے دیکھا اور قریب کھڑے ہوئے لاگا کا بازو سخت

دھنکی والے کی قسم۔ بالآخر ہم نے انہیں تلاش کر لیا۔ دیکھو وہ موجود ہیں۔“ اس کی دہلی، فوٹ میں ڈوبی آواز ابھری۔

نے بھی جلتی ہوئی آگ دیکھ لی۔ پورے وثوق سے تو نہیں کہا جاسکتا تھا کہ وہ میان اور در لوگ ہی ہیں لیکن زیادہ امکانات اسی بات کے تھے۔

”کیا سوچ رہا ہے لاگ۔“ شمران نے کہا۔

”تیرا جو بھی فیصلہ ہو سردار۔“ لاگائے آہستہ سے کہا۔

”بے شک ان تک پہنچنے کا راستہ طویل ہے اور رات کا وقت۔ لیکن میرے اندر سکتی ہوئی آتش صبر کی قہقہہ نہیں ہو سکتی۔ ہم صبح کا انتظار نہیں کر سکتے۔“

”مناسب بھی نہیں ہے۔“ لاگا نے کہا۔

”مناسب بھی نہیں ہے۔“ لاگائے کہا۔

”لیکن میان چالاک ہے۔ ہمیں گھوڑے یہیں چھوڑنے ہوں گے اور لمبی کی چال سے ان تک پہنچنا ہوگا کہ اسے گمان بھی نہ ہو سکے۔ ہا..... یہ میان کو آخری شکست ہوگی۔ بالکل آخری۔ کیونکہ اس کے بعد اسے زندہ نہ چھوڑوں گا۔ ہم ان کی لاشیں عقابوں کے مسکن لے جائیں گے۔“

”پھر حکم دے شمران۔“

”سب مسلح ہو کر پیدل وہاں تک سفر کریں۔ سب کو ہوشیار کرا کے ہم الگ الگ ہو کر چاروں طرف سے انہیں گھیرتے ہوئے پیچھے گئے تاکہ وہ سنبھل نہ سکیں۔“

شمران کی ہدایت کے مطابق تاریکیوں میں سفر کا آغاز ہو گیا۔ سب کو صورت حال سمجھا دیا
 مگنی تھی۔ سب مستعد تھے۔ بے شک فاصلہ بہت تھا اور سفر بھی پُر صعوبت، جلدی ہوئی اگر ارمان
 ہوتی تو وہ بھول بھلیوں میں پھنس سکتے تھے۔ لیکن وہ بالآخر مطلوبہ جگہ پہنچنے میں کامیاب ہو گئے پھر
 ایک ساتھ ہی وہ چاروں طرف سے نمودار ہوئے تھے اور انہوں نے آگ سے کچھ فاصلے پر چار دیواریں
 اڑھ کر سونے والوں پر ہتھیار تان لئے تھے۔ شمران نے کڑخت لہجے میں کہا۔

”سونے والو جاگو۔ موت تم سے بالکل قریب ہے اور تمہاری ہر غلط جنبش موت سے تمہارا فاصلہ قریب کر دے گی۔“

فائدہ تربت کر دے گی۔
 سونے والے ہڑبڑا کر اٹھ گئے۔ تب شران اور اس کے ساتھیوں نے پانچ عورتوں اور ایک
 معذور شخص کو دیکھا۔ معذور عورت کے علاوہ چار لڑکیاں تھیں، سب اجنبی۔ شران ہکا بکا رہ گیا اور
 لاگاکے ہونٹوں پر دم مسکرا ہٹ پھیل گئی۔ اس شدید مشقت کا نتیجہ بیکار نکلا تھا۔
 ”شعلیں روشن کرو۔“ شران کی غراہٹ ابھری اور اس کے حکم کی تعمیل میں ساتھ لاد
 ہوئی شعلیں روشن کر لی گئیں۔ شران نے ایک مشعل ہاتھ میں لے کر ان کے چہرے دیکھے اور پھر
 بھرے ہوئے لہجے میں کہا۔

لاگاکے ہونٹوں پر دم مسمکراہٹ پھیل گئی۔ اس شدید مشقت کا نتیجہ بیکار نکلا تھا۔
 ”مشعلیں روشن کرو۔!“ شران کی غراہٹ ابھری اور اس کے حکم کی تعمیل میں ساتھ لاڈ
 ہوئی مشعلیں روشن کرلی گئیں۔ شران نے ایک مشعل ہاتھ میں لے کر ان کے چہرے دیکھے اور بے
 بھرمے ہوئے لہجے میں کہا۔

”کون ہو تم لوگ“ اور یہاں کیوں مرنے آئے ہو؟“

”ہم عقابوں کے مسکن کے باشندے ہیں باغہ..... اور وہیں جا رہے ہیں۔“

”عقابوں کے مسکن میں رہتے ہو تم.....؟“

”عقابوں کے مسکن میں رہتے ہو تم.....؟“

”رہتے تھے عظیم باغ۔ بہت پہلے رہتے تھے۔ ایک ظالم نے ہمیں ہمارے نشین سے نکال دیا۔“

”کس؟“

”بہت پرانی بات ہے۔ جب یہ بچیاں بالکل معصوم تھیں۔“

”کون تھا وہ.....؟“

”ایک غائب اور مکار شخص جو اپنے دوست کو دھوکا دے کر سردار بن بیٹھا تھا۔ روشنی والے کی قسم اگر سارے کو اس کی مکاری کے بارے میں علم ہو جاتا تو میان کبھی اسے شکست نہ دے سکتا تھا۔“ پانچ شخص نے کہا اور شمران نے حیرت سے لاگاو دیکھا۔

”کیا نام تھا اس شخص کا.....!“

”میان لائی۔“

”تمہیں میان لائی نے عقابوں کے مسکن سے نکالا تھا۔ یہ کب کی بات ہے۔“

”بہت پرانی۔ یہ عورت میان لائی کی بیوی شدہ بان ہے اور یہ اس کی بیٹیاں۔ میں ان سب کا غلام ہوں۔“

’شمران اور اس کے ساتھی دنگ رہ گئے۔ لاگا نے کچھ دیر کے بعد خود کو سنبھال کر کہا۔ ”تو اب تم عقابوں کے مسکن کیوں جا رہے ہو۔“

”ہمیں خوشخبری ملی ہے کہ اب عقابوں کے ممکن میں ایک شیر کی غراہٹ ابھری ہے اور اس شیر نے میان کا ظلم توڑ دیا ہے۔ میان نے اس کے ہاتھوں شکست کھائی ہے۔ ہم یہی سن کر اٹھ پڑے ہیں تاکہ عظیم سردار شمران سے فریاد کریں۔ اسے بتائیں کہ ہم میان کے ستائے ہوئے ہیں ہمارے ساتھ انصاف کیا جائے۔“

شمران ان دنوں سخت بیچاری کیفیت میں مبتلا تھا لیکن معذور شخص کے الفاظ بڑے فرحت بخش تھے۔ اس کے سگتے دل کو ان الفاظ سے ٹھنڈک ملی تھی اور وہ خوش ہوا تھا۔ اس نے لاگے کہا۔

”یہ وہی عورت ہے جس کے ہاں بیٹا نہ پیدا ہونے کی وجہ سے میان نے اسے نکال دیا تھا۔“

”ہاں عظیم باغ۔ میں تو معذور انسان ہوں اور یہ عورتیں ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں۔ ہم تو ان عقابوں کے سردار سے رحم مانگنے جارہے ہیں۔ ہم اس سے کہیں گے کہ میان سے ہمارا بدلہ لے۔“

”تیرا کیا نام ہے۔“ شمران نے پوچھا۔

”باتو۔ تیرا غلام باغہ۔“

”کیا تو نے شمران کو دیکھا ہے؟“

”نہیں..... لیکن میرے دل میں اس شیر کو دیکھنے کی آرزو ہے۔“

”شمران تمہارے لئے کیا کر سکتا ہے۔“

”ہم عقابوں کے مسکن کے باشندے ہیں۔ ہم سے ہمارا مسکن چھین لیا گیا تھا۔ اب جب ان کا اقتدار ختم ہوا ہے تو ہمیں ہماری زمین پر آباد کیا جائے تاکہ قیدی میان کو صدمہ ہو۔“

”یہ گاڑی تمہاری ہے؟“

’ہاں بانہ.....!‘

”لاگ۔ دو آدمیوں کو گھوڑوں پر سوار کر کے ان لوگوں کے ہمراہ روانہ کر دے۔ انہیں ہدایت دے کہ انہیں کسی اچھے سے کوسے میں آباد کریں اور انہیں فوراً ضرورت کی تمام اشیاء وافر فراہم دی جائیں۔“

”جو حکم عظیم سردار.....!“ لاگائے کما اور باتو چونک کر آنکھیں پھاڑنے لگا۔ پھر اس

نے لرزتی ہوئی آوازیں کہا۔

”سردار..... سردار..... کیا میں.....“ لیکن شرمان نے بات کو پورا جملہ نہیں سنا اور واپسی کے لئے پلٹ گیا۔ ایک طرف اسے بات کے شاطرائہ الفاظ سے خوشی ہوئی تھی تو دوسری طرف میان کے نہ ملنے کی پریشانی برقرار تھی۔

○.....○.....○

زربدان نے دونوں افراد کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کر کیا تھا۔ آسٹریڈین اور زیرک تھا اور روزال پہاڑوں کے چپے چپے سے محبت کرنے والا۔ بے غرض انسان جو صرف حکم کی تعمیل کرے گا جبکہ بڈ آسٹریڈین غیر موجودگی سے لیزا کو سنبھالے رکھنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ جہاں تک فلیش کی بات تھی تو وہ اپنی محبت کے رشتے سے زربدان کے ہر اقدام میں ٹانگ ضرور اڑاتا اور زربدان اس طرح کی کوئی گنجائش نہیں رکھتی تھی۔

اس نے جن مشکل حالات میں اپنا مقام تلاش کیا تھا وہ درحقیقت حیرت ناک بات تھی۔ روزانہ بھی خود غرضی کا ثبوت دیتا تھا۔ بے شک اپنے مقصد کی تکمیل سے قبل اس نے وہ سب کام کئے تھے جن کی مدد سے زربدان نے یہاں کے حالات پر قابو پایا تھا..... لیکن اپنا کام ہوتے ہی اس نے سب کچھ نظر انداز کر دیا تھا اور خود کشی کر لی تھی۔ سب کو واپس بھیجنے کے بعد زربدان نے کہا۔

”یہ سارا نظام مذہب دنیا کے لئے بے حد انوکھا اور دلکش ہے اور اگر اس کی تفصیل مذہب دنیا کے جرائم پیشہ لوگوں کو مل جائے تو وہ اس علاقے کو قارون کی مملکت سمجھ کر یہاں قابض ہونے کے لئے بدترین خونریزی شروع کر دیں..... لیکن انکل..... یہ معصوم جنانیں انسانی زندگی کی تباہی سے ناواقف ہیں۔ یہ زرخیز زمینیں وہی اگل رہی ہیں جو ان میں پویا جا رہا ہے۔ ہم ساری دنیا میں انسانوں کو تباہ کرنے والے ملک پودوں کی کاشت کو تباہ کر دیں گے۔ ہم یہاں سے جرم کی زندگی کے ایک ایک نقش کو مٹا دیں گے۔ آپ مجھ سے اتفاق کرتے ہیں انکل۔“

”ہاں زربدان..... پوری طرح..... لیکن میرے ذہن میں بے شمار سوالات ہیں۔ کیا تم جواب دینا پسند کرو گی۔“

”ضرور انکل.....!“

”تمہیں یہاں مکمل تحفظ حاصل ہے؟“

زربدان اس سوال پر مسکرا دی۔ اس نے کہا۔ ”آپ نے جس حد تک مجھے مذہبی تعلیم دی ہے انکل۔ اس کے تحت میں آپ سے چند الفاظ کہنا چاہتی ہوں۔ خدا نے انسان کو دوسرے جانداروں سے ممتاز کیا ہے اور اس کے لئے امتحان کی منزل رکھی ہے۔ اس کے ساتھ یقین کو اول قرار دیا ہے۔ میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں اس میں یہی مقصد میرے پیش نگاہ ہے جس کا آپ سے تذکرہ کر چکی ہوں اور اس یقین کے ساتھ میں نے آغاز کیا ہے کہ مجھے اس سچے راستے پر کامیابی حاصل ہوگی۔ بس انکل غیبی قوتیں میرے ہم رکاب ہیں۔ میں نے دن رات کاوشیں کر کے زمینی بارنوس کے بنائے ہوئے اس طلسم کو پوری طرح سمجھ لیا ہے۔ اس کے علاوہ انکل ذہیل کو اپنی شکست کے اسباب خود ہی کرنے تھے۔ اس نے اپنے نظریے کے تحت یہاں سب کو خود سے دور

انکل۔ صرف تین افراد اس کے مشاغل کے شاسا تھے۔ اس کی ماں اور وہ دونوں..... جواب تم ہو چکے ہیں۔“

”دیری گنڈ..... گویا.....“

”ہاں انکل یہاں سب کچھ ٹھیک ہے۔ میں آپ کو آپ کے فرائض بتانا چاہتی ہوں۔“

”ہم دونوں تیار ہیں۔“ آسٹریڈین نے کہا۔

زربدان انہیں لے کر چل پڑی۔ اس نے انہیں زمیں کے پورے نظام کی سیر کرائی اور انہیں بتایا کہ کون کون سے ذرائع سے اس نے یہاں اپنا کنٹرول قائم کر رکھا تھا اور کس طرح وہ نہان زادی بنی ہوئی تھی۔ پھر اس نے انہیں ایک عجیب و غریب جگہ دکھائی۔ یہ پہاڑوں ہی کی..... ترائی میں ایک ہال تھا جو خاصا عریض تھا۔ اس کی گمرانی کوئی چودہ فٹ تھی۔ نیچے شاندار شیشیں ترتیب سے لگی ہوئی تھیں جن کے سامنے اسٹیج سامنا ہوا تھا۔ ہال کی دیواریں چودہ فٹ کی بلندی میں چٹکی اور سپاٹ تھیں اور نیچے جانے کے لئے بیرونی ذرائع سے کام لینا پڑتا تھا۔ اوپر کانپوں کا زینہ نظر آ رہا تھا جو میکینزم کے ذریعہ نیچے اتر جاتا تھا اور ایک ٹین دبائے سے نیچے اتر جاتا تھا۔ اس سے ہال میں پہنچا جاسکتا تھا۔ زربدان نے کہا۔ ”یہ نیچے جانے اور واپس آنے کا واحد راستہ ہے۔“

”ہاں..... لیکن حیران کن بات ہے۔“

”نہیں انکل.....!“ زربدان بولی۔

”یہ بھی زمیں کی شیطانی سوچ کا اظہار ہے۔ اس طرح یہاں پہنچنے والے اس کے کنٹرول نہ ہوتے ہوں گے۔“

”شاید ایسا ہو۔“

”کیسا بھی ہو..... لیکن یہ جگہ ہمارے لئے بے حد کارآمد ہے۔“

”آئیے اب میں آپ کو اس بارے میں بتاؤں۔“ زربدان نے کہا اور آسٹریڈین کو لے کر ایک اٹل چل پڑی۔ کچھ دیر کے بعد وہ ایک غار کے دہانے سے اندر داخل ہو گئی۔ یہ غار نہیں بلکہ ایک ٹنڈ تھی جو گہرے ڈھلوانوں میں اتر جاتی تھی اور اس میں ایک عجیب سی آواز گونج رہی تھی۔ کچھ لمبے پر جا کر یہ سرنگ بند ہو جاتی تھی۔

”شاید اس کے دوسری طرف مشینیں چل رہی ہیں۔“ آسٹریڈین نے کہا۔

”نہیں انکل مشینیں نہیں ہیں۔“ زربدان مسکرائی۔

”پھر؟“

”یہ اس خوفناک آبشار کی آواز ہے جو اس سرنگ کی دیوار سے لگ کر نیچے گر رہا ہے۔ آپ باہر سے اسے دیکھا ہو گا۔“

”ہاں دیکھا ہے۔“

”اب میرا منصوبہ سن لیجئے انکل۔ یہاں اس جگہ وہ ہلکی دیوار ہے جو اس ہال کے اوپر نظر آ رہی ہے جس میں نشست گاہ بنائی گئی ہے۔ یہ دیوار کدالیں مار کر توڑی جاسکتی ہے۔ ہمیں اس کا

ایک مناسب حصہ توڑنا ہے۔ یہ کام روزانہ کل دن میں کر لے گا اور ایک بڑا سوراخ یہاں بنائے گا۔“

”اوہ..... پھر.....؟“

”اس کے علاوہ ہمارے پاس آتش گیر مادے کا بڑا ذخیرہ ہے جسے ہم یہاں اس دیوار کے ساتھ لگا دیں گے۔ اسے ریموٹ سے بلاسٹ کیا جاسکتا ہے اور یہ اس دیوار کو بآسانی توڑ سکتا ہے۔“

”میرے خدا.....“ آسٹرنے گھٹی گھٹی آواز میں کہا۔

”موت کے سوداگروں کو اس نشست گاہ میں بلانے کے بعد ہم اوپر آنے کا راستہ بند کر دیں گے۔ یعنی کمائی والا زینہ اٹھالیں گے۔ پھر بلاسٹ ہوگا۔ یہ دیوار ٹوٹے گی اور آبشار کا ٹیوں پانی راستہ بدل دے گا۔ ان ڈھلوانوں کو عبور کرنے کے بجائے وہ اس سوراخ کا راستہ اختیار کرے گا اور.....!“

”اوہ مائی گاڈ..... مائی گاڈ.....!“ آسٹرنے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ ان لمحات کا تصور کر رہا تھا۔ کچھ دیر کے بعد اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ ”لیکن زربدان۔ پانی کے لئے یہ راستہ کھل گیا تو پھر بند نہیں ہوگا۔“

”میں سروے کر چکی ہوں انکل۔ پورے نقشے بنا چکی ہوں۔ جب یہ پانی وہاں سے ابلے گا تو جانے ہیں اسے کون سے نشیب ملیں گے۔“

”کون سے؟“ آسٹرنے چونک کر پوچھا۔

”جہاں ہیروئن بنانے کے پلانٹ لگے ہوئے ہیں۔ جہاں اس کے پودوں کی کاشت ہوتی ہے جہاں اس کی تیاری کے لئے کیمیکل تیار کیا جاتا ہے۔“

”جو لوگ وہاں کام کرتے ہیں ان کا کیا ہوگا؟“

”وہ وہیں ہلاک ہو جائیں گے۔ انہیں زندہ نہیں رہنا چاہئے انکل یہ زہریلی جڑیں ختم ہو جانی چاہئیں۔“

”خدا تمہیں بڑی نگاہوں سے دور رکھے۔ تم ذہنی طور پر اتنی طاقتور ہو مجھے اندازہ نہیں تھا۔“ آسٹرنے گہری سانسیں لینے لگا۔

○.....○.....○

انہیں طویل سفر کرنا پڑا تھا۔ اس کے بعد وہ عقابوں کے مسکن میں داخل ہوئے تھے۔ جو افراد انہیں لے کر آئے تھے وہ صاحب اختیار تھے۔ ایک عہدہ کوستہ منتخب کیا گیا اور انہیں وہاں پہنچا دیا گیا۔ انہیں لانے والوں میں سے ایک نے کہا۔

”معزز مہمانو۔ صبح ہونے میں کچھ وقت باقی ہے۔ ہمیں موقع دو صبح کو تمہاری ضرورت کی شے یہاں پہنچا دی جائے گی۔“

”بے شک باغ۔ ہم تمہارے شکر گزار ہیں۔“ باتو نے عاجزی سے کہا پھر بولا۔ ”ہماری گاڑی اور گھوڑے۔“

”تمہارے کوستے کے احاطے کے سامنے موجود رہیں گے۔ ان کی خبر گیری بھی بہتر کی جائے

”بذکرہ۔“

”جانے سے قبل صرف ایک سوال کا جواب دے دو.....!“

”پوچھو بزرگ۔“

”کیا وہ حسین نوجوان ہی شران تھا جس نے تمہیں یہ حکم دیا تھا.....!“

”ہاں۔ ہی شران تھا۔“

”جو سردار اس طرح اپنی سرحدوں سے باخبر رہتا ہے اسے بھلا کون نقصان پہنچا سکتا ہے۔ کیا

ان اسی طرح گشت پر رہتا ہے یا کوئی خاص بات تھی۔“

”ہم ساری رات کے جاگے ہوئے ہیں اور تم بھی۔ اس لئے بہتر ہے کچھ سوالات بعد کے

کئے رہنے دو..... اور اب آرام کرو.....!“ دونوں میں سے ایک نے کہا اور باہر نکل

باتو نے گہری سانس لی اور مسکرائے لگا پھر بولا۔ ”آہ کم بختوں نے یہ نہ بتایا کہ وہ وہاں کیا

افکار خیر بھی وقت ہی کتنا ہوا ہے۔“ کسی نے باتو کی بات کا جواب نہیں دیا تھا۔ شہ بدان تو

ن کے سے عالم میں تھی۔ ایک طویل دور گزرنے کے بعد وہ عقابوں کے مسکن میں داخل ہوئی

باتو اس مٹی کی خوشبو سے عشق تھا۔ اسے یہاں کی ہواؤں سے پیار تھا۔ یہاں اس نے

ن کی پہلی میزبانی پر قدم رکھا تھا۔ یہاں اس نے میان کے کوستے میں پہلی بار حیات کے پوشیدہ

باتو تھے۔ میان..... اس کا محبوب تھا۔ نوخیزی کی معصوم لغزش کو بھول کر وہ یہاں آئی تھی

اس نے میان کے ساتھ ایک نئی زندگی کا آغاز کیا تھا۔ یہیں وہ ماما کے لمس سے آشنا ہوئی

اور پھر یہاں سے بہت سی یادیں ساتھ لے گئی تھی اور آج..... وہ پھر یہاں تھی..... اور

..... وہ بھی یہاں تھا اس کا دل تڑپنے لگا۔

”باتو بابا.....“ وہ سسک کر بولی۔ ”کیا میان یہیں ہے۔“

”ہاں۔ وہ یہیں ہے۔“

”باتو بابا۔ تم نے ان لڑکیوں کو جنگ و جدل سے آشنا کیا ہے۔ تم نے ان سے بیکڑوں قتل

سائیں۔ میں بس بارے میں کچھ نہیں کہوں گی لیکن ایک بار میرے لئے ان سے کہو کہ ہتھیار

نہا اور ہر اس شخص کو قتل کر دیں جو میان کا دشمن ہے۔ ہر اس شخص کو قتل کر دیں جس نے

نہا کر دیا ہے۔ قید خانے کے ہر محافظ کو قتل کر دیں۔ ایک بار باتو بابا۔ صرف ایک بار یہ میرے

نہا کر دیا..... میں جوان کی ماں ہوں۔“

باتو اسے دیکھتا رہا۔ پھر نرم لہجے میں بولا۔ ”یہ ضرور ہتھیار اٹھائیں گی شہ بدان۔ ہر اس

نہا کر دیں گی جو تیرے میان کا دشمن ہے۔ لیکن حوصلہ رکھ۔ انتظار کرو..... ہمیں ذرا

نہا کر مال کا جائزہ لینے دے۔ جلد بازی نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ ذرا معلوم کر لینے دے مجھے کہ

نہا کر دشمن ہیں کتنے دوست۔ لڑکیاں صرف چار ہیں۔ اور یہاں عقابوں کی فوج ہے۔ میں

نہا کر یہاں آیا ہوں۔ ورنہ میرا یہاں کیا کام تھا.....!“

”وہ قید میں ہے باتو بابا۔“

”سرداروں پر ایسے وقت آتے ہیں۔“

”شاید.....!“ باتو نے پُر خیال لمبے میں کہا۔
 دن خاموشی سے گزارا گیا۔ کسی نے ان سے ملاقات بھی نہیں کی تھی۔ رات ہوئی پھر
 صبح ہو گئی اور اس دن باتو نے کوستے سے باہر قدم نکالا۔ پھر دوپہر کو اس کی واپسی ہوئی تھی۔
 اس کے چہرے پر فکر کے آثار تھے جنہیں شہ بدان نے فوراً محسوس کر لیا۔
 ”خیریت ہے باتو بابا۔“

”پتہ نہیں جو خبر میں تجھے دینا چاہتا ہوں“ اسے تو خوشی محسوس کرے یا اس سے آزرہ ہو۔“
 ”کیا بات ہے باتو بابا؟“ شہ بدان لرزتی آوازیں بولی۔ ”کچھ بتاؤ تو۔“
 ”میان قید سے فرار ہو گیا ہے۔ شمران اسے تلاش کرتا پھر رہا ہے اور وہ اسے نہیں

”شاید.....!“ شہ بدان نے کہا اور باتو کا منہ بن گیا۔ اس نے کہا۔
 ”اس لئے میں نے لڑکیوں کو جنگجو بنایا ہے۔ تو اس شخص کے لئے تڑپ رہی ہے جس نے
 تجھے نکال دیا تھا اور کون جانے وہ اب بھی تجھ سے نفرت کرتا ہو۔“
 ”پھر بھی باتو بابا..... پھر بھی۔“

”سن شہ بدان..... بات ختم نہیں ہو گئی۔ شمران کو شیشے میں اتارنے کے لئے تجھے مظلوم
 بننا ہو گا۔ میان کے بارے میں وہی سب کچھ ہو گا جو میں نے کہا ہے ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔“
 ”آہ۔ کیا میں کدھ سکوں گی۔“

”نہ کہنا..... میں تو اپنا شوق پورا کر چکا ہوں۔ نہ مجھے زندگی سے کوئی رغبت ہے۔ تو اور
 تیری بیٹیاں ہی ماری جائیں گی۔“
 کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد شہ بدان نے کہا۔ ”اب کیا کرو گے باتو بابا۔ اب کیا کرو گے“
 ”لیکن کیا.....؟“ شہ بدان نے پوچھا۔

”یہ مبارغہ اب وہ نہیں کرے گا بلکہ جب وہ یہاں آئے گا تو شہ بدان اس کی قائم مقام
 ہوگی اور اس کے شوالے مبارغہ جیت چکے ہوں گے! ہم یہ مبارغہ جیت کر اسے آسانی سے
 قتل کر لیں گے۔“ فوبانے جواب دیا۔

○.....○.....○

واہی پُر سکون تھی۔ آج مقررہ تاریخ تھی لیکن اس کی اہمیت اس لئے نہیں تھی کہ ہر ماہ یہ
 ہوتا تھا۔ پہاڑوں کی بلندیاں عبور کر کے بھانت بھانت کے لوگ آتے تھے۔ ان میں مختلف
 کے منشیات کے اسمگلر ہوتے تھے۔ وہ بھی ہوتے تھے جو ضرورت کا سامان لایا کرتے تھے
 ان میں سے ایک شخص کی شکل میں ادا کر دی جاتی تھی۔ غرض الاوتھیہ سے جس کا تعلق ہوتا تھا
 اس شخص کو اس کے سامنے حاضری دیتا تھا۔ البتہ اس کے لئے مقامی باشندے مستعد ہوتے
 تھے۔ اشیاء اٹھا کر مطلوبہ جگہ پہنچانے والے مستعد ہوتے تھے۔
 پہلی پہلی کرن کے ساتھ افق میں کالے دھبے نظر آنے لگے۔ پھر پہلی کا پڑ پہلی پڑ پر اترنے
 شروع ہوئے۔ اس سلسلے میں زبہل نے بہترین
 کی تھی اور ہر شخص اپنے کام سے واقف تھا۔ کسی کو کچھ بتانے کی ضرورت نہیں تھی یہاں
 جو دور دراز مقامات سے آئے تھے اور جن کا قیام اور ضیافت کے لئے بہترین

”اس سے سرداری چھین گئی ہے۔“
 ”باگ میں بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ لیکن تجھے علم ہے بعد میں کیا ہوا۔ یہاں بھی ایسا ہی ہو گا۔“
 مبارغہ کریں گی اور میان کے دشمن کو شکست دے کر اس کی سرداری بحال کریں گی۔“
 ان الفاظ نے شہ بدان کو تسلی دی تھی۔ وہ گہری گہری سانسیں لینے لگی۔ باتو نے کہا۔ ”تو نے
 یہ نہیں دیکھا کہ میں نے کسی کو اس کر کے انہیں قابو میں کیا اور ان کی ہمدردیاں حاصل کیں اور
 کیسا اتفاق تھا کہ یہ الفاظ خود شمران نے سنے۔“
 ”میرا دل جل رہا تھا باتو بابا تمہاری باتوں پر۔ تم نے میرے میان کے لئے کیا ہی بڑی باتیں
 کیں۔“

”حالانکہ یہ سب تجھے کہنا تھا۔“
 ”کبھی نہ کہہ پاتی.....!“ شہ بدان نے کہا اور باتو کا منہ بن گیا۔ اس نے کہا۔
 ”اس لئے میں نے لڑکیوں کو جنگجو بنایا ہے۔ تو اس شخص کے لئے تڑپ رہی ہے جس نے
 تجھے نکال دیا تھا اور کون جانے وہ اب بھی تجھ سے نفرت کرتا ہو۔“

”پھر بھی باتو بابا..... پھر بھی۔“
 ”سن شہ بدان..... بات ختم نہیں ہو گئی۔ شمران کو شیشے میں اتارنے کے لئے تجھے مظلوم
 بننا ہو گا۔ میان کے بارے میں وہی سب کچھ ہو گا جو میں نے کہا ہے ورنہ کھیل بگڑ جائے گا۔“
 ”آہ۔ کیا میں کدھ سکوں گی۔“

”نہ کہنا..... میں تو اپنا شوق پورا کر چکا ہوں۔ نہ مجھے زندگی سے کوئی رغبت ہے۔ تو اور
 تیری بیٹیاں ہی ماری جائیں گی۔“
 کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد شہ بدان نے کہا۔ ”اب کیا کرو گے باتو بابا۔ اب کیا کرو گے“
 ”لیکن کیا.....؟“ شہ بدان نے پوچھا۔

”یہ مبارغہ اب وہ نہیں کرے گا بلکہ جب وہ یہاں آئے گا تو شہ بدان اس کی قائم مقام
 ہوگی اور اس کے شوالے مبارغہ جیت چکے ہوں گے! ہم یہ مبارغہ جیت کر اسے آسانی سے
 قتل کر لیں گے۔“ فوبانے جواب دیا۔

”آرام۔ اور تجھے شمران کی وفادار رعایا ظاہر کرنا ہو گا۔ اس وقت تک ہم اس ماحول سے
 روشناس ہو کر اپنے مناسب اقدامات کا فیصلہ نہ کر لیں۔“
 ”آہ۔ کتنا شخص وقت ہے۔“

دن روشن ہو گیا۔ سردار کے حکم کی تعمیل میں دیر نہ لگی۔ ایک گھر مکمل کر لیا گیا اور شہ بدان
 نے پہلی بار لڑکیوں کو گھریلو لڑکیوں کے روپ میں دیکھا جو کھانا انہوں نے پکایا تھا وہ بھی بتا دیا
 تھا۔

”انہوں نے یہ سب کہاں سے سیکھا.....!“
 ”تو مجھے صرف دشمن قرار دے اور نفرت کی نگاہ سے دیکھ..... میں تجھے بتا چکا ہوں کہ
 میں نے یہ ضرورت پوری کی ہے۔ فوبانے اور شمران کے دل میں محبت کے پودے پر دان چھ رہے
 ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کاشان اور افغان کے لئے روتی ہوں گی۔“

”آہ کاش۔ میں انہیں ان کی منزل دے سکوں۔“
 ”تجھے یہ کرنا ہے شہ بدان.....!“
 ”میان کے زیر سایہ.....!“

میں سے آپ کو یہ ناپاک کاروبار جاری رکھنے کی اجازت نہیں دے سکتے تھے۔ چنانچہ موقع ملنے کے بعد ہم نے اپنا کام کر لیا۔ ذیل کو ختم کر دیا گیا اور اس کے بعد آپ لوگوں کی ہلاکت کی باری ہے۔ اس طرح ہم اپنے مشن کو آج مکمل کر لیں گے!"

اس کے چلے پورے بھی نہیں ہوئے تھے کہ ہنگامہ ہو گیا۔ وہ اپنی اپنی نشستوں سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ "بھانگو....." کسی نے کہا لیکن بھاگنے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا۔ وہ اچھل اچھل کر کردیاؤں پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگے۔

"زینہ..... آہ کسی طرح زینہ گراؤ۔"

"مشکل ہے۔ ایک دوسرے کے اوپر کھڑے ہو کر اوپر جانے کی کوشش کرو۔"

"آہ ہمارے پاس اسلحہ بھی نہیں ہے۔"

"کون ہے یہ شیطان عورت۔"

کان پڑی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی لیکن پھر ایک خوفناک دھماکہ ان تمام آوازوں پر مادی ہو گیا۔ ٹوٹی ہوئی چٹان کا لمبہ ان پر گرنے لگا اور وہ سب چیخنے لگے بہت سے اسی لمبے سے زخمی ہوئے تھے لیکن یہ کچھ بھی نہیں تھا۔ دوسرے لمبے ایک بھیاک آواز کے ساتھ پانی کی طوفانی دھار ان پر گری اور ایک بھیاک شور تمام آوازوں پر بھاری ہو گیا۔ پانی اتنی طاقت سے گر رہا تھا کہ بہت سوں کی گردنیں اسی کی زد میں آکر ٹوٹ گئیں۔ ان کے سانس بند ہو گئے۔ انہوں نے موت کا بھیاک چہرہ دیکھ لیا تھا جس نے انہیں اپنا ماتم کرنے کا موقع بھی نہیں دیا۔ اس خوفناک پانی نے لوگوں میں انہیں اپنی پلیٹ میں لے لیا اور ذرا سی دیر میں پورا ہال پانی کا کنواں بن گیا۔ جہاں جہاں رہنے تھے وہاں سے پانی باہر جا رہا تھا۔ پھر کنویں کو پورا کرنے کے بعد وہ اس کے کناروں سے اونچا ہو کر اپنے لئے جگہ تلاش کرنے لگا۔

باہر وادی میں زردبان کی آواز ابھر رہی تھی..... "وادی کے لوگو۔ لاسیہ کے رہنے والے..... ہوشیار ہو جاؤ۔ مشرق کی رہائش گاہوں پر پہنچ جاؤ۔ آبشار نے رخ بدل دیا ہے۔ پانی کا رٹا پھاڑوں سے باہر آنے والا ہے برکت کے پہاڑ کے مشرقی حصے میں سمٹ جاؤ۔ دیر کی تو اپنی موت کا ذمہ دار خود ہو گے۔ خبردار.....!"

اور لوگ دوڑنے لگے۔ رہائش گاہیں مختلف سمت تھیں اور جن راستوں سے پانی کا نکاس تھا ہاں عام لوگ نہیں جاتے تھے۔ بس اگلا ڈاکا افراد جو اتفاق سے ادھر جا نکلے ہوں لیکن وادی والوں کو نقصان نہ پہنچا۔ پانی کا رٹا راستے کی رکاوٹوں کو ہٹاتا طوفانی رفتار سے نمودار ہوا اور ڈھلان کی طرف دوڑنے لگا۔ فیکٹریوں میں کام کرنے والوں نے جی رانی سے باہر نکل کر اس انوکھے شور کو سنا اور انہیں پانی کا پہاڑ اپنی طرف دوڑتا نظر آیا۔ ان کی آنکھیں پھٹ گئیں۔ اعصاب شل ہو گئے، کئی یہ سکوت موت کا سکوت تھا۔ وادی جھیل بنتی جا رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے پانی نے انہیں پلیٹ ناسلے لیا۔ وہ اچھلے، پیچھے اور پھر غروب ہو گئے۔

○.....○.....○

سات آٹھ دن گزر گئے۔ شران نے ہر ممکن کوشش کر ڈالی لیکن میان جیسے آسمان میں گم ہو گیا تھا۔ کیس اس کا نشان نہیں ملتا تھا۔ شران اسے تلاش کر کے تھک گیا تھا۔

انتظامات کئے جاتے تھے۔ شام کو ٹھیک چار بجے وہ اس ہال میں داخل ہوتے جہاں الاوشیہ سے ان کی ملاقات ہوئی اور وہ اسے رپورٹ پیش کرتے۔

دوسرے دو بجے تک چوبیس بجلی کا پڑ پہنچ گئے۔ شاید اتنے ہی بجلی کا پڑ یہاں آتے تھے۔ پھر یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ ٹھیک چار بجے سبز رویشوں نے ان سے چلنے کی درخواست کی اور ستر افراد اپنے مقتل کی طرف چل پڑے۔ شفاف راستوں سے گزر کر وہ بالآخر مقتل پر پہنچ گئے۔ مکانات کا زینہ لگا دیا گیا اور سب ترتیب سے نیچے اترنے لگے۔ انہوں نے اپنی نشستیں سنبھال لیں۔ تب انہوں نے زینہ واپس اپنی جگہ جاتے ہوئے دیکھا۔

"یہ زینہ اوپر کیوں چلا گیا؟" کسی نے کہا۔

"پتہ نہیں۔"

"کچھ نئی بات ہے۔"

"ہاں۔ لیکن خاص نہیں.....!"

"خاص تو ہے۔"

"کیوں؟"

"اس طرح ہم اس کنویں کے قیدی بن گئے ہیں۔"

"الاوشیہ اعتماد کی شخصیت ہے۔ وہ دیکھو..... وہ آ رہی ہے!" سامنے اسٹیج پر ہزروٹی نمودار ہونے لگی تھی۔ پھر اس پر ایک عورت کا عکس نمودار ہوا۔ الاوشیہ اس طرح ان سے ملاقات کرتی تھی۔ وہ اس عکس میں نمایاں ہوتی تھی اور وہ اس کے خدوخال پہچانتے تھے۔ لیکن..... یہ عکس ان کے لئے اجنبی تھا۔ یہ چہرہ نیا تھا۔ تاہم اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"معزز مہمانوں کو خوش آمدید۔"

انہوں نے اس آواز پر بھی غور کیا۔ یقیناً الاوشیہ نہیں تھی۔

"آپ کون ہیں محترم خاتون۔" ایک شخص نے سوال کیا۔ یہ لوگ بھی معمولی لوگ نہیں تھے۔

"میرا نام زردبان ہے۔"

"میڈم کہاں ہیں۔ وہ خیریت سے تو ہیں نا؟"

"نہیں..... وہ خیریت سے نہیں ہیں۔ ان کے خلاف سازش کر کے انہیں ہلاک کر دیا گیا ہے۔" اسٹیج پر موجود عکس نے بتایا اور سب سنسنی کا شکار ہو گئے۔

"کیا سازشیوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ یہاں کا نظام اب کون سنبھالے گا اور خاتون کیا آپ..... ہمیں آپ کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔"

"میرا تعلق انہیں پہاڑوں اور اسی زمین سے ہے۔ یہ پہاڑ یہ وادیاں اور یہاں کے رہنے والے سادہ دل اور معصوم لوگ ہیں۔ ہم اپنی زمین کو صدیوں سے آپ کی مذہب دنیا سے محفوظ رکھے ہوئے ہیں اور صرف انہیں نقصان پہنچاتے رہے ہیں جو اپنے ناپاک مقاصد لے کر یہاں آئے رہے ہیں۔ ذمہ داری ہمارے ہاتھوں میں ہے۔ یہاں جو گھناؤنا کاروبار شروع کر رکھا تھا اس سے ساری دنیا کو نقصان پہنچ رہا تھا۔ آپ نے مختلف طریقوں سے اپنی دنیا کو جنم بنا رکھا ہے۔ سب جانتے ہیں لیکن

پھر وہ واپس کوستے میں آگیا۔ شام کو لاگا کو ایک آدمی ملا جو اس کی تلاش میں سرگرداں تھا۔
”میں بہت دیر سے تمہیں تلاش کر رہا تھا لاگا۔“

”کیا بات ہے.....!“

”سردار نے تمہیں طلب کیا ہے۔“

”کہاں ہے وہ.....!“

”کوستے کے باہر موجود ہے۔“

”چلو.....“ لاگائے کہا اور پھر وہ بلانے والے قاصد کے ساتھ چل پڑا۔ اس نے راستے

میں پوچھا۔ ”کتنی دیر سے مجھے تلاش کر رہے ہو۔“

”بہت دیر ہو گئی باغہ..... جہاں جانا مجھے یہی خبر ملتی کہ تمہیں دیکھا گیا ہے مگر تم وہاں سے

چلے گئے۔“

لاگا کوستے کے سامنے پہنچ گیا۔ شمران کے ساتھ دوسرے دوست بھی بیٹھے ہوئے تھے۔

شمران نے اسے گھور کر کہا۔ ”کہاں چلے گئے تھے لاگا.....!“

”اتفاق ہے شمران۔ مجھے ابھی تیرا پیغام ملا.....“

”یوں لگتا ہے جیسے تو گوشہ نشین اختیار کرتا جا رہا ہے لاگا۔ شاید تو تھک گیا ہے۔“

”مجھے بھی کچھ ایسا ہی محسوس ہوتا ہے باغہ۔“

”محسوس نہیں ہوتا۔ تو اس کا عملی ثبوت دے رہا ہے۔ تجھے اندازہ ہے کہ ابھی ہمارا مقصد

نہیں حاصل ہو سکا۔“

”عقابوں کے مسکن کے آس پاس کی بستیوں کی فتح.....؟“ لاگائے پوچھا۔

”وہ تو اب خواب محسوس ہوتا ہے اور شاید ایسا کبھی نہ ہو سکے۔ ہمیں تو ہماری پہلی منزل ہی

نہیں ملی۔“

”تیری پہلی منزل تو عقابوں کے مسکن کی سرداری تھی۔“

”وہ تو ہم نے میان کو شکست دے کر حاصل کر لی لیکن میان کہاں ہے۔ ہمیں اس بوڑھے

گدھ سے خطرہ ہے۔ وہ بہت شاطر ہے ضرور ہمارے خلاف وہ کوئی مضبوط محاذ بنائے گا۔ خاص طور

سے ہمارا ذہن بوستانہ کی طرف جاتا ہے۔ بوستانہ میں ہم نے جو کچھ کیا تھا اس کا حال تجھے معلوم

ہے۔ بوستانہ کا سردار ہمارا دشمن اور میان کا بھائی ہے۔ اگر چاروں بھائیوں کے قبیلے مل کر حملہ

آور ہوئے تو عقاب ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔“

”بالکل سچ ہے سردار.....!“ لاگائے کہا۔

”اور ہم میان کو تلاش نہیں کر سکتے۔“

”میان کو فرار کا موقع کس نے دیا شمران۔“

”کیا مطلب ہے تیرا.....“

”مبارعہ میں شکست کے وقت اسے قتل کیوں نہ کر دیا گیا۔ کیا یہ مناسب نہ تھا۔“

”وہ غلطی ہم سے ہوئی تھی۔“

”عام آدمی غلطی کرتا ہے تو اپنی سزا خود بھگتا ہے۔ سردار غلطیاں کرتے ہیں تو سزا پورے

نیل کو بھگتی پڑتی ہے شمران۔ یہ بزرگوں کا قول ہے۔“

”ہمیں شرمندہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔“

”نہیں شمران۔ یہ بتا رہا ہوں کہ اعتدال ہمیشہ قائم رکھنا چاہیے وہ فیصلہ کرتے وقت تو نے ہم

سے شورہ نہیں لیا تھا۔“

”اپنے مشیر کا منصب تو میں نے اب بھی تجھے نہیں دیا لاگا۔ تیرا خیال ہے اس محنت سے

مائل کی ہوئی سرداری کے بعد بھی اپنے فیصلوں میں دوسروں کو شریک رکھوں۔ نہیں لاگا۔

انوس اب یہ حق میں کسی کو نہیں دے سکتا۔ تو ایک عام آدمی ہے۔ اس وقت تک جب تک میں

نچے کوئی مقام نہ دوں۔ باقی ری فیصلوں کی بات، تو کبھی کبھی غلط فیصلے بھی ہو جاتے ہیں.....!“

شمران نے کہا۔ ”اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔“

”میں پوری طرح خود کو ایک عام آدمی ہی سمجھتا ہوں اور بات میری ہے بھی نہیں۔ میں تو

ہی میان کی گرفتاری چاہتا ہوں اگر تو حکم دے تو ہم جس طرح بھی بن پڑے اسے اس کے بھائیوں

کے قبیلوں میں تلاش کریں۔“ لاگائے فوراً لہجہ بدل دیا۔

”تم لوگ کچھ بھی نہ کر پاؤ گے۔“ شمران نے گردن جھٹک کر کہا۔

”ہم تیرے ہر حکم کی تعمیل کے لئے حاضر ہیں۔“

”آخر اس نے کون سے راستے اختیار کئے اور یہ بیان..... افسوس اس کے دوسرے

نہ بھی یہاں نہیں ہیں..... ورنہ..... میں انہیں زندہ زمین میں دفن کرا

پاتا۔“

”اتنا فکر مند نہ ہو شمران۔ ہم کہیں سے اسے ڈھونڈ نکالیں گے۔ ہمیں کوئی بہتر حکمت عملی

تیار کرنے کی اجازت دے۔“

”اور تم کچھ کر لو گے۔“

”یقیناً کچھ نہ کچھ ضرور ہو جائے گا۔“

”تو پھر دیر نہ کر.....! مجھے میان اور دوسرے مفرد چاہئیں۔ ہر قیمت پر۔“ شمران نے

لہجہ پھر چونک کر بولا۔

”میان کی وہ سابقہ بیوی اور اس کی بیٹیاں کہاں ہیں؟“

”تیری ہدایت کے مطابق انہیں عزت کا مقام دیا گیا ہے۔ وہ پرسکون اور مطمئن ہیں۔“

”کیا انہیں میان کے فرار کا علم ہو گیا ہے۔“

”شاید نہیں.....!“

”نہیں خبر بھی نہ کی جائے، ہمیں شرمندگی ہوگی۔“

”بہتر ہے سردار.....“

”اور لاگا..... ہم تجھ سے بہت بد دل ہو گئے ہیں۔ تو اپنی صلاحیتیں کھوتا جا رہا ہے۔ بس

میان چاہئے۔ ہر قیمت پر..... ورنہ ہم تیرے بارے میں اپنا اعتماد کھو بیٹھیں گے۔“

لاگائے اب سے گردن جھکا دی۔ اس کے بعد وہ وہاں نہ رکا اور اس نے واپسی کی اجازت

برکرا۔ جاتے ہوئے اس نے بقیہ دوستوں سے کہا۔ ”تم میرے ساتھ آؤ۔ شمران میں انہیں

ساتھ لے سکتا ہوں۔

”جو تیرا دل چاہے کر۔“ شران ہزاری سے بولا اور وہ سب باہر نکل آئے۔ لاگا خاموشی سے اپنے کوسے میں پہنچا تھا۔ اس کے چہرے پر غور و فکر کے آثار تھے۔ پھر اس نے دوستوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”شران کا رویہ ہمارے ساتھ بہت بدل گیا ہے۔“

”شاید اب وہ ہمارا دوست نہیں ہے۔“ دوستوں میں سے ایک نے کہا۔

”وہ اب ہم سے سردار کی زبان میں گفتگو کرتا ہے۔“

”ہم اس سے خوش نہیں ہیں۔ کرشانہ کی سرداری تک وہ بالکل ٹھیک تھا لیکن عقابوں کا سردار بننے کے بعد.....! تینوں دوستوں نے اپنی اپنی رائے کا اظہار کیا۔

”خیر۔ اب ہمیں مشکل کام کرنا ہے۔ میان کی تلاش آسان نہیں ہوگی۔ تم یوں کرو کہ کرشانہ کے تمام جوانوں کو اکٹھا کرلو۔ کل صبح انہیں ہمارے ساتھ عقابوں کے نشین سے باہر جانا ہے۔ صبح سورج نکلنے کے ساتھ وہ قبیلے سے باہر آجائیں۔“

”ٹھیک ہے۔“ لاگا کے ساتھیوں نے کہا اور پھر سب اس کام کے لئے نکل گئے۔ کرشانہ سے آنے والوں میں سے ایک ایک کو یہ پیتا مل گیا تھا۔ دوسری صبح لاگا نے ان سب کو کھیل کانٹے سے لیس آبادی سے دور ٹکنی پھاڑیوں کے پاس پایا۔ اس کے دوست ساتھ تھے۔

لاگا انہیں ساتھ لے کر چل پڑا۔ بہت دور پہنچنے کے بعد اس نے فیصلہ کیا اور بولا۔ ”کرشانہ کے وفادار دوستو۔ تمہاری کوششوں سے تمہارے سردار شران کو عقابوں کی سرداری مل گئی ہے۔ اس کا حکم ہے کہ اب تم سب یہاں سے کرشانہ چلے جاؤ..... وہاں جو نظام قائم کیا گیا ہے اس کے تحت کام جاری رہنے دو۔ کسی مناسب وقت شران وہاں پہنچے گا۔ ہم سب تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں۔“

کرشانہ کے جوان پہلے حیران ہوئے پھر تیار ہو گئے کیونکہ یہ شران کا حکم تھا۔ البتہ..... باقی تینوں دوست شدید روتے رہ گئے تھے۔ جب کرشانہ کے جوانوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے اڑتی ہوئی دھول بھی بیٹھ گئی تو دوستوں نے حیرت سے کہا۔

”کیا شران نے یہ حکم دیا تھا.....؟“ جواب میں لاگا کا زہریلا قہقہہ فضاء میں گونج اٹھا..... اس کی آنکھوں سے نفرت اور مکاری جھانک رہی تھی۔

لاگا کے دوست اسے تعجب سے دیکھنے لگے۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ ”تیری ہنسی کی وجہ ہماری سمجھ میں نہیں آئی لاگا۔“

”میں تم سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ تم میں سے ہر شخص نے شران کے بارے میں ایک ہی رائے دی ہے اور وہ یہ ہے کہ شران سردار بننے کے بعد ہمارا دوست نہیں رہا۔ وہ ہم سے سردار کی زبان میں بات کرتا ہے۔ لیکن یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ماضی میں دور تک چلے جاؤ۔ بہت دور تک۔ تو غور کرنے پر اندازہ ہو گا کہ وہ ہمیشہ ہمیں کتر سمجھتا رہا ہے۔ حالانکہ ہمارے شانوں؟ سوار ہو کر اس نے سرداری حاصل کی ہے۔ کرشانہ میں بھی ہم ہی تھے جس کی وجہ سے اسے سرداری ملی اور اب.....“

”خیر! کہا ایک ایک لفظ سچ ہے لاگا، لیکن تو نے کیا سوچا ہے!“ ایک دوست نے پوچھا۔

”ابھی تک بس یہی سوچا ہے کہ اس نے ہمیں لگا ہوں سے گرا دیا ہے۔“

”کرشانہ کے لوگوں کی واپسی اس کے حکم کے بغیر ہوئی ہے۔“

”ہاں۔“

”ایسا تو نے کیوں کیا ہے؟“

”اسے کمزور کرنے کے لئے۔ اس کی طاقت توڑنے کے لئے۔“

”اس نے تجھ سے سوال کیا تو؟“

”میں جواب دے لوں گا فکر مت کرو.....!“

”کیا تو اس سے سرداری چھیننا چاہتا ہے۔“

”ہاں! اب میں یہی چاہتا ہوں۔“ لاگا نے کہا۔

”تو اس سے مبارعہ طلب کرے گا۔“

”نہیں۔ وہ مجھ سے زیادہ طاقتور ہے۔ مجھ سے زیادہ جنگجو ہے۔“ لاگا نے کہا۔

”پھر.....؟“

”بہت عرصہ قبل یہاں غداری کی ایک مثال قائم کی گئی تھی۔ میان نے اپنے دوست سارغہ کے سے شکست دے کر اس سے سرداری حاصل کی تھی۔ شران تو وہ داستان نہ دہرا سکا۔ بلکہ وہ تاریخ پھر واپس لاؤں گا۔ کبھی کسی وقت موقع آنے پر۔“

”کیسا موقع.....؟“

”جو مجھے کامیابی دلائے۔ کوئی ایسا ہی موقع جب وہ نشے میں ڈوبا ہو اور میں اسے مبارعے کے لئے لگا دوں۔ وہ مجھ سے مبارعہ طلب کرے اور میں اسی دن اس کی گردن شانوں سے نال۔ جشن کا کوئی بھی دن..... اور جب وہ نشے میں ہو گا تو بزرگ اس کے ہمدرد نہ ہوں۔ کیونکہ سرداری ایک نازک چیز ہے اور سردار کو نشے کا عادی نہیں ہونا چاہئے۔“

”آؤ..... تو نے یہ سب کچھ ہمیں کیوں بتا دیا لاگا.....!“ ایک دوست نے پریشانی سے

”مجھے پاگل سمجھتے ہو۔ دیوانہ سمجھتے ہو تو ایسا نہ سمجھو۔ اس وقت تم میں سے کوئی اس سے مطلب کر سکتا ہے۔ نہ بھی کرے تو مبارعہ جیتنے کے بعد صرف تم میں سے جس کا دل چاہے مجھ

بالش کر دیتا۔ میں خود کو تمہارا شوالا کہہ دوں گا کیونکہ مجھے سرداری سے دلچسپی نہیں ہے۔ ناؤ کرشانہ میں جنگ کے دوران کمان سے نکلا ہوا کوئی تیر شران کی کمانی ختم کر دیتا، اور بھی

ابہ شمار مواقع مجھے ملے تھے۔ مگر مجھے سرداری سے زیادہ دوستی عزیز تھی، اور میرے یہی نہ تمہارے لئے ہیں۔ شران نے انہیں جذبول کو چکنا چور کر کے میری دشمنی خریدی ہے اور نہ

نہ سردار رہتا۔“

”تم تجھ پر یقین رکھتے ہیں لاگا..... اور تو بھی ہم پر یقین رکھ..... ہم اپنی زبانیں کاٹ کر

سائے پھینک سکتے ہیں جو تیرے خلاف کھلیں۔“

”ہاں۔ مجھے تم پر اتنا ہی یقین ہے.....!“

لاگا خود شمران کے پاس پہنچا تھا۔ اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار تھے۔ اس نے کہا۔
”کرشنا نہ والوں کو واپسی کا حکم دینے میں کیا مصلحت ہے۔ مجھے پتہ چل سکتا ہے۔“

”جو کچھ کہہ رہا ہے اسے سمجھا بھی دے۔“ شمران بولا۔

”انہیں کیوں واپس کیا گیا.....؟“

”کے احمق شخص..... کس کی بات کر رہا ہے۔“ شمران نے چڑچڑے پن سے کہا۔

”کرشنا نہ والوں کی بات کر رہا ہوں۔ ابھی ہمیں ان کی ضرورت باقی تھی شمران۔“ لاگ نے

کہا اور شمران اچھل پڑا۔

”کہاں ہیں کرشنا نہ والے؟“

”نہ ان کے گھوڑے موجود ہیں نہ سامان۔ نہ وہ ٹکون پہاڑیوں کے آس پاس ہیں نہ اطراف

کے میدانوں میں۔ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ عقابوں کا مسکن چھوڑ گئے۔“

”کیوں۔ میری اجازت کے بغیر۔ کیا ہوا تھا ان کے ساتھ۔ کوئی بات تو ضرور ہوئی ہوگی۔“

شمران سخت فلیش میں آگیا تھا۔

”اگر تجھے اس کا علم نہیں ہے شمران، تو مجھے حیرت ہے۔“

”ان دنوں تو حیران ہونے کے علاوہ اور کچھ نہیں کر رہا لاگا۔ تو نے مجھے سخت مایوس کیا ہے۔

میرا خیال تھا کہ تو میرا دائیں بازو ثابت ہوگا۔ مگر تو..... تجھے کچھ نہیں معلوم۔ کسی بات کے

بارے میں تجھے کچھ بھی نہیں معلوم۔ وہ بہت ضروری تھے میرے لئے۔ عقابوں پر مجھے بالکل بھروسہ

نہیں ہے جبکہ وہ مکمل اعتماد کے لوگ تھے..... نہ جانے کیا ہوا..... افسوس نہ جانے کیا ہوا؟“

○.....○.....○

ان پہاڑوں کی تاریخ میں اس سے زیادہ خونی سانحہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ پورا دریا الٹ گیا تھا۔

پانی کی عظیم الشان جھیل اس علاقے میں بن گئی جہاں ہیروئن کی روڈ کشن ہوتی تھی۔ وہاں بننے

لوگ موجود تھے سب غرق ہو گئے تھے۔ وہ عمارتیں پانی میں غائب ہو گئیں جہاں بے شمار انسان قیام

پذیرتے۔ جو ادھر ادھر بھٹک رہے تھے وہ بلا تفریق غرق ہو گئے تھے۔ ہاں پانی نے ان بلند یوں کی

جانب رخ نہیں کیا تھا جہاں عام لوگوں کی آبادی تھی۔ انہیں آبادیوں میں ایک کوسے میں

آسٹرو لین، لیزا اور دوسرے لوگ رہتے تھے۔ آسٹر اور روزال تو زربدان کے پاس رہ گئے تھے۔ بڑے

فلیش، لیزا، اشیا وغیرہ وہاں موجود تھے اور سارا دن وہ سخت اعصابی کشیدگی کا شکار رہے تھے۔

بیرونی دنیا سے آنے والوں کو دیکھتے رہے تھے اور ان کے سر چکراتے رہے تھے۔ سب ہی پریشان

تھے۔ فلیش تو جھلا جھلا کر کہہ رہا تھا۔

”بہت جلد ہم زبردست گولیاں چلنے کی آوازیں سنیں گے اور بعد میں ہمیں علم ہوگا کہ

زربدان کی کمائی ختم ہوگئی۔ مسٹر آسٹر اور روزال کی لاشیں پڑی ہوئی ہیں۔“

”تم دیوانے ہو فلیش۔ وحشی ہو، کیا تمہیں اتنی بیدردی سے ایسی باتیں کرنی چاہئیں۔“

”میں دیوانہ نہیں حقیقت آشنا ہوں آئی..... میری آنکھیں دور تک دیکھ رہی ہیں۔“

لوگ جو یہاں قیمتی پتیلی کا پتروں پر آرہے ہیں، آپ انہیں کیا سمجھتی ہیں۔“

”میں کسی کو کچھ نہیں سمجھنا چاہتی۔ تم بس ایسی باتیں نہ کرو۔“

”میرے خاموش ہونے سے حقیقت بدل نہیں جائے گی۔ یہ بین الاقوامی ڈرگ مافیا کے اعلیٰ

درجہ کے ہیں۔ وہ ہیں جنہوں نے ساری دنیا میں منشیات کے جال پھیلا رکھے ہیں۔ وہ ہیں جن کے

ذہن میں امریکی، فرانسیسی، انگلستانی اور دنیا بھر کی ایجنسیاں لگی ہوئی ہیں اور انہیں ختم نہیں

کر سکتے ہیں اور آپ ایک پہاڑی لڑکی سے یہ توقع کر رہی ہیں کہ وہ انہیں ہلاک کر دے گی۔“

”اس نے ذہیل کو ختم کر دیا ہے۔“

”اس نے نہیں..... یہ کام ذہیل کی ماں نے کیا ہے، ورنہ زربدان یہ نہ کر سکتی تھی۔“

”خدا کے لئے خاموش ہو جاؤ۔“

”ہم نے اس پر اعتماد کر کے غلطی کی ہے۔“

”خدا کے لئے فلیش..... خدا کے لئے۔“ لیزا رو پڑی۔

”آپ نے مسٹر آسٹر کو بھی اجازت دے دی۔ کوئی تو ہوتا جو اس دیوانگی کا شکار نہ ہوتا۔“

”مسٹر فلیش..... آپ یہاں سے اتنے فاصلے پر چلے جائے جہاں مسٹر آسٹر آپ کی آواز نہ

سُن سکیں۔ آپ چاہیں تو اپنی بہن کو بھی لے جاسکتے ہیں۔ یہ ضروری ہے۔“ بڑے سرد لہجے میں

کہا۔

”کمال ہے۔ آپ لوگ سچائیوں سے گریز کرتے ہیں۔ حقیقت سے منہ موڑتے ہیں۔“

”دوسری بار آپ سے یہ درخواست کرنا ضروری ہے؟“ بڑا کالجہ خو خوار ہو گیا اور فلیش

ہاں سے آگے بڑھ گیا۔ اشیا لیزا کے پاس بیٹھی رہی تھی۔ اس نے لجاہت سے کہا۔

”اس سے ناراض نہ ہوں ڈیر لیزا۔ وہ بے وقوف۔ اس لڑکی سے محبت کرتا ہے۔ وہ شدید

جان کا شکار ہے۔“

”میں سمجھتی ہوں مجھے معلوم ہے۔“ لیزا نے مگرمی گری سانسیں لیتے ہوئے کہا۔

وقت بہت سست رفتار سے گزر رہا تھا۔ پھر وہ وقت بھی آگیا۔ دیر تک کوئی خاص بات

نہ ہوئی۔ پھر ایک بھیانک شور بلند ہوا۔ جو پہلے تو کسی کی سمجھ میں نہیں آسکا لیکن اس کے بعد جو

شور ہوا اسے دیکھتے رہنے کی تاب کسی میں نہیں تھی۔ خوفناک سیلابی ریلے نے قیامت برپا کر دی۔

ناکی آن میں آبادی کا ایک بڑا حصہ پانی کے نیچے غائب ہو گیا لیکن پانی ایک مخصوص سمت میں بڑھ

آگیا اور پھر وہ اس وادی کو جھیل بناتا ہوا وہاں سے بھی آگے بڑھ گیا۔

وہ سب حیرانی سے یہ ہولناک منظر دیکھ رہے تھے۔ آبادی میں شور برپا تھا۔ سب ادھر سے

لہا لگا دوڑ کر رہے تھے۔ چیخ چیخ کر دوسروں کو کچھ بتا رہے تھے لیکن کوئی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

پھر اگر گرنے لگی تو اشیائے ان سے سنبھال لیا۔

”یہ سب کیا ہے؟“ لیزا نے رندھی ہوئی آوازیں کہا لیکن کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

کسے جاری رہے۔ پھر آسٹر اور روزال ان کے پاس پہنچے تھے۔ لیزا چیخ مار کر آسٹر سے پلٹ گئی۔ وہ

”ظاہر دوری تھی۔“ ”آہ۔ تم زندہ ہو آسٹر..... تم زندہ ہو۔“

”ہاں۔ سب ٹھیک ہے لیزا۔ بالکل ٹھیک ہے۔“

”اور وہ.....؟“

”زردبان.....؟“ آسٹرنے پوچھا۔

”ہاں۔“

”وہ“ آسٹرنھنڈی سانس لے کر بولا۔ ”اسکے بارے میں بس یہی کیا جاسکتا ہے لیزا کہ وہ انسان نہیں ہے۔ ایک انوکھی تخلیق ہے۔ ایک مشن ہے۔ شاید کوئی آسمانی مشن۔ ہم اس کی تشکیل کا ذمے دار خود کو قرار دیتے رہے لیکن وہ.....“

”کیا ہوا اسے؟“

”کچھ نہیں۔ وہ بالکل ٹھیک ہے اور اس نے کامیابی سے ان سب سے زندگی چھین لی ہے۔ نہ صرف ان سے بلکہ اس نے اپنی سرزمین سے اس ناپاک تجارت کے سارے نشان مٹا دیئے ہیں۔ لیزا یقین کر دے اس سے خوفزدہ ہو گیا ہوں۔“

فلپس بیجانی انداز میں ہنس پڑا۔ پھر اس طرح خاموش ہو گیا جیسے اس سے غلطی ہو گئی ہو۔

اس رات وہ سب سبز دویٹوں کے ساتھ الاؤشیہ کی رہائش گاہ پہنچ گئے۔ جہاں زردبان نے ان کے لئے کھانے کا بندوبست کیا تھا۔ اس نے بڑی محبت سے ان سب سے ملاقات کی تھی۔ لیزا اسے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

”ہیلو آئی۔ کیا دیکھ رہی ہیں۔“

”تم..... زردبان تم۔ تم اتنے انسانوں کی قاتل ہو۔ تمہارے اندر ایسے آثار تو کبھی نہیں نظر آئے تھے۔“

”آپ نے غور نہ کیا ہو گا آئی۔ کبھی غور نہ کیا ہو گا آپ نے۔ میرے دل میں جو آگ لگ رہی ہے وہ بہت شدید ہے۔ یہ تو ابتداء ہے۔ میں تو اب خونریزی شروع کر دیں گی۔ ہر اس شخص کو مار دوں گی میں جو میری زمین کا دشمن ہے جو ہمارے اقدار سے منحرف ہے۔ آئی نے مجھے سرداری سے دلچسپی نہ نہ زردبان سے۔ میں اپنے وطن کی روایتوں کی زندگی چاہتی ہوں۔ میرا ایک مشن ہے آئی۔ اب میں اپنے ماں باپ کو بھی تلاش کروں گی اور اس مشن کی تکمیل بھی کروں گی۔“

”تمہارا آئندہ پروگرام کیا ہے زردبان؟“ آسٹرنے پوچھا۔

”انتہائی محترم انکل آسٹرن.....! وہ سب مرچکے ہیں جنہیں مرمانا چاہئے تھا۔ اتنے سارے بلی کا پڑ لاوارث کھڑے ہوئے ہیں۔ کل دن میں انہیں تباہ کر دیا جائے گا۔ ایک بلی کا پڑ محفوظ رکھا جائے گا جس سے آپ لوگ..... انکل آسٹرن، آئی لیزا، مشرید اور شاید مس اشیا جائیں گے۔ آپ میاں سے اپنی پسند کی ہر شے لے جائیں گے۔ میں آپ کو خدا حافظ کہوں گی.....!“

”تم نے فلپس کا نام نہیں لیا زردبان.....!“ آسٹرنے کہا اور زردبان فلپس کو دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

”نہیں مشر فلپس نہیں جائیں گے۔ وہ میرے ساتھ رہیں گے۔“ ان الفاظ پر فلپس کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔

”اس کے بعد تم کیا کرو گی زردبان۔“

”میں اس آبادی سے اپنے مشن کا آغاز کروں گی۔ میں زرتوش کو دوبارہ میاں کا سردار

گی۔ الاؤشیہ کا ہر نشان مٹا کر میں اس سے کہوں گی کہ الاؤشیہ صرف ان کی کمزوری ہے اس بارہ کچھ نہیں ہے اور وہ اس لئے کمزور ہیں کہ ان میں اتحاد نہیں ہے۔ وہ منتشر ہیں، ناپاک ہیں صدیوں سے انہیں گھور رہی ہیں۔ اب انہوں نے قدم آگے بڑھا دیئے ہیں۔ وہ کہیں نہیں زبل کے روپ میں اندر داخل ہو کر انتشار برپا کر رہے ہیں۔ وہ ان کے سبز زاروں کو بے چین لینا چاہتے ہیں۔ انہیں غلامی کی زنجیریں پسانا چاہتے ہیں۔ میں اسی آبادی سے یکجہتی بنانے کا آغاز کروں گی۔ پھر اپنا یہ مشن لے کر پہاڑوں میں نکلوں گی۔ ہر قبیلے کو یہ داستان سنا کر کہوں گی کہ وہ دوسرے سے رابطہ کر کے اپنے وطن کی حفاظت کرے، یہ میرا مشن ہے انکل!“

آسٹرنے روٹنے کھڑے ہو گئے تھے۔ اس نے کہا۔ ”تم یہ سب کر لو گی زردبان۔“

”ہاں انکل..... میں یہ سب کر لوں گی۔“

”ہماری دعا ہے کہ تم کامیاب رہو.....!“

”مجھے ہمیشہ آپ کی دعاؤں کی ضرورت رہے گی انکل۔“

دوسری صبح کام شروع ہو گیا۔ سب رات بھر جاگتے رہے تھے۔ آسٹرنے ایک ماہر ہوا باز کی رہائش گاہ کے لئے بلی کا پڑ کا انتخاب کیا تھا اور فنی معاملات کا جائزہ لیتا رہا تھا۔ زردبان نے ہوا ہر کے انبار اس پر بار کر دیئے تھے۔ اس کے علاوہ ضروریات کی ساری چیزیں۔ لیزا رات بھر رہی تھی۔ اس کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو گئی تھیں۔ بڑھتی انداز میں سارے کام کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ دن کو بارہ بجے تمام انتظامات مکمل ہو گئے۔ زردبان کا چہرہ سنا ہوا تھا۔ وہ پھرانی نظر آ رہی تھی۔ پھر آسٹرنے کہا۔

”ہمیں اب روانہ ہو جانا چاہئے۔ ابھی ہمارے سامنے بے شمار مشکل مرحلے ہیں۔“

”ہاں انکل۔ یہ مناسب وقت ہے۔“ زردبان نے سپاٹ لہجے میں کہا اور سب متحرک ہو گئے۔ فلپس نے انشا کو دیکھا تو وہ بولی۔ ”میں چلی جاؤں فلپس؟“

”نہیں انشا۔ تم نہ جاؤ۔“

”ہاں۔ میں نہیں جاؤں گی۔ تمہیں چھوڑ کر جانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میں دنیا میں مارا گیا کروں گی۔“

”ٹینک یو انشا۔ ٹینک یو۔“ فلپس نے بہن کو پلٹا لیا۔

آسٹرنے لیزا کا ہاتھ پکڑ کر بولا۔ ”زیادہ دیر ہمارے لئے خطرناک ہو گی لیزا۔ چلو..... اؤکے۔ ہم تمہارے لئے دعا کریں گے۔“

”مجھے آپ کی دعاؤں سے کامیابی ہی حاصل ہو گی انکل۔ یہ میرا ایمان ہے۔“ زردبان نے آواز میں کہا۔ پھر وہ لیزا کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔ ”آپ کی نیک نفسی نے آئی کی گوارہ نہ کیا کہ آپ کو ماں کہوں۔ آپ کے حکم سے میں نے بچپن سے آپ کو ماں نہ کہا لیکن آپ نے مجھے جو سنا ہے اس میں مکمل مانتا لی ہے مجھے۔ روزاں کتا ہے میری ماں شہ بان ہے..... لیکن مجھے اس کی آغوش ہمیشہ اجنبی لگے گی۔ ماں کے تصور میں صرف آپ رہیں گی آئی..... آپ.....!“

لیزا نے ہاتھ پکڑ کر زردبان سے پٹ گئی۔ اس نے زار و قطار روتے ہوئے کہا۔ ”ہم.....“

”بہت کم“ اصل میں اس نے تو ماں باپ کے ساتھ ہی نہیں گزارا اور پھر وہ محتاط اور سوجھ بوجھ کو بھی اس نے کبھی ماں تسلیم نہیں کیا جبکہ تھوڑی بہت خدمت تو سوامیہ نے بھی کی ہی ہوگی۔“

۱۳۔ اصل میں اس کے چار دوست ہمیشہ ہی سے اس کے دست راست رہے اور ان کا سربراہ اور لاگا بہت چالاک آدمی ہے۔ اس نے ہمیشہ شمران کے لئے کام کیا ہے، پھر جب شمران آیا تو اس کے ساتھ بہت سے خطرناک جنگجو تھے جو سردار بننے کے بعد اس کے مفادات کی رٹے رہے اور حقیقت یہ تھی کہ ان کی وجہ سے بھی قبیلے میں سے کسی نے میان کے لئے نکالی۔ وہ جنگجو اور مستعد تھے اور قبیلے والوں کو یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر وہ یہ کہہ کر شمران کو سامنے مسترد کر دیں کہ بے شک وہ مبارزہ جیت گیا ہے لیکن اس نے بہت سے جرائم کئے ہیں ہوں کہ سردار نہیں بنایا جاتا، لیکن چالاک شمران نے لوگوں کی زبان بند کرنے کے لئے ان کو اپنے ساتھ شامل کیا۔ پتہ نہیں کون تھے اور کہاں سے آئے تھے آج تک نہیں معلوم

”ہاں وہ جس طرح پُراسرار طور پر شہرِ ان کے ساتھ آئے تھے اسی طرح روپوش ہو گئے۔“
 ”کہاں؟“

”اور یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ وہ کون تھے؟“

”اور اب وہ یہاں موجود نہیں ہیں؟“

”پھر تو شمران کی قوت کمزور پڑ گئی ہوگی۔“

پھر باتوں نے شہباز سے کہا۔ ”اور حالات رفتہ رفتہ اس منزل کی جانب چل پڑے ہیں جب کہیں گے کہ ہم اپنے مقصد کا آغاز کر سکتے ہیں۔“

”اصولی طور پر اب بہت کم افراد دشمنان کے ہم نوا ہیں اور خطرات تو مول لینے ہی پڑتے ہیں، آؤ اسے اور اگر ممکن ہو تو مٹا دیں۔ حالانکہ اللہ کا لیکچرر بھی ہو سکتا ہے کہ مہر ہے۔“

خطرناک رہے، تاہم ہمیں خطرات مول لئے بغیر اپنے مقصد میں کامیابی حاصل نہیں

”زبردان ہے ہمارے لئے۔ میں نہیں جاؤں گی، نہیں جاتی میں۔ تم مجھے نہیں لے جاسکتے۔“

”جذبات نہ ہوں تو زندگی فضول ہے آسٹر؟ ہرگز نہیں جذبات کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ میں نے اسے اپنی اولاد ہی سمجھا ہے۔ میں اس کے بغیر نہیں جی سکتی۔ آسٹر میں کہیں نہیں جاؤں گی۔“

”آپ مجھ سے یہ سوال کریں گے مسٹر آسٹر۔“ بڈ نے پھکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

باتو بے حد چلاک تھا۔ یہاں آکر اس نے اپنے مصنوعی پاؤں بھی اماروئے تھے اور اپاہج کے مخصوص انداز میں چل کر باہر نکل آتا تھا۔ لوگ اس پر رحم کھاتے تھے اور اس کے ساتھ ہمدردی سے پیش آتے تھے۔ اس نے بہت سے لوگوں سے شناسائی پیدا کر لی تھی اور ان کے ساتھ بیٹھ جاتا تھا۔ بوڑھے سلام سے اس کی خوب دوستی ہو گئی تھی۔ سلام بہت باتونی تھا۔ اس نے کہا۔ ”لیکن حیرت کی بات ہے کہ شہ بد ان اپنے باپ کے پاس باگ کیوں نہیں گئی۔“ ”وہ بہت غیرت مند ہے۔ ان حالات میں باپ کے پاس جانا اس کی غیرت نے گوارہ نہ کیا۔“

”میان نے اپنے کچھ ہم نوا پیدا نہ کئے؟ قبیلے والے اس سے نفرت ہی کرتے رہے؟“

”ایسی بات نہیں ہے۔ اب بھی آدھے سے زیادہ قبیلہ اسے چاہتا ہے۔ وہ فیملی کے لئے کچھ نہیں رہا۔ اس نے ہمیشہ ان سے انصاف کیا اور اب تو وہ بہت نرم دل، سردار ہو گیا تھا لیکن۔“

بھی سچ ہے کہ اس کی نرم دلی نے اسے نقصان پہنچایا۔

”وہ کیسے؟“

”شمران نے بوستانہ میں گھٹاؤ نے جرائم کئے تھے۔ میان نے اسے ان جرائم کی سزا میں دانا اور بیکر، دیکھاؤ کے لئے قہر کیا۔ یہاں تک کہ تھانہ، بھرا، اور ایک نظام سے یہ انصاف نہیں تھا۔“

لیکن اس وقت میان کو یہ علم بھی نہیں تھا کہ شمران اس کا بیٹا نہیں ہے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ

روشنی والا جانے اصل بات کیا تھی، لیکن سزا میاں کو ملی جبکہ شمران بہت سی برائیوں کا مجرم

-4-

شہ بدان نے ایک سسکی ی لے کر بات کو دیکھا اور بولی.....

”باتو بابا، عام لوگوں سے جنگ و جدل ایک مختلف کام ہے اور ایک ایسے خونخوار دھڑے مبارغہ طلب کرنا بالکل الگ بات، جس نے میان جیسے طاقتور انسان کو شکست دی۔ میں آن بھی میان کی قوت کو نظر انداز نہیں کر سکتی ہوں اسے شکست دینا آسان کام تو نہیں تھا۔“

”فوبا بہت طاقتور، پھر تیلی اور جنگجو ہے اور باقی لڑکیاں بھی اس سے مختلف نہیں، میں اور کسی بات پر اعتماد کروں یا نہ کروں، لیکن اتنا جانتا ہوں کہ شمران ہی کیا اچھے اچھے قبیلوں کے دلہن اور جنگجو سردار میری فوبا کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور شہ بدان وقت تو یوں بھی ضائع نہیں کیا جاسکتا، ہمیں آج نہیں توکل اپنے کام کا آغاز کرنا ہے اور جہاں تک نتیجے کی بات ہے تو میں نے خود بھی کبھی نتیجے کی فکر نہیں کی اور میرا خیال ہے یہ پچپان بھی نتائج سے ہمیشہ بے پروا رہتی ہیں، سواب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ آغاز کیسے کیا جائے۔“

اور باتو نے سوچ لیا کہ آغاز کس طرح ممکن ہے۔ تو پھر یوں ہوا کہ ایک صبح جب شمران اپنا سرداری کا دربار لگائے ہوئے تھا تو فوبا عمدہ لباس پہن کر دربار میں پہنچ گئی اور محنت و مشقت سے پہلے ہوئے بدن پر اس کا حسین لباس براج رہا تھا اور وہ حسن و جمال میں بے مثال نظر آ رہی تھی تو شمران نے اسے دیکھا اور ایک لمحے کے لئے متعجب سا ہو گیا۔ اس کے چہرے کی تبدیلیاں نمایاں تھیں اس نے کھوئے کھوئے سے انداز میں کہا۔

”اگر میرا خیال غلط نہیں ہے تو تو میان کی بیٹی ہے اور شہ بدان یعنی اپنی ماں کے ساتھ عقابوں کے مسکن میں واپس آئی ہے؟“

”تیرا خیال غلط نہیں ہے سردار، میں درحقیقت وہی ہوں۔“

”آہ، ایسی مشکلات میں ڈال دیا مجھے میرے دوستوں نے کہ میں بہت سی باتوں پر توجہ دے سکے، مجھے تو اس وقت زیادہ خوشی ہوتی جب مظلوم شہ بدان کو میان کے سامنے پیش کر کے میں اس سے کہتا کہ دیکھ میان تیری ساری برائیاں تیرے سامنے آ رہی ہیں اور یہ لڑکیاں اور ان کی ماں تو بالکل ہی بے قصور تھی، لیکن تجھے اپنی نسلوں کی سرداری چاہئے تھی، ایک بیٹا چاہئے تھا تجھے جو تیری تقدیر میں نہ تھا۔ خیر اب تو بات ہی مختلف ہو گئی، کیا نام ہے تیرا لڑکی؟“

”فوبا.....!“ فوبا نے تمکنت سے کہا۔

”میں نے لاگ سے کہا تھا کہ معزز مہمانوں کو تکلیف نہ ہونے پائے۔ لیکن انہوں نے اس کے بعد میں خود تم لوگوں کی خبر گیری نہ کر سکا، میں اب تجھ سے یہ سوال کرتا ہوں فوبا کہ تم لوگوں کو اپنے کوستے میں کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟“

”ہمیں بنیادی تکلیف یہ ہے شمران کہ ہم اپنی شایان شان جگہ نہیں رہتے، جو کوستے میں آئے، گیا ہے وہ سردار زادہوں کے قابل نہیں ہے جبکہ ہم میان کی بیٹیاں ہیں اور جہاں تک تیرے ان الفاظ کا تعلق ہے کہ میان کو تقدیر نے بیٹا نہیں دیا تو یہ میان کی سوچ تھی، پہاڑوں کے قانون میں جس طرح مرد کو سرداری کا حق حاصل ہوتا ہے اسی طرح عورت بھی کسی قبیلے کی سردار ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ خود کو اس کا اہل ثابت کر دے۔“

شمران نے بہت حیرانی سے الفاظ سنے پھر بولا۔ ”جہاں تک میری معلومات ہیں پہاڑوں میں

بہت عورت سردار تو نہیں ہے اور پھر لڑکی تیرے ان الفاظ کا مطلب میری سمجھ میں نہیں آیا۔“

”اگر تو ان الفاظ کو نہیں سمجھ سکا تو واضح طور پر سن، میان بوڑھا ہو چکا تھا، اس نے ہمارے ساتھ جو بھی سلوک کیا وہ اس کا عمل ہے، لیکن تو نے اسے شکست دے کر کوئی قابل فخر کارنامہ سر نہام نہیں دیا، کیونکہ عمروں کا فرق زیادہ تھا۔ ایک بوڑھے سردار کو اگر شکست دے دی گئی تو یہ بڑی دہری نہیں ہے۔ میں اپنے باپ کے لئے تجھ سے مبارغہ طلب کرتی ہوں۔ بے شک میان ہمارے درمیان نہیں۔ لیکن مبارغے کی رسم پہاڑوں کا قانون ہے اور اس رسم کے لئے کوئی بھی کسی کو پکار سکتا ہے۔ میں میان کا بیٹا ناسی بیٹی ہوں ایک سردار زادی اسے اس کوستے میں ہونا چاہئے تھا جس کے قابل تو نہیں ہے۔ میں تیرے اس دربار میں تجھ سے مبارغہ طلب کرتی ہوں۔“

شمران کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا اور اس نے چند لمحات فوبا کو دیکھا اور بولا۔

”بات اصل میں یہ تھی کہ تجھے دیکھ کر اچانک ہی میرے دل میں یہ خیال آیا تھا کہ مجھے بڑگی میں اور بھی تبدیلیاں درکار ہوں گی یعنی یہ کہ مستقبل میں اپنی نسل کو بدھانے کے لئے اور اپنی زندگی کی تکمیل کے لئے میں کسی نہ کسی عورت سے شادی بھی کروں گا۔ اچانک ہی تجھے دیکھ کر مجھے ذہن میں یہ احساس جاگا تھا کہ یہ اعزاز تجھے ہی کیوں نہ بخش دوں اس طرح جس طرح قبیلوں کے درمیان ہوتی ہیں اور میں ان بزرگوں سے یہی مشورہ کرنے والا تھا..... لیکن کیا یہی تعجب کی بات ہے۔ یعنی وہ مثال صادق آتی ہے کہ سانپ کے بچے سانپ ہی ہوتے ہیں اور اے بے وقوف کی تو بھلا جنگ و جدل سے کیا واقف اور میں ایک عورت کا مبارغہ کیسے قبول کروں یہ کیسے ممکن ہے بزرگوں نے سنا یہ ماں بیٹیاں بے خانماں جنگلوں میں بھٹک رہی تھیں اور یہ کہہ کر میرے سامنے آئی تھیں کہ وہ میان کی ستائی ہوئی ہیں اسی لئے میں نے ان کو یہ پر اعزاز مقام دیا تھا..... میں میری نیکی کا صلہ اس طرح دیا اس نے اور تم لوگ جانتے ہو کہ شمران ہمیشہ کا دیوانہ ہے۔ وہ مجھ سے یہ جان کر مبارغہ نہیں کر رہا تھا کہ میان اس کا باپ نہیں ہے بلکہ اس نے اپنے آپ کو ماننے کے لئے یہ مبارغہ کیا تھا اور اس میں کامیابی حاصل کی تھی اور میں فوری طور پر یہ فیصلہ کرتا کہ اس لڑکی کو اس کی ماں اور بہنوں کو عقابوں کے مسکن میں رہنے کا حق حاصل نہیں ہے بلکہ یہ سردار کے خلاف دل میں بہتر جذبات نہیں رکھتیں اور انہوں نے میری پذیرائی کا جواب نہ انداز میں نہیں دیا جہاں تک مبارغے کا تعلق ہے تو میں خود ہی اس پر ہاتھ اٹھا کر شرمندگی میں لوں گا ہاں اگر اس کی ماں اس کی طرف سے معذرت طلب کرے اور میرے پاس اسے ناز و جدت میں دینے کی خواہش کا اظہار کرے تو شاید میں نرم روی اختیار کر لوں۔“

شمران کے الفاظ لوگوں نے سنے۔ فوبا کی جانب دیکھا تو فوبا نے تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

”شمران تو نہ کسی سردار کا بیٹا ہے نہ سرداری سے تیرے خاندان کا کوئی تعلق رہا ہے۔ تو سناؤ شادی اور بد قماش توجوان ہے جس نے ایک بوڑھے شخص کو شکست دے کر اپنے آپ کو طاقتور اور دلیر آدمی سمجھ لیا ہے، قبیلے والوں کو تیری اوقات کا پتہ چلنا چاہئے۔ انہیں معلوم ہے کہ ایک بوڑھے اور ناتواں شخص سے مقابلہ الگ بات ہے اور کسی طاقتور سردار سے بالکل مختلف۔ اگر یہ معذرت کر کے منہ چھپاتا ہے تو کیا تم اسے سرداری کے منصب پر قائم کر دے گے۔“

”نہیں ہرگز نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ پہاڑوں کی سب سے مضبوط رسم۔ جس زبان سے مبارخے کا الفاظ ادا ہو وہ حیثیت اختیار کر جاتی ہے اور اس کے لئے پھر دوسری صورتیں ہوتی ہیں۔ مبارخے طلب کرنے والے کو قتل کر دیا جائے یا اس سے مبارخہ ہار کر سرداری اس کے حوالے کر دی جائے اس میں تفریق نہیں ہوتی شران؟“

”اور اس کے باوجود تم کہتے ہو کہ بزرگوں کو مشوروں میں شامل رکھا جائے۔ احمق اگر میں نے اسے ہلاک کر بھی دیا تو کیا مجھے دلیر اور طاقتور تسلیم کر لیا جائے گا کیا تم سب خود ہی میرا مسئلہ نہیں اڑاؤ گے کہ عظیم سردار نے ایک نرم و نازک لڑکی کو قتل کر کے اپنی سرداری کا بھرم قائم رکھا۔“

”رسم و رواج“ قانون اور روایت اپنی جگہ مستحکم ہوتی ہیں شران، اگر تو قبیلے والوں کی مخالفت نہیں چاہتا تو اس لڑکی کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دے، جس نے تجھے میان کے نام پر مبارخے کی دعوت دی ہے۔“

”گو کیا مجھے اس سے لڑنا پڑے گا؟“

”ہاں یہ ضروری ہے۔“

”تو ٹھیک ہے لیکن ایک بات میں تم سب کے سامنے کہہ دیتا ہوں۔ بزرگو، عقابوں کے مسکن میں رہنے والوں میں اس لڑکی کو مبارخے میں قتل نہیں کروں گا بلکہ اسے شکست دے کر اپنی غلامی میں شامل کر لوں گا اور اس وقت یہ مکمل طور پر میری ملکیت ہوگی۔ بغیر کسی کی رضامندی کے خواہ وہ اس کی ماں ہی کیوں نہ ہو اور پھر میں اس سے شادی نہیں کروں گا، بلکہ یہ صرف میری غلامی کرے گی اور اگر رسم و رواج کی اہمیت ہے تو ایک سردار کی زبان کی اہمیت بھی ہوتی ہے اور اس میں مخالفت کی گئی تو مخالفت کرنے والا ہر شخص دشمن تصور کیا جائے گا۔“ کسی اور کے بولنے سے پہلے فوہانے کہا۔ ”تیری یہ شرط مجھے منظور ہے۔“

جب وہ چلی گئی تو شران نے اپنا یہ دربار برخاست کر دیا اور اپنے سب دوستوں کو طلب کر لیا۔ لاگابے شک حیران تھا لیکن شران کی اس بے عزتی پر خوش بھی تھا، شران نے اسے مسکراتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ ”اور تو مسکرا رہا ہے۔“

”تو پھر کیا کروں شران، سرداری بھی کتنی بڑی مصیبت ہے، کیسے کیسے دلچسپ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، اب جبکہ پہاڑوں کی یہ رسمیں ہیں تو وہ تو تجھے نبھانی ہی ہوں گی۔“

”وہ میان کو سرداری کا منصب دینا چاہتی ہے۔ بات میری سمجھ میں نہیں آئی ہے لاگابے۔ کچھ بھی نہیں سمجھ پایا ہوں میں۔ کیا تو مجھے مشورہ دے سکتا ہے کہ کیا کروں؟“

”مبارخے کے میدان میں اس لڑکی کو شکست دے کر جیسا تو نے لوگوں کے سامنے کہا ہے اپنی غلامی میں لے لے۔“

”اور اس کے بعد اگر بستی والوں نے میرے اس اقدام کی مخالفت کی تو.....؟ اب تو دم بخت بھی روپوش ہو گئے ہیں جنہیں میں بستی والوں کی زبان بند کرنے کے لئے استعمال کر سکتا تھا خیر..... میں اس عجیب و غریب مشکل سے بھی نشتے کی کوشش کروں گا..... لیکن وہ لڑکی آئین کا سانپ ہی ثابت ہوئی البتہ ہے کتنی دلکش، کتنی حسین..... تو نے غور کیا لاگابے؟“

”ہاں۔“

”ویسے بڑی عجیب سی بات ہے واقعی مجھ پر مشکلات کے اتنے دروازے کھل گئے ہیں کہ میں نے مجھے بے سکون کر دیا ہے بھلا غور کر، کل کے دن مجھے گھوڑے پر سوار ہو کر ایک لڑکی سے رہنہ کرنا پڑے گا میان لائی کی بیٹی سے.....“

○.....○.....○

میان لائی کامیابی سے شران کی گرفت سے نکل گیا۔ یہ اس کی ذہانت اور تجربہ تھا کہ اس نے ابتداء میں وہ راستے اختیار کر لئے جن پر سفر نامہ ممکن سمجھا جاتا تھا۔ اس طرح وہ شران کی بے پناہ ہشوں کے باوجود اس کے ہاتھ نہیں آسکا۔ کئی دن کے مسلسل سفر کے بعد اس نے ایک جگہ قیام پایا۔ ہندان، یہاں یہاں تک کہ یہاں کی عمر رسیدہ بیوی نے بھی صاف کہہ دیا تھا کہ اب انہوں نے میان سے زندگی موت کے رشتے جوڑ لئے ہیں اور وہ جہاں بھی رہیں گے ساتھ رہیں گے۔ اس نے وہ فیصلہ کر لے کہ اسے کہاں قیام کرنا ہے۔ اس قیام میں میان نے یہاں سے کہا۔

”بزرگ تمہیں سفر کی صعوبتیں اٹھاتے دیکھ کر مجھے شرمندگی اور افسوس ہوتا ہے اور معزز بزرگوں نے میری شامہ کو اس دوران ماں جیسی محبت سے نوازا ہے۔ انہیں ناقابل عبور چٹانوں پر جھٹکتے دیکھ کر میں برا شرمسار ہوتا ہوں۔ اب میں سوچتا ہوں کہ مجھے اپنا فیصلہ بدلنا پڑے گا۔“

”میان..... ہم سے بار بار نہ کہلو کہ ہم تیرے بے دام غلام بن چکے ہیں۔ ہندان نے فوسے غداری کی نہ جانے کیوں اس نے ایسا کیا جبکہ ہمارے خیر میں وفا ہے۔ مختصر یہ کہ ہم تیرے فیصلے کے حامی ہیں پورے غلوں اور دلی آمادگی کے ساتھ۔“

”اور جہاں تک شامہ سے میرے پیار کا تعلق ہے تو یہ شامہ کی ذاتی خوبیاں ہیں۔ وہ ہے ہی ہارے قابل..... اور تو میان..... تو وہ ہے جس نے ہمارے وجود میں زندگی اور ہماری غلوں میں روشنی برقرار رہنے دی ہے ورنہ آج ہم تما اور ویران ہوتے.....! یہاں کی زبان نے کہا۔

میان نے مسکرا کر ہندان کو دیکھا اور پھر بولا۔ ”باغہ میری تم سے درخواست ہے کہ میرے ساتھ کو اس بدناما حوالے سے شرمندہ نہ کیا کرو۔ وہ میان تھا جس کے ساتھ کوئی واقعہ ہوا۔ اب میں نہیں ہندان کا بھائی اور تمہارا دوسرا بیٹا تمہارے ساتھ ہے۔ خیر..... تو ہندان یہاں سے میں نہ بدلنا چاہتا ہوں۔ اگر ہم سیدھے جانے کے بجائے اب بائیں سمت اختیار کریں تو آبادیوں کی ناکھل جائیں گے۔ میں چاہتا ہوں کہ کسی آبادی میں داخل ہوں۔ وہاں کے سردار کو مظلومیت کی لائی کامیابی سنائیں اور وہاں بود و باش اختیار کر لیں۔ ہمیں اپنے فرضی نام بھی تجویز کر لینے چاہئیں.....“

”میں ایک بات کہوں میان.....! ہندان نے کہا۔

”ہاں۔ تیرے ذہن میں کوئی اور تجویز ہو تو بے تکان کہہ.....“

”وہ بستی باگ کیوں نہ ہو۔“

”تو بھی یہی کہہ رہا ہے ہندان۔“ میان کی آواز میں کرب تھا۔

”بس نہ جانے کیوں یہ میرے دل میں ہے۔“

”میان بے شک مرچکا ہے لیکن اس کی لاش کی تذلیل نہ ہو تو بہتر ہے۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ باگ جاؤں گا لیکن وقت کو یہ فیصلہ منظور نہ تھا۔ اب میں شہ بدن کے قدموں میں پناہ مانگتے جاؤں گا۔ اس کے پاس جسے میں نے اپنی ہستی سے نکال دیا تھا۔ مجھے ہزار بار قتل کر اسے یوں تذلیل ہونے کے لئے نہ کہ میرے دوست۔“

”نہیں میان۔ ٹھیک ہے۔ اب دوبارہ یہ نہ کہوں گا۔“

”ہمارے لئے بہتر ہے کہ ہم کسی اجنبی ہستی میں جاکیں۔ اتنی دور جہاں کے سردار کبھی تصور نہ آئے ہوں۔ مجھے تو یہ خوف رہتا ہے کہ بستیوں میں میرے شناسا سردار نہ ہوں۔“

”ہم ایسی ہی بستیوں کی تلاش میں سفر کریں گے!“ ہندان نے کہا۔

سفر جاری ہو گیا۔ راستے بدل گئے۔ سرسبز شاداب وادیاں، ہولناک پہاڑ، ناقابل عبور کھائیاں، وحشت ناک دلدلیں، لیکن وہ اس ماحول سے اجنبی نہیں تھے۔ قدرت نے انہیں بہت قوت بخشی تھی۔ وہ اب ان صعوبتوں کے عادی ہونے لگے تھے۔ راستے میں کئی آبادیاں نظر آئیں۔ خشک، کمزور اور بھانہ۔ سب کی سب شناسا اور وہ راستے بدلتے رہے۔ جہاں سے خوراک کے ذخائر حاصل ہوتے وہاں سے یہ ذخیرے حاصل کر لئے جاتے۔ پانی جمع کر لیا جاتا۔ اب وہ جن علاقوں میں سفر کر رہے تھے ان کے بارے میں کچھ بھی نہ جانتے تھے۔ یوں طویل وقت گزر گیا تب وہ ایک انوکھی وادی میں داخل ہوئے کہ آس پاس کوئی دریا تھا جس سے پانی کی شرر شرکی آواز ابھری تھی۔ چونکہ رات ہو چکی تھی اس لئے آس پاس کا ماحول تاریکی میں روپوش ہو گیا تھا..... اقامت کے لئے ایک مناسب جگہ دریافت کر لی گئی۔ ہندان نے کہا۔

”کوئی دریا قریب موجود ہے۔ ہم یہاں سے پانی بھی حاصل کریں گے اور اگر مل گئیں تو پھیلیاں بھی۔“

صبح روشن ہوئی تو وہ چاروں طرف نگاہیں دوڑانے لگے۔ پھر مشرق کی سمت انہوں نے پانی کے ریلے کو سفر کرتے ہوئے دیکھا لیکن نہایت حیران ہوئے کہ وہاں دریائی خم نہیں تھا پانی ساٹ زمین پر بے تماشا بہہ رہا تھا اور اس میں خس و خاشاک اچھے ہوئے تھے۔ وہ تعجب سے اس انوکھے دریا کو دیکھنے لگے۔ تب یہاں نے خوب غور کر کے کہا۔

”شاید کسی دریا نے رخ بدل دیا ہے اور میدانوں میں بہہ نکلا ہے۔“

”عظیم آقا..... وہ دیکھو..... کوئی لاش ہے۔“ ہنگا نے اشارہ کیا اور سب اس طرف دیکھنے لگے۔ پھر سب تیزی سے اس طرف بڑھ گئے۔

”ارے وہ دیکھو۔ اور بھی لاشیں ہیں۔ آہ پانی میں تو ایسی کئی لاشیں بہتی نظر آ رہی ہیں۔ روشنی والے کی قسم قرب و جوار کی کسی آبادی میں کوئی بدترین سانحہ ہوا ہے۔“

جس لاش کی طرف ہنگا نے اشارہ کیا تھا وہ پتھروں میں ابھی ہوئی تھی۔ وہ اس کے قریب پہنچے تو ایک اور حیرت نے ان کا استقبال کیا۔ لاش کے جسم پر جو لباس تھا وہ مقامی باشندوں جیسا نہیں تھا بلکہ یہ پہاڑی باشندہ نہیں ہے۔“

”بڑی انوکھی بات ہے۔ اوہ وہ چند لاشیں اور ہیں، آؤ انہیں دیکھیں۔ آہ نہ جانے کیا ہوا

؟“ انہیں بہت سی لاشیں نظر آئیں اور وہ تبصرہ کرتے رہے پھر میان نے کہا۔

”میرے خیال میں ہمیں پانی کی آمد کے راستے پر سفر کرنا چاہئے۔ اس طرح حقیقت معلوم ہوگی۔“

”چلو.....!“ یہاں نے بھی آمادگی ظاہر کی اور سب اس سمت چل پڑے جدھر سے دریا بہتا آ رہا تھا۔

جوں جوں وہ آگے بڑھ رہے تھے یہ خیال پختہ ہوتا جا رہا تھا کہ پہاڑوں کی کوئی آبادی کسی اہمک حادثے کا شکار ہوئی ہے لیکن جو لاشیں نظر آئی تھیں ان میں حیران کن بات یہ تھی کہ کچھ پہاڑی لوگ پیشک تھے لیکن باقی اجنبی دنیا کے لوگ تھے۔ پانی مسلسل ساٹ میدانوں سے گزر رہا تھا اور اس میں جا بجا لاشیں نظر آ رہی تھیں۔

یہاں نے کہا۔ ”ان کے چروں کے نفوش“ ان کے لباس بتاتے ہیں کہ یہ پہاڑوں کے باشندے نہیں ہیں۔ یوں لگتا ہے جیسے وہ بیرونی لوگوں کا کوئی گروہ کسی طرح پہاڑوں میں داخل ہوا اور اس حادثے کا شکار ہو گیا۔“

”تم نے کبھی بیرونی لوگوں کو دیکھا ہے باغ۔“ میان لائی نے یہاں سے پوچھا۔

”ہاں..... بہت پرانی بات ہے۔ میں بہتی زلاویہ گیا تھا جہاں میرا بھائی رہتا تھا۔ زلاویہ کے مشرقی پہاڑ بیرونی دنیا کی سرحدوں کے پاس ہیں وہاں سے پہاڑ پار کے لوگوں کا ایک گروہ اندر داخل ہوا اور زلاویہ والوں کو اس کا پتہ چل گیا۔ آنے والے آگ برسانے والے ہتھیاروں سے حملے تھے۔ خوفناک معرکے ہوئے اور بالآخر انہیں ہلاک کر دیا گیا۔ لیکن ان کے ہتھیاروں سے زلاویہ کے اسی جوان ہلاک ہوئے تھے۔“

”یہ پہاڑ پار کے لوگ کیا ہوتے ہیں بابا یہاں۔“ شامہ نے معصومیت سے پوچھا۔

”ہمارے ان پہاڑوں کے دوسری طرف بھی آبادیاں ہیں۔ چالاک لوگوں کی آبادیاں وہ بہت ناظر اور جنگجو لوگ ہوتے ہیں اور وہ یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ان پہاڑوں پر قبضہ کر لیں۔ ہم سے ناراض کچھ چھین لیں اور ہمیں غلام بنالیں۔“

”اوہ تب تو وہ بہت بڑے لوگ ہیں۔“

”ہاں..... بے حد بڑے۔ اسی لئے پہاڑ والے انہیں زندہ نہیں چھوڑتے۔“ یہاں نے کہا۔

”وہ..... وہ.....“ اچانک ہندان نے ایک طرف اشارہ کیا اور سب اس طرف دیکھنے لگے۔ ایک بلندی پر کچھ لوگ نظر آ رہے تھے۔ یہ سب ان کا جائزہ لینے لگے۔ تب ہنگا نے کہا۔

”روشنی والے کی قسم..... یہ مقامی لوگ ہی ہیں۔“

”کیا ہم ادھر چلیں.....؟“ میان نے پوچھا۔

”ہاں کیوں نہیں۔ ہم ان سے صورتحال معلوم کریں گے۔“ اس کے بعد انہوں نے رفتار بڑھ کر اب گراں آبادیوں کے قریب پہنچ گئے۔ وہ بلندیوں پر چل رہے تھے اور انہیں بخوبی اندازہ لگ گیا تھا کہ پانی ان بلندیوں کے لئے بے ضرر ہے وہ صرف گہرائیوں میں بہہ رہا ہے پھر انہیں ایک گہرائی نظر آئی اور وہ اسے دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ یہ شاید پہاڑوں کی سب سے خوبصورت

آبادی تھی۔ لیکن کچھ آبادی گمراہیوں میں بھی تھی اور وہ اب فنا ہو چکی تھی۔

پھر وہاں کے لوگوں نے بھی انہیں دیکھ لیا۔ لیکن بے تعلق رہے وہ سب اس آفت کا شکار تھے یہ سب ان کے پاس پہنچ گئے۔ میان لائی نے ایک بوڑھے شخص کو تاکا جو افرادہ سا ایک درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا۔

”ہم تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں باغ۔“ میان نے کہا اور بوڑھا چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔ پھر پوچھا۔ ”کون ہو تم لایہ کے رہنے والے تو نہیں معلوم ہوتے۔“

”اس بستی کا نام لایہ ہے۔“ میان نے کہا۔

”آہ..... گویا میرا خیال ٹھیک ہے۔ تم لایہ کے باشندے نہیں ہو۔“

”ہاں..... ہم دور سے آئے ہیں۔“

”کہاں سے.....؟“

”عقابوں کے مکن سے۔“

”کیا یہ یہاں سے بہت دور ہے.....؟“

”ہاں بہت دور۔“ میان نے جواب دیا۔

”شاید اس لئے ہم نے کبھی اس کا نام نہیں سنا، لیکن عزیزو! تم یہاں اس طوفان میں کیے

آپہنچے.....؟“

”خانماں برباد ہو کر، ہمیں ہماری بستی کے سردار نے نکال دیا ہے۔“ میان نے جواب دیا۔

”لیکن تمہاری بد نصیبی ہی تمہیں ادھر لے آئی ہے یہ خود ایک آفت زدہ آبادی ہے اور اچانک ہم پر یہ افاد پڑی ہے، نجانے کیا ہوا آسمانوں سے قہر نازل ہوا اور وہ جو الاوتشیہ کے پجاری تھے اب کچھ نہیں کہتے، ہم بوڑھوں کو تو بے وقوف ہی سمجھا جاتا ہے انسان کتنا آسان پسند ہے کوئی اسے جینے کے آسان راستے دے دے تو اسی کا ہم نوا ہو جاتا ہے ارے میں کہتا ہوں کہاں ہے اب وہ الاوتشیہ کیوں خاموش بیٹھی ہوئی ہے وہ برکتوں کی دیوی، کتنے مرگئے، آبادی کی آبادی ڈب گئی اور اس کے اپنے آدمی تو بے شک مرے ہیں لیکن ہمارے بھی تو بہت سے گھر فنا ہو گئے، اب کیا کہیں گے الاوتشیہ کے پجاری.....؟“

میان اور دوسرے لوگ بغور بوڑھے شخص کی باتیں سن رہے تھے۔ اس نے کہا۔

”میرے دونوں بیٹے پانی میں بہہ گئے، بیوی اور بچے سب..... میں نصیبوں کا مارا نجانے کیوں کسی کام سے بلندیوں کی جانب آگیا تھا، اس بوڑھے میں خیرا جانے کے لئے، میں خود غصے سے کہتا ہوں کہ یہ سب برکتوں کی دیوی کی نخواست ہے، کیا اچھا کیا اس نے ہمارے لئے میں پوچھتا ہوں اس نے کیا اچھا کیا۔“

”مجھے بے حد افسوس ہے باغ کہ آپ اپنے بچوں اور اپنے گھر سے محروم ہو گئے، لیکن چونکہ

ہم عقابوں کے مکن کے رہنے والے ہیں اور بد نصیبی کا شکار ہو کر یہاں تک پہنچے ہیں۔“

”تم کیا سمجھتے ہو، کیا ہم بد نصیبی کا شکار نہیں ہوئے۔“ بوڑھا شخص بولا۔ ”ہماری اچھی

خاصی آبادی تھی یہ بستی۔ لوگ جی رہے تھے روشنی والے کے دیئے ہوئے وسائل سے، تو پھر یوں ہوا

کہ الاوتشیہ آگئی، برکتوں کے پھاڑ سے سبز رنگ کی روشنی پھوٹی اور سب اس روشنی کے غلام

ہو گئے، اس نے کہا میں تمہارے لئے برکتیں لائی ہوں اور لوہے کے پرندے زمین پر اترنے لگے اور ان کے پیٹ سے ضرورت کی چیزیں برآمد ہوئیں تو بس زرتوش بھی دیوانہ ہو گیا اور الاوتشیہ کے پجاریوں میں شامل ہو گیا۔ پھر اس نے یہاں بستیاں بسائیں، لوہے کے پرندے آتے جاتے رہے اور اب کے سب عیش و عشرت کے غلام ہو گئے، لیکن روشنی والے نے دیکھا کہ جب برائیاں عروج پر نہیں آتی تو میں اپنی کوشش کروں گا، اور بالآخر پانی کے رخ بدل گئے اور دیکھو بستیاں کیسی جھیل بن گئیں، الاوتشیہ نے یہی برکتیں نازل کی ہیں کیا.....؟“

”تو کیا..... یہاں الاوتشیہ کی حکومت ہے اور زرتوش کون ہے؟“

”لایہ کا سردار تھا کبھی، لیکن برکتوں کا غلام ہو گیا اور یہی برکتیں نازل ہوئیں ہیں کیا۔ میں کہتا ہوں ٹوٹے جھوٹے اسے چر سکون نہیں تھے کیا خرابی تھی، ہم اناج کی کاشت کرتے تھے، باغ لگاتے ہوئے تھے ہم نے۔ کیا ضرورت تھی مزید چیزوں کی۔ کیا پھاڑوں کے قانون میں اس بات کی گنجائش تھی کہ باہر سے آنے والوں کو جگہ دی جائے، مگر آہنی پرندے والوں کو اس طرح سرجھکا کر دوش آمدید کہا جاتا تھا جیسے وہ روشنی والے کے فرستادے ہوں الاوتشیہ کو سب کچھ سمجھ لیا گیا تھا، اب پچانیں لیا اس نے۔“

بات کافی حد تک سمجھ میں آگئی تھی میان نے کہا۔ ”بابا کیا ہمیں یہاں پناہ مل سکتی ہے.....؟“

”جب یہاں کے رہنے والوں کو پناہ نہیں مل رہی تو کسی اور کو کیا مل سکتی ہے، لیکن اب ہمیں کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، سبز روشنی غائب ہے۔ کوئی پیغام نہیں ملا بستی والوں کو اور برکتوں کی دیوی خاموش ہے دیکھو مصیبتوں کا آغاز برکتوں کے پھاڑے ہی شروع ہوا اور ذرا دیکھ لو آبادی کی آبادی جھیل بن گئی کیا پانی ٹھاٹھیں مار رہا ہے، اب دریا خشک ہو جائے گا اور میدانوں میں پانی لے گا، ہم رہا ہے، آہ میرے دونوں بیٹے۔“ بوڑھا اپنی جگہ سے اٹھ کر تیزی سے آگے بڑھ گیا، وہ خست غمزدہ دکھائی دیتا تھا۔

میان نے بیسان کو اور بیسان نے ہندان کو دیکھا، وہ سب حیران تھے میان نے کہا۔ ”روشنی والے کی قسم، یہ تو بڑی ہی انوکھی کہانی ہے، وہ کہتا ہے کہ الاوتشیہ نامی کوئی عورت بیرونی دنیا سے یہاں آئی اور اس نے یہاں کے سردار زرتوش کو اپنا غلام بنالیا اور پھر یہاں اس کے نام کا بول بالا ہو گیا، لیکن اچانک ہی یہ طوفان نازل ہوا تاہم اس افرا تفری میں ہمیں ایک فائدہ ضرور حاصل ہوا، وہ یہ کہ ہم بھی یہاں سرچھا سکتے ہیں۔ آؤ کوئی بہتر جگہ تلاش کریں یوں لگتا ہے جیسے یہ پریشان حال لوگ ایک دوسرے سے بے نیاز ہو کر اپنی ہی پریشانیوں میں گرفتار ہیں۔ خیر ہم کبھی کوئی کوسہ نہیں بنا سکتے ہیں، لیکن فی الحال ہمیں کوئی پناہ گاہ درکار ہے، آؤ کوئی بہتر پناہ گاہ تلاش کریں، یہ جگہ انوکھی بڑی عجیب اور دلچسپ ہے چلو دیکھیں ذرا کیا صورت حال رہتی ہے یہاں۔“

اور یہ چھوٹا سا قافلہ آگے بڑھ گیا کہ ذرا مناسب جگہ تلاش کر کے وہاں پڑاؤ ڈال لیا جائے۔

○.....○.....○

لاگتا کہ چہرہ خوشی سے دک رہا تھا اور وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قہقہے لگا رہا تھا اس نے کہا۔

”اتھو! کوئی بھی انسان تھا آسمان کی بلندیوں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسے مشیروں اور

ری حاصل کرنے کے بعد ہمیں کون کون سی مشکلات سے گزرنا ہوگا۔ ٹھیک ہے لاگ تیری کے بھی بہت کم لمحات باقی ہیں۔ آہ کاش کر شانہ والے یہاں ہوتے تو میرے کس قدر مددگار بنے لیکن ایک لڑکی سے مبارعہ لوگوں کو برسوں یاد رہے گا، ٹھیک ہے بس ذرا یہ مبارعہ جیت لوں گے بعد اپنے ہم نواؤں کو آواز ددوں گا ان سے کہوں گا کہ عقابوں کے مسکن کے رہنے والو! میں سردار شمران تم سے مخاطب ہوں اور تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم میں سے کون کون میری بات سے خوش ہے اور کون کون ناخوش اور جو مجھے سردار مان کر خوشی سے قبول کر رہا ہے وہ ہے خاص آدمیوں میں شامل ہو جائے میں اسے اعزازات سے نوازوں گا، ان کے شاندار کوستے پہن گئے اور انہیں میرے ہر مفاد کے لئے کام کرنا ہوگا، کیونکہ ایک سردار کبھی تنہا اپنا بھرم نہیں رکھ سکتا، ایسے ہم نوا پیدا کر کے سب سے پہلے میں لاگا اور اس کے ساتھیوں کے قتل کا ہول گالین پھر وہی بات، کیا یہ شرمناک لمحات عقابوں کے مسکن والے بھول سکیں گے جب ایک لڑکی سے مبارعہ کرنا ہوگا لیکن خیر کوئی بات نہیں۔ ساری رات اسی بجزائی کیفیت میں گزر

پھر صبح کا اجلا نمودار ہوا اور شمران نے اپنی سوچوں کے مطابق باہر نکل کر اعلان کیا کہ ہستی بالے بزرگ فوراً کوستے کے سامنے پہنچ جائیں جن سے مشورہ طلب کیا جاسکتا ہے اور ایسے لوگ بھی جو شمران کی سرداری کے مخالف نہیں ہیں۔ شمران کو ان کی ضرورت ہے اور بہت بالے تھے جنہیں میان سے کد تھی اور وہ شمران کی سرداری سے خوش تھے کہ ماحول تو بدلا اور ایک شمران نے کوئی ایسا عمل کیا بھی نہیں تھا کہ جس سے عقابوں کے مسکن والوں کو شکایت آئے وہ شمران کے مخالف ہو جاتے۔ سو بزرگ بھی بہت سے تھے جو شمران کے کوستے پر پہنچے اور انہیں بھی جنہیں اس بات کی امید ہو چلی تھی کہ وہ شمران کے ساتھیوں میں شامل ہو جائیں شمران اس تعداد کو دیکھ کر خوش ہوا اور اس نے کہا۔

”دوستو! ایک شیر دل اور طاقتور سردار کے لئے مبارعہ آرائی نہ تو نئی بات ہے اور نہ بے پڑائی اور تم نے دیکھا کہ میں نے مبارعے کے میدان میں میان لائی کو ایسی مکمل شکست بھاری کیا جس میں کسی کو شک و شبہ کا خیال نہ رہا لیکن حماقت یہ ہوئی مجھ سے کہ میں نے اس تک صرف اس خیال کے تحت میان کو قتل نہ کیا کہ بالآخر وہ میرا باپ ہے، افسوس یہ بات تو میرے ہی معلوم ہوئی اور مجھ پر حیرتوں کا غلبہ ہو گیا، جس کی بناء پر میں فوری طور پر یہ فیصلہ نہ کر سکا کہ قتل کرو یا جانے اور مجھے اس کے نقصانات سے دوچار ہونا پڑا، لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بھی صورت میں مجھے نقصان پہنچانے کی اہلیت نہیں رکھتا اگر ایسا کبھی کسی آدمی سے ہوا تو میں تم لوگوں کو اطمینان دلاتا ہوں کہ میان کا حشر تمہاری توقع کے مطابق ہی ہوگا آئین کے سانچوں نے جو میرے لئے مشکل پیدا کی ہے وہ اپنی جگہ ہے پریشان اس بات سے کہ مجھے مبارعہ کرنا ہوگا، سرداروں کی زندگی میں تو یہ سب کچھ ہوتا ہی رہتا ہے، تو نے کہ ایک لڑکی میرے مقابلے پر آئے گی اور مجھے اس بات کا ہمیشہ دکھ رہے گا، بزرگو! بارہی پوچھتا ہوں کہ کیا پٹاڑوں کی رسموں میں کسی لڑکی سے مبارعہ آرائی جائز ہے مجھے صحیح

ہمدردوں کی ضرورت ہوتی ہے اور جب وہ تمہارے جاتا ہے تو مصیبتوں اور پریشانیوں کے سوا اس کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔ مجھے اس لڑکی کی ایک بات بے حد پسند آئی اور وہ بات یہ تھی کہ شمران سردار زادہ نہیں ہے، ارے وہ تو ایک یو قوف سے آدمی ماہ لخت کا بیٹا ہے جو عقابوں کے مسکن میں گہام زندگی گزار رہا ہے اور اس کی اپنی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ سو یہ بات بھی جانتے ہیں اور کیا یہ دلچسپ بات کہی اس لڑکی فوہانے چلو اور کچھ نہ سہی تو شمران کا یہ غرور تو ٹوٹا کہ وہ بہت بڑا سردار ہے اب میدان جنگ میں وہ ایک لڑکی سے مقابلہ کرے گا خیر وہ لڑکی اسے شکست تو کیا دے سکی گی، لیکن کیا شمران کے لئے یہ ذوب مرنے کا مقام نہ ہوگا؟“

”حیرت کی بات تو یہ ہے لاگا کہ انہوں نے میان سے نفرت کا اظہار کیا تھا اور کہا تھا کہ یہ علم ہونے کے بعد کہ میان اپنی حیثیت سے معزول ہو چکا ہے انہوں نے ادھر کا رخ کیا لیکن اچانک ہی ان کی زبان بدل گئی اس میں کیا راز ہے.....؟“

”پتہ نہیں، لیکن جانتے ہو میری دلی آرزو کیا ہے.....؟“

”کیا.....؟“

”آہ کاش کسی طرح شمران کو شکست ہو جائے اور جو نئی ایسا ہو میں اس لڑکی کو مبارعے کے لئے لگا دوں گا بھلا ایک لڑکی سے مبارعہ بھی کوئی حیثیت رکھتا ہے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے، لیکن ایسی احمقانہ امیدوں کو دل میں جگہ نہیں دینی چاہئے بھلا شمران ایک لڑکی سے شکست کھا جائے گا۔“

”احق ہو، یو قوف ہو میں اصل میں اسی سوچ میں گرفتار ہوں کہ ایسا کونسا ذریعہ ہو جس سے شمران کو شکست ہو جائے، خیر یہ معاملہ ہے بے حد دلچسپ اور اب وہ ذلیل انسان سوچوں میں ڈوبا ہوا جاگ رہا ہوگا۔ اسے خود بھی تمام حقیقتوں کا احساس ہوگا اور اب کس منہ سے وہ رات کی تاریکیوں میں لاگا کو طلب کر سکتا ہے اور اس سے پوچھ سکتا ہے کہ لاگا مجھے کیا کرنا چاہئے۔ ارے احق ہر مشکل میں لاگا ہی ہے تیرا ساتھ دیا اور کبھی یہ نہ چاہا کہ اس کا صلہ تیرے بجائے لاگا کو ملے، خود غرض اور یو قوف ہے وہ کہ دوستوں کی ہمدردی کھو بیٹھا۔“

لاگا کا خیال غلط نہیں تھا، شمران اپنے کوستے میں زخمی سانپ کی طرح مل کھا رہا تھا۔ وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں تصور کے ذریعے فوہا کو قتل رہا تھا اور سوچ رہا تھا کہ جن لڑکیوں کو اس نے اس اپناج بوڑھے کے ساتھ برے حالوں دیکھا تھا، کیا ان میں سے کوئی کھلا ڈایا خنجر چلانے کی ہمت رکھتی ہے، بھلا کس بنیاد پر اس نے اسے مبارعے کے لئے لاگا راہے، کہیں کوئی پوشیدہ کارروائی تو نہیں ہو رہی۔ اور اسے برسوں پرانی روایت یاد آگئی جب سارنہ کو دھوکا دے کر مبارعے کے میدان میں شکست دی گئی تھی۔ آہ تخت ہو شمران کی ضرورت ہے، کھانا پینا ترک کرنا چاہئے ہر اس شے سے محفوظ رہنا چاہئے جو نقصان پہنچا سکے اور یہ سب مناسب بات ہے۔ میں دھوکا نہیں کھاؤں گا اور یہ لاگا بد بخت اور میرے تمام دوست نہیں ایسے رازداروں کو زندہ رکھنا غیر مناسب ہوتا ہے جو ماضی کے ہر پیلو سے آشنا ہوں، یہ نہیں ہونا چاہئے، اپنا ماضی اپنے ہی علم میں رہے تو زیادہ بہتر ہے اور دوران جو کچھ کرتے رہے ہیں ہم لوگ اس کے شناسا چند ہی افراد ہیں اور لاگا تو ویسے بھی بے صلاحیت ہو کر رہ گیا ہے اسے اب کوئی دلچسپی نہیں رہی اس بات سے کہ عقابوں کی

بشکل اس نے کہا۔

”آئی..... انکل ٹھیک کہتے ہیں یہ دنیا آپ کے لئے بہت مشکل ہے۔ اس کے بعد ہم جس زندگی کا آغاز کریں گے وہ بے آسائش اور سخت ٹھن ہوگی، تقدیر نے یہ بہترین موقع دیا ہے جو دوبارہ نہیں ملے گا۔ آئی میرا بھی یہی مشورہ ہے آپ لوگ۔“

”نہیں زربدان..... اب رہنے دو، میں تمہارے جذبات بھی سمجھتا ہوں اور لیزا کے بھی۔ یہ سچ ہے کہ تم ہماری مشکلات کا احساس کر کے ہمیں بھیجنا چاہتی ہو اور لیزا اپنی امیتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہاں رکنا چاہتی ہے میں اسے جانتا ہوں، یہاں وہ تمہارے ساتھ صوبتیں اٹھالے گی اور کچھ عرصہ جی لے گی لیکن یہاں سے جا کر شاید وہ کچھ دن بھی نہ جی سکے..... میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔“

زربدان نے لیزا کو دیکھا..... پھر اسے سینے سے بھیج لیا۔ پھر اس آخری ہیلی کاپٹر کو بھی تباہ کر دیا گیا۔ زربدان انہیں واپس لے گئی اس نے انہیں آرام کی جگہ بتائی۔ رات کو سب یکجا ہو گئے۔ آسٹرنے مسکرا کر کہا۔

”اب ہمیں کیا کرنا ہے زربدان.....؟“ زربدان نے مسرور نظروں سے آسٹرن کو دیکھا اور بولی۔

”انکل..... یہ رات میرے لئے زندگی کی سب سے کالی رات ہوتی، جب میں آپ سے جدائی کا یقین کر لیتی۔“

”اور تم ہمارے بارے میں کیا سمجھتی ہو۔“

”بالکل ویسے جو ہے لیکن مجھے خوشی ہے کہ اب آپ یہ پوچھتے ہیں ہمیں کیا کرنا ہے۔“

”بے شک..... اس کے بعد یہ مشترکہ مشن ہے۔“

”انکل..... میں انسانوں کے لئے اتنی بے درد نہیں ہوں نہ ہی قتل و غارتگری کی ریا، لیکن اب بھی یہی کہوں گی کہ میرے دل میں آپ نے میرے دہس کی محبت بٹائی ہے۔ غاصبوں کو کچھ کر میں خود پر قابو نہ پاسکی اور میں نے برائی کو فنا کر دیا۔ اب میں یہ سارا نظام تباہ کر دوں گی اس کے بعد زرتوش کو غیرت دلا کر دوبارہ یہاں کا سردار بنادوں گی۔ پھر اپنا مشن لے کر نکل پڑوں گی اب میری زندگی کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ میں اپنے ماں باپ کی آغوش تلاش کھوں اب تو مجھے ان ہاؤزی قبیلوں کو یہ احساس دلانا ہے کہ اگر وہ ہمارے پار کے لوگوں کے خوفناک ارادوں سے بچنا چاہتے ہیں تو سچی پیادہ کریں۔ ایک دوسرے سے دشمنی چھوڑ کر دشمن کے خلاف حصار قائم کریں۔ ہر دہی نیا سے ملی ہوئی سرحدوں کو مضبوط کر کے ان کا مشترکہ تحفظ کریں۔ یہ کام کرنا چاہتی ہوں میں۔“

”بے شک سرزمین وطن بھی ماں باپ سے کم نہیں ہوتی۔“ آسٹرن نے کہا۔ پھر بولا۔ ”ٹھیک ہے زربدان اس مشکل مقصد میں ہم تمہارے ساتھ ہیں۔“

پھر تھمائی میں فلیش نے کہا۔ ”مجھے تم سے بہت سی شکایتیں ہیں زربدان۔“ زربدان اسے کڑی محبت سے مسکرائی پھر بولی۔ ”مجھے بتا دو فلیش..... دل میں نہ رکھو۔“

”کبھی تو تم مجھ سے اس قدر بے اعتنائی برتتی ہو کہ مجھے یوں لگتا ہے جیسے میری کوئی حیثیت ہی نہ..... اور“

مشورہ دو۔“ بزرگوں نے کہا۔ ”یہ بھی سچائی ہے کہ شاید پہاڑوں کی تاریخ میں ابھی تک ایسا کوئی واقعہ نہیں پیش آیا کہ کسی نازک صنف نے کسی طاقتور سردار سے مبارغہ طلب کیا ہو لیکن یہ بات مسلم ہے کہ عورت کو بعض حالات میں وہ مقام حاصل ہے کہ وہ مبارغہ طلب کر سکتی ہے، اور ہم لوگ بھی یہی مشورہ کرتے رہے ہیں، لیکن شمران تجھے اس کا حق حاصل ہے کہ لڑکی کو شکست دے کر اسے اپنی کنیزوں میں شامل کر سکتا ہے یہ بات بھی ہم نے مشترکہ طور پر ہی ملے کی ہے اور ہم اس میں فکر مندی کی کیا بات ہے تیرا طاقتور ہاتھ اگر اس کے رخسار پر بھی پڑ جائے تو وہ کر کے ہوش ہو جائے گی۔ ٹھیک ہے وہ سردار زادی ہے اس مبارغے کا حق حاصل ہے لیکن تو اس بات سے بالکل بے فکر رہ کہ تجھے کسی شرمندگی کا سامنا کرنا ہوگا۔ مبارغہ تو نے طلب نہیں کیا ہے یہ تو اسی احمق لڑکی کے ذہن کی پیداوار ہے، ہمارے خیال میں تو اس سے صرف اور صرف مبارغہ کر اور اسے شکست دے دے پھر کوئی تیرا مخالف نہ رہے گا اس بات پر کہ تو اس کے ساتھ کیا سلوک کرنا ہے کہ مفتوحین کے ساتھ ہر سلوک جائز تصور کیا جاتا ہے۔“

”ٹھیک ہے بزرگو! میں تمہارے حکم کی تعمیل میں مبارغے کے میدان میں جانے کے لئے تیاری کرتا ہوں۔“ شمران نے لا چاری سے کہا۔ بات واقعی کچھ نہ تھی اور بس یونہی اسے احساس ہو رہا تھا کہ اسے عورت سے جنگ کرنا پڑے گی وہ دل ہی دل میں ہنس بھی رہا تھا، لوگوں کے منتشر ہونے کے بعد اس نے وہ طریقہ کار منتخب کیا جس کے تحت فوہ کو شکست دی جاسکتی تھی۔ اس نے یہ طے کیا کہ فوہ کو زخمی نہیں کرے گا، بس اسے اس کے گھوڑے سے گرا دے گا اور اس کے ہاتھوں سے تمام ہتھیار چھین کر اس کے سینے پر اپنا پاؤں رکھ دے گا اور اپنے کھانڈے کی دھار اس کی پیشانی پر ناکہ لوگ یہ مان لیں کہ وہ مقتول ہے، بس اس کے بعد اسے اٹھائے گا اور اسے اپنے کونے میں پینچا دے گا۔ پھر اس کے بعد اس کے ساتھ دشمن کی بیٹی جیسا سلوک کیا جائے گا۔

ادھر مبارغے کے میدان میں لوگ جمع ہو رہے تھے اور آپس میں ہنسی مذاق بھی کرتے جا رہے تھے کہ آج ایک نئی قسم کا مبارغہ انہیں دیکھنے کو ملے گا۔

ادھر باتو، فوہ اور دوسری لڑکیوں کو یہ سمجھا رہا تھا کہ شمران کے ساتھ مقابلے میں انہیں کیا کرنا ہے۔ اس نے باقی لڑکیوں سے بھی تیار ہونے کے لئے کہا تھا اور اس کے کونے کے سامنے گھوڑے وغیرہ پوری طرح تیار تھے۔ باتو نے خود انہیں اپنے ہاتھوں سے کساتھا ہر توبہ گھوڑے ایک ایسی گاڑی میں جت کر آئے تھے جو چند بے بس اور معصوم خواتین کو گھسیٹ رہی تھی، لیکن کوئی نہیں جانتا تھا کہ ان گھوڑوں کی طاقت کیا ہے اور پہاڑوں میں جو خوفناک ڈاکوؤں کی کمپانیاں گردش کرتی رہی ہیں وہ انہیں گھوڑوں کی بدولت اور ان پر موجود سواروں کا کارنامہ ہیں۔

غرضیکہ جوں جوں سورج بلند ہو رہا تھا عقابوں کے مسکن میں ہجیان برپا ہوتا جا رہا تھا۔ ہر مرد زان اپنے اپنے بچوں کو سنبھالے ہوئے مبارغے کے میدان میں اپنے لئے جگہ بنا رہے تھے۔ پھر میدان بھر چکا تھا۔ بس ایک راستہ چھوڑا گیا تھا جہاں سے مبارغے والوں کو آنا تھا۔ پھر لوگوں نے شمران کو دیکھا جو بڑی شان کے ساتھ ہتھیار سجائے آ رہا تھا اور لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔

○.....○.....○

زربدان اٹک آلود آنکھوں سے انہیں دیکھتی رہی۔ لیزا بدستور اس سے لپٹی ہوئی تھی۔

”اور.....!“ زربدان نے پُر محبت لہجے میں کہا۔

”اور کبھی سب کی واپسی کا بندوبست کر کے کتنی ہو کہ نہیں فلیش نہیں جائیں گے۔“

”میری کوئی بے اعتنائی کے شاکي ہو.....؟“

”روزا کب نے جب تم سے اپنے ساتھ چلنے کی فرمائش کی تو تم نے مجھے مشورہ کرنے والی لگا ہوں سے بھی نہیں دیکھا۔“

”اور.....؟“

”اپنے اس خطرناک کام کے لئے تم نے میرے بجائے مسٹر آسز اور روزال کا انتخاب کیا۔“

”اور.....“ زربدان محبوبیت سے بولی۔

”مجھے جواب دو۔“

”روزا کب نے اس مقصد کے لئے میرا نام لیا تھا۔ اس پورے گروہ میں ہم دوی تھے جنہیں منتخب کیا جاسکتا تھا۔ مجھے خوف ہوا کہ میری ہچکچاہٹ محسوس کر کے کہیں وہ تمہارا انتخاب نہ کر لے اگر تم انکار کر دیتے تو دوسرے تمہیں بزدل سمجھتے۔ تیار ہو جاتے تو میں اس خوف کی سولی پر چڑھ جاتی کہ تمہاری زندگی خطرے میں نہ پڑ جائے۔ اس لئے میں نے تمہاری طرف دیکھنا بھی پسند نہ کیا۔“

فلیش کے ہونٹ کھلے مگر کچھ کے بغیر بند ہو گئے۔

”میرا مشن بے حد خطرناک تھا۔ ناکامی کا ایک لمحہ ہمیں ان خطرناک لوگوں کا نشانہ بنادیتا۔ انکل تجربہ کار تھے اور روزال نڈر اور اس مقصد کے لئے جان دینے کا خواہاں میں وہاں خود غرض ہو گئی اور میں نے تمہاری زندگی کا خطرہ مول لینا مناسب نہ سمجھا فلیش..... ہاں..... ان دونوں مرحلوں سے کامیابی سے گزرنے کے بعد جب میں نے مستقبل کا فیصلہ کیا تو تمہیں خود سے دور نہ ہونے دیا اور یہاں بھی اعتماد سے کام لیا۔“

فلیش کے چہرے کا سکون بتاتا تھا کہ زربدان کی باتوں سے اسے اطمینان حاصل ہو گیا ہے اور اب وہ مطمئن ہے تاہم اس نے مسکراتی نگاہوں سے زربدان کو دیکھ کر کہا۔

”مجھے یہ بتاؤ زربدان کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں تمہاری سوچوں میں اس قدر گہرائی کہاں سے آگئی.....؟“

سوال محبت آمیز اور تعریفی تھا لیکن زربدان کے چہرے پر گہری سنجیدگی چھا گئی، چند لمحات غور کرنے کے بعد اس نے کہا۔

”فلیش میری زندگی سے متعلق جو کہانی مجھے سنائی گئی وہ بہت انوکھی اور اس دنیا سے بالکل مختلف تھی جہاں میں رہتی تھی اصل میں انکل آسز اور آئی لیزا غیر معمولی طور پر فرشتہ صفت ہیں ان کی اپنی کوئی اولاد نہیں اور میں نہایت اعتماد سے یہ بات کہہ سکتی ہوں کہ کوئی بھی ماں باپ اپنی چیتنی اولاد کو پرورش کرنے میں جو جدوجہد کر سکتے ہیں انکل اور آئی نے بھی اس میں کہیں کی نہیں چھوڑی..... لیکن اپنی فطری شرافت سے کام لے کر انہوں نے مجھ سے میرا ماضی یا یہ کہنا چاہئے کہ میری اصلیت نہ چھپنی..... انہوں نے مجھے شہزادان کی ملکیت سمجھ کر پرورش کی، روزال کے ذریعے مجھے اس دیس کے بارے میں اتنا کچھ بتایا گیا کہ اس کی محبت میرے خون کے ذرے

میں بس غمی اور پھر عمر کی اس حد تک پہنچنے کے بعد وہ لوگ مجھے میری دنیا میں واپس پہنچانے کے لئے میرے ساتھ آئے، یہ ایک انتہائی غیر معمولی انسانیت تھی البتہ جب حواس کے عالم میں اپنی اصلیت معلوم ہوئی تو بڑے عجیب سے احساسات سے گزرنا پڑا اور میں یہ سوچنے لگی کہ یہ کاندھوں پر ایک اہم ذمہ داری ہے، یہاں آنے کے بعد شانگ کی مملکت دیکھ کر میرے دل کی محبت جاگی اور ماں باپ سے ملنے کی وہ شدت کسی قدر کم ہو گئی جو مجھ پر طاری تھی۔ تم نے ایک فطری عمل کہہ لو کہ میری سوچوں کا رخ اس جانب تبدیل ہو گیا اور اب میں نہایت محتاط رہی ہوں اپنا ہر قدم رکھتی ہوں، فلیش شاید میں اس قدر بے باک نہیں ہوں، لیکن تمہارے سلسلے میں نے زندگی میں پہلی اور آخری جذباتی لغزش کی ہے اور سادگی سے جذبات میرے دل میں گھر گئے ہیں یہ وہ تمہیں بتا دی ہے اس احساس سے بے نیاز ہو کر کہ اس کے نتائج کیا ہوں گے مستقبل کی واضح تصور میرے ذہن میں نہیں ہے۔ بس ایک عمل سے گزر رہی ہوں اور اسی پر چل رہی ہوں۔“

”مجھے تمہاری ہر بات تسلیم ہے زربدان۔“ فلیش نے کہا۔

”خیر، اب ہم بہت زیادہ وقت نہیں ضائع کریں گے میں کسی دوسرے فرد کے لئے اس ماحول میں چھوڑنا چاہتی تھیں میرے ساتھ اس تمام سسٹم کو تباہ کرنا ہو گا جس نے یہاں ان معصوم بچوں کے ذہنوں کو غلام بنا رکھا ہے میں اپنے کام کا آغاز کرنا چاہتی ہوں۔“

فلیش نے سینے پر ہاتھ رکھ کر گردن خم کر دی، زربدان اور فلیش دوسرے امور میں مصروف تھے اور باقی لوگ آرام کر رہے تھے۔

تب ایک صبح الاؤشیر نے ہستی کے لوگوں کو بکجا کر لیا، جو باقی بچ گئے تھے وہ سہمی سہمی زندگی ادا رہے تھے۔ الاؤشیر نے خصوصاً زرتوٹر کو مخاطب کیا اور کہا۔

”لایسہ کے سردار، میں الاؤشیر تم لوگو سے مخاطب ہوں، ہستی کے لوگو پہاڑ والوں میں نے نایک طویل آزمائش سے گزارا ہے اور بہت دکھ بھرے احساس رکھتی ہوں تمہارے لئے، تم تو ان پہاڑوں کے بارے میں یہ سنا تھا کہ پہاڑوں کے مکین کسی طرح بیرونی لوگوں کو تسلیم نہیں کرتے، وہ غیور ہیں وہ اپنے وطن کا زمین کا سودا کسی بھی طاقت سے نہیں کرتے، انہوں نے میرا تجربہ غلط ثابت ہوا تم تو اپنی زمین بچ دینے والوں میں سے ہو، الاؤشیر تمہارے مکین لے کر آئی اور تم نے برکتوں کے نام پر غلامی قبول کر لی، کیا یہ سب کچھ مناسب تھا، میں تم سے سوال کرتی ہوں کہ کیا پہاڑیوں کے سر بلند اس طرح طاقت کے سامنے سر اگرتے ہیں کیا انہیں اپنی روایات کا خیال نہیں آتا ہے تو بہت ہی شرم کی بات ہے، ہستی والو! صرف تعیضات کے ہاتھوں بک گئے اپنی روایات کا کچھ خیال نہ کیا تم نے..... میں تم پر یقین ہوں اور کبھی ہوں کہ تم اس قدر خوددار اور غیور نہیں ہو جتنا تمہارے بارے میں ہے اور یہ بھی جھگڑتی کرتی ہوں میں کہ آج صرف اس علاقے پر الاؤشیر کی طاقت کا قبضہ ہے لیکن آنے والا کل ان تمام پہاڑوں پر بیرونی لوگوں کی مملکت قائم کر دے گا۔ تمہاری بیرونی لوگوں کے لئے کھلونا ہوں گی اور تم صرف ان کی غلامی کر گے، تمہارے اندر غیرت کا کوئی جذبہ نہیں ہے۔“

شران میدان میں آگیا۔ اس کے چہرے پر شدید جھنجھلاہٹ اور غصے کے آثار تھے۔ پھر چوڑے مسکن میں رہنے والوں نے ایک اور انوکھا منظر دیکھا۔ وحشی درندوں کی کھال کے بیٹ بن لباس میں لمبوس چار گھڑ سوار مبارغہ کے میدان کی طرف آرہے تھے۔ وہ جس طرح شہسواری کر رہے تھے اسی سے ان کی شان کا اظہار ہو رہا تھا۔ ان کے پیچھے پانچ شخص بھی گھوڑے پر سوار نہ لیکن آج اس کی مصنوعی ٹانگیں موجود تھیں۔

گھڑ سوار مبارغہ کے میدان میں پہنچ گئے۔ تو شران غرا کر بولا۔ ”تم کون ہو۔ وہ لڑکی کہاں ہے۔ اپنے چہرے کھولو۔“ اور بات کی ہدایت پر لڑکیوں نے اپنے چہرے نمایاں کر دیئے۔

”کیا یہ تمام لڑکیاں مل کر مجھ سے جنگ کریں گی۔ یہ کیا تماشہ ہے بزرگو۔ تم اپنے سردار کو بل کر رہو۔ تم سب روایت کے نام پر میرا مذاق اڑا رہے ہو۔ کیا ہے یہ سب کچھ۔ کیا تم جتنے ہو کہ میں عقابوں کے مسکن سے مبارغہ کی رسم کا خاتمہ کر دوں۔“

”اس کا جواب مجھ سے سن شران۔ تجھ سے مبارغہ میں ہی کروں گی۔ یہ سب میرے بالے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک تجھ سے مبارغہ کرنے کے لئے تیار ہے۔ میان لائی کی بیٹیاں تجھے بالی شکست دینے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ تو انتخاب کر لے اگر مجھ سے خوفزدہ ہے تو ان تینوں میں سے کسی سے جنگ کر لے۔ سنا ہے تیرے پاس بھی کچھ شوالے ہیں اگر تو انہیں بھی ساتھ لے کر آئے جہاں کو جانا چاہتا ہے تو انہیں بھی بلا لے تاکہ تیری روح تھانہ نہ بھٹکی پھرے۔“

جواب میں شران ہنس پڑا۔ اس نے کہا۔ ”تم نے میری مشکل اور آسان کر دی! انہیں حسین مبارغہ تجھ سے ہی ہو گا۔ ہاں تیری شکست کے بعد اگر یہ لڑکیاں بھی شوق پورا کرنا چاہیں تو میں کیا بھی خوش آمدید کہوں گا۔ مگر پھر۔ یہ بھی میری غلام ہوں گی۔“

”ضرور۔ یہ سب تیری ملکیت ہو گئی۔ چل اب تیار ہو جا۔“ فوہا نے کہا۔ اور اپنا چہرہ دوبارہ لٹایا۔ باقی تینوں لڑکیاں پیچھے ہٹ گئیں۔ لوگوں کے سانس رک گئے، شران اپنے گھوڑے کو بلے گیا۔ اس نے اپنا کھلاڑا کمر سے نکال لیا تھا، فوہا بھی بڑی شان اور مہارت سے اپنے ہاتھ کو ہتر جگہ لے گئی۔ جنگ و جدل کے ماہر دیکھ رہے تھے کہ لڑکی کے بدن کی ہر جنبش مکمل اور اسے کسی طرح کا تجربے کا کار نہیں کہا جاسکتا تھا۔

شران نے گھوڑے کو درست کیا۔ ہتھارے پر چوٹ پڑی اور دونوں گھوڑے کمان سے نکلے۔ ہاتھ ایک دوسرے کی طرف دوڑے، قریب پہنچے تو شران نے کھلاڑے کا وار کیا۔ فوہا نے اس کھلاڑے کے پھل کو اپنے کھلاڑے کے پھل میں الجھایا اور ایک زوردار جھٹکا دے کر کھلاڑا ناکے ہاتھ سے نکال دیا۔ کھلاڑا فضاء میں بلند ہو کر دور جا گرا۔ اور شران ہونق رہ گیا۔ کسی نے اسے بازو میں اتنی قوت کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ موقع تھا کہ فوہا اس پر پے در پے لگے۔ لیکن وہ بڑی شان سے کھڑی رہی۔ پھر اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے دور لے گئی۔ فوہا نے کھلاڑے کو پھر کی اور اس نے گھوڑے کو واپس موڑا۔ شران ابھی تک بے حواس تھا۔ فوہا نے فوہا کو قریب دیکھا تو اس کی آنکھوں میں موت ناچ گئی۔ اس نے گھوڑے کو لڑنے کی کوشش کی لیکن فوہا نے قریب سے گزرتے ہوئے اس کے گھوڑے کی ران پر زور سے مارا۔ اور گھوڑا توازن نہ قائم رکھ سکا۔ وہ مگرا تو شران بھی گر پڑا۔ سبھی فوہا کی غراہٹ

وہ سب حیرت سے منہ کھولے، الاوشیہ، برکت کی دیوی آسمان زادی کی باتیں سن رہے تھے۔ آج کی باتیں تو بڑی انوکھی تھیں اور ایک لمحے میں ان باتوں نے ان کی سوچ کے دھارے بدل دیئے تھے، وہ شدید حیران تھے۔ زربدان نے الاوشیہ کی آواز میں کہا۔

”اگر اب بھی تمہارے اندر غیرت کا کوئی ذرہ باقی ہے تو الاوشیہ کے ہر نشان کو منا دو۔ اس پورے ماحول کو فنا کر دو جس نے تمہیں غلامی میں جکڑ لیا تھا، تمہاری زمینیں زرخیز ہیں، تمہارے بدن مضبوط ہیں تم ان زمینوں سے اپنی کھیتاں اگا سکتے ہو، اپنے ہاتھوں سے عمل کر کے اپنی برتری قائم کر سکتے ہو اور اگر یہ بھی نہ کر سکو تو پھر اپنی عورتوں کو خوب سجا کر آہنی پرندوں کے بیٹن میں بیٹھ کر آئے والوں کے لئے تیار کر دو تاکہ وہ انہیں اپنی کنیزیں بنالیں، تم پر لعنت ہو۔“

اور ان الفاظ نے آگ لگادی، وہ یہ سوچنے لگنے کی ضرورت بھی محسوس نہ کر سکے کہ خود الاوشیہ نے اپنے خلاف یہ محاذ کیسے قائم کیا ہے۔ بس ہر شخص جنونی ہو گیا اور خود زرتوش بھی اور اس کے بعد تباہی کے جو مناظر دیکھنے میں آئے وہ بے حد خوفناک تھے۔ الاوشیہ کے ایک ایک نشان کو منادیا گیا تھا۔ وہ لوگ الاوشیہ کو تلاش کر رہے تھے لیکن الاوشیہ اب کہاں تھی۔ زربدان تو ان مظلوموں کے گردہ میں آکر شامل ہو گئی تھی، جو الاوشیہ کے ستم کے شکار تھے۔ البتہ وہ سب بڑی آسودہ نگاہوں سے پہاڑ والوں کی کارروائیاں دیکھ رہے تھے۔

اور زرتوش نے سرداری کی ذمہ داری پھر سے سنبھال لی اور اپنے آدمیوں سے کہا کہ محرم دیوی نے اس کے ذہن کو جکڑ لیا تھا، لیکن اب وہ آزاد ہے اور لایہ کو سنبھالنے کی اہلیت رکھتا ہے۔

یہ سب کچھ بڑا سنسنی خیز، بڑا ہی انوکھا تھا اور آسٹر، لیزا، بڈ، روزال، فلیش اور اشیا، زربدان کی ذہنی استعداد پر ششدر تھے، ہستی والوں میں گویا نئی زندگی دوڑ گئی تھی اور سارا ماحول بکھر تبدیل ہو گیا تھا وہ سب جیسے خواب سے جاگ اٹھے تھے۔ زربدان نے مدھم مکر اہٹ کے ساتھ کہا۔

”اور یہی میرا مقصد ہے اور اسی کیلئے میں جینا چاہتی ہوں میں بے حد خوش ہوں کہ ان سوئے ہوئے لوگوں میں زندگی کی لہر پھر سے جاگ اٹھی اور اس سے مجھے یہ احساس ہوتا ہے کہ میرا مشن مشکل نہیں ہے۔“

سب جانتے تھے کہ وہ ان کے درمیان غیر محفوظ نہیں ہیں کیونکہ وہ سب ان کی آمد کے بارے میں جانتے تھے۔ وہ اب لایہ کے عام لوگ تھے اور یہاں رہ سکتے تھے۔ زرتوش کی رہنمائی میں بہت سے کام ہوئے۔ زربدان خاموشی سے ان لوگوں کو منظم ہوتے دیکھ رہی تھی۔ آسٹر کے پوچھنے پر اس نے کہا۔

”ہاں، میں اور فلیش مل کر یہاں سے روانہ ہونے کے انتظامات کر رہے ہیں، انکل۔ ابھی میں یہاں ہمارا کوئی کام نہیں رہا۔ میں نے راستوں کا تعین کر لیا ہے۔“ اس شام لایہ کے باشندوں میں روزال نے ایک چہرہ دیکھا اور سکتے میں رہ گیا۔ اس کے منہ سے نکلا۔ ”روشنی والے کی قسم۔“

روشنی والے کی قسم میری آنکھیں دنیا کی ہر بات میں دھوکا کھا سکتی ہیں۔ لیکن۔ لیکن۔ وہ آواز میرا آقا ہی ہے۔ وہ میان لائی کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔“

کی جاکتی تھی اور نہ ہی ایسی مہارت کی۔ حالانکہ شمران نے ابھی چند روز قبل میان جیسے تجربہ کار مجبور سے ایک شاندار جنگ لڑی تھی اور اسے ایسی شکست دی تھی جس پر کسی کو اعتراض نہیں ہوا۔ فائدہ خود میان لائی نے اپنی شکست مان لی تھی۔ اس وقت وہی شمران بے بس جو بے کی طرح پڑا، آگاہی کے لئے پکار رہا تھا۔

فہما کہ کھانا انشاء میں بلند تھا اور اس نے شران پر وار کرنے میں توقف کیا تھا۔ اس میں فہما کو لاگائی طرف سے مداخلت کا انتظار تھا۔ باتو نے اپنی ذہانت سے جس قدر کام کیا تھا اس کا تصور بھی شاید باتو کو جاننے والے نہیں کر سکتے تھے۔ ہر پہلو مضبوط کر لیا گیا تھا میاں تک کہ باتو نے یہ بھی بچ چلا لیا تھا کہ یہاں بہت سے لوگ ہیں جنہیں شران اپنے ساتھ دوسرے قیلے لے کر آیا تھا۔ یہاں شران کے مددگار ہیں انہوں نے شران کی سرداری کو مستحکم کرنے کے لئے بہت کچھ کیا ہے۔ شیرایہ مسلمانہ اور غلامانہ کو پوری طرح ہوشیار کر دیا گیا تھا کہ اس بات کے امکانات بھی ہیں کہ نہیں بہت سے افراد سے جنگ کرنا پڑے۔ ایسی صورت میں انہیں اپنے ان کارناموں کو دہرانا ہے ان کی وجہ سے انہوں نے شہرت پائی تھی اور باگ میں اقتدار حاصل کیا تھا۔ لیکن ان لوگوں کی ذہنی سختی ہر کام تھی کہ لاگ شران سے بدلہ ہو کر بالآخر اس کے خلاف کارروائی کرنے پر مجبور ہو گیا تھا اور اس نے چالاکی سے کرشنا کے لوگوں کو میاں سے بھاگایا تھا پھر بھی باتو کی معلومات کے مطابق یہ بات ان کے علم میں آچکی تھی کہ لاگ اور اس کے چند ساتھی شران کے دست راست ہیں اور فہما نے یہ توقف اس لئے کیا تھا کہ ان کی جانب سے شران کی مدد کی کوشش ہو اور ان کے قتل پر ناپایدار ہو جائے۔

تینوں لڑکیاں آن کی آن میں ان کی کہانی ختم کر سکتی تھیں لیکن تقدیر تو سب ہی کا ساتھ دیتی
اس وقت تقدیر لاگاپر مہمان تھی کہ اس کے دل میں شمران سے نفرت پیدا ہو گئی تھی ورنہ یہ
ناگ اور اس کے ساتھیوں کی موت کے لمحات بھی ہو سکتے تھے وہ اپنی جگہ کھڑا رہا اور شمران کو
مدم احساس ہو گیا کہ وہ بے یار و مددگار رہ گیا ہے تب ہی فوہا کا کھڑا جھکا اور اس نے شمران
بائوں کو خنجر کے پاس سے کاٹ دیا۔ دوسرا وار اس نے شمران کے دوسرے پاؤں پر کیا اور
بائی بائیں آئے آب کی طرح تڑپنے لگا۔ وہ دونوں پیروں سے محروم ہو گیا تھا۔ لیکن فوہا نے اس پر
کیا شمران کے ایک ہاتھ کو بھی اس نے کھائی کے پاس سے کاٹ دیا تھا شمران شدت تکلیف
زرب زرب کر رہے ہوش ہو گیا اور اس کے جسم سے خون شدت کے ساتھ بننے لگا۔ فوہا نے
آلودہ کھڑا بلند کر کے کہا۔

”اپنے سابق سردار کے وفاداروں سے اٹھاؤ اور جہاں دل چاہے لے جاؤ، اس کا علاج ان کی اجازت ہے، جسم کا زیادہ خون بہہ گیا تو یہ لمحوں میں مر جائے گا اور اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ مایک معاشرت پر تم سے نفرت کروں گی یا تم سے باز پرس کروں گی تو وعدہ کرتی ہوں کہ جو اس دن ہوں گے انہیں اپنی سرداری کے دور میں کبھی نقصان نہیں پہنچاؤں گی۔ یہ سچ جائے تو یہ دونوں مبارک بارے والوں کو زندگی نہیں ملتی۔ لے جاؤ اسے، لے جاؤ، میرا مفتوح میری میں ختم ہو چکا ہے۔“

”یہ تمہارا سردار ہے۔ اس سے کھڑا بھی نہیں اٹھایا جاتا۔ اس سے کومو دین کمرچھ سے جنگ کرے مجھے اس بزدل سے جنگ کرتے ہوئے شرم آرہی ہے۔“ شمران نے کھڑا اٹھایا تھا۔ وہ پھر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ اور فوہا نے اس پر گھوڑا دوڑا دیا۔ اس بار شمران نے جم کر فوہا پر مسلسل وار کئے۔ فوہا جھکیاں دے کر وار پہنچاتی رہی اس کے بعد اس نے گھوڑا دوڑا دیا۔ دوڑتے گھوڑے سے وہ نیچے اترتی پھر سوار ہو گئی۔ پھر اترتی۔ پھر گھوڑے کے جسم کے پیچھے چھپنے کا مظاہرہ کرتی رہی۔ لوگوں کے سانس رکے ہوئے تھے۔ کبھی کبھی کسی کے منہ سے بے اختیار آواز نکل جاتی۔ گھڑسواری کا یہ بے مثال مظاہرہ ان کے دل لرز رہا تھا۔ فوہا دیر تک یہ تماشا کرتی رہی۔ پھر اس نے دوبارہ کھڑا سنبھال لیا اور پوئی۔

”میں میان لائی کی بیٹی ہوں۔ عقابوں کے سردار میان لائی کی بیٹی، جو کہتے تھے کہ افسوس میان لائی کا کوئی بیٹا نہیں وہ اپنے چروں پر تھوک لیں۔ یا ان کا کوئی شوالہ ہو تو سامنے لائیں۔ اور مبارغہ کے میدان سے اس کی لاش اٹھالے جائیں۔ ماہِ نخت کا یہ بزدل بیٹا سردار زادہ نہیں ہے یہ جنگ وجدل کیا جائے۔ سنبھل شمران اب مذاق ختم ہوا۔“

شران دانت کچکا کر فوہا پہ لپکا۔ اس نے ہاتھ لمبا کر کے فوہا کی گردن کو نشانہ بنایا۔ لیکن فوہا نے خود کو بچا کر اس کے گھوڑے پر چھلانگ لگادی اور اسے ساتھ لیتے ہوئے زمین پر آگری۔ اسے زمین پر بیٹھ کر اس نے قلابازی کھائی اور دوبارہ اپنے گھوڑے کی پشت پر سوار ہوگئی۔ شران ہمت کر کے زمین سے اٹھا اس کا گھوڑا دور بھاگ گیا تھا۔ شران سخت تکلیف میں تھا لیکن پھر بھی کھڑا سنبھال کر کھڑا ہو گیا تھا۔ فوہا دور نکل گئی۔ پھر اس نے گھوڑے کو واپس موڑا اور شران تیار ہو گیا۔ وہ گھوڑے کے پیروں کا نشانہ بنا کر فوہا کو گرانا چاہتا تھا۔ لیکن تربیت یافتہ گھوڑا اس کے قریب آکر زور سے اچھلا اور اسے پاسانی پھلانگ گیا۔ لیکن جب اس نے زمین پر پاؤں لگائے تو فوہا اس کی پشت پر نہ تھی۔ شران نے ہتکاتکا ہو کر ادھر ادھر دیکھا اور فوہا کو اپنے بالکل قریب کھڑے پایا۔ اس نے بے دریغ کھڑا اٹھمایا اور فوہا نے اپنے کھڑے پر اس کا وار روکا۔ شران دیوانوں کی طرح اس پر وار کرنے لگا۔ اور فوہا اس کے وار روکتی رہی۔ پھر اچانک اس نے شران کا وار روک کر اس کے پیٹ پر لات ماری اور شران اچھل کر دور جاگرا۔ فوہا نے دوڑ کر اس کے کھڑے پر پاؤں رکھ دیا تھا۔

شمران نے پہلی بار موت کو قریب دیکھا تھا۔ ساری وحشت تمام سرکش ہو ا ہو گئی۔ موت بالکل مختلف چیز ہے جب تک اس کا سامنا نہ ہو انسان اسے نہیں سمجھ پاتا۔ اس نے بے بسی سے ادھر ادھر دیکھا تب اسے لاگا نظر آیا۔ قریب ہی دوسرے لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ شمران کے عطا سے غیر اختیاری آواز نکلی۔

”لاگا!“ لیکن لاگا ہاتھ باندھے پھرایا ہوا کھڑا رہا۔ تب فوبانے کھڑا بلند کیا۔ اور سر اٹھا کر اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔

اما اگر اس کے ساتھی اب بھی آگے نہ بڑھے لیکن ماہِ لخت اور شیرماہ دیوانہ وار دوڑ پڑے

”معزز بزرگو! میں تمہاری رہنمائی کی خطر رہوں گی، مجھے تھوڑی دیر کے لئے اجازت دے دو اور میرے سپاہی میرے کوسے کے ارد گرد پھیل جائیں صرف ایک بات کہنا چاہتی ہوں اس وقت میں دنیا کی ہر خطا معاف کرتی ہوں، لیکن اپنے حکم کی کوئی خلاف ورزی مجھے کبھی قبول نہ ہوگی اور ہر شخص کو قتل کر دیا جائے گا جو حکم عدولی کا مرتکب ہوگا۔“

لوگوں نے سنا، چہ میگوئیاں کیں، لیکن فوہان چہ میگویوں سے بے نیاز اپنی ماں شہ بدان کے پاس پہنچ گئی۔ اس نے شہ بدان کو سہارا دے کر کھوڑے سے اتارا اور پھر جذباتی لمحے میں بولی۔

”ایک دن مجھے میری ماں کہ ہمارے باپ نے ہم سب کو بے آسرا اور بے یار و مددگار کر کے اس کوٹے سے نکالا تھا۔ آج میں تیری وہ رہائش گاہ جس میں تو بیاہ کر آئی تھی دوبارہ تیرے حوالے کر رہی ہوں۔ باتو بابا میں یا میری بہنیں اس کوٹے میں اس وقت تک قدم رکھنے کی مجاز نہیں ہیں جب تک کہ تیری طرف سے انہیں بلاوانہ آئے اپنے کوٹے میں قدم رکھنے پر سب سے پہلی مہارک یا د میری جانب سے قبول کرے۔“

شہ بدن کے حلق سے سسکیاں آزاد ہو گئیں، اس نے سب سے پہلا قدم کوستے میں رکھا تھا لیکن یہ پہلا قدم نہیں دوسرا قدم تھا۔ پہلا قدم تو اس نے میان لائی کے ساتھ اس کوستے میں رکھا تھا اس سے اس کی زندگی کی طویل ترین یادیں وابستہ تھیں۔ کوستے میں داخل ہوتے ہی نجانے کون کون سی یادیں دامن گیر ہو گئی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھری لگی ہوئی تھی اور اس کی بیٹیاں اس کے اور گرد پھیلی ہوئی تھیں۔ باتو بے اطمینان سے کوستے کے دروازے کے باہر جم گیا تھا اور اسے ان جذباتی اقدامات سے کوئی لگاؤ نہیں تھا جو اس وقت کئے جا رہے تھے۔ بعد میں جب رونے دھونے کا یہ سلسلہ ختم ہو گیا اور شہ بدن کے دل نے قرار پایا تو فہانے باتو کو آواز دی دودھ اندر پہنچ گیا فہانے بولی..... ”باتو باتم باہر کیوں بیٹھے ہوئے تھے۔“ جواب میں وہ ہنس پڑا اور اس نے کہا۔ ”اصل میں تمہیں یہاں تک لانے کے بعد میں نے ماضی میں سفر کیا اور چونکہ ہمارے ماضی کا ایک طویل حصہ میری نگاہوں کے سامنے ہے ہر شخص کی زندگی کی کمائی الگ الگ ہوتی ہے۔ میری زندگی کی کمائی میں جو اونچ نیچ تھی میں نے اسے تو ہموار کر لیا ہے، تمہاری ہمواریاں جہاں میری مدد کی طالب ہوں وہاں میں اب بھی تمہارے لئے حاضر ہوں باقی یہ تمہاری ترقی ہے تمہارا علاقہ ہے یہیں سے تم نے وہاں تک کا سفر کیا تھا جہاں تم مجھے ملی تھیں۔ چنانچہ یہاں کے معاملات مکمل طور پر تمہارے اختیار میں ہیں اور سنو چاروں لڑیکو تمہاری ماں کو ہمیشہ مجھ سے یہ گائیت رہی ہے کہ تم نے اسے نظر انداز کر کے میری بات مانی ہے اب آج اس وقت ان لمحات میں تمہیں یہ اجازت دے رہا ہوں کہ صرف ان احکامات کی پابندی کرو جو تمہاری ماں تمہیں سے، مجھ کو یہ بھی باتو کا حکم ہے اور اس طرح میرے شانوں پر بھی بوجھ نہیں رہتا، مجھے باہری نے دو تو بہتر ہے۔“ باتو یہ کہہ کر باہر نکل آیا۔

فوبا کے چہرے پر الجھن کے آثار نمودار ہو گئے۔ اس نے شبہاں کو دیکھ کر کہا: "مجھے بتاؤ! اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔"

”میر کیا بتاؤں؟“

”تم سردار کی بیوی ہو..... تمہیں علم ہو گا کہ سردار کیا کرتے ہیں۔ میری رہنمائی کرو۔“

اور انہوں نے آنسو بہاتے ہوئے شمران کے بے ہوش جسم کو اٹھایا اور اسے لئے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔ اچانک ہی عقابوں نے بے پناہ شور مچا کر میان کی مٹی کو اپنا سردار ماننے کا اعلان کیا اور مسرت بھرے نعرے لگانے لگے۔

مبارغہ جیتنے والی کو داد و تحسین کے کلمات سے نوازا گیا انہوں نے فوہا کی فتح تسلیم کر لی تھی اور تمام لوگ ایک زبان ہو کر فوہا کو اپنا سردار ماننے کا اعلان کر رہے تھے۔ شہیدانِ باتوکے ساتھ خاموش کھڑی ہوئی تھی اور اس کے دل میں ایک حسرت ایک تڑپ ایک آرزو تھی۔ آہ کاش میان آج ان کے درمیان ہوتا اور اپنی طعنہ زنی پر شرمندہ ہوتا جس میں وہ کہتا تھا کہ شہیدانِ اسے کبھی بیٹا نہ دے سکے گی وہ کہتا تھا۔

”شہ بدن میں جانتا ہوں کہ تو نے مجھ سے خاموش انتقام جاری رکھا ہوا ہے تو مجھے زندگی کی ان مسرتوں سے محروم رکھنا چاہتی ہے جو میرے دل میں حسرت بن کر ٹپکتی ہیں، تو مجھ سے انتقام لے رہی ہے اپنے محبوب کا..... خدا رہے تو میری..... تو مجھے عقابوں کی سرداری کے لئے ایک بھی زخم نہیں دے سکے گی۔ یہ لڑکیاں کبھی میری دست راست نہیں بن سکتیں کیونکہ یہ لڑکیاں ہیں۔“ آج اگر میان ہوتا تو شہ بدن اس سے پوچھتی کہ بتاؤ میان کیا کوئی ایسا نہ رہے تمہارے قبیلے میں جو میری بیٹیوں سے نبرد آزما ہو سکے۔

فونہ نے مقابلہ جیت لیا تھا اور عقابوں نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ عورت ہونے کے باوجود اس کے بازوؤں میں اتنی قوت ہے کہ کسی بھی مرد کو نیچا دکھا سکے۔ رسم و رواج قبیلوں میں سب سے بڑی اہمیت رکھتے تھے چنانچہ چند افراد فونہ کے پاس پہنچ گئے۔

”ہماری نئی سردار، میان کی بیٹی، ہم تیرے احکامات کے منتظر ہیں اور ابھی تک کسی سرکش نے آگے بڑھ کر یہ نہیں کہا کہ وہ اس مبارخے کو قبول نہیں کرتا یا اسے کوئی اعتراض ہے۔ چنانچہ اب اتنا وقت گزرنے کے بعد تیری سرداری مستحکم ہو گئی۔ سردار کا کوستہ تیرا منتظر ہے۔“

”باتو بابا آگے آؤ، میں تمہارے احکامات کی منتظر ہوں۔“ فوہانے کہا اور یہ دلی جہانی کی بات تھی۔ باتوان کا اتالیق تھا۔ بچپن سے اس نے ان لڑکیوں کی تربیت کی تھی لیکن کچھ ایسا ساحر تھا کہ وہ لڑکیاں اپنی ماں سے حد درجہ محبت کرنے کے باوجود باتو کو اپنا روحانی پیشوا مانتی تھیں اور احکامات اسی سے لیتی تھیں۔

باتو آگے بڑھ آیا۔ اس نے شہباز کو بھی اپنے ساتھ رکھا تھا پھر اس نے بانی لڑکیوں کو قریب بلایا اور بولا..... ”سردار فہم اپنے کوستے کی جانب چلو، وہ جواب تمہارے لئے ہے۔“ لوگوں کا جم غفیر ان کے ساتھ ساتھ چل پڑا تھا ان بزرگوں نے جو روایات کو اپنا ایمان سمجھتے تھے کوستے کے سامنے پہنچ کر ان لوگوں کو اندر جانے کا راستہ دیا اور پھر اپنا فرض ادا کرتے ہوئے بوڑھے سلام نے کہا جو سستی کا معمر ترین آدمی تھا۔

”سرادر فوہا‘ میان کی بیٹی ابھی کچھ دیر کے بعد تمام قبیلے والے تیرے کوسٹے کے سامنے ہو جائیں گے بستر ہے کہ انہیں احکامات سے نوازو ہم ایک بار پھر یہی کہیں گے کہ ہم سب نے تیری سرداریِ خلوص دل سے قبول کر لی ہے اور اس بات کے غمگن نہ بھی ہیں ہم کہ کوئی سرکش اگر پوری ہستی میں کوئی اعلان کرے تو اس کی خبر تجھے دی جائے۔“

”آہ..... میں نے تو کبھی ان سب باتوں پر غور ہی نہیں کیا۔ مجھے کچھ نہیں آتا۔“ لیکن شہزادان رکی..... پھر بہت عرصے کے بعد اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر وہ اپنا جگہ سے اٹھ کر باہر نکل آئی۔ باتو باہر موجود تھا۔

”باتو بابا..... اس نے بڑے پیار سے اسے پکارا اور باتو چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔“ ہاں کمو..... کیا بات ہے۔“

”تمہارے لگے پورے درخت بن گئے ہیں اب ان کی آبیاری سے کیا ہاتھ کھینچ لو گے۔“ بیس سے نکل کر تم نے جنگوں کی راہ اختیار کی تھی نا..... تم نے مجھے یہی بتایا تھا.....“ باتو نے کہا۔

”ہاں بابا..... میں نے جھوٹ تو نہ بولا تھا۔“

”اور وہاں مل گیا تمہیں پھاڑ پار کا یہ چالاک بوڑھا..... اور اس نے تمہاری بیٹیوں کو تم سے چھین لیا۔ بارہا تم نے مجھے یہ طعنہ دیا ہے شہزادان جھوٹ نہ بولنا۔ اب تمہیں تمہاری منزل مل گئی ہے۔ تمہاری بیٹی سردار ہے اور تم سردار کی ماں سنبھالو..... یہ تمہاری دنیا ہے میں کون ہوں.....“ باتو نے چنچتا لہجے میں کہا۔

”تم پارتی لیڈر ہو باتو بابا.....“ شہزادان نے کہا اور باتو غیر اختیار طور پر کھڑا ہو گیا۔ پھر وہ کینہ تو ز نظروں سے شہزادان کو دیکھنے لگا۔

○.....○.....○

آسرا اس وقت روزال کے سب سے قریب تھا اس نے حیرت سے روزال کو دیکھا جس کے بدن پر لرزہ طاری تھا اور وہ سخت بیجانی کیفیت کا شکار نظر آ رہا تھا۔ آسرا نے اس کی نظروں کا تعاقب کیا اور اس شخص کو دیکھا جو بلند وبالا قد و قامت کا مالک ایک پُر وقار پھاڑی تھا۔ اس کے قریب اور بھی افراد تھے لیکن وہ ان سے منفرد نظر آ رہا تھا۔ تب وہ متعجب لہجے میں بولا۔

”کیا کہا تم نے روزال..... کون ہے وہ؟“

”آہ مسٹر آسرا تم نے اسے دیکھا۔ روشنی والے کی قسم دیکھو اسے اس کے آس پاس لگا ہوں ڈالو..... انسانوں کے اس عظیم الشان گردہ میں تمہیں ایک بھی اس جیسا نہیں نظر آئے گا۔ میں نے اس شیر کی غلامی میں نہ جانے کتنے چاند سورج گزارے ہیں۔“

”وہ میان لائی ہے.....“ آسرا نے پوچھا۔

”میرا مالک میرا آقا.....“

”لیکن یہ بہتی لایہ ہے اور تم کہتے تھے کہ وہ.....“ آسرا رک گیا۔ اس نے زبردان کو اپنے عقب میں محسوس کر لیا تھا۔ زبردان نے روزال کے الفاظ تو نہیں سنے تھے لیکن آسرا کے الفاظ سن لئے تھے اور اب اس کا چہرہ بھسوکا نظر آ رہا تھا وہ دونوں کو مشکوک نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ پھر وہ سرسراتی آواز میں بولی۔

”آپ نے کچھ عجیب سے الفاظ کہے ہیں انکل.....“

”آقا زادی..... زبردان..... ادھر دیکھو وہ سامنے دیکھو..... وہ میرا سردار میرا آقا میان لائی وہ میان لائی ہے وہ میرا مالک ہے آقا زادی۔“ غلام روزال رونے لگا۔

زبردان دور کھڑے شخص کو دیکھنے لگی۔ اب باقی افراد بھی قریب آ گئے تھے سب نے روزال کی بات سن لی تھی۔ لیزا نے تعجب سے کہا۔ ”لیکن یہ تو بہتی لایہ ہے وہ یہاں کیسے۔“

”روشنی والا ہی جانتا ہے۔“ روزال نے کہا۔

”اور..... وہ بوڑھی عورت کیا وہ میری ماں شہزادان ہے۔“ زبردان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

”نہیں وہ..... وہ آہ اس کے قریب بیہوش کھڑا ہے میں نے اسے جوان دیکھا تھا۔ وہ اورت شہزادان نہیں ہے۔ آقا زادی میرا امتحان نہ لے۔“ میرے ساتھ چل.....“ روزال نے کہا۔

”نہیں روزال تم یہاں رکو۔“

”کیوں؟“

”میں تمہاں کے پاس جاؤں گی۔“

”وہ تجھے نہیں پہچانے گا۔ اس نے تو تجھے نگاہ بھر کر دیکھا بھی نہیں تھا۔“

”تم یہاں رکو روزال تمہیں دی کرنا ہے جو میں نے کہا ہے۔“ زبردان نے سخت لہجے میں کہا اور ان لوگوں کی طرف چل پڑی جو ان تمام باتوں سے ناواقف کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ وہ تو لایہ میں اجنبی تھے بھٹکتے ہوئے یہاں آ گئے تھے اور افزا تفری کے شکار اس بہتی میں کسی نے ان سے نہیں پوچھا تھا کہ وہ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ یہاں انہیں خوراک بھی مل گئی تھی اور آسمان کے نیچے پناہ بھی۔ کیونکہ بہت سے ایسے تھے جن کے کوئے گمراہیوں میں تھے اور پانی کے لہریں میں بہہ گئے تھے میان نے یہاں کے رہنے والوں سے جو کچھ کہا تھا وہ بہت عجیب اور پٹان کن تھا۔ اسے ساری باتیں پتہ چل گئی تھیں زیرک تھا سرداری کرچکا تھا اس نے بیہوش کیا۔

”ان کی باتوں سے میرا یقین پختہ ہو جاتا ہے بیہوش بابا..... یہاں ضرور پھاڑ پار کے لوگوں نے قبضہ جمایا ہے۔ اور صدیوں سے بزرگ کہتے آ رہے ہیں کہ اپنی سرحدوں سے چوکس ہو۔ پھاڑ پار کے لوگ ادھر آکر آباد ہو گئے تو تمہاری اپنی حیثیت ختم ہو جائے گی۔ تم بس غلاموں کی زندگی گزارو گے اور بیہوش بابا مجھے لگتا ہے یہ جو تباہی یہاں پھیلی ہے اس کی وجہ یقیناً پھاڑ پار کے لوگ ہیں۔“

پھر بعد کے واقعات رونما ہوئے کسی الاوتھیہ نے لایہ کے سردار زرتوش کو غیرت دلائی اور بے الفاظ کے جو پھاڑ والوں کے لئے بیجان خیر تھے اور جیسے آتش فشاں سے لاوا پھٹ گیا۔ جو کچھ بچا گیا وہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا لیکن برا تعجب تھا ابھی تک یہ ساری داستان اس کی سمجھ میں نہ آئی تھی۔ اور وہ جگہ جگہ سے معلومات حاصل کر رہا تھا۔ اس وقت بھی ایسے ہی اپنی جگہ کھڑا تھا کہ واقعات کو دیکھ رہا تھا جو انوکھے انداز میں رونما ہو رہے تھے لیکن وہ لڑکی جو اس کے پاس تھا اسے دیکھ کر میان لائی کے دل کو نجانے کیوں دھکا سا لگا تھا۔ ایک ایسا انوکھا اور عجیب چہرہ تھا جس نے اسے چند لمحوں کے لئے سخت متعجب کر دیا تھا۔ اس چہرے میں یقیناً کوئی ایسی بات تھی جو میان لائی کے وجود کو جھجھوڑنے کا باعث بن گئی۔ لڑکی عجیب سے انداز میں اس کے سامنے آنکھڑی

ہوئی تھی اور اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔ لیکن اس کے چہرے کی بناوٹ اس کی آنکھوں پر انداز اور اس کے بدن سے اٹھتی ہوئی خوشبو میان لائی کے دل کے گوشوں کو کیوں تجھوڑ رہی ہے وہ سوچتا رہا..... تب ہی لڑکی کی آواز ابھری.....

”تم میان لائی ہو باغ؟“ میان لائی کے ساتھ ساتھ ہی ہندان، ہیان اور دوسرے لوگ بھی ششدر رہ گئے تھے عقابوں کے مسکن سے اتنی دور کہ وہاں کے کسی شخص کا یہاں تصور بھی نہیں کیا جاسکے..... ایک لڑکی اسے میان لائی کہہ کر مخاطب کر رہی تھی۔ دوسروں کے بولنے سے قبل میان لائی نے ششدر لہجے میں کہا۔ ”مگر تم کون ہو.....؟“

”کیا تم میان لائی ہو باغ.....“ لڑکی کی آوازیں طوفانوں جیسی لرزش تھی۔

”ہاں میں میان لائی ہوں..... لیکن تو..... تو کون ہے بیٹی مجھے بتا تو کون ہے.....“ میان لائی شدید ہیان بھرے لہجے میں بولا اور لڑکی کے چہرے پر عجب سے تاثرات پھیل گئے اس کی آنکھوں میں ایک دم نمی کا بادل ابھر آیا تھا اور خوبصورت آنکھوں کا رنگ گلابی ہو گیا تھا۔ اس کے ہونٹ پہنچ گئے تھے دانت ایک دوسرے پر جم گئے تھے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ شدت سے اپنے جذبات کو روکنے کی کوشش کر رہی ہو۔ میان لائی بھی ماحول کو بھول گیا تھا۔ تب لڑکی نے بھیجی بھیجی آوازیں کہا۔ ”مجھے شناخت کرو.....“

”م میں..... تجھے نہیں جانتا..... میں تجھے نہیں جانتا بیٹی روشنی والے کے لئے مجھے بتا کہ تو کون ہے۔“

”نہیں باغ مجھے شناخت کرو مجھے بتاؤ کہ میں کون ہوں.....؟“ لڑکی کی آوازیں ایک ایسی شدت تھی ایک ایسا جنون تھا کہ وہاں کھڑے لوگ کانپ کر رہ گئے۔ وہ اپنی آواز کو باری تھی۔ لیکن اس کی آوازیں ہزاروں کرناک چیخیں پناں تھیں۔

”بتاؤ میں کون ہوں“ مجھے شناخت کرو باغ مجھے شناخت کرو کون ہوں میں۔“ وہ ایک قدم آگے بڑھ کر میان لائی کے قریب پہنچ گئی اور اس نے میان لائی کے سینے کا لباس اپنی مٹیوں میں بھینچ لیا اور اس شدید لہجے میں بولی۔

”بتاؤ باغ دیکھو مجھے غور سے دیکھو بتاؤ میں کون ہوں اگر تم مجھے نہیں بتاؤ گے..... تو..... تو میں تمہیں کبھی نہیں بتاؤں گی کہ میں کون ہوں سب مجھے بتاؤ کون ہوں میں؟“ ”آہ میرا دل..... میرا دل تیری طرف کھینچتا ہے تیرے نقوش میں مجھے..... تیرے نقوش میں مجھے اپنا ماضی یاد آتا ہے۔ تیرے نقوش میں شہ بدان نظر آتی ہے، شہ بدان کی بیٹی ہے تو کیا..... بول کیا تو شہ بدان کی بیٹی ہے، فوہا ہے تیرا نام..... مجھے بتا لڑکی، تجھے روشنی والے کی قسم مجھے بتا تو کون ہے، سمنانہ ہے کیا غلمانہ ہے یا شیرا ہے؟“

”نہیں نہ میں فوہا ہوں نہ سمنانہ اور نہ غلمانہ ہوں اور نہ شیرا ہے.....“

”پھر..... پھر کون ہے تو دیکھ مجھے بتا دے دیکھ بتا دے مجھے میں تیرے قدم چھوٹا ہوں بیٹی میں سردار تھا عقابوں کا سردار..... زندگی بھر میرے پاؤں چھوئے گئے ہیں لیکن میں تیرے پاؤں چھوٹا ہوں“ مجھے بتا دے کون ہے تو آہ میرے وجود میں یہ زلزلہ کیوں پیدا ہو گیا ہے۔ بلا ہیان ہندان کون ہے یہ کون ہے بتا دے بیٹی“ مجھے بتا دے۔ ”میان جج جج زردان کے قدموں میں بیٹھ گیا

زردان ایک دم پیچھے ہٹ گئی۔

”میں..... میں..... میں.....“ لیکن ابھی وہ اتنا ہی کہہ پائی تھی کہ روزال دیوانوں کی طرح دوڑتا ہوا وہاں پہنچ گیا۔ اپنے آقا کو بیٹی کے قدموں پر جھکے دیکھ کر اس کے ضبط کے بند ہٹ گئے تھے۔ وہ برق رفتاری سے وہاں پہنچا اور اس نے میان کے شانے پکڑ کر اسے اوپر اٹھاتے ہوئے کہا.....

”نہیں میرے آقا روزال خود کشی کر لے گا انہی پتھروں پر سرخ کر مجائے گا اگر تم نے اپنے ذن کے پاؤں چھوئے اگر تم نے اپنی بیٹی کو اس طرح مخاطب کیا تو غلام روزال کے لئے زندگی کا کوئی راستہ نہیں رہے گا۔“ میان دیوانوں کی طرح پلٹا اس نے اس شخص کو دیکھا اور اس کے چہرے پر ایک بار پھر شدید حیرت کے آثار نظر آنے لگے۔ اس دوران ’آسٹریا‘، ’ڈ‘، ’فلش‘ اور ’اشیا‘ وغیرہ بھی وہاں پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے اس معاملے میں کوئی مداخلت نہیں کی اور تماشائیوں کی مانند کھڑے رہے۔ یہ عقیم ڈرامہ ہو رہا تھا جس سے ہر شخص بری طرح متاثر تھا، سب کے جسم میں فزغری طاری تھی۔ لیکن انہوں نے اس ڈرامے میں کوئی کردار ادا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ میان روزال کو دیکھتا رہا پھر اس کے منہ سے آہستہ سے نکلا..... ”غلام روزال.....؟“

”تیرے قدموں کی خاک میرے مالک“ تیرے قدموں کی زمین..... ”روزال نے اپنا سر ہٹا کر میان لائی کے ہاتھ کو آنکھوں سے گڑتے ہوئے کہا۔

”تو زندہ ہے روزال..... کہاں جا چھپا تھا تو کہاں چلا گیا تھا تو..... اور..... اور..... لڑکی.....؟“

”تیری اولاد ہے“ میرے مالک تیرا غلام تیری حکم عدولی کا مرتکب ہوا ہے وہ کتے کی موت رنے کے لئے تیار ہے یہ تیری پانچویں بیٹی ہے شہ بدان کی بیٹی وہ بچی جسے میرے حوالے کر کے تو نے کہا تھا اسے کہیں زندہ دفن کر آؤ“ میرے مالک میرے آقا میں نے تیرے حکم کی تعمیل کرنے کی ارشش کی، لیکن اس کی معصوم آنکھوں میں زندگی چمک رہی تھی۔ میں نے میرے مالک میں نے نئی حکم عدولی کی، میں نے سوچا کہ اسے تنہا ہی ہلاک کر دیتا غلام روزال کی زندگی کے لئے لعنت ہے کیا سوچنے کی یہ معصوم بچی کہ لوگ کتنے سنگدل ہوتے ہیں میرے مالک میں اسے لے کر دریا میں ڈال گیا۔ میں نے اس کے ساتھ خود کو بھی ہلاک کر دینے کا فیصلہ کیا تھا لیکن کچھ لوگ کچھ اجنبی لوگ ان کا تعلق پہاڑ پار کے لوگوں سے تھا اس دریا میں ایک کشتی پر سفر کر رہے تھے انہوں نے ہم دونوں نکال لیا۔ میرے مالک وہ بہت اچھے لوگ تھے انہوں نے صرف انسان کی قدر کی، انسانی بنیادوں پر..... ہمیں اپنے ساتھ اپنے وطن لے گئے، پہاڑ پار لے گئے وہ لوگ اپنی دنیا میں جو اتنی انوکھی ہے مگر اگر تو اس کے بارے میں سن لے تو تیرا دماغ ان باتوں کو قبول نہ کرے، وہاں انہوں نے ہندان کو پروان چڑھایا لیکن وہ نیک نفس لوگ زردان سے اس کی حیثیت نہیں چھیننا چاہتے تھے بولنے نے زردان کو بتایا کہ وہ شہ بدان کی بیٹی ہے اور اس کے باپ کا نام میان لائی ہے انہوں نے سہ بتایا کہ وہ پہاڑوں کی رہنے والی ہے اور جب وہ جوان ہو جائے گی تو یہ لوگ اسے پہاڑوں میں گھراؤں میں لے آئیں گے اور میرے مالک زردان کو ہم نے پہاڑ کے اس طرف کے انسانوں کی حیثیت سے

پرورش کیا۔ میں نے اسے اس کی زبان سکھائی اور اسے ان پہاڑوں کے بارے میں سب کچھ بتایا اور اب ہم اسے اس کی سرزمین پر چھوڑنے آئے تھے میرے مالک..... یہ تیری بیٹی ہے۔ تیری زبدان۔“ غلام روزال نے کہا اور میان کا پورا بدن تھر تھرا رہا۔

تمام لوگ حیرت سے لگک تھے۔ یہ انوکھا لپ تھا جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ میان لائی نے ایک بار پھر روزال کو دیکھا پھر گردن گھما کر زبدان کو..... وہ اسی طرح پھرائی ہوئی کھڑی تھی۔ میان لائی آگے بڑھا اور اس بار چچ اس نے جبکہ کر زبدان کے پاؤں پکڑ لئے۔

”تیرا سر میرے سینے پر ہونا چاہئے تھا بیٹی، لیکن نہ تو میں تجھے بیٹی کہنے کا حقدار ہوں اور نای باپ کی حیثیت سے تیرا سراپنے سینے سے لگانے کا حقدار..... میں تو تیرا مجرم ہوں تیرا قاتل ہوں اور..... اور اس قاتل کو حق نہیں پہنچتا کہ تجھے بیٹی کہہ کر سینے سے لگائے گیا تو اپنے قاتل باپ کو معاف کر سکتی ہے بیٹی بول کیا تو ایک قاتل کو معاف کر سکتی ہے تیری زبان سے نکلے ہوئے چند الفاظ مجھے زندگی دے دیں گے میں نے اپنے گناہوں کی بہت سزائیں بھگتی ہیں بیٹی میں نے اپنے گناہوں کی بہت سزائیں پائی ہیں۔ میں نے.....“ میان لائی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا..... روزال بے قرار ہو کر آگے بڑھا۔

”نہیں مالک شیر کی آنکھوں سے آنسو نہیں بہتے..... نہیں میرے آقا اگر تیری آنکھوں نے آنسو برسا دیئے تو پھر تیری شخصیت ان آنسوؤں میں بہہ جائے گی۔ زبدان اٹھ اپنا سراپنے باپ کے سینے سے لگا۔ میں تیرا تالیق ہوں میں نے تیری پرورش کی ہے میں نے تجھے ان پہاڑوں کی زبان سکھائی ہے، آج تک میں نے تجھ سے تیرے قدموں میں رہ کر بات کی ہے آج میں اپنی ان تمام کاوشوں کا حق مانگتے ہوئے تجھ سے کہتا ہوں کہ اٹھ..... اپنے باپ کو تعظیم دے یہ میان لائی ہے۔ میرا آقا میرا سردار، جس کی آنکھوں سے ہمیشہ شعلے نکلے ہیں آنسو نہیں.....“

زبدان بھی بے اختیار ہونگی تھی وہ دوڑ کر میان لائی سے لپٹ گئی اور آس پاس سے گزرنے والے اس منظر کو دیکھتے ہوئے گزر گئے۔ عام حالات میں یہ منظر ان کے لئے حیران کن ہوتا، لیکن ان دنوں یوں باعث حیرانی نہیں تھی کہ بیشتر لوگ اس طرح روتے دھوتے نظر آتے تھے جو حادثہ پیش آیا تھا اس نے ایسے بے شمار اہلے پیدا کر دیئے تھے تب ہی آسرنے آگے بڑھ کر کہا۔

”ایک ایسی مناسب جگہ چلا جائے زبدان جہاں تم لوگ آرام سے بیٹھ سکو۔ آؤ روزال آؤ..... میان لائی اور دوسرے افراد کو بھی اپنے ساتھ لے آؤ۔“

میان لائی اس قدر بے اختیار ہو رہا تھا کہ اس نے اس اجنبی کی مداخلت پر غور بھی نہیں کیا۔ وہ اپنی بیٹی کو سینے سے لگائے دوسرے تمام لوگوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

○.....○.....○

ان دونوں کے سوا شمران کا ہر دلو کوئی بھی نہیں تھا۔ یہی پہاڑ والوں کی ریت تھی۔ مبارک تھے اور جیتنے والا یہی سب کچھ ہوتا تھا جو بارہا تھا اول تو اس کی زندگی اسی لمحے ختم ہو جاتی تھی لیکن کوئی سر بھرا فاتح اگر مفتوح کو زندہ بھی چھوڑ دے تو یہ مفتوح کی تزیل ہوتی تھی اور اگر وہ حساس ہو تو وہ زندگی اس کے لئے موت سے بدتر ہوتی تھی۔ شمران ماہ لخت کا بیٹا تھا لیکن بس عجیب رشتہ تھا ان کا بچپن سے لے کر جوانی تک ایک بھی دن ساتھ نہیں گزرا تھا۔ سردار بننے کے بعد بھی

شمران نے ان لوگوں سے کسی الفت کا اظہار نہیں کیا تھا۔ لیکن خون کے رنگ ہی دوسرے ہوتے ہیں۔ اس وقت جو خون شمران کے بدن سے بہا تھا وہ شیر ماہ کا تھا ماہ لخت کا تھا وہ اسی خون میں ڈوبے ہوئے اپنے کوستے میں داخل ہوئے تھے شمران کے بدن کو اٹھائے ہوئے۔

عشمہ اور رانیہ کوستے میں موجود تھیں۔ شیر ماہ نے چیخ کر روتے ہوئے کہا..... ”رانیہ، عشمہ دوڑو..... آہ دوڑو..... ہمارا بچہ واپس آگیا ہے ہم اسے لے آئے ہیں جسے لعنتی لخت باغہ ہمیں دھوکہ دے کر لے گیا تھا۔ ارے جلدی کرو اس کے بدن سے ہٹا ہوا خون روکو ورنہ..... یہ مرجائے گا۔ عشمہ اپنے بچے کے بدن سے ہٹنے والے خون کو روکو۔“

دونوں عورتیں کستے میں رہ گئیں۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے شمران کو دیکھ رہی تھیں۔ پھر عشمہ کے حلق سے دلدوز چیخ نکلی اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئی۔

”رانیہ..... چراغ کا جلا ہوا تیل لے آؤ اس کے زخموں پر ڈالو ماہ لخت..... تو دوڑ..... وید سداغہ کو بلا کر لے آ..... اس سے کہنا اس کا دوست شیر ماہ مشکل میں ہے۔ ہلدی کر لے اور اگر وہ مبارک کے میدان میں ہو تو اسے وہاں تلاش کر لینا جہاں بھی ملے اسے لے کر آنا..... وہ بڑا دانا ہے۔“ ماہ لخت آنسو بہاتا ہوا نکل گیا تھا۔

چراغ کا جلا ہوا تیل خون روکنے میں تیر ہدف ہوتا ہے۔ زخموں سے بہنے والا خون رک گیا۔ لیکن جوانی کے جوش سے رگوں میں ٹھاٹھیں مارنے والے سمندر سے جتنی تیز رفتاری سے نزن بہا تھا اس نے شمران کا رنگ بدل دیا تھا۔ شیر ماہ تیل کی دھاریں بہاتا رہا۔ رانیہ نے بے ہوش عشمہ کو گھسیٹ کر بستر پر ڈالا..... ادھر ماہ لخت سداغہ کے پاس پہنچ گیا۔ جو شیر ماہ کا گہرا ہٹ تھا۔ ماہ لخت نے روتے ہوئے کہا۔

”میرے باپ نے تمہیں بلایا ہے باغہ..... ہمارے شمران کی حالت نازک ہے ہمیں ناری مدد درکار ہے۔“

”آہ کیا وہ زندہ ہے؟“ سداغہ نے پوچھا۔

”ہاں ابھی زندہ ہے چلو باغہ..... اسے دیکھ لو اسے بچا لو..... ہماری مدد.....“

سداغہ نے کچھ دیر سوچا پھر بولا۔ ”سردار فہانے کہا ہے اس کا علاج کرنے والے سے وہ نہیں کرے گی۔ اس لئے میں چلتا ہوں تم روکو..... میں کچھ سامان لے لوں.....“

سداغہ نے شیر ماہ کے کوستے میں داخل ہو کر شمران کو دیکھا پھر اس کے زخموں پر مرہم لگانے لگا۔ اس نے کہا۔ ”یہ جوان ہے اور غیر معمولی طاقت رکھتا ہے۔ ورنہ اسے مرنانا چاہئے تھا۔ پھر تم زخموں روکنے کا مناسب طریقہ استعمال کیا ہے اس لئے شاید وہ بچ جائے۔“

”اس پر محنت کرو سداغہ..... مجھے میری زندگی بھری دوستی کا صلہ دو..... ہمیں ہماری لخت کی سزا مل چکی ہے اب ہمیں جس طرح بھی ہو زندگی مل جائے ہم اس پر قناعت کریں۔“

”میں وہ سب کچھ کر رہا ہوں جو ممکن ہے لیکن شیر ماہ اس وقت تم خود کو سب سے بڑا دانا سمجھ

رہے تھے جب تم نے الخت بانہ سے یہ معاملت کی تھی میں تو تمہارا زندگی بھر کا دوست تھا۔
”آہ جب بیٹائی جاتی ہے تو اسی طرح جاتی ہے۔ ملعون الخت بانہ خود تو جنم رسید ہوا ہمارے لئے بھی جنم تیار کر گیا۔“

”سب کچھ بڑا تھا دیکھو روشنی والا کس طرح ہتھار کو حق دیتا ہے اور سرداری کی حق دار وہی تھیں جنہیں سرداری ملی ان سے یہ حق میان نے بھی چھینا تھا۔“

سداغ نے بت سے مشورے دیئے اور کہا کہ وہ صبح شام آئے گا جو کچھ وہ بتا رہا ہے کرتے رہیں۔ اس کے بعد وہ چلا گیا۔ عثمہ کو خود ہی ہوش آگیا تھا۔ اس نے شران کو دیکھ کر کہا۔
”یہ وہی ہے نا جسے میری گود سے چھین کر لے جایا گیا تھا۔ وہی ہے نا یہ..... کیا ملا تمہیں میری گود خالی کرنے کا صلہ..... بتاؤ گے مجھے خالوں..... اس حالت میں واپس لائے ہو اسے۔“

”عثمہ..... روشنی والے سے اس کے لئے دعا مانگو..... اس وقت ہم پر طعنہ زنی نہ کرو.....؟“ شیراہ بولا۔

”کیسا عجیب لگتا ہے مجھے اس کے لئے دعا مانگنا..... آہ کیسا ظلم کیا ہے تم نے مجھ پر..... یہ میری اولاد ہے۔ میری اکلوتی اولاد..... میری اکلوتی اولاد..... میں نے بیٹہ سے یاد کیا۔ میں چھپ چھپ کر اسے دیکھتی تھی۔ لوگ اسے پراکتے تھے تو میرا دل دکھتا تھا۔ مگر میں ایسی بد نصیب ماں ہوں جو لوگوں کو منع بھی نہیں کر سکتی تھی۔ یہ کچھ بھی نہ بننا میرا بیٹا رہتا..... مجھے ساری کائنات مل جاتی۔ تم سب ظالم ہو۔ روشنی والا تمہیں تمہارے ظلم کا صلہ دے۔“

اراسہ اپنی بیٹی سوماہ کے ساتھ آئی تو سوماہ نے کہا۔ ”تم سے زیادہ بد نصیب میں ہوں عثمہ..... یہ زندہ ہے۔ زندہ رہے گا۔ اب تم اسے پیار بھی کر سکو گی۔ اس کی خدمت بھی کر سکو گی مگر مجھے دیکھو میری بیٹی میرے پاس نہیں ہے۔ وہ مجھ سے نفرت کرتی رہے گی وہ کبھی مجھے نہ مل سکے گی۔ حالانکہ میرا قصور نہیں ہے۔ یہ قصور میرے باپ کے دل میں جاگا تھا۔ میں تو اس سے واقف بھی نہیں تھی۔“

نہ جانے کب شران کو ہوش آگیا تھا۔ سداغ کی جڑی بوٹیوں نے اس کے ذہن میں کر دیئے تھے۔ بس ایک سناٹا بااے اپنے وجود میں محسوس ہوتا تھا۔ اس کی سماعت درست تھی بصارت درست تھی خواہ اس بھی ٹھیک تھے۔ اس نے جہاں بہت کچھ سنا تھا سب کچھ سمجھا تھا وہ سب کچھ جو اسے معلوم نہ تھا پتہ بھی چلا تھا تو اس پر غور کرنے کا اسے موقع نہیں ملا تھا۔ لیکن اب بہت کچھ سمجھ میں آ رہا تھا۔ بہت کچھ سمجھ لیا تھا اس نے..... چنانچہ اس رات جب سب سو رہے تھے صرف عثمہ اس کے سر کو سینے سے لگائے خاموشی سے جاگ رہی تھی اس نے کہا۔

”اور تو میری ماں ہے..... سب اپنی اپنی کتے ہیں۔ الخت بانہ اس لئے بے قصور تھا کہ اس کے دل میں لالچ نے سرابھارا تھا وہ جھوٹے سردار کی سرداری چاہتا تھا، شیراہ اس لئے بے قصور ہے کہ اس نے الخت بانہ سے دوستی نبھائی اور اس کے کہنے پر عمل کیا۔ میرا باپ اس لئے بے قصور ہے کہ وہ اپنے باپ کے سامنے نہ بول سکتا تھا۔ مگر تو..... میری ماں ہے بے قصور تو

ہے جو بے بسی کا شکار ہوئی۔ ان تمام خالوں کے خلاف تو کچھ نہ کر سکی اور تجھے..... ایک راز کی بات بتاؤں ماں..... بے قصور میں بھی ہوں میان لائی نے مجھے ایک سرکش گھوڑے کی طرح پروان چڑھایا تاکہ میں ایک مضبوط سردار بن سکوں۔ مگر یہ سچ ہے کہ نہ وہ نہ سوماہ مجھے وہ بہت دے سکے جو انسان کو انسان بناتی ہے میں نے کبھی انسان بن کر سوچا ہی نہیں..... دوسری راز کی بات تجھے اور بتاؤں؟“

”تو..... تو بول سکتا ہے شران..... تو ٹھیک ہے میرے لعل.....“ عثمہ حسرت سے بولی۔

”ہاں میں ٹھیک ہوں اور تو اطمینان رکھ میں زندہ رہوں گا۔ میں تیرے لئے زندہ رہوں گا جانتی ہے کیوں؟“

”تو میرے لئے جی شران..... بس تو میرے لئے زندہ رہ..... میں اپنی باقی زندگی تیری خدمت کر کے گزار دوں گی۔ میں تیری پرورش دہیں سے شروع کروں گی میری آنکھوں کے نور..... جہاں سے تجھے مجھ سے چھین لیا گیا تھا۔ اس وقت بھی تو جھولے میں لیٹا رہتا تھا۔ نہ اپنے آپ کھا سکتا تھا نہ پی سکتا تھا۔ میں تجھے دہیں سے شروع کروں گی شران.....“ عثمہ انا بھرے لمحے میں بولی۔

”میں تجھے دوسری راز کی بات بتا رہا تھا۔“ شران نے کہا۔

”بول مجھے بتا.....“ عثمہ نے اس کی پیشانی چوم کر کہا۔

”اس شرمناک شکست کے بعد میری سب سے بڑی آرزو تھی کہ میں مراؤں میں جیتا نہیں چاہتا تھا لیکن.....“

”لیکن کیا میرے بچے.....“

”تیرا لعل..... تیرے وجود کی مک نے اپنے بارے میں کہے ہوئے تیرے الفاظ نے مجھے احساس دلایا کہ اس کائنات کی سب سے عظیم لذت سے محروم رہا ہوں میں۔ وہ لذت ماں کا لعل ہے۔ ماں کا پیار ہے۔ تیرتی آغوش سے نکل کر مجھے سوماہ کی گود میں ڈال دیا گیا تھا۔ وہ اجنبی بول تھی جہاں میرے لئے کچھ نہ تھا لیکن تو.....“

”ہاں میں تیری ماں ہوں شران..... میں تیرے لئے سب کچھ کروں گی۔ میں اس وحشی لڑکی کو خاک کر دوں گی جس نے تجھے اس حال کو پہنچایا ہے تو دیکھے گا کہ جب ایک ماں اپنے بچے کا انتقام لیتی ہے تو اس سے زیادہ طاقتور کوئی نہیں ہوتا۔“

”نہیں ماں..... شران کی وحشت ماں کی آغوش کا لعل پا کر مر چکی ہے اب مجھے یقین نہیں ہے اور ماں..... ذرا غور کر..... کیسی عظیم ماں کی اولاد ہیں وہ تمام لڑکیاں جس نے ٹھہر کے ظلم کے باوجود ان لڑکیوں کو اتنا عظیم جگمگو بنایا۔ کتنی محبت کی ہوگی اس نے ماں کا بچہ کتنا ہوں تیرے لمحات کے بعد مجھ پر اس کی بہت طاری ہو گئی تھی۔ میں نے زندگی میں زیادہ جگ تو نہیں کی لیکن جن جوان مردوں سے میرا واسطہ پڑا وہ اس لڑکی کے مقابلے میں اس کے تلووں کی خاک بھی دیتے۔“

”تو اس کی تعریف کر رہا ہے شران جس نے تجھے اس حال کو پہنچایا۔“

زر خرید ہیں۔“

”تم میرے دوست ہو۔“ شران تعجب سے بولا۔
”پھر یاد آگیا تھے۔“ لاگا طرے سے بولا۔

”کیا.....؟“

”یہی کہ ہم تیرے دوست ہیں۔“

”کیا..... کیا میں بھول گیا تھا۔“ شران نے کہا۔

”فوبانے تیرے ہاتھ پاؤں کاٹ کر تجھے چھوڑ دیا۔ اسے ایک ضرب تیرے سر پر لگانی چاہی تھی۔ کیونکہ تیری کھوپڑی ابھی سازش کر سکتی ہے۔“
”آہ کاش..... میں تیری باتیں سمجھ سکتا۔“

”تو نے بڑی معصومیت سے ہمیں دوست کہہ دیا ہے۔ وہ الفاظ دہرا رہا ہے جو سردار بن کر بھول گیا تھا۔ صرف اس لئے کہ اب تو ایک بے بس چوہا ہے۔ سن شران، اگر تو سمجھتا ہے کہ ہم دوستی کا جذبہ لے کر تیری عیادت کو آئے ہیں تو بے وقوف ہے تو..... ہم تو آج ایک بارے ہوئے ایاج شخص کے دل پر چرکے لگانے آئے ہیں۔ ہم تجھ سے انتقام لینے آئے ہیں کیونکہ اب تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔“

”کیوں..... مگر کیوں؟“ شران کرب سے بولا۔

”ہم نے جو کچھ کیا شران وہ صرف دوستی کے لئے کیا تھا۔ ماضی پر نگاہ ڈال، ہم تیرے ہر جرم میں شریک رہے نہ صرف شریک رہے بلکہ ہر عمل میں تیرے شوالے بنے رہے۔ تیرے لئے تجھ سے آگے بڑھ کر کام کیا۔ ہم خود تیرے سردار بننے کے خواہش مند تھے۔ صرف اس لئے کہ ہم ہزار کے دوست ہوں گے۔ تو نے عقابوں کی سرداری حاصل کی اور تیری آنکھیں بدل گئیں۔“

”آنکھیں بدل گئیں؟“

”معصومیت کے اظہار کے سوا اب تیرے پاس کیا رہ گیا ہے اب تو تجھے وہ الفاظ بھی یاد نہ رہے ہوں گے جن میں تو نے ہمیں اپنے لئے بے مقصد اور ناکارہ قرار دیا تھا۔ ہماری اہمیت تیری آنکھیں ختم ہو گئی تھی۔ تو نے ہمیں اپنے خلاف سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔“

”آہ..... کیا ایسے لمحات بھی آئے تھے جب تو نے میرے خلاف بھی کچھ سوچا۔“

”معدور شخص اگر ہم تیرے خلاف نہ سوچتے تو آج تو اس حال کو نہ پہنچتا۔ کرشنا کے جوان نے بہترین مددگار ہوتے۔“

”ہاں مجھے ان کی ضرورت تھی۔ وہ واقعی کام کے لوگ تھے..... لیکن وہ چلے کیوں گئے؟“

”میں نے انہیں واپس بھگا دیا تھا وہ خود نہیں گئے۔“

”کیا.....؟“ شران اچھل پڑا۔

”ہاں..... وہ میری ہدایت پر واپس کرشنا چلے گئے۔“

”مگر کیوں؟“

”ناکہ تیرے زوال میں آسانی ہو۔ ناکہ تو اپنے مددگاروں سے محروم ہو جائے۔“

”آہ..... یہ نہیں سوچا تھا میں نے..... یہ بالکل نہیں سوچا تھا۔“

”اس نے مجھے زندہ رکھ کر تجھ پر اور مجھ پر احسان بھی تو کیا ہے۔ میری ماں اور مجھے اس حال میں پہنچا کر احسان عظیم.....“ شران نے کہا۔
”وہ کیسے؟“

”اگر وہ مجھے قتل کر دیتی تو میں زندگی کی اس نعمت سے محروم ہی مر جاتا جسے ماں کہتے ہیں۔ اگر وہ مجھے معذور نہ کرتی تو میں اس کی قید میں رہ کر قید خانے سے فرار اور اس سے انتقام کے منصوبے پر غور کرتا۔ تیری طرف میری توجہ بھی نہ جاتی۔ نہ ہی ماں تو مجھے اس عالم میں یہاں لاتی..... اور میں تجھے پاتا۔“

”تیری باتیں میری سمجھ میں نہیں آری۔ لیکن تیری آواز میرے کانوں میں رس گھول رہی ہے تو جو کچھ کہہ رہا ہے ٹھیک کہہ رہا ہو گا آہ میرے بچے تو بس زندہ رہ۔“
”جب مجھے صحت مل جائے گی اور میرے زخم ٹھیک ہو جائیں گے تو جانتی ہے ماں میں سب سے پہلا کام کیا کروں گا۔“

”کیا؟“

”میں غنی سردار کو مبارک باد دینے جاؤں گا۔“

عشمد اسے پیار بھری نظروں سے دیکھنے لگی۔

کئی روز بعد سدائے شران کے زخم دیکھے اور کہا۔ ”شران خطرے سے نکل چکا ہے اس کے زخم ناقابل یقین تیزی سے بھر رہے ہیں۔“

لوگوں کے لئے اس کی زندگی عجوبہ بھی تھی بہت سے لوگ عیادت کو آتے تھے شران کے بارے میں وہ طے جے جذبات رکھتے تھے۔ لیکن ایک دن جو افراد شران کی عیادت کو آئے ان کا نام سن کر شران کے جڑے پہنچ گئے تھے۔ ماہ لٹ نے اطلاع دی۔ ”لاگا اور اس کے چند دوست تم سے ملنا چاہتے ہیں شران.....!“ شران چند لمحات خاموش رہا..... پھر اس نے کہا۔

”ہاں انہیں میرے پاس پہنچا دو.....“

لاگا کے ساتھ اس کے دوسرے دوست بھی تھے یہ سب وہ تھے جن کے ساتھ شران نے ہوشمندی کی ابتداء کی تھی۔ وہ سب شران کے سامنے آگئے۔ شران انہیں دیکھ کر پچھلے انداز میں مسکرایا تھا۔ لاگانے اسے بغور دیکھ کر کہا۔ ”حادثے مسکراہٹ واپس لے آتے ہیں۔ تو نے تو ہمارے سامنے مسکرا تا بھی چھوڑ دیا تھا شران۔“

”میں نہیں سمجھا لاگا..... تو کیا کہنا چاہتا ہے۔“ شران نے کہا.....

”سردار زادہ تھا حکمرانی کرتا تھا مگر دوستوں پر نہیں، سردار بنا دوستوں کو بھی چھوڑ دیا۔ اب جب کچھ نہیں ہے بلکہ پورا آدمی بھی نہیں ہے تو تجھے کیسا لگتا ہے۔“

شران نے کچھ لمحے اس کے الفاظ سمجھنے میں گزارے پھر بولا۔ ”یوں لگتا ہے جیسے تو مجھ سے خفا ہے لاگا..... جب میں فوبا کے سامنے بے بس ہو گیا تھا اور میں نے تجھے پکارا تھا تب بھی تو آگے نہیں بڑھا۔ جب اس نے کہا کہ کوئی مجھے اٹھانا چاہے، مجھے زندہ رکھنا چاہے تو اٹھا سکتا ہے۔ میرا خیال تھا کہ وہ تو ہو گا جو دوڑ کر مجھے اٹھائے گا..... لیکن.....“

”خوب..... میں اور یہ لوگ۔“ لاگانے دوسرے دوستوں کی طرف اشارہ کیا۔ ”کیا تیرے“

تھا جس کی سرداری واپس میان کو دے دیتا، اس کے قدموں پر گر کر معافی مانگ لیتا، یہ میں اب کہہ رہا ہوں، جب سردار نہیں ہوں۔ لیکن شاید میرے ذہنی طور پر الجھے ہونے کی وجہ، اور تم لوگوں پر وجہ نہ دیتا بلکہ اس طرح الجھتا کہ تمہیں بُرا بھلا تک کہہ بیٹھوں اس احساس کا رد عمل بھی تھا اور دوسری بات میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں نے تمہیں ہمیشہ اپنی ملکیت سمجھا۔ اپنا وہ ہاتھ جو صرف اپنی خواہش سے جنبش کرتا ہے۔ خیر تمہارے الفاظ کے مطابق ایک معذور اور بے بس شخص کو یہ بات نہیں کرنی چاہئیں کیونکہ کوئی ان میں سچائی نہیں محسوس کر سکتا، لیکن میں تمہیں شاید اپنی ذہنی الجھن بتا چکا ہوں، یہ نہیں کہتا کہ تم اس پر یقین کرلو..... میں اندر سے خوش نہیں تھا۔ تم سے معافی مانگتا بے سود ہے۔ اگر اس کے ساتھ ساتھ تم کچھ اور بھی اپنے دل میں رکھتے ہو تو اعتراف کرتا ہوں کہ میں تمہارے انتقام کی شدت سے نہیں بچ سکوں گا اور شاید کوئی اور میری مدافعت بھی نہ کر سکے۔ لاگاج بتاؤں سرداری کھو کر مجھے بُرا نہیں لگ رہا ہے میرے دوست، ایک ایسی نئی چیز حاصل ہو گئی ہے مجھے جو میرے لئے بے حد دلکش ہے۔ زندگی میں ہر قسم کے معیشتاں مجھے مل چکی ہیں، سرداری کی خواہش بے شک تھی دل میں اور خاص طور پر عقابوں کی سرداری کی خواہش۔ لیکن اس میں زیادہ لطف نہیں آیا۔ فوبانے مجھ پر مکمل برتری حاصل کی ہے انکار نہیں کر سکتا کہ میان لائی کی بیٹی جنگ و جدل میں بے مثال ہے مجھی یہ تصور نہ کرنا کہ اس سے مبارزہ طلب کر..... نہ جیت پاؤ گے۔ اس لڑکی نے مجھ پر ایک بڑا احسان کیا ہے معذور ہونے کے بعد جب شرماء اور ماہ نخت مجھے اٹھا کر لائے اور مجھے ہوش کے کچھ لمحات نصیب ہوئے تو میں نے پہلی بات یہ سوچی کہ کچھ لوگ اپنی زندگی کے لئے خطرہ مول لے کر آئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو لاگاج اور برے ساتھی نہیں ہیں، یہ تو میری ملکیت تھے۔ ان اجنبی لوگوں کے درمیان جن کی مجھ سے نام نہاد شہزاداری بتائی گئی تھی۔ میں نے بڑا عجیب محسوس کیا۔ پھر ایک عورت ملی جس کا نام عشرہ ہے، اور اس کی آنکھوں میں ٹھہرے ہوئے سمندر نے مجھے اس طرح غسل دیا ہے کہ میری تمام ذہنی اہانت دور ہو گئی۔ آہ لاگاج بڑی عجیب چیز ہوتی ہے یہ ہاں دنیا کے ہر لالچ سے بے نیاز ہو کر اولاد سے بات کرتی ہے اسے چاہتی ہے بڑی عجیب چاہت ہوتی ہے۔ یہ بڑی دلکش، بے حد انوکھی..... میں نے اسے خوش ہوں لاگاج اور مجھے یہ زندگی بڑی اچھی لگ رہی ہے۔ لاگاج جو زیادتیوں میں نے تیرے اٹھ کی ہیں ان کا کوئی ازالہ چاہتا ہے، مجھ سے.....؟“

لاگاج کے ہونٹوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے کہا۔ ”جب تو سلامت تھا جب اقتدار نے پاس تھا، جب تو مجھے کچھ دے سکتا تھا اس وقت تو نے دینے سے گریز کیا اب اے معذور تو مجھے کیا دے سکتا ہے؟“

”ایک مشورہ۔“ شران نے مسکراتے ہوئے کہا..... ”ہو سکتا ہے وہ بات تیرے ذہن سے اٹھ جائے، آئی ہو، مجھ سے بھی سن لے تیرے لئے میرے دل نے ایک بات سوچی ہے لاگاج..... تو غلط سے ایک مکمل اور ذہین نوجوان ہے۔ یہاں عقابوں کے ممکن میں مجھے کچھ نہیں ملے گا۔ تجربہ یہی کہتا ہے۔ لیکن اگر تو کر شانہ چلا جائے تو کر شانہ کے لوگوں کے بارے میں تجھے علم ہے، وہ تمہارے بڑے عقیدت مند ہیں معصوم اور سادہ لوح لوگ بڑی خوشدلی سے تجھے اپنا سردار مقرر کریں گے۔ وہ ایک لمحے میں تجھے اپنا سردار مان لیں گے۔ تو ان سے کہہ سکتا ہے کہ عقابوں

”تو نے شاید کبھی ہمیں وہ مقام نہیں دیا جس کے ہم حقدار تھے۔ تو نے ہماری ساری خدمات بھلا دیں شران، ہمیں سخت دست کرنے کے سوا تیرے پاس ہمارے لئے کچھ بھی نہ رہا اس کے بعد کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ ہم تیری غلامی ہی کرتے رہتے، دوست غلام نہیں ہوتے شران، دوستی بڑی مشکل سے حاصل ہوتی ہے اور جو شخص دوستوں کو کھو دیتے ہیں وہ کبھی خوشحال زندگی بسر نہیں کر سکتے، ہم نے تیرے لئے ہر کام کیا اور سردار بننے کے بعد تو یہ سب کچھ بھول گیا۔ بول کیا مقام دیا تھا تو نے ہمیں سرداری حاصل کرنے کے بعد.....؟“

شران سوچ میں ڈوب گیا، کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا..... ”اصل میں ان وجوہات پر غور کر رہا ہوں میں جن کے تحت میں اپنی ذہنی حالتوں پر قابو پانے میں ناکام رہا تھا۔ بہر حال میں نے اس انداز میں نہیں سوچا تھا دوستو جس انداز میں تم سوچ رہے ہو۔ لیکن اب میں محسوس کرتا ہوں کہ تمہارا سوچنا مجھ سے بہتر ہے۔ ہاں میں اعتراف کرتا ہوں کہ میں تم پر غور ہی نہیں کر سکا تھا۔ اصل میں بعض اوقات انسان کچھ چیزوں کو اس طرح اپنی ملکیت سمجھ بیٹھتا ہے کہ وہ سوچنے کا صحیح انداز ہی اختیار نہیں کر سکتا۔ وہ تو بس یہ سوچتا ہے کہ یہ سب کچھ اس کا اپنا ہے اور کسی اپنی چیز کے بارے میں بھلا کیا سوچتا..... لیکن غلط تھا۔ یہ سب کچھ غلط تھا۔ میں اب بھی تمہیں اپنے آپ سے اتنا قریب سمجھتا ہوں کہ اپنے دل کی وہ بات جو شاید میں کسی کو نہیں بتا سکتا تھا، تمہیں بتانے سے گریز نہیں کرتا۔ دیکھو میرے دوستو انسان کی فطرت کیسا ہی ہوتی ہے اس کے وجود میں سرکشی چھپی ہے اور وہ اپنے آپ سے بہت دور نکل جاتا ہے لیکن حقیقت یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ سے بالکل دور نہیں جاتا بلکہ وہ اپنی ذات کی یاد کو دھوکا دیتا ہے، کچھ خواہشات کی تکمیل کے لئے کچھ آرزوئیں اس کے دل میں اتنی گہرائیوں میں اتر جاتی ہیں کہ وہ اطراف کے سارے مسائل بھول بیٹھتا ہے۔ میان نے مجھے اپنے سینے پر ہتھاکر پروان چڑھایا اس غلط فہمی میں کہ میں اس کی اولاد ہوں۔ بیشتر ایسے واقعات ہیں جن میں میان کے اندر باپ کی شفقت اور محبت طوفان بن کر جھلکتی ہے، سولازریوں کو ہی دیکھو لو، یہ تو بہت بعد کی بات ہے اس نے بے شک مجھے گرفتار کیا، لیکن سولازریوں کو اس لئے ہلاک کر دیا کہ کہیں وہ مجھ سے انتقام لینے کے بارے میں نہ سوچیں، بہت سے واقعات مجھے یاد آتے ہیں، ایک بار سوچ کی پھاڑیوں پر سانپ نکل آیا تھا، میں پتھروں سے سانپ پر نشانے لگا رہا تھا، سانپ میرے اتنے قریب پہنچ چکا تھا کہ میں اگر ذرا بھی جنبش کرتا تو وہ مجھے ڈس لیتا۔ میان کے لئے اس وقت کوئی ایسا چارہ کار نہیں تھا کہ وہ مجھے بچا سکتا، پھر جانتے ہو گیا ہوا..... وہ پشت کے بل سانپ پر گر پڑا۔ اگر سانپ کا پھن اس کی پشت کے نیچے نہ دب جاتا تو سانپ اسے ڈس لیتا۔ اس نے میرے لئے اپنی زندگی ختم کر دی تھی۔ دوستو میان کو شکست دے دی میں نے، بعد میں مجھے یہ علم ہو گیا کہ وہ میرا باپ نہیں تھا۔ لیکن سچ جانو وہ میرے ذہن میں ہمیشہ چبھتا رہا مجھے اس کی محبتیں یاد آتی رہیں، اور ایسا سردار بننے کے بعد ہوا تھا۔ نہجانے کہاں سے میرے اندر یہ ظرف پیدا ہو گیا تھا کہ میں اس پر غور کرنے لگا تھا۔ جب میں بالکل خفا ہوتا تو میان کے کوسے میں اس پھت پر نگاہیں دوڑاتا، جس کے نیچے میان کی محبتیں میرے لئے کشادہ تھیں تو میرے اندر کا وہ شخص جو نہ تو شران تھا اور نہ عقابوں کا سردار بلکہ وہ صرف ایک شخص تھا، مجھے ملامت کرتا تھا اور لاگاج شاید تو اس بات پر یقین نہ کرے کہ ممکن ہے آنے والے وقت میں، میں

ہے کہا کہ آقا یہ ہیں وہ لوگ جو اسے اور زربدان کو اپنے ساتھ باہر کی دنیا میں لے گئے تھے اور ہر کس طرح اس بچی کا نام زربدان رکھا گیا۔ لیزا نے کس طرح اسے اپنی آغوش میں پروان چڑھایا۔ آسٹرنے اسے کیا کیا آسانیاں فراہم کیں کہ وہ اپنی دنیا کو یاد رکھے۔

ان نیک دلوں نے میرے مالک زربدان کو تمہارے نام پر پروان چڑھایا۔ وہ پہاڑوں کی ایک بک چڑ سے واقف ہے اور بڑے عجیب واقعات ہوئے ہیں یہاں جانتے ہو کیا؟ روزال ہی تھا جس نے وہ ساری کہانی میان لائی کو سنائی۔ جس میں بیرونی دنیا کی الاوشیہ اور اس کے بعد اس کی بقیہ اہل شامل تھی، میان لائی نے افسوس سے آہ بھرتے ہوئے کہا۔

”اور میں جب خود پر غور کرتا ہوں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اپنی بے غیرت زندگی کو کس طرح تم لوگوں کے سامنے لاؤں۔ یہ تو بہت بڑے بڑے اور عظیم دل و دماغ کے لوگ ہیں جن کا تعلق بروائی اور انسانیت سے ہے اور ایک میں ہوں ایک ہارا با بے غیرت سردار جس نے طاقت کے زعم میں ہمیشہ اپنی غلط سوچوں کی غلامی کی۔ معافی مانگوں لی اگر زربدان سے تو کیا کہہ کر معافی مانگوں۔ بتاؤں بھی اپنے بارے میں تو کس طرح بتاؤں کہ ان کے بعد خود میرا جینے کو جی نہ چاہے۔ آہ زربدان میں وہ ہوں جس نے غلام روزال کو حکم دیا تھا کہ جا اس بچی کو ٹھکانے لگا آ..... مجھ سے بہتر تو یہ شخص تھا کہ اس نے انسانی اقدار کو مد نظر رکھا۔ یہ وہ شخص ہے جس نے کبھی میرے کسی حکم سے انحراف نہ کیا اور انحراف کیا تو اس حکم سے ان کی تعمیل اگر ہو جاتی تو یہ ضرب بھی میرے دل پر لگتی۔ روزال، غلام تھا تو میرا آج میں تجھے اپنا لکھتا ہوں، اس لئے نہیں کہ زربدان مجھے معاف کر دے اسے یہ تو جب ساری حقیقتیں سنے تو میرے قتل کے درپے ہو جائے گی اور اسے یہ حق حاصل ہے کہ اپنے مجرم باپ کو قتل کر لے۔“

زربدان نے سرخ آنکھوں سے میان لائی کو گھورتے ہوئے کہا..... ”میری ماں

ہاں ہے؟“ ”آہ ابھی نہ پوچھ زربدان، ابھی اس بارے میں نہ پوچھ، محبت کا ایک لمس تو حاصل کر لینے مجھے اس کے بعد تیرے دل میں میرے لئے نفرتوں کے سوا اور کچھ نہ ہو گا۔ زربدان محبت کے انعام تو دے دے مجھے بہت غریب ہوں میرے اپنے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔“

”میری ماں کہاں ہے میان لائی، میری ماں کہاں ہے؟“ میان لائی نے غمزدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھا پھر کہا۔ ”تو سن چار بیٹیاں پیدا ہو چکی تھیں۔ ہاں تو پانچویں تھی اور مجھے شہ بدان سے نفرت تھی کہ وہ عقابوں کی سرداری کے لئے مجھے بیٹا بنائے سکتی۔ تو ایک سمت میں نے تجھے موت کے گھاٹ اتارنے کی ذمہ داری غلام روزال کو سونپ دی۔ اور اس کے بعد میں نے شہ بدان کو اس کی بیٹیوں کے ساتھ عقابوں کے مسکن سے نکال دیا۔ مائے سوماہ سے شادی کی جس نے وعدہ کیا تھا کہ وہ مجھے عقابوں کے لئے سردار دے گی، لیکن مجھ پر ہنس رہی تھی میں نے روشنی والے کے اصولوں کے خلاف کام کیا تھا۔ اس کی مشیت فل اندازی کرنے کی کوشش کی تھی اور روشنی والے نے بالآخر مجھ پر سزا کے دروازے کھول دیے۔“ میان لائی نے گلوگیر آواز میں شروع سے آخر تک کی کہانی سنائی اور سب لوگ خاموشی

کے سردار نے تجھے کر شانہ کا سردار بنا کر بھیجا ہے اور لاگا کر شانہ بری جگہ نہیں ہے، وہاں کے رہنے والے برے نہیں ہیں، میں اگر عقابوں کے مسکن میں سردار رہتا اور کامیابیاں حاصل کر لیتا تو تجھے اپنا دست راست اپنا مشیر بنالیتا، بس اتنا ہی کرتا میں..... لیکن کر شانہ میں تجھے سرداری حاصل ہوگی، جا اپنے دوستوں کے ساتھ خاموشی سے کر شانہ نکل جا وہاں تیرا حسین مستقبل موجود ہے، میرے دوست، میں سردار نہ رہ سکا۔ بلکہ اب تو میں انسان بھی نہ رہ سکا، میری طرف سے اس سرداری کی پیشگی مبارکباد قبول کر اور مجھے بتا میرے لئے تیرا کیا حکم ہے۔“

لاگائے میں کھڑا ہوا تھا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ دوستوں کو اشارہ کیا اور خاموشی سے واپسی کے لئے مڑ گیا۔ باہر نکل کر اس نے حیران لہجے میں کہا۔ ”ساتھ لوگوں نے۔ سنا اس نے کیا کہا، ارے کیا واقعی ایسا ہو سکتا ہے.....؟ کوئی رکاوٹ تو نظر نہیں آتی، کر شانہ والوں کو ہم نے شمران کے نام سے واپس بھیجا ہے اور لازمی امر ہے کہ اب ان میں سے کوئی یہاں واپس نہیں آئے گا اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ میری کیا حیثیت ہے، اس نے تو واقعی قرض ادا کر دیا سارا قرض چکا دیا اس نے، اور اب بھلا ہمیں کوئی اور حماقت کرنی چاہئے۔ میرے دوستو ہرگز نہیں جس قدر جلد ہو سکے۔ کر شانہ روگائی کا بندوبست کر دو اور میں یقیناً تمہارے لئے ایسا سردار نہیں ثابت ہوں گا جیسا شمران ہمارے لئے تھا۔“

لاگا کے دوست پُر مسرت انداز میں گردن ہلانے لگے۔ ان میں سے ایک نے کہا..... ”اور کیا اتفاق ہے کہ یہ بات ہم میں سے کسی کے ذہن میں نہ آئی تھی۔“ ”آؤ.....“ لاگائے اشارہ کیا اور وہ سب تیز رفتاری سے چل پڑے۔

○.....○.....○

لاسیہ کے باشندوں میں ابھی تک شدت سے جوش و خروش تھا۔ خود الاوشیہ نے ان سے جو کچھ کہا تھا، اسی نے ان کے ذہنوں میں آگ لگادی تھی انہوں نے الاوشیہ کا ہر نشان منکر رکھ دیا تھا۔ وہ قیمتی سازو سامان، سائنس لیبارٹری اور نجانے کیا کچھ جسے یکجا کرنا بھی جادو کا کارنامہ ہی لگتا تھا۔ فنا کر دیا گیا تھا، زرتوش اس ساری کارروائیوں میں پیش پیش تھا، لیکن جب اسے شنائی کے لمحات ملے تو وہ خود اس تمام کارروائی پر حیران رہ گیا۔ یہ کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ کوئی اپنے آپ کو اس طرح بربادیوں کی راہ پر تو نہیں ڈالتا۔ الاوشیہ ہی نے یہ سب کچھ بنایا تھا۔ برکتوں کی دیوی نے لاسیہ کو مالا مال کر دیا تھا لیکن جو سچائی تھی وہ انہوں کے لئے ذہن سے کھٹکی تھی جب واپس آئی تو سبھی نے سوچا تھا کہ وہ درحقیقت کسی ظلم کا شکار ہو گئے تھے۔ لیکن خود الاوشیہ کہاں گئی۔ غمبیکہ لاسیہ والے ابھی تک اپنے حواس قائم نہیں کر پائے تھے اور مجنونانہ کارروائیاں جگہ جگہ ہو رہی تھیں۔ ہر شخص من مانی کر رہا تھا لیکن صرف الاوشیہ کا نشان مٹانے کے لئے۔ کسی کی توجہ دوسرے کی جانب نہیں تھی اسی لئے زربدان اور اس وقت اس کے ساتھ جو لوگ موجود تھے۔ وہ کسی دوسرے کی نگاہوں کا مرکز نہیں بن سکے تھے۔ روزال اپنے آقا پر جان بچاؤ رکھے ہوئے تھا اور میان لائی کی سسکیاں روکے نہ رک پاری تھیں۔ آسٹرن اور دوسرے لوگ بھی اس واقعے پر انگشت بدندان تھیں۔ ایک مناسب جگہ منتخب کر کے وہ سب یکجا ہو گئے۔ زربدان کی اپنی بھی کیفیت بہت عجیب تھی۔ یہاں جمع ہونے کے بعد روزال نے پھر اپنے ساتھ پیش آنے والے واقعات کا تذکرہ کرتے

سے اس کی یہ داستان سننے رہے جو عبرت اثر بھی تھی اور غم انگیز بھی۔ زربدان کی آنکھوں میں نمی اتری ہوئی تھی۔ میان لائی اپنی داستان سنا کر خاموش ہو گیا، اس نے کہا۔

”آرزو بھی یہ ہے کہ اس سزا کی تکمیل ایسے ہو کہ موت کے بعد مجھے یاد رہے۔ آہ کاش زربدان تو مشغول ہو کر میرے سینے میں خنجر اتار دے۔ یقین کر میں مرتے وقت تیری پیشانی کو بوسہ دوں گا اور کموں گا کہ میری بچی تو نے میری آرزو کی تکمیل کر دی۔ اب اور کوئی آرزو میرے دل میں ہے نہیں زربدان.....“

”میری ماں زندہ ہے، وہ بستی باگ میں موجود ہے میرے نانا کی بستی میں کم از کم مجھے اس کی زندگی کی خبر تو ملی اور یہ خبر میری آرزوؤں کو قتل نہیں کرتی، ابھی امکان ہے اس بات کا کہ میں اپنے باپ کے بعد اپنی ماں کو بھی دیکھ لوں، میان لائی شاید زندگی نے تجھے کبھی کوئی تجربہ دیا ہی نہیں، میرے باپ معزز باغ، شاید یہ کام بیٹے تو کر لیا کرتے ہیں بیٹیاں نہیں کرتیں میں تیرا بیٹا نہیں بنی ہوں یہ سب کچھ سننے کے باوجود میں بچے دل سے کہتی ہوں کہ نفرت کا کوئی تصور میرے ذہن میں نہیں ابھرتا، شاید میری ماں کی تقدیر ہی خراب تھی اگر تو اپنے آپ کو مجرم سمجھتا ہے تو میں غلط دل سے تجھے معاف کرتی ہوں اور تیرے قدموں کو اپنے لئے دنیا کی سب سے معتبر چیز تصور کرتی ہوں۔ ہاں میرے باپ اگر ممکن ہو تو میرے لئے اب اپنا غور تو ڈرے۔ مجھے میری ماں کے پاس لے چل میں باگ جانا چاہتی ہوں۔ وہاں مجھے ایک بار میری ماں سے ملا دے شامہ تیری چھٹی بیٹی ہے اور میری پانچویں بہن۔ اس نے میرے باپ کا ساتھ دیا صرف اس لئے کہ یہ تیری بیٹی ہے میان لائی، میرے باپ یہ تیری بیٹی ہے بیٹا نہیں جو بے وفائی کر جائے، وہ نہیں جس کی آرزو میں تو نے اپنی ساری بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا، شامہ میں تجھ سے تیرا سا بیاں نہیں چینیوں گی، تو نے میرے باپ کے لئے اپنی ماں کو نظر انداز کیا ہے میں تیری احسان مند ہوں، ہاں میان لائی ایک بار مجھے میری ماں کی صورت دکھا دے، تیرے لئے میرے دل میں کوئی برا تصور باقی نہیں رہے گا۔“

زربدان کی آواز بھرا گئی۔

میان بھی سسک رہا تھا سب کی آنکھیں نمناک ہو گئی تھیں میان نے روتے ہوئے کہا۔

”اب میرے پاس غور کرنے کے لئے کیا رہ گیا ہے ہم باگ چلیں گے زربدان، ہنگامہ نہ تیار کرو۔ ہم باگ چل رہے ہیں۔“

○.....○.....○

”ہاں باتو بابا..... تم اب بھی پارٹی لیڈر ہو..... ابھی ہمیں منزل کہاں ملی ہے سب کچھ تو باقی ہے۔“

”بے وقوف بننا ہی ہے مجھے..... ہمیشہ نفرت بھری نظروں سے دیکھتی رہی ہے بول لے کیا کروں میں۔ تیری بیٹی تیرے شوہر کے قبیلے کی سردار ہے۔ سب کچھ تیرے اختیار میں ہے۔“

”لیکن پارٹی لیڈر اب بھی تم ہی ہو باتو بابا..... سردار لڑکی تمہاری فوبہ ہے جو اب بھی صرف تمہارے احکامات پر عمل کرے گی۔“

”چل ٹھیک ہے میں تیری باتوں میں آگیا۔ تو مجھے بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی۔ اب اپنی مرضی سے مل بھی نہیں سکتا۔“ شیراہ کے دل پر ضرب پڑی تھی۔

مجھ سے کیا کام ہے۔“

”فوبہ کی مدد کرو۔“

”مگر کیسے؟“

”اسے مشورے دو..... وہ بے شک سردار ہے لیکن تمہارے بغیر وہ سرداری نہ کر پائے گی۔“

باتو اٹھ کر اندر گیا۔ اس نے فوبہ سے کہا۔ ”جو کچھ میں کموں گا کرے گی۔“

”مجھ سے پوچھ رہے ہو باتو بابا۔“

”ہاں تجھ سے۔“

”کیوں؟“

”اس لئے کہ تو عقابوں کی سردار ہے۔“

”کیا میں سردار بننے سے انکار کر دوں.....؟“ فوبہ نے معصومیت سے کہا اور باتو اسے گھورنے لگا۔ پھر ہنس پڑا۔ پھر مستانہ انداز میں بولا.....

”پارٹی لیڈر میں ہی ہوں۔“

سردار فوبہ نے حکم جاری کیا.....

”سردار میان لائی کو عقابوں کا سردار سمجھا جائے۔“

دس دس افرادی ٹولیاں تمام انتظامات کر کے نکلیں ہر قبیلے میں جائیں اور میان لائی کو پیغام دیں کہ

شہبدان اور اس کی بیٹیاں عقابوں کے مسکن میں اس کی منتظر ہیں جس ٹولی نے سردار میان لائی کو

تلاش کیا اس میں شامل افراد سردار کے مشیر ہوں گے اور انہیں بڑا اعزاز حاصل ہو گا۔ انہیں بیش

قیمت انعامات سے نوازا جائے گا۔ اور وہ عقابوں کے مسکن میں معزز ترین لوگ شمار ہوں گے۔

مبارغہ آرائی کے لئے ہر خاص و عام کو دعوت ہے۔ جب تک سردار میان لائی عقابوں کی بستی میں

واپس نہیں آجاتا۔ فوبہ نگران سردار کے فرائض سرانجام دے گی اس کی بہن اس کی شوالا ہوں گی

اور اس کے لئے مبارغہ کریں گی۔ ہر سرکش مبارغہ طلب کر سکتا ہے۔ سردار میان لائی کا کلہاڑا

اس کے کوسے کی بلندی پر نصب کیا جائے گا۔ اور یہ اس کا قائم مقام ہو گا۔ عقابوں کے مسکن میں

بزرگ اور جہانگیرہ افراد کا مقام سب سے ارفع ہو گا کوئی بھی بزرگ سردار فوبہ کو اس کے کسی غلط

کام پر ٹوک سکتا ہے۔ کسی بھی لادارث بزرگ کی وارث سردار فوبہ ہو گی اور اس کی ضروریات

سردار پوری کرے گی۔ پھاڑوں کی روایت کی پاس داری اور حفاظت ہر قیمت پر کی جائے گی۔ فوبہ

بیش بزرگوں سے رہنمائی کی خواہاں ہے۔“

ہر طرف چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ ”جو بزرگوں کا احترام کرنا جانتا ہے اس پر مشکلات کے

اروازے بند ہو جاتے ہیں۔“

○.....○.....○

سدانہ نے شرمان کے زخم دیکھے اور مسکرا کر کہا۔ ”یہ اب بالکل ٹھیک ہو گیا ہے۔“ شرمان

بچے انداز میں مسکرایا اور بولا۔ ”میں بالکل ٹھیک کبھی نہیں ہو سکتا۔“

”کیوں؟“

”ایک معذور شخص کو تم بالکل ٹھیک کیسے کہہ سکتے ہو۔ میں تو مٹی کا ایک ڈھیر بن گیا ہوں

اب اپنی مرضی سے مل بھی نہیں سکتا۔“ شیراہ کے دل پر ضرب پڑی تھی۔

اسی دن سے شیراہ کو عقابوں کے مسکن کے ایک گوشے میں مصروف دیکھا جانے لگا۔ وہ

جلدی سے بولا۔ ”نہیں اگر ایسا ہی ہے تو میرا جانا بہتر ہے گا۔“

شیراہ شمران کو اپنی بٹائی ہوئی گاڑی میں بٹھا کر راستے طے کرتا ہوا سردار فوہا کے کوسے تک پہنچ گیا۔ یہ سردار فوہا سے ملاقات کے لئے موزوں وقت نہیں تھا۔ باہر لوگ موجود تھے شمران کو بھی پہچانتے تھے ویسے بھی جن راستوں سے شمران گزرا تھا لوگ اس کی جانب اشارہ کر کے چہ بیگیاں کرتے رہے تھے شیراہ نے کہا۔ ”سردار فوہا نے اعلان کیا ہے کہ بزرگوں کو اس کے پاس آنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ تم دیکھ لو کہ میں بوڑھا آدمی ہوں اسے اطلاع دو کہ ایک بوڑھا شخص اس سے ملنا چاہتا ہے، وہ ضرور میری پذیرائی کرے گی۔“ اور ایسا ہی ہوا۔

جب فوہا کو خبر ملی کہ ایک شخص اس سے ملنے آیا ہے تو وہ باہر نکل آئی۔ اور اس کے پیچھے پیچھے اس کی تینوں بہنیں بھی تھیں۔ فوہا نے معذروں کی گاڑی میں شمران کو دیکھا تو ایک نظر میں پہچان لیا۔ عقب میں شیراہ موجود تھا اس نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”معزز سردار یہ ایک معذور لڑکا ہے، میرا پوتا ہے یہ بڑا آرزو مند تھا کہ اسے سردار فوہا کے پاس لے جایا جائے، اس کا ماضی جو بھی تھا سردار، لیکن اب یہ اپنا لڑکا ہے بے بس اور کمزور، ہمارے گھرانے کا روشن چراغ، ہم تین افراد اسے دیکھ کر جیتے ہیں۔ معذوری نے ممکن ہے اس کے دماغ کو متاثر کیا ہو۔ ایک بے بس انسان ہمیشہ رحم کے قابل ہوتا ہے۔ اور ہماری سردار یقیناً اس پر رحم کرے گی۔“ شیراہ کا لہجہ بھرا گیا تھا۔ وہ خاموش ہو گیا۔ تب فوہا آگے بڑھی اور اس نے نرم لہجے میں کہا۔

”نہیں بزرگ شیراہ تم مطمئن رہو اسے میرے ہاتھوں کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی کو شمران ٹھیک ہو تم اب مجھے خوشی ہے کہ تم زندگی کی جانب لوٹ آئے۔“

”معزز باغ، تیرے کردار نے تیری شخصیت نے مجھ پر بہت سی باتوں کا انکشاف کیا ہے اصل میں پہلے تو میری جانب سے اپنی سرداری پر مبارکباد قبول کر، میرے دل میں یہ آرزو تھی کہ میں اپنی زبان سے تجھے مبارکباد دوں اس لئے نہیں کہ تو نے مجھے مبارکے میں ہرانے کے بعد زندگی بخش دی بلکہ اس لئے کہ جو مبارکے میں نے تجھ سے کیا اس میں تو نے مجھے ایک بے بس انڈی کی مانند چکرایا اور بالآخر مجھے شکست ہوئی۔ یہ شکست کسی اتفاق کا نتیجہ نہیں تھی بلکہ مکمل طور پر ہنر مندی اور طاقت کے مظاہرے سے مجھے دی گئی تھی۔ اس شاندار جنگ پر بھی میں تجھے دلی مبارکباد دیتا ہوں میں نے کچھ بد تمیزیاں بھی کی تھیں اپنے غرور میں ڈوب کر، جو آج بھی میرے دل میں جیتتی ہیں میں خصوصی طور پر تجھ سے ان بد تمیزیوں کی معافی مانگنا چاہتا ہوں اور روشنی والے کی قسم اس کے صلے میں نہ مجھے زندگی درکار ہے نہ کوئی رعایت، بس یہ میرے دل کی خواہش تھی جسے پوری کرنے کے لئے میں تڑپ رہا تھا۔ لیکن تجھ تک آتا میرے لئے ممکن نہیں تھا۔ اور اب جب میرے دادا نے میرے لئے یہ گاڑی بنا دی اور میں تجھ تک پہنچنے کے قابل ہو گیا تو اس گاڑی پر بیٹھنے کے عزم میں نے سب سے پہلے یہی خواہش ظاہر کی کہ مجھے تجھ تک پہنچایا جائے۔“

فوہا خاموش کھڑی ہوئی تھی اس کے چہرے پر تاسف کے آثار تھے۔ شمران بہر طور ایک نین نوجوان تھا اور اس وقت بھی اس کے چہرے پر مردانہ حسن موجود تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ ”ہاتھ اور دونوں پیروں سے محروم ہو چکا تھا۔ سنانہ، غلانا اور شیراہ بھی دیکھ رہی تھیں۔ باتو بھی بچے آکر کھڑا ہو گیا تھا۔ چند لمحات کے بعد شمران نے پھر کہا۔

لکڑی کے دستے والے اوزاروں کے ساتھ ایک درخت کے تنے کو کاٹتا رہتا تھا۔ نہ جانے کتنے دن تک وہ مصروف رہا۔ پھر ایک شام وہ گھر واپس آیا تو لکڑی کی ایک ایسی گاڑی دھکیل کر لایا تھا جس پر بیٹھنے کی جگہ تھی اور دو ایسے بازو جن پر ہاتھ رکھے جاسکتے تھے۔ نیچے ایسی جگہ بھی تھی جس پر اس کے دونوں کئے پاؤں ساسکتے تھے۔ اور اس گاڑی کو عقب سے دھکیلا جاسکتا تھا۔

”اب تو مٹی کا ڈھیر نہیں رہ گیا شمران..... تو اس پر بیٹھنے گا اور میں تجھے عقابوں کے مسکن کے ہر گوشے میں لے جایا کروں گا۔“

شمران دیر تک اس گاڑی کو دیکھتا رہا پھر اس نے کہا۔ ”مجھے اس پر بٹھاؤ دادا.....“ شیراہ نے ماہ لخت کی مدد سے شمران کو گاڑی پر بٹھادیا اور شمران مسکرا کر بولا۔ ”اس میں ایک غلطی کی ہے تم نے۔“

”کیا.....؟“

”تم نے اس پر دو بازو لگائے ہیں۔“

”تو پھر.....؟“

”میرا تو ایک ہاتھ ہی نہیں ہے۔ ویسے یہ بہت اچھی ہے لیکن کیا تم مجھے اس پر بٹھا کر..... سردار کے کوسے پر لے جاسکتے ہو.....“

شیراہ نے زخمی نظروں سے شمران کو دیکھا پھر بولا..... ”تو وہاں جانا چاہتا ہے۔“

”ہاں۔“

”لیکن کیوں؟“

”کچھ کمنا چاہتا ہوں سردار سے۔“

”کیا؟“

”یہ تمہیں نہیں بتاؤں گا۔“

”نہیں شمران میں تجھے وہاں نہیں لے جاؤں گا۔“

”کیوں؟“

”مبادا تو کوئی ایسی بات کہہ دے جس سے فوہا کو غصہ آجائے..... اور وہ تجھے.....“

شیراہ نے کہا۔

”نہیں..... میں سردار کی شان کے خلاف کچھ نہ کہوں گا۔“

”میں ایسا نہیں کر سکتا۔“

”تو پھر مجھے اس گاڑی سے اتار دو..... اور اسے کہیں دور پھینک آؤ..... یہ میرے لئے بیکار ہے۔ اس چیز سے کیا فائدہ جس پر صرف دوسروں کی مرضی سے کہیں جایا جاسکے۔“ شمران نے کہا اور شیراہ غصہ کو دیکھنے لگا۔ غصہ نے آگے بڑھ کر کہا۔

”کیا تو وعدہ کرتا ہے شمران کہ سردار فوہا سے کوئی ایسی بات نہ کہے گا جو اسے طیش دلانے کا باعث بن جائے۔“

”ہاں میں وعدہ کرتا ہوں کہ میں ایسی کوئی بات نہ کہوں گا۔“ شمران نے کہا۔

”تو پھر ٹھیک ہے ماہ لخت تم اسے خود سردار فوہا کے پاس لے جاؤ۔“ غصہ نے کہا اور شیراہ

”اصل میں مجھے تجھ سے جنگ ہارنی ہی تھی لیکن مجھے یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس وقت میں جنگ بار جاؤں گا۔ اس کی بنیادی وجہ تو یہ ہے کہ میان لائی تو ضعیف ہو چکا تھا۔ دوسری بات یہ کہ مجھے جنگی تربیت میان لائی نے ہی دی تھی، وہ مستقبل میں مجھے سردار بنانا چاہتا تھا اور اس کی آرزو تھی کہ میں ایک باہوش سردار بنوں جسے نقصان پہنچانا کسی کے لئے ممکن نہ ہو سو اس نے مجھے جو کر سکھائے میں نے اسی پر آزما ڈالے اور وہ اپنی عمر کی وجہ سے مجھ پر قابو نہ پاسکا، لیکن تو نے جو جنگ مجھ سے کی وہ بالکل مختلف تھی اور چونکہ میں ایک جنگجو باپ کا بیٹا نہیں تھا اس لئے وہ جنگ تجھ سے نہ جیت سکا بس معزز باغہ اتنا کھنے کے لئے ہی میں تجھ تک آنا چاہتا تھا مجھے حق حاصل نہیں ہے کہ ایک سردار سے پوچھوں کہ اس نے مجھے معاف کر دیا یا نہیں۔ لیکن کم از کم میرے دل کی بھڑاس نکل گئی۔ واپسی کی اجازت چاہتا ہوں اور تجھ سے معافی کا خواستگار بھی ہوں کہ تجھے ناوقت تکلیف دی۔ چلو داد واپس چلیں۔“

”سن شمران میں نے تجھ سے مبارغہ طلب کیا اور مبارغہ جیت لیا۔ جو سزا میں تجھے دینا چاہتی تھی وہ دے دی اور اس وقت میں نے یہ اعلان کر دیا تھا کہ اب ہر وہ شخص میری نفرت سے پاک ہو گا جو شمران کی زندگی بچانے کی کوشش کرے گا اپنی زندگی بچ جانے کی مبارک باد میری طرف سے بھی قبول کر اور جہاں تک میرا مسئلہ ہے میں نے ان الفاظ پر تجھے معاف کر دیا یوں مجھ لے کہ اب میری نگاہ میں تو عقابوں کے مسکن میں رہنے والے ان تمام افراد کی مانند ہے، جن سے مجھے کوئی پر غاش نہیں۔ اب تو جاسکتا ہے۔“

شیراہ شمران کو لے کر واپس چل پڑا۔ سمنانہ، غلامہ، شیرایہ اور فوہا باتو کے ساتھ چل کر واپس اپنے کوستے میں آگئیں۔ کوئی ایسی خاص بات نہیں جو قابل ذکر ہوئی۔ لیکن قابل ذکرات ہو گئی۔

شام کا وقت تھا، سمنانہ، غلامہ کے ساتھ کوستے کے عقبی حصے میں بیٹھی ہوئی تھی، غلامہ نے کہا۔

”کیا بات ہے تم کچھ بڑھال سی معلوم ہوتی ہو؟“

”میں تم سے کچھ کہنا چاہتی ہوں غلامہ.....“

”ہاں کیا.....؟“

”تو نے اس معذور شخص کو دیکھا جس نے فوہا سے مبارغہ کیا تھا۔ ہارنے کے بعد اس کے چہرے پر جو بے بسی منجھ نظر آتی ہے وہ کتنی غم انگیز ہے۔“

”ہاں بے چارہ نوجوان ہے لیکن اب اپنے جسم سے محروم ہو چکا ہے۔“

”غلامہ میرا دل اس کی جانب کھینچتا ہے جب وہ گنگو کر رہا تھا تو اس کے چہرے پر ایک ایسی غم ناک بے بسی نظر آ رہی تھی کہ میری آنکھوں میں آنسو آنے لگے تھے۔“

”یقیناً قابل رحم ہے۔“

”صرف قابل رحم ہی نہیں بلکہ شاید وہ میرے دل میں اتر گیا ہے۔“ سمنانہ نے کہا اور غلامہ چونک کر اسے دیکھنے لگی، پھر حیرت سے بولی۔

”مگر وہ معذور ہے..... نامکمل ہے وہ میرا مطلب ہے اگر تیرے دل میں اس کے لئے دی

جذبات پیدا ہو گئے ہیں جو فوہا اور شیرایہ کے دل میں کاشان اور افغان کے لئے ہیں، تو کیا یہ انوکھی بات نہیں ہے؟“

”کیوں؟“ سمنانہ نے سوال کیا۔

”میرا مطلب ہے کہ وہ تو..... اپنا بچ ہو چکا ہے اور وہ فوہا سے مبارغہ بھی ہار چکا ہے اور یہ شخص ہے جس نے ہمارے باپ سے مبارغہ کیا تھا۔“

”مگر فوہا اس سے کہہ چکی ہے کہ وہ اس کے لئے عقابوں کے مسکن کا عام آدمی ہے اور اسے اب اس سے کوئی پر غاش نہیں ہے۔“ سمنانہ نے کہا اور غلامہ اسے غور سے دیکھنے لگی۔ پھر بولی۔

”کیا تو واقعی اس سے اتنی متاثر ہو چکی ہے سمنانہ؟“

”ہاں..... شاید ایسا ہی ہے۔“

”کیا یہ انوکھی بات نہیں ہے۔“

”کیوں؟“

”کاشان اور افغان مکمل اور خوبصورت نوجوان ہیں۔“

”میں بچی نہیں ہوں اب میں محبت کے بارے میں بہت کچھ جان چکی ہوں۔“

”کیا.....؟ مجھے بھی بتاؤ۔“

”یہ کسی سے بھی ہو جاتی ہے اور اس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ کوئی گھوڑے پر سوار نژاد ہی آسمان سے اترے۔ افغان اور کاشان بھی تو اسی طرح ملے تھے۔ ایک زندگی اور موت کے درمیان متعلق تھا۔ دوسرا زخمی..... پھر ہم نے ہی تو ان کی مملکت واپس دلائی تھی۔“

”ہاں یہ دلیل تو موثر ہے..... لیکن.....“

”جس طرح وہ بوڑھا شخص اس کی گاڑی دھکیلتا ہے میں بھی اس کا سارا بن سکتی ہوں۔“

”گویا تو ہر طرح تیار ہے۔“

”میں واقعی اس سے محبت کرنے لگی ہوں۔“

”تب میرے ذہن میں ایک بات آئی ہے۔“

”کیا.....؟“

”ہمیں باتو بابا سے مشورہ کرنا چاہئے ان کے پاس ہر مشکل کا حل ہوتا ہے۔“ غلامہ نے کہا۔

”سمنانہ نے گردن ہلا دی۔“ ٹھیک ہے چلو باتو بابا کے پاس چلتے ہیں۔“

باتو نے دونوں لڑکیوں کو غور سے دیکھا اور بولا..... ”تم دونوں کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ

مارے دل میں کوئی خاص بات ہے جو تم مجھ کو بتانا چاہتی ہو۔“

”ہاں باتو بابا..... ہم ایک پریشانی کا شکار ہیں؟“

”آؤ بیٹھو مجھے اپنی پریشانی بتاؤ۔“ باتو نے کہا وہ ان معصوم لڑکیوں سے بہت محبت کرتا تھا۔

”دل لڑکیاں اس کے سامنے بیٹھ گئیں۔ سمنانہ نے کہا۔

”غلامہ..... چونکہ معاملہ میرا ہے اس لئے تو باتو بابا کو اس بارے میں بتا۔“

”میں بتاؤں؟“

”ہاں..... نہ جانے کیوں مجھ سے اس بارے میں بتایا نہیں جا رہا تو میری مشکل حل

کر..... جب تجھے کسی سے محبت ہو جائے گی تو اطمینان رکھ میں باتو بابا کو بتا دوں گی اور تجھے یہ تکلیف نہ کرنی پڑے گی۔“

”تمہیں کسی سے محبت ہو گئی ہے؟“ باتو نے چونک کر کہا۔

”ہم دونوں کو نہیں باتو بابا..... صرف سمنانہ کو.....“ غلمانہ نے وضاحت کی۔ اور باتو نے مشکل سے مسکراہٹ روکی۔ پھر اس نے سنبھل کر بخندگی سے کہا۔

”ہوں..... کون ہے وہ؟“

”یہی تو پریشانی کی بات ہے باتو بابا..... تم اس کا نام سن کر ناراض تو نہیں ہو جاؤ گے۔“ سمنانہ نے کہا۔

”باتو بابا بالکل ناراض نہیں ہوں گے۔ افغان اور کاشان کے بارے میں سن کر وہ کب ناراض ہوئے تھے۔“ غلمانہ نے کہا۔

”ان دونوں کی بات اور ہے۔ انہوں نے ہم سے مبارک تو نہیں کیا تھا۔“ سمنانہ نے کہا۔

”کیا.....؟“ باتو نے حیرت سے کہا۔

”تم نے کہا تھا باتو بابا کہ اگر ہمیں کوئی نوجوان پسند آجائے تو تمہیں اس بارے میں بتا دیں۔“

”میں نے یہ کہا تھا.....“

”ہاں کہا تھا۔ اصل میں تم بوڑھے ہو گئے ہو نا..... تمہیں اپنی کسی ہوئی باتیں یاد نہیں رہتیں۔“

”اچھا اچھا..... چلو میں بھول گیا..... مگر مبارک والی بات کیا کی تم نے.....؟“

”فوبانے تو کہا تھا کہ اب اسے شمران سے کوئی گلہ نہیں رہ گیا..... اور وہ اس کی نگاہوں میں عقابوں کے مسکن میں رہنے والے عام لوگوں کی مانند ہے۔“

”شمران.....“ باتو نے سرسراتی آواز میں کہا۔

”باتو بابا..... اسے شمران ہی سے تو محبت ہو گئی ہے۔“

”کیا تم دونوں کا دماغ خراب ہو گیا ہے؟“

”تم فوبایا شیرایہ پر تو ناراض نہیں ہوئے تھے.....“ سمنانہ نے شکایتی لہجے میں کہا۔

”افغان اور کاشان اپنا چہرہ کیا؟“ باتو غصے سے بولا۔

”نہیں وہ تو اپنا چہرہ نہیں ہیں۔“

”تو پھر..... تم ایک اپنا چہرہ شخص سے شادی کرو گی۔“

”محبت جو ہو گئی ہے مجھے اس سے۔“

”کیوں..... آخر کیوں؟“

”وہ کتنی اداس باتیں کر رہا تھا..... مجھے اس کی اداسی سے بہت غم ہوا ہے۔ بے چارہ اب تو بس ٹھوکریں ہی کھاتا رہے گا۔“

”اور تم..... میں کہتا ہوں ضرور تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے شہ بدان بھی اس کی

اجازت نہ دے گی۔“

”اگر تم اجازت دیدو گے تو وہ کبھی انکار نہ کرے گی۔ آخر پارٹی لیڈر تو تم ہو باتو بابا۔“ سمنانہ نے کہا..... اور باتو کا سینہ غیر اختیاری طور پر تن گیا۔ لیکن پھر اس نے فوراً سنبھل کر کہا۔

”اگنی چالاکی..... احمق لڑکی وہ اپنے قدموں پر چل بھی نہیں سکتا..... ایسے نوجوان سے شادی نہیں کی جاتی۔“

”مگر اس کے نانا نے اس کے لئے گاڑی بنادی ہے اور وہ اسے دھکیل کر کہیں بھی لے جاسکتا ہے۔“

”تو اس کی نانی بنے گی.....؟“ باتو پھر جھلا کر بولا۔

”اوندہ ہوں، میں نے اس بوڑھے بکرے کی بات کب کی ہے.....“ سمنانہ نے الجھ کر کہا۔

”بوڑھا بکرا، کون بوڑھا بکرا۔“

”وہی اس کا نانا..... تم کہہ رہے ہو باتو بابا کہ تو اس کی نانی بنے گی، میں نے یہ تو نہیں کہا ہے تم سے، مجھے تو اس اپنا چہرہ سے محبت ہو گئی ہے۔ باتو بابا میں اس سے شادی کرنے کے بعد اس بوڑھے کی چھٹی کر دوں گی اور اس سے وہ گاڑی لے لوں گی۔ بس پھر میں اسے اس گاڑی میں ہر جگہ لے جایا کروں گی۔“

باتو کو ہنسی آگئی..... اس قدر معصوم تھیں یہ لڑکیاں، دنیا سے بہت دور رہی تھیں، بہت تھوڑا سا وقت ہوا تھا انہیں اس دنیا سے واقف ہوئے، لیکن پریشانی کی بات تھی بہت پریشانی کی بات تھی..... شمران نے میان سے مبارک کیا تھا ایک لمبی کمانی تھی۔ اگر کوئی اور ہوتا تو باتو اس معصوم لڑکی کے دل میں پیدا ہونے والی آرزو پر غور کرتا لیکن شمران ہر چند کہ وہ ایک مفتوح تھا اور اب ایک ناکارہ شخص..... فوبانے اس کے بارے میں جو کچھ کہا تھا باتو کو اس سے اختلاف نہیں تھا جن باتوں کا اس سے براہ راست تعلق نہ ہوتا وہ ان سے اختلاف کرتا بھی نہیں تھا، لیکن سمنانہ کی آرزو..... بڑی معصوم تھی۔ اس نے کہا.....

”کیا یہ ممکن نہیں ہو سکتا سمنانہ کہ تو اس کی بجائے کسی اور سے محبت کرے.....؟“

”پتہ نہیں باتو بابا..... ابھی تو مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے اور اگر تم اس سے انکار کر دو گے تو شاید میں راتوں کو روتا شروع کر دوں اور شاید مجھے سکون نہ ملے۔“

باتو نے ہمدردی کی نگاہوں سے سمنانہ کو دیکھا اور پھر بولا۔

”شہ بدان اپنے شوہر کے دشمن کو کبھی اپنے آپ میں شامل کرنا پسند نہیں کرے گی، تجھے یہ خیال تو ہونا چاہئے سمنانہ کہ اس نے تیرے باپ کو شکست دی تھی۔“

”دیکھو باتو بابا اب میں جو باتیں کہوں گی وہ تمہیں اچھی نہیں لگیں گی۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ کیا ہمارے باپ نے ہمیں کوئی سکون دیا، ہمارا باپ تو ہماری ماں کا شوہر ہے ہم تو اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے، پھر ہم اس سے اتنی محبت کیوں کریں یا یہ کیوں سوچیں کہ اگر کسی شخص نے اسے مبارک میں شکست دی ہے تو بے بس ہونے کے بعد بھی اس سے محبت نہ کی جائے۔ دیکھو باتو بابا اگر تم مجھے اس کے لئے منع کر دو گے تو میں خاموش ہو جاؤں گی۔ تمہاری کسی بات کو ٹالنا تو

ہرے پر عجیب سے تاثرات پھیل گئے تھے اس کے منہ سے ہلکی ہلکی بڑبڑاہٹ نکل رہی تھی۔
”کیا لڑکیاں ہیں، بالکل بے وقوف، احمق..... انہوں نے ایک بہت مشکل مسئلہ کھڑا کر دیا ہے میرے لئے اب کیا کروں کیا کرنا چاہئے مجھے۔“

○.....○.....○

لاسیہ سے نکلنے میں انہیں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی زرتوش نے لاسیہ کا اقتدار بے شک سنبھال لیا تھا۔ لیکن ابھی وہ اس قابل نہیں ہوا تھا کہ لاسیہ کا سارا نظام سنبھال سکتا۔ الاوتشیہ نے جس طرح ان لوگوں کو اپنے جال میں گرفتار کر لیا تھا اس کے بعد وہ اپنی بہت سی صلاحیتیں کھو بیٹھے تھے گو الاوتشیہ ہی کے الفاظ میں کچھ باتیں کہی گئی تھیں، جنہوں نے زرتوش کی غیرت کو جگا دیا تھا اور وہ دونوں کی طرح وہ کرنے پر آمادہ ہو گیا تھا جسے بھول گیا تھا۔ لیکن ابھی یہاں کے مکمل نظام کو نبھانے کے لئے ایک وقت درکار تھا چنانچہ آسٹولین، میان لائی اور دوسرے تمام افراد بہتر انتظامات کے ساتھ لاسیہ سے چل پڑے تھے، یہ انتظامات باسانی ہو گئے تھے کیونکہ اس وقت افزائری پھیلی ہوئی تھی اور پھر ایسی چیزوں کا حصول زربدان کے لئے مشکل نہیں تھا چونکہ اسے وہ نہیں معلوم تھیں جہاں یہ سب کچھ محفوظ تھا۔ زربدان کو جس طرح لاسیہ کا اقتدار ملا تھا اگر وہ اپنی دینا سے مخلص نہ ہوتی تو بڑے آرام سے الاوتشیہ کی جگہ حکمرانی کر سکتی تھی۔ چاہے الاوتشیہ کے انداز میں نہ سہی۔ لیکن اس کی حکمرانی کو کوئی بھی نہ روک سکتا تھا لیکن اس کا نقطہ نگاہ ہی کچھ اور تھا۔

پہلی رات کے قیام پر سب لوگ اپنی اپنی جگہ فروکش ہو گئے تمام تر باتیں معلوم ہونے کے بعد زربدان نے اپنے باپ سے محبت کے اظہار میں کوئی کمی نہیں کی تھی۔ وہ انتہائی بخشنے والی تھی، اس نے ایک جانب تو میان لائی کو اپنی محبت کا یقین دلایا تھا اور وہ احساس دلایا تھا کہ بچپن میں اس کے ساتھ اور اس کے بعد اس کی ماں کے ساتھ میان لائی نے جو بڑے سلوک لئے ہیں اب اس کے دل میں ان کا کوئی شکوہ نہیں ہے، بلکہ وہ ایک محبت کرنے والی لڑکی ہے اور اپنے باپ کی تمام خطاؤں کو معاف کر چکی ہے۔ دوسری جانب اس نے شامہ کو اپنے ہمراہ رکھا تھا اور شامہ سے بالکل مل گئی بنوں کی مانند محبت کا اظہار کرتی تھی۔ ایسا اس وقت ہوا تھا جب اس کے لئے بعد شامہ کے چہرے پر مایوسی کی جھلکیاں دیکھی گئی تھیں اور زربدان مایوسی کے اس انداز کو داشت نہیں کر سکی تھی۔ اس نے شامہ سے کہا تھا۔

”میری چار بہنیں اور ہیں، جن کے بارے میں میرے محسن اور میرے بہت اچھے اہلِ ایتاق و زوال نے مجھے بتایا ہے۔ لیکن اب میں نے اپنے خیال میں ترمیم کر لی ہے کیونکہ روزِ زوال کو ہمارے بارے میں نہیں معلوم تھا اس لئے اس نے کبھی تمہارا تذکرہ نہیں کیا اور اب جبکہ مجھے یہ بات کچھ معلوم ہو گیا ہے تو کبھی بھول کر بھی یہ نہ سوچنا کہ تم میری سگی بہن نہیں ہو، میرے باپ کا نام تمہاری رگوں میں بھی دوڑ رہا ہے اور یہی خون میرے جسم میں بھی گردش کرتا ہے۔“
شامہ جو پہلے اداس اور ملول نظر آنے لگی تھی اب نہایت خوش و خرم دکھائی دیتی تھی اور لگا کہ زیادہ وقت زربدان کے ساتھ گزر رہا تھا۔
ادھر میان کو زربدان نے آہستہ آہستہ تمام تفصیلات بتادی تھیں اور میان نے حیرانی سے

ہمارے لئے ممکن ہی نہیں ہے۔ لیکن ایسا نہ کرو تو مجھ پر احسان ہوگا۔ کیونکہ میں سچ سچ اس سے محبت کرنے لگی ہوں اور مجھے یہ اچھا نہیں لگے گا کہ مجھے اس کے راستے سے ہٹا دیا جائے۔ اب بول غلامہ باتو بابا نے بھی ہمارے لئے کچھ نہیں کیا۔ میں ایسا کرتی ہوں باتو بابا کہ ذرا رات کو سوچوں گی اس بارے میں اگر میرے دل سے اس کی محبت نکل گئی تو ٹھیک ہے اور اگر نہ نکلی تو بھی ٹھیک ہے؟“ سنانہ نے بے چارگی سے کہا اور باتو کو اس پر بے پناہ محبت آگئی اور اس نے کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد کہا۔

”سن سنانہ اور تو بھی غلامہ..... ابھی اس بارے میں کسی کو بالکل کچھ نہ بتانا، اگر تو نے یہ بات فوہا یا شہدان سے کہہ دی تو ہو سکتا ہے وہ پریشان ہو جائیں۔ میں کوئی ایسی ترکیب کروں گا کہ وہ لوگ تجھے اس سے محبت کرنے سے نہ روکیں.....“
”باتو بابا اگر تم نے اس کی اجازت دے دی تو پھر ہمیں کوئی نہیں روکے گا بس تم کہہ دینا کہ میں نے کہہ دیا ہے سنانہ سے بس بات ختم ہو جائے گی۔“
”اور اگر وہ پوچھیں گے کہ میں نے کیا کہہ دیا ہے سنانہ سے تو میں کیا جواب دوں گا.....؟“
”یہی کہ تم نے کہہ دیا ہے کہ میں شہران سے محبت کروں۔“ باتو نے آنکھیں بند کر کے گردن جھٹکتے ہوئے کہا۔

”کاش تمہیں عقل مل جائے، کاش تم اتنی سمجھدار ہو جاؤ کہ ایسی حماقت کی باتیں نہ کرو.....“

”وہ ہم ہو جائیں گے باتو بابا لیکن بس تم ذرا اس بات کا خیال کر لیتا..... ہم تمہارے مشورے پر ہی چلیں گے باتو بابا..... تم سے کوئی ایسی بات نہیں کریں گے جس سے تم ناراض ہو جاؤ..... مگر میں کیا کروں، مجھے تو اس سے واقعی محبت ہو گئی ہے۔“

”اچھا اچھا اب بہت زیادہ اس کی گردان نہ کرو، مجھے سوچنے کا موقع دو، کوئی بہتر بات سوچنے کے بعد میں تمہیں بتاؤں گا کہ آئندہ تمہیں کیا کرنا ہے۔“

”ٹھیک ہے باتو بابا.....“ سنانہ ایک دم خوش ہو گئی۔ چند لمحات خاموش رہنے کے بعد اس نے کہا۔ ”اچھا یہ بتاؤ میں اس سے ملوں یا نہیں۔“

”ابھی نہیں ابھی ذرا مجھے سوچنے دو.....“

”تم ضرور سوچ لو..... مگر میں ایک اور بات سوچ رہی تھی۔“

”کیا.....؟“

”اے کم از کم یہ بات معلوم تو ہو جانی چاہئے کہ میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں۔ ہو سکتا ہے وہ مجھ سے محبت نہ کرے۔“

”ہوں..... لیکن ابھی نہیں، اس وقت تک نہیں، جب تک میں تمہیں اس کی اجازت نہ دے دوں.....“

”ٹھیک ہے باتو بابا..... میں انتظار کروں گی.....“ سنانہ نے کہا۔

”ہاں ٹھیک ہے۔“ باتو نے کہا اور وہ دونوں مطمئن وہاں سے واپس چل پڑیں، لیکن باتو کے

کہا تھا۔

”اس کا مطلب ہے کہ پہاڑ پار کے لوگوں میں اتنے اچھے لوگ بھی ہوا کرتے ہیں۔ بڑی حیرت کی بات ہے۔“

ادھر آسٹریلیا سے کہہ رہا تھا..... ”لیزا کیا ہم لوگ احمقانہ طور پر جذباتی نہیں ہو گئے۔“

لیرا نے اداس نگاہوں سے شوہر کو دیکھا اور بولی۔ ”کیا کہنا چاہتے ہو آشور.....؟“

”یہ بتاؤ اب تو زندگی کی وہ انگ بھی ختم ہو گئی ہے جس میں ہم بھی یہ سوچتے تھے کہ اپنی دنیا میں واپس چلے جائیں گے ان سارے مسئلوں سے نشینے کے بعد..... یہاں ان پہاڑوں میں تم زندگی کے بقیہ ایام سکون سے گزار سکو گی لیرا.....؟“

لیزا کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار پھیل گئے اس نے کہا۔

”بہت سوچا ہے میں نے اس سلسلے میں آسٹر، بہت غور کیا ہے لیکن مجھے بتاؤ، ہم اپنی دنیا میں پہنچ گئے تو کیا ہم ان یادوں سے چمکا رہا حاصل کر سکیں گے۔ کیا ہم ہر لمحہ زبردان کے لئے تڑپتے اور ترستے نہ رہیں گے۔ تم کیا سمجھتے ہو، کیا اس کے بعد ہمارے جسموں میں اتنی رکت رہے گی کہ ہم واپس اس دنیا میں آسکیں۔ میں نے تو یہ فیصلہ کیا ہے آسٹر ہو سکتا ہے یہ فیصلہ اب بھی تمہیں نامنظور ہو۔ لیکن میں جانتی ہوں کہ تم نے ہمیشہ وہ کیا ہے جس کی آرزو میں نے کی ہے آسٹر میں خود بے بس ہوں اس جگہ آکر۔ آہ کاش میں تمہیں اس مصیبت میں پھنسانے کا باعث نہ بنتی.....“

آسٹر نے ہنس کر لیزا کا چہرہ تھپتھپایا اور بولا۔

”اور یہ بات کیا مجھے اب بھی دہرائی پڑے گی لیزا کہ میں نے جہاں کہیں تمہیں مطمئن پایا ہے وہیں اپنے آپ کو خوش محسوس کیا ہے۔ میرا تردد میری پریشانی صرف تمہاری غیر اطمینان بخش کیفیت ہوتی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ان پھاڑوں میں ہمیں زندگی گزارنے کے لئے بڑے مشکل مرحلوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیا کہا جاسکتا ہے کہ زربدان یہاں ہمیں کوئی مقام دلوانے میں کامیاب ہو سکتی ہے یا نہیں۔ اگر ایسا نہ ہو تو نجانے کس طرح کی زندگی گزرے ہماری، لیکن اس کے باوجود میں اس بات سے مطمئن ہوں کیونکہ تم مطمئن ہو۔“

لیزانے شکر گزار نگاہوں سے شوہر کو دیکھا اور بولی.....

”بعض اوقات ایسی ہی ناگمانی پڑتی ہے انسان کی زندگی پر اور ہمیں تو اس ناگمانی کا شکار ہوئے عرصہ دراز ہو گیا۔“ آسٹر ٹھنڈی سانس لے کر بڑکی جانب دیکھنے لگا جو اطمینان سے پاؤں پر پاؤں رکھے ہوئے زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ اس نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔

”جو لوگ اپنے آپ سے بے نیاز ہوتے ہیں جنہیں اپنے ماحول سے کوئی غرض نہیں ہوگی، درحقیقت جینے کا لطف انہیں ہی آتا ہے۔ بڑکودیکھو اس نے ہر طرح کے ماحول سے اپنے آپ کو بے نیاز کر لیا ہے۔“

لیزہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ خاموشی سے بڑکود بچھتی رہی تھی۔ آسٹر کے ان الفاظ نے اسے ماضی یاد دلایا تھا، محبت کرنے والے بچوں بھی محبت کرتے ہیں بھلا اس سے زیادہ اور کون؟ بات جان سکتا تھا کہ بڈ لیزا کی محبت میں گرفتار رہے اس نے اپنے آپ کو اس محبت کے لئے وقف

کر دیا ہے۔ بعض اوقات محبت کی معرچا یوں بھی ہوتی ہے کہ چاہے جانے والے کے چاہنے والوں کو بھی جاہا جائے..... یہی کیفیت بڑی تھی اور شاید یہی ایک ایسا راز تھا جو لیزا نے آج تک آنسرے چھپایا تھا۔ بہر حال اس نے خاموشی ہی اختیار کر رکھی۔

دوسرے دن صبح کو پھر سفر کا آغاز ہو گیا میان کو آہستہ آہستہ قرار آتا جا رہا تھا۔ اس نے ہنگامہ اور روزاں سے کہا تھا۔

”دیکھو کیسی عجیب کمائی ہے یہ، کتنے عجیب واقعات ہیں جنہیں ملنا تھا وہ نہ ملے اور جن کی تصور بھی نہیں تھا وہ میری زندگی میں شامل ہو گئے، عجیب کھیل ہوتا ہے روشنی والے کا۔“

آسٹرنے دوسری رات کے قیام میں میان لائی کو بتایا۔

”یہ لڑکی مجھے ہم صرف اس لئے ان پہاڑوں میں واپس لائے تھے کہ یہ اپنے ماں باپ کے سچے بیٹے اور جس کی امانت ہے ہم اس کے سپرد کریں۔ لیکن یہاں آنے کے بعد اس پر کیفیات طاری ہوئی ہیں کیا اس نے تمہیں ان کے بارے میں بتایا ہے میان.....؟“

”ہاں کسی حد تک..... اس نے مجھے الاٹھیر کی کمائی سنائی ہے، جو ایک پہاڑ پار کی رات تھی اور اپنی چالاک اور انوکھی قوتوں سے زرتوش کو اپنا غلام بنا کر یہاں پہاڑوں کی حکمران بن بیٹھی تھی۔ بڑی عجیب داستان سنائی ہے اس نے مجھے.....“

اور اس نے یہ بھی بتایا ہو گا کہ اس کا اپنا مشن کیا ہے؟

”وہ کچھ اور کیا ہو گا کیا اس نے اس بارے میں کچھ بتایا۔“

اس کا کہنا ہے کہ جس طرح الاوتھیہ ان پہاڑوں میں آگئی اور اس سے قبل ہم نے شاہگ
نامی ایک شخص کو دیکھا جو اپنی ایسی ہی سانسی قوتوں کے ذریعے پہاڑوں کے ایک گوشے پر
راں ہو گیا تھا اور جس کے بارے میں ہم اب بھی نہیں جانتے کہ جو کچھ الاوتھیہ نے ہمیں بتایا
یہ کہ وہ تباہ برباد ہو چکا ہے تو اس کا کہنا ہے کہ وہ پہاڑوں میں موجود تمام قبائل کو یکجا کر کے
یہ درس دے گی کہ وہ ایک دوسرے میں مدغم ہو جائیں۔ تمام قبیلے ایک دوسرے کا احترام
ریں اور اپنی دوری کی روایات چھوڑ کر یکجا ہو جائیں تاکہ بیرونی دنیا سے آنے والوں کو پہاڑوں پر
نہ حاصل ہو سکے۔“

میان لائی کسی سوچ میں ڈوب گیا بہت دیر تک خاموش رہا۔ پھر اس نے مدھم بجم میں کہا۔
 ”یہ زیرک ہے بہت ذہین ہے“ اسے پاپا پڑا والوں کا علم حاصل ہوا ہے، لیکن پاپاؤں کا علم
 اور کہتا ہے معزز باغہ.....“

”وہ کیا..... یہی میں تم سے معلوم کرنا چاہتا ہوں میان لائی.....؟“

”ہماری صدیوں کی روایت ہے، ہم نہیں جانتے ان پہاڑوں میں آبادیوں کا نزول کب ہوا، صدیوں سے ہم جس انداز میں رہتے آئے ہیں، شاید پہاڑوں کا ایک بھی قبیلہ اس انداز میں تبدیلی قبول نہ کرے۔ بے شک ہم انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر اس بات کے قائل ہیں

کر دے گی غلام ہنگا، کیوں روزِ زوال تو تو شہِ بدن کو جانتا ہے۔ کیا وہ مجھے معاف کر دے گی؟“

”وہ ضرور معاف کر دے گی آقا..... وہ بہت عظیم عورت ہے اور پہاڑوں کی بیٹیاں ہر حالت میں اپنے باپ، بھائیوں اور شوہروں کی اطاعت گزار ہوتی ہیں۔ وہ کبھی سرکشی نہیں کرتیں، مجھے یقین ہے کہ شہِ بدن جو اب ایک عمر رسیدہ عورت بن چکی ہوگی تجھے ضرور معاف کر دے گی میرے آقا میرا ایمان ہے یہ.....“ روزِ زوال نے دلسوزی سے کہا۔

”آہ..... شاید.....“ میان نے بھاری آواز میں کہا۔

بالآخر بستی باگ کے آثارِ نظر آنے لگے۔ چاروں طرف کھیت اور باغات بکھرے ہوئے تھے۔ باگ کا حلیہ ہی بدل گیا تھا۔ طویل عرصہ قبل بہت پہلے باگ ایسی بستی نہ تھی۔ میان کی آنکھوں میں وہ لمحات رقصاں ہو گئے جب اس نے شہِ بدن کے لئے ایک کمزور بانسری نواز سے مبارعہ کیا تھا۔

○.....○.....○

عقابوں نے فوہا کی سرداری قبول کر لی تھی۔ تردد کی بات ہی نہ تھی۔ اس نے مبارعہ جیتا تھا اور اب سرداری اس کی جاکیر تھی۔ ویسے بھی یہاں شوالا نظام رائج تھا کوئی بھی سردار کا شوالا بن کر اس کے لئے جنگ کر سکتا تھا۔ برتری طاقت کی تسلیم کی جاتی تھی اور فوہا نے اس کا مظاہرہ کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ اس نے روایات کی پابندی کا اعلان کر دیا تھا جس کے بعد ہر مخالفت ختم ہو جاتی تھی چنانچہ اب بالکل سکون تھا۔ لڑکیاں بھی آرام کر رہی تھیں۔ وہ اپنے کو تیس مہینے میں عام لڑکیاں بن گئیں۔ کوستے سے باہر آئیں تو گھوڑوں پر سوار ہو کر اور اسی شان کا مظاہرہ کرتیں۔

غلانہ نے سمنانہ کو بتایا..... ”بوڑھا شیر ماہ، شمران کو لے کر سوچ کی پہاڑیوں کے دوسری طرف گیا ہے۔“

”کیوں.....؟“

”شاید اسے سیر کرانے۔“

”تو میں کیا کروں؟“

”شمران سے ملاقات۔“

”اس سے کیا فائدہ ہو گا؟“

”تم اسے بتا دینا کہ تم اس سے محبت کرتی ہو۔“

”کیا شیر ماہ کے سامنے.....؟“

”نہیں..... بوڑھے نانا کو میں سنبھال لوں گی۔“

”آہ کیا واقعتی.....؟“

”ہاں چلو.....“ غلانہ نے کہا اور سمنانہ تیار ہو گئی..... دونوں باہر نکل کر گھوڑوں پر اتر ہو گئیں اور پہاڑی کی طرف چل پڑیں۔ موسم خوشگوار تھا اور پہاڑی کے دوسری طرف کا فاصلہ بھی..... اپاہجوں کی کرسی پر شمران بوڑھے نانا کے ساتھ نظر آ گیا تھا۔ دونوں نے توجہ دیکھی..... پھر شمران بولا۔

”مجھ پر سردارِ زادیوں کی تعظیم واجب ہے۔ لیکن افسوس میں اس کرسی سے نہیں اتر

کہ پہاڑ پار کے لوگوں کے قدم یہاں نہ بیٹھنے پائیں اور ہمارے بزرگوں نے یہی پیش گوئیاں کی ہیں کہ ایسا کبھی نہیں ہو پائے گا۔ یہ پہاڑی دیواریں ہماری محافظ ہیں لیکن اگر پہاڑ والوں سے یہ کہا جائے کہ وہ مشترک ہو کر صرف سرحدوں کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں تو شاید تم یقین نہ کرو باغہ کہ اس پر کوئی تیار نہیں ہو گا۔ یہ روایات ان کی زندگی کا حصہ ہیں، اب مبارعے کی رسم ہی کو لے لو، صدیوں پرانی رسم ہے یہ اور قبیلے اس رسم سے کبھی بغاوت نہیں کرتے جو بغاوت کرنے کے بارے میں سوچیں انہیں ختم کر دینا مناسب ہوتا ہے۔ میں اپنی اس ذہین بیٹی کو کوئی مشورہ نہیں دے سکتا کیونکہ کچھ بھی ہو جائے میں اپنے آپ کو اس کا مجرم سمجھتا رہوں گا۔ لیکن اس سلسلے میں اس نے مجھ سے رائے مانگی تو اس سے یہ کہوں گا کہ وہ ہزار بار بوڑھی ہو کر مر جائے گی لیکن یہ کام بھی نہ کر پائے گی بلکہ اس کی ابتداء کر کے لوگوں سے مخالفت مول لے گی۔“

آسٹرن نے جیرائی سے میان لائی کے یہ الفاظ سننے زربدان بھی خاموشی سے یہ سب کچھ سن رہی تھی تب اس نے کہا۔

”لیکن عظیم باغہ کیا یہ ایک اچھی تجویز نہیں ہے۔“

”بے شک ہے لیکن ہم لوگوں کا یہ بھی ایمان ہے کہ ہمیں بیشہ ان پہاڑوں پر برتری حاصل رہے گی اور اگر بیرونی دنیا کے لوگ اپنی کوششوں میں تھوڑے بہت کامیاب ہو بھی گئے تب بھی وہ ان پہاڑوں میں اپنے قدم نہیں جاسکیں گے۔“

زربدان سوچ میں کم ہو گئی۔ تب بہت دیر تک وہ عجیب سی نگاہوں سے میان لائی کو دیکھتی رہی تھی اور پھر اس کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ آسٹرن نے تعجب سے اسے دیکھا۔ لیزا نے کہا۔

”تمہاری یہ مسکراہٹ میری سمجھ میں نہیں آئی زربدان۔“

”نہیں آئی، میری ایک بہت مشکل حل ہو گئی ہے۔“

”تمہاری مشکل حل ہو گئی؟“

”اگر میں معذرت کروں تو.....“

”تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گی۔“ لیزا نے جواب دیا اور زربدان چند لمحات سوچتے رہنے کے بعد بولی۔

”آئی یہ میں تمہیں چپکے سے بتاؤں گی۔ اور میں تمہارے کان میں بتا دوں گی وعدہ کرتی ہوں۔“ لیزا نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

تیسرے چوتھے اور پانچویں دن کا سفر بھی طے ہو گیا۔ شاہد مل رہے تھے ان کا رخ باگ ہی کی جانب ہے اور جوں جوں بستی باگ قریب آتی جا رہی تھی میان لائی کے اضطراب میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا اس کے دو ہی رازدار تھے روزِ زوال اور ہنگا، جنہیں اب وہ غلام نہیں کہتا تھا ہر مشورے کے لئے انہی کا سارا ایلنا تھا۔

”آخر میں کیا منے لے کر جاؤں گا آخر میں کس طرح شہِ بدن کا سامنا کروں گا، کیا اس کی بیٹی کا خنجر اسے پیش کر کے، روزِ زوال میں اس سے کہوں گا کہ دیکھ شہِ بدن میں تیرا مجرم بے شک ہوں لیکن تیری بیٹی لے کر آیا ہوں تیرے پاس، مجھے اس کے صدقے میں معاف کر دے کیا وہ مجھے معاف

”یہ تو بہت اچھی بات بتائی تم نے عمران..... میں فوہا سے ایسا ہی کہوں گا۔“

”میں تمہارے لئے افرہ ہوں شمران..... اس دن تم نے سردار فہاکے سامنے جو کچھ کہا تھا وہ آج تک میرے دل سے نہیں نکل سکا۔“

”میں یہ بات دل سے تسلیم کرتی ہوں شران..... میں تمہاری ہمدرد ہوں..... اور سنو
نہ تم سے ایک اور خاص بات بھی کہنا چاہتی ہوں۔“

”افوہ.....جب تم بازہ کو گے تو ان الفاظ میں میرا احترام جھٹکتا ہوگا اور پھر مجھے تم سے ٹھکتے ہوئے شرم آئے گی جو میں تم سے کہنا چاہتی ہوں۔“

”بازغ مذاق اڑا رہی ہیں میرا..... نا اڑائیں..... میں آپ سے استدعا کرتا
..... منت کرتا ہوں..... میرا مذاق نہ اڑائیں..... نہ منت میرا سنے لئے نہیں کر رہا

”نہیں بھول کر بھی نہ سوچو کہ میں تمہارا مذاق اڑا رہی ہوں، یہ تو ایک سچائی ہے جو میں سب بتا رہی ہوں۔ اب دیکھو نا اگر میں تمہیں نہ بتاتی تو اور کون بتاتا.....“

شران تعجب سے اسے دیکھتا رہا پھر مسکرایا اور بولا۔ ”خیر آپ جو کچھ بھی کہہ رہی ہیں جس میں بھی کہہ رہی ہیں یہ آپ کا اپنا فعل ہے لیکن بازو اگر اس میں ذرہ برابر بھی سچائی ہے تو کیا اپنے اور میرے لئے مذاق نہیں سمجھتیں؟“

”تو آؤ، ذرا کچھ فاصلے پر چل کر میرے ساتھ بیٹھو۔“ شیراہ نے تنویش بھری نگاہوں سے شمران کو دیکھا تو غلام نے فوراً کہا۔ ”نہیں ان کی فکر نہ کرو، میری بہن ان کے پاس موجود ہے۔“

”مجھے تم لوگوں کو دیکھ کر شدید حیرت ہوتی ہے بازغہ تم لوگوں نے شہ سواری اور فنون جنگ میں کمال حاصل کر لیا ہے، پہاڑوں کی بیٹیاں بہادر اور جنگجو ہوتی ہیں لیکن ایسی بھی نہیں کہ بڑے

شمران نے آہستہ سے گردن ہلائی اور بولا۔ ”ہاں یہ الفاظ جس نے بھی کہے سچ ہی کہے، کمزوریاں ہمیشہ پستیوں میں سفر کرتی ہیں، لیکن تمہارا اتالیق کون ہے کس نے تمہیں ان فنون جنگ سے روشناس کرایا.....؟“

”اُہ کاش، مجھے بھی کوئی ایسا ہی فحوص مل جاتا۔ لیکن اب اپنے آپ پر بہت ہنسا ہوں میں تو آدھا انسان بھی نہ رہا، بس یہ ایک ہاتھ ہے میرا باقی سب کچھ ختم، کیسی عجیب بات ہے، ہم بے شمار

”خیر میں اپنی داستان لے کر بیٹھ گیا، کو سردار کی بسن، میان لائی کا کوئی پتہ چل سکا.....؟“

”ابھی تک کہیں سے کوئی خبر نہیں آئی.....؟“

اب عام لوگوں کی پہچان تک مشکل ہو گئی ہے، لیکن میرا ایک مشورہ ہے تم اگر چاہو تو سردار فوفا کو
 بتا دینا.....“

”کیا.....“ سمنانہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

”اب کچھ عرصے کے بعد بساری میں دور دور تک کے قبیلوں کی آبادیاں ہوں گی، سورا کے جنگلات میں شکار کھلیا جائے گا اور سردار وہاں پہنچیں گے۔ ہو سکتا ہے کسی سردار کو کہیں سے میان لائی کا کوئی نشان ملا ہو، وہاں سے معلومات حاصل ہو جائیں گی۔“

طرح گاڑی سے اچھال کر دور پھینک دے۔

دور غلامہ سے باتوں میں الجھے ہوئے شیراہ نے شران کی چیخ سنی اور اسے اس طرح بے سدھ ادندھے منہ بڑے ہوئے دیکھا تو ترپ گیا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس طرف دوڑ پڑا۔ غلامہ بھی بھونچ کر رہ گئی تھی۔ وہ بھی صورت حال معلوم کرنے کے لئے شیراہ کے پیچھے پیچھے آئی۔ باتو کو اس نے دیکھ لیا تھا، باتو کے چہرے سے کوئی اندازہ نہیں ہو رہا تھا لیکن سمنانہ سہمی ہوئی کھڑی تھی اور شران کچھ اس طرح بے ڈھب انداز سے گرا تھا کہ اپنا رخ تک تبدیل نہیں کر سکتا تھا۔ شیراہ نے باتو کو دیکھا وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ باتو کون ہے اس نے لجاجت سے کہا۔

”کچھ غلطی ہو گئی باغہ یقیناً کوئی غلطی ہو گئی ہوگی۔ لیکن یہ قابل معافی ہے اور سردار فوہا نے خود بھی یہی الفاظ کہے ہیں کہ اب اس شخص کو ایک عام انسان سمجھا جائے۔ اگر اس سے کوئی غلطی ہو گئی ہے تو میں تیرے پاؤں جھو کر معافی مانگے لیتا ہوں باغہ“ اسے معاف کر دے، معاف کر دے اسے۔“

سمنانہ کے چہرے پر اضطراب کے آثار تھے باتو نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا اور پھر غلامانہ کو دیکھا پھر کہا۔
”جاؤ۔“

وہ دونوں بڑی طرح سہمی ہوئی تھیں۔ فوراً ہی ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے رونچکر ہو گئیں۔ باتو انہیں سرد نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ شیراہ کا کلیجہ کٹ رہا تھا اور شران نے نجانے کس کس جتن کے بعد رخ تبدیل کر لیا تھا، شیراہ نے پھر کہا۔

”اگر تو اجازت دے باغہ تو میں اسے سنبھال لوں، کیا ہو گیا مجھے کچھ تو بتا دے، کوئی بہت بڑی غلطی ہو گئی اس سے شاید جس کی بناء پر یہ تیرے عتاب کا شکار ہو گیا اور وہ لڑکیاں تو یقین کر باغہ خود ہی یہاں آئی تھیں اور انہوں نے ہم لوگوں سے یگانگت اور محبت کا مظاہرہ کیا تھا۔ باغہ مجھے اجازت دے، میں اسے سیدھا کر دوں مجھ سے اس کی یہ کیفیت نہیں دیکھی جارہی۔“
”نہیں ہرگز نہیں، یہ گاڑی بڑی ہوئی ہے اس سے کہو خود اپنی جگہ سے اٹھے اور اس گاڑی پر خود جا کر بیٹھئے، میں دوبارہ اسے کچھ نہیں کہوں گا۔“

”باغہ یہ اپناج ہے، یہ تو بالکل معذور ہے، یہ بھلا اپنی جگہ سے کیسے مل سکتا ہے؟“
”مل سکتا ہے، اس سے کہو اس گاڑی پر خود جا کر بیٹھئے، جوان آدمی ہے، دو پاؤں اور ایک ہاتھ ہی تو نہیں ہے، باقی جسم تو مضبوط اور طاقتور ہے اور اس کے زخم بھی ٹھیک ہو چکے ہیں۔ یہ یقیناً گاڑی پر بیٹھ سکتا ہے جب میں تم سے کہہ رہا ہوں تو مجھ پر مجبور نہ کرو۔ یہ گاڑی پر بیٹھ سکتا ہے، اسے شخص! گاڑی پر جا کر بیٹھ یہ گاڑی تیرے پاس بڑی ہوئی ہے اس تک پہنچنے کے لئے اگر تیرے اندر بہت ہے تو جا اس پر جا بیٹھ۔“

شران نے عجیب سی نگاہوں سے باتو کو دیکھا اور پھر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر گاڑی کی جانب اس نے اپنے جسم کو سنبھالا جس مشکل سے وہ سیدھا ہوا تھا اسی مشکل کے ساتھ وہ جسم کو تحلیل کر گاڑی تک لے جا سکتا تھا۔ اس نے شیراہ کو دیکھا اور اس کے بعد آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے ٹھکنے لگا۔ وہ اپنے اکبوتے ہاتھ کا سارا لے کر اپنے جسم کو تھوڑا تھوڑا آگے سرکا رہا تھا۔

”افوہ آخر تمہارے نانا بھی تو تمہارے ساتھ رہتے ہیں۔۔۔۔۔۔ تمہاری ماں تمہارا باپ اور تمہاری نانی بھی تو تم سے محبت کرتے ہیں۔ ان کی محبت ذرا مختلف ہے، میں تو تم سے وہ محبت کرتی ہوں، جو میری بہن فوہا کا شان سے اور شیراہ افغان سے کرتی ہیں۔ آخر دیکھو نانا مجھے بھی زندگی میں کسی نہ کسی سے محبت کرنی ہی ہے اور اگر اس کے لئے میں نے تمہارا انتخاب کر لیا تو کیا بڑا کیا۔ اب تو ہماری تم سے کوئی دشمنی بھی نہیں ہے، فوہا کہتی ہے کہ تم ایک عام انسان ہو۔۔۔۔۔۔ کیا عقابوں کے مسکن میں رہنے والے کسی عام انسان سے میں محبت نہیں کر سکتی اور کیا میرے ساتھ اس کی شادی نہیں ہو سکتی۔۔۔۔۔۔؟“

شران نے آنکھیں بند کر لیں۔ دیر تک وہ خاموش رہا تھا، سوچ رہا تھا کہ اس لڑکی کے الفاظ میں سادگی ہے یا بہت ہی گہرا طنز کر رہی ہے اس پر۔

”کیا تم مجھ سے محبت کرنے کے بارے میں سوچ رہے ہو۔۔۔۔۔۔؟“
”مجھے جو کچھ کہنا تھا وہ کہہ چکا باغہ۔۔۔۔۔۔ اس سے زیادہ میرے پاس کہنے کے لئے کچھ نہیں ہے۔“ شران نے اداسی سے کہا۔

”مگر تمہیں میرے سوال کا جواب دینا ہے۔ میں اس بارے میں زیادہ نہیں جانتی۔ فوہا کا شان سے محبت کرتی ہے شیراہ افغان سے۔۔۔۔۔۔ میں بس اتنا جانتی ہوں کہ میرے دل میں بھی تمہاری محبت پیدا ہو گئی ہے۔“
”کیا میں اس قابل ہوں باغہ۔“
”ہاں ہو۔“

”تب تم بہت معصوم ہو، سمنانہ تمہیں کوئی تجربہ نہیں ہے مٹی کے ڈھیر سے محبت نہیں کی جاتی۔۔۔۔۔۔ اور پھر تمہیں میری حیثیت کا اندازہ نہیں ہے میرے دوستوں میں اب کوئی نہیں ہے مجھ سے نفرت کرنے والے بے شمار ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اب وہ مجھے لاچار سمجھ کر چھوڑ دیں۔ اعلیٰ طرف لوگ مردوں کو مارنا پسند نہیں کرتے۔“

”تم عجیب آدمی ہو۔۔۔۔۔۔ میں تم سے محبت کے بارے میں جو کہنا چاہتی تھی وہ کہہ چکی ہوں اور تم ہو کہ اپنی ہانگے جا رہے ہو۔“

”اگر میں تم سے کہوں باغہ سمنانہ کہ اپنی برائیوں سے تائب ہو کر میں انسان بن چکا ہوں۔۔۔۔۔۔ اور تمہارے اظہار محبت کے بعد میرے دل میں بھی تمہارے لئے محبت پیدا ہو گئی ہے تو۔۔۔۔۔۔ تو تم یقین کر لوگی۔“

”ہاں فوراً۔“
”لیکن اس کا انجام کچھ نہ ہو گا۔“

”وہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔۔۔۔۔۔“
”آہ۔۔۔۔۔۔ تو میں تم سے محبت کرتا ہوں۔“ شران نے کہا۔ اور اسی وقت اس کی گاڑی بے

ایک لات پڑی اور کرسی ادندھی ہو گئی وہ ایک چیخ کے ساتھ دور جا پڑا تھا۔
سمنانہ دہشت سے اچھل پڑی۔ اس نے خوفزدہ نظروں سے باتو کو دیکھا جو عتب سے اچانک نمودار ہوا تھا۔ اس کی مصنوعی ٹانگوں میں اتنی قوت تھی کہ وہ شران جیسے قوی الجشہ شخص کو اس

”ہاں.....“

”کیا سائل، عظیم باغہ.....؟“

”تم بتاؤ اگر شران، سنانہ کو قبول کر لے تو کیا یہ ایک بہتر بات نہ ہوگی۔“

”عظیم آقا، یہ تو ایک ایسی انوکھی بات ہے جس کا تصور بھی انسان کو لرزادیتا ہے۔“

”نہیں، محبت کی کمانیوں کے بارے میں مجھے زیادہ کچھ نہیں معلوم لیکن اتنا میں جانتا ہوں کہ

جب کوئی کسی سے محبت کرنے لگتا ہے تو پھر بہت سی طاقتور قوتوں کو شکست ہو جاتی ہے۔ میں زیادہ

طویل گفتگو نہیں کروں گا کیونکہ باقی باتیں سب بعد کی ہیں۔ میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں شران کہ

میرے پاؤں دیکھے تم نے۔ ایک دن یہ پاؤں میرے لئے کرب و تکلیف کے علاوہ اور کچھ نہیں تھے،

لیکن پھر میں نے سوچا کہ اس طرح کسی گاڑی پر جا کر بیٹھ جانا یا پھر کسی بہتر پر بڑے رہنا تو بالکل

فضول ہے اس سے تو بہتر ہے کہ زندگی ختم کر لی جائے، میں نے سوچا کہ زندگی ختم کرنے سے پہلے

کیوں نہ اس زندگی کو قابل استعمال بنایا جائے، سو میں نے اپنے ان کئے ہوئے پیروں سے چلنے کی

عادت ڈالنے کی کوشش کی۔ پہلے میرے یہ زخمی پاؤں شدید زخمی ہونے لگے کرب و اذیت کی ان

منزلوں سے گزرنے لگا، جن کا عام لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن پھر میرے یہ کئے ہوئے پاؤں

اپنی مدد آپ کرنے کے قابل ہو گئے اور رفتہ رفتہ میں نے اپنی یہ مشق جاری رکھی اب میں معذور

فحش ہوں۔ میں جیسا کہ تمہیں بتا چکا ہوں پہاڑیوں پر چڑھ سکتا ہوں درختوں پر چڑھ سکتا ہوں، دوڑ

سکتا ہوں کسی عام انسان کی مانند اور جب میں نے یہ عمل کیا تھا تو جانتے ہو میری عمر کیا تھی۔ تم سے

کہیں زیادہ شران تم سے کہیں زیادہ، بلکہ یوں سمجھو کہ میں بڑھاپے کی منزل میں داخل ہو چکا تھا۔

زندگی کے کوئی بیس بائیس سال پہلے کی بات ہے۔ بہت بڑا اثر نہیں پڑا ہے مجھ پر لیکن میں نے یہ

کوشش اور یہ مشق تھوڑے ہی عرصے میں کر لی تھی۔ جب میں نے یہ سب کچھ کر لیا ہے تو نو جوان

شران کیا تم یہ نہیں کر سکتے؟“ شران اچھل پڑا، شیرماہ نے حیرت سے بات کو دیکھا تو باتو نے کہا۔

”اور اگر تم مجھے پارٹی لیڈر مان لو اپنا استاد مان لو تو یہ مشق میں تمہیں کرا سکتا ہوں۔ اس

دعوے کے ساتھ کہ بہت تھوڑے سے وقت میں تم میری ہی طرح دوڑنے بھی لگو گے چل بھی سکتے

ہو۔ ہر کسر پوری ہو جائے گی تمہاری۔ بولو مجھے پارٹی لیڈر مانتے ہو، مجھے اپنا استاد تسلیم کرتے ہو۔“

شران نے غم آلودہ نگاہوں سے بات کو دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔ ”لیکن جواب میں مجھے کیا دوں گا میں

عظیم باغہ.....؟“

”اور سنو، نہ مجھے جواب میں تم سے کچھ چاہئے اور نہ میں اسے تمہارے اوپر احسان سمجھتا

ہوں، میری بچی تم سے محبت کرتی ہے، بس سمجھ لو میں تمہیں اس کے قابل بنانا چاہتا ہوں۔“

”میں تیرے قدموں پر سر جھکا تا ہوں عظیم باغہ، اگر تو مجھے زندگی کی اس محرومی سے دور

کر دے تو میں تاحیات تیرا شکر گزار رہوں گا۔“

”ہوں، پھر میری کچھ ہدایات ذہن نشین کر لے۔“ باتو نے کہا اور شیرماہ اور شران کو بتانے

لگا کہ انہیں اس مشق کے لئے کیا کرنا ہے۔

○.....○.....○

باگ کی شان و شوکت نے ان سبھی کو متاثر کیا تھا۔ یہاں تک کہ آسٹری بھی کسے بغیر نہ رہ سکا

یہاں تک کہ گاڑی اس کے قریب آگئی۔ تب اس نے اپنے ہاتھ کی گرفت گاڑی پر مضبوط کی اور
اسی ایک ہاتھ کے بل پر اپنے معذور جسم کو سنبھالا اور گاڑی پر چڑھنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس کے
پورے بدن پر پسینہ آگیا تھا۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا، لیکن نجانے کیوں اس کے اندر ایک جنون طاری
ہو گیا تھا۔ بالآخر وہ گاڑی پر پہنچ ہی گیا اور گاڑی پر بیٹھ کر اس نے باتو کا چہرہ دیکھا۔ باتو کے ہونٹوں پر
مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ پھر اس نے زمین پر بیٹھ کر اپنے جسم سے لکڑی کے دونوں پاؤں کھول کر
پھینک دیئے اور بے پاؤں کا رہ گیا۔ شیرماہ اور شران اسے تعجب سے دیکھ رہے تھے۔ یہ بات چند
لحظات کے لئے وہ دونوں بھول گئے تھے کہ باتو بھی تو پیروں سے بالکل معذور شخص ہے۔ لکڑی کے یہ
پاؤں کھولنے کے بعد باتو اپنے کئے ہوئے پیروں پر سیدھا ہو گیا اور اس کے بعد اس نے اسی جگہ دوڑ
لگانی شروع کر دی وہ دوڑتے ہوئے قدامت بازیاں بھی کھاتا تھا اور اس نے ایک ہاتھ کو پشت پر رکھ لیا
تھا۔ کبھی وہ اپنے اکلوتے ہاتھ کے بل پوری طرح الٹا کھڑا ہو جاتا، کبھی اپنی ٹانگوں سے عجیب و غریب
کارنامے دکھانے لگا۔ کافی دیر تک اس کی یہ اچھل کود جاری رہی۔ شران اور شیرماہ اسے تعجب
سے دیکھ رہے تھے، اس خطہ الخواس شخص کی یہ اچھل کود ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ پھر باتو
ان کے قریب پہنچ گیا اور اس نے کہا.....

”تم نے دیکھا، دیکھا تم دونوں نے۔ میرے دونوں پاؤں کئے ہوئے ہیں اور اب تک میں نے
جو حرکتیں کی ہیں ایک ہاتھ کے بل پر کی ہیں۔ کیا سمجھو اور تجھے یاد ہے شران میں نے لکڑی کے اسی
پاؤں سے تیری گاڑی میں ٹھوکر ماری تھی۔ میں لکڑی کے یہ پاؤں باندھ کر دوڑ بھی سکتا ہوں اور
شاید تو یقین نہ کرے کہ میں انہی پاؤں کے ذریعے پہاڑوں پر بھی چڑھ سکتا ہوں، درختوں پر چڑھ سکتا
ہوں اور اگر تو کئے تو صرف ایک ہاتھ استعمال کرتے ہوئے۔“ شیرماہ جو ابھی تک خوفزدہ تھا دونوں
ہاتھ جوڑ کر بولا۔

”تو عظیم ہے باغہ تو عظیم ہے واقعی تیری جیسی شخصیتیں بے مثال ہوتی ہیں۔“
”نہیں شیرماہ شاید تم ابھی تک اس احساس کا شکار ہو کہ میں نے جو کچھ کیا ہے کسی انتہائی
جذبے کے تحت کیا ہے نہیں، ہرگز نہیں دیکھو دوست، میں دل کی بات کبھی کسی سے نہیں کہتا، لیکن
نجانے کیوں میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہیں اپنا دوست بنا لوں، شیرماہ ہے تمہارا نام.....؟“

”ہاں معزز باغہ.....“
”اور میرا نام باتو ہے۔“
”میں جانتا ہوں۔“

”سنو شیرماہ، یہ بچیاں، یہ چاروں بچیاں بہت معصوم ہیں تم ان کی جنگلی صلاحیتوں پر نہ جاؤ،
جنگلی طور پر تو یہ بے مثال ہیں اس کا پس منظر کیا ہے یہ میں تمہیں بتانا ضروری نہیں سمجھتا لیکن ان
معصوم بچیوں کے دل پر اگر کوئی تاثر طاری ہو جائے تو پھر میری راتوں کی نیندیں حرام ہو جاتی ہیں
اور وہ لڑکی سنانہ جو شران سے باتیں کر رہی تھی، بڑی معصومیت سے میرے پاس پہنچی اور اس نے
مجھے بتایا کہ وہ شران سے محبت کرنے لگی ہے، میں پریشان تھا اس وقت سے اور سوچ رہا تھا کہ مجھے
کیا کرنا چاہئے اور اس کے بعد حل میری سمجھ میں آ گیا۔“

شیرماہ کے دل کو اب سکون آگیا تھا، اس نے متعجبانہ انداز میں کہا۔ ”حل.....؟“

سے نہ دیکھا جائے اور میرا حلیہ تو مقامی لوگوں کا سا ہی ہے، ٹھیک ہے ہنگا تو پھر یونی کرتے ہیں کہ میں اور تم ساتھ ساتھ چلیں اور اس کے بعد ہم وہاں سے صورت حال معلوم کریں اور اگر ممکن ہو سکے تو شہر بدن سے ملاقات کر کے میں میان لائی کا تذکرہ کروں اور دیکھوں کہ اس کا نظریہ اس سلسلے میں کیا ہے۔“

ہنگا تیار ہو گیا، باقی لوگوں نے اپنے لئے ایک ایسی جگہ تلاش کر لی جہاں سے وہ کچھ وقت کے لئے عام لوگوں کی نگاہوں سے محفوظ رہ سکیں۔ زربدان ہنگا کے ساتھ چل پڑی۔

○.....○.....○

باگ والوں نے اجنبی لڑکی اور مرد کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا تھا۔ تب زربدان نے کہا۔ ”میں عظیم ہستی باگ کے کسی ذمے دار شخص سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں۔“

”تمہیں ہالار سے ملنا چاہئے بازغہ۔“

”ہالار کون ہے؟“

”سابق سردار سلاہ کا بیٹا.....“

”مجھے اس کے پاس پہنچا دو۔ ویسے تم نے اسے سابق سردار کیوں کہا۔ کیا باگ پر اب سلاہ کی حکومت نہیں ہے۔“

”اب اس کا بیٹا جو مایہ سردار ہے۔“

”مجھے ہالار کے پاس پہنچا دو۔“ زربدان نے کہا اور وہ شخص ان دونوں کی رہنمائی کرنے لگا۔ راستے میں زربدان نے ہنگا سے کہا۔ ”دونوں میرے ماموں ہیں اور اب میرا بڑا ماموں باگ کا سردار ہے۔“

”ہمت زریک سردار معلوم ہوتا ہے۔ باگ سرسبز اور اس کی پیداوار قابل رشک ہے۔“ ہالار بیرونی امور کا نگران تھا اور چند دوسری اہم ذمے داریاں بھی جو مایہ نے اسے سونپی تھیں۔ اس نے دونوں ممانوں کا استقبال کیا۔ ”کہاں سے آئے ہو اور کوئی ہستی کے رہنے والے ہو۔“

”ہماری ہستی کا نام لاسیہ ہے اور وہ یہاں سے بہت دور واقع ہے۔“

”کو یہاں تمہاری کیا خدمت کی جاسکتی ہے بازغہ.....؟“

”مجھے سردار سلاہ کی بیٹی شہدان سے ملنا ہے۔ میرے پاس اس کے لئے ایک پیغام ہے۔“

”آہ۔ شہدان میری بہن ہے۔ طویل عرصہ سے وہ یہاں تھی۔ لیکن اب سے کچھ عرصہ قبل وہ اپنی چاروں بیٹیوں کے ہمراہ عقابوں کے مسکن گئی ہے۔ وہ اس کے شوہر کی ہستی ہے۔“ ہالار نے جواب دیا اور زربدان چونک پڑی۔ اسے تمام صورت حال کا علم تھا اور یہ بڑی سنسنی خیز خبر تھی۔ ہنگا بھی دم بخود رہ گیا تھا۔ زربدان کو اس خبر سے بڑی مایوسی ہوئی تھی چند لمحات وہ افسوس بھرے انداز میں ہالار کو دیکھتی رہی پھر اس نے کہا۔

”کیا عقابوں کے مسکن پر سردار میان لائی ہی حکمران ہے؟“

”یقیناً، ہمارے علم میں ایسی اور کوئی بات نہیں ہے کہ وہ عقابوں کے مسکن پر حکمران نہ ہو، کچھ ایسی ہی باتیں ہیں بازغہ جو تمہیں بتائی نہیں جاسکتیں، بس یوں سمجھ لو، طویل عرصے کے بعد شہ

تھا کہ یہ ہستی اب تک دیکھی جانے والی تمام ہستیوں میں سب سے زیادہ سرسبز و شاداب ہے حالانکہ الاوشیہ نے لاسیہ کو جدید دنیا کی سمولتوں سے آراستہ کیا تھا۔ لیکن اس ہستی کا جو حسن ہے وہ اپنی مثال آپ ہے اور اسے ایک خوبصورت ترین ہستی کہا جاسکتا ہے۔

یہ ساری باتیں اپنی جگہ تھیں، لیکن وہ سب میان لائی کی بے بسی اور وحشت کو محسوس کر رہے تھے۔ میان لائی جوں جوں ہستی باگ قریب آتی جا رہی تھی سر اسد ہوتا جا رہا تھا اور پھر زربدان نے ایک جگہ قیام کر کے کہا۔

”ہمیں ہستی میں داخلے کے لئے ایک طریقہ کار متعین کرنا ہو گا یونی سب کے سب ہستی میں نہیں داخل ہو جائے چاہئیں۔“

”تم اس سلسلے میں کیا تجویز ذہن میں رکھتی ہو زربدان؟“ آسرنے سوال کیا۔ زربدان کا وہ دل سے قائل ہو گیا تھا اور کبھی کبھی شدید حیران ہو جاتا تھا کہ یہ لڑکی جو اس کے سائے میں پروان چڑھی ہے کس قدر زیرک ہے، ہر بات کو اچھی طرح محسوس کر لیتی ہے۔ زربدان نے کہا۔

”اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ہستی میرے نانا کی ہے اور میری ماں کو جب اس بات کا علم ہو گا کہ میں اور اس کا شوہر یہاں آئے ہیں تو ہمارے لئے اس ہستی میں کوئی مشکل نہ رہے گی۔ لیکن یہ بات میری ماں اور میری بہنوں کی ہے اور صاف ظاہر ہے کہ وہ اس ہستی کی سردار نہیں۔ ہستی کے سردار کا نام غالباً تم نے سلاہ بتایا تھا میرے باپ.....؟“

”ہاں سلاہ.....“

”ہو سکتا ہے سلاہ کے دل میں غم و غصہ ہو اور وہ یہ سوچتا ہو کہ میان لائی نے اس کی بیٹی کو اس طرح در بدر کر کے چھوڑ دیا۔ میں براہ راست اپنے باپ کو ان لوگوں کے سامنے نہیں بھیجتا چاہتی بلکہ میری رائے ہے کہ روزال اور میں ہستی باگ میں جائیں ساری صورت حال معلوم کریں اور اس کے بعد ہم یہ فیصلہ کریں کہ ہمیں آئندہ کیا کرنا چاہئے۔“ آسرنے مطمئن انداز میں گردن ہلا کر کہا۔

”درحقیقت میں متردد تھا اور یہ فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا کہ مجھے اس سلسلے میں کیا کرنا چاہئے لیکن زربدان نے جو کچھ کہا ہے وہی سب سے موزوں ہے اور میں اس کی پوری پوری تائید کرتا ہوں۔“ خود میان لائی کو تو جیسے ایک لمحے کے لئے سہارا مل گیا، اس نے کہا۔

”میں تجھ سے مکمل اتفاق کرتا ہوں اور بات یہ نہیں ہے میری بیٹی کے میں بزدل ہوں یا کسی چیز سے خوفزدہ ہوں لیکن میرا خوف سب سے بڑھ کر یہی ہے کہ شہدان پر نجانے کیا بیٹی ہوگی اور وہ مجھے نجانے کس نگاہ سے دیکھے۔ اگر ایسا ممکن ہو جائے تو میری مشکلات میں بڑی کمی واقع ہو جائے گی، تو فوراً آسے یہ نہ بتانا کہ تو اس کی کھوئی ہوئی بیٹی ہے، کسی طریقے سے اس کے خیالات معلوم کرنا اور روزال! تمہیں تو وہ اچھی طرح پہچانتی ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم نہ جاؤ بلکہ ہنگا تمہارے ساتھ جائے۔ میرا مطلب ہے زربدان کے ساتھ کیونکہ شہدان کو اس بات کا علم ہے کہ روزال اس کی بیٹی کو لے کر گم ہو گیا تھا۔“

”جیسا حکم ہو آقا مجھے اعتراض نہیں ہے۔“

”ہنگا بھی ٹھیک ہے، میں اتنا چاہتی ہوں کہ کوئی ایسا شخص میرے ساتھ ہو جسے اجنبی نگاہوں

امید نہ تھی کہ اس کی کھوٹی ہوئی منزل کبھی اسے واپس ملے گی۔ شران بہت شاطر ہے لیکن اسے جنگ و جدل میں نے ہی سکھائی ہے اور یہ بھی اندازہ ہو گیا ہے مجھے کہ اس نے مجھ سے میرے ہی انداز میں جنگ لڑی، لیکن اب وہ مجھ سے نہ بچ پائے گا اب میں اسے نہیں چھوڑوں گا۔ میں..... میں بے شک بوڑھا ہو چکا ہوں کمزور ہو چکا ہوں لیکن اب میری رگوں میں لوہی جگہ آتش دوڑ رہی ہے اور اس آگ کی قسم، میں شران کو وہ سزا دوں گا کہ عقابوں کے مسکن میں پیشہ یادر کھی جائے گی۔ چلو زبدان اب ہم انتظار نہیں کر سکتے۔“ اور انہوں نے واپسی کے لئے قدم اٹھا دیئے، میان لائی اس قدر آتش ریز ہو رہا تھا کہ اس کا گھوڑا ان سب سے آگے نکل گیا تھا۔ زبدان اور باقی لوگ اس کا تعاقب کر رہے تھے آسڑنے لگا۔

”زبدان وہ جس قدر جوش میں ہے اس سے اسے نقصان کے سوا کچھ نہ حاصل ہو گا۔ اگر شران اتنی ہی شاطر ہے اور اس نے واقعی شہ بدان اور اس کی لڑکیوں کو قید کر لیا ہے تو میان لائی کا استقبال بھی وہ شاطرانہ انداز میں ہی کرے گا اور کہیں یوں نہ ہو کہ میان لائی اس کے ہاتھوں مارا جائے کیونکہ یہ ایک بہت بڑا بچہ ہے کہ عمر انسان کے کوئی مضصل کر دیتی ہے اور وہ کتنے ہی جوش کے عالم میں ہو نوجوان خون سے نہیں ٹکرا سکتا۔“

پھر طویل ترین سفر کے بعد جب رات کا پہلا قیام ہوا تو زبدان نے اپنے باپ سے کہا۔ ”اور ابھی تک میرے اور تمہارے درمیان کوئی ایسی بات نہیں ہوئی باغہ جس میں، میں تم سے کوئی فرمائش کر سکوں اور تم میری وہ فرمائش پوری کر دو۔..... لیکن اب یہ لمحات آگئے ہیں کہ میں تم سے کچھ مانگوں اور تم فراخ دلی سے مجھے میری طلب دے دو۔“ میان لائی نے اداس نگاہوں سے بیٹی کو دیکھا اور کہا۔

”مجھ پر تیرے بہت سے قرض ہیں زبدان اور سب سے بڑی چیز مجھ پر تیرا احسان ہے، جسے میں کبھی نہیں اتار سکتا اور دینے کے لئے میرے پاس سے ہی کیا جو میں تجھے دوں۔ لیکن ان تمام باتوں سے افضل یہ بات ہے کہ اگر تو سمجھتی ہے کہ میں تجھے کچھ دے سکتا ہوں تو مانگ میرے پاس ہوا تو میں تیری نذر کر دوں گا.....“

”باغہ شران سے مبارغہ تم نہیں طلب کرو گے بلکہ یہ ذمہ داری میرے سپرد کر دو۔“

”کیسی ذمہ داری.....؟“

”میں اس سے مبارغہ کروں گی۔“

”زبدان کیا یہ وہ مانگ ہے جو تجھ سے مانگ رہی ہے؟“

”ہاں باغہ.....“

”کیا تو یہ سمجھتی ہے کہ ایک بار اہوا شخص کبھی جیت نہیں سکتا؟“

”نہیں باغہ یہ بات نہیں ہے تم میرے دلیر باپ ہو اور روزاں مجھے تمہارے کارنامے سنا چکا ہے۔“

”تو پھر کیا ایک باپ کی زندگی میں ایک بیٹی مبارغہ طلب کر سکتی ہے، اگر تو میرا بیٹا ہوتا تو میں بخوشی تجھے اپنا شوالا مقرر کر دیتا۔“

”یہی تصور تو میں تمہارے ذہن سے منانا چاہتی ہوں اس تصور کی بنیاد پر تو ہم سب در بدر

بدان نے اپنے شوہر کی بستی کی جانب رخ کیا ہے، بہت طویل عرصے کے بعد، لیکن بازغہ اگر اس کے لئے کوئی ایسا اہم پیغام ہے جو تم دوسروں کو تھما سکو تو میں شہ بدان کا بھائی ہوں، مجھے اس کے لئے پیغام دے دو، ممکن ہے کوئی ایسا ذریعہ نکل آئے کہ میں وہ پیغام شہ بدان تک پہنچا دوں یا پھر اگر تمہیں اس سے ملاقات ہی کرنی ہے اور اتنا ہی اہم کام ہے تمہیں اس سے، تو پھر عقابوں کے مسکن کی جانب رخ کرو، جس کا فاصلہ یہاں سے کم نہیں ہے۔“

”آپ کا بے حد شکریہ باغہ، میں عقابوں کے مسکن ہی کی جانب جاؤں گی، بازغہ سے ملاقات کرنا میرے لئے بے حد ضروری ہے۔“

”اگر چاہو تو باگ میں قیام کر سکتی ہو، مہمانوں کے لئے باگ میں عزت کا مقام ہے اور جب تک تم یہاں مہمان رہو گی تمہیں تکلیف نہ ہوگی۔“

”بے حد شکریہ، میں باگ ضرور آؤں گی، لیکن کچھ وقت کے بعد۔ کیونکہ اس بستی سے میرا قلبی تعلق ہے۔ اجازت چاہتی ہوں باغہ آپ کا بے حد شکریہ.....“

واپسی میں ہنگامے نہ لگا۔ ”اور یوں لگتا ہے جیسے شہ بدان کو عقابوں کے مسکن کے حالات بالکل نہیں معلوم..... شران شیطان ہے، جب اسے علم ہو گا کہ شہ بدان میان لائی سے ملنے آئی ہے تو وہ اسے گرفتار کر لے گا اور اس سے کہے گا کہ وہ اور اس کی بیٹیاں میان لائی کی جگہ پر غماں ہیں اور اس وقت تک انہیں آزادی نصیب نہ ہوگی، جب تک میان لائی شران کو حاصل نہ ہو جائے گا۔ آؤ بازغہ رفتار تیز کرو۔ میرا خیال ہے اب تک اگر شہ بدان اور اس کی بیٹیاں عقابوں کے مسکن پہنچ گئی ہیں تو وہ یقیناً بدترین عذاب میں گرفتار ہوں گی۔“

پھر یہ لوگ میان لائی کے پاس پہنچ گئے۔ میان لائی اور بقیہ لوگ ان کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے اور میان لائی کے اندر شدید اضطراب تھا۔ اس نے مضطرب لہجے میں زبدان سے پوچھا۔

”کیا شہ بدان سے ملاقات نہیں ہوئی؟ کیا وہ وہاں موجود نہیں ہے۔ تمہاری اس قدر جلد واپسی مجھے شبہ میں مبتلا کر رہی ہے اور تمہارے چہرے پر پھیلے ہوئے مایوسی کے اثرات۔“

”نہیں، نہیں، معزز باغہ ایک بڑی مشکل داستان علم میں آئی ہے۔“ زبدان نے ہلار کی بتائی ہوئی تمام باتیں میان کے گوش گزار کر دیں اور میان شدت جنون سے اپنے بال نوچنے لگا۔

”آہ شاید میں اسے یاد آیا، شاید وہ میری بیٹیوں کو مجھ سے ملانے کے لئے گئی ہوگی۔ اف بد نصیبی بھی کیا چیز ہوتی ہے، اس نے پوری عمر کاٹ دی اور میں بے غیرت انسان طویل عرصے تک یہی سوچتا رہا کہ اس کے پاس پہنچوں یا نہ پہنچوں۔ یہاں تک کہ اس سے صبر نہ ہو سکا اور وہ خود ہی میری جانب چل پڑی۔ لیکن میں ہی نہیں ہنگام بھی جانتا ہے کہ اگر وہ عقابوں کی بستی میں پہنچ گئیں۔“

پھر روشنی والا ہی ان کا محافظ ہے، شران جیسے شیطان سے کچھ بھی امید نہیں ہے۔ میں زبدان، اب مجھ سے صبر نہ ہو سکے گا۔ چلو میرے ساتھ، جلدی کرو تمہیں دن رات سفر کرنا ہے اور ہم عقابوں کے مسکن جا کر شران سے مبارغہ طلب کریں گے۔ اگر اس نے شہ بدان اور میری بیٹیاں کو کوئی نقصان پہنچایا ہے تو روشنی والے کی قسم عقابوں کے مسکن میں آگ لگا دوں گا۔ اب میں وہ

مانع میان لائی نہیں ہوں جس کے سامنے زندگی کا کوئی اہم مقصد نہیں تھا، جو مضصل تھا اور جسے

گاڑی کو دھکیلتا ہوا سوچ کی پہاڑی کے پیچھے آجاتا اور یہاں باتو اسے خطرناک جس کے پاس اوزار ہوتے اور وہ لکڑی کے ٹکڑوں کو تراش تراش کر شمران کے لئے عجیب عجیب سارے بناتا۔ اس کی کاوشوں کا بہترین نتیجہ برآمد ہو رہا تھا۔ پہلے اس نے شمران کو انہی کٹے ہوئے پیروں پر کھڑے ہونے کی مشق کرائی جس میں شمران کو شدید تکلیف کا سامنا کرنا پڑا۔ اس پر غشی طاری ہو جاتی تو باتو اس پر پانی کے برتن اوندھا دیتا۔ وہ کہتا۔

”تکلیف کوئی چیز نہیں ہوتی۔ اپنے جسم کا تصور چھوڑ دو۔ یوں سمجھو تمہارے سامنے کوئی اور یہ عمل کر رہا ہے اور تم صرف اسے دیکھ رہے ہو..... اسے سکھا رہے ہو۔“

شیرماہ نے شمران کو کٹے ہوئے پیروں سے چلتے ہوئے دیکھا۔ پھر لکڑی کے چھوٹے ٹکڑے پیروں میں باندھ کر ساروں کے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے۔ پھر یہ سارے بھیٹک دیئے گئے اور لکڑی کے ٹکڑے بڑے ہوتے گئے یہاں تک کہ وہ شمران کے قدم کے برابر ہو گئے۔ شیرماہ نے باتو کو عظیم جادوگر قرار دیا تھا جس نے وہ کر دکھایا تھا جو ناقابل یقین تھا۔ باتو نے شمران کا مصنوعی ہاتھ بھی بنایا تھا جو ہر طرح کے ساروں میں باعمل تھا۔ شیرماہ کی خوشیوں کا ٹھکانہ نہیں تھا۔ پھر اس نے شمران کو انہیں لکڑی کے پیروں سے دوڑتے ہوئے دیکھا۔ اس وقت اس کی خوشیاں بے پناہ ہو جاتیں جب وہ معذور نواسے کو اس طرح دوڑتے ہوئے دیکھا۔ شمران جس کے چہرے پر باپوسی کھنڈ گئی تھی، اب اسی طرح خوش و خرم نظر آتا تھا جیسا معذور ہونے سے پہلے۔ لیکن اس کی سرکشی مفقود ہو گئی تھی، اپنے باپ، ماں اور نانا نانی سے وہ اس قدر محبت سے پیش آتا، ہر ایک سے اس کا لہجہ اتنا نرم ہوتا کہ لوگ یہ تسلیم کرنے ہی کو تیار نہ ہوتے کہ یہ وہی سرکش شمران ہے جس نے بوستانہ میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کر دیا تھا اور شرمناک عمل کا مظاہرہ کیا تھا۔ شیرماہ شدت جذبات سے بے قابو ہو کر باتو سے کہتا۔

”عظیم باندھ مجھ سے یہ خوشی سنبھالے نہیں سنبھالی جاتی، میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس کی ماں عشمہ کو اور اس کی دادی کو یہ بتا دوں کہ اب یہ معذور لڑکا نہیں رہا بلکہ ایک بار پھر سے ان کا شمران ٹھیک ہو چکا ہے۔“ تو باتو کہتا۔

”نہیں شیرماہ ابھی تم ایسا نہ کرنا تمہارا کیا خیال ہے میں نے کوئی تمہارا قرض ادا کیا ہے یہ سب کچھ کر کے۔ یہ تو وہ ہے جس نے ان لڑکیوں کے باپ کو مبارکے میں شکست دے کر زندہ درگور کر دیا تھا۔ اصل میں میری یہ کاوشیں امانت ہیں کسی کی اور جب تک یہ امانت ان کے رو برو نہ پیش کر دی جائے، کوئی اور آنکھ میرے اور تمہارے علاوہ شمران کو اس شکل میں نہیں دیکھ سکتی۔“

شیرماہ حیران ہوا تھا اس نے کہا۔

”وہ کون سی آنکھ ہے عظیم باندھ۔“ اور باتو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی، اس نے کہا۔

”عقل رکھتے ہو تو خود سمجھو اور نہ سمجھ پاؤ تو کسی بے عقل کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنی عقل سے زیادہ کی بات کرے۔“

باتو کے جوابات تو ایسے ہی ٹیڑھے ہوا کرتے تھے اور ان پر خاموشی ہی مناسب ہوا کرتی تھی اس کی دو جذبات تھیں۔ پہلی تو یہ کہ باتو سردار فہما کا اتالیق تھا اور یہ بات اب سب ہی جان چکے تھے۔ دوسری یہ کہ باتو وہ شخص تھا جس نے ایک مہرہ جسم میں روح ڈال دی تھی اور شمران کو وہ

ہو گئے ہیں۔ میرے باپ، میں اسی تصور کو تمہارے ذہن سے ختم کرنا چاہتی ہوں کہ تم نے بیٹیوں پر کبھی بھروسہ نہیں کیا۔ آج بھی اگر تم بیٹیوں پر بھروسہ نہ کرو گے تو باندھ تمہاری یہ کمائی آگے ہی نہ بڑھ سکے گی۔ میری ماں اب بھی تم پر بھروسہ نہ کرے گی۔ باندھ میری اس آرزو کو پورا کر دو.....“

”لیکن زربدان میری بیٹی مجھے یہ مبارکہ خود ہی کرنے دے، شاید تو ایسا کر سکے لیکن تو نہیں جانتی شمران کو جنگ و جدل اور ہتھیاروں کا استعمال میں نہ ہی سکھایا ہے، وہ بہت سخت جان اور جنگجو نوجوان ہے جبکہ تو ایک نازک جسم اور اس دنیا میں پلی ہوئی لڑکی ہے جس دنیا میں جنگ و جدل کا یہ انداز نہیں ہوتا، میں تجھے شمران کے سامنے نہیں جانے دے سکتا، یہ میرے لئے سب سے زیادہ تکلیف دہ امر ہو گا اور تو مجھ سے ضد نہ کر میری بیٹی۔ تیری ہر آرزو پورا کرنا میرا فرض ہے، لیکن یہ.....“

”بس عظیم باندھ یہ فیصلہ ہو جائے، رات کی ان تاریکیوں میں یا صبح کی روشنی میں۔ یا تو مجھے اجازت دے کہ میں شمران سے مبارکہ کروں، یا پھر اس کے لئے تو مجھ سے مبارکہ کر.....“

زربدان نے کہا اور میان لائی کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس نے تعجب سے روزال کو دیکھا اور روزال نے گردن خم کر لی۔

”روزال..... کیا تو نے اسے جنگ و جدل بھی سکھائی ہے۔ کیا یہ پہاڑوں کا طریق بھی جانتی ہے۔“

”پہلی بات تو یہ ہے عظیم آقا کہ اس کی جو بھی تشکیل ہوئی ہے وہ ان فرشتہ صفت لوگوں نے کی ہے۔ میں تو صرف ان کے احکامات پر عمل کرتا رہا ہوں۔ لیکن دوسری بات یہ ہے کہ اس کی رگوں میں انہیں پہاڑوں کا خون ہے۔“

”وہ تو ٹھیک ہے، لیکن اسے سمجھا کہ شمران دشمن ہے۔ اس بد بخت کو میں نے تربیت دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ وہ ایک شاطر جنگجو ہے۔ اگر کوئی عام بات ہوتی تو میں زربدان کی خواہش کا احترام کرتا لیکن.....“

”اس لیکن کے بعد صرف میرے اور تمہارے درمیان مبارکہ ہے باندھ۔ فیصلہ صرف اسی بنیاد پر ہو گا۔“ زربدان نے کہا۔

”وہ تجھے شکست دے دے گا۔ کیونکہ میں اس کی جنگی صلاحیت سے واقف ہوں۔“

”مجھے تم نے جنگی تربیت نہیں دی تھی باندھ..... اور تم میری جنگی صلاحیت سے بے خبر ہو۔ بہتر ہے کل صبح مجھ سے شناسائی حاصل کر لو۔ مجھے شکست دے کر تم آسانی اپنا مقصد حاصل کر لو گے۔ دوسری کوئی صورت میرے لئے قابل قبول نہیں۔“ زربدان نے سنگین لہجے میں کہا۔

○.....○.....○

سوچ کی پہاڑی سرداروں کے لئے مخصوص تھی اور وہاں عام لوگ نہیں جاتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اس کے عقب میں ہونے والے انوکھے کھیل کی خبر کسی کو نہیں ہو سکی تھی۔ باتو نے شیرماہ کو سختی سے ہدایت کر دی تھی کہ اس کی کاوشوں کے بارے میں اپنے بیٹے ماہ لخت تک کو نہ بتائے خصوصاً عورتوں کو کہ وہ بات کو عام کرنے میں بے مثال ہوتی ہیں۔ ہر صبح شیرماہ اپنی بنائی ہوئی

بنادیا تھا جس کا کوئی تصور بھی نہیں کر سکے۔ چنانچہ یہ سلسلہ جاری رہا اور خود شمران تو باتو کا مرید بن گیا تھا اور اس کی وہی کیفیت تھی جو فوہا اور اس کی باقی بہنوں کی..... وہ باتو کی ہر بات آنکھیں بند کر کے اور سر جھکا کے سنتا تھا اور اس پر عمل کرتا تھا۔ یہ باتو کی سادہ سادگی اور یہی سادگی سمنانہ، غلامہ، فوہا اور شیرایہ پر اب تک قائم تھی۔ چاروں لڑکیاں باتو کی بات کو آخری بات سمجھتی تھیں اور اس دن کے بعد سے سمنانہ کے چہرے پر غم کی ایک لکیر تو بے شک نمودار ہو گئی تھی، لیکن اس نے دوبارہ کبھی سوچ کی پہاڑی کی جانب رخ نہیں کیا تھا ہاں تنہائی میں وہ غلامہ سے یہ ضرور کہتی۔

”باتو بابا جو کچھ سوچتا ہے وہی بہتر ہوگا، ہم اس کی باتیں صحیح طور پر نہیں سمجھ پاتے، لیکن جو کچھ وہ کہتا ہے وہی ہر لحاظ سے بہتر ہوتا ہے اور یہ بات تو بہر طور آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ ہمارے باپ کو اس نے مبارکے میں شکست دی تھی۔ بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ باتو بابا مجھے اس سے محبت کی اجازت دے دے۔ سب ہی بُرا بھلا کہیں گے۔ اصل میں اس کی بے بسی سے مجھے محبت ہو گئی تھی لیکن اب میں کوشش کروں گی کہ اس کے خیال کو میں دل سے نکال دوں۔ واقعی یہ تو مناسب نہیں ہے اور میں نے غلط سوچا تھا۔“ اس دن وہ غم زدہ ایک گوشے میں بیٹھی ہوئی تھی کہ باتو نے اس سے کہا۔

”تم نے اپنے آپ کو محصور کر لیا ہے اپنے کوسے سے باہر کیوں نہیں نکلتیں؟“

”نہیں باتو بابا کوئی ایسی اہم بات تو نہیں ہے۔ ہاں اگر تم کو تو ہم باہر جا سیں۔ اصل میں اس دن کے بعد سے ہم نے اس لئے باہر قدم نہیں نکالے کہ کہیں تم یہ نہ سمجھو کہ ہم نے تمہارے حکم سے سرکشی کی ہے۔“ سمنانہ نے جواب دیا اور باتو کی آنکھوں سے محبت پھوٹ آئی، اس نے کہا۔

”احق لڑکیو، تم نے میری فطرت کو اتنا بدل دیا ہے کہ اب میں باتو تو رہا ہی نہیں ہوں، ارے میں تو انتقام کا پتلا تھا میری آرزو صرف یہ تھی کہ پہاڑ کے اس طرف رہنے والوں کو خون میں نہلاتا رہوں اور یہی آرزو میرے دل میں طویل عرصے تک چلتی رہی تھی اور میں نے درحقیقت اس کی تکمیل بھی خوب کی۔ لیکن میں یہ چاہتا تھا کہ زندگی کا آخری لمحہ وہ ہو جب میں ان پہاڑوں کے رہنے والوں کو بے بسی سے خون میں ملیا میٹ دیکھوں، لیکن تم نے میری فطرت بدل دی ہے اب میں کسی پر کیا ظلم کروں گا۔ سن سمنانہ، غلامہ کے ساتھ آج شام کو اسی جگہ پہنچ جانا، جہاں سے میں نے تجھے ڈانٹ کر بھگایا تھا، سورج چھپنے سے بہت پہلے، جب سورج سامنے کی پہاڑیوں سے خاصا بلند ہوتا ہے وہاں پہنچنا، میں تیرا انتظار کروں گا۔“ سمنانہ نے گردن خم کر دی، پھر اس نے غلامہ کو باتو کا یہ حکم سنایا اور غلامہ نے کہا۔

”پتہ نہیں باتو بابا کیا چاہتا ہے لیکن ہمیں اس کے حکم کی تعمیل تو کرنا ہی ہوگی۔“ اور جب دونوں وہاں پہنچیں تو انہوں نے شمران کو دیکھا جو اپنی گاڑی پر بیٹھا ہوا تھا اس کی گردن سے بیروں تک ایک کپڑا پڑا ہوا تھا وہ بہت خوبصورت اور کسی خاص چیز سے بنا ہوا تھا۔ اس کا چہرہ بھی دکھتا ہو نظر آ رہا تھا، سمنانہ نے اسے دیکھا اور پھر خوفزدہ نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ اسے شبہ ہوا کہ کہیں باتو وہاں نہ پہنچ گیا ہو اور وہ اسے دیکھ کر یہ سمجھے کہ سمنانہ نے خود اسے بلایا ہے وہ پریشان کھڑی ہوئی تھی کہ شمران نے کہا۔

”سمنانہ کیا تم میرے نزدیک نہیں آؤ گی۔“ سمنانہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اچانک ہی شمران نے اپنے شانوں سے وہ کپڑا ہٹایا اور اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر وہ اپنے قدموں سے چلتا ہوا سمنانہ کے پاس پہنچا اور سمنانہ پر غشی سی طاری ہوئے لگی۔ شمران مکمل قدم قدم قدامت میں تھا اور یقین ہی نہیں آتا تھا کہ یہ وہ شمران ہے اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ سمنانہ اور غلامہ چکر لائی ہوئی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھیں۔ غلامہ نے جیرانی سے کہا۔

”کیا تم شمران ہو..... یا عفتابوں کے مسکن میں اس کے ہم شکل.....“

شمران کے بجائے عقب سے باتو کی آواز سنائی دی۔

”احق لڑکیو..... جب پارٹی لڈر باتو ہوتا ہے تو ایسے ہی مجھ بے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ میں نے تمہیں کبھی کسی مرحلے پر تشنہ چھوڑا ہے؟ تو ایک ایسے نوجوان سے محبت کرتی جس کے دو پاؤں اور ایک ہاتھ نہ ہوتا، اور تو زندگی بھر اس کے بوجھ کو گھٹینے بھرتی۔ مجھے یہ گوارہ نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے اسے مکمل کر دیا..... اور اب تیری محبت تیرے سپرد کر رہا ہوں۔ غلامہ تو میرے ساتھ آ۔ آتیرا یہاں کھڑے رہنا اس وقت مناسب نہیں ہے۔ مجھے تو کبھی ایسے لمحات نصیب ہی نہیں ہوئے لیکن تجربہ بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ دو محبت کرنے والوں کی سب سے بڑی آرزو یہی ہوتی ہے کہ ان کے درمیان سننے والی ہواؤں کا گزر بھی نہ ہو..... آجا.....!“ باتو غلامہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے واپس چل پڑا۔

○.....○.....○

ہیبان نے میان لائی کے شانے پر ہاتھ رکھا اور میان گردن گھما کر اسے دیکھنے لگا۔ ”تم بہت پریشان ہو میان لائی.....!“ ہیبان نے افسردہ لہجے میں کہا۔

”ہاں بہت اور اس کی وجہ تم جانتے ہو باغہ..... میرا دل شہ بدان اور اپنی بیٹیوں کے لئے تڑپ رہا ہے۔ آہ جب ان کے دل میں میری محبت جاگی تو بد نصیبی نے پھر ان کا استقبال کیا۔ مردود شمران نے ان کا جس طرح استقبال کیا ہوگا، میں ہی کیا تم بھی جانتے ہو گے، اور ممکن ہے اب قبیلوں میں شمران کے نقارچی اعلان کرتے پھر رہے ہوں کہ میان لائی خود کو شمران کے حوالے کر دو ورنہ تمہارا انتقام تمہاری بیوی اور بیٹیوں سے لیا جائے گا۔ بابا ہیبان مجھے بتاؤ یہ کم پریشانی کی بات ہے۔“

”بے شک۔“ ہیبان نے کہا۔

”پھر یہ لڑکی..... وہ جو کچھ کہہ رہی ہے تم بتاؤ..... کیا وہ قابل قبول ہے۔“

”تم اسے سخت روی سے منع کر سکتے ہو۔ آخر وہ تمہاری بیٹی ہے۔“

”مجھے اس سے آنکھ ملاتے ہوئے شرم آتی ہے باغہ تم سخت روی کی بات کرتے ہو۔ میں وہ باپ ہوں جس نے اسے مقتل بھیج دیا تھا۔ اس کی زندگی نے اسے بچالیا ورنہ میں تو اس کا قاتل ہوں۔“

”آہ..... یہ بھی سچ ہے۔“ ہیبان نے کہا۔

”اور یہ بھی سچ ہے کہ شمران بہترین جنگجو ہے اور..... بھلا وہ نرم و نازک لڑکی اس سے کیسے مقابلہ کر سکے گی۔ میں شمران سے مقابلہ کر کے مرنا پسند کرتا ہوں لیکن اس کے

ہاتھوں.....

پہان بھی اس بارے میں کچھ نہ کہہ سکا اور سورج پہاڑیوں کے عقب سے جھانکنے لگا۔ ایک ایک کر کے تمام لوگ جاگ گئے۔ ضروری امور سے فراغت کے بعد زربدان نے کہا۔ ”میرے لئے کیا حکم ہے باغ۔“

”آخری بار..... زربدان آخری بار میں تیری منت کر رہا ہوں۔ یہ فریضہ مجھے سرانجام دینے دے۔ میں تیرا باپ ہوں۔ اس سے زیادہ تجھ سے اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔“

”شاید میں یہ بات نہ مان سکوں باغ..... آزمانے میں کیا حرج ہے۔ ممکن ہے میں تجھے مطمئن کر دوں۔ ہاں اگر میں نا اہل ثابت ہوئی تو خوشدلی سے خاموشی اختیار کر لوں گی۔“

”ٹھیک ہے۔ میں مبارکے کے لئے تیار ہوں.....!“ میان نے سر دلبے میں کہا۔ زربدان نے گردن خم کر دی۔

بڑا عجیب اور بے حد سنسنی خیز مبارک تھا۔ سب لوگ بے چین تھے۔ دونوں مقابل گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ تب زربدان نے کہا۔

”سچے پہاڑی مبارکے کے میدان میں روایات کے محافظ ہوتے ہیں۔ اس مبارکے میں رشتے یا مصالحتیں نہ اختیار کی جائیں ورنہ..... فیصلہ بے مقصد رہے گا۔ دونوں بھرپور وار کریں گے اور ایک دوسرے کو شکست دینے کی کوشش کریں گے۔ فیصلہ صرف شکست کی صورت میں ہوگا۔ دوسری کوئی بات قابل قبول نہ ہوگی.....!“

میان نے زربدان کو گھورا..... اور اپنے گھوڑے کا رخ تبدیل کر کے اسے دور لے جانے لگا۔

زربدان نے بھی ماہر شہسوار کی طرح اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے دور لے گئی۔ دوسرے تمام افراد تماشا بن گئے تھے۔ آسٹرنے سرگوشی کے انداز میں لیزا سے کہا۔

”گھوڑے کی پشت پر اس کی شان دیکھ رہی ہو۔ ان حالات میں سوچنا پڑتا ہے لیزا کہ ہم نے ٹھیک ہی کیا یہ ہم میں سے نہیں ہے یہ تو فطری طور پر پہاڑی ہے۔ خالص جنگجو پہاڑی۔ خدا اسے محفوظ رکھے آہ دیکھو دونوں پلٹ رہے ہیں۔“

”پھر بھی وہ عورت ہے جو مرد کی قوت کی ہم پلہ نہیں ہو سکتی۔“ لیزا نے سسکی لی کہ کہا۔ پھر میان کے گھوڑے کی طوفانی رفتار دیکھ کر لرزتی ہوئی آوازیں بولی ”دیکھو اس کے انداز میں کس قدر درندگی ہے۔ آہ اس نے اپنا کھلاڑا کس طرح بلند کر لیا ہے۔ کیا وہ باپ ہونے کے باوجود اس پر بھرپور وار کرے گا۔“

دونوں گھوڑے آن کی آن میں ایک دوسرے کے قریب پہنچے۔ دونوں کے کھلاڑے دھار کی سمت سے ایک دوسرے سے ٹکرائے۔ فضاء میں چنگاریاں اڑیں اور گھوڑے اپنی رفتار میں دونوں سمت دور تک نکل گئے۔ میان نے گردن گھما کر گہری نگاہوں سے زربدان کو دیکھا اور دل میں اعتراف کیا کہ وہ نہ ہو سکا جو اس نے چاہا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ کھلاڑا زربدان کے ہاتھ سے نکل جائے گا اور اسے کوئی ضرب نہ پہنچے گی۔ لیکن زربدان کے نسوانی ہاتھ کی گرفت کھلاڑے کے دستے پر بدستور تھی اس نے دل میں اعتراف کیا کہ اس بھرپور وار کو روکنا کم از کم کسی لڑکی کے بس کی

بات نہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ زربدان کے ہاتھ کی گرفت مضبوط ہے۔ سو اس نے دوسری کوشش کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ زربدان کا کھلاڑا اس کے ہاتھ سے نکل جائے اور اس سلسلے میں وہ اپنی مہارت کو کام میں لانا چاہتا تھا۔ اس بار جب دونوں گھوڑے پلٹے تو میان نے چوڑے پھل کی بجائے زربدان کے کھلاڑے کے دستے کو اپنے کھلاڑے کی پلیٹ میں لیا اور پوری قوت سے اسے کھینچا لیکن اچانک ہی کھلاڑا ہاتھ سے نکل گیا۔ گھوڑے پھر ایک دوسرے سے فاصلے پر چلے گئے تھے اور میان کا کھلاڑا ہاتھ سے نکل جانے کی وجہ سے تماشاویوں کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل گئی تھیں، خود میان ششدر رہ گیا تھا۔ بیشک یہ طاقت کا کمال تھا۔ اس نے اپنے گھوڑے کو واپس موڑا اور حیرانی سے زربدان کو دیکھنے لگا۔ تب زربدان بھی آگے آگئی اور اس نے جو شیلے لیے میں کہا۔

”سردار میان لائی میں تمہارا مذاق اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ کھلاڑا اٹھاؤ اور مقابلہ کرو مجھ سے، مجھے سکھاؤ کہ مردوں سے جنگ کیسے کی جاتی ہے جو کچھ تم کر رہے ہو اسے میں اچھی طرح سمجھتی ہوں اٹھاؤ کھلاڑا میان لائی۔ مبارک کرتا ہے تو مجھے شکست دو ورنہ..... ورنہ تم ہارے ہوئے سردار ہو گے۔ اور شہر ان سے مقابلہ مجھے ہی کرنا ہوگا۔“

میان لائی کے پاس کتنے کیلئے کچھ نہیں تھا اس نے گھوڑے کو ایک چکر دیا اور پھر گھوڑے پر بیٹھی زمین پر اتنا جھک گیا کہ کھلاڑا اس کے ہاتھ میں آگیا اور اس نے اپنے آپ کو گھوڑے کی پشت پر دوبارہ سنبھال لیا۔ اب وہ ایک عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔ ایک لمحے کیلئے ذہن میں کالے بادل چھا گئے تھے۔

مد مقابل اسے لگا رہا ہے اور اس لگاؤ کو قبول نہ کرنا سردار کی شان کے خلاف ہے ہر چند کہ اس نے شہر ان سے شکست کھائی تھی۔ لیکن وہ ایک مکمل شکست تھی۔ طاقت کے استعمال کے بعد کی شکست۔ کھلاڑا اٹھانے کے بعد وہ واپس پلٹا۔ اس کے حلق سے ایک عجیب سی آواز نکلی۔ اور اس کا گھوڑا زربدان کے گھوڑے کی جانب پلکا۔ زربدان بھی دانتوں پر دانت جمائے اس کے مد مقابل آگئی اور اس کے بعد کھلاڑیوں کی چک پھیریاں دیکھنے والوں کو لرزائے لگیں۔ وار ہو رہے تھے بھرپور مقابلہ کیا جا رہا تھا۔ میان اس وقت یہ بھول گیا تھا کہ اسے زربدان کا دفاع بھی کرنا ہے بس وہ ایک وحشی جنگجو بن گیا تھا اور پے درپے پوری تجربے کاری کے ساتھ زربدان پر حملے کر رہا تھا۔ پھر زربدان نے اپنا کھلاڑا اس کے کھلاڑے کے پھل میں پھنسا کر اپنے گھوڑے کو اس کے بالکل قریب کر لیا اور اس کے بعد گھوڑے پر اپنا ایک پاؤں جما کر اسے زور سے دھکا دیا۔ طاقتور گھوڑا ہنٹایا اور زمین پر آ رہا۔ میان لائی گھوڑے کے ساتھ ساتھ ہی نیچے گرا تھا۔ زربدان برق کی طرح کوندی اس نے اپنے گھوڑے کو چھوڑ دیا۔ میان لائی کے ہاتھ میں کھلاڑے کا دست بدستور موجود تھا۔ اس نے زمین پر لگے ہوئے ہاتھ پر اپنا ایک پاؤں رکھا اور کھلاڑا فضاء میں بلند کر کے میان لائی کی پیشانی تک لے گئی۔ میان لائی بوکھلا گیا تھا۔ گھوڑے سے گرنے سے اس کے جسم میں جھٹ بھی لگی تھی اور اس کے پورے بدن میں سنہاٹ دوڑ گئی تھی۔ چوڑے کھلاڑے کا پھل اس کی پیشانی پر آکر لگا تو اسے موت نظر آئی اور اس کی آنکھیں خود بخود بند ہو گئیں۔ تمام لوگ ہشت بھرے انداز میں چیخ پڑے تھے۔ وہ یہی سمجھے کہ اب میان لائی کے سر کے دو ٹکڑے

ہو جائیں گے لیکن پوری مہارت کے ساتھ کھاڑے کی دھار اس کی پیشانی سے کوئی رتی برابر دور رکھنی اور زبدان کو مبارکے میں فتح حاصل ہوگئی۔ اس نے کھاڑا پیٹھک دیا۔ باپ کے کھاڑے کو ہاتھ سے نکالا اور اس کے بعد اس کے قریب بیٹھ گئی۔ میان لائی ہوش و حواس سے بے گانہ زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں بدستور بند تھیں۔ زبدان نے زمین پر بیٹھ کر اس کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا اور اس کے چہرے پر محبت بھرے ہاتھ پھیرتی ہوئی بولی۔

”تمہاری زبدان نے تم سے مقابلہ جیت لیا ہے۔ میرے باپ۔ تمہاری زبدان مقابلہ جیت گئی ہے۔ آنکھیں کھولو۔“

تمام لوگ دوڑ کر ان کے قریب جمع ہو گئے تھے اور میان لائی بدستور آنکھیں بند کئے ہوئے تھا۔ زبدان نے اسے اپنی آغوش میں بھر لیا اور اس کے سر کو تھوڑا سا اونچا اٹھا کر بولی۔

”میں تمہارا خون ہوں، میں تمہاری رگوں میں دوڑتا ہوا ہوں۔ میں تمہارے قدموں کی خاک ہوں۔ میں تمہارے وجود کا حصہ ہوں، تمہارے وجود کے دوسرے حصے کو فتح حاصل ہوئی ہے۔ بانہ اٹھو، کیا مجھے مبارک باد نہ دو گے؟“

تب میان لائی نے آنکھیں کھولیں، اسے دیکھتا رہا حواس کو مجتمع کرتا رہا اور اس کے بعد اس کی آنکھوں کے دونوں سروں سے بے اختیار آنسو بہنے لگے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا تھا۔

غلام روزال اور غلام ہنگا بے قرار ہو گئے شامہ نے دوڑ کر باپ کے پاؤں پکڑ لئے تھے۔ میان لائی زار و قطار روتے ہوئے بولا۔

”روشنی والے، تیرا شکر ہے تو مجھے اتنی سزائیں دے کہ میری ہر سزا پوری ہو جائے۔ آہ میری ہر سزا پوری ہو جائے۔ مجھے اپنی بیٹی کے ہاتھوں شکست ہوئی ہے۔ زبدان نے مجھ سے جو مقابلہ کیا ہے روشنی والے تیری قسم بعد میں اس میں، میں نے کوئی کوتاہی نہیں کی تھی۔ میں دیوانہ ہو گیا تھا اور میری دیوانگی کے باوجود مجھے ایک ماہر جنگجو نے شکست دی۔ یہی میری بیٹی ہے اور میں نے شہ بدان سے کہا تھا کہ مجھے نرے، مجھے عقابوں کے ممکن کے لئے سردار دے اور وہ کبھی تھی کہ میری دلی آرزو ہے کہ روشنی والا ہمیں بیٹے سے نوازے، مگر میں کیا کروں میان لائی کہ ہماری تقدیر میں بیٹیاں ہیں۔ سو میں نے کہا تھا کہ یہ لڑکیاں میرے لئے رسوائی کے علاوہ کیا ہیں نہ ان میں سے کوئی میرا شوالہ بن سکے گی اور نہ عقابوں کی سردار روشنی والے تو نے شہ بدان کو سرفراز کیا، مجھے میری بدگوئی کی سزا یہ ملی ہے کہ میں اپنی بیٹی ہی کے ہاتھوں شکست کھا گیا۔ آہ کاش میں خود ان کی یہ تربیت کرتا، کہ وہ آج کسی سورما کو شکست دے سکتیں تو میں ہنس ہنس کر قہقہے والوں سے کہتا کہ بیٹی ہو یا بیٹا، اگر اس کی صحیح تربیت کر دی جائے تو وہ اپنے دشمنوں پر بھاری ہوتا ہے۔ روشنی والے مجھے میری ہر خطا کی سزا دے اور اتنی سزائیں دے دے کہ میری سزاؤں کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ آہ کیا میں اپنی بیٹیوں کو یہ نہیں سکھا سکتا تھا۔ مگر میں نے کبھی نہ سوچا مجھے اور سزا دے، ہر ایک کے ہاتھوں شکست نصیب کر مجھے تاکہ میرا غرور اس طرح پاش پاش ہو کہ پھر میرے ذہن میں کسی غرور تصور نہ آ سکے۔“

میان آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔ پھر اس نے آشرکی طرف دیکھا اور کہا۔

”اور یہ سرفرازی تمہیں حاصل ہے، پہاڑ پار کے رہنے والے، تم عظیم ہو تم ہر طرح برتر ہو

ہم سے۔“

آشرنے آگے بڑھ کر میان لائی سے بغل گیر ہوتے ہوئے کہا۔

”میں تو صرف یہ خوشی ہے کہ ہم تیری امانت کا تحفظ کرنے میں کامیاب رہے میان لائی۔“

”مجھے ایک سوال کا جواب دو بابا، صرف ایک سوال کا جواب۔“ زبدان نے کہا اور میان لائی ڈبڈبائی ہوئی نگاہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

”کون سا سوال؟“

”شران سے مبارکد میں کرونگی تا.....؟“

”ہاں۔“ میان لائی نے گہری سانس لے کر گردن جھکا دی۔

○.....○.....○

سمنانہ، شران کے سامنے کھڑی ہوئی تھی اور شران مسکرا رہا تھا تب سمنانہ نے کہا۔

”تم اب کتنے اچھے لگ رہے ہو شران، میں تمہیں مبارک باد دیتی ہوں، باتو بابا نے واقعی کمال کر دکھایا۔“

”وہ ہمارے لئے روشنی والے کی طرف سے بھیجا ہوا فرشتہ ہے درحقیقت میں تو اس وقت بہت زیادہ خوفزدہ ہو گیا تھا۔ جب اس نے مجھے میری گاڑی سے گرا دیا تھا اور منتظر تھا میں اس بات کا کہ مجھے موت کی سزا دی جائے اور یہ کچھ مشکل تو نہیں تھا اس کے لئے کیونکہ وہ سردار فوہا کا اتالیق ہے۔ بعد میں تمہارے جانے کے بعد اس نے کہا کہ میں خود کو معذور نہ سمجھوں اور پھر اپنی مثال دی۔ اس نے تو میرے اندر حوصلہ پیدا کیا اور یقین کرو سمنانہ اس کے بعد اس نے مجھے جن حیرت ناک لمحات سے دوچار کیا مجھے وہ سب کچھ خواب معلوم ہوتا ہے۔ میں نے زندگی میں بے مشقت وقت نہیں گزارا۔ اپنے دوستوں کے ہمراہ میں نے جو کچھ کیا ہے آج بھی اس کے تصور سے شرمندہ رہتا ہوں لیکن باتو نے جس طرح مجھے زمین کا کیرا بنادیا تھا تو سوچے تو خوفزدہ ہو جائے۔“

سمنانہ ہنس پڑی پھر اس نے کہا۔

”باتو بابا کے بارے میں تم مجھے یہ سب کچھ بتا رہے ہو اور کہتے ہو کہ میں سوچوں تو خوفزدہ ہو جاؤں لیکن تمہیں ان کی حقیقت نہیں معلوم ہم سب زمین پر ریگتے ہوئے کیڑے تھے، بے یار و مددگار جنگلوں میں زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہ زخمی ہو کر ہمارے پاس آیا اور ایک بے بس چوہے کی طرح ہمارے رحم و کرم پر آ پڑا۔ لیکن اس کے بعد اس نے اپنے رنگ دکھائے اور آج ہم جو کچھ ہیں اسی کی بدولت ہیں۔“ سمنانہ نے باتو کی پوری کامیابی شران کو بتادی اور شران کی آنکھیں عقیدت سے جھک گئیں۔

”اس کے باوجود تو یقین نہیں کرتی کہ وہ روشنی والے کا بھیجا ہوا کوئی فرشتہ ہے۔“

”نہیں، یہ یقین کرنے کی بات نہیں ہے کیونکہ ہم سب اس کی تمام حقیقتوں سے روشناس ہیں۔“ سمنانہ نے شران کو باتو کی ساری سچائیاں بتادیں تو شران نے کہا۔

”وہ بہت بڑا انسان ہے بہت بڑا اور ایک میں ہوں اپنی اوقات سے بہت آگے نکل جانے والا، مگر تصور میرا بھی تو نہیں تھا سمنانہ۔ میان لائی نے مجھے اپنے بیٹے کی حیثیت سے پروان چڑھایا

تھا۔ خیر اب تو وقت ہی بدل گیا تو نے مجھ جیسے حقیر انسان پر اپنی محبت نچھاور کی ہے۔ میں بھلا تجھے اس کا کیا صلہ دے سکوں گا؟

”باتو بابا سب ٹھیک کر لے گا۔ ہم لوگ اس پر اندھا اعتماد کرتے ہیں۔ ویسے فوہا اور شیرایہ بھی اپنے اپنے محبوب تلاش کر چکی ہیں باتو بابا ہی ان کے لئے کوشش کرے گا بس بیچاری غلامانہ رہ گئی ہے، دیکھو اس کا کیا ہوتا ہے؟“ سمنانہ نے معصومیت سے کہا اور شمران ہنسنے لگا۔ بڑی عجیب تھی یہ لڑکی، گھوڑے پر سوار ہو جانے اور ہاتھ میں کھٹاڑا لے لے تو دشمنوں کا نام و نشان باقی نہ رہے، گھوڑے سے نیچے اتر کر لڑکی بن جائے تو اس قدر معصوم ایسی بھولی کہ یقین نہ آئے کہ ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہیں۔ شمران نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

”زندگی بار بار موت کے قریب آکر بچ کر نکل جاتی ہے نجانے اس کی منزل کہاں ہے؟“ سمنانہ نے محبت بھری نگاہوں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”ہمارے اپنے کوستے میں جہاں ہم دونوں ان لوگوں کی مانند زندگی گزاریں گے جو اپنے کوستوں میں رہتے ہیں اور اور.....“ آگے کے الفاظ سمنانہ کی زبان سے ادا نہ ہو سکے۔ بہر حال عورت تھی۔

○.....○.....○

شام کے چھپنے فضاؤں میں اتر آئے تھے جب میان لائی نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کر دیئے کچھ فاصلے پر ہی ٹکنی پہاڑیاں نظر آ رہی تھیں اور ان کے دامن میں ایسے غار موجود تھے جن میں بہت سے افراد چھپ سکتے تھے۔ اب تک کسی کو ان کی اس طرف آمد کا اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ راستے میں ان لوگوں میں سے بھی کوئی نہیں ملا تھا جو میان لائی کی تلاش میں سرگرداں تھے اور انہیں اس کی تلاش پر بڑے انعامات کا حقدار قرار دیا گیا تھا۔ میان لائی نے کہا۔

”ہمیں پہاڑیوں کے دامن میں رات گزارنے کے بعد صبح کو اپنے مقصد کی تکمیل کیلئے عقابوں کے مسکن میں داخل ہونا ہے، تم لوگ وہ بستی دیکھ ہی چکے ہو گے۔“ زربدان نے کہا۔

”کیا یہ پہاڑیاں ہمیں محفوظ رکھ سکیں گی؟“

”ہاں میری بیٹی یہ حفاظت کی پہاڑیاں ہیں۔“ میان لائی آہستہ سے بولا۔ پہاڑی غاروں میں درحقیقت بڑی کشادگی تھی اور وہ آسانی ان میں پوشیدہ ہو گئے۔ میان لائی پر عجیب کیفیات طاری تھیں۔ ہر لمحہ اس کی نگاہوں میں تھا وہ بھی جب روزاں کو اس نے نوزائیدہ بچی ٹھکانے لگانے کیلئے بھیجا تھا اور آج یہی بچی اس کے لئے مبارک کرنے اس کے ساتھ آئی تھی تاہم اس نے خود کو سنبھالے رکھا۔ ضروریات زندگی سے فراغت حاصل کرنے کے بعد میان نے کہا۔

”اور اب ہمیں وہ طریقہ کار دریافت کر لینا چاہئے جس کے تحت ہم کل شمران کو مبارک کی دعوت دیں گے ہمارے ساتھ عورتیں بھی ہیں، ہمیں یہ فیصلہ کرنا چاہئے کہ کیا ان عورتوں کو ہمیں انہیں غاروں میں پوشیدہ کر دیا جائے یا پھر انہیں بھی ساتھ رکھا جائے۔“

”تیرے سامنے بولنے کی جرات مجھے نہیں کرنی چاہئے میان لائی لیکن ایک بوڑھے کی حیثیت سے اگر میں کوئی مشورہ دوں تو تجھے مڑا تو نہ لگے گا؟“ بیباں نے کہا۔

”کیا اس سوال کی گنجائش ہے بابا بیباں؟“ میان لائی نے کہا۔

”تیرا شکریہ، درحقیقت تو نے مجھے بڑی عزت بخشی ہے اصل میں میں یہ کہتا چاہتا تھا کہ

زربدان تو ہمارے ساتھ شریک ہوگی بلکہ سارا کھیل ہی اس پر منحصر ہے۔ باقی چار عورتیں رہ جاتی ہیں فرض کر اگر ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے تو یہی عورتیں بے یار و مددگار یہاں پڑی رہیں گی ان کا شکر اگر ہمارے سامنے ہی ہو تو بہتر ہے اس لئے انہیں ساتھ رکھنا مناسب ہے۔ مزید یہ کہ ہم میں سے کسی بھی شخص کا چہرہ نمایاں نہیں ہوتا چاہئے۔ ہم اپنے چہروں کو پوشیدہ رکھ کر عقابوں کے مسکن میں داخل ہو سکتے اور زربدان مبارک طلب کرے گی بعد میں تقدیر جو بھی فیصلہ کرے۔“

”بابا بیباں تمہارا مشورہ بالکل مناسب ہے۔“ میان لائی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

تیاریاں ہونے لگیں، چہرے چھپانے کا بندوبست کیا گیا، فلیش نے اشیاء سے کہا۔

”اور میں جانتا ہوں کہ تم نے یہ میسجس صرف میری وجہ سے قبول کی ہیں لیکن میں کیا کروں بس ہماری تقدیر میں یہی سب کچھ لکھا تھا۔“ اشیاء مسکرا کر بولی۔

”لیکن اس کا نہ مجھے افسوس ہے اور نہ تردد۔ یہ اچھی بات ہے کہ ہم سب کا فیصلہ ایک دوسرے کے سامنے ہی ہو جائے۔ تو اس کے لئے بالکل پریشان نہ ہو فلیش۔“

رات جس طرح بھی گزری اس کی کمائی عجیب ہے صبح کو تیرہ افراد کا یہ گروہ گھوڑوں پر سوار ہو کر عقابوں کے مسکن کی جانب چل پڑا، فاصلہ ہی کتنا تھا تیز رفتور گھوڑے گرد آڑاٹے ہوئے عقابوں کے مسکن میں داخل ہوئے تو کبھی کی نگاہیں ان کی جانب اٹھ گئیں۔ میان لائی رہبر تھا، زربدان سب سے آگے اپنا کھٹاڑا فضاء میں بلند کئے ہوئے تھی اور پھر سردار کے کوستے کے سامنے یہ مجمع جمع ہو گیا تھا عقب سے بے شمار افراد دوڑے چلے آ رہے تھے۔ تو زربدان کی خوشخوار آواز ابھری۔

”عقابوں کے سردار! باہر نکل، میں تجھ سے مبارک چاہتی ہوں۔ باہر نکل بزدل سردار۔ آ میرے کھٹاڑے کی دھار کا مزہ کچھ، مبارک چاہئے مجھے تجھ سے، باہر آ سردار، اور عقابوں کی بستی والو! مبارک آرائی پہاڑوں کی روایت ہے اور میں انہی پہاڑوں کی رہنے والی ہوں۔ میں مبارک چاہتی ہوں تمہارے سردار سے فیصلہ چاہتی ہوں کہ مسکن پر سرداری کا حق کس کے ہے اسے یا مجھے؟“

لوگ حیرانی سے اس آواز کو سننے لگے، زربدان نے نہ اپنی آواز بدلنے کی کوشش کی تھی اور نہ ہی اپنی صنف کو چھپایا تھا۔ وہ مسلسل جی رہی تھی۔

”بزدل سردار! ایسی لٹکار پر ہمارا کوستوں میں نہیں گھے رہتے تو باہر نکل اور یہ فیصلہ کر کہ تجھے سرداری کا حق حاصل ہے یا نہیں؟“ جیسی فوہا آہستہ آہستہ آگے بڑھ کر کوستے کے دروازے کے سامنے پہنچی اس کے پیچھے اس کی تینوں بیٹیاں اور آخر میں شبدان بھی تھی۔ یہ سب کچھ اجنبی اور چونکا دینے والا تھا۔ کچھ وقت پہلے اس کا تصور بھی کسی کے ذہن میں نہیں تھا۔ فوہا اس وقت عام لباس میں تھی اور لڑکی ہی نظر آ رہی تھی۔ باہر نکل کر اس نے برق رفتاری سے کوئدے ہوئے گھوڑے کو دیکھا اور اس پر سوار کسی گلبدن کو جس کا چہرہ چھا ہوا تھا لیکن آنکھوں میں قہر و غضب کی جگہاں تڑپ رہی تھیں۔ فوہا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی اس نے کہا۔

”تو تو عقابوں کے سردار سے مقابلہ چاہتی ہے؟“

”ہاں۔ نکال اپنے بزدل سردار کو، اس سے کہہ کہ کوستے سے باہر آئے۔ میں شمران کی

○.....○.....○

کوستے میں میان لائی کو ہوش آگیا۔ اس کے سب سے نزدیک شہ بدن تھی جس کے آنسوؤں نے میان کو ہوش دلایا تھا، اس کی بیٹیاں اس کے گرد تھیں۔
”شہ بدن.....!“ میان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔
”میرے مالک!“ شہ بدن نے کہا۔

”مالک نہیں، تیرا جرم ہوں شہ بدن۔ مجھے پابند زنجیر کر کے قید خانے میں ڈال دے یا مجھے عقابوں کے مسکن میں گھسیٹتی پھر۔ روشنی والے نے مجھے سرفراز کیا اور مجھے رسوا۔ انہی بیٹیوں نے عقابوں کے مسکن کو سنوارا جنہیں میں نے نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ آہ تو نے انہیں اپنا مستقبل بنالیا اور میں نے اپنا مستقبل کھو دیا۔ میری سفارش زربدان ہے..... تیری پانچویں بیٹی۔ وہ زندہ ہے، لیکن افسوس میری کاوشوں سے نہیں۔ یہ بھی روزال کا احسان ہے، آہ میں نے کچھ بھی نہیں کیا سوائے تجھے دکھ پہنچانے کے، شہ بدن تو نے برتری حاصل کی ہے، روشنی والے نے تجھے بلندی عطا کی ہے، اپنے جرم کو بدترین سزا دے کہ اسی میں میری نجات ہے، میری آرزو ہے شہ بدن کہ میرے کئے ہوئے مظالم پر تو مجھے ہر وہ سزا دے جو تجھے سکون بخش دے۔“

”مجھے سب کچھ معلوم ہو چکا ہے باغ، سب کچھ معلوم ہو چکا ہے مجھے اور میں کھلے دل سے یہ اعتراف کرتی ہوں کہ جو کچھ ہے تیرا ہی ہے، بیٹیاں میری نہیں تیری ہیں اور یہ تو سب مقدر کے کھیل ہوتے ہیں اور آسمانوں میں جو فیصلے کئے جاتے ہیں وہی برتر و اعلیٰ ہوتے ہیں کہ اگر یوں نہ ہوتا تو یہ لڑکیاں فولادی قوت کماں سے حاصل کرتیں۔ باغ دینا ہی چاہتا ہے مجھے ان تمام معیبتوں کا صلہ تو میری خواہش کے مطابق دے ورنہ یہ سب کچھ تیرا ہی ہے میان، سب سے پہلے تو ہے، تو نہ ہوتا تو کچھ بھی نہ ہوتا، اس کے بعد سب کچھ ہے میان، میری طلب دینا چاہتا ہے تو اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ اعتراف کر کہ شہ بدن با وفا ہے، سلا زور کبھی تھا اور جب نہ رہا تو کچھ بھی نہ رہا، وہ صرف ایک نام تھا جو میری تقدیر کی سیاسی بن گیا۔ جب میں نے تیرے کوستے میں قدم رکھا تو میں با وفا تھی صرف تیرے لئے، دے سکتا ہے اگر تو مجھے ایک با وفا عورت کا لقب دے دے، میری تمام زندگی کی تحسین دور ہو جائے گی۔“

”سردار رہا ہوں، فاتح رہا ہوں طویل عرصے تک دشمن کی جڑات نہیں ہوئی کہ میان لائی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرے، زندگی میں کبھی سر جھکا کر کسی سے گفتگو نہیں کی، لیکن آج تیرے پاؤں پکڑ کر کہتا ہوں کہ شہ بدن معاف کر دے اس جرم کو جس نے تیری پاکبازی پر شک کیا۔ ہاں تو با وفا ہے تو وہ ہے جس کی پاکبازی کی قسم کھائی جائے تو عورتوں میں سب سے با وفا عورت ہے اور میں ہی تیرا جرم ہوں۔“

”شکریہ باغ تیرا بہت بہت شکریہ۔ میں تیری غلام ہوں تیری با وفا بیوی۔“ شہ بدن نے آنسو بہاتے ہوئے کہا اور میان اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس نے محبت بھری نگاہوں سے فوہا، سمنانہ، غلمانہ اور برابریہ کو دیکھا پھر آہستہ سے بولا۔

”جی چاہتا ہے کہ تم سب کو اپنے بازوؤں میں لپیٹ لوں، بڑی پیاس ہے بڑی شدت کی پیاس ہے میری جیجو! لیکن جڑات نہیں ہوتی، ہمت نہیں ہوتی۔“ پھر اس نے زربدان کو دیکھا اور اس کے

بڑیاں چبا جانا چاہتی ہوں، کہاں چھپا بیٹھا ہے وہ اسے باہر بھیجے، کیا اب اس کے ہاتھ کھانا سنبھالنے کے قابل نہیں رہے۔“

فوہا ایک لمحے کے لئے چوکی، مسکرائی اور پھر بولی۔ ”لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مقابلہ عقابوں کے سردار سے چاہتی ہے یا شمران سے؟“

”عقابوں کا سردار کون ہے، کیا شمران نہیں؟“ زربدان نے کہا۔

”نہیں، شمران اب عقابوں کا سردار نہیں ہے وہ مبارنے میں شکست کھا چکا ہے اور اس وقت سردار کی شوالا میں ہوں تجھے مجھ سے مقابلہ کرنا پڑے گا لڑکی۔“

”اور سردار کون ہے؟“ زربدان نے سوال کیا۔

”میان لائی۔“ فوہا نے جواب دیا اور زربدان کا کھڑا ہوا ہاتھ نیچے جھک گیا۔ اس کے عقب میں کھڑے ہوئے تمام لوگ ششدر رہ گئے تھے۔ فوہا کی آواز ابھری۔

”مگر تو کون ہے اور کیا کپڑوں سے چہرے ڈھک کر مبارغہ آرائی کی جاتی ہے، اگر تو صرف شمران سے مقابلہ چاہتی ہے تو افسوس تیری یہ آرزو اب بے مقصد ہو گئی۔ میں نے میان لائی کی قائم مقام کی حیثیت سے عقابوں کی سرداری سنبھالی ہوئی ہے۔“ زربدان نے چکرائی ہوئی نگاہوں سے عقب میں دیکھا، سب کے سب گھن چکر بنے ہوئے تھے، بات کسی کی سمجھ میں نہیں آتی تھی، تب زربدان نے ہی خود کو سنبھالا اور بولی۔

”مگر میان لائی تو شمران سے شکست کھا کر یہاں سے فرار ہو چکا ہے۔“

”ہاں، لیکن وہ بہت جلد واپس آجائے گا اور اپنی سرداری سنبھالے گا، دیکھ وہ سامنے سردار کا کوستہ ہے، ہم تو ذلی لوگ ہیں اور وہ کھڑا جو تو اس کے کوستے کے سرے پر بلند دیکھ رہی ہے وہ میان لائی کا کھڑا ہے اور اس وقت یہی کھڑا عقابوں کی سرداری کر رہا ہے، ہم چاروں اس کی شوالا ہیں اور لڑکی تو ہم میں سے کسی سے بھی مبارغہ طلب کر سکتی ہے، وہ مبارغہ میان لائی کی طرف سے ہو گا اور تجھے شکست ہوگی، لیکن اپنے بارے میں بتا کہ تو کون ہے؟“

”اور اگر یہ سوال میں تجھ سے کروں کہ میان لائی کے نام پر شوالا بن کر سرداری کرنے والی تو کون ہے تو تیرا جواب کیا ہوگا؟“

”میں میان لائی کی بیٹی ہوں اور یہ تینوں بھی میان لائی کی بیٹیاں ہیں اور ہماری ماں شہ بدن ہے، ہم نے میان لائی کے نام پر مبارغہ کر کے شمران سے سرداری حاصل کر لی ہے اور شاید تجھے یہ تفصیلات معلوم نہیں۔“ فوہا نے کہا اور ایک لمحے کے لئے ہر سمت سناٹا چھا گیا۔ کچھ فاصلے پر کھڑے میان لائی پر پھر قیامت ٹوٹی تھی۔ وہ لرز رہا تھا جیسے انہوں نے عالم جوش میں سب سے پہلے اپنا چہرہ کھول دیا اور آگے بڑھ کر بولا۔

”کہاں ہے شہ بدن، اسے سامنے بلاؤ، اس سے کو میان آیا ہے۔ شہ بدن، وہ تیرا شوہر میان لائی ہے۔ میان کی بیٹی، دیکھ وہ تیرا باپ کھڑا ہے۔“ بیہان نے میان کی طرف اشارہ کیا اور میان گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اس کی قوتیں جواب دے گئی تھیں۔ شہ بدن دیوانہ وار آگے بڑھی اس نے پاگلوں کی طرح میان کے چہرے سے کپڑا نوج لیا اور پھر میان کے بے ہوش بدن کو اپنے بازوؤں میں سمیٹنے کی جدوجہد کرنے لگی۔

شرمان کو دیکھا اور اس وقت شرمان اپنے نقلی ہاتھ پاؤں کے ساتھ نہیں تھا اور شیرماہ اسے اپنی بنائی ہوئی گاڑی پر دھکیلتا ہوا میان لائی کے سامنے پہنچا تھا۔ میان لائی نے شرمان کو دیکھا اور آہستہ سے بولا۔

”ہاں ساری کمائی مجھے معلوم ہو چکی ہے سب کچھ مجھے پتہ چل گیا ہے اور شرمان میں نے تجھے کچھ وقت باپ کی نگاہ سے دیکھا ہے گودھو کے ہی سے سی، لیکن کچھ عرصہ تو میرے سینے پر کھیلتا رہا ہے، جو کچھ ہوا مجھے اب اس کا گلہ نہیں ہے۔ روشنی والے نے مجھے اتنا دے دیا ہے کہ اب میں کسی سے دشمنی نہیں کر سکتا، توجس طرح سے جی رہا ہے جی، مجھے اعتراض نہیں ہے۔“

”تیرا شکریہ باغ، تیرا شکریہ عظیم سردار اصل میں قصور میرا بھی نہیں تھا، میں نہیں جانتا تھا کہ میں ایک معمولی باپ کا بیٹا ہوں۔“ شرمان کے منہ سے نکلا اور اس کے بعد شیرماہ اسے واپس لے گیا۔ اس دوران سب ایک دوسرے کو اپنی کمائیاں سنا چکے تھے۔ میان لائی کو معلوم ہو گیا تھا کہ باؤ ایک ایسا شخص ہے جس نے ان ٹولے ہوئے رشتوں کو دوبارہ جوڑا ہے، وہ باتو کے ساتھ بہت مہربانی سے پیش آتا تھا، تب ایک دن باتو نے شہ بدان سے کہا۔

”پارٹی لیڈر بدل گیا ہے شہ بدان اور اب باتو کا یہاں کوئی کام نہیں ہے، چنانچہ مجھے ایک گھوڑا دے، میں واپسی چاہتا ہوں۔“ میان لائی نے باتو کے یہ الفاظ سنے تو کہا۔

”ابھی نہیں باتو بابا ابھی تو مجھے تیرے لئے فیصلے کرنے ہیں، تیرا قرض ادا کرنا ہے۔“ اور اس کے بعد عقابوں کے مسکن میں رہنے والوں کو یہ منادی کرائی گئی کہ کل صبح کوستے کے سامنے جمع ہو جائیں، سردار اپنی سرداری کا نظام سنبھالے گا اور جب کوستے کے سامنے موجود عقابوں کے مسکن والے منتظر تھے کہ میان لائی کی سرداری کا اعلان ہو تو میان لائی نے کہا۔

”عقابوں کے مسکن میں رہنے والو! اگر تم ایک بہترین سردار کے خواہش مند ہو ایک ایسا سردار چاہتے ہو جو فراست اور ذہانت میں بے مثال ہو تو میں نے تمہارے لئے نیا سردار منتخب کر لیا ہے۔ پارٹی لیڈر باتو تھا اور باتو اب بھی پارٹی لیڈر ہے۔ تو ہمارا سردار ہے باتو اور ہم سب تیرے شوالے۔“

باتو ساکت رہ گیا تھا، لڑکیاں خوشی سے اچھلنے لگی تھیں۔ سرداری کی ذمہ داریاں باتو کو سونپ دی گئیں اور پہلی بار باتو کی آنکھوں میں نمی دیکھی گئی۔

”ان پھاڑوں میں میرا خاندان ختم کر دیا گیا تھا مسٹر آشر۔ تم جسے مزدور بنا کر لائے تھے دیکھو، میں اب ان پھاڑوں میں حکمران ہوں۔ اصل میں میرا خاندان ہی حکمرانوں کا خاندان تھا۔“ عقابوں کے مسکن میں جشن کی تیاری ہونے لگی۔ باتو نے میان لائی سے کہا۔

”ہمیں کچھ قاصد میسرہ کے سردار ازلان کے پاس روانہ کرنے ہیں۔ اس سے درخواست کرنی ہے کہ وہ اپنے بیٹوں کے ساتھ اس جشن میں شریک ہو۔“

”اس سے تمہاری دوستی ہے۔“

”ہاں رشتہ بھی ہے، اس کے بیٹے کاشان اور افتان میری دو بیٹیوں کے ہونے والے شوہر ہیں۔“

”کون سی بیٹیاں؟“

بعد شامہ کو اس کی نگاہیں شامہ پر رک گئیں، پھر گھوم کر فوہا پر آگئیں۔ چاروں لڑکیاں دوڑ کر باپ سے پلٹ گئی تھیں، فوہا نے کہا۔

”ہماری آنکھیں تو تجھے دیکھنے کو ترس رہی تھیں، ہمارے باپ اور آج ہم اپنے سروں کو روشنی والے کے سامنے ڈھکا ہوا پاتے ہیں کہ تو ہمارے درمیان موجود ہے۔“ میان لائی ایک بار پھر رونے لگا تھا، شہ بدان نے آگے بڑھ کر کہا۔

”نہیں میان، نہیں عقابوں کے شیر، آنسو نہیں اب آنسو نہیں دیکھ تیرے سامنے تیرے چہ شوالے ہیں جو تیری عمر کی آخری سانس تک تیری سرداری کا تحفظ کریں گے۔“

○.....○.....○

سومایہ وحشتوں کے درمیان جی رہی تھی، کوستے میں رہ ہی کون گیا تھا، صرف اس کی ماں اور وہ، دونوں دیوانوں کی طرح درد دیوار کو کھتی رہتی تھیں۔ پھر ایک دن سومایہ نے کچھ فیصلے کئے اور اپنے فیصلوں پر عمل کر ڈالا، سر میں خاک میلے کپیلے لباس میں لمبوس وہ شیرماہ کے گھر پہنچ گئی جہاں ماہ لخت، شرمان، رائیس، عثمہ سبھی موجود تھے، سومایہ کو سب سے ناپسندیدہ لگا ہوں سے دیکھا تو سومایہ ہنس کر بولی۔

”نفرت سے تھو کو مجھ پر، میں وہ بے گناہ عورت ہوں جس نے خود کچھ نہ کیا تھا، لیکن بد نصیب تھی اپنی اولاد کو بھی کھو بیٹھی اپنے مستقبل کو بھی اور اس کے عوض کچھ دنوں سرداری بیوی رہ کر عیش و آرام حاصل کر لے، کیا خوب ہے کرے کوئی بھرے کوئی۔ عثمہ آخری بار تجھے مبارک باد دینے آئی ہوں تیرا بیٹا تو تجھے مل گیا، میری بیٹی چھن گئی مجھ سے، میرا ساگ بھی چھن گیا، میرا باپ بھی مر گیا اور اب ہم تنہا جی رہے ہیں، میری مبارکباد قبول کر عثمہ جو کچھ ہوا روشنی والے کی قسم اس میں میرا دخل نہیں تھا، بس تقدیر تھی یہی ہونا تھا آج میں نے فیصلہ کر لیا ہے میں نے اپنی ماں کو بھی زہر دے دیا ہے، خود بھی زہر کھالیا ہے، میں خوشیوں کے اس نشیمن میں غم نہیں کر نہیں جی سکتی تھی، بس تمہیں مبارکباد دینی تھی۔ ہو سکے تو کبھی میری بیٹی شامہ سے کہہ دینا کہ تیری ماں گنہگار نہیں تھی، جو گنہگار تھا اس نے سزا پائی اور جو بے گناہ تھے، وہ بھی سزا وار ہوئے بس اتنا ہی کہنے آئی تھی تجھ سے۔“

سومایہ واپس چلی اور دروازے سے باہر نکل گئی، سب کہتے میں رہ گئے تھے، تب شیرماہ نے ماہ لخت سے کہا۔

”ذرا دیکھو تو سہی وہ کہتی ہے اس نے اپنی ماں کو بھی زہر دے دیا اور خود بھی زہر کھا کر آئی ہے۔“ ماہ لخت باہر نکل آیا، کوستے سے کافی فاصلے پر چند افراد جھکے ہوئے کچھ دیکھ رہے تھے۔ ماہ لخت نے ان کے درمیان پہنچ کر دیکھا تو سومایہ زمین پر پڑی ہوئی تھی، اس کے ہاتھ پاؤں اینٹھ گئے تھے، بدن مڑ گیا تھا اور صاف نظر آ رہا تھا کہ اب دنیا سے اس کا کوئی رشتہ نہیں رہ گیا ہے۔

○.....○.....○

شیرماہ خود ہی شرمان کو ساتھ لے کر میان لائی کے کوستے پر پہنچا تھا۔ میان لائی نے ابھی تک اپنے سردار ہونے کا اعلان نہیں کیا تھا۔ وہ تو ابھی اپنی بیوی اور بیٹیوں کے ساتھ ہی اس حقیقت کو قبول کرنے میں متذبذب تھا کہ جو کچھ نگاہوں کے سامنے ہے وہ سچ ہے یا ایک خواب۔ اس نے

”فوبا اور شیرایہ۔ میں بہت پہلے یہ رشتے جوڑ چکا ہوں اور تیسرا رشتہ یہاں عقابوں کے مسکن میں یعنی سمنانہ کا رشتہ!“

”تمہیں پورا حق حاصل ہے باتو، تیسرا رشتہ کس سے ملے کیا تم نے؟“ میان لائی نے پوچھا۔

”شران سے۔“

”کس سے؟“ میان اچھل پڑا۔

”شیراہ کے پوتے، ماہ لخت کے بیٹے شران سے۔“

”باتو!“

”سردار باتو، پارٹی لیڈر۔“ باتو سینہ پھلا کر بولا اور میان کا سر جھک گیا۔ بہت دیر کے بعد اس نے کہا۔

”مگر وہ معذور ہے، وہ..... میں..... سب کچھ بھلا دوں تب بھی وہ.....!“

”گھوڑے منگاؤ..... میرے ساتھ چلو.....!“ باتو نے کہا۔ پھر وہ میان کو سوچ کی

پہاڑیوں کے عقب میں لے گیا۔ اس نے شران کو بھی پیغام بھجوا دیا تھا اور بتا دیا تھا کہ اسے کس طرح وہاں آنا ہے۔ میان جو شران کو عالم بے بسی میں دیکھ چکا تھا اس وقت شاہانہ شان سے گھوڑے پر آتے دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

شران گھوڑے سے نیچے اترا اور پُر اعتماد قدموں سے چلتا ہوا اس کے سامنے پہنچ گیا۔ میان کا منہ حیرت سے کھلا ہوا تھا.....!

”تیرے پاؤں اور یہ ہاتھ..... یہ کہاں سے آگئے؟“

”روشنی والے کے بھیجے ہوئے فرشتے کا عطیہ ہیں باغہ..... اس نے میری معذوری دور کی ہے۔“

”واپس جاؤ۔“ باتو نے حکم دیا شران چھلانگ لگا کر گھوڑے پر سوار ہوا اور واپس چلا گیا۔

تب باتو نے کہا۔

”میں نے اس کے لئے کچھ نہیں کیا، مجھے اس سے نفرت تھی کیونکہ اس نے تجھ سے مبارغہ کیا تھا اور فوبا سے بھی، لیکن جب تیری بیٹی نے مجھ سے کہا کہ وہ اس معذور کی معذوری کا بوجھ سنبھال سکتی ہے اور اسے اپنی زندگی میں شامل کرنا چاہتی ہے تو میں نے اسے نقلی ہاتھ پاؤں سے جینا سکھادیا اور یہی کیفیت اذلان کے بیٹوں کی ہے۔“

”وہ بھی معذور ہیں، میرا مطلب ہے نقلی ہاتھ پاؤں والے؟“ میان نے چونک کر پوچھا اور باتو حلق پھاڑ کر ہنسنے لگا۔

”نہیں..... وہ شاندار جوان ہیں اور تیری بیٹیوں کی پسند ہیں.....!“ باتو نے کہا۔

جشن سرداری میں اذلان، کاشان اور افغان بھی شریک تھے۔ عقابوں کے مسکن میں خوشیاں منائی جا رہی تھیں۔ آسٹر، لیزا اور ان کا پورا گروپ بھی ان خوشیوں میں برابر کا شریک تھا۔ خوب کھیل تماشے ہو رہے تھے۔ یہ جشن تین دن تک جاری رہا اور ہر شخص ان ہنگاموں سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ پھر جشن ختم ہوا اور باتو نے ایک نشست میں اذلان سے کہا۔

”فوبا اور شیرایہ کا باپ میان لائی اور اس کی ماں شہ بدان تیرے سامنے موجود ہیں اذلان“

ان سے اپنے بیٹوں کے لئے درخواست کرا“

”عظیم ماں باپ کی بیٹیوں کے بارے میں یہ درخواست چھوٹے منہ سے بڑی بات ہے باغہ۔“

میری اس آواز کی ترجمانی تو کروے تو میری مشکل حل ہو جائے گی۔“

”میں ان رشتوں کی درخواست کرتا ہوں میان لائی!“

”ہمیں منظور ہیں۔“ میان لائی نے جواب دیا اور پھر دوسرے امور ملے ہونے لگے۔ سب

کچھ بہتر ہو گیا تھا کہ زربدان نے سکوت کے اس سمندر میں پتھر پھینک دیا۔

”میں اب واپسی کی اجازت چاہتی ہوں میرے ماں باپ، میری تمام خوشیاں اور آرزوئیں

پوری ہو چکی ہیں۔ میں اپنے ماں باپ سے مل لی اب مجھے میری دنیا میں جانے کی اجازت دے دو۔“

سب ششدر رہ گئے تھے۔ شہ بدان نے کہا۔ ”میری دنیا یہی ہے زربدان۔“

”نہیں باغہ، آئی، انکل، فلیش، ایشیا مسٹریڈی میری دنیا کے لوگ ہیں میں یہاں سے جا چکی

ہوں۔ میری دنیا وہی ہے تم لوگوں کو معلوم ہے یہ لوگ کون سی زندگی کے عادی ہیں۔ یہ میری محبت

میں اپنی دنیا سے کنارہ کشی کر چکے ہیں، لیکن میں نے ان کی محبت سے کنارہ کشی نہیں کی ہے۔ میرے

دل میں تو بیسہ سے یہی خیال تھا۔“

”اتنی ناامیدیوں کے بعد تو ملی ہے زربدان۔“ شہ بدان رو کر بولی۔

”میری جگہ شامہ ہے تمہارے پاس، میری دوسری بہنیں ہیں لیکن آئی اور انکل کے لئے

صرف میں ہوں۔ جس طرح انہوں نے تمہارے خون کو تم سے ملانے کا عظیم ایثار کیا، کیا تم ان کے

لئے ایثار نہ کرو گی!“

”وہ ٹھیک کہتی ہے شہ بدان۔“ میان نے کہا۔

تیاریاں ہو گئیں۔ آسٹر نے لیزا سے کہا۔ ”وہ سردار زادی ہے کوئی عام لڑکی نہیں۔ اس کا

طرف آسمان کی طرح بلند ہے۔ مجھے اس سے ایسی ہی کسی بلندی کی توقع تھی۔“

زربدان نے فلیش سے کہا۔ ”تم کیا سمجھتے تھے فلیش میں تم سے تمہاری دنیا چھین لوں گی۔“

”میری دنیا صرف تم ہو ڈیڑی، صرف تم!“ فلیش نے کہا اور ان لوگوں کی واپسی کے لئے

منصوبے بنائے جانے لگے تو باتو نے کہا۔

”اس کے لئے تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ پارٹی لیڈر میں ہوں اور مسٹر آسٹر

جانتے ہیں یہ انتظام میرے لئے کچھ مشکل نہیں ہے!“ روزال نے البتہ اس دنیا میں جانے سے

معذرت کر لی تھی۔

”میری ذمہ داری ختم ہو گئی ہے مسٹر آسٹر۔ میں اپنے آقا کے قدموں میں دم توڑنا چاہتا

ہوں۔“

(ختم شد)